

۱۲۶	نصائل صحابہ	۲۰۰	تیسویں اختلاف اہل کاہی و اہل ہوا ہے
۴	آیات و آثار و فضائل صحابہ	۲۰۱	اہل سنت نے جو فکر و اعتقاد خلافت کے تعلیم میں راہ پر لگے مسعودہ علیہ السلوٰۃ کامل ہے۔
۸۱	اہل الام کو جو کہ امتیاز جہین حضرت کے چچی سے چلے گئے	۲۰۶	بعض اصول شیعہ و اہل عقلی و فاضلی سے ثابت نہیں
۱۲۶	مثالب صحابیہ عبارت توفیق کی توجیہ	۲۰۸	وہابی طرز پر دیات شیعہ سے شرارت کا ابطال
۱۲۹	جواب مثالعن صحابہ	۲۱۳	انہ صیبت کر دیت تو صبر کرے میں بلکہ ملول صیبت کو پہلے طرح و رفع فرماتے ہیں
۱۵۱	اہل طرس کا جو کہ صحابہ کثیر تھے حضرت کی طرف سے چلے ہوئے	۲۱۵	نقص حدیث کے شور و غار و سریر کر کے الزام کا جواب
۱۵۲	احاق صیبت کی دہی کا جواب	۲۱۸	جواب علیہ کہ حدیث میں کوئی راہ خلافت میں دایا و انزل میں میرے
۵۵	حضرت عباس علیہ السلام کا کہنا کہ حضرت ابوبکر صیبت کی تینے نبی کی	۲۳۲	تقریفات شیعہ و اہل ثورہ میں جرح قبح
۱۵۸	دبا جبکہ ثورہ و اہل ثورہ علامہ کسری کی تکریب	۲۳۲	عصمت
۱۶۱	اوس صیبت کی جو شورہ نقص خلافت پر دال ہے	۲۳۸	اثبات شیعہ و عصمت اہل کی پہلی دلیل کا ابطال
۱۶۲	ایلیات میں و اہل تیسو تراش خراسن کرتے ہیں	۲۳۹	اثبات شیعہ و عصمت اہل کی دوسری دلیل اخذ تفسیر کے ابطال
۱۶۵	حسب اہل شیعہ بنیاد پر غلط و باہر ہوئے شیعہ و اہل شیعہ کہ شورہ	۲۴۵	اثبات شیعہ و عصمت اہل کی تیسری دلیل اخذ تفسیر کے ابطال
۱۶۷	جواب اہل طرس کا کہ حضرت ابوبکر میں اہل بنی ہاشم مدعی کہ نہیں	۲۴۶	اثبات شیعہ و عصمت اہل کی چوتھی دلیل اخذ تفسیر کے ابطال
۱۶۹	صیبت آیات است مبعیہ عبد الرزاق ناہی	۲۴۸	دلیل عصمت اہل رتقہ
۱۷۷	تفسیر مبعیہ اہل شیعہ حضرت پیرزادہ نہیں کہ اوسم دفع جذبہ اسلام سے تفسیر دی۔	۲۴۹	اثبات شیعہ و عصمت اہل کی پہلی دلیل اخذ تفسیر کے ابطال
۱۸۰	حضرت تیسو اہل ان در بن تعلیم کے مخالف ہیں	۲۵۶	اثبات شیعہ و عصمت اہل کی دوسری دلیل اخذ تفسیر کے ابطال
۱۸۳	ایمان صحابہ کے کہ مقدم خلافت کے اہل ایمان نہیں ہو سکتا	۲۵۸	اثبات شیعہ و عصمت اہل کی تیسری دلیل اخذ تفسیر کے ابطال
۱۸۶	حدیث شیعہ میں علیؑ اراہہ و سکن وراثت	۲۵۹	اثبات شیعہ و عصمت اہل کی چوتھی دلیل اخذ تفسیر کے ابطال
۱۹۳	تشریحات اہل شیعہ ان جو تفسیر و صحت و وضع ہوتی ہیں	۲۶۳	اثبات شیعہ و عصمت اہل کی چوتھی دلیل اخذ تفسیر کے ابطال
۱۹۸	صلوات تیسو نے اہل کلمہ انباء کی عصمت میں قبح کیا ہے نہایت مست ہے۔	۲۶۷	نقص

۲۸۸	اثبات شترافض کے پہلی دلیل کا ابطال	۲۵۳	اشترافضیت کے نوین دلیل کا ابطال
۲۸۵	اثبات شترافض کی دوسری دلیل کا ابطال	۲۵۶	اشترافضیت کے دوسری دلیل کا ابطال
۲۸۳	اثبات شترافض کی تیسری دلیل کا ابطال	۲۵۷	اشترافضیت کے تیسری دلیل کا ابطال
۲۸۵	اثبات شترافض کے چوتھی دلیل کا ابطال	۲۵۹	اشترافضیت کے چوتھی دلیل کا ابطال
۲۸۲	اثبات شترافض کی پانچویں دلیل کا ابطال	۲۶۳	اشترافضیت کے پانچویں دلیل کا ابطال
۲۸۷	اثبات شترافض کے چھٹی دلیل کا ابطال	۲۶۶	اشترافضیت کے چھٹی دلیل کا ابطال
۲۹۱	اثبات شترافض کے ساتویں دلیل کا ابطال	۲۷۱	اثبات کی بابت اشترافض کے خلاف غرض کا ثبوت
۲۹۴	اثبات شترافض کے آٹھویں دلیل کا ابطال	۲۷۲	حجرات شیعہ عازرۃ خدا تھا کہ وہ واقعہ ہوتا ہے
۲۹۶	اثبات شترافض کے نوین دلیل کا ابطال	۲۷۵	امام حسن رضی اللہ عنہ نے خلع خلافت فرمایا
۳۰۱	افضلیت	۲۷۹	امام امیر مومنین کی بابت اشترافضیت کا ثبوت
۳۰۹	اشترافضیت کی پہلی دلیل کا ابطال	۲۸۵	افضلیت
۳۱۱	اشترافضیت کی دوسری دلیل کا ابطال	۲۸۹	افضلیت
۳۱۳	اشترافضیت کی تیسری دلیل کا ابطال	۲۹۰	افضلیت
۳۱۵	اشترافضیت کی چوتھی دلیل کا ابطال	۲۹۵	افضلیت
۳۱۹	اشترافضیت کی پانچویں دلیل کا ابطال	۳۱۰	افضلیت
۳۲۱	اشترافضیت کے ساتویں دلیل کا ابطال	۳۱۳	افضلیت
۳۲۶	اشترافضیت کے آٹھویں دلیل کا ابطال	۳۱۸	افضلیت
۳۵۰	اشترافضیت کے آٹھویں دلیل کا ابطال	۳۲۱	افضلیت
		۳۲۵	افضلیت
		۳۲۶	افضلیت
		۳۲۷	افضلیت







تقدیر مذکور میں ایک کڑی کے ساتھ حضرت فاطمہ  
رضی اللہ عنہا کے جنا کا ثبوت۔

حضرت زہراؑ کا ابو بکر کے ساتھ ایتر عزت کا نام نہ  
 لانا شیعہ مت ہی باطل ہے

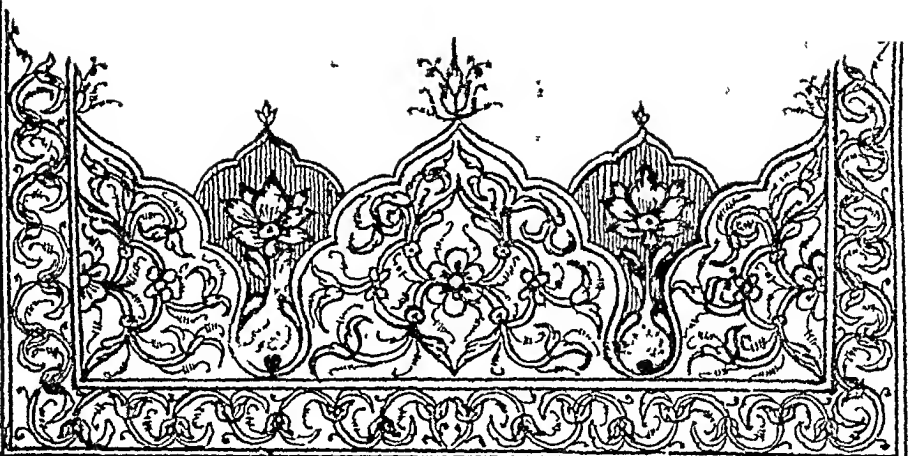
سوال مذکور میں ردیاب رضا قاطعاً مستحب بخاری کی حدیث کی توجیہ

از کون کجا بیاستین شرک بود اینها کیا بتا نمز کند بیا  
افتراسے -

التماس ضروری

[illegible][illegible]

مُتَقَرِّبُ خَلِيلِ الْجَمْعِ عَمَّا لِلَّهِ



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نحمدك حمدًا كثيرًا طيبًا مبارکًا يا من هو متصف بالمجد والعلو وصفات الكمال ومنزه عن ثوب  
النقص والقباح والزوال تنسبت ذاته - ولقدست اسمائه وصفاته - لاله الالهوا الكبير المتعال -  
الذي انزل علينا احسن الحديث كتابا متشابها مثالي تقشعر منه الجلود - منه ايات محكمات  
هن ام الكتاب - يهدي بها الى دار الحق والباطل ولا ياتيه الباطل من بين يديه ولا من  
خلفه تميز من حكيم سيد فرقنا بين الحق والباطل ونور وهدى للناس فالذين كفروا بايات الله  
ظلم عذاب شديد - فاكمل لنا الدين القويم واتم له نعمه الظاهرة والباطنة قليلا ما على عباده المؤمنين  
وفضل وسنم عدد خلقه ورتبه عشره وادراكه ما تدركه الاله على رسوله وخير خلقه سيدنا واولانا محمد سيد  
المسكين ثم النبيين والاوليا المجدين سوال الثقلين يا ارحم الراحمين الذي عصمنا عن اهل التفرقة العوارج  
وشرح لنا الشريعة الغار - ودارنا المسكنة خفية للجهنم والجنة ايضا - التي اهلها ونهارا وسوار - وعلى الارض  
العهدة الوثقى المستكين في يوم الهمد المستدين خصوصا منهم قوموا الاودعوا الله وكان مكلفهم في  
الاسلام ثم اوصاهم في الاسلام بحج شديدا شهادة تمام حقا للراشدين بل كانوا مثل نوح وابراهيم  
بن النبيين على لسان سيد المرسلين على من يعيهم باحسان اليوم الدين - اما بعد



سال ہو چلا آتا جس میں باہم دونوں فرقہ میں ایسا فرقہ ڈال دیا جیسا کہ فرد سلام میں واقع ہے بلکہ اس سے  
 بھی کچھ بڑھ کر اس کا اس طرح طے ہونا ممکن نہیں اور یہ بیان منظرہ تحریری نہایت وسیع ہے ہر ایک  
 نسبت دوسری کے جو اہل کچھ نہ کچھ کہہ سکتا ہے۔ دنیا کی حالتیں بخیر کرنے سے معلوم  
 ہوکتا ہے کہ اگر قبائلہ اریان باطلہ کچھ لکھتے تو وہ بھی جو اپنے پیڑ سے دریغ نہیں کریں گے۔ بہر کوئی  
 مسئلہ مختلف نہیں ایسا باقی نہیں رہا۔ کہ کمال فریقین نے کہا تھا اس کی بحث تفتیش اور بخوبی  
 اس کی چھان بین نہ کی ہو اور جدوجہد کو اس کی تحقیقات میں غایۃ قصویٰ کو نہ پہنچایا ہو یہی وجہ ہے  
 کہ علماء اہلسنت نے یہ عقبات و مہل طے کر کے تہرحت فرمائی ہی اور بدوین ضرورت  
 اس طرف توجہ نہیں فرمائی اور شعبہ کی کتابیں دیکھنا اور انہی نے اور حیدر ال منظرہ تہرک کر دیا  
 چنانچہ دوسری اہل زہد باطلہ کہتے ہیں یہی کیفیت ہے اور تمام اہل سنت و اہل اہلسنت  
 کا لوازم ان کی ہیں جو فرقہ اہلسنت کی مقابل ہوا اسنی ہونہ کی ہی کہاں ہی چنانچہ اہلسنت کے  
 ان بہاؤ کی فحش جو حال میں ہی واقع ہوئی ہیں۔ جیسا کہ اگرہ کا ساتھ پادری فہرہ وغیرہ کے ساتھ  
 اور چاند اور صلیع شاہچان پور کا موٹر الار ساتھ ہندو اور عیسائیوں کے ساتھ مثل آفتاب تہہ ہنار  
 روشن ہیں۔ جسکو مخالفین خود اپنی زبان سے تسلیم کر چکے ہیں شہر ترمی تمام ہندو عیسائی  
 و افضل شہد بہ الاعلاء۔ سہی نہایت مختصر کے نتیجہ اس عاجز نے اس کا جواب لکھا اور  
 ایجاز کے ساتھ جواب مطاعن مذہب اہل شیعہ کی شائع اور علماء شیعہ کی غلطیاں بطور نمونہ سن  
 کیں کہ مقصود اس سے یہ تھا۔ کہ میر صاحب ہمنہ ہو جائیں اور سچہ لین کہ اس میں چھڑا ہے کچھ  
 فائدہ نہیں۔ بحول اللہ قالے نہ اہلسنت کچھ اپنی مذہب میں بودی اور کم نور ہیں۔ نہ مذہب شیعہ  
 کی کتاب و شائع مخفی دستور کس برقی پر اہل حق میں چھڑا ہے شروع کرتے ہیں۔ اور وہ  
 اس کے ہوتے ہیں شہر ہر کہ بافولاد باز و چہ کرد۔ ساعدین خود رنجہ کرد بحسبہ اللہ  
 قالے تیرہ سو برس و اہلسنت اور ان کا مذہب عیب وہ خداوندی تمام ہمنوں آیت کہ  
 ہوالذی ازل رسولہ یا لہدی و دین الحق لیظہر علی الدین کلہ

وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ عموماً تمام ادیان پر جو خصوصاً نہایت شیعہ پر جو ابتدا و حدت سے  
 شریعت میں دستور و مترادف غالب چلا آیا ہے اور اللہ تعالیٰ حسبِ عہدہ تاقیام قیامت  
 غالب رہیگا۔ پھر کما حوصلہ ہی جو اونی الگ نہ ملاوی۔ لیکن میر صاحب کو بدین جہ کہ او کو  
 اپنی مذہب سے واقفیت نہیں ہی صرف مناظرہ کی ہی کتاب میں دیکھی ہیں اور نیز خیال کی کہ اسنت  
 کتب شیعہ کی دیکھی کو خود ہی حرام سمجھتی ہیں اور اپنی متفقین اور عام طور پر کتاب میں بھی  
 دستیاب نہیں ہو سکتی جو کہ یکوالہ کام موقع میں موافق عمل سنت کے مذہب ہی واقف میں  
 پس اسنت بہت اہل ہمارے کیا جواب دے سکتی ہیں۔ متنبہ ہو۔ اور برخلاف مضمون ائمہ و شا کے  
 جبکہ تفصیل عقرب بحث آئینہ مذکور ہوگی آمادہ جدال و مناظرہ ہوئے اور اصل وجہ کی  
 یہ ہوئی کہ میر صاحب کو دو قسم کی لوگوں کی گفتگو اور چھپر چار کا اتفاق ہوا اگر بکاسر سہ  
 چھپر تو اوہوں نے فاضل اور نو سمجھ کر اتفاقات نہیں پایا اور عام جاری جو اپنے مذہب سے ہی  
 چندان واقف نہیں ہوتے دوسرے کا جواب کیا دے سکتی تھی اسلیٰ آپکا داغ عرش برین پر چاہی  
 اور چھوڑ دیکری نیت کا تحیل سرین سما یا اور اس مختصر تحریر کے جو ہمیں جو تقریباً بقدر تین چار  
 ورق کے ہوگی ایک طواریطویل الذیل کتب پر ہوشہ عزیزان موصوفین ماہ بیج الثانیہ  
 میری پاس بھیجا۔ اگر اوس شیر کو معمولی طور پر لکھا جاوے تو تقریباً دس یا بارہ جہنوں کو بائیرم  
 خود ختم کو لا جواب کر دیا اور یہ ان مناظرہ حجت الیما جب کو وہ تحریر سفر کے رواروی میں  
 جبکہ میں وطن الوطنہ کی طرف عاجز تھا اسٹیشن لیہ یا نہ پہلی تھی اسلیٰ ہنگام قیام وطن میں  
 او کو دیکھ ہی نہیں سکا۔ اور جب مع اخیر ہوا و پورا پنے وطن اقامت کی طرف رجعت کی وقت  
 او کو مائل کی نظر سے دیکھ آئینہ نظم میں باوجود اپنی جہت کی اوجس شیر کو ہرگز اس لائق  
 نہیں سمجھتا کہ علماء و اسکی طرف اتفاقات فرمائیں چہ جائیکہ او کو قابل جواب سمجھا جائے اور دل  
 نہ چاہتا تھا کہ اس کے جواب پر تم لوہا یا جاوے چاہی اس کی تصدیق ایسی سوا جانتی ہی نہیں  
 ملے وہ رات وہی جی ہوا پر دل کو ہرگز دین میں نہ تھا کہ غالب کی اس کو تمام ادیان پر گہر پڑا لکے کا فردن کو ۱۱۔

پہر میری وہی عزیز تر یہ جواب الجواب پر پڑا اور دیکھو کہ اور فرمایا کہ اگر اسکا جواب لکھا جائیگا  
 تو میرے صاحب کا کلمہ اور بھی دو بالا ہوگا اور انکا وہی خیال خام نہ ہو جائیگا ان حضرات کا صبر  
 تو تھا ہی سلاہ اسکی حضرت شکیہ در ماندگان باد یہ ضلالت رہا سی گمراہان وادی جہالت میں  
 بار الکا لیل فی النقیۃ الکامل الحشر الباریع المفہر الزائری و مرشدی و سیدی و سندی و سیدی و سیدی  
 و انمولائی و مولی العالم مولانا سی فطاح حاج جناب مولوی شہید احمد صاحب دم اللہ خدا ان کا ہم علم  
 و دہر شہر شہر پہی ہر بعض صاحب وقت جواب الجواب لکھنی کی نسبت ارشاد فرما کر میرے سلاہ  
 کو میرے از فرمایا بندہ نے تعمیل ارشاد حضرت محمد و دامت برکاتہم جواب الجواب لکھنی کا تہیہ کیا  
 اور تب اندیشہ بیعت فرمیں اور انکو مطالعہ کر کے کچھ کچھ لکھنا شروع کیا۔ لیکن بعض موانع کی وجہ  
 سے چند ہی پابندی وقت اور التزام میں نہوا جب یہ طبع اس سالہ کی چند خبر لکھ چکا تو توبہ عام اخبارات  
 اور خاص شہر و کی معلوم ہوا کہ ایک عام جلسہ لہریانہ میں جعفر خاں صاحب شیعہ کے مکان پر  
 منعقد ہوا اور اس میں مولوی شتاق احمد صاحب سلمہ انہوی وغیرہ اسنت اور میرزا حسین  
 صاحب وغیرہ اہل شیعہ کے علی الاعلان زبانی مباحثہ ہوا جس میں جب اسے صداقت خداوندی ضرور  
 بل حق غالب آیا۔ اور فرمود اہل شیعہ میرزا حسین صاحب غیرہ علی راؤں شہادت و محکم ہوئی  
 یہ صاحب وغیرہ کھڑے سوال ثبوت حقیقیانیت افضل اقصیٰ یقین تھا جسکو مولوی شتاق احمد صاحب سلمہ  
 نایت نور سے مثل آفتاب نورانی کر کی دکھلادیا اور مولوی شتاق احمد صاحب غیرہ کھڑے سے  
 ثبات عصمت ائمہ کا تھا جو حضرت میر صاحب سہ بن نہ آیا۔ و کیف کہ انکو یعلو ولا یعلو

در مقام لہریانہ

رہا وہی اور وعدہ صحیح بل نقد بالحق علی الباطل فید مغر فاذا هو زاهق  
 حضرت شیعہ کا عصمت کی نسبت دعویٰ محض خیالی بظاہر ہے جسکی نہ کتاب اللہ تعالیٰ ساعد  
 سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واقفا دل ائمہ کر ائمہ مثبت و مؤید سبحان اللہ حضرت شیعہ کے  
 لے سچی بات اونچی بیٹی ہے نیچے نہیں ہوتے۔ بلکہ پینکتے ہیں ہم حق کو اوپر باطل کے  
 پس توڑنا ہوسر اسکا پس ناگہان وہ فنا ہو جاتا ہے۔ -۱۰-

خدا ان عصمت ائمہ



محدثین و مفسرین خود ہی ائمہ کی نسبت انہی روایات کے تہمین کہ آیت + إِنَّ الَّذِیْنَ  
يُكْفَرُونَ مَا أَنتَ لَنَا مِنْ الْبَرِیِّ اَنْتَ وَالْهَدٰی مِنْ بَعْدِ مَا بَعَثْنَا لِّلنَّاسِ  
الْكِتَابِ انہی کی شانیں نازل ہو کر اور نیز اولیائے یلغھم اللہ و یلغھم اللعین  
سوی ائمہ ہی سزا میں جیہیچہ علامہ سبھی نے بحار الانوار کی باب کتمان العلم میں ان روایات کے  
تخریج کی ہیں جس سے معاذ اللہ ان کا کہنا کہ حق اور ان کی دشمنوں کا ملعون ہونا ظاہر ہوا ہے اور خود  
ہی ان کی نصیحت کر رہی یعنی میں پر خیال کرنے کی جگہ یہی کہ مصوئیت اور عوفیت یعنی چہ  
الغرض بعد اس بات کی کہ میں پر خیال کیا کہ کمری پیر جی عنایت احمد صاحب لکھنؤ کا تحریر جواب ہو تھا  
وہ جس وجہ حاصل ہو گیا۔ اب کچھ حاجت نہیں تھی کہ میر صاحب کی جواب جواب لکھنی میں نفع  
اوقات کی بجاوے۔ چنانچہ حضرت محمد دوم دام برکاتہم تجذبت میں میں پر خیال پاک حضرت  
لکھنی کا خلاصہ مدعا یہ تھا کہ اس سلسلہ کی تحریر میر جو مقصود تھا وہ زبانی مناظرہ سے حاصل ہو گیا  
پھر علامہ صرح اوقات اور اخلال و اہمال شاغل غرض یہ کہ اس تحریر میں کلمات متضمن سوء ادب  
بجانب بزرگان دین مجبوراً تسلیم کر سکتی ہیں۔ اگرچہ ان کا صدور ہونا محض الزام یا نقل شدہ  
کی روایات نہ ہیں ہی اور عقائد دلی سے نہیں بلکہ کسی انوکھ بات کردہ اور بدحاشا ہون اگرچہ جاز  
ہو تو اس تحریر کو موقوف ملتوی کر دوں جواب دہی حضرت محمد دوم وامت پر کا تم نے ارقام فرمایا  
جس کا حاصل یہ ہے کہ جو کلام لکھی طور پر شروع کر دیا گیا ہی اس کا تمام کو پوچھا ہی مناسب ہی  
لے تحقیق جو لوگ کہہ جاتے ہیں جو کچھ کہتا رہا میری سیون اور بات میری کیا کیسی ہے وہ سبھی لوگوں کے بیچ کتاب کے  
نسبت کر ہی ان کو اللہ اولت کرتے ہیں ان کو کلمت کر دیا ہے۔ وعن حران بن ابی جعفر علیہ السلام نے قول اللہ  
اَنْ لَّا تَقُولُوا نَزَّلْنَا سُبْحٰتٍ وَّہٰی مِنْ بَعْدِ اَمَانَا وَّلَا تَقُولُوا سُبْحٰتٍ وَّہٰی مِنْ بَعْدِ اَمَانَا وَّلَا تَقُولُوا سُبْحٰتٍ وَّہٰی مِنْ بَعْدِ اَمَانَا  
ابو عبد اللہ علیہ السلام الذین کہتوں ان دنوں سن سُبْحٰتٍ وَّہٰی مِنْ بَعْدِ اَمَانَا وَّلَا تَقُولُوا سُبْحٰتٍ وَّہٰی مِنْ بَعْدِ اَمَانَا  
فی قولہ اَرْکَا سُبْحٰتٍ وَّہٰی مِنْ بَعْدِ اَمَانَا وَّلَا تَقُولُوا سُبْحٰتٍ وَّہٰی مِنْ بَعْدِ اَمَانَا وَّلَا تَقُولُوا سُبْحٰتٍ وَّہٰی مِنْ بَعْدِ اَمَانَا

تمام چہرہ نامناسب نہیں اور جس کام کی ابتدا نیک نیتی کی ساتھ بغرض حمایت اسلام کی گئی ہی  
 اسکا انجام بخیر ہے اس سیر کو پورا کر دینا ہی مناسب ہی حضرت محمد دوم دہشت ظلال  
 برکاتہم کے اس ارشاد ہی جب معلوم ہوا کہ آخر سیر بطور غریمیت ہی نہ بطور حضرت اور تحریک  
 جو ایسی کوئی چارہ نہیں اور سوقت ہی اگر محنت چست باند مگر با التزام خارج از اوقات مدبر  
 لکھنا شروع کیا۔ چہرہ کہ اس چہرہ ان اضعیف ناتوان کی قدرت و استقامت ہی اس سیر کا  
 لکھا جانا باوجود تنہائے مشاغل کثیرہ کی دشوار بلکہ خارج تھا۔ لیکن محض حق تعالیٰ کے  
 فضل و کرم نے و شگیری فرمائے۔ جو کچھ امداد و اعانت خداوند تعالیٰ شانہ کی طرف سے اب  
 کی لکھنی میں اس عاجز ناتوان کے شامل حال ہوئی۔ اور سکے بیانیستہ زبان فاضل و کوتاہ  
 میں۔ کتب شیعہ کا دستیاب ہونا اس عاجز کی استطاعت سے خارج تھا۔ مگر محض بفضل خداوند  
 تعالیٰ نے کتب بقدر ضرورت میسر فرما دیں۔ روایات محتاج الیہا جن کا کتب مسموطہ میں ہی  
 برآہ ہونا غایت تفحص و رہایت تلاش و تبحر سے منہصر تھا وہ بلا کلفت و تلاش و مشقت تدریجاً  
 یہ محض وہی ہی امداد ہے مضامین ملکہ اسی طرفہ ذہن میں وارد ہو۔ یہی وہی ہے کہ  
 اس سیر میں کسی شخص سے استعانت کی ضرورت واقع نہیں ہوئی۔ اور وقت الزام سے تقریباً  
 سات ماہ میں بفضلہ تعالیٰ ختم کو پہنچ گئی اللہ جل جلالہ تعالیٰ انت  
 کا انتیت علیٰ انفسہ اور یہ سب حضرت محمد دوم امت پرکاتہم کی برکات و دعوات اور توجہات کا فضل  
 ہی درندہ کہانین اور کہان یہ نہ گنت گل نسیم صبح تیری گہرانی۔ حتیٰ علیٰ غلبہ شانہ حضرت  
 محمد دم کے علم میں اور سہل میں دین اور دنیا میں برکت عطا فرمادی۔ اور رتبہ قرب پر سبھا عبد  
 رکھی اور عالم کو ادنیٰ انوار فیضان سے منور رکھی اور اس عاجز کو اور تمام دوستوں کو ادنیٰ جماعت میں مشہور  
 فرمادی۔ اللہم آمین۔ ویرم عبد اقبال آمینا۔ ولسا ایلہ اللہ تعالیٰ علی امتہ  
 ووضعت عن الامت تمام خیمہ بلمہ بھنا عمہ خراجہ ودرجہ حقہ ہمدانہ حضرت مولائی و مرشدی و  
 لہ الہی میں تیری ثنا کا حصہ نہیں کر سکا ہوں کیونکہ تو دیا ہی دے جیسا کہ تو نے اپنے تعریف آپ کی ہے۔

یوم عید ہی پہنچنے پر علیہ الطافہ بخشی اور اسی وقت دولت بہ الی خدمتہ لیکون وسیلہ النجاتی۔ کوفیلہ  
لرفع درجاتی۔ فالمرحومین فی الذلک کہتہ ان یاخذیدہ من اللذنب الجانی یوم منزل فیہ الام  
والایب الی یوم الفزع الاکبر یوم ترینغ فیہ القلب و تذوب الالباس و لم کان بالیفہ علی  
دقی امر و صیفہ علی حسب امشادہ سمیتہ مورخا ہذا مات فی ۱۱ رجب ۱۰۸۰ھ  
افحام العنید۔ ناظرین الایضاف و تکمیل کی کجی و تین التماس ہے کہ نہ کام  
محرر الذی ہذا مقرر ہوا محوط خاطر کہین۔

تحریر: ابو محمد محمد نور، خطوط حاضر ہیں۔  
 اول تاخرین رسالہ اس رسالہ میں اگر کوئی کلمہ ناشائستہ و نامناسبیت جناب حضرت ابو عبد اللہ  
 یا نسبت شان نبی اور رسول سلیم صلوٰۃ و سلام یا نسبت حضرات ائمہ و دیگر اہل بیت کرام  
 صحابہ عظام وغیرہ بزرگان کے ملاحظہ فرمادیں۔ تو اس کو اس عاجز کے عقیدہ ہر جمہول  
 نفراوین۔ اور یہ سچہ ہیں کہ بندہ نے بہ کلمہ اپنی اعتقاد سے لکھا ہی حاشا و کلامیہ گزیر گزیر  
 عقیقہ نہ ہنیں کہ انہیں سے کیسی شائین خصال تطہیر و ادب کوئی کلمہ جائز و صحیح سمجھا جاوے  
 بلکہ قطعی کفر اور حرام اعتقاد کرتا ہوں۔ فرق ہلاسیہ میں سے کوئی فرقہ ایسا نہیں کہ جن کو  
 جناب خداوندی و انبیاء و رسول کے وجوب تطہیر میں کلام ہو۔ سوائے بعض فرقہ شیعہ کے بعض  
 روایات امامہ ثنائیہ کے لیے صحابہ اور اہل بیت کو توہین و تمسخر و خوار و خلع و کفایت و رتبہ و شرف  
 کشیدہ صحابہ کرام کی اور کتب اور تفسیر و غیرہ کو توہین و تمسخر و خوار و خلع و کفایت و رتبہ و شرف  
 تفصیل کو توہین و تمسخر و خوار و خلع و کفایت و رتبہ و شرف و کفایت و رتبہ و شرف و کفایت و رتبہ و شرف  
 اور تطہیر کو ایسا ہی واجب اور خیر و سلام اعتقاد کرتے ہیں جیسا کہ صحابہ کی محبت اور تہذیب  
 کو واجب اعتقاد کرتے ہیں۔ اور ان کی جناب میں گستاخی کو ایسا ہی حرام اور ناجائز سمجھتے  
 ہیں جیسا کہ صحابہ کرام کی جناب میں گستاخی کو غرض شیعہ و خوار و خلع و کفایت و رتبہ و شرف  
 کہ میران کے دونوں پوچھنے برابر وزن کرتے ہیں۔ لیکن چونکہ اس رسالہ میں شیعہ کو  
 ان کی روایات سے الزام دینا مقصود ہے۔ اس لیے ہر افسوس و کفر کفر نباشد اس قسم کا

جو کلمہ سہمی لکھا گیا ہی وہ نہ شیعہ کی مطابق ہی کہ وہی مضمون انہی روایات سے بدلتا  
 مطابق یا الترامی ثابت ہوتا ہے مثلاً حضرت ابوالانبیا آدم علیہ السلام کا  
 نود باللہ کفر میں اس لیے کہ برابر بلکہ و چند اور تہ چند منہا۔ حضرات شیعہ کی روایات  
 سہ لکھا گیا ہی علامہ اکی اور انبیاء کی نسبت خدا ہی تعالیٰ کی تافروانی کرنا۔ ائمہ کا قرآن مجید  
 کی توہین تزییل کرنا اور اوہمیں وقوع تحریف و تبدیل ائمہ کا فرمانا جناب فاطمہ رضی اللہ  
 عنہا کا جناب امیر رضی اللہ عنہ کو دشنام دہی اور سب و شتم کرنا۔ اور ان کا فساق و فجار کے  
 مجمع میں شریف بیجا نا۔ جناب امام حسین رضی اللہ عنہ کا عام سب انوکے حقوق میں ناجائز  
 تصرف و خیانت کرنا۔ جناب امام کاظم رضی اللہ عنہما صاحب جبرادی جناب امیر رضا فاطمہ الزہراء  
 رضی اللہ عنہما کی دشمنوکی و امن پاک کو محض کی نجات سے ملوث کرنا وغیرہ اس  
 قسم کی سب کفریات و زخرفات حضرات شیعہ کی مذہبی روایات سے باوجود کراہت و استہکار  
 طبع بطور الزام لکھی گئی ہیں۔ چنانچہ رسالہ اس جنس کے کفریات اس رسالہ میں کچھ حصہ  
 بچیں ہوں۔ اور بندہ کو معاف و معذور فرمائیں میں بہتر زبان اور صمیم فواد و جان و جان  
 کفریات سے تبری و تخاصی کرتا ہوں۔

دوم۔ میرزا محمد حسین صاحب نے اپنی پہلی تحریر میں میرزا فایا تھا کہ ہماری مقابلہ میں جو عبارت اختیار  
 فرمادیں۔ چشم خود دید لکھیں۔ تحفہ وغیرہ کی بہرہ پر نہیں جس سے صاف ثابت ہوتا ہے  
 کہ حضرت میر صاحب نے تو ضرور ہی اسکا الزام فرما رکھا ہے کہ جو عبارت کتب حضم سے نقل کرتے  
 ہیں نہ چشم دید ہوتی ہے۔ چنانچہ بندہ نے حکم کی تعمیل کی اور اس کے جواب میں جو روایت  
 لکھی چشم دید لکھی۔ اور نیز دائرہ نقل روایات کو وسیع کر دیا اور عرض کیا کہ جب روایات صحیح الماخذ  
 اور غیر صحیح الماخذ ایک فریق نے دوسری فریق سے نقل کی ہیں تو اس صورت میں اس قدر  
 کا ہے کہ جس کتاب سے اس روایت کو نقل کیا۔ جاوی اور کچھ حوالہ دیا جاوی اصل ماخوذ منہ سے  
 نقل کرنا کچھ ضرور نہیں۔ مان اگر حضم کسی روایت کی نسبت صحت نقل کا انکار کرے اور کھی کہ

یہ روایت کذب و دروغ ثابت ہو۔ تو اس وقت تاؤس روایت کی صحت نقل کا ثابت کرنا کتب معتبرہ  
 مذہب ختم سی لازم ہوگا۔ باوجود اس دعویٰ کے جو میر صاحب نے فرمایا اور باوجود اس قیاس کے  
 جو سند نے عرض کی میر صاحب نے نقل فرمایا تین قطع نظر انہم حوالہ کتب خصوصاً معتبرہ  
 صحت نقل کو ہی ملحوظ خاطر نہیں کہا۔ بلکہ مقتضائے تدین و ایمانی روایت کے الفاظ میں ہوا  
 مطلب نسخ و تحریف فرمائی۔ مقدمہ پنج حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا میں ایک روایت  
 فتح الباری سی لکھی ہے جسکی خاتمہ کی الفاظ یہ ہیں کہ یہ ایک یقین منہ  
 ذلك العذر حتى الجاه ختم روایت پر کوئی حوالہ نہیں دیا جس سے خیال کیا جاسکتا ہے  
 کہ شاید آپ نے فتح الباری سی ہی بلا واسطہ نقل کی ہوگی۔ حالانکہ فتح الباری میں اس  
 روایت کا کچھین نام نشان نہیں ملا۔ اگر آپ نے فتح الباری سی نقل کی ہے تو فرامین فتح الباری  
 میں یہ روایت کس باب میں کس صفحہ پر مذکور ہے۔ اور نیز تفسیر معالم التنزیل سے لکھا ہے کہ انبیا  
 میں ہے ایک بنی نے بت خانہ میں جانا اور کفار کی عبادت میں شریک ہونا دین حق  
 کی ترویج کی نہی اختیار فرمایا یہ بھی محض دروغ ہے۔ تفسیر معالم التنزیل سے بحوالہ انہم  
 ایک روایت نقل کی جس سے انکا پواہل حق کے مذہب پر کلام مجید میں تحریف کا واقع ہونا  
 ثابت کرنا منظور ہے اور سکی آخر کا یہ جملہ لکھا ہے۔ وقال عثمان رضی اللہ عنہ نے  
 المصحف لحناء سقیمہ العرب یا لسنہا در ترجمہ اسکا اس طرح کیا ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ  
 نے کہا کہ قرآن میں لحن اور سقیمہ العرب ہے یہ لفظ یعنی سقیمہ العرب بستیہا محض حضرت  
 میر صاحب یا انکی بزرگ کشمیری صاحب صاحب نزہہ کا نسخ اور تحریف کیا ہوا ہے  
 کہ کسی روایت میں یہ لفظ ہو بلکہ فی الاصل یہ لفظ اس طرح مروی ہے کہ سقیمہ العرب  
 بستیہا۔ بین تفاوت رہ از کجاست تا کجا۔ لیکن یہی جہذا اس سہالہ میں روایت  
 لکھی ہیں حسب قرار و اکثر اہل شیعہ کی کتب معتبرہ سی تلاش کر کے ختم دیدہ ہیں  
 اس کا عین قبول نہیں کیا یہاں تک کہ اس کو مجبور کر دیا۔ ۱۲۔

اور جس تک کہ کوئی روایت باواسطہ نقل کی ہی وہ ان حوالہ ہی دیدیا ہی جس مضمون  
میں متعدد روایات نقل کی ہیں۔ اور سب جگہ اگر کچھ روایات بالواسطہ نقل کی ہیں۔ تو دو  
ایک وہ ہیں چشم دید ہی لکھی ہیں۔ پہرا وچوداس کے اگر کسی جگہ خلاف متاثرہ ناظرین کوئی  
ایسا بلا حصر فرماویں جو سب ہوا واقع ہوا ہو تو بندہ کو معذرت سمجھیں کہ جناب میر صاحب  
پہرا اس مجاہد کو توڑ چکے ہیں۔ والیادی ظلم۔

سوم۔ حضرت میر صاحب نے اپنی تحریر کی مواقع مختلف مہینہ ہی اخلاق و تہذیب  
شائستگی پر اصرار فرمایا ہے با اینہما ادعای تہذیب حضرت نے اسی تحریر میں  
بتقدیر اسی اپنے ادعای اخلاق و تہذیب کے تقریبات و مطالعات ہی کہیں دیر نہ نہیں  
فرمایا بلکہ کوئی دقیقہ بد تہذیب کا اوٹا نہیں رکھا کیونکہ بخش اور گالیوں کا تہذیب چوکے  
باوجود اس کہ بندہ نے ایسی کلمات کو جواب ترکی بہ ترکی سے دہستہ اغاثن اور  
اختیار کیا ہی اور التزام کیا ہی کہ انشاء اللہ تقالے کوئی کلمہ خلاف تہذیب بطور مضمون  
تسلیم کے راستہ نہیں لکھیں گے۔ اور اگر اتفاقاً کوئی کلمہ ناوہستہ سبقت قلم سے نکل گیا  
جسکی نسبت بندہ نے یہ خیال کیا ہو کہ گران بار خاطر سامی ہوگا تو بندہ اوکی نسبت  
نہایت عاجزی کے ساتھ معافی کا خواہان ہے۔ کہ میر مقصود کسی کا دل دیکھنا نہیں ہے  
بلکہ خود میر صاحب نے اپنی تحریر میں گویا میری طرف ہی فرمادیا ہی کہ مباحثہ مذہبی میں احتیاق حق  
ہو بالی باطل کے لئے ایسی الفاظ بولے اور لکھے چاہئیں۔ جو نا کا اربع مع مخاطب ہوں  
پہرا کہ ہوا لیا کوئی کلمہ نہ تہذیبی زبان و قلم سے نکل گیا ہو تو وہ ہی واجب العفو ہے۔

چہارم۔ تحریر جواب البجواب کو بارہ مہینہ حضرت میر صاحب کی یہ فرمایش تھی کہ جواب البجواب  
بجواب و مخاطب عبارت سے نکل جاوے کہ قولہ کے طور سے متفقہ نہ لکھا جاوے بلکہ  
پوری پوری عبارتیں جواب کے لیکر تروید کو چاہئے چنانچہ حسب فرمایش میر صاحب بندہ نے  
پوری پوری عبارتیں اور جملے لیکر تروید کی ہے کہین کو سے عبارت نہیں چھوڑی

جس کا جواب نہ لکھا ہو۔ اور جواب الجواب میں جس کو لیکر تردید نہ کی ہو مگر جو عبارت میر صاحب  
 شروع تحریر میں بطور تمہید کے لکھی ہی اوسکی تمام عبارت نقل کر کے تردید کرنا فطول لا خال  
 اور فضول لا حاصل سمجھ اسلیٰ وہیں سے تھوڑی تھوڑی عبارت نقل کر کے تردید کی ہو  
 اور نیز جہ روايات ہی جو میر صاحب نے تحریر میں درج کیا تھا۔ میں نے بخوف الخ حاجی اب الجواب  
 میں اوسکو اخذ نہیں کیا صرف اصل عبارت کی نقل نہ لکھا گیا ہے۔

پنجم۔ چونکہ بعض مضامین میر صاحب کی تحریر میں مکرر شدہ کر واقع ہوئی ہیں اور اذکی جواب  
 میں جب ہر جگہ کی عبارت نقل کی ہی تو کچھ تھک چکا ہو لکھا ہی اگرچہ ہر موقع میں حتیٰ الوسع طرز  
 جدید اور جدا مضامین کو ملحوظ خاطر رکھا ہی مگر تاہم بعض مضامین مکرر واقع ہوئی ہونگے  
 پس ناظرین دقیقہ شناس دلنگ ہوں اور مجھ کو معاف فرمائیں۔

ششم۔ میر صاحب نے بندہ کی عبارت کو اپنی جواب میں مختلف عنوان سے لیکر جواب تحریر  
 فرمایا ہی کہیں کہیں بندہ کی عبارت کو بعنوان لفظ قال تعبیر کیا ہی اور اکثر جگہ لفظ قولہ  
 کہ ساتھ عبارت کو اخذ کیا ہی یہی وجہ سی کہ جس جگہ بندہ کی تحریر میں ہی لفظ قولہ  
 لکھا ہوا تھا اوس جگہ میر صاحب نے اپنی تحریر میں قولہ قولہ مکرر لکھا ہی جو ذوق سلیم کی نزدیک  
 ستکہ وہ متعجب ہی۔ اسلیٰ بندہ نے باندیشہ خلطہ و التباس عبارت نقل عبارت  
 میں یہ قاعدہ مقرر کیا ہی کہ جس جگہ میر صاحب نے بندہ کی کلام کو لفظ قال یا قولہ سے  
 شروع کیا ہی بندہ نے اوسکے نقل میں اوسکی عنوان پر لفظ قال الفاعل محبیب  
 بخط تعلیق قلم حلی لکھا ہی اور اوسکے بعد اپنے عبارت سابقہ اور میر صاحب کی جواب کا  
 جملہ بقدر ضرورت نقل کر کے اوسکی تردید کو بلفظ يقول العبد الفقیر الی مولاه  
 سے شروع کیا ہی جو بخط تعلیق حلی ہے اور اس درمیان میں جو لفظ قال یا قولہ یا قول  
 میر صاحب کی تحریر کا ہی اوسکو بخط تعلیق بانک لکھا ہی پھر اس جواب کے جملہ جملہ  
 باقی ماندہ میں اوسکو لفظ قولہ خط نسخ جملہ سے اور اوسکی تردید لفظ قول نسخ حلی سے

شروع کی گئی تھی یہاں تک کہ میر صاحب کا دوسرا قول شروع ہوا اور میر صاحب کی تہمید کی تردید میں چونکہ اندیشہ خلط و التباس تھا اور تحریر یہی بنظر اختصار چند اقوال منقطعہ پر کی گئی تھی اسلیٰ نقل عبارت میر صاحب معنون بلفظ قولہ نسخہ جلی کی گئی اور اسکی تردید اس طرح بلفظ اقول شروع کی گئی ناظرین ہنگام ملاحظہ ملحوظ خاطر رکھیں۔

مفتی میر صاحب نے اپنی تحریر کو دین ورق جواب تحریر مولوی پیر محمد خالص صاحب اور جواب تحریر کسی دوسرے شخص کے ساتھ جسکو شاید وہ اس عاجز کی تحریر سمجھی ہوگی نازل و مذہب فرمایا شاید اس سے یہ غرض ہو کہ اسکا جواب ہی بندہ ہی لکھے لیکن چونکہ اونکے اکثر مضمائین کی تردید اس سالہ میں گذر چکی تھی اور تحریر یہی طویل ہو گئی تھی اسلئے بندہ نے بنظر اختصار اوسکے بعض اقوال پر گفتگو کی اور باقی کو باقی چوالہ دیا۔  
وہاں اشرع فی المرام متعینا بالملک العلمام و جوہی و نعم الوکیل دلا حول و لا قوۃ الا باللہ  
العلیٰ العظیم

### تردید تہمید

قولہ جواب سے پہلے مباحثہ کا اصلی حال لکھا جاتا ہے۔ الخ اقول یہ قصہ تو خدا جانے کہاں تک صحیح ہی۔ لیکن علماء اور دعوات شیعہ کا عام قاعدہ ہی کہ یہاں تک دسترس اور موقع پاتے ہیں۔ ضعفاء اسنت سے اختلاف کر کے مذہبی جوہر ہمارے کرتے ہیں۔ اور چکنی چمپری بائین بنا کر انہو مذہب کی طرف رغبت دلاتے ہیں اور دعوت کرتے ہیں۔ قطع نظر اس سے کہ یہ دتیرہ حضرات شیعہ کا اذکی مذہبی روایات منقولہ بجا الاتوار وغیرہ کے رو سے جائز ہے یا ناجائز انشاء اللہ تعالیٰ اسی جگہ مختلف نہیں کریگا۔ چنانچہ اسی قضیہ کلیہ کے مطابق ہماری میر صاحب نے یہی مکر می پر عنایت احمد صاحب قدوسی گنگوہی کے ساتھ یہی چال چلی۔ لیکن چونکہ میر جی صاحب موصوف کو مذہبی تحقیقات میں حضرت محمد و آلہ العالم مولانا دیر شاہ مالوئی



شید احمد صاحب گنگوہی دم برکات ہم اور دے تیکے ملازمہ و خدام کی ایک مضبوط پشت پناہ  
 حاصل تھی پہلی پیرچی صاحب نے میر صاحب سے مقابلہ کیا اور انکو جواب دی اور دے تیکے  
 چالو نکو اور چو نکو کا نام پس میر صاحب کا یہ فرمانا کہ پیرچی صاحب خود اس امر کی بادی ہو  
 ظاہر خاطر اور کذب معلوم ہوتا ہے کیونکہ پہلے اس سے کہا ہے کہ انکو مباحثہ نہیں کا  
 شوق ہوا جس سے ظاہر ہے کہ پیرچی صاحب کو پہلے سے شوق مباحثہ نہ تھا اور اب  
 میر صاحب کے فیض صحبت سے پیدا ہوا ہے یہ معلوم نہیں یہ شوق کیونکر پیدا ہوا اور  
 کس امر سے ناشی ہوا ظاہر بخبر اسکے کہ میر صاحب کی چٹیر چھاڑ سے پیرچی صاحب کو  
 یہ شوق مناظرہ پیدا ہوا ہوا اور کوئی قریب احتمال نہیں ہی کیونکہ اول غصہ ہوا اہستہ کے  
 مناظرہ کی طرف توجہ نہیں ہوتی علی الخصوص پیرچی صاحب تو علوم و وجہ عقلیہ  
 و نقلیہ سے ہی کچھ ایسی واقف نہیں ہیں جو انکو خود بخود بھیجی شہادتیں شوق مناظرہ  
 پیدا ہوا اور خود اس امر کی بادی ہوں۔ جب آپ وجود حق لغت مذہب کے اوکھا تھا قلبی  
 اپنی ساتھ خیال کرتے ہیں تو ممکن نہیں کہ آپ نے حسب ذات انسی غیبی چٹیر چھاڑنے کی ہو  
 اور انکو اپنے مذہب کی طرف دعوت نہ فرمائی ہو پیر اس بنیاد پر پیرچی صاحب نے آیت  
 اختلاف لکھا کہ آپ سے جواب چاہو تو وہ بادی مناظرہ نہیں ہو سکتے اور انہی لفظ بادی  
 کا اطلاق غلط اور خلاف واقع ہے۔ باقی رہا یہ جواب فرمائی ہیں کہ آخر میں جو میری  
 تحریر گئی تو تمام علماء مدعیانہ نے اس کے جواب سے پلہ ہتی کی۔ اور عقب گذاری کے لئی  
 حیلہ دیا نے پیدا کئے چند آپ نے انکی حیلے قطع کئی۔ لیکن بزعم آپ کے کسی میں  
 حرات نہوی کہ آپ کا جواب لکھتا یا انکی مناظرہ کا قصہ کرتا۔ یہ محض ایک لڑائی تریان میں  
 جو انکی مجلس طلب و مانع میں سمائی ہوئی میں۔ ورنہ نے حقیقت ہر شخص انکی تحریر  
 کو دیکھ کر معلوم کر سکتا ہے کہ آپکی زبانی دعویٰ انکو نفس الامر اور واقع کی مطابقت سے کچھ  
 آشنا ہی نہیں اور یہ عادی بالکل خلاف واقع ہیں چنانچہ اس تسریہ کے دیکھنی سے

جسکے رد و قبح کے پتہ درپے ہے اور میری صاحب کا بیانہ ناز و افتخار ہی میری اس کوشش  
 کی بخوبی تصدیق ہو سکتی ہے مگر ان یہ سب کچھ کہ علماء الدینیانہ نے انہماض اور  
 جواب سے فرمایا ہوگا اور جواب یا ہوگا لیکن ان کے اعتراض کا محمل یہ نہیں ہے کہ جو میری  
 فی گمان فرمایا بلکہ انہوں نے اس پر جواب نہ دیا ہوگا کہ ایک تو قابل جواب اور دوسری تحریر کو قابل جواب  
 نہ سمجھا ہوگا۔ در نہ خود ہی اول آپ فرماتے ہیں کہ علماء فریقین کے کوئی دقیقہ تحقیقات  
 سائل میں پاتہ نہیں رکھا اور آپ ہی کا مقولہ ہے کہ باب تاویل ایسا واسع ہے جو  
 ہر جگہ جاری ہو سکتا ہی۔ پھر کیا کوئے عاقل ساور کر سکتا ہی کہ علماء الدینیانہ کوئی  
 مضمون جواب اپنی علماء سے ہی نقل نہیں کر سکتے تھے یا کوئی تاویل ہی پیدا  
 نہیں کر سکتی تھے حاشا و کلام پر بعد اس دعا کی یہ کسر نفسی اور تواضع فرمانا  
 کہ میری صاحب کی طرف سے در باب تحریر سوال اصرار اور اپنی طرف سے مدافعت اور عذر  
 انکار و موافقہ ناشا ہے۔ اول تو میری صاحب کو جب جواب آخری تحریر سامی  
 الدینیانہ کی سکوت سے غیرت و شرم آئی تھی تو جدید سوال کے مطالبہ کی کیا ضرورت تھی  
 اور مدافعت کی ایک جانب سے کیا حاجت تھی آخری تحریر سامی جسکے جواب سے ہر جگہ  
 علماء الدینیانہ عاجز ہو چکی تھے دوسری علماء کے پاس بھیجیے کے لئے اور دوسری جواب لیکر کے  
 واسطے کافی تھے اور انکو یہی گنجائش تھی کہ فرماتے جس تحریر سے علماء الدینیانہ  
 ہو چکے ہیں اوسکا جواب دوسری علماء کو نہ سنا چاہئے مگر یہ کہ شاید انکو خیال ہوگا کہ  
 دوسری علماء ہی ایسی سزا و جلیلہ مثل علماء الدینیانہ مگرین۔ اور بدین وجہ جواب دہی ہی  
 عقب گذاری مگرین کہ اس مباحثہ کی ابتداء ہی صحیح نہیں تھی آپ تحریر سوال پر آمادہ  
 ہوئی لیکن یہ تو آپکا عین مدعا تھا۔ اور ظاہری کہ پہلی تحریر میں ہی مسئلہ امامت ہی  
 میں نہیں اور یہ سوال جدید ہی امامت ہی میں لکھا گیا ہے عسلا وہ ازین صابر صاحب  
 کی نزدیک ہمارا اہل سنت و جماعت کی کتاب میں دیکھنی اونسے لکھا سائل تنہا زعم فیہا

میں خصوصاً اجرات صحابیہ میں گفتگو کرنے گناہ اور نہ ہر یک غل جاتی ہیں اولیسا اہل بیانہ  
تو آپ کی نور تحریر کے سانس سکت ہو ہی چکی ہیں پر نہ رقت استعداد و پیدائی و ہمہ  
الفرستی و ضعف دماغ وغیرہ کے کیا معنی یہ حالت تو اسکو مقتضی ہے کہ آپ کی  
دہی لن ترانیان بیہون جنہون نے آپ کے تخیلات کی یہ نوبت پونہ چائی تعجب اگر  
کہ علماء اہل بیانہ کے مقابلہ میں تو یہ نہ ورشور کہ اذکو تو مباحثہ کی دعوت فرمائیں  
اور عام اجازت دین کہ چاہو از سر نو گفتگو شروع کرو یا طرز مباحثہ حسب مرضی خود بدل  
دو اسوقت رقت استعداد و پیدائی کچھ مانع ہو اور نہ عیدم الفرستی اور دوام مرض  
روکی۔ اور جب پیری صاحب سوال لکھو امین تو یہ عیب نہ موجود ہو جائیں پس ان  
حالات اور قرآن میں غور کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ اظہار حال مباحثہ  
واقع سے کقدر برابر بعید ہی قولہ غرض یہ تہی کہ کوئی صاحب اسکا جواب  
الضاف سے تحریر فرمادین اور محض تحقیق حق منظور ہو اقول جناب میر صاحب اگر  
آپ کو اس تحریر سے واقعی تحقیق حق منظور ہو تو سبحان اللہ کیا کہنا۔ لیکن تحقیق  
حق کی تو یہ صورت ہو سکتی ہے کہ اذآپ اپنی معتقدات سے خالی الذہن  
اور تصب و عناد سے فارغ البال ہو کر مسائل مختلف فیہا کے دلائل متعارضہ  
میں حقانیت و الضاف کی نظر سے غور فرمائیں اور آپکا خضم ہی یہ ہی طریقہ  
مخوط رکھی۔ اور یہ ہی تحقیق حق کے کوئی صورت ہو سکتی ہے کہ آپ نے فرمادیا  
کہ ہماری معتقدات صحیح اور دلائل عقلیہ و نقلیہ ثابت ہیں ہمیں ادنیٰ صحت اور ثبوت  
میں حق یقین کا مرتبہ حاصل کر لیا ہے خواہ وہ آپ کے معتقدات عند انھیں  
صحیح ہوں یا غلط اور واقع کے مطابق ہوں یا غیر مطابق۔ لیکن خضم اپنے  
معتقدات کو برعمر سامی غلط اور مخالف دلائل عقلیہ و نقلیہ کے میں تحقیق  
کرے اور محض تحقیق حق منظور ہو۔ اور غرض ہر کہ اسکے جواب میں آپکا خضم آپکو ہی

یہی کہیگا اور صریح اچکا جمل مکابرہ ہی نہ تحقیق حق کیونکہ جب ہر فرق اپنے اپنے  
 معتقدات کو حق اعتقاد کیی بیٹھا ہے اور دوسری فرق کے معتقدات کو باطل توہرگز  
 اپنے معتقدات کی قبائح اور دوسرے فرق کے معتقدات کی محاسن ذہن میں نہیں  
 آئیں گی اور فرق اپنے معتقدات کی جنکو وہ حق اعتقاد کی بیٹھا ہے نصرت اور جانب داری  
 کریگا۔ اور کبھی تحقیق حق نہ ہوگی بہر کیف لفظ تحقیق حق میں اگر لفظ حق سے مراد حق  
 واقعی اور نفس الامری ہی تو چشم مارو شن ہم ہر طرح تحریر سے تقریر سے حاضر میں  
 ہر کو یہ طرح دریغ نہیں اور اگر حق مرعوی مراد ہے تو وہ سرسبز بیادہ کیونکہ خصم  
 نزدیک وہ محض ناحق اور باطل ہے۔ اگر آپکو تحقیق حق بد نظر ہے تو اول اپنے  
 اپنی معتقدات کی نسبت حق الیقین کا خلاف واقع دعویٰ فرمایا ہوتا اور جب آپ  
 انجمن نسبت اسکی مدعی ہیں کہ آپکو اول کو ثبوت میں حق الیقین کا مرتبہ حاصل ہو گیا ہی  
 تو ثبوت تحقیق حق والصفات تو خود بدولت ہی نے منحصر فرمادیا یا اب اپنی خصم سے  
 الصفات تحقیق حق کا طالب ہونا غیث اور خیال محال ہی۔ اگرچہ اہل خرد کو نزدیک  
 آپکو اس حیل القدر دعویٰ کی تکذیب تردید آگئی اسی تحریر سے آشکارا طور پر بدیہی تو  
 باوجود ہم آپ ہی تحقیق حق کے لئی بسر و چشم حاضر میں اور ملتیں ہیں کہ اگرچہ آپ نے  
 ہماری پہلی تحریر کو بنظر الصفات ملاحظہ نہیں فرمایا اچھا اس معروض کو ہی بنظر الصفات  
 و تحقیق ملاحظہ فرمادیں۔ قول اللہ و ماہ کے بعد میرے شفیق نے مجکو جواب لاکر دیا  
 کسی گم نام شخص نے لکھا ہی جواب تو کیا ہی حضرت مجیب نے اپنی جودت طبع دکھانے کو  
 میری سوال کو مجھ ہی پر قلب کیا ہی گو بظاہر یہ علم مناظرہ کی ہست کہندی میں مگر  
 اصل میں یہ ہی ایک قسم کا گریز ہے اور واقعہ میں اسکا جواب ہی کیا تھا حضرت  
 غور کیا کہ اصل سوال کا جواب تو مجھ ہو نہیں سکتا اور بدولت لکھی کچھ چارہ نہیں  
 سہی یہ طرز اختیار فرمائی۔ اقول جناب کا سوال اور از شبنان ۱۲۸۵ میں میرے

پاس میری عزیزوں نے ارسال فرمایا تھا رمضان شریف میں بسبب شدت گرما کوکل دانگی  
 میام و مدرست قرآن شریف کی تحریر جواب ہی مقصر رہا جس کے نسبت معافی چاہتا ہوں و ختم  
 ماہ میام بندہ نے حکم کی تعمیل کی۔ اور شروع شوال میں جواب لکھ کر لہ میامہ انجمنی ختمین  
 روانہ کر دیا۔ گمنامی کی شکایت فضول ہے اگلو اپنی جواب سے مطلب ہی عجیب کی  
 گمنامی اور نام آور سے کیا مطلب۔ کیا آپ نے یہ نہ سنا ہوگا آنظرالی اقبال علامہ دازین  
 انجمنی عجیب تر انکی تفتیق میرجی صاحب تہر خواہ وہ اگلو اپنا جواب طبع زاد دیوین یا کسی سے  
 پوچھ کر جواب دیوین اور خامر ہے کہ میرجی صاحب علامہ اہل سنت میں سے جس سے دریا  
 کر کے یا لکھو اگر جواب دیکھی وہ اوسکو جانتی ہو گئے اور اس امر کی کچھ ضرورت نہیں  
 کہ آپ ہی واقف ہوں ان اگر آپ ایسی علت اللہ ہر ہوتے کہ انکی نظیر دشوار ہوتے  
 اور اوسوقت آپ فرماتے کہ ہم اوسوقت جواب قبول کرینگے جبکہ فلان عالم اہل سنت  
 میں سے ہماری مقابل ہو اور ہمارے سوال کا جواب لکھی۔ تو کچھ خندان مستانہ تھا  
 لیکن جبکہ آپ خود اپنی اعتراف سے محض فارسی خوان ہیں اور مضافہ ہی کی چند کتابیں  
 ابجا مبلغ علم ہے تو ایسی حالت میں آپکا گمنام کے جواب ہی کہ بہت دستکاف  
 فرمانا اور نام آور کے جواب کا طالب ہونا بروعی عقل اسرنا زیبا ہے اور یہ بندہ فر  
 بیشک گمنام ہے اگر جواب میں اپنا نام لکھ ہی دیتا تو یہی اپنی گمنامی کے وجہ سے  
 وہ تحریر گمنام ہی کے تحریر ہوتی اور نام لکھنا اور نہ لکھنا برابر ہوتا۔ باقی رہا بندہ کی  
 تحریر کی نسبت جو کچھ تحریر فرمایا اوسکو جواب میں مختصر کیفیت آپکو سوال کے اور  
 اپنے جواب کے اہل انصاف کے سامنی پیش کی دیتا ہوں اور انصاف کا طالب  
 ہونا ہوں۔ سوال سامنی بحیثیت مقصود و امر و نہ کو شتمین تھا۔ اول جواب نے بڑے  
 جوش و خروش سے دعویٰ حقیقت اپنی اصول ثلثہ کا فرمایا تھا اور لکھا تھا کہ ہم  
 اصول عقلاً و نقلاً ثابت ہیں اور کوئی دلیل عقلی یا نقلی ثبوت حقیقت اصول نہ کرے

آپ نے بیان نہیں فرمائی تھی پہر باوجود اسکے یہ بھی تحریر فرمایا تھا کہ اگر کوئی چاہے  
ہمارے طریقہ کو رد کرے تو محض لانسلم کہ نہ مال دین اور یہ حضرت کے مناظرہ  
دانی تھے کہ دعویٰ بلا دلیل لکھیں اور حضم سے اسکی تردید میں دلائل کے طالب  
ہوں جب آپ مدعی حقیقت اصول نشہ تھے تو آپ پر واجب تھا کہ اول اذکوہ دلائل  
عقلیہ نقیسیہ سے ثابت فرماتے اور بعد اوسکے حضم کو کھتر کہ محض لانسلم کہہ  
زوال دین پہر اذکوہ جواب میں آپکا حضم آپکے دلائل پر جب قواعد مناظرہ نقص یا  
سما رضہ پیش کرتا بلکہ جب آپکا حضم مانع ہے تو وہ بعض مقدمات کی نسبت حسب  
قائدہ لانسلم ہی کہہ سکتا تھا۔ پس آپکو اپنے رتبہ کی اور اپنی مجیب کے منصب کی خبر  
نہیں لیکن ہاں یہ آپ پر دعویٰ سے خود ہی بلا دلیل ذکر کیا اور خلاف منصب بے محل  
واوید شروع کر دیا۔ یہ حضرت کے اوصاف اور مناظرہ دانی کا مقتضا تھا۔ اسلی  
ہمکو اسکی کچھ شکایت نہیں۔ امر دوم آپنے علماء اہل سنت سے درخواست کی تھی کہ  
وہ اپنی اصول موضوعہ کو دلائل عقلیہ سے اور دلائل نقیسیہ سے ثابت کریں عیسا  
اسکے ذیل میں آپنے کچھ طاعن خلفاء رضی اللہ عنہم و صحابہ کرام رضوان اللہ  
عسلیہم علیہم اجمعین ذکر کی اور باقی ماندہ بجا غیظ صاحب تحفہ منہنی الکلام و مدبہ و ہدایہ کی  
تعلیل میں نکالا چونکہ آپ محض سائل ہی نہ تھے بلکہ اولاد مدعی اور ثانیائے سائل تھی  
تو حسب قائدہ آپ پر واجب تھا کہ اپنی دعویٰ کو دلائل سے ثابت کرتے بعد اسکو  
اہل سنت سے اونکے اصول پر دلائل مثبتہ کی طالب ہونیکا آپکو منصب حاصل ہوتا  
برخلاف اسکو اپنے اپنی دعویٰ کو اپنے رسم میں بدیہی الثبوت تصور فرما کر اور  
مسلمات حضرت پر سبکہ بلا دلیل ذکر فرمایا اور حضم سے اسکو اصول پر دلائل کے خواہ  
ہوئی تو ظاہر ہے کہ آپکا حضم آپکے اسے کب سنیگا اور آپ سے ضرور دلائل مثبتہ ہو  
نشہ کی نسبت نکلو گیر ہوگا یہ تو تحریر سامی کی کیفیت تھی اب بندہ کو جواب

کیفیت اہل انصاف سنیں کہ بندہ نے اول آپ سی آپکی اوس دعویٰ کا جو شروع ہو  
 میں بلا دلیل فرمایا تھا اثبات جاہ اور ثبوت اصول ثلثہ کی دلائل طلب کی اور سی  
 پر القانہیں کیا بلکہ بعد اوسکی محض شہرہ بپاس خاطر سامی آپکے روایات مسلمہ سے آپکی اصول  
 مذہب کو باطل کیا جو اہل سنت کے برعکس جناب اصول موضوعہ کی ثبوت کے لئے  
 ایک بہت بڑی قوی دلیل تھی بعد اوسکے اصول اہل سنت کا ذکر کیا اور اتباع  
 سامی تفصیل دلائل سے انماض کیا لیکن بطور غیبیہ و ایقاف انکی ثبوت کا حوالہ مجھ  
 اقوال و افعال حضرات ائمہ کرام رضی اللہ عنہم کے تفصیل اقوال و افعال کو  
 تفصیل دلائل ثلثہ اصول ثلثہ سامی پر منحصر کہا کہ تفصیل ذکر اقوال و افعال کا موقع وقت  
 ہوگا جبکہ جناب اپنی اصول سنت کو دلائل عقلیہ و نقلیہ سے ثابت فرمائیں اور ظاہری  
 کہ ایک دلیل مثبت اصول اہل حق حضرت کے اصول بطلان سے پیدا ہوئی چکی تھی ہر  
 غلطی آپکو مطاعن کا جواب دیکر ازاں چند مفاسد مذہب سامی لکھی ہر صاحب تحفہ  
 فقہی الکلام کی تلبیخ کا ابطال لکھ کر انکو آپکی عمائد اغلاط پر مشتبہ کیا۔ اب ہم  
 کچھ نہیں عرض کرتے آپ بھی برعکس خود منصف ہیں آپ جو چاہیں فرمائیں چاہی  
 اسکو اپنی دلیل واقعی جواب تصور فرمائیں اور چاہی مناظرہ کے شکستہ  
 بتائیں اور چاہی گریز فرمائیں حق اللہ مگر تعجب ہے کہ حضرت نے اپنا نام نامی کیوں  
 نہ تحریر فرمایا۔ تفسیر تو شاید انکو نزدیک علامت نفاق ہو یہ ہی شان پروردگار و  
 حجت کردگار ہے کہ باوجودیکہ یہ حضرات تفسیر کو حرام اور منافقون کا نشان فرماتے  
 ہاں پھر ایسی خفیا امور میں تفسیر کرتے ہیں۔ حضرت شاہ عبدالغیر صاحب  
 صاحب تحفہ جو اس فن میں اپنے اہل مذہب میں حمید عصر تھے اور متاخرین  
 جمہور اہل سنت اس مناظرہ میں انکو مقتلہ ہیں یا اینہم تحفہ میں اپنا نام لکھتی ہیں  
 وہ ہی تو یہ جو از قسم یہی فرماتے ہیں چنانچہ اذہا خاتمہ الطبع میں مولوی محمد حسن

صاحب صدیقی فرماتے ہیں کتاب الدالہ الخفا عن حلالہ الخلفاء تصنیف عالم ربیعہ جلد ۱  
 محمد اسماعیل بخاری ثانی حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی است و اخیر  
 بعض کسان از عبارت تحفہ اثنا عشریہ الخ اقول ہماری حضرت مجیب اس کا کہ  
 تقیہ کا ذکر فرمایا اور مکتوبہ دم تحریر نام کی نسبت الزام دیا کہ باوجودیکہ یہ حضرات تقیہ کو  
 حرام اور منافقوں کا نشان کہتی ہیں پر خود ہی اس کی ترکیب ہوتے ہیں کہ اپنی تحریروں  
 میں تقیہ کرتے ہیں اور نام نہیں لکھتی یا لکھتی ہیں تو یہ لکھتی ہیں جو از جنس تقیہ ہی  
 حضرت مجیب کے اس تمام تفصیل و تطویل سے اہل علم و فہم سمجھ گئی ہونگے کہ  
 حضرت کو یہ حقیقت تقیہ سے واقفیت ہی نہ محل نزاع کی خبر ہے نہ اہل سنت کا مذہب  
 معلوم ہے نہ اپنا مذہب جانتی ہیں ایسی ضرورت ہو کہ ہم مختصر یہی تقیہ کا ذکر کریں  
 اور حضرت مجیب کے کمال علمی و مناظرہ دانی اور انصاف کو آشکار کریں اول تو یہ ہی  
 سہ غلطی جو اہل سنت کی طرف نسبت کرتے ہیں کہ وہ مطلقاً تقیہ کو حرام اور منافقوں کا  
 نشان کہتے ہیں اور یہ اہل سنت پر محض افتراء و بہتان ہی پر عرصہ دم تحریر نام اور تو یہ کہ تقیہ  
 محمد بن داخل کرنا دوسرا طرہ ماجرا ہی میر صاحب مدعی ہیں کہ ان کو عن عنوان سن ستر  
 سہ مناظرہ کا شوق رہا اور کتب مناظرہ کی مطالعہ میں انہماک رہا ہی بتدائین تو سہی  
 اوہ عنوان نے دیکھا ہی کہ اہل سنت نے مطلقاً تقیہ کو حرام اور منافقوں کا نشان لکھا ہی  
 یا کہیں یہ لکھا ہی کہ تو یہ از قسم تقیہ ہی یا نام نہ لکھنا یا غیرت ہو نام لکھنا از جنس تقیہ ہی  
 اور اس کا ثبوت ان کو کسی روایت معتبرہ اہل سنت سے ملا ہی۔ افسوس کہ میر صاحب  
 اتنا برا دعوے فرمائیں اور اس کا ثبوت نذین۔ برا افسوس یہ کہ میر صاحب نے تحفہ اثنا عشریہ  
 کو ہی کہہ کر نہ دیکھ لیا وہیں کئی تفصیل کے ساتھ اس مسئلہ کو لکھا ہی۔ میں یقین کرتا ہوں  
 کہ اگر حضرت مجیب تحفہ کا ملاحظہ فرمایا لیتو تو یہ تیرا اس طرح چشم انصاف بند کر کے  
 تحریر نہ فرماتے۔ جناب میر صاحب۔ جس تقیہ کو علماء اہل سنت حرام اور منافقوں کا



نشان فرماتے ہیں وہ تقیہ وہی کہ سہما شیعہ جب کہ اپنی رسائل میں یہ تعریف فرماتے ہیں  
 وہی موافقہ اہل الخلاف فیما یدینون بدہ یعنی اہل خلافت کے موافق  
 انکو دینی امور میں جب مثل شیعہ گنگا گنگی گنگا واس جہنگ گنگی جہنگ واسن دزاسی  
 خیالی نفع کی امید پر کہ ذرا تقیہ و تکریم ہوگی یا توڑی سی وہی ضرر کے اندیشہ سے اگر خواجہ  
 دو صاحب کے محافل میں جاہنسی تو معاذ اللہ بجا مذخوشنودی قوم سراپا لوم المہیت رضوان اللہ  
 علیہم کے جناب میں بے محابا گستاخانہ کرنے لگے اور اگر محاسن اہل سنت میں شریک  
 ہوئی تو نزع و عداوت اہلبیت کے فضائل و مناقب بیان فرماتے لگے اور تقیہ حرام  
 وہی کہ جو شیعہ کہہ کر ام سلمہ السلام (حاشا ہم) کی جناب پاک کی طرف منسوب کرتے  
 ہیں چنانچہ کہتے ہیں کہ جناب امیر المؤمنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ باوجودیکہ  
 انکو کچھ خوف نہ تھا خلفاء رضوان اللہ علیہم سے بیعت کر کے تمام عمر اذکار ہی  
 کلمہ پڑھتی رہے بلکہ انکی انتقال کے بعد ہی بیان فضائل محمد کا ورد رہا ہمیشہ  
 باہم شیر و شکر ہے جمعہ جماعات و اعیاد و انہیں کے بھی ادا کرتے رہے۔ اکثر  
 سال خلفاء کی رعایت سی انکو موافق خلافت حق لوگوں کو بتلا کر گمراہ کرتے رہے  
 غضب خلافت دار مدت پر اسی تقیہ کے بدولت چون و چرا نہ کی قرآن کی تحریف  
 پر صبر و سکوت فرمایا جتنا نتیجہ یہ ہوا کہ اسلئے قرآن منزل من اسما صفو کائنات  
 سحر گم ہو گیا۔ غضب مذکور پر نہ بولے معاذ اللہ تذلیل المہیت ہوئی اور حضرت سید  
 مظلوم رضی اللہ عنہ ہمارے بقیہ علماء قوم کیا کیا جور و جفائیں گزریں اور خبر ہوئی  
 علی بن القیاس جسکو تفصیل سے اہل ایمان کے بدن پر بال بہرے ہوتے ہیں۔  
 بعد اوسکے خلیفہ ثانی جناب امام حسن رضی اللہ عنہ اسی تقیہ مشومہ کی بدولت خلعت  
 خلافت نبوت جو نیابت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور تمام مسلمانوں کے حقوق  
 کی جوابدہی اور ذمہ داری اوسکو سہم ہوئی اپنی اور پر سے اوتار کر بر نعم شیعہ ایک

کا فوکو پہنا دیا اور اس کو حوالہ کر کے آپ ایک طرف ہو بیٹھی اور لوگوں کو گمراہی میں چھوڑ دیا  
 علاوہ انکی آہٹ ائمہ کرام رضائے تو خلافت کا نام تک بھی کہی نہ لیا اور آخر میں خاتم  
 سلسلہ امامت حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ نے تو آرام گاہ شریعتیں راے  
 غیر نبوت گیری اختیار فرمائی کہ صد ہا برس گزر گئی اور شیعیان پاک منتظران قیامت کے  
 جانیں لبوں پر آگیں لیکن حضرت اپنی جمال جہان آرا کو شقائق زیارت پر  
 جلوہ گر نہیں سمجھتے۔ پہلے کچھ دنوں سلسلہ سفارت و خط و کتابت رعایت جاری تھی  
 اب وہ ہی منقطع ہو گیا کیا حضرت کو یہ خبر نہ ہوگی کہ اس زمانہ میں علاوہ اس کے خوارج  
 و نواصب کا وہ زور شور نہیں رہا کتنی جگہ جان کا خوف اُن کو نہیں ہے کیا مہدی  
 سودانی کا حال معلوم ہو کر ہی آپ کو اس میں کچھ شک و تردد ہی رہا ہو گا ہم نے فرض کیا  
 کہ خوف کیجئے ہو ہی سہی اور کوئی لہند لکھنو وغیرہ کا اخلاص و ایمان قابل اعتماد نہ ہو  
 لیکن آپ کو یہ نہیں بتا دیا کہ مین ایران ہی میں ظہور فرما کر اظہار دعوت حق فرمائی جہاں لاکھوں  
 مخلصین آپ کی فدائی ہیں اور جانبازی کے لئے تیار و مستعد بیٹھے ہیں مگر یہ کہ یہ نہ ہی  
 اس میں سوسے جس کو دریافت حقیقت سے عقول مومنین کوتاہ و قاصر ہیں سبھا کہ  
 نہایتان عظیم اور بحول اللہ و قوتہ اس تقیہ کذابیہ کا ابطال آیات قرآنی و احادیث نبوی  
 اور قصص انبیاء سابقین اور اقوال افعال جناب ائمہ کرام رضوان اللہ علیہم سے  
 مثل آفتاب رابعہ النہار ثابت ہے آیات قرآنی سے ایک آیت مع اوس تفسیر جو کچھ  
 صافی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے منقطعاً نقل کرتا ہوں تاہم اہل انصاف ملاحظہ فرمائیں۔  
 اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَقَّعْتُمُ الْمَلَائِکَةَ طَائِفًا لِّیْهِ اَنْفُسُہُمْ فِیْ حَالٍ ظَلَمَہُمْ اَنْفُسُہُمْ بِتَرَاکِ  
 الْحِجْرَةِ وَ مَوَافِقَةِ الْکُفْرِ قَالُوْا اٰی الْمَلَائِکَةِ تَوْحِیْدُہُمْ فِیْمَ کُنْتُمْ مِنْ دِیْنِکُمْ  
 ۱۔ جو لوگ ترک ہجرت اور موافقت کفار کی سبب اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں فرشتے ان کو  
 جان کا تہ وقت از روئی تو بیخ ان پر چتے ہیں کیوں ! امودین میں تہہ را کیا حال تھا ؟





ہوا اور جب یہ ہو گا یعنی مسلمانوں کے حقوق ضائع ہو گئی اور ان پر جو یہ ہو گا تو یہ تسلیم  
 و انقیاد و نرمی کا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ خلفاء رضی اللہ عنہم کے ساتھ ہمیشہ شیر و شکر ہی  
 کبھی مخالفت نہیں فرمائی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کے ساتھ ذرا نرمی اور ادا  
 نفرمائی اول ہر طرح ہمائش فرمائی یہاں تک کہ آخر کار قتل و قتال سے ہی دریغ نہیں  
 فرمایا اگرچہ کامیاب نہ ہوئی اور تینہ فرو ہو اور غرضیکہ یہ قول اور یہ فعل حضرت رضی اللہ عنہ کا  
 سر میں بدل تقیہ ہی۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اگرچہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ  
 سے سناقت نہ فرمایا لیکن زبرد پلید جو آپ سے صرف بیعت کا ہی خواہشکار تھا آپ نے  
 ہرگز اسکی بیعت کرنا قبول نہ فرمایا اور اپنے تئیں اور اسکی فوج کی کثرت و ذرا بر اس  
 نکجا اور اپنے آپ کو اور جو انان اہل بیت کو طعمہ تیغ بے دریغ کر کے شربت شہادت پین  
 فرمایا اور شیعہ کی ایک فرض نہ رہی کہ جو تقیہ ہی تیغ و نیا د سے اوکھاڑ دیا۔ یہ مقام استرabo  
 ہی اور طول کا ہی اندیشہ ہی اسکی ہم لبط و تفصیل سے عرض نہیں کہہ سکتے غرض یہ تقیہ  
 جو مختلف فیہا میں انفریقین ہو اور جب کو اہل سنت حرام اور منافقون کا نشان کہتے ہیں نہ تو یہ  
 دھار یعنی کجا تو یہ اور کجا تقیہ ع کجا یہاں کجا اسماں۔ اہل سنت کے یہاں اکثر  
 غزوات میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تو یہ منقول ہی اور توریہ میں امر و مبینین و  
 ذو جہتین بفرض ابہام مقصود اور ابہام خلاف مقصود کے استعمال کیا جاتا ہے اور  
 نہ کہنا تو توریہ ہی نہیں ہے چہ جائیکہ تقیہ مجبور ہو پس حضرت مجیب جیسی مدعی انصاف  
 سے نہایت ہستجا ہے کہ ایک ذکر لایعنی لکھ ڈالا اور یہ خیال فرمایا کہ میں کیا کہہ رہا ہوں  
 اور یہ نہ سوچا کہ میں انصاف کا دعویٰ ہی اسی تحریر میں کر چکا ہوں اگر کوئی ان کو  
 جمع کرے گا تو کیا کہیگا۔ پہر اب ہم ان تحقیقات پر اپنی مجیب لیب سے کیا انصاف کی  
 اسید رکھیں۔ اگرچہ توریہ میں بحیثیت جواز ضرورت و عدم ضرورت دونو مساوی  
 ہیں چنانچہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مزاج اسپرٹا بہرین معہذا عقد کی دہما

میں جو حضرت شاہ صاحب قدس سرہ الغیر نے توریۃ اپنا غیر مشہور نام تحریر فرمایا  
 علاوہ اور مصالح کے ایک یہہ بڑی ضرورت اس طرف داعی تھی کہ اس زمانہ میں شیعہ  
 کا نہایت زور تھا اکثر بڑی بڑی فوجی مقصد دار و نہیں متعصب ہو تھی چنانچہ تقریباً دو  
 زمانہ میں حضرت نیرانہ پڑا اچانان رحمۃ اللہ علیہ بدون اسکی کہ کوئی گناہ مستوجب قتل  
 اور سرزد ہو ہو گیا نہ اونکی دست تقدیر سی ٹھہر نہنگ اچان کر شربت شہادت نوش  
 فرما چکے تھے اور اسکا کچھ تدارک و انتقام نہ ہوا تھا تو ایسی طوفان بے تمیزی کے وقت میں  
 اگر یہ کتاب حضرت شاہ صاحب کے نام سے شائع ہوتی تو وقوع فتنہ قتل و قتال  
 کا یقین تھا اور اس فتنہ کی آتش کا شرارہ صمد خانان کو خاک سیاہ کرتا۔ اور بعض اہل  
 اسی زمانہ میں بارادہ فاسد حضرت شاہ صاحب کی مجلس میں ہی آئے لیکن حق تعالیٰ  
 نے فضل سے محفوظ رکھا اور اونکی شر کو دفع کیا یہ قصہ کچھ بہت پرانا نہیں ہے  
 اگر آپ تحقیق فرمائیں گے تو معلوم ہو جائیگا بون ہی بے تحقیق اعتراض کرنا اسکی  
 ادعا کی الصاف پڑیا نہیں ہے اور انگیزی عملداری اور متخام کو بلحاظ اس زمانہ  
 کی اس وقت کو انتظامی امور میں خیال کرنا سب خلاف عقل ہے کیونکہ وہ زمانہ  
 ابتدا عملداری اور تسلط کا تھا اس وقت جس قدر ادارات و مراعات و اغماض ہوتی تھی  
 اس وقت اسکا نام و نشان نہیں بلکہ جو کیفیت قبل از غدر تھی وہ ہی اس وقت نہیں  
 شخص جانتا ہے کہ انگیزی تسلط تیرجی ہوتا ہی آج کچھ ہے کل کچھ پس جن دو  
 زمانوں میں تقریباً سو برس کا فضل و اتع ہو گیا ہوا وہ میں ہی ایک کو دوسری پر قیاس  
 کر کے ایک حکم کرنا کس قدر عبید از عقل و انصاف ہے اور منبہ نے جو اپنا نام نہیں لکھا  
 اسکی وجہ یہ ہوئی کہ تحریر سامی میری پاس بالواسطہ آئی تھی مجکو معلوم نہ تھا کہ میری  
 صاحب نے پیرایہ مناظرہ کا کیونکہ رکھا ہی اپنی ہی طرف سے اپنے علماء سے نیکہ  
 جواب دیتی ہیں یا وہ ہی جواب بیستہ پیش کر دیتے ہیں اور نہ منبہ کو اس شرط کی

شاہ صاحب نے یہ کتاب  
 تحریر فرمائی تھی

اطلاع دی گئی تھی کہ اگر تحریر میں کیا نام نہ ہوگا تو آپ اس تحریر کو قبول نہ فرمائیں گے اور کچھ  
 نام آوری ہی مقصود نہ تھی تو میں نے خیال کیا کہ جواب عاری از نام پیر جی صاحب  
 کی خدمت میں پہنچاؤں پہرگی اور کج اختیار ہی بہ جواب پیش کریں یا انکریں اور اگر  
 پیش کریں تو خود جسطرح مناسب سمجھیں پیش کر دیں گے تو نے تحقیقت یہ  
 سائل پیر جی صاحب سلمہ اور مولوی ابوالطیب غفرلہ تھے اور انکو اس امر کی  
 اطلاع تھی کہ یہ تحریر اس عاجز کی ہی تو اس صورت میں نام نہ لکھنا نہ لوزیہ ہے نہ تقیہ  
 اصل وجہ جو کچھ تھی عرض کر دی اگر آپ کو اس میں شک ہو تو پیر جی صاحب سے  
 دریافت فرمائیں۔ اب آپ اسکو چاہیں تو یہ فرمائیں باقیہ بنائیں انکی انصاف و عدل  
 کی سب شایان شان ہی قول اگرچہ شفیق کا وعدہ یہ تھا کہ مجھ کا ضرور نام ہوگا  
 بلکہ اسی شرط پر مجھسی نام لکھو لیا تھا اور یہ اقرار تھا کہ اگر مجھ کا اپنا نام نہ لکھیں تو جواب  
 نہ لکھنا بلکہ اب وہ ہی حیران ہیں اور کہتی ہیں کہ خیر گو یہ وعدہ وفا نہ ہوا مگر تو میری خاطر  
 سی جواب لکھنے اقول پہلے گذارش ہو چکا ہی کہ انکی شفیق نے یا کسی نے مجھ کو آپ کے  
 اس شرط کی اطلاع نہیں فرمائی ورنہ نام لکھنی میں کچھ تامل اور کچھ دریغ نہ تھا پیر جی  
 میر صاحب فرماتے ہیں کہ میرے شفیق ہی چاہو جو حیرت میں گرفتار ہو گئی اور عدم  
 وفا وعدہ کو تسلیم کر کے جواباً جواب کے منتظر ہونے لگے سرسرفروشی اول  
 اپنی شفیق سے دریافت فرمایا ہوتا کہ آپ نے شرط مقرر کی مولف جواب کو اطلاع دی ہو  
 یا نہیں جب اسکو جواب میں وہ یہ فرماتے کہ میں اس شرط کی اداسکو اطلاع دی ہے  
 تو آپ نے دریافت فرمایا ہوتا کہ اوسنی نام لکھنی سے انکار کیا ہی کیونکہ احتمال ہی کہ  
 نام لکھنا بوقت نقل سہوارہ گیا ہو اور اگر وہ یہ فرماتے کہ اس شرط کی اداسکو  
 اطلاع نہیں دی گئی تو آپ نے فرمایا ہوتا کہ اس تحریر کو واپس بھیجا جاتی تاکہ وہ یا نام  
 لکھی یا انکار کرے اور اگر یہ بھی ممکن نہ تھا تو بلائیہ ایک کاڑھ کے آپ کے شفیق

دریافت فرما سکتی تھے کہ نام کیون نہیں لکھا اور مجب نہیں کہ میں اذکو خاتمہ تحریر  
اپنا نام لکھنے کے اجازت لکھ بیٹھا یہ موقع مرکز نہ آسکے انکار کا تہانہ اذکو مبتلا حیرت ہو چکا  
اور اصرار کیا۔ لیکن ہاں انصاف اور عاقل کا مقتضایہ یہی کہ بدون تحقیق بلا تفتیش سپر  
تقیہ کا حکم لگا دیا اور اس اذعان و یقین کے ساتھ گویا مخبر صادق نے خبر دی یا وحی  
نازل ہوئی تو کہہ اگرچہ حضرت مجیب کمال علم و فضل کے مدعی ہیں حتیٰ کہ امتحان لینی کو  
مستعد ہیں اقول میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ مدعی اپنے علم و فضل کا نہیں ہوں بلکہ  
تمام خاندان میں اس مرض نفسانی کا نام و نشان نہیں۔ لیکن ان کا ہی منظر حمایت  
اسلام مخالفین کے زعم شکنی کے لئے مدعی ہے ہو جاتا ہوں اور یہاں یہ ایسا ہی محدود  
ہو جیسا کہ جہاد اعداء کے وقت پسندیدہ خداوند تعالیٰ نے ہی۔ اور واضح رہے کہ  
امتحان لینی کے قصد سے جو اعداء کمال علم و فضل سے متنبہ ہو کر آیا ہے یہ شخص غرض  
فہمی سے ناشی ہے کیونکہ جس امتحان کے لئے عرض کیا گیا تھا اس کو واسطی کمال علم  
و فضل کی ضرورت نہیں اسلام کی یہ دریافت کرنا کہ فلاں کتاب کا کون مصنف ہے اور  
فلاں مصنف کی تصنیفات کیا ہیں اس کی لینی محال علم و فضل کی ضرورت نہیں ہے بلکہ  
دعویٰ کو مثبت نہونی کے لئے عاقل کمال علم و فضل سامی قابل تماشا ہی جو خیال فرماتے  
ہیں کہ ایک عالم ہماری مقابلہ میں مہر سکوت بر لب ہو سو بفضلہ تعالیٰ اس دعویٰ  
کی صلیت عنقریب منکشف ہوا چاہتی ہے قول اور بظاہر بڑی کروفر و سرسید  
منافہ میں دم رکھا ہے اقول یہ کچھ وطن دشمن و شیعہ دشوہ و شکایت کی بات  
نہیں ہے حمایت دین اسلام بڑی کروفر اور مستعدی سے کرنا خاص اہل اسلام کا ہی  
حصہ ہے آخر یہ غم خود اپنے جواب میں تو اپنے ہی پیرا کروفر دکھلایا ہے قول کہ  
ضنف تحریر میں سے ثابت ہے کہ اصل سوال کے جواب میں کچھ ہی تحریر فرمایا اور جو وطن  
دشمن اور تہدید زبانی کے کسی بات کا تعرض کیا اقول یہ حضرت کی فہم کی خوبی ہے



جواب فرماتے ہیں کہ اصل سوال کے جواب میں کچھ ہی تحریر فرمایا اور بجز طعن و تشنیع رہا  
 زبان کے کسی بات کا تعرض نہ کیا ورنہ اگر ذرا غور سے ملاحظہ فرماتے تو اوس میں اپنا جواب  
 پاتے چنانچہ اجمالی طور پر اس تحریر کی کیفیت اہل انصاف کی سامنی پیش کر چکا ہوں نظر  
 انصاف ملاحظہ فرمائیں اور جناب کو تو اختیار ہی چاہی مناظرہ کی بہت کشمکشیں تباہیں یا  
 گریز فرمائیں یا تہدید زبانی اور طعن و تشنیع تصور کریں مثل مشہور زبان کے اگلی کو اڑھ کھا  
 قول حضرت نے خیال فرمایا کہ سوائی تحفہ اور کچھ سامان نہیں ہی چال چلنی چاہی کہ  
 وہ ہی امور جن کا تحفہ میں ذکر ہے اور ان میں ہی ادنیٰ زعم میں کچھ ہوسکتی ہی اس ساجد میں  
 چٹرنے چاہی پہلی میری وہی قول اپنی کہ جنگی بحث تحفہ میں موجود ہے یعنی اول شرائط  
 ثلثہ است کی دلائل طلب فرمائی اقول یہ ہی حضرت کا تحفہ محض ہے یا بذریعہ  
 استیجارہ طاق جہت کے معلوم فرمایا ہوگا کہ میں نے خیال کیا کہ میری پاس سوائی  
 تحفہ کچھ سامان نہیں حالانکہ خود ہی ازالہ نہیں اور آیات بیات کی میری پاس ہونیکا  
 اعتراف فرماتے ہیں اور اس امر کا شیعہ کو ہی اعتراف ہی کہ ازالہ نہیں تحفہ سے ماخوذ نہیں  
 اچھا پاس خاطر سامی مسلم کہ میری پاس سوائی تحفہ کوئی سامان نہیں اسلی وہی قول  
 لئی جنگی بحث تحفہ میں موجود ہے اور تحریر ہی ضعیف ہے اور لکھی پاس مواد مالیت ہر قسم کا  
 موجود معاوین متعدد ملکہ بدرجہ قصویٰ لیکن اگر یہ آپ کا زعم صحیح ہو تو آپ کو مبارک ہو جلدی  
 فیصلہ ہو جائیگا آپ کو کچھ وقت اور ٹھانی نہ پڑے گی پس ہی ایجاٹ لکھ دیجی کہ جنگی  
 بحث تحفہ میں موجود نہیں اور میدان مناظرہ بہت لیجی۔ اور کوئی قول اپنے  
 سوال میں ایسا بتلائی تو سہی جسکی بحث تحفہ میں نہیں ہے قول کلام حضرت  
 کو حکم کی تعمیل کرتے ہیں اقول آداب عرض ہو قول کلام اور حسب وعدہ جواب کے  
 مستغفرین اقول لیجے حاضر۔

مزید اصل جواب

قال انما ضل المحجوب قال بحسب اللبيب بسم الله الرحمن الرحيم وفضل على رسول الكريم  
 وعلى اهل وصحابة جميعين اقول - اس خطبہ میں یہ کلام ہے حسب مذاق اہل سنت و جماعت  
 خصوصاً حضرت محجوب صحابہ کو آمد پر قدم کرنا مناسب تھا نہ بالعکس کیونکہ  
 بعد جناب رسول خداصل کے کل خلافت پر میں حیث الثواب لہ ترتیب تفضیل بخیرین  
 کو ہی جیسا کہ شرح عقائد نسفی میں جو اہلسنت کی مقبر کتاب ہی موجود ہے۔ اہل الشریعہ  
 بعد نبی ابوبکر الصدیق ثم الفاروقؓ - انتہی اور حضرت محجوب کی خصوصیت کی وجہ یہی  
 کہ وہ خود ہی پرچہ میں تحریر فرمائی ہیں علی الخصوص خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کو  
 اہلسنت نام است ہی باعتبار مرتبہ اعلیٰ و فضیل اور ایمان میں شہادت و کمال عقائد کرتے ہیں  
 الخ حالانکہ اسی عقائد نسفی بلکہ اور کتاب عقائد میں خلفاء ربیعہ کی تفضیل مرتب ہے  
 ذکر ہے مگر حضرت محجوب نے خلفاء ربیعہ ہی نہ لکھا اسلئے مناسب تھا کہ صحابہ کو الہ مقیم  
 فرماتے تاکہ زبان ساتھ قلب و جان کے موافق و مطابق ہوتے نہ یہ کہ دل میں  
 کچھ اور زبان پر کچھ۔ یقول الحدیث الفیصل مولانا ہمارے میر صاحب نے خطبہ  
 ہی کسی جو یہ ہے سوچی سمجھی کلام و تردید شروع کی شاید اس سے یہ مطلب  
 کہ جہاں میں باخفا خفیہ و نیکی نامی ہو۔ کہ میر صاحب نے بسم اللہ سے لیکر آخر تک کی تردید  
 کروئی لیکن اہل علم و فہم کے نزدیک تو ایسی اعتراضات سے بجز اظہار اپنی نادانی  
 اور کم علمی کے اور کچھ حاصل نہیں۔ اگرچہ ہم مناقشہ لفظی کو پسند نہیں کرتے کیونکہ  
 تقابل لاطاعل ہو کر بیان مقصود میں محفل ہوتا ہے چنانچہ ہم نے اپنے پہلی تحریر میں ہی  
 اسکو ترک کر دیا تھا لیکن پیاس خاطر حضرت مخاطب بحث لفظی کجائے ہے کہ اذکی شہد  
 رفع واجبات سے ہے۔ پس واضح ہو کہ ہماری محجوب نے شروع اعتراض میں  
 تقدم لفظ آل کی نسبت لفظ صحابہ پر مناسب ہونے کا حکم کیا ہی جو اذ کو تیرہ مقتضی  
 ہوا اولیت تقدم جو ذکر کی ہے مقتضی وجوب کو ہی فرماتے ہیں تاکہ زبان ساتھ قلب

آزادی تقدیر صحابہ

دجنان کے موافق ہو جائی زبان کا تلب کے ساتھ مطابق ہونا ضروریات دین سے ہی اور  
 عدم توافق نفاق ہے۔ بہر تقدیر اولاً میر صاحب کو ثابت فرمانا چاہی کہ عطف بالواو تیسرا  
 ہی کو مستلزم ہے ہم اسکو ہی تسلیم نہیں کرتے بلکہ ہم کہتی ہیں کہ واو محض جمعیت فی الحکم کو  
 مفید ہی چنانچہ واقفان فن عربیہ جانتی ہیں کہ کلام فصیح میں کبھی تنزل اعلیٰ سے سفل  
 کی طرف ہوتا ہی اور گاہی ترقی ہٹاں ہی اعلیٰ کی جانب کیجاتی ہی۔ قرآن شریف کی  
 مواضع متعدد میں جن تعالیٰ نے انبیاء و رسل کا ذکر فرمایا ہے جو اگلی اس دعویٰ کو مبطل ہے  
 آیہ و تبارک جتنا آئینا آخر چند آیات تک پڑھ جائی اور اگر یاد نہ ہو تو کسی حافظ  
 سے پڑھو ایسی یا قرآن میں دیکھ کر پڑھ لیجئے اگر یہ ہی نہ ہو سکے تو پہلے سیارہ  
 میں من کان عدو اللہ و ملکہ و رسلہ الخ پڑھ لیجی ثانیاً ہم کہتی ہیں کہ لفظ آل  
 اصحاب کو ہی شامل ہے اور اوسکے متضاد مقابل نہیں اور کچھ ضرورت نہیں تھی  
 کہ لفظ اصحاب ذکر کیا جاتا لیکن چونکہ اکثر حضرات متغنیین شیعہ نے یہ طرز اختیار فرمایا  
 کہ اصحاب کا ذکر خطبہ نہیں فرماتے اور شاید انکا یہ معمول اس وجہ سے ہو کہ انکی  
 روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ اصحاب میں سے کوئی شخص مصیبت نہ تو درکنار رسوائی  
 حضرت مقداد کی حصہ نہ لے سکتا ہی نہیں بچا چنانچہ اس جگہ ایک ہی روایت ہے  
 اکتفا کرتا ہوں جناب قاضی صاحب شوستری مجالس المؤمنین میں نہیل ذکر مقداد  
 فرماتے ہیں دشینخ ابو عمر دکنشی کہ از علماء امامیہ است کرتاب سماوہ الرجال بسناد خود  
 از حضرت امام محمد باقر روایت نموده اربعۃ الناس الاثلثة نفر سلمان والیوذر  
 والمقداد فقلت فہما قال کاں خاص حصۃ تدرج قال ان اردت الذی لم  
 یتک ولم یدخلہ متی فالمقداد۔ علی مخصوص حضرت مخاطب کی مذاق پر کہ  
 سب لوگ مذکور ہو گئے مگر تین شخص آمان ابوذر مقداد میں پہنچا اور عمار فرمایا کہ وہ کچھ ہیر گریا تھا لیکن پھر لوٹ آیا فرمایا  
 اگر ایسا شخص چاہی جسکو کچھ شک ہو یا وہ اسکی کچھ دلیل میں نہ داخل ہو یا وہ تو مقداد ہے۔ ۱۲۔

اوہوں نے تصریح فرمائی کہی بحیث کرام ہونے سے بالکل خارج کر دیتی ہے چنانچہ فرماتے  
 ہیں کل صحابہ کا کرام ہونا کتاب اللہ اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خود اقوال  
 و افعال صحابہ بلکہ خود صاحب شخصہ کی تحقیق سے ثابت نہیں ہوتا سورہ جمعہ کے  
 آخر کو ملاحظہ فرمائی۔ وَاذَرُوا تِجَارَةَ اور لہو انفضوا الیہا الخ۔ تو اس سے صاف  
 ثابت ہوا کہ بحیث کرامت کی بالکل خلاف ہی تو صحابہ کرام معاذ اللہ کرام نہ ہوئی اور  
 جبکہ صحابہ کرام کا وجود ہی تحقیق نہوا تو شاید یہ سبب سے ضعیف دلیل تھی کہ لفظ اصحابہ  
 کو ترک فرمایا اور اہلسنت نے خیال کیا کہ اگر لفظ صحابہ کو ترک کرتی ہیں تو وہ اہل خلاف  
 مقصود پیدا ہوتا ہے اور ایک سلسلہ میں تشریح میں تشریح لازم آتا ہے تو بغرض دفع  
 تو ہم خلاف مقصود اور جزا از عنین تشبہ بطور تخصیص بعد تمییم کی لفظ اصحابہ کو ذکر کیا تاکہ  
 فرضنا لفظ آل اصحاب میں تقابل ہے اور لفظ آل اصحاب کو شامل نہیں تاہم یہاں تاہم  
 باطن ہی کیونکہ اگر خلفاء کو فضیلت حاصل ہے تو وہ افضل کلی ہے اور افضل کلی اعتبار  
 تقدم افضل جزئی کو مانع نہیں تو اس موقع پر تقدم لفظ آل کا باعث بار فضل جزئی یعنی  
 جنیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واقع ہوا۔ رابعاً یہ اعتراض بلا تہر کیا گیا ہے  
 اور اس دلیل دعائیہ مثبت نہیں اسلیٰ کہ دعویٰ یہ کیا گیا ہے کہ لفظ اصحاب  
 کو آل یہ مقدم کرنا چاہی اور اسکی دلیل یہ ارشاد ہوئی کیونکہ بعد جناب رسول خدا  
 صلی اللہ علیہ وسلم کے کل خلائق پر من حیث الثواب والرتبہ تفضیل شیعین کو ہی  
 اور ظاہری تفضیل شیعین تلمذ تفضیل بیع اصحاب رضی اللہ عنہم نہیں پس اگر لفظ  
 اصحابہ کا آل یہ مقدم کیا جاوی تو موافق زعم سامی ہوگا ہی کہ بیع صحابہ اہل بیت  
 سے افضل ہوں اور حاشا کہ اہل سنت ایسا اعتقاد رکھتی ہوں۔ لیکن میں نہایت شغوب  
 بلکہ ہمہ تن حیرت ہوں کہ جناب والا نے باہر ہمہ ادعائی انصاف و دانش  
 جب اس خطبہ پر جو بظاہر نے محبت سلسلہ مسک سامی کے موافق تھا کہ اس میں لفظ

تقدم آل کا اصحاب پر واقع ہے جو متفقہ مقدم تہی کو ہی اذنیہ صحاب کا ہی ذکر کیا گیا ہی  
 نمائندہ فی الباب آپ اصحاب سے وہی اصحاب سمجھیں گے جنکو برخلاف مخصوص روایات صحیحہ  
 اپنی کی آپ نے کرام اعتقاد قرار کیا ہی اس جو شہنشاہ خسرو سے مقرض ہیں تو اپنے جہوں  
 علماء مضغین پر جو قدیم حدیث لفظ آل ہی پر کثرت فرمائی ہیں اور گویا اصحاب کے ذکر کے  
 خطیبوں میں صلوٰۃ و سلام کے لمبی قسم کہا کہ ہی کیا کچھ اعتراض نہیں کیا ہوگا اگر حضرت  
 شیعہ تو صرف آل کا ہی ذکر فرماتے ہیں اور بعض حضرت جیسی ہماری محبت مخاطب ثناء  
 اس خیال ہی کہ سب اگوئی کسی قسم کی گرفت کرے ذکر آل اصحاب ہر دو ترک فرمادیتی ہیں  
 اور بعض تفسیریں اگر کہیں اسنت میں جا نہیں اور وہ ان تصنیف کا اتفاق ہو یا یا بس تسنن  
 میں کوئی کتاب تالیف کی تو لابد اصحاب کا ہی ذکر فرمادیتی ہیں۔ پس ہماری حضرت محبت  
 فرامین تو سہی کیا کسی روایت میں اصحاب کرام پر تہنجا صلوٰۃ و سلام بھیجی کے حرمت وار ہو  
 ہی یا کہ بنی ائمہ رضی عنہم ہی حضرات وغیرہ میں اصحاب پر صلوٰۃ و سلام کی ممانعت فرمائی  
 ہی جسکی وجہ سے حضرات نے یہ عہد موقوف باند ہی۔ مہنی تو صحیفہ کاملہ کے روایت میں  
 یوں پڑا ہے۔ **اللّٰهُمَّ وَاصْطَابُ مُحَمَّدٍ خَاصَّةُ الَّذِينَ أَحْسَنُوا الْقُلُوبَ وَرَأَوْا**  
 تعمیم ہی ملاحظہ فرما لیجے گا۔ اگر یہ فرامین کہ اصحاب کرام معصوم نہیں ہم عرض کریں گے  
 کہ آل ہی تمام معصوم نہیں بلکہ صرف انکو نزدیک ائمہ علیہم السلام ہی معصوم ہیں۔ پس  
 اس امر کو اور کیا سمجھا جاسکتا ہی کہ اصحاب کے ساتھ بغض و عناد کی یہاں تک نوبت  
 پہنچی کہ صرف بوجہ ہمت تراک لفظ کی جو کہ لفظ اصحاب میں ہے اور بوجہ ہمت تراک لفظ اصحاب  
 اپنی معتقد علیہ اصحاب کو ہی جنکو برخلاف روایات کرام اعتقاد قرار کیا ہی صلوٰۃ  
 سے محروم کر دیا۔ باقی رہا یہ ارشاد تا کہ زبان ساتھ قلب جناب کے موافق و مطابق  
 ہو جائے نہ یہ کہ دلیں کچھ اور زبان پر کچھ یا تو اپنی مذہب کی ناواقفیت سے یا  
 لے اسی جرت صحیح اصحاب محمد پر ناسک جنہوں نے اچھی مصاحبت کی۔



انہم یقولون عن الکلام فی الدین فتناول حولیک المسکمون بانہ انما لھی  
 من لا یحسن ان یتکلم فیہ فاما من یحسن ان یتکلم فیہ فلم ینہہ فہل ذلک کما  
 تاولوا ولا فکت علیہ السلام المحسن وغیرہ الحسن لا یتکلم فیہ فان اتہ الکبر  
 من نفعہ عنک اسف اللتام اور ظاہر ہے کہ حقیقت کے ساتھ کلام مجاہدین  
 شراب و قمار کی نسبت ارتداد و فاسق ہے یَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِیْہَا اِثْمٌ  
 کَبِیْرٌ وَمُنَافِعٌ لِلنَّاسِ وَانْتِہَا الْکِبْرِ مِنْ نَفْعِہَا وَخَضِرَ اِمَام نے بھی اپنی اشارتوں  
 در باب ممانعت کلام گفتگو اس آیت کی طرف اشارہ فرما کر کلام فی الدین کو نمبر شراب  
 و قمار کی دفعوں اور نادفعوں کے ایسی برابر خرام قرار دیا۔ اگر اس بارہ میں چشم دید روایات  
 مطلوب ہوں تو سنیں سلامہ مجلسی بجا را لاوار کے جلد اول باب کتمان العلم میں جو بیست و  
 روایات لکھی ہیں اور بیست و چند روایات شیطا للناظرین عرض کرتا ہوں۔ عن  
 عبد اللہ بن یحییٰ عن حریر بن عبد اللہ السجستانی عن معمر بن یحییٰ  
 قال قال ابو عبد اللہ علیہ السلام یا معمر اکتما امرنا ولا تذکرہ فانہ من  
 کتماننا ولم یذکرہ اعزہ اللہ فی الدنیا وجعلہ نور ابن علیہ السلام  
 نے کہا کہ انہوں میں میں کلام حکمت کی ممانعت نہ ہے بلکہ ان کو کلام حق جو کلام حق کہتے ہیں یہاں تک کہ  
 وہی ہی جو اچھی سے منظرہ نہیں سکھاتا جو کلام حق کی شان میں اور چھٹی سے گفتگو کر سکتی ہیں اور کسی ممانعت نہیں  
 تو کیا یوں ہی جو طبع و ذہن سے کلام حق کی جہت میں کلام کہتے ہیں وہاں ان کو کلام کہتے ہیں کلام حق  
 کیلئے اور کلام حق کے لئے کلام کہتے ہیں کلام حق کہتے ہیں کلام حق کہتے ہیں کلام حق کہتے ہیں کلام حق کہتے ہیں  
 فائدہ ہے میں اور ان کا گناہ ان کے فائدہ سے زیادہ ہے۔ حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ  
 سے روایت ہے کہ نہ دیا آئیے اے معمر کلام کو پوشیدہ رکھو اور اس کو آشکارا نہ کرو  
 پس جو شخص کلام کو چھپائے اور اس کو پہلے نہیں خدا تعالیٰ اس کو دنیا میں غرت دے گا۔ اور اس کتمان  
 امر کو نور بنا کر قیامت کے روز اس کی پیشانی میں رکھے گا۔ ۱۲-

انکار شراب و قمار کے چھپانے میں اس کی ممانعت نہیں





حضرات شیعہ کے اکابر کا جو غم انکی شخصیات نہ تھی یہ حال ہی کہ امام کی نافرمانی کرین عالم دین حضرت  
 کری پڑی انہا سے باز نہ آدین اور ان ہی پر کیا منحصر صحابہ مقبولین نے ہی تو امام بلا فصل کے ساتھ  
 میں طاعت نہیں فرمائی تھی تو یہ کچھ نئی بات نہیں مگر تعجب یہ ہے کہ باوجود ان روایات  
 کی یہ حضرات یہ رد نہیں ہی فرماتے ہیں عن محمد بن جعفر القصبی قال قال  
 اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذا ظهرت البدع في امتي فليظلم العالم علمه فان لم  
 يعمل فعليه لعنة اللہ۔ پھر آپ فرمائی کہ روایات مذہب کی ہر سی زبان کا قلب جن کے ساتھ  
 موافق ہونا اصل جدول دین ہے یا مخالف ہونا اور زبان کو دل کے ساتھ موافق کرنے سے دین  
 اسدم سے قاریح ہوتا ہے یا مخالف کرنے سے فاعتبر وایا اولی الابصار قال الفاضل بحسب  
 ثم قال۔ اما بعد اندون ایک سوال عمرہ مولوی فرزند حسین صاحب اشاعری متعلق بحث  
 امامت میری نظر سے گذرا اگرچہ پہلے اس مسئلہ میں اور اسکی تعلقات میں طرفین سے دفاتر سیاہ  
 ہو چکی ہیں اور منہر فضیلہ نہیں ہوا اور نہ جنگ قائم توفیق راہ ہدایت کی طرف کشان کشان  
 لاوی اور عنایت خداوند تعالیٰ شانہ دشگیری فرمائی تب تک فضیلہ ممکن ہے۔ اقول۔ مجھے  
 جیسے سمجھتا ہوں ان کی نسبت لفظ مولوی تحریر فرماتا محض فاضل عنایت سامی ہی مسمون  
 ہوں واقع میں میں بیچارہ فارسی ان جن ہرگز مواویت کی پابقت نہیں رکھتا ان یہ ضرور  
 کہ تبار میں تیزی مناظرہ نہ ہی کا شوق رہا ہے کیسے طرفین کی کتہ میں بھی اور بائیں میں  
 لفظ مولوی اپنی نام کے ساتھ کہا جاتا ایک شتم کی ہنسی دستہ ہر سمجھتا ہوں ایسی آئینہ معانی  
 کا خوان ہوں یقول الغیب فی القیصر الی مولانا اگر آپ اپنی اس بیان میں  
 سچی ہیں اور آپ محض فارسی خوان ہیں اور عبارات عبریہ کو نہ سمجھ سکتی ہیں نہ ترجمہ کر سکتی ہیں  
 تو ضرور جو کہ آپ اپنی تحریرات کے مواقع اعتراض جواب میں جو عبارتیں اپنی یا خصم کی کتب عبریہ  
 سی نقل کرتے ہیں جنکا سمجھنا بجز استعداد علوم عبریہ کی نہیں ہو سکتا اور عبارت کی نقل  
 اور ان سے ہستہ لال کرنے میں اپنی مذہبی ایما یوں سے مدد لیتی ہو تو اگر کسی علماء کی

نور بدست کرامت سکونت کردہ دانا سون ہی

اعانت و امداد و سین آپ کو مثال حال ہوگی چنانچہ اس قسم کی تحریرات خضرات شیعہ کی زبان بڑھتی  
 گئی ہو کر تے ہیں۔ تو ایسی صورت میں میری مخاطب و میری محبت مقرر نہ ہو سکتی ہے بلکہ اس  
 قوت اور تائید برادران ایمانی اور صلہ قادر و حاتی کی ہو گئی جو مثال حال سامی ہی علیہ نہ جس  
 عنوان سے میں آپ کو تعمیر کروں آپ اس قوت کی ساتھ ملکر معبر غنہ ہو گئی تو اگر میںی لفظ لوی  
 آپ کو لئی اطلاق کیا تو خلاف واقع اور بیجا نہیں کیا کیونکہ میری مخاطب محض آپ ہی نہیں ہیں  
 بلکہ آپ مع تقویت و تائید کے ہیں اور اس کی اضماع کے ساتھ بیشک آپ ہو لوی ہیں تو مجموعہ  
 یہ لفظ ہو لوی حل کیا گیا ہے۔ اور اگرچہ یہ تقویت و تائید عوارض خارجیہ سے ہے لیکن چونکہ  
 بنی اللہ و ائمہ غیر منفک عن الذات ہے سبلی اس کو وصف ذاتی سمجھیں لیکن اس کو محض تواضع  
 اور عنایت پر محمول فرما نا محض تواضع و عنایت ہے ممنون ہوں۔ قولہ ہدایت لوی  
 توفیق ایزدی در کار ہے مگر جس فرقہ سے یہ توفیق یہاں تک سلب ہو گئی ہو کہ فریق ثانی کی کتابوں کا  
 دیکھنا اور سننا امور متنازعہ نہیں ہوں گفتگو کرنا خصوصاً مشاجرات صحابہ میں گناہ سمجھتی ہوں  
 اور ان باتوں کو اپنی ذمہ داری کا نخل خانہ میں ہوں عالم حساب میں اس فرقہ کی ہدایت کی کیا امید ہے  
 اقول اس تقریر سے معلوم ہوا کہ آپ کو توفیق کے معنی ایسی آیت ثانی ہے۔ جناب میں توفیق کے  
 معنی توجیہ الحساب خود مطلوب الخیر میں اور خارجی کہ میں مطلوب خیرت کی سہ  
 مقید ہی جو بیان مفقود ہی مطلوب شرکی توجیہ حساب کو کوئی نا واقف ہی توفیق نہ کہ بیگا  
 اور اگر غیر عمومی مراد ہو اور مطاف ہر ایک فریق کی کتاب میں دیکھنا اور سننا امور متنازعہ نہیں  
 میں گفتگو کرنی اور اس کو ثواب سمجھنا توفیق ہو تو پھر خوارج کو بھی جو کہ اپنی کتاب میں ملے  
 نبوت کو سبب شتم کرتے ہیں اور سواد الوجہ فی الدارین کہاتے ہیں جیسا کہ حضرات شیعہ  
 نے بے ہدایت کبار صحابہ کی بیہوشی و تیرہ اختیار کر رکھا ہی شہدہ ہو کہ خضرات شیعہ  
 کہہ سکتی ہیں کہ جس فرقہ سے یہ توفیق یہاں تک سلب ہو گئی ہو الخ تو اس صورت میں  
 آپ کی ہی اقرار سے ایسی در تمام شیعہ سے توفیق سلب ہوئی اور کوئی سہدہ میں خیال نہیں

کر سکتا کہ خارج کی کتابوں کا دیکھنا جنہیں معاذ اللہ المہبت الہیہ کے دشمنوں کی توہین و تہلیل ہو  
 مستحب و واجب تو ہے اگر ہماری محیب بروی اپنی مذہب کے دفعی ایسا ہی اعتقاد کرتے ہیں  
 تو ہمیں بھی طبع فرامین - علیٰ ہذا القیاس یہود و نصاریٰ و مجوس اہل بت پرست و غیرہ سب  
 بمقابلہ حضرات شیعہ کے اپنی اداں کتابوں کو نسبت جنہیں حق تعالیٰ شانہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 کی نسبت کلمات مقطوعہ و مانعہ لکھی ہیں یہی ترانہ ہوگا پہرہ کچھ اسکا جواب حضرات شیعہ خارج  
 وغیرہ کو دیوین یہی ہماری طرف سے یہی قبول فرمائیں اور اصل یہی کہ جس فریق کے نزدیک فرق  
 ثانی کے پیشواؤں کی بڑا کتنا خردمند ہو اور اسکو عبادت و عقائد و رجحون بلکہ اپنی پیشواؤں کو بڑا کہتی ہے یا کہ نہیں  
 اور انکی کہیں اس قسم کی مضامین سے محلو ہوں اور انکی ماضی کی کلمات کی جو گرفتہ ہوں تو بیشک فریق  
 ثانی ایسی لوگوں کی کہ اپنی اور انکی کہیں کہیں ہوگا اور حرام سمجھیں گے کیونکہ منہج و مرام سے علاوہ  
 زمین و آسمان ہی کج حق منقطع و محقق ہو جائے تو مخالفین کتابت میں دیکھتی ہیں اور متنازعہ مسئلہ ہا  
 میں گفتگو کرنے سے سود و نفع اذات بلکہ کسب و خطرناک ہوتا ہے کیونکہ ہر ایک امر کی ترجمان  
 کی ادراک سے عقول قاصرین چنانچہ حق تعالیٰ شانہ نے وَمَا أَوْتَيْنَاهُم مِنَ الْجَهْلِ إِلَّا قَلِيلًا  
 فرما کر پتہ دیا اور جابجا کلام مجید میں مخالفین کے ساتھ اختلاف اور ادنیٰ دوستی اور  
 مولات کی ممانعت فرمائی۔ اور جب اہل سنت اپنی مذہب کو متفق و محقق کر چکے اور موافق  
 کتاب و سنت پا چکے تو انکو کچھ ضرورت باقی نہیں رہی کہ منہج و تحقیق حق شیعہ و خارج سے  
 نہیں اور انکی کتابت میں دیکھیں اور اپنی بزرگوں کا سب و دشنام سنیں اور دیکھیں۔ ان کا یہی منہج  
 حمایت اسلام و تبکیت اللہ تعالیٰ عنہم و عنہم عن الزام کتب مخالفین و دیکھتی ہیں اور متنازعہ فیہا  
 میں گفتگو کرتے ہیں اور اسکو کلامی حرام نہیں کہتا یہی ہے کہ اگر کچھ فرامین و اہل سنت  
 و نفوی فرامین سودہ خارج از قانون بحث ہو۔ لیکن سلب توفیق اوس فرقہ سے دیکھنا  
 چاہیے کہ ان کا کس درجہ تک ہے کہ جو عام کتب اہل حق و دیکھتی ہیں کتاب اللہ پرستی میں  
 اور ہدایت انکی نسبت نہیں ہوتی اور مراد متیقہ سے منحرف ہیں خدا تعالیٰ شانہ کے لئے

۴۰  
 ح

جسم صورت ثابت کرتے ہیں کہو کلا اور ہوس تبدلاتی ہیں کتاب اللہ کو تحریف کہتی ہیں انبیاء کی حق میں نام نہ کہتی ہیں ائمہ کو انبیاء سے افضل کہتی ہیں۔ اہل غیر ذلک من الزعمات۔ اب اس سے اندازہ کر لینا چاہی کہ سلب توفیق زیادہ کس سے ہے اور معاند حق کون ہی قولہ شاید یہ سبب ہی کہ حضرت نے قائد توفیق کے ساتھ لفظ کثان کثان جو مستلزم جبر ہی زیادہ کیا ہے۔ اقول اگر یہی فہم شریف کا حال ہی تو سب طرح کلام اللہ کی بہت سے آیتیں موعوم جبر میں جو ہدایت و ضلالت کے بارہ میں وارد ہوئی ہیں وہاں ہی آپ شاید جبری سمجھتی ہوگی۔ خداوند تعالیٰ پر لطف واجب کر کے اس کو اپنی عقول سے مجبور کرنا مستلزم جبر ہی کہ نہیں۔ ان سب کے علاوہ حدیث اہل بیت کو ہی ملاحظہ فرمایا جیسی او میں صریح ہی کہتا تھا لہٰذا شیعیان آپ کے بمقتضای طین حوالہ ہو گا اور شیعات شیعیان پاک کی مخالفت کے سڑالی جانگی یہ اسر جبر اور خلاف لطف معروم ہے۔ اچھا یہ بھی سمجھی ہم ایک روایت مجالس المؤمنین سے پیشکش کرتے ہیں جس کو قاضی نور اللہ صاحب شوسری نے امام جعفر رضی اللہ عنہ سے امام غزالی کی بیان میں نقل کیا ہے اس کو ملاحظہ فرمائیں اور فرمایا میں کہ مستلزم جبر یا نہیں الفاظ روایت یہ ہیں العلم النافع لیسر کس ولا جد بل ہو نور یقذفہ اللہ فی قلوب اولیاءہ اذا اراد بہم خیراً۔ پھر اگر اس میں کمی تاویل کے اس کو جبری خارج کرین تو بندہ کی طرف سے یہی قبول کرین قال الفاضل المحمید بقولہ۔ لیکن جناب سائل نے اپنی اسلاف سے بڑھ کر قدم رکھا ہے اور اپنی سابقین سے سبقت کا قصد کیا ہے اقول۔ تعجب ہے کہ شروع کلام میں یہ درافضی ایسی الفاظ اور انکی جواب ترکی بہ ترکی لکھتی کہ تم تہذیب کے خلاف سمجھتی ہیں اور بخیر کون ہے جواب نہیں دی یقول العبد الفقیر الی مولاہ۔ تعجب ہے کہ آپ کو یہ الفاظ اتنے بُری لگی اور آپ انکو سقدر رکودہ اور مستفید خلاف تہذیب سمجھا اور انکی لکھنی کو دراز نفسی سے تعبیر فرمایا۔ باوجودیکہ آپ کی سعی و کوشش اپنی مذہب کے اذاعہ و ترویج میں اپنے بہت



پہرہا میں ہمہ اگر ان کلمات کو آپ اسوجہی کہ خاص میری قلم سے نکلی ہیں کہ وہ ادو خلاف  
 تہذیب خیال فرماتے ہیں تو لہجہ میں معافی مانگتا ہوں اور ممنون ہوں کہ اسکی جواب  
 میں آپ نے سکوت فرمایا کیونکہ اس فن میں مجہوسی آپ کے ساتھ برابر ہی ہوسکیگی قال  
**افاضل الحبيب**۔ قولہ۔ وہ یہی کہ اپنی سلسلہ شریعت کی تحریر فرما کر انکی  
 نسبت دعویٰ فرمایا ہی کہ یہ شریعت دلائل عقلیہ و نقلیہ سے ثابت ہیں اسکی بعد لکھا ہی کہ جو  
 صاحب جواب تحریر فرما دیں انکو چاہی کہ اگر ہماری شریعت کو رد فرما دیں تو محض لاسلم  
 کہہ کر مثال دین بلکہ بدلائل عقلیہ و نقلیہ رد فرما دیں۔ اقول۔ اسلاف سے بڑھ کر قدم  
 رکھنی اور سابقین سے سبقت کا قصد کرتی کہ جو یہ سبب تحریر فرمایا ہی سمجھتے ہیں  
 نہیں آتا کیا حضرت مجیب ان شریعت کو میری ہی ایجاد سمجھتے ہیں اگر انکا یہ خیال  
 ہی ہے تو وہ تحفہ کی باب ہفتم کو ملاحظہ فرما دیں کہ صاحب تحفہ تحریر فرماتے ہیں کہ یہ شریعت  
 امامیہ نے اسلیٹی امامت میں لگائی ہیں کہ خلافت خلفائے کرام کو عین دعویٰ میں  
 برہم کریں۔ کل عمال شیعہ کثر بہم اللہ فی البریۃ یہی شریعت لکھتی آتے ہیں۔  
 یا اسلیح کہ مینی انکو بدلائل عقلیہ و نقلیہ لکھا ہی۔ یہ ہی حجت امامت میں  
 شرح مفصل موجود ہے۔ یا یہ کہ دلائل نہیں ہو اب تحریر یہ ہی کہ اپنی دعویٰ  
 کہ گویا دست اسکی دلائل نہ لکھیں بدلائل لکھتے ہیں۔ چنانچہ حضرت مجیب نے  
 ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تمام امت سے افضلیت کے دعویٰ میں تحریر فرمایا  
 کہ کتاب اللہ فضائل صحابہ سے پر ہی اور اقوال ائمہ شیعہ انکی مدائح میں وارد ہیں حالانکہ  
 ایک آیت قرآنی اور ایک قول عترت ہی نقل نہیں فرمایا میں حیران ہوں کہ حضرت مجیب نے  
 جو سبب میری سبقت وغیرہ لکھا ہی میری سمجھ میں نہیں آتا۔ **ایقول العبد**  
**الفقیہ الی مولانا** میں آپکی ادعائی انصاف اور جہارت فن مناظرہ پر کہ تہذیب  
 سن نہیں سے اسی میں منہمک رہی نہایت متاسف ہوں کہ حضرم کا کلام بحسب مع

محمداً نہیں سمجھتی یا یہ کہ سمجھتی ہیں لیکن صرف بوجہ ايراد اعتراض کلام کی ادس  
مختل سے انما من نہرانی میں جس پر وارد قائم ہی۔ پس اگر اس کا نام انصاف اور مناظرہ  
دانی ہی تو دیکھیں نا انصافی کیسی کچھ ہوگی۔ میں پوچھتا ہوں کہ اسلاف سے بڑھ کر قدم  
رکھنی اور باتیں سے سبقت کا قصد کر لئے کے جو جناب نے کلام میں سے جن اجمال  
پیدا فرمائی ہیں کیا بخراون اجمال نہ گانہ کے اور کوئی احتمال ادس کلام میں پیدا نہیں  
ہو سکتا۔ کیا کوئی دلیل حصر عقلے یا استقرائی جناب نے ادس پر قائم فرمائی ہے ظاہر  
تو یہ کہ محض بانی دعویٰ ہے۔ نئے بحقیقت دیکھیں تو یہ تینوں احتمال غلط ہیں اور مدار  
تقدم سبقت اس پر ہی کہ جناب نے اول تحریر فرمایا کہ یہ مدعا بال عقلیہ و لقلیہ  
ثابت ہے اور بعد اس کے لکھا کہ جو صاحب جواب تحریر فرمادین تو محض لاشعہ کہہ کر  
نہال دیں۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہی کہ بعم جناب یہ شرط اس درجہ ثابت  
متحقق نہیں کہ ان پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا اور ضم کو بخراون لاشعہ کے اور کچھ نہیں  
آتا گویا اہلسنت آتھماک بجواب شرط لاشعہ کرتے چلے آئی ہیں حالانکہ اس قدر وسیع  
مسئلہ میں کہ جس میں مجال کلام کو ہیست و معیت اور گنجائش ہی بلکہ اگر انصاف دیکھیں تو علماء  
شیعہ اس مسئلہ میں محض محتملات بعد از لفظ اور دوازہ عقل سے ہیست ہدلال کرتے ہیں  
اور بخیر دعویٰ کفر و ارتداد کبار صحابہ و جہادین و انصار و ازواج مطہرات رسول کریم و گارہا  
المنین کے اور کوئی مساع نہیں پاتے۔ تو ایسی مسئلہ کی نسبت اتنا بڑا کہہ کر کیا بہت  
بڑی تقدم و غم ہیقت کو مقتضی ہے۔ جو ہیست سے اکابر شیعہ سی صادر نہیں ہوا۔  
پس حضرت مجیب کا یہ فرمانا کہ میں حیران ہوں کہ حضرت مجیب نے جو سبب میری سبقت وغیرہ  
کا لکھا ہی میری سمجھ میں نہیں آتا اب نہ قابل افہوس ہے اور یہ جو ارشاد ہے کہ وہ  
تحریر یہ ہی کہ اپنے دعویٰ کو گوہر دست او کی دلائل نہ لکھیں۔ لیکن دلائل مدلل لکھتی  
ہیں الخ۔ یہ اور ہی طرفہ تماشا ہی کیون حضرت یہ کہاں کا داب تحریر ہے کہ خاتم

دعویٰ پیش کریں اور اسکی دلائل ذکر نہ فرمائیں کوئی شخص مناظرہ میں بمقابلہ جہم دعویٰ  
 ذکر کر کے دلائل کو برات عاشقان برشاخ آہو نہیں بنا سکتا۔ حالانکہ وہ یہ بھی جانتا ہو کہ جہم  
 اس دعویٰ کو تسلیم نہیں کرتا۔ کیونکہ جو جناب کے نزدیک بھی مسلم ہے کہ دعویٰ ابلا دینا مسوع  
 ہی تو معلوم نہیں کہ یہ داب تحریر کس قاعدہ پر مبنی ہے رہا یہ جو بطور تشبیہ بیان فرماتے ہیں  
 چنانچہ حضرت مجیب نے خلفا ثلاثہ کی فضیلت کو دعویٰ میں "الح - اور بندہ کو بھی اپنی خطا  
 میں شریک کرتے ہیں یہ اوس سے بھی زیادہ عجیب و غریب ہے بلکہ حضرت کے مناظرہ  
 دانی کی ہدایت قوی دلیل ہے اس سے اہل فہم صاف سمجھ سکتی ہیں کہ آپ کو دعویٰ اور حاکی  
 دعویٰ میں امتیاز و تفرق نہیں ہے۔ اگرچہ میں کیا بلکہ ہر ایک شخص اہلسنت میں سحر فضیلت  
 خلفا و رضی اللہ عنہم کا معتقد اور مدعی ہے لیکن اس عبارت میں جسکو جناب نے نقل فرمایا ہے  
 میری طرف دعویٰ کو نسبت کرنا سراسر غلط ہے کیونکہ سیاق کلام بصرحت دال ہے کہ یہ عبارت حکما  
 دعویٰ ہی بلکہ معتقد اہلسنت کو مبنی ہے نہ یہ کہ شکم کے مدعی ہوئے کو مثبت ہے پس حاکی دعویٰ کو  
 مدعی کہنا آپ ہی جیسی مناظرہ دان کا کام ہے تو اسلمی بندہ کو عدم سوق دلائل منفرہ نہیں  
 حضرت نے ہی اگرچہ ابتداء میں اختلاف نقل کیا ہے جس سے شاید آپ کو بھی یہ شبہ پیدا ہو  
 کہ ہم ہی مدعی نہیں اور حاکی دعویٰ ہیں اور بندہ نے جو آپ کو مدعی قرار دیا ہے اوسکو غلط اور  
 خلاف مناظرہ سمجھیں لیکن اس قدر اور بھی خیال فرمائیں کہ اپنے آخر تحریر میں یہ فقرہ  
 تحریر فرمایا ہے (جو صاحب جواب تحریر فرما دیں وہ ہماری شرائط کو بدلائل رد فرمائیں) لہذا  
 جس سے صاف ثابت ہے کہ انکی عرض محض نقل و حکایت نہ سب نہ تھی بلکہ آپ کو دعویٰ عقو  
 ہتا ایسی آپ کو مدعی قرار دیا گیا جسکو جناب نے بلا رد انکار تسلیم کر لیا۔ پس اگر آپ تاہل نیک  
 تو سمجھ جائیگی کہ میں اس خطا میں آپکا شریک نہیں ہو سکتا۔ قول اللہ عنہما یہ شرائط ایسی  
 متحقق و ثابت ہیں کہ حضرت مجیب نے باوجود سخت انکار زبانی کے دو شرطین تو تسلیم فرمائیں  
 انضیلت خلفا ثلاثہ کا تحریر قرار ہی ادرض کی بابت تحریر فرماتے ہیں کہ (یہ دعویٰ



کہ اہل سنت اس باب میں نفس کے قائل نہیں علی الاطلاق صحیح نہیں) اس سے بڑھ کر ہمارے  
 کی تہ لے لیں اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔ اقول۔ کہان میں اہل علم و فہم و انصاف جو ہمارے  
 فاضل محبت کے انصاف و مناظرہ دانے کو ملاحظہ فرما دیں اور حضرت کی شرائط مثلاً کا ایسا کمال  
 ثبوت جس سے زیادہ کوئی ثبوت نہیں ہو سکتا بنظر قائل و کہیں اور اس لے ثبوت کی کیفیت  
 سنیں۔ اگر حضرات کی پاس اس سے بڑھ کر شرائط مثلاً کے اثبات کے ایسی اور کوئی جہت نہیں  
 تو اس سے یقین کر لینا چاہیے کہ حضرات کی پاس شرائط مثلاً کا کچھ ثبوت نہیں ہے جناب  
 میر صاحب میں نے اگر خلفا مثلاً رضی اللہ عنہم کی تفصیلات کا تصریحاً اعتراف کیا تو  
 اس سے بموجب کس قاعدہ مناظرہ کی خلافت کی لیے ہستراتھ تفصیلات لازم آیا  
 اور اگر سنی یہ لکھا کہ یہ دعویٰ کہ اہل سنت اس بات میں نص کے قائل نہیں علی الاطلاق صحیح  
 نہیں تو یہ کیونکر مستلزم ہستراتھ رضی کو ہوا خدا کے لیے ذرا تو سوچی اور کچھ تو انصاف فرمائی  
 کیا وجود شئی اور ہستراتھ شئی متحد میں حاشا کہ باہم اتحاد ہو کیونکہ یہی ہے کہ ہستراتھ شئی  
 جو بعض اعتبارات سے موقوف علیہ ہوتا ہے نفس وجود شئی سے ایک وصف زائد ہی اور نہ  
 متفرع ہی جیسا کہ اور اوصاف ہی متفرع علی الوجود ہیں اور وجود خواہ عین ذات قرار دیا جاوے  
 یا زائد علی الذات سمجھا جاوے ہر طرح منافی ہستراتھ ہی ایسی کہ اتحاد ذات مع الوصف  
 محال ہے اور اتحاد و وصفین متغایرین ہی ممتنع۔ یا یہ کہ وجود شئی مستلزم ہستراتھ کو  
 اور یہ ہی بدائمہ غلط ہے کیونکہ ملائکہ لازم باہمی منتفی ہی در نہ لازم آوی کہ تمام  
 صفات موجودہ فی فرد واحد کا ہستراتھ مسلم ہو حالانکہ یہ صراحتہً باطل ہے ایسی کہ  
 مستلزم بطلان تعددائمہ بلکہ انبیاء کو ہی ولوفی اوقات مختلفہ کیونکہ ظاہری کہ تمام صفات  
 موجودہ فی شخص قطار یقیناً دوسری شخص میں نہیں موجود ہونگی در نہ لازم آوی کہ تمام  
 متحد میں ہو جائیں۔ پس جبکہ اتحاد اور ہستراتھ دو نوا باطل ہو گئی تو ہستراتھ کہان  
 پس آپ دیدہ بصیرت و انصاف کہو لکھ ملاحظہ فرمائیں اور قائل کریں کہ یہ جو تحریر فرما

اعتراف اہل سنت کی کسو بصیرت و انصاف ہستراتھ کی

کہ اس سے بڑھ کر ہماری شرائط کے مدلل ہونے کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے اس سے صاف ثابت  
 ہوتا ہے کہ آپ کو اعتراضات ہی کہ آپ کی پاپس شرائط مثلاً ثبوت کی لمبی کوئی دلیل نہیں ہے پس  
 جبکہ آپ کو شرائط کے مدلل ہونے کا اعتراض ہے۔ تو ہمواد کی تردید کی کیا ضرورت ہے۔ اور کیا  
 ان کی تردید میں دلائل کا مطالبہ سہجہ۔ **قال الفاضل مجیب** قولہ پیشتر علماء  
 شیعہ کا یہ دیر رہا ہے کہ ہمیشہ اعتراض کیا کیئی۔ اقول۔ تین چار سطر پہلے حضرت  
 تحریر فرما چکے ہیں کہ اس مسئلہ۔ اور اس کی تعلقات میں طرفین سے دو قریب سیاح ہو چکی ہیں  
 اگر عاقلانہ ہمیشہ اعتراض کیا کیو تو یہ دفاتر کس نے سیاح کیے۔ کیا محض اہل سنت ہی دفاتر  
 سیاح کیا کیئی۔ اگر یہی تو یہ طرفین کی قید زائد محض ہے اور یہ بھی جہت میں نہیں آتا کہ ناقص کیا ایک  
 فریق کچھ لکھ دس کا مخالف فریق خود بخود دفاتر سیاح کیا کریں یہی کلام میں بہت ناقص ہے جب اصل بحث  
 شروع ہوئی تو ذکر کیا ہوگا **يقول العبد الفقير الى مولاه** آجکے ہماری حضرت میر صاحب نے ہماری کلام  
 میں وقوع تناقض کا دعویٰ فرمایا۔ اہل دانش و انصاف اس کے ملاحظہ کر ہی تکلیف فرمائیں اور ہماری  
 حضرت انجیب کو ان کے اعتراض کے دلدین اور واہ واہ آفرین احسن کا شور عرش برین تاک  
 پونچھائیں۔ میر صاحب میں تو آپ کی مناظرہ دانی کا قائل ہو گیا جو حضرت فرمائیں وہ بجا اور درست  
 جناب میر صاحب کو عبارت فہمی کا نہایت ہی ملکہ ہے۔ بندہ کی عبارت یہی ہے۔ "پیشتر علماء  
 شیعہ کا یہ دیر رہا ہے کہ ہمیشہ اعتراض کیا کیو اور جب کبھی خدا نخواستہ جواب دے ہی  
 موقع آپر اٹھ کر شر کر رہے لگے اور ایسی تقریریں فرمائے لگی جو مضحکہ اطفال ہوں۔ اس اردو  
 عبارت میں ہماری فاضل مجیب نے غالباً لفظ اعتراض کو جو ہم نے باب افعال سے لکھا تھا  
 اعتراض باب افعال سے سمجھا اور وقوع تناقض کے ہماری کلام میں مدعی ہوئی۔ یعنی مانا کہ ہماری تحریر  
 میں یہ نقطہ تار افعال کے مسہورہ گئی ہوئی۔ لیکن سیاق عبارت کیا چلا کر نہیں  
 کہہ رہا ہے کہ آجکے اعتراض کے کچھ معنی نہیں ہے۔ اور یہاں لفظ اعتراض ہی مناسب  
 کیونکہ دو امر متقابل ذکر کیے گئے ہیں اول اعتراض دوسرا موقع جواب

دہی تھا یہی کہ اعتراض دجواب باہم متقابل ہیں اور لفظ موقع جواب خود مقتضی سبقت  
 اعتراض کو ہی تو اس سے صاف سمجھ میں آسکتا ہے کہ پہلی جوبکہ گیتا تھا وہ لفظ اعتراض باب  
 افتعال سے تہا نہ اعتراض باب افتعال سے تعجب ہو کہ آدمی بے سوچے سمجھے اتنا بڑا اثر  
 کر دے اور سیاق و سباق عبارت میں تامل نہ فرما دے جیسا کہ عبارت سمجھنے  
 میں یہ حال ہے تو اور عبارات کیا خاک سمجھ سکتی ہیں۔ یہ اس فہم پر فرتا  
 ہیں کہ کہنی مذہب حقیقت میں حق یقین کا مرتبہ حاصل کر لیا ہے۔ مگر شاید آپ یہ  
 عند فرامین کہ میں ایک ایک جملہ لیکر تردید کرتا ہوں جب مضمون جملہ سابقہ کا نام کر  
 حافظہ سے نکل گیا اور وقت دوسری جملہ کی ذبت آئی۔ لیکن جبکہ ابھی سے نقیض  
 و تحقیق حق اور منافضہ والے کا یہ حال ہے تو حجب اصل  
 بحث شروع ہوگی تو اس وقت دیکھیں کیا ہوگا۔ قول - تعجب ہے  
 کہ اعتراض کی نسبت ہماری طرف کیجھا تے ہے۔ حالانکہ  
 معاملہ بالکل اس باب میں سکوت اہل سنت کا مذہب ہے ہمارا۔ اقول۔ یہ دعویٰ ہے  
 میں ہرگز آپ کی عسما کی طرف اعتراض سکوت کی نسبت نہیں کی۔ آپ مذہب کی عبارت  
 نظر تامل ہو کر ملاحظہ فرمائیں گستاخی حافت میں اویختہ رہیں آپ کی عسما کی نسبت یہ  
 عرض کیا ہے کہ حضرات موقع جواب دہی میں تقریرات لغو اور لا طائل فرماتے ہیں جبکہ  
 منافضانیت و ابطال حق ہے یا قلت ہستعداد اور قصور بلکہ اور اسکو اعتراض کے ساتھ  
 تعبیر فرمایا صحیح نہیں ہے۔ کما ان اعتراض کہاں تقریرات سقیمہ۔ ان آچے اعتراض اور  
 سکوت کو اہل سنت کی طرف نسبت کیا ہے صحیح ہے بیشک علماء اہل سنت اعتراض سکوت  
 ایسی مواقع میں بسیار فرماتے ہیں جبکہ دیکھ لیتی ہیں کہ حضم و رجبت تمام ہو گئی اور حق  
 منکشف ہو گیا اور حضم حق سے دست بردار ہو کر برسر جدال و مناظرہ آگیا یا یہ کہ  
 کاغذ میں عنوان مباحثہ سے معلوم کر لیا کہ حضم حق صحیح ہے اور قابل خطاب ہی نہیں

تو ایسی مواقع میں علماء اہل سنت بمقتضائے آیت جوابش کہ جو ابش مذہبی اور کجکم  
 واذا سمعوا للغو اعرضوا عنه - اعرض و سکوت فرماتے ہیں اور یہاں اعرض و سکوت  
 مسود و پسندیدہ ہی اور ہر چیز اپنے موقع پر پسندیدہ ہوتی ہے بیت دو چیز  
 تیرہ عقلاست دم فرو بستن + بوقت گفتن و گفتن بوقت خاموشی + اور حاجات  
 کہ سکوت و اعرض علماء شیعہ کی نسبت خیال کرتا ہوں - پہلا شیعہ جنکی صرف  
 زبانی دعویٰ الطاعت ائمہ رضی اللہ عنہم - ائمہ کی کیونکر اطاعت فرماتے اور ائمہ نے  
 جسکو حرام اور موجب لعنت فرمایا ہے اوس سے کیونکر احتراز کرتے - لیکن اس تقریر  
 پایا جاتا ہے کہ مطلقاً آپ کے نزدیک اعرض و سکوت علامت عجز و تسلیم ہی کہ اوس سے  
 تبری و دشمنی فرماتے ہیں تو علاوہ اسکی کہ وجوب سکوت و حرمت کلام و گفتگو  
 آپکی روایات سے واضح ہو چکی ہے حضرات ائمہ رضی اللہ عنہم ہی جنہوں نے بمقابلہ اعداء  
 سکوت فرمایا یا علماء امامیہ میں سے جنہوں نے مخالفین کے جواب نہیں دی ہی خوب  
 قاعدہ سلم جناب سیدنا محمد بن عیسیٰ و تسلیم حضرات پر علاوہ ازین بھیاری ستاخرین متکلمین  
 شیعہ تو کس شمار میں ہیں آپ کی وہ امام المتکلمین جو بزعم آئینی علماء متقدمین کی  
 کلام میں اسقدر بیدھوئے رکھتی تھے جو مائل نہایب پر غالب آئی اور خلق اللہ میں  
 کسیکو تاب و طاقت نہ تھی کہ اوسنی کلام کر سکی اور ادن پر از راہ حجت غالب ہو سکی  
 وہ آپکی فخر الاولین و الاخرین بشہادت امام متصوم کلام میں ایسی عاجز تھی کہ اونکو ایک  
 طفل کتب ساکت و ملزم کر سکتا تھا - پس آپ کا اور آپکو دوسرے مذہبی بھائیوں کا  
 کلام پر فخر کرنا اور اپنی آپکو یہ سمجھنا کہ ہمکو کوئی فرد بشر جواب ہی نہیں دے سکتا  
 سرسرا بھیا اور خرافات اور مذہب امام ہی - لیجیجی روایت سنیں آپکی علامہ باقر  
 مجلسی بدول بخاری میں نقل فرماتے ہیں - قال السيد ابن طاووس في كشف

سید ابن طاووس نے کشف الرجحہ میں عبد اللہ بن سنان سے روایت کی ہے -

عبد اللہ بن سنان سے روایت کی ہے -

عن عبد الله بن سنان قال اردت الدخول على ابي عبد الله فقال لي من  
الطابق استاذن لي على ابي عبد الله فقلت له نعم فدخلت عليه فاعلمته مكانه  
فقال لا تاذن لي على فقلت جعلت فداك انقطاعكم اليكم ولا تله لكم وجدا فيكم  
ولا يقدر احد من خلق الله ان يخصمه فقال لي يخصصه صبي من صبيان الكتاب فقلت  
جعلت فداك هو اجل من ذلك وقد خاصم جميع اهل الاديان فخصصهم فكيف  
غلام من الغلمان وصبي من الصبيان فقال يقول له الصبي اجترأ عن امامك  
ان تخصصه فلا يقدر ان يكذب على فيقول لا فيقول له فانت تخصص الناس من غير  
ان يامر لك امامك فانت عاص له فيخصصه يا ابن سنان لا تاذن له فان الكلام والخطاب  
تفسد الفتنه وتغشى الدين - پس جب آپ کی مومن الخاق کا بشہادت انام یہ حال ہے تو  
دوسروں کو حال کو اسی پر قیاس کر کے اپنی دعویٰ کی تصدیق یا تکذیب بمقتضای اپنی دین  
دیانت والصفات کے فرمالین ہماری عرض کر نیکی کچھ حاجت نہیں رہے قول  
میں اپنا تجربہ عرض کرتا ہوں کہ اس وقت تک دوستم کے اہل سنت سے گفتگو کا اتفاق ہوا ایک  
کر بن سے رابطہ قرار دے شنائی ہے اگر ایسی حضرات سے کہیں گفتگو ہوئی تو سوائی منشی

سے کہ میں نے ابوبکر اللہ کے ہاتھ میں حاضر ہو کر ارادہ کیا - نہیں بلکہ نہ جیسی کہا کہ ابوبکر اللہ میری دہلی ہی اجازت  
(حضور وقت کی) لے لیجو - میں اسے کہا بیت چا - پس جب میں مدت مبارک میں حاضر ہوا تو میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا  
کہ میں نے یہ ارادہ کیا کہ آپ کو مجھ پر کسی کی اجازت سے دعوت عرض کر دے میری بھائی آپ نے ہودہ تو سب چھوڑ کر آپ کا ہونا  
اور اسکا تو لا آپ کی ساتھ ہی اور اسکا ٹرا جگڑا آپ کی خاطر ہی اور نہ گانا میں کر کسی مجال نہیں ہے جو اس سے لڑی فرما  
جی ان ہے اس پر تو ایک مثل کتب ہی غالب مکتب ہی میں عرض کیا میری جان آپ نے ہودہ تو اس سے بڑا کہہ لی ہی کہہ  
اوس نام نہ سب اللہ کی نصیر کیا اور وہ تو ہر راہ پر ایک ٹکا اوس پر نہ کہ غالب مکتب ہی پس یا اگر اس ایک ٹکا پوچھی کیا نام  
بچھوڑا کہ لکھ دیا تو وہ گھر پر چھوڑ دینا نہ مکتب اور اسکا نام ہی کہیں نہ کہہ کر کہہ کر تو ابھی تک حکم نہیں پڑتا ہی  
بالجور اور اس کے ہاتھ میں سنا کہ کوئی نہ کہہ جات کہ کوئی نہ کہہ جی میں نے جگڑا اور میں کو کیا سب کرتے ہیں - ۱۵ -

مذاق کے جواب نہیں دیا اور یہی فرمایا کہ امین دوستی ہی اور دوستی میں مذہبی گفتگو نچا ہی جا  
 یہ گفتگو کی طرح مخل دوستی نہیں ہی اگر انصاف مد نظر ہو۔ اقول نے الواقع علوم کو یہی چاہی ہی  
 کہ جب انکو نہ اپنی مذہبیات پر عبور نہ دوسرے مذہب کے اطلاع نہ مناظرہ جانیں نہ مباحثہ کے  
 ذہنک سے واقف نہ اپنا جواب دیکھیں نہ دوسرے مذہب کی جواب کی صحت و غلطی پر متنبہ ہو سکیں  
 تو وہ کیا مباحثہ کریں گے اور کیا انصاف کر سکیں گے پس ایسی لوگوں کو یہی چاہی کہ مذہبی گفتگو  
 ہی پہنچتی کریں بلکہ انکو قطع تعلق دوستی کرنا چاہی۔ آپ ہی فرماتے ہیں اگر ایسی صورت  
 عوام اہل تشیع کو پیش آوی تو ہم ہمارے شیعہ اسکی نسبت کیا حکم فرمائیں گے۔ ظاہر ہی  
 کہ یا ترک تعلق کا حکم فرمائیں گے یا تنقیہ کا حکم لگائیں گے۔ اور سنی کہ مذہب نے جو کچھ جواب  
 متمیز میں عرض کیا تھا کہ حضرات شیعہ کے عادت ہی کہ ضعیف اہل سنت سے اختلاف  
 کر کے مذہبی جھڑپا کر گیا کرتے ہیں اور میری صاحب اس امر کے بادی نہیں ہیں  
 اس محدود حق کے نقیدین خود حضرت مجیکے اعتراف سے ہو گئی آپ فرماتے ہیں کہ اگر آپ  
 حضرات سے گفتگو ہوئی جن سے رابطہ آشنائی تھا تو انہوں نے ہمیں مذاق کے جواب نہ دیا  
 بلکہ گفتگو کو روکا اور نہ کیا کہ دوستی میں مذہبی گفتگو نچا ہی۔ قی اللہ دوسری دفعہ حضرت  
 جنسی بہ رابطہ نہ تھا اگر انسی کہی اتفاق ہوا تو یہ مطلق سکوت اختیار فرمائی یا بددستی چاہی  
 اقول۔ بیشک سکوت اختیار فرمایا ہوگا میں پیشتر گزارش کر چکا ہوں کہ بعض مواقع میں  
 علماء اہل سنت اعراض اور سکوت اختیار فرماتی ہیں لیکن اسکو علامت عجز اور دلیل  
 تسلیم سمجھنا غلط ہی اور جن حضرات نے بددستی جواب دیا وہ بیاداش آگے دوستی اور تعریضات  
 کی ہوگا۔ قی اللہ میرے ہمدی صاحب مؤلف آیات بیانات کہ جسکی کلام کو ہماری حضرت  
 محیب پڑے فخر بیانات سے اس جواب میں نقل فرماتے ہیں جس نے انہ میں ترازو پر میں  
 تحقیق کداری اور مزید رویارٹی تھا اور یہ رسالہ آیات بیانات میری نظر سے گذرنا تھا  
 انکی خدمت میں ایک نیاز نامہ لکھ کر بعض سائل میں گفتگو چاہی تھی مگر میرے صاحب صوف

مطلق جواب نہ دیا اور اعراض ہی فرمایا۔ اقول میں عرض کر چکا ہوں میری علیحدگی  
 بیشک آپ کو جواب نہ دیا ہو گا۔ لیکن اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کو مخاطب صحیح تصور نہیں کیا  
 اور قابل خطاب نہیں سمجھا۔ نہ یہ کہ عجز کی وجہ سے سکوت اختیار کیا یہ محض جناب کا  
 خیال ہی خیال ہر قیاس سے خود اسی شہر میں مجھ سے تین حضرات تحریری  
 گفتگو کر چکی ہیں اور آخر کو اعراض ہی کرتے بن آئی اقول ایسی ہی حضرات کی  
 بی اعتنائی اور کم التفاتی نے آپ کے عجب کو اس درجہ پہنچا دیا۔ اگر یہ حضرات توجہ فرماتے  
 تو آپ کی ان دعوؤں کی کیونکر یہاں تک نوبت پہنچتی۔ پس آپ کی جواب سے اعراض یا توجہ  
 بوجہ قلت اعتقاد و مسائلات کی ہی یا اس وجہ سے ہی کہ آپ نے حسب عادت مطاعن و تعریضات  
 تحریر فرمائی ہوئی اور ظاہر ہی کہ ادنیٰ جواب میں ایسی ہی کلمات الزام لکھتی تھیں تو عجیب  
 کہ بوجہ استکراہ ایسی کلمات کہ اگرچہ الزام ہی تھی جواب سے اعراض فرمایا ہو گا۔ پس یہ  
 جواب فرماتے ہیں کہ آخر کو اعراض ہی کرتے بن آئی جس سے مفہوم ہوتا ہے کہ بوجہ عجز جواب  
 نہ دی کہ میرے غلطی ہی کیونکہ ظاہر ہی میدان تحریر ایسا وسیع ہے کہ اس میں کوئی شخص غلط نہیں  
 ہو سکتا کہ ضعیف قوی کچھ نہ لکھ سکی اور بندہ تو کسی کی تحریر کی نسبت ایسا خیال نہیں کرتا  
 کہ کوئی مخالف اسکا معارضہ حقاً یا باطلا نہ کر سکی یہ آپ ہی کا عقیدہ ہے کہ علماء شیعہ کی کتاب  
 اس وجہ عجز ہیں کہ انکا معارضہ خارج از امکان ہے حالانکہ شہادت امام معصوم امام کاظمین علیہ السلام  
 حضرت مومن الطاق ایک طفل کتب سے مناظرہ نہیں کر سکتی تھی اور وہ انکو ساکت کر دیتا  
 اور اگر آپس میں طرسمی ہو سکتی کہ میں کہ یہ سکوت عجز کی وجہ سے تھا۔ تو یہ ہی انصاف اور حقیقت  
 کی بہت بڑی دلیل ہے۔ بخلاف حضرات شیعہ کے کہ انکا مایہ افتخار یہ ہے کہ انکی لفظیں کی  
 تحریر کا برائی نام جواب لکھا جاوے حق و ناحق سے کچھ بحث نہیں ہوتی اور یہ بھی خاص  
 اہل سنت کی تحریرات کے ساتھ معاملہ ہے۔ صدقہ تحریریں مضارحہ و سنو و آریون وغیرہ کی  
 شائع ہوتی ہیں خبر ہی نہیں ہوتی۔ اور ظاہر ہی کہ سلسلہ آخر کہیں نہ کہیں منقطع ہو گا

پہرہ خیال کرنا کہ سکوت عجز کی وجہ سے ہی محض ایسا ہے آخر علماء شیعہ نے یہی تو اہل سنت  
کی ہیئت کتابوں کے جواب نہیں لکھے پھر کیا میر صاحب اپنی عسما کا عجز یہی تسلیم فرمائیں گی  
یا این ہمد اگر ہماری فاضل مخاطب کے نزدیک اہل سنت کا سکوت اسی وجہ سے ہی کہ آپ کی  
استدلالات کا جواب نہیں دے سکتے تو واضح رہی کہ اس صورت میں فاضل مخاطب نے  
خود رسول صلعم اور ائمہ رضی اللہ عنہم کی تکذیب کی کیونکہ ائمہ نے جہاں مناظرہ سے اس وجہ سے ممانعت  
فرمائی کہ مخالفین یا انقضائے مدت حجت متیقن کئے جاتے ہیں پس اگر حسب اعتقاد فاضل  
مخاطب مخالفین آپ سے اور آپ کی عسما سے ساکت ہوتی رہے ہیں اور ان کو جواب نہیں  
بن آیا تو معلوم ہو گا کہ ان کو حجت متیقن نہیں ہوئی اور ائمہ رضی اللہ عنہم نے جو کچھ متیقن حجت کی بات  
فرمایا ہے سوا ائمہ دروغ ہے روایت کی الفاظ سنیں آپ کو علماء مجلسی جلد اول بحار میں  
نقل کرتے ہیں۔ عن ابی عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ  
ایاکم وجدال کل مفتون فان کل مفتون یلقن حجۃ لی انقضاء مدۃ فاذا  
انقضت مدۃ تاحرقۃ فتنۃ بالنار۔ انتہی۔ اس کے صاف ثابت ہو گا کہ اعراض سکوت  
عجز کی وجہ سے نہیں ہو سکتا۔ اور اگر یہ بھی تو منہ ہی عرض کر سکتا ہی کہ اس شہر میں نہ  
کی ہی ایک حضرت سید صاحب سے جو اس نواح کے مجتہد سمجھے جاتے ہیں تحریر می  
گفت گو ہوئی۔ اور شیرازی یا چوتھی تحریر میں اوہنوں نے اعراض اور سکوت فرمایا  
تو حسب قاعدہ حضرت مجیب میں کہہ سکتا ہوں کہ آخر کو ان کو اعراض ہی کرتے ہیں کہ  
قولہ اب حضرت مجیب کی نوبت آئی ہے۔ اقول ویکہ یحییٰ۔ بدیت قیس  
وہ د سے کہہ د کہ وہ اس شکل سے بدسترا بازہ کے چل دیں میری باری آئی پال  
الفاضل المحیب۔ اقول۔ اور یہ کہی خدا انخواستہ جواب دہی کا موقع پڑا

شہرہ خیال کرنا کہ سکوت عجز کی وجہ سے ہی محض ایسا ہے

۱۔ ابی عبد اللہ رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا جہاں آپ کی ایک پرکشتہ ہوگی جس کو کیندہ پر ایک مفتون ہوگا  
اپنی مدت نامی تک حجت متیقن کیا جاتا ہے اور جس کی مدت نامہ ہوگا تو ان کو کافراں کو اسکواگ میں جلا دیا گیا۔ ۱۲۔



تو شکر کہ لائی لگے اور ایسی تقریریں فرماتے لگی ہو مضحکہ اطفال ہوں اتوں اسکو جواب میں  
 بجز خاموشی کیا عرض کریں۔ سخت افسوس اور تعجب ہے کہ ابتدا ہی میں یہ تند الفاظ اور  
 سخت کلامی شروع ہوئی ہی خدا خیر کرے دیکھی تھیں کہ کتنا تکذوبت ہو چکی ہے  
 منور دہلی دورست گزرتا حنی صاف۔ اسقدر عرض کی بہ دن رہا نہیں جانا کہ آپ نے  
 محض یہ ہی ایک اصطلاح سنی ہی ایک اور شتر غمزہ ہی تصور ہی اگر آپ جنگ جمل کے  
 واقعات کو نظر غور دنا مل انصاف ملاحظہ فرماویں تو وہاں آپ کو بہت سی شتر غمزے معلوم  
 ہوں۔ **بقول العبد الفقیر الی مولانا سجاد ہامری حضرت میر صاحب**  
**باجوہد الترام تہذیب اختیار سکوت کے جو چوچہ سہوہ شنیعات و تفریحات لطیفہ**  
 کی سپر ایمن ادا کر کے اپنی بزرگوں کے ارجح کو ثواب پہنچایا ہے کہ منی صنف سبب پختی نہیں  
 خواہش نفس متقنی ہے کہ ہم ہی اسکی جواب میں کوئی لکھیں سیفہ عرض کریں۔ لیکن چونکہ ہم الترام کے حکم  
 میں کہ کوئی کلمہ خلاف تہذیب دہستہ نہیں لکھیں گے اسلی اسکی جواب میں سکوت کرتے  
 ہیں۔ **قبولہ مضحکہ اطفال** کہہا ہی واقع میں پروردگار طفل جوان بالغ و نابالغ میں محققین کے  
 نزدیک صرف عقل کا ہی فرق ہی۔ گلستان میں یہ فقرہ کہہا ہی۔ بزرگی بغفلت زیبا  
 ہے جو فرقہ اصول دین عقل سے دست بردار ہو حتی کہ حسن قبح عقلی کا قائل نہ ہو وہ عقلا کی  
 نزدیک مثل اطفال ہے اور ظاہری اگر اگردہ عقل لاکھ با تین نہ سمجھی اور منہسی تو مغذور ہی۔  
 بیست لگویند از سر بار بچہ حرفے چکران پندی غیر صاحب ہوش اسکا دوسرا شعر گلستان میں  
 خود ملاحظہ فرمائیے گا۔ **اقول۔ اس قول میں ہی حضرت مجیب نے** ہر طور تسخیر کیا کہ نہیں فرمایا  
 چنانچہ اہل خرد سمجھتی ہیں مگر ہم حسب الترام خود اداس سے اغماض کرتے ہیں۔ ہاں  
 حسن قبح کی بحث جو حضرت مجیب نے فرمائی اور اسکی نسبت ہم طعن کیا کہ ہم حسن و قبح عقلی  
 قائل نہیں ہیں تو اسکی بنظر اطفال ہوئی۔ اسکی جواب کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور خود  
 کرتے ہیں کہ کونساں تو عقل تریع سے دست بردار ہی۔ لیکن اول ہم اپنی

فاضل محیب ہی سے اذکوا انھی الصفات و مناظرہ دانی کی قسم دیکر پوچھتی ہیں خدا کی لہر  
 ذرا انصاف سے فرمائیں کہ بزم جناب جو فرقہ اصول دین جن عقل سے یہاں تک دست بردار ہو  
 کہ حسن و قبح عقلی کا قائل نہ ہو۔ تو وہ آپ جیسی عقلا کے نزدیک مثل اطفال ہی تو اب  
 فرمائی کہ جو فرقہ اصول دین میں شرع اور شارع سے یہاں تک دست کش ہو کہ حسن و  
 قبح شرعی کا ہی قائل نہ ہو بلکہ خداوند تعالیٰ اور عباد پر اپنی عقل کو حاکم قرار دی تو وہ فرقہ  
 شارع کی نزدیک کس اسم سے موسوم اور کس لقب سے ملقب ہو گا بد اون عصیت و جہت  
 و بلائی اور خویش و بیگانہ جواب عنایت ہو۔ اس سوال میں دو امر ذرا حیرت انگیز معلوم تھے پہلے  
 عقل کا خدا پر حاکم ہونا اور عقل کا عباد پر حاکم ہونا سبب کوئی نادانق اذکوا اس عاجز کا اندازہ تصور  
 کرے اسلمی محیب سلا اذکوا ثبوت ضروری۔ امر اول عقل کا خدا پر حاکم ہونا۔ سوا کا ثبوت یہ ہے  
 کہ ابن کثیر حلی باب حادی عشر میں فرماتے ہیں۔ الخافض فی اللطف اللطیف  
 السادس فی انہ تعالیٰ یحب علیہ فعل عوض الام لام الصادرة عند (الی ان قال)  
 و یحب زیادہ قد علی الام۔ اس سے بصرحت ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ پر حکم عقل لطف اور  
 الام کا عوض واجب ہے اور جب لطف اور عوض حکم عقل اور سپر واجب ہوا تو ترک لطف  
 و عوض حکم عقل اور سپر حرام ہو گا اور ظاہر ہے کہ وجوب و حرمت کا حکم حسن و قبح کا حکم ہی تو اس میں  
 سن ذالک خداوند تعالیٰ حکم وجوب حرمت و حسن و قبح اور اس فرقہ کی عقل کا محکوم ہے  
 جو وجوب لطف و عوض کا خدا تعالیٰ پر قائل ہے۔ بلکہ کفار کی عقل کا بھی حکم ہوا۔  
 سبحانک اللہم ما قدر حق قدرک۔ امر ثانی عقل کا عباد پر حاکم ہونا یہ سبب یہ بھی ہے  
 کیونکہ جب حسن و قبح عقلی ہیں تو حضرات کے نزدیک عقل ہے محض اور قبح ہی اور وہ ہی  
 موجب اور محرم اور مبیح ہوئی نہ ذات پاک خداوند تعالیٰ نے شانہ توجب عقل ہی سبب ہو  
 لے پانچواں اس بیان میں کہ خدا تعالیٰ لطف واجب ہے چنانچہ اس بیان میں کہ جو کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے عباد  
 پہنچیں خدا تعالیٰ پر واجب ہے انکی عوض میں (نیزہ کے ساتھ) کوئے کام کرے۔ ۱۱۔

اور وہی محرم اور سبج ہوئی تو عباد مکلفین پر وہی حاکم ہوئی نہ شارع سبحان اللہ البتہ  
 قربان حسین خدا تعالیٰ سنا کہ ابہر تہہ عقل کا محکم ہو اور عقل کا یہ مرتبہ کہ خدا تعالیٰ  
 تمام عباد مکلفین اور سبج حکم۔ اگرچہ اس موقع پر بہت مضامین باقی ہیں اور بحث کی بڑی  
 گنجائش ہے لیکن خوف تطویل اور عجلت وقت بہ کو حضرت نہیں دیتی عملاً وہ ازین حضرت  
 مجیب کی کلام سے مفہوم ہوتا ہے کہ قائلین حسن و قبح شرعی علی العموم حسن و قبح عقلی سے  
 دست بردار ہیں۔ اور یہ محض غلط اور افترا ہی منشا اسکا ہے کہ نہ اہل سنت کی کتابیں کہیں  
 نہ اپنی ہی کتابوں کو ملاحظہ فرمایا ہے وہی یہاں لے اختراص فرمادیا۔ یا یہ کہ باوجود قوت  
 کی انصاف اور عائشہ نے حضرت نہ دی ہوگی کہ حق لکھتی اور محض نضر بن عسوم دشمن اور  
 بلا لحاظ پس پیش عسوم کے پیرو میں ملحق کو آدا فرمایا۔ ایسی باتوں پر اگرچہ ناواقف نازد  
 افتخار کریں۔ لیکن واقف تو ضرور زیر لب تبسم فرمائیں گی۔ لیجی ہم اسکا غلط ہونا اکی ہی متنبہ کتاب  
 لکھتی ہیں النافع یوم الحشر فی شرح الباب الاحادی عشر میں صفحہ ۲۲ پر لکھا ہے۔  
 اعلم ان الفعل ضروری التصور وهو اما ان یکون له وصف زائد علی حدوثہ  
 اولاً التانی کحرکتہ الساعی والا اول اما ان یعقل العقل من ذلک الزائد او لا والا اول  
 هو القیہ والثانی وهو الذی لا ینفرد العقل منه اما یتساوی فعلہ وترکہ وهو المباح او  
 یتساوی فان لزم ترکہ فهو اما مع المنع من النقیض فهو الحرام والا فهو المکروہ  
 وان ترجح فعلہ فاما مع المنع من ترکہ فهو الواجب او مع جواز ترکہ فهو المندوب۔  
 لے واضح ہوئی فعل ضروری تصدیق پر تو انہیں کہ عقل ایک سیاق میں ہوتا ہے جو ایک حد و پیمانہ ہے۔ نہیں۔ دوسرے صورت کی  
 مثال یہی ہے جسے عقل شخص کی حرکت اور صورت اول میں تو یہ ہوگا کہ عقل اس سے زائد نہ ہوگی نہ فرقت کریں یا کہ اس سے اول قبیح ہی ہے  
 دوم وہ بھی کہ عقل اس سے شرف فرمے۔ سو تو اسکا کرنا اور نہ کرنا سادی ہوگا اور اسکو مباح کہتی ہیں اور یا سادہ  
 ہوگا۔ پس اگر اسکا ترک راجح ہو تو اس کے نقیض منع ہوگی میں و طرہ ہر اور جو نہیں کہہ کرہ ہو اور اگر اسکا فعل راجح ہو پس باق  
 اسکا منع ہوگا پس وہ واجب۔ یا اسکا ترک جائز ہی ہیں وہ مستحب ہو۔ ۱۲۔

اذا تقرهذه فاعلم ان الحسن والقبح يقالان على ثلثه معانٍ الاول كون الشئ صفة  
 كمال لقولنا العلم حسن او صفة نقص كقولنا الجمل قبيح۔ الثاني كون الشئ ملماً  
 للطبع كالمستلذات او منافياً له كالا لام۔ الثالث كون الحسن يستحق على فعله المدح  
 عاجلاً والثواب اجلاً والقبيح ما يستحق على فعله الذم عاجلاً والعقاب اجلاً وكذا خلافت  
 في كونها عقليين بالا اعتبار الاولين واما بالا اعتبار الثالث فاختلاف المتكلمون  
 فيه فقالت الاشاعرة ليس في العقل ما يبدل على الحسن والقبح بهذا المعنى بل الشرع  
 فما حسن فهو الحسن وما قبح فهو القبيح وقالت المعتزلة والامامية في العقل ما يبدل  
 على ذلك فالحسن حسن في نفسه والقبيح قبيح في نفسه سواء حكم الشارع بذلك او لا  
 انتهى بقدر الحاجة۔ اس کلام سے جیسا یہ ثابت ہوتا ہے کہ جو فرقہ حسن و قبح شرعی کا قائل ہے  
 اس کی طرف یہ نسبت کرنے کہ وہ علی العموم حسن و قبح عقلی کا قائل نہیں غلط اور تقریباً  
 سیطرح اس کلام سے یہی ثابت ہوا کہ جو فرقہ حسن و قبح کے عقلی ہونے کا قائل ہے  
 وہ علی العموم باعتبار تینوں معانی کے حسن و قبح کی عقلی ہونے کا متفقہ ہے گو شرع  
 سے ایسی دست برداری ہے کسی اعتبار سے حسن و قبح میں شرعیت کے حکم کو دخل  
 نہیں ہے تو اس سے واضح طور پر ثابت ہوا کہ قائلین حسن و قبح شرعی بعض اعتبارات  
 معانے کو روسی حسن و قبح عقلی ہونے کے یہی قائل ہیں اور جامع بین العقل والشرع ہیں

۱۔ پس جب یہ قرار پایا تو جاننا چاہی کہ حسن اور قبح کا اصل تین سخن پر ہوتا ہے اول ہونا ایک شئ کا صفت  
 کمال جیسا کہ علم حسن یا صفت نقص جیسا کہ جمل قبیح ہے دوم ہونا کسی شئ کا موافق طبیعت کے جیسا کہ مستلذات یا مناف  
 طبیعت کے جیسا کہ ا ل ا م س م حسن وہ ہے جس کو کرنے پر مدح عاجل ہو اور ثواب اجل۔ اور قبیح وہ جس کو کرنے پر مذمت  
 اور عذاب نزدیک ہو ان پہلی دونوں صورتوں عقلی ہونی میں خدشہ نہیں ہے۔ اور دوم کی نسبت متکلمین اختلاف ہے چنانچہ اشاعری کہیں کہ  
 عقل کے نزدیک ایسی کوئی چیز نہیں ہے جو اس طرح حسن و قبح پر دلالت کرے بلکہ شرع جو چیز کو حکم ہے وہ حسن ہے اور جو قبیح کہہ دے وہ قبیح ہے  
 اور معتزلہ و امامیہ کہتے ہیں کہ عقل میں ایسی چیز ہے جو ہرگز نہ ناکافی ہے جس میں حسن و قبح نفسی ہے اور جو قبیح ہے وہ قبیح نفسی ہے خواہ اس پر شرع حکم یا نہ ہو

اور قائلین بئین حج عقل کے اعتبار سے حق ہے شرعی کے قائل نہیں ہیں اور حجت بقعدہ  
مسئلہ خود شرع کر گیا بالکل دست بردار ہیں بلکہ شرع سے دست برداری کو اپنا فایہ خف ازناں سمجھتی ہیں  
پھر وہاں ہمہ طرفہ تماشائیہ ہی کہ باوجود اس شرع سے دست برداری کی مجرب بود ہو کر عقل سے  
بیزار اور دست بردار ہوتے ہیں اور شرع کی طرف رجوع کرتے ہیں اور نہ ادھر کے ہوتے ہیں  
نہ ادھر کے ہوتے ہیں۔ شیخ عالم الہدی المامیہ نے جو مسئلہ تفضیل انبیاء علیہ السلام کے لکھا ہے  
اس کی عبارت ملاحظہ فرمائیں۔ مسئلہ۔ فی تفضیل الانبیاء علیہ السلام

علیہم السلام من املاء علم الہدی۔ اعلم انہ لا طریق من جهة  
العلم والعقل علی القطع بقضل مکلف علی اخر لان الفضل المرامی فی  
هذا الباب هو زیادة استحقاق الثواب ولا سبیل الی معرفة مقادیر الثواب  
من ظواهر فعل الطاعات وان الطاعتین قد تساویان فی ظاہر الاحرامان  
زاد ثواب واحد علی الاخر زیادة عظیمہ واذا لم یکن للعقل فی ذلك مجال  
فالمرجع فیہ الی السمع فان دل سمع مقطوع بہ من ذلک علی شئ عول علیہ  
والا لکان الواجب التوقف والنشک۔ اس میں علم الہدی نے صاف طور پر فرمایا  
کہ عقلاً ظاہرات کے طور پر سے فضیلت کسی مکلف کے دوسری مکلف پر دریافت نہیں کی جاسکتی  
تو لامحالہ سوائے حکم شرع اور حکم دریافت کی کوئی سبیل نہیں جانا کہ یہ حکم آپ کے عقل کے خلاف  
اس مسئلہ فضیلت انبیاء کی لگاؤ پر حسب تحریر علم الہدی کے۔ جانتا چاہی کہ علم عقل کے دوسری مکلف کی  
فضیلت دوسری مکلف پر قطعی طور پر دریافت کرنے کا کوئی طریق نہیں ہے کیونکہ جو فضیلت اس موقع پر وارد ہے  
استحقاق ثواب کا زیادہ ہوتا ہے اور ظاہرات ظاہری پر قیاس کی کتاب کی مقدار شناخت کر نیکی کو کسی سبیل نہیں ہے۔ ان میں  
اوقات اور عین متبادر ہر کے سادی ہوتی ہیں اگرچہ ایک کا ثواب دوسرے کا ثواب سے کہیں بڑھ کر ہو  
اور جب اس مسئلہ میں عقل کو دخل نہیں تو ہر سماع (شرع) کی لڑت جمع کرنا پڑتا ہے جس اگر سماع سے یہ مسئلہ قطعی ہے  
اس طرح علوم پر چکا تو ہر مسئلہ کی جائیداد۔ روزہ توقف اور شک واجب ہو گا ۱۲۔

لیجی شرع ہر دان دست برداری تہی عقل سے بیان ہیرازی ہے تو ایسی نہ تہ کو  
 جو عقل شرع دونوں دست بردار ہو آپ ہی فرمائیں کہ کیا فرمائیں گے ہم تو کچھ عرض نہیں کر سکتے  
 اور اسی کچھ انحصار نہیں اس قسم کے ہیئت سے افادات ہیں قال الفاضل الحبيب  
 قولہ۔ مناظرہ ولیقین کے کتابیں موجود ہیں جکا دل چاہی دیدہ بصیرت کہو لکن نظر  
 انصاف دیکھ لیوی۔ اقول۔ واقع میں آپنی دیدہ بصیرت کہو لکن نظر انصاف دیکھنا  
 تو درکنار بغیر سرسری ہی ملاحظہ نہیں فرمایا ورنہ ہرگز ایسا نہ فرماتا۔ اقول العبد الفقیر  
 الی مولانا شہید مفتی اگر نظر سرسری کی طرف راجع ہے تو مسلم لیکن آپکو مفید نہیں  
 کیونکہ باادقات آدمی نظر سرسری میں حق کو باطل اور باطل کو حق سمجھ لیتا ہے اور اگر  
 نظر باطل اور نظر سرسری دونوں کی طرف راجع ہے تو غلط ہی اور کذب۔ کاش جیسی دم  
 دیت خیالی کے نفسی کو علت فرماتے کی شراردی ہے۔ اگر دیکھتا کو علت گذارش تصور فرماتے  
 تو کفہ ہر دونوں اور قرین انصاف تھا۔ بندہ نے علاوہ اور کتابوں کے تشبیہ المطالعین کو بطور  
 عاریت چند روزہ دستیاب ہوئی تھی ملاحظہ فرمائیے اور نیز ایک جلد عبقیات میں سے مطالعہ  
 کیا میں اسکی کیفیت کیا عرض کروں اگر کچھ کہوں تو ڈرتا ہوں کہ مبادا آپ اپنی مصنفین و  
 کی اہانت و تحقیر متبایا فرمائیں اور بندہ کو بد تہذیبی کے ساتھ مطعون کریں بہتر یہ ہے کہ  
 دیکھ رہوں اور آپ میری اس سکوت سے یہ سمجھ کر دل خوش کر لیجیگا کہ ہماری کتابیں  
 شکست میں۔ لیکن ان بقول شخصی بیلی راجحہ مجنون باید دید۔ ادناؤا کی انکہوں سے  
 نہیں دیکھا ورنہ جب ملے مگر ہرگز ضرور صادق آتا۔ ~~فقط~~ وعین الرضا  
 من کل عیب کلیلہ ولکن عین السخط تمدی المساویا۔ حق لا تعجب کہ  
 کہ ہوں سرخف کی جواب چیکر شائع ہو گئے۔ منتهی الکلام کا جواب اسکی مصنف  
 کی ہی زمانہ حیات میں شائع ہوا کسی المہنت کے عالم بلکہ خود صاحب کلام کی سیرت  
 لہ اور ضامنہ کی انکہ عریب (دجینی ہی) ضعیف ہے۔ لیکن عبادت کی انکہ برائیاں ہی کر کرتی ہے۔

دہشت نہ ہونی کہ جواب لکھتا تھا کہ اجوبہ اور مقتضایہ الامام کا جواب تو ایک طرف ہرگز  
 آیات بنیات کا جواب شائع ہو چکا ہے اور اس کا مولف زندہ و سالم ہے اذکی یا انکی  
 کسی ہم مذہب کی مخالفت نہیں کہ جواب کی جرات کرے یا نہ یہ پہا لکھنا حضرت  
 مجیب کا ہی کام ہے اقول یہ محض حضرت کی وہی لہن ترانیاں میں جنگی نسبت  
 پیشتر گذارش کر چکا ہوں درجہ حضرت کی سہلافت کو تو کبھی یہ جرات دہشت نہ ہونی کہ بمقابلہ  
 اہل سنت کے اتنا بڑا کلمہ اپنی منہ سونکالین اذکا تو یہ حال تھا کہ ذرا ذرا ہی حدیث کے  
 جواب میں اذکر دل درجہ کراہت تھی مستلای حیرت و تشویش ہوتے تھے کف  
 افسوس ملتے تھے پھر ہنسی اپنا سر ہوڑنے کو تیار ہوتے تھے غشی سبحان علی رضا جب  
 خط بنام مولوی نور الدین صاحب جو رسالہ الکاتب میں درج ہے اور اس کا خلاصہ  
 راجع ابیات بنیات میں ہی نقل کیا ہے اس کی عبارت بالمشافہ عرض کرتا ہوں خلاصہ فرمایا  
 اور سوچی کہ ایسی اکابر شکمیں شیعہ کی دلی حالت بمقابلہ اہل سنت جو باہم مخفی طور پر  
 ظاہر کجاتے تھے ایسی تھے اور بندہ خیال کرتا ہے کہ آپ بمقابلہ ان حضرات کو اپنی پاکر  
 کچھ ہی نہ سمجھتی ہو مگر نواس پر ثنائیں کر لینا چاہی کہ آگے دلی حالت بروی عقل انصاف  
 اہل سنت کے مقابلہ میں کسی کچھ ہوگی غشی سبحان علی خان اپنی اوس خط میں جو بنام مولوی  
 نور الدین صاحب کے لکھا ہے لکھتی ہیں چنانچہ الی بے پایان از بودن سند حدیث اصحی  
 کا مجموعہ در طرق مشیوہ از تحریر خدام دریافتہ برداشتہ ام برائی خدا زود وقتی گرد کہ چاؤ  
 و جان سند پیدا کردہ و سرگاہ سند چنین احادیث اور طرق شیعہ یافتہ باز سر  
 بکہ ام سنگ توان زد۔ بجواب اسکی جو کچھ مولوی نور الدین صاحب نے تحریر فرمایا قابل  
 ملاحظہ ہو وہ تحریر فرماتے ہیں۔ حیرانی و تشویش سامی از بہر سیدن سند حدیث  
 بخوہم کہ ناصب را اتفاق افتادہ بجای خود است۔ پھر اسکی کچھ لکھتے ہیں فرماتے ہیں  
 دہندہ را حیرانی کہ در خصوص این امر است نہ از آن جهت کہ امر یافتہ اولادان و فلان از زمی

بلکہ حیرت ازان است کہ بعد از احالہ است بدو چیز عظیم القدر یعنی قرآن و حضرت ارشاد  
 ای عیسیٰ کہ اصحاب من مثل ابوذر و سلمان و خذیفہ و مقداد و ابن مسعود بخود مدایت اندہ کہ  
 افتد کنید راہ دین و نجات خواہید یافت و مہندی خواہید شد و چہ محمل آشتہ باشد و مزید  
 حیرت آنکہ بعضی از علمائے محمی گویند کہ مراد اہل بیت اند و دین یعنی بہ بعضی از اخبار و آثار  
 کہ خلاف انرا شیخ ابن بابویہ غالباً در ہایہ نقل کردہ تثبیت دارند و دین صورت قطع نظر ازین  
 تخالف مذکور حدیث اول ہم معارض میشود الا باید کہ بزرگان قائل شوند یا نیکہ معاذ اللہ حال  
 اہلبیت ہم مانند اصحاب بود کہ جمعی براہ اہداث ورودت فرستند و بعضی بر حال خویش  
 راسخ ماندند و لم نقل بہ اہد۔ الے قولہ۔ لہذا ہجرت بندہ درین باب نسبت ہجرت جناب  
 مضاعت خواہد بود سخت حیرت ہادارم کہ کفہای دست را با ہم می سایم ارتقا و قلب جگر خدام چہ  
 خودست بمقتضای بشریت نمیتوان گفت بلکہ عین درد دینی ست۔ انہی۔ پس اس سے  
 آپکی فہم از صفات کا حال بخوبی و نسخ ہی از نیز جب آپ محض فارسی خوان ہن تو انکو  
 علمی ابحاث علما سے کیا تعلق اور آپکا قول اسباب میں برومی اعتراف سامی عند  
 کیا وقت کہہ سکتا ہی غایتہ مافی الباب جو کچھ اس باب میں آپ فرماتے ہیں محض  
 سنی سنائی باتیں جو بگوئے تو وہ بمقابلہ معانیہ کے کیونکہ قابل قبول ہو سکتی ہیں۔ پس اصل  
 یہ ہی کہ وہ جواب ہی اس لائق نہیں کہ علمائے اولی جواب کی طرف التفات فرمائیں  
 فق لہ اگر حضرت اہل سنت ان کتابوں کا ملاحظہ فرماتے تو یہ کب ممکن تھا کہ وہی باتیں  
 جو تحفہ میں مذکور ہیں اور انکی جواب نہایت متانت سے مسکت خضم تحریر ہو چکے ہیں  
 بدون انکی رد کی جوتے چھوٹے دودویاتین تین جزو یکام ویش کر سکا تحفہ میں سے خطہ  
 کر کے شایع کرتے جیسا کہ بدیہ شیعہ و بدیہ شیعہ دے وغیرہ حضرات نے کیا ہی اقول  
 یہ تو پہلے گذارش ہو چکا کہ جوابات تحفہ کا متانت سے مسکت خضم ہونا محض خیال سامی  
 واقع میں نہ اول میں متانت ہی نہ اولی اسکا تحفہ حاصل ہے بلکہ نے نفس الامر



متعسف ببحث ہی نہیں۔ اب اسکو آپ ملاحظہ فرمایا بھیج کر بندہ نے یہی توجہ جواب سوال  
 انکی گمان کو موافق تحفہ سے ہی حاصل کر کے کچھ لکھا تھا پہر اسکی تردید میں جانب دہی  
 نقل کیا ہوگا جو تحفہ کے جوابات میں ادن مضامین کے جواب میں درج ہے پس خود  
 لکھ دیا تو عقل و انصاف سے ویکھئی کیا اسکا نام تنانت اور اسکا ت حضم ہی۔ مثلاً  
 الزام تحریف کے جواب میں آپ ہی تحفہ کے جوابوں کی نقل کرتے ہیں کہ اہل سنت کی  
 روایات کسی ہی تحریف و آن ثابت ہی اور روایات اس قسم کی لکھتی ہیں کہ ان کا  
 ہر قیہ العرب بہ تنہا علی ذل القیاس تمام مضامین کا یہ ہی حال ہے جناب اسکا نام جواب  
 متین مسکت حضم نہیں بلکہ اسکو موت کی پنجہ سے جان چوڑانا کہتی ہیں۔ باقی اگر  
 یہ جواب فرماتے ہیں کہ چوڑے چوڑے رسالی لکھتی ہیں۔ اور جوابات تحفہ کی تردید میں  
 لکھتی۔ پس اسکا جواب پہلے معروض ہو چکا ہی کہ علماء اہل سنت امر مرفوع عنہ کی طرف  
 بلا ضرورت داعیہ متوجہ نہیں ہوتے اور بوقت ضرورت بقدر ضرورت اسکی طرف توجہ  
 فرماتے ہیں۔ جب کبھی علماء سنیہ وہی اپنے پڑائی اعتراضات جو تدبیراً انکی ہمت  
 نقل کرتے چلا آتے ہیں علماء اہل سنت کی پاس بھیجتی ہیں یا صفحہ اہل سنت کی سنی  
 فخر یا اغوا پیش کرتے ہیں اور وہ ادن اعتراضات کے جواب کے لئے اپنی علماء کی طرف  
 رجوع کرتے ہیں تو اسوقت علماء اہل سنت بقدر تردید و ابطال اعتراضات الزام و تحقیقاً  
 تحریر فرماتے ہیں جو کھل البصر انصاف پسند ان روزگار ہوتا ہی۔ ان اگر جوابات تحفہ کا  
 مسکت حضم ہونا اس اعتبار سے آپ فرمائیں کہ وہ جوابات خود آپ ہی اپنی جواب میں  
 کہ انہیں مضامین انصاف آمیز حق سے جاری اور انصاف سے خالی اور تقریرات باطلہ و عیبات  
 لا طالعہ نہ کور میں اور اس وجہ سے مخالفین کو مسکت میں اور ضرورت جواب نہیں تو مسلم لیکن  
 آپ کو کچھ مفید نہیں اور اگر اس سے ہمارے مسکت حضم میں کہ انہیں ایسی مضامین عالیہ حق  
 صحیحہ مذہب میں کہ انہیں نہ جائز انگشت نہاد ان باتے رہی ہے اور گفت و شنید

اور تحفہ کو کسی استاد لال کو ہر ایک مجیباً سالم باقی نہیں چھوڑا تو غلط ہی کیونکہ اہل جواب تحفہ کا  
جو بنام نذر لکھا گیا ہے جب ہی انہاں میں اور مسکت حضرت اور غایت درجہ شداد و شاد و جہنوا  
دستیفا کو تشتمل ہے چنانچہ ہماری حضرت مجیب ہی فخر اوسمین سے نقل کرتے ہیں  
جبکہ کیفیت اپنی موقع پر منسج کیا گیا ہے ہر اس کو بعد اس تفوییل کی کیا حاجت ہے جو  
مشاخرین شیخہ نے بعض بعض ابواب کے برعم خود جواب تحریر فرما کر شائع فرمائی اس سے  
معلوم ہوتا ہے کہ تفسیر اپنی مطلب میں کافی نہیں تھا ہر صاحب عقبات نے تو اور ہی رہی ہے  
اجوبہ سابقہ کی وقت کہودی اور واضح کر دیا کہ تحفہ کے مصائب ہر شیعیان پاک کو قیامت  
تک ہی ستکاری ممکن نہیں ہر ایک لاحق اپنے سابق کی کوتاہی و عجز واضح کرتا ہے  
پس لکھا اوں جوابوں پر ناز فرمانا کہ خلاف انصاف ہے اور اس سے بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے  
کہ تحفہ کس تہ کی کتاب ہے اور اس کی مضامین کس قدر ستین اور مسکت خضم میں۔ قول اگر  
حضرت مجیب کو دعویٰ اور حوصلہ ہے تو بسم اللہ کسی جواب کا جواب تحریر فرما دیں آیات نبی  
کی جواب کا ہے جواب لکھیں تحفہ الاشعر یہ جواب بدیشیہ چمک شائع ہوا ہے اوس کی جواب  
جواب کی طرف متوجہ ہوں اور نہیں تو ایک چوٹا سا رسالہ برق لامع منظوم ہے اور اس کا ہے جواب  
لکھیں مگر جب مناظرہ کی کتاب میں ہی نہ دیکھیں تو اور کیا کریں۔ اقول جناب میر صاحب تاحی  
معاف چونکہ اب اس نمبر سے کتب مناظرہ ہی اپنے دیکھی ہیں ایسی تحفیات کا طبع ملاز  
استیلا ہے اس کا علاج کتب مذہبی دیکھ کر معجون انصاف و جوارش تحقیق حق سے فرمائی  
مبنی اس تحلیل کا محض کہو و اعجاب نفس ہے مستحیل الجواب تو ایک ایسی اسلاف شل شیخ مفید شیخ  
صدق وغیرہ کے رسائل و کتب ہی نہیں ہیں بلکہ مستحیل الجواب ہے کیا عسیر الجواب ہے  
انہیں ان بزرگوں کے بعض رسائل و کتب موجود ہیں جنکی بحول اللہ تقالے آستان  
تردید ہو سکتی ہے۔ مگر اصل یہ ہے کہ ہمارا اہل سنت نے حضرات کو اور حضرات کی  
کتب کو اور حضرات کے مذہب کو اور اس طرح کو کہی کسی ہمارے میں نہیں سمجھا

اور ہمیشہ بحقیقت اور لاشعری محض سمجھتی رہی یہی وجہ ہے کہ کتب مذہب ہوں اور  
 جب خلافیات مسائل ذکر کی جائے ہیں آپ صاحبزادہ کا کوئی نام تک ہی نہیں لیتا  
 الاذرتہ وشدوذا۔ اور آپ کی لکھی ہمارا مقابلا در ہمارا جواب دنیا سرایہ ناز وفتار ہر چنانچہ  
 آپ کی تمام کتب مذہبی انہی دعویٰ کے شاہد ہیں چنانچہ ہماری اقوال کا ذکر آپ کی کتابت  
 وندرتہ ترک کر لی ہے اور ہر کسی کو مقتود باجست والا عشا وہی مذہب سمجھا جاتا ہے جو کہ  
 کچھ وقت ہو جب ہم آپ کو اور آپ کی مذہب کو کچھ سمجھتی ہیں ہمیں تو اس کی ابطال میں اس  
 کیون منہک ہو گئی جس سے اس کی طرف عمتنا اور انتہا تمام ثابت ہو ان بوقت ضرورت  
 یا جس موقع میں عوام کی گمراہی کا خوف ہو ان سببہ کچھ لکھ دینگے ہمارا مذہب جس قدر  
 اصول و فروعاً اعتباراً نقص عیب سر پاک و صفات ہر اور مخالفین کے ہر ایک کے توقع منقطع ہے  
 اس فعل عبت کی طرف کیون متوجہ ہوں علامہ ازین آج کل مندوستان میں بہت مذہب  
 اسلام کے مخالف مثل نصاریٰ و ہنود و آریہ و برہمن وغیرہ رائج ہیں اور روزانہ ان کی تحریروں  
 چھپی اور شائع ہوتی ہیں جو اصول اسلام کے مخالف اور سہرہ آلود ہوتی ہیں اور اسلام  
 میں ہی کوئے ان کی جواب کی طرف تسلیم ہی نہیں اڑھاتا تو کیا کسی عاقل کے نزدیک  
 یہ دلیل عجیب و بیچارگی ہو سکتی ہے حضرت ہی سے پوچھنا ہوں کہ جعفر بن محمد بن ہنود  
 کی مثلاً مخالف اسلام شائع ہو چکی ہیں کیا علماء شیعوں نے ان سب کا جواب لکھا ہے  
 تو کیا اس کو دلیل عجیب و بیچارگی تصور فرمائیں گے حاشا دکلا پس عدم تحریر جواب کو  
 دلیل عجیب و بیچارگی سمجھنا خطا ہے۔ قطع نظر اس سے جن رسائل کے جواب کی نسبت دعوت  
 فرمائے ہیں اور جن کو اعجاز کے مرتبہ میں سخیل احباب تصور فرماتے ہیں اگر اس اعجاز کی  
 یہ وجہ ہے کہ ہم سے ان کی فحش اور بیکارہ اور گالیوں کا انتہا نہیں ممکن ہے تو مسلم عین ہمارا  
 بیشک شکست خضم میں اور اگر باعتبار علمی مضامین کے اور دلائل مثبتہ اصولیہ  
 کی بحث کے اعتبار سے فرماتے ہیں تو آپ ان دلائل کا انتخاب فرما کر یہی دعویٰ کر

کہ تحصیل الحجاب اور سکت خضم میں یا نہیں۔ رہا جندہ کی نسبت کتب مناظرہ کی تاؤ نفیست  
 کا الزام کیفہ صحیح ہے کہ مجھ کو تو ابتداء میں رشید سہ اسکا شوق نہیں ہوا اور نہ کہی میں انہماک  
 رہا البتہ آپ صاحبوں کی چوہر چھاڑ کے بدولت نے اس مسئلہ اسٹرنٹ توجہ ہوئی حضرات  
 کی اصول و سبکے دقتیت حاصل کی۔ اور کتب مناظرہ کیفہ روکھیں۔ چنانچہ اسکی کیفیت  
 مطاوی ابحاث میں منکشف ہو جائیگی۔ لیکن میں حیران ہوں کہ ہماری حضرت محمدیہ  
 کتب مناظرہ سے کیا فائدہ حاصل ہوا باعتبار نفع دین کے تو سابقاً معلوم ہو ہی چکا  
 جو ائمہ کرام رضی اللہ عنہم نے متکلمین شیعہ کے مناقب بیان فرمائی اور انکو  
 بشارتیں دین سودینی فائدہ تو یوں برباد ہوا البتہ اگر کچھ دنیاوی نفع ہو تو مضائقہ  
 نہیں لیکن وہ اہل دینت کی نزدیک بوض نفع دینی قابل اعتبار نہیں مہر علوم  
 نہیں سپرانا زو افتخار کیوں ہے۔ **قال لفاضل المحیط** قولہ۔ تو جناب سائل کے  
 اہل سنتہ رجحان اختیار کرنے سے دو احتمال ہوتے ہیں ایک تو یہ کہ واقعی تحقیق حق  
 مد نظر ہے اگر یہی ہے تو چشم مارو شن دل شاد و دوسری یہ کہ عوام اہل سنت کے لیے محض تزدید  
 و تشویل ہے بہر کیف جو کچھ ہی وہ اپنی کہلا جاتا ہے میرات بوقت صبح شود و بچو  
 روز معلومت کہ باکہ باختم عشق در شب دیجورہ اقول۔ حضرت یہ طرز جدید نہیں  
 وہی تدیم طرز ہے کہ جسکا جواب آپ علمائے برعم خود دیتے آئے اور ہرگز عہدہ براہین  
 ہو سکی۔ چنانچہ انشاء اللہ اگر آپ اس میدان میں ثابت قدم رہیں گی تو آپ پر پہنچی جلی  
 روشن ہو جائیگا۔ **يقول العبد الفقير الى مولاه** اہل سنت کا عہدہ  
 نہونا تحریرات نشی سبحان علیخان صاحب و مولوی نور الدین صاحب سی بخوبی واضح  
 ہی اور نیز پیچیدہ تحریر ہی گو ما خلاصہ مضامین سلف کا ہے اسکی جواب سی ہی انشاء اللہ تالی  
 بخوبی واضح ہو جائیگا کہ فریقین میں کونسا فریق دوسری کے جواب سی فی نفس الامر  
 عہدہ براہین ہو سکتا اور کیفہ قدر اس تحریر کے ابحاث سابقہ سی واضح ہو ہی چکا ہے

پہر دم نہیں کہ اسی فضل و کمال کے پیروی پر یہ دہکبان ہیں کہ اگر آپ سیدنا  
 شافعیہ میں ثابت تہم رہی تو آپ پر ہی بخوبی روشن ہو جائیگا یا کوئی دم دہکبان  
 کسی خاص وقت کے لیے محفوظ رکھ چوڑا ہے۔ اہل الشاف ذرا غور فرمائیں یہ تو  
 ظاہر ہی کہ سکہ امامت مع انبی شرائط و توابع دلائل و احق کے شیعہ کے نزدیک اصل  
 اصول دین مثل توحید و نبوت کے واجب الایمان ہیں اور اہل سنت اس کو اصلی عقائد  
 نہیں کہتی علیٰ القیاس اس کی شرائط وغیرہ میں گفت گوئی کہ شیعہ ان کو واجب الایمان  
 اعتقاد کرتے ہیں اور اہل سنت کے نزدیک ان کا کچھ ثبوت نہیں۔ توحید اور نبوت  
 باہم متفق علیہ معاد اخروی جس کو قیامت کبریٰ سے تعبیر کرتے ہیں وہ بھی متفق علیہ  
 ائمہ اور ان کی اہل حقیقی از عوامی شیعہ کا دار دنیا میں ہر رجوع فرمانا جس کو رجعت اور قیامت  
 صغریٰ کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے مختلف فیہ ہی کہ شیعہ کے نزدیک واجب الاعتقاد ہیں اور  
 اہل سنت کو نزدیک نہیں۔ پس اس صورت میں اہل سنت کا جو اعتراض ہے وہ بول  
 مذہب تنبیع پر ہے اور اس کا بیخ کن ہے کیونکہ اہل سنت اور اصول میں کسی جگہ صرف  
 شیعہ دعویٰ ہیں جس پر اعتراض کریں گے وہ اعتراض اصول مذہب تنبیع کو صدمہ رسان ہوگا  
 اور اہل شیعہ اہل سنت کے کسی اصل مذہب پر اعتراض نہیں کر سکتی کیونکہ توحید و نبوت  
 و معاد متفق علیہ اور امامت خود فردوع میں معدود ہے تو علماء شیعہ اہل سنت  
 اصول مذہب سے کسی اصل کو اپنی اعتراض سے صدمہ نہیں پہنچا سکتی۔ ان غایت  
 سے غایت باعتبار اصول مذہب یہ اعتراض کر سکتی ہیں کہ اہل سنت بعض اصول  
 اعتقادات کو منکر ہیں خیریدار ایمان ہے اور ظاہر ہی کہ اس صورت میں اس امر کے  
 اثبات کا عہدہ بھی حضرات شیعہ ہی پر ہوگا کہ ان امور کا اصلی اعتقاد ہی ہونا  
 ایسی دلائل قطعیہ سے ثابت کریں جو اثبات مسائل صلیہ اعتقاد یہ کے لیے کافی  
 ہوں اور حقیقت رد شولہی مدعی اور مثبت کو ہوتی ہے نافی کو نہیں ہوتے

پہر اسکی ہمارے ضد میں اہلسنت کہتی ہیں کہ آپ نے ادن امور کو جبکہ دلائل قطعیہ سے  
 اصلی عقائدی ہونا پایہ ثبوت کو نہیں پونچتا اصلی و عقائدی اعتقاد کر رکھا ہی اور  
 اعتقاد ہی کا انکار مذموم ہی غیر اعتقاد ہی کو واجب الاعتقاد اعتقاد کرنا ہی مذموم ہوگا  
 تو اس تمام گزارش سے جو اجمالاً عرض کے ہے اہل فہم و انصاف سمجھ سکتی ہیں کہ ہم میں  
 کوئی تفریق عہدہ پر نہیں ہو سکتا اور کس قدر حق کو دوسرے کو مقابلہ میں دشواری  
 پیش آرہی ہے قویہ یہ مرد و احتمال بجائی خود نہیں خدا بخو استہ مجھ کو اپنی عقیدہ  
 میں کس طرح کا شک و ریب نہیں میں نے اپنے علم و عقل کے موافق اپنی مذہب کے  
 حقیقت میں حق الیقین کا مرتبہ حاصل کر لیا ہے اور یہ محض دعویٰ لسانی ہی نہیں  
 بلکہ بفضلہ تعالیٰ ثابت ہی کر سکتا ہوں باہمہ بفرض محال مثل شریک باری اگر کسی جملہ  
 حق ثابت ہو تو اسکی تسلیم کرنے میں کچھ عذر نہیں۔ اقول سبحان شہیدان تو  
 ہماری حضرت مجیب مجتہد کیا بلکہ امام بن بیٹی یا یہ شور اشوری یا وہ بے نمکی یا تو  
 یہ ارشاد تھا کہ میں محض فارسی خوان ہوں اور لفظ مولوی کی اطلاق کو بھی سخریہ دستہ  
 سمجھتا ہوں۔ یا یہ کہ اپنی مذہب کی حقیقت میں حق الیقین کا مرتبہ ہیانتک حاصل  
 کر لیا ہے کہ اسکا حق الیقین ہونا اپنی خصم پر ہی محقق و ثابت کر سکتی ہیں۔ پہر اس  
 و کمال پر اگر عوام و خواص شیعہ اپنی تہم لیں اور آپ پر فدا ہوں تو انکا فخر ہے۔ اور  
 اہل تشیعین اور فخر الاولین و الآخرین کے لقب سے لقب کرین تو اذکو زیبا ہی۔ اب اس سے  
 حنبال فرمایا لیجی کہ مذہب نے جو سابقاً عرض کیا تھا کہ سابقین سے سبقت کا قصد کیا  
 جس پر آپ جیلا اوٹھی وہ کچھ بجائے تھا مگر میں حیران ہوں کہ حصول مرتبہ حق الیقین کے ساتھ  
 جیتے اپنے قید لگا ئی ہو (اپنی علم و عقل کے موافق) اس قید کے کیا معنی ہیں کیا  
 مرتبہ حق الیقین میں پابخت بار علم اور عقل اشخاص کے ٹکڑے ہوتے ہے اس سے  
 اہل خرد بخوبی سمجھ سکتی ہیں کہ آپ محض تخیلات و وہیات کو مرتبہ حق الیقین میں

سمجھتی ہیں اور جانتی ہیں کہ حق یقین کو کہتی ہیں اور ظاہری کہ حصول مرتبہ حق یقین بطریق کشف  
 یا الہام یا متحد یا اتحاد حق جویت کو تو ہونگا۔ کیونکہ یہ طریق یقین میں اور نہ اپنی خصم پر دعا کا  
 اثبات ممکن اور نہ انکادان کی کسی خبر صادق نے خبر دی نہ آپ پر وحی نازل ہوئی اور علاوہ انکی اور  
 کوئی طریق علم یقین کا ایسا حال نہیں ہوا جو مشرقین کو موجب تسلیم کی کہ یہ مرتبہ حق یقین کا جو پنی  
 اصول اور دعائے حاصل کا یہی ہوتا ہے اول تفصیل کے اور نہیں نظر درستہ لال سے اور بعد جہود اور موقوف علیہ  
 الاولہ اور اونس کی کما حقہ ماہر ہو کر حاصل کیا ہوگا کیونکہ تقلید اس مرتبہ کا حصول ممکن ہے  
 اور یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ علوم الہیہ کے جانشینی پر موقوف ہے اور نیز اس پر موقوف ہے  
 کہ کتاب اللہ کو بلا واسطہ متواترہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اخذ کیا ہو  
 اور نیز احادیث کو باسانیہ صحیحہ یاد کیا ہو حالات رجال سے آگاہی ہو اور مطالب اصولیہ کتاب  
 سنت کی اور امر و نہواہی عام و خاص و مؤل و مشترک و حقیقت مجاز و مانع و منسوخ و غیر  
 کا واقف ہو واصل صحیحہ جامدہ اسکی پاس موجود ہوں اور اون کے ہر ایک موقع کا واقف ہو اور مولد  
 اسماعیلی محفوظ ہوں جب یہ امور حاصل ہونگی تو بطریق نظر درستہ لال یقین یقین  
 سائل کا حاصل ہوگا۔ لیکن آپ فرماتے ہیں کہ محض فارسی خوان ہوں نہ کتاب اللہ  
 کی سمجھ ہی سمجھ پر درود را حصول عقائد کا یہی بلکہ کتاب اللہ منقول متواترہ تحریف سے  
 محفوظ شیعہ کے پاس موجود ہی نہیں ہے اور جو موجود ہی وہ نہ متواترہ سیدیان ہے  
 ہر اور نہ حسب اعتقاد محمد ثنیں و مفسرین شیعہ تحریف سے خالی بلکہ متواترہ تحریف ہونا اسکا واثق  
 سے محقق ہے اور اگر تسلیم کیا جاوے کہ کتاب اللہ موجود متواترہ غیر تحریف ہے تو اون  
 اکابر بزرگان دین کی نسبت کیا فتویٰ دین گئے جنہوں نے بڑی شد و مد سے اسکو  
 محرف ثابت کیا ہے چنانچہ بحث تحریف میں مفصل اسکا ذکر آئیگا اور یہ آپ جانتی ہیں  
 کہ تلمذ یہ کتاب اللہ اور انکار متواترہ کیا ہے۔ اور نہ حدیث سے آشنائی ہی اور ان کے  
 سمجھنے میں دوسروں کی محتاج ہیں کہ وہ ترجمہ عبارت کریں اور آپ سمجھیں خواہ غلط

ترجمہ کریں یا صحیح علماء ازین علوم الہی کی بھی تقریباً ایسی ہی حالت ہوگی صرف و نحو  
 بخیر ہی معانے و بیان وغیرہ سے ناواقفیت تو اس صورت میں تو آپ کو صحت مذہب  
 میں مرتبہ علم یقین کا بھی حاصل نہیں ہو سکتا ہی چہ جائیکہ مرتبہ حق یقین کا جو  
 بالاترین مراتب یقین ہی حاصل ہو۔ بہر کیف اگر دعویٰ محض فارسی خوانی کہ نبی دروغ  
 اور یہ سب بہادری مذکورہ آپ کو مستحضر ہوں تو غایتی سی غایت آپ کو صحت مسائل میں علم الیقین کا  
 مرتبہ حاصل ہوگا جو مرتبہ مجتہد ہی لیکن آپ دعویٰ حصول مرتبہ حق یقین میں جو اعلیٰ ترین  
 مراتب سے ہی اور محسوسات و بدہیات اولیہ سے ہی زیادہ اطمینان بخش ہے اور  
 انبیاء و صدیقین کے مراتب سے ہے تو اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ شاید دعویٰ  
 نبوت یا امامت مکتون خاطر ہوگا مگر جیسا اجتماع محض فارسی خوانی کا اور اس مرتبہ کی  
 حصول کا محال تھا اس سے زیادہ اجتماع کذب حصول مرتبہ حق یقین ممکن ہے  
 پس میں متحیر ہوں حضرت یازمین پرہی یا آسمان پر چاہی بھی شاید فارسی خوانی  
 اس غرض سے ظاہر کی ہوگی کہ اگر مناظرہ میں الزام کہا جائے تو کچھ بہت ندامت و دبا  
 نہو۔ زیادہ سے زیادہ یہی شہور ہو کہ ایک فارسی خوان تھا کیا ہوا جو الزام کہا گیا  
 عرض اگر اس تحریر کو محاط کیا جاتا ہے تو محض فارسی خوانی کی ہی تصدیق ہوتی ہے  
 بلکہ اس تحریر کی انکی طرف منسوب ہونی میں ہی شک ہوتا ہی اور یہی کچھ نہیں تو  
 دوسرے کی ادا ضرور ہوگی اور اگر ادعا کسی حق یقین کو دیکھ اجاوی تو قطع نظر اس سے  
 کہ اس دعویٰ کو یہ آپ کی تحریر زبان حال سے مذبہ محض فارسی خوانی  
 غلط ہوئے جاتی ہے۔ ہم جہاں تک اس تحریر میں بغور و تامل نظر کرتے ہیں کہ میں اس  
 غلطی قدر دعویٰ کا ثبوت نہیں دیکھتی بلکہ محبت سے اسکی نقیض کا ثبوت پیدا ہوتا ہے چنانچہ  
 بعض مضامین سے جو اباحت سابقہ کی ضمن میں مذکور ہوئی ثابت ہوتا ہے اور اباحت آئندہ سے  
 بخوبی ثابت ہوگا۔ ہر دو احتمالات کی تردید و تغلیط سے یہ ثابت ہوا کہ آپ کو تحقیق حق ہرگز



مذہب نہیں ہے کیونکہ احتمال اول تحقیق حق ہے و نہیں سلاوہ ازین آخری فقرہ متعین  
 بالمال نہ عوم باہین ہمہ من محال سے آخر تک اس میں عا کو آشکارا طور پر ثابت کر دیا ہے یہ معلوم  
 نہیں کہ انصاف و تحقیق حق کا حکم بمصدق قولہ تعالیٰ 'انا مردانہ بالبر و سیر کی ہی لیتی ہے  
 با این ہمہ عبارت آئندہ میں احتمال کلمے کو تسلیم کر لیا اور فرمایا بلکہ اصلی غرض فرقہ اہل سنت  
 کی ہدایت سمونا اور اپنی شفیق کی خصوصاً الخ اور بندہ کے غرض تزدیر و تسویل سے  
 یہ ہی ہے پس انکار جہالین اس مناظرہ دانے پر تعجب انگیزی قبول اور تزدیر و تسویل سے  
 مجب کو کیا حاصل۔ یولوی میں نہیں مسجد کا واعظ میں نہیں مذہبی خدمت سے معاش میں  
 حاصل نہیں کرتا مرجع خلافت میں نہیں کو خواہ مخواہ دوکان جمانی کے لیے اسی باتیں  
 کر دین پر لوگوں کو فریب میں پہنسانے مسجد کو کیا ظاہری فائدہ ہوگا اقول معلوم  
 نہیں حضرت نے ان اشارات و کنایات کا مورد اپنی ذہن عالی میں کسکو قرار دیا ہے اور  
 یہ توضیحات کس کی طرف راجع ہیں۔ اگرچہ بادی النظر میں معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نے  
 اپنی علماء و اکابر و مقتدایان مذہب مجتہدین میں کسی کو نہ لکھا ہوگا سببہ عاجزی یا  
 اس کی دوسری ہم مذہب مراد ہوگی لیکن لغز میں تسلیم اگر ان توضیحات کا اطلاق ہمہ میں وہی  
 ہو سیکے تو حضرات مجتہدین شیعہ جن میں یہ سبب اوصاف مع شئی زائد پائی جاتی ہیں  
 ان توضیحات کے ساتھ ادا لے واجب ہوگی بہت شادم کہ از رقیبان و ہم کسان گشتی  
 گوشت خاک باسم بر باد رفتہ باشد \* قطع نظر اس سے ہماری حضرت مجیب ہی تو بر نعم خود  
 درجہ اجتہاد حاصل کر چکے ہیں تو اور مرجع خلافت بنی۔ اور دوکان جمانی کے لیے کیا سر  
 سینگ نکلتی ہیں مذہبی خدمات سے معاش یوں ہی پیدا کجستے ہی۔ قبلہ و کعبہ بنی  
 کی دیر ہی کسب کچھ موجود۔ مخالفین سے مناظرہ کر کے شہرت پیدا کی سوافین  
 فتویٰ دہی کنایہ ادعائی اجتہاد فرمایا پر مجتہدین بیٹی پر کیا ہوتا چراغ روشن  
 مراد حاصل۔ اسی حضرت آج ہی کیا ہوتا اس کتبت کا بمرہ آئندہ و کھینکا۔ خدا خواہ



قال لا تخافوا الناس فان الناس لو استطاعوا ان يحبوا لا يحبوننا ان الله خذ  
 ميثاق شيعتنا يوم اخذ ميثاق النبيين فلا يزيد فيهم احدا ابدا ولا ينقص منهم  
 احدا ابدا اب- اى عن صفوان وفضالة عن داود بن فرق قال كان ابى يقول  
 ما لكم ولد حاد الناس الله لا يدخل في هذا الامر الا من كتب الله له ان يدخل  
 صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس غرض سے جبراً کہ لوگ اپنی مذہب سے پیر کر شیعہ بن جائیں گے  
 اور ناجائز ہی پس اس سے آپ خیال فرمایا یعنی کہ اپنے جوانی غرض اس مباحثہ سے بڑھ کر  
 وہ کثرت پر ہی اور چونکہ علت ہی عموم کو مقتضی ہے اور نیز با ثبات روایات معتبرہ ثابت  
 ہو چکا ہے کہ نور امام آخر الزمان تک زمانہ نقیہ مستمری تو یہ نہی ائمہ گذشتہ کو  
 امامت پر ہی منحصر نہیں ہو سکتی۔ علاوہ ازین اگر مباحثہ و گفتگو سے آپکی غرض  
 اصلی یہی تھی تو اول غلطی یہ کہائی کہ اپنے اپنی آپ کو محض فارسی خوان خدا  
 کیونکہ ہر شخص سمجھتا ہے کہ جسکو علوم کتاب و سنت کی خبر نہیں محض فارسی خوان  
 وہ کیونکہ مطالب عالیہ کتاب و سنت کی طرف دوسرے کو ہدایت کر سکتا ہے بلکہ وہ  
 اس معرکہ کا ہی سرعہ او خویش گمست کر رہی کند۔ معہذا اگر لفظ ہدایت سے ہدایت  
 مراد ہی تو حسب قول ع برعکس نہ نام رنگی کا فوراً نتیجہ آئے کہ صندہ اور اگر ہدایت  
 واقعی اور نفس الامری مراد ہی تو یہ حضرت کا کام نہیں۔ حق تعالیٰ نے شا  
 اپنی فضل و کرم سے اہل سنت کو متمسک بالثقلین اور متبع صحابہ کرام بخیر  
 ہدایت فرما کر حقیقی و نفس الامری ہدایت پر ایسا مضبوط و مستحکم فرما رکھا۔  
 ۱۵ امام ابو عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا اگر کوئی محبت و مباحثہ نہ کرے کیونکہ اگر ہر کوئی لوگ دوسرے  
 تو بیک دوست کہتی اللہ تعالیٰ نہ جہنم انبیا سے عہد لیا تھا ہمارے شیونسی ہی عہد لیا تھا اب انہیں نہ کوئی  
 ہو سکتا ہے نہ کوئی کہہ سکتا ہے ۱۶ میرا پ کہا تھا تمہیں لوگوں کو اپنی دین بہرے بتائی کیا لکن کہ  
 اس دین میں کوئی شخص ہر آدمی کی جگہ نہ لے سکتا ہے بلکہ ہر آدمی کی جگہ نہیں ہو سکتا۔ ۱۷-

کہ تشکیک مشک سے تذبذب محال ہے۔ محمد بن عبد اللہ اللہی ہذا لہذا دامنا لہندی  
 لولان ہذا اللہ ولہ الحمد فی الاولے والاخرہ قولہ شعر جو حضرت نے کہا ہے مخی  
 طبع پر دال ہے اسکا جواب کیا کہ میں مگر بات یہ ہے کہ ہماری عجیب عالم و فاضلین  
 اور اہل علم کی نظر آن پہنوتی ہے دور اندیشی فرما کر اپنے نفس نفیس سے ہی مخاطب ہیں  
 اقول سبحان اللہ ابھی تو میں آپ کی نزدیک گناہ تھا ابھی عالم و فاضل ہو گیا۔ خیر بہرہ  
 اگر نظر انصاف واقعی سے اس تحریر کو ملاحظہ فرمایا تو واضح ہو جائیگا کہ اس شعر میں  
 آپ کا مخاطب آپ سے مخاطب ہی یا اپنے نفس سے ورنہ انصاف پسندان روزگار کو  
 دریافت فرمایا لیگا۔ اس سے زیادہ اور کیا عرض کریں قولہ چشم مارو شن دل ماشاد  
 تحریر فرمانا درست معلوم نہیں ہوتا کیونکہ اگر اس مباحثہ سے آپ کا دل شاد و چشم روشن  
 ہوتی تو شروع ہی میں یہ سخت کلامی نفر ماتے بلکہ نہایت نرمی و ملائمت و اخلاق  
 پیش آتے اقول کہ یہ قدر سخت کلامی اگر کی گئی ہے تو صرف حضرت کی تعریضات  
 مقابلہ میں کی گئی ہر دس۔ اگر آپ اسکی بنیاد نہ باندھتی تو بندہ سے یہی کوئی  
 کلمہ ثقیل نہ سنتی۔ معہذا احتیال فیین کے مقابلہ میں ہر جگہ نرمی و ملائمت و اخلاق اپنی  
 چشم روشن و دل شاد ہونے کو مستلزم نہیں ہے بلکہ بعض مواقع میں غلط و شدت  
 محسوس ہوتی ہے تو یہ تفریع غلط ہی۔ جن اگر بجای اسکی یہ فرماتے کہ ہم کو تحقیق حق  
 نظر نہیں ہے (چنانچہ ابھی صاف انکار کر چکے تھے) تو چشم مارو شن دل ماشاد فرمانا درست  
 معلوم نہیں ہوتا تو بجا تھا کیونکہ چشم کارو شن اور دل کاشاد ہونا تو تحقیق حق پر مترتب تھا  
 اور جب وہی جاننا تو یہ بھی درست ہوا۔ لیکن شکل یہ ہے کہ اگر تحقیق حق سے انکار  
 کریں تو کیونکر کریں کہ صریح خلاف انصاف ہے۔ اور اگر اقرار کریں تو کس طرح کریں کہ مستلزم  
 تشکیک ہے لہذا یہ سب کو ہی۔ خیر حسب موقع اقرار یا انکار جو مناسب ہوتا ہے وہ کر لیں  
 قال الفاضل النحسب قولہ ایسی مناسب خیال کیا کہ چند ہی اپنے وقت

اگر انما یہ کو اس میں صرف کردن کا حدیث سنیں گے خالی نہ ہوگا۔ اقول۔ مباحثہ مذکور  
 ایسا خفیف کام ہی کہ اس میں وقت صرف کرنا وقت گزانا یہ کہا جائے اگر غور فرمائیں  
 تو یہ اعلیٰ درجہ کی عبادت ہی یقول العبد الفقیر الی مولاه  
 صفات مثل روز روشن ظاہر و باہر ہے کہ حضرت میر صاحب اپنی نہایت کے کوچہ سے  
 بالکل ناہم ہیں جانتا کہ روایات شیعہ میں غور کیا جاتا ہے اوس سے ثابت ہوتا ہے  
 کہ جدال و مباحثہ کرنا حرام اور خلاف اللہ و رسول و امامہ کے ہی بلکہ مباحثہ کرنا دین کے  
 ٹکنا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان انبہادات امامہ ملعون ہوتا ہے چنانچہ کچھ روایات معتبرہ  
 مابقیہ مذکور ہو چکی ہیں اور یک قدر اب معروض ہونگی تو معلوم نہیں ہماری محبت بسبب  
 مباحثہ کو کس بنیاد پر اعلیٰ درجہ کی عبادت قرار دیتے ہیں اور کیوں ہم پر تعرض ہیں۔ مگر  
 ان اگر ملعون ہونا اور خدا و رسول و امامہ کے خلاف کام کرنا اور دین سے خارج ہونا  
 حضرت مجیب کی نزدیک اعلیٰ درجہ کی عبادت ہو تو مصلحتاً نہیں تو اس صورت میں  
 خواجہ نہروان و نواب شام کو بھی شرف و فتح شاہین روایات سنیں آگے  
 مجلسی بحار میں تخریج فرمائے ہیں اوس میں سے ملے قسطاً چند روایات نقل کرتا ہوں  
 باسنادہ التیمی عن الرضا عن ابیہ عن علی علیہ السلام قال لعن اللہ  
 الذین یجادلون فی دینہ اولئک ملعونون علی لسان نبیہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم۔ اس حدیث سے ناظرہ کرنے والوں کا ملعون ہونا بابت النفس ثابت ہے  
 عز اللہ عن عبد اللہ جعفر بن محمد الصادق و اللہ قال لا صحابہ اسمعوا منی کلاما ہو  
 خیرا کم من الدھم الموقف لا یمارین احدکم سفیہا ولا احلیما فانہ من صابی  
 سے حضرت علی رضی اللہ عنہ مروی ہے فرمایا انہو خدا لعنت کری جو کہ آپ میں چڑھ کر کہیں یہ لوگ پیغمبر کے رسول  
 کی زبان سے کہیں۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے یاروں کو فرمایا کہ میری بات سنو جو تمہاری لئے  
 (ترجمان) کہہ رہا ہو وہی کہہ دو تم میں سے کسی کی غیب سے جہنم سے اور نہ کسی علیم سے۔ ۱۲۔

مباحثہ مذکور ہوا ہے

حکماً اقصاه ومن ماری سفیها اردا ۵ اس حدیث سے علی العموم مباہتہ کی نفی ثابت ہوئی کیونکہ لایارین فعل منفی ہے اور کفار کا فعل و فاعل دونوں نکرہ واقع ہوئے ہیں اور قاعدہ ہر کہ نہ کرے سیاق نفی میں معلوم و شمول کا فائدہ دیا کرتا ہی تو کسی شخص کو کیسی ماہتہ مباہتہ کرنا جائز نہوا۔ عن ابی عبد اللہ ع قال یہذا اصحاب الکلام و یجو المسلمین ان المسلمین ہم النجا۔ سمعت ابا عبد اللہ ع يقول لا تخاصمو الناس لدینکم فان الخاصمة محرقة للقلب۔ سمعت ابا جعفر ع يقول انما شیعتنا اخیرس۔ قال امیر المؤمنین ع ایاکم والجدال فانھا یورث الشک فی دین اللہ سمعت ابی عبد اللہ ع يقول متکلموا هذه العصاة من شرار من هم منهم اس باب میں جس قدر روایات وارد ہوئی ہیں اگر اونکا استیفائی جاوے اور سب کے ساتھ ادھن پر بحث کیجاوے تو ایک کتاب جدا گانہ تیار ہو سکتی ہے ہم صرف ایک قول فیصل پر اتنا کرتے ہیں جو امام جعفر صادق ع سے علامہ مجلسی نقل کیا ہے اور چونکہ عبارت بہت طویل ہے اسلیں ملقطاً نقل کرتے ہیں عن ابی محمد العسکری ع قال ذکر عند الصادق ع الجدال فی الدین و ان رسول اللہ ص والائمہ المعصومون قد نهوا عنه فقال الصادق ع لم یمنعه مطلقاً لکنه نفی عن الجدال بغیر التي هی احسن اما سمعون الله يقول ولا تجادلوا اهل الکتاب

۱۔ کیونکہ جو حدیثیں مباہتہ کرنا دیکھو وہ سکوت سے دوڑ نکلا اور کسی غیب سے جھگڑا کر دیا۔ ۲۔ امام ابی عبد اللہ سے روایت فرمایا کہ تم لوگوں کو ایسا نہ کرو کہ مسلمانوں کی بخت یا جان پر شک مسلمانوں کی بخت یا فتنہ میں ۳۔ میں امام ابی عبد اللہ سے سناتا رہتا ہوں اپنی آپس کے معاملہ میں لوگوں نے جھگڑا کیا کیونکہ جبکہ اول کو بیاد کرنا الابی ۴۔ میں امام ابو جعفر رضی اللہ عنہ سے سناتا رہتا ہوں ہمارے خلاف صرف گوئی میں ۵۔ امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ نے فرمایا اپنی آپس میں جھگڑو سے بچاؤ کیونکہ وہ اللہ دین میں شک پیدا کرتا ہی ۶۔ میں امام محمد بن احمد رضی اللہ عنہ سے سناتا رہتا ہوں کہ بعض مشائخ بدترین عالموں کے مخالفین ہیں جن میں بحث و مباہتہ کرنے کا ذکر ہوا اور یہ کہ رسول اللہ ص نے ارشاد معصومین کی مخالفت فرمائی فرمایا کہ جو حضرات ان کے بعد تھے جن میں بحث و مباہتہ کرنے کی چیز غیر عمدہ طریقہ کی ہو گیا نہیں خیر خدا تعالیٰ اپنے وعدہ پھر کرے گا

الا بالتي هي احسن وقوله تعالى ادع الى سبيل ربك الى القابل بالتي هي احسن قد قرئ  
 العلماء بالدين والمجدال بغير التي هي احسن محرم وحرص الله تعالى على شديتنا قليلان  
 رسول الله فما المجدال بالتي هي احسن والتي ليس باحسن قال اما المجدال بغير التي هي احسن  
 ان تجادل مبطل فيور عليك باطلا فلا ترد بحجة وقد نصبها الله ولكن تجادل قوله لا تجادل  
 حقا يريد ذلك المبطل ان يعين به باطله فتجادل ذلك مخافة ان يكون له عليك في حجة  
 لانك لا تدري كيف المخلص منه فذلك حرام على شيعتنا ان يصير واقعة على ضعفهم  
 انواهم وعلى المبطلين اما المبطلون فيجعلون ضعف الضعيف متكررا اذا تعاطوا  
 مجادلتهم وضعف في يده حجة له على باطله واما الضعفاء منكم فتعظم قلوبهم لما يرون  
 من ضعف الحق في يد المبطل واما المجدال التي هي احسن فهو ما امر الله تعالى به في قوله ان يجادل  
 به من جادل البعث بعد الموت وحيائه فقال حاكيا عنه وقرب لنا مثلا ونسئ خلقه قال  
 من عظم العظام وهي عظم فقال الله في الرد عليه قل يا محمد خيم يا الله اشأها اول مرة المراد ان هذا المجدال  
 بالتي هي احسن لان فيها قطع عن الكافرين وازالة شبهتهم واما المجدال بغير التي هي احسن  
 لانه جبراد الله تعالى كما ارادوا ان يفرجوا عن سائر الكافرين وادعوا الى سبيل ربك الى القابل بالتي هي احسن  
 فيكون تارة في سبيل ربك الى القابل بالتي هي احسن وادعوا الى سبيل ربك الى القابل بالتي هي احسن  
 او كونا حجة بعد ان سطره في حجة توبه في كونا حجة بعد ان سطره في حجة توبه في كونا حجة بعد ان سطره في حجة توبه  
 جوده اقله قائم في كونا حجة بعد ان سطره في حجة توبه في كونا حجة بعد ان سطره في حجة توبه في كونا حجة بعد ان سطره في حجة توبه  
 برجاء في ارضه في كونا حجة بعد ان سطره في حجة توبه في كونا حجة بعد ان سطره في حجة توبه في كونا حجة بعد ان سطره في حجة توبه  
 ليس عوام كونا حجة بعد ان سطره في حجة توبه في كونا حجة بعد ان سطره في حجة توبه في كونا حجة بعد ان سطره في حجة توبه  
 اني املك الحقيقة بعبث تارة في كونا حجة بعد ان سطره في حجة توبه في كونا حجة بعد ان سطره في حجة توبه في كونا حجة بعد ان سطره في حجة توبه  
 كما مباحثه في حجة توبه في كونا حجة بعد ان سطره في حجة توبه في كونا حجة بعد ان سطره في حجة توبه في كونا حجة بعد ان سطره في حجة توبه  
 جديك جنسي في كونا حجة بعد ان سطره في حجة توبه في كونا حجة بعد ان سطره في حجة توبه في كونا حجة بعد ان سطره في حجة توبه

بآن تجد حقاً لا یمثلک ان تفرق بینہ و بین باطل من تجادل وانما تدفعہ عن باطلہ بان  
 تجد الحق فہذا هو المحرم لا یمثلک مثله جحد هو حقاً و جحدت انت حقاً آخر - المنتہ قطع نظر  
 تعارض ادن دایات سے جو اس بارہ میں دارہوئی ہیں اس قول فیصل سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ  
 مباحثہ کرنا سوائے انبیاء و ائمہ کے دوسری شخص کا کام نہیں ہے بلکہ دوسرے کو ناجائز  
 و حرام ہے کیونکہ سوائے انبیاء و ائمہ کے کوئی شخص حجت منصوب من اللہ کو نہیں پہچان سکتا  
 اور نہ ضلعاء و اخوان یا مبطلین کے حق میں فتنہ ہونے سے بچ سکتا ہے علی الخصوص  
 ایسا شخص جبکہ اپنی مذہبیات کی ہی پوری واقفیت نہ ہو اور محض فارسی خوان ہی ہو تو  
 اس کی حق میں مناظرہ کرنا بموجب اس قول فیصل کے بیشک حرام ہوگا۔ اب دل چاہتا ہے  
 کہ اس باب میں علامہ مجلسی کے تحقیق نقل کر دیں۔ اہل انصاف اس کو بھی ملاحظہ فرمائیں اور  
 ہماری تحجیب کی واقفیت مذہب کی دارہوئی کی۔ و یظہر من الاخبار ان المذموم  
 منہ ہو ما کان الغرض فیہ الغلبۃ و اظہار الکمال و الفخر و العصب و ترویج  
 الباطل و اما ما کان لاطہار الحق و رفع الباطل و دفع الشبہۃ عن الدین  
 و ارشاد المصلین فہو من اعظم ارکان الدین لکن التمزین بینہما فی غایۃ الصعوبۃ  
 و الاستکمال و کثیرا ما یشبہ احدہما بالآخر فی بادی النظر و للنفس فیہ تسویلات  
 خفیۃ لا یمکن التخلص منها الا بفضلہ تعالیٰ۔ علامہ کی اس تحقیق میں ہی ہم بحث  
 اغماض کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس سے ہی تحجیب جسی می تکلمین کے لیے مناظرہ کا  
 ۱۔ کہ تو ایسی حق کا انکار کرے کہ جو اس میں حق ہے نہ تو نہ ہو اور اس کی باطل کو حق انکار کر دے تو یہ مباحثہ حرام  
 کیونکہ اس میں اصل باطل ہے کہ اس کی انکار کیا اور تو دوسری حق کا انکار کیا، ۲۔ احادیث سے ظہر ہوتا ہے کہ بڑا  
 متبادہ ہے جس میں غلبہ کمال کا اظہار و فخر و ارفع کجا نہ آرا اور باطل کی ترویج مقصود ہو جو حد میں حق کا اظہار و باطل کا رفع اور دین  
 شبہ کا ازالہ اور گمراہی سے ہٹانے کا عظیم کام ہے لیکن ان دونوں میں تفرق نہایت سخت و بڑا اور شکل سے بڑا اور  
 بادی النظر میں ایک دوسرے کی شہرت و شہرت پر جانا اور اس میں نفس کی ایسی چیزیں ہیں جو ان کے نفس کے ذہنی خاصہ میں نہیں ہیں۔



عبادت نہو، بلکہ ظلم اور مستوجب لعن ہونا ہی میرا ہی پر اب ہماری محبیب اللہ ذرا غصہ  
 سہو، مین کیا اعلیٰ درجہ کی عبادت ایسی ہے امور ہوتے مین۔ علامہ ازین اگرچہ پہلے  
 مذہبی خفیف کام نہو، تاہم اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ کوئی مذہبی کام اس سے بڑھ کر نہو  
 بلکہ بہت سے مذہبی امور اس سے بدرجہا بہتر و برتر ہونگی علیٰ الخصوص ایسی باتیں  
 جیکہ چند ان ضروری یا مفید نہو اور محال فہین کے راہ یا بے کی توقع نہو تو ایسے وقت مین  
 جو شخص دوسری امور مذہبیہ عالیہ مین مشغول ہو گا وہ بیشک مباحثہ مین اپنے وقت کا  
 صرف کرنے کو وقت گرانما یہ کہیگا حق اللہ اس اخیر فقرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر  
 تحقیق حق و ابطال باطل منقول نہیں بلکہ اپنے رائی یا مخالف کے مغلوبیت اصلی ہوتی  
 اور انشاء اللہ تعالیٰ انہیں سے کوئی عرض بھی حاصل شدنی نہیں ہے اقول  
 آگے نزدیک تحقیق حق مستلزم تنک فی الذہب کی ہوتی تو واقعی مجاہد تحقیق حق منقول نہیں  
 کیونکہ بفضل اللہ تعالیٰ درجہ مجاہد کو اپنی مذہب کی صحت و حقیقت مین کسی نوع کا شک  
 و ریب نہیں ان ابطال باطل و مغلوبیت مخالف بھی مقصود ہے جو انشاء اللہ تعالیٰ کے  
 حکم حاصل ہے شہر مستعد لیلیٰ ای دیں تداہت و وائی غریبہ فی التقاضی غرہ  
**قال الفاضل المحمدیہ**۔ قولہ۔ پس واضح ہو کہ اگرچہ فیما بین اہل سنت و  
 دتیبہ اثنا عشریہ کے بہت سے مسائل اصول و فروع مین مخالفت ہے لیکن مین  
 یہ صحیح کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین علیٰ الخصوص خلفائے ثلاثہ رضی  
 اللہ عنہم اہل سنت تمام امت سے باعتبار درجہ اعلیٰ و فضل اور ایمان مین امت و اکمل  
 کرتے مین۔ اقول۔ اصل اختلافی مسئلہ اذہبی منظم اختلاف کا ماخذ مسائل دین و ایمان  
 بعد جناب رسالت تاب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایسا ہے کہ اصول و فروع کو اہل  
 سنی کہ بموجب حدیث متفق علیہ مسئلہ اصل بدیتی کہ فسنة نوح الخ  
 اور موافق حدیث متفق علیہ ای تارک فیہ الثقلین کتاب اللہ و حسن قلم کا حکم

حکم خدا سے جدا نہیں ہو سکتا اور صحابہ ہی انکی ہی تسک کے مامور تھے یا خود کرتے ہیں  
اور اہل سنت صحابہ اور تابعین و تبع تابعین کو ماخذ اپنی دین اور ایمان کا بٹراتے ہیں اگرچہ  
بعض ائمہ نے ناصبین عداوت اہل بیت طاہرین اور قاتلین ذریتہ سید المرسلین اور قرین  
اور قاسطین و ناکشین سے ہوں۔ جیسا کہ ملاحظہ رواۃ صحاح اور غیر صحاح اہل سنت سے ظاہر  
ہے حضرت مجیب نے جو مبتنی اختلاف کا معاملہ صحابہ بٹرایا ہے بجای خود معلوم نہیں جتا  
کیونکہ اگر بضرر محال مثل شریک باری سب صحابہ عدو و دشمن ہوں اور بر خلاف احادیث  
کثیرہ مثل حدیث عوض غریبہ و دیگر دلائل عقلیہ و نقلیہ کے جس میں کتب ضخیمہ تصنیف ہو چکی ہیں  
کل صحابہ کا ناجی ہونا ہی ثابت ہو جائے تو اس سے ماخذ مسائل اصولیہ و فروعیہ ہونا اور نکات ثابت  
ہو گا اس لیے کہ عدم عصمت از انکی اتفاقی بین الامت ہے اور شیعوں کے نزدیک بلکہ عقلمند  
زیدک بجز اہلبیت معصومین صلاوۃ اللہ علیہم اجمعین کوئی ماخذ اصول و فروع نہیں ہو سکتا  
ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ مبنی معظم اختلاف کا یہ ہی مسئلہ ہو بلکہ مسئلہ امامت ہی اس اختلاف  
پیر کا مبنی صحیح جیسا کہ بندہ پہلے عرض کر چکا ہے **یقول العبد الفقیر الی اللہ**  
**امامان** روزگار اور منصفان قہری و امصار کو خلاصہ عام ہے کہ ذرا اس بحث کو نظر  
رد مال ملاحظہ فرما کر ہماری مجیب کے اقتضا و تحقیق حق اور ناظرہ و ادب و جہاد و مطلق کی داد دین میرے صاحب  
ایک مسئلہ امامت کے معظم خلافیات ہونے پر بندہ نے عرض کیا تھا کہ ائمہ اختلافیات اور  
ائمہ خلافیات کا معاملہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عموماً اور خلفاء ثلاثہ رضوان اللہ علیہم خصوصاً  
اہل سنت انکو تمام امت میں فضل اعتقاد کرتے ہیں اور شیعہ بدتر از کفار و منافقین سمجھتے ہیں  
و اختلاف مسئلہ امامت ہی اسی اصل سے ناشی ہے۔ بجواب اس مسئلہ امامت کے مبنی  
مظہم خلافیات ہونے کی تائید میں ہماری حضرت فاضل مجیب نے باین خلاصہ ارشاد فرمایا  
اہل خلافتی مسئلہ اور مبنی معظم اختلاف کا ماخذ مسائل دین و ایمان ہی بعد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
میکمل اصول و فروع کو بموجب ارشاد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اہل بیت طاہرین سے

لیتی ہیں اور اہل سنت صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کو اخذ اپنے دین و ایمان کا شہرہ ہیں  
 اگرچہ بعض انہیں سے تابعین عدوت الہییت ظاہرین اور تابعین ذریعہ سید المرسلین  
 اور تابعین اور قاضیین اور ناگشتین سے ہوں۔ پس حضرت مجیبؑ جو بہنی اختلاف کو  
 صحابہ شہرہ یا ہر بجای خود معلوم نہیں ہوتا۔ کیونکہ اگر فرض محال سب صحابہ عدول شہرہ  
 تو اس سے بوجہ اس کی گونجی عدم عصمت اتفاقی ہی اخذ مسائل اصولیہ و فروعیہ ہونا اذکار  
 ہوگا۔ پس کیونکہ ہو سکتا ہی کہ بہنی معظم اختلافات کا معاملہ صحابہ ہو بلکہ سداست  
 اس اختلاف کثیر کا بہنی ہی اسی حضرات خدا کے لیے ذرا حضرت مجیب کی اس جہ  
 ماحضہ فرامین کہ اس سے بندہ کے عرصہ کی تسلیم و تائید ہونی ہے یا تغلیط و  
 ابہنی کی کہ فاضل مجیب فرماتے ہیں کہ اخذ مسائل دین کی شیعہ کے نزدیک ذریعہ  
 ہیں اور اہل سنت کے نزدیک صحابہ و غیرہ ہیں تو اگر اس تقابل سے حضرت مجیب  
 یہ غرض ہے کہ اہل سنت ذریعہ ظاہرین کو اخذ دین نہیں اعتقاد کرتے تو بد  
 غلط اور محض افتراء ہی کیونکہ قضیہ کلیہ الصحابہ کلہم عدول خیریات و ذریعہ ظاہرہ کو شہرہ  
 اور اہل سنت کی کتب صحاح و غیرہ روایات الہییت رضی سے مملو و مشحون ہیں  
 انہی فضائل و محامد سے شرف و تہنیر ہیں اور مجتہدین اہل سنت کا علم غالباً ماخوذ  
 ہی سے ہی۔ اہل سنت کے بزرگان طریقت خوشہ چین میاں الہییت کے  
 ان دیگر صحابہ رضوان اللہ علیہم و آلہم و سلم مقتدائیت اور اخذیت میں اہل سنت  
 نزدیک بحکم حدیث متفق علیہ اصحابی کا انجام الخ شریک الہیت میں اور اگر اس تقابل  
 حضرت مجیب کے غرض انتفاء اخذیت الہییت عند اہل سنت نہیں ہے تو جہ  
 اس صورت میں حاصل یہ ہو کہ الہییت با تفاقی فریقین ماخذ دین میں اور  
 علی الاختلاف۔ اہل سنت اذکو ہی پہلی کہ وہ مصداق کنتم خیر امت میں۔ اخذ  
 دینی میں۔ اور شیعہ اذکو ماخذ مسائل دین نہیں شہرہ لے اور شریعت اعتقاد کرتے

دین و ایمان کا شہرہ ہیں

اور اسکی وجہ کلام سے صاف ظاہر ہے کہ بعض انہیں سے بزرگ شیعیہ صاحبین عداوت اور دشمنی اور اذیت اور قساوتیں اور ناکشیں میں اور فیض محال مثل شریک باری اگر کل صحابہ عدول ہر جائیں تو عدم عصمت اتفاقہ مانع ماخذیت ہے۔ تو اس سے کاشمیں فی رابعہ النہار ثابت ہوا کہ دار الخلافہ ماخذیت کا خیریت اور شریت صحابہ رض پر ہے۔ اور جب ماخذیت صحابہ کی خیریت کی علت خیریت اور شریت اور انصافیت اور نقصیت صحابہ رض ہوتی تو فوراً یہی اذیت اصل مبنی اختلافات موائہ صحابہ کا جو بندہ نے عرض کیا تھا ہوا یا نہ ہوا اور اس جواب سے بندہ کی گزارش کی تائید و تقویت ہوئی کہ نہ ہوتی۔ سنا مبنی معظم خلافت کا ماخذیت صحابہ و اہلبیت رض ہی ہے لیکن اس سے مسئلہ امامت کا مبنی ہونا کسی طرح ثابت نہیں ہوتا اس سے صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ مبنی معظم خلافت کا ماخذیت ہی اور مسئلہ امامت ہی ہی اصل سے ناشی ہے تو آخری تفریع جو بطور نتیجہ مقدمات و دلائل سابقہ کے ذکر کی ہے۔ پس کیونکر ہو سکتا ہے کہ مبنی معظم اختلاف کا یہ مسئلہ ہو بلکہ مسئلہ امامت ہی اس اختلاف کثیرہ کا مبنی ہے غلط اور غیر مرتبط اور دعویٰ بے دلیل رہی۔ خوش گفت مع۔ میں الزام اسکو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا۔ چونکہ اس جگہ ہماری حضرت مجیب نے ماخذیت و اہلبیت صحابہ کا ذکر فرمایا اور بہت غلطیاں کہیں اور حق سے بمرحلہ دور ہو گئی یہی کسی قدر اسکا بیان ہی واجب ہوا۔ پس صریح یہ کہ فی الاصل ماخذین دین ایمان ذات بابرکات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے جقدر دین ہے وہ ماخذ مشکوۃ نہایت ہی دین اور واسطہ تبلیغ دین ہیں اللہ تعالیٰ والامت رسول ہی ہوتا ہی اور علاوہ رسول کے جقدر احاد امت ہیں وہ سب محتاج تبلیغ رسول ہیں اور مکلفین و مبلغین اور نے حقیقت متبع اور آئین دین ہیں۔ نہ متبوع اصلی کیونکہ اگر انکو ماخذ اصلی دین کا قرار دیا جائیگا تو انکا خلیفہ ہونا باطل ہوگا اور بتی ہونا لازم آدیکہ اور یہ باتفاق فریقین باطل ہے۔ حسب مذہب اہل سنت تو اسکا بطلان بدیہی ہے۔ اور شیعیہ اگرچہ ائمہ کو انبیاء علیہم السلام کے

خواص و لازم میں شریک کرتے ہیں جو ادنیٰ نبوت کو مستلزم ہر ایک انبیاء سے رتبہ میں  
بڑا ہے۔ چنانچہ حضرت علیؑ کو تمام انبیاء سے سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
کی خلافت عقل و نقل افضل قرار دیا کرتے ہیں تیغ نصیحا اپنے رماہ تفضیل امیر المؤمنین علی رضی اللہ  
میں فرماتے ہیں۔ اختلاف الشیعة فی هذه المسئلة فقال الجارودیة انه كان علی السلام  
افضل من كافة الصحابة فاما غیرهم فلا یقطع علی فضلہ علی کافہم ویدعو امن سوی بنیہ  
وہیں من سلف او فضلہ اوتک فی ذلك و یقطعوا علی فضل الانبیاء علیہم السلام کافہم  
و یختلف اهل الامامة فی هذا الباب فقال اکثر من متعلیمہم ان الانبیاء علیہم السلام  
افضل منه علی القطع والسات وقان جمهور اهل الانار منهم والنقل والفقه بالروایات  
وطبقہ من المتکلمین منهم واصحاب الجاح انه علیہ السلام افضل من كافة البشر سوی رسول اللہ  
و محمد بن عبد اللہ صلوات اللہ علیہ فانما افضل منه ووقف منهم نفر قلیل فی هذا الباب قالوا  
سنا نعلم ان افضل من سلف من الانبیاء او کان مساویا لہم اوردونہم فما یستحق بہ الثواب  
فاما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنیہ فی ان افضل من غیر انبیاء قال فریق منهم اخوان امیر المؤمنین  
صلوات اللہ علیہ افضل البشر سوی اولی العزم من الرسل فانہم افضل منه عند اللہ اور ساری الرسل سبقتہ

۱۔ مسند الفضل میں شیعہ اہم محدثین میں جاردیہ کہتی ہیں کہ حضرت علیؑ نہ تمام صحابہ نہ تو سب تک افضل میں لیکن سب صحابہؓ کی سبب افضل ہوئے لہذا ہم یقین نہیں کر سکتے کہ ان کے صحابہوں کے گزشتہ جوہر کی حضرت امیرؓ کو بڑا کہا یا حضرت کو بڑا یا امیرؓ ضرور ہو لیکن جاردیہ حضرت امیرؓ کو تمام انبیاء کو پیشا افضل کہتے ہیں اور امیرؓ ہی اس باب میں مختلف ہوتی بہت سبب سے کہتے ہیں کہ کہتی ہیں کہ انبیاءؑ و حضرتؑ و قطبؑ و یقیناً افضل میں اور عبود اہل اخبار و حدیث اور فقہ اور مسکین اور اہل محبت کہتی ہیں کہ حضرتؑ محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام اور یوں سوا افضل میں لیکن حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جناب امیرؓ سے افضل میں اور تہڑی سے لوگوں کے اس باب میں توقف کیا ہی اور کہا ہی کہ ہم نہیں جانتے کہ حضرت امیرؓ انبیاءؑ و محدث سے باعتبار زیادتی و تخلف ثواب کے افضل میں یا بڑا یا کم لیکن محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جناب امیرؓ کو بڑا یا افضل میں اور امیرؓ سے ایک ذریعہ کہتا ہے کہ حضرت امیرؓ افضل الشہرہ کے سوا اہل الزم کہ وہ حدیث اور حضرتؑ و شیعہ و سنی کے

اگلی ٹیکہ یہ روایت لکھی ہے وقولہ علیہ السلام وقد سئل غلام من المؤمنین ما کان منہ لکنہ النبی علیہ  
 السلام قال لو یکن بینہ و بینہ فضل سوی الوسالۃ التي اوردھا - وجاء مثل ذلك بعینه عن ابیہ  
 عن جعفر والی الحسن والی محمد بن الحسن علیہ السلام - اس سے صاف ظاہر ہے کہ جو جو  
 رسالت کے جناب امیرؑ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان کوئی  
 وصف زائد نہیں - جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت پرستہ لال کا جاوے  
 اور اس سے شخص سمجھ سکتا ہے کہ دوسری مزارعہ صفات جنہیں فضل کلی کا وارد ہر شے کثرت  
 ثواب و قرب من اللہ تقاسم وغیرہ میں جناب امیرؑ اگر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے  
 افضل نہیں تو کم ہی نہیں اور آیت بنامہ والفسنا وانفسکم حسب ادعائشہ خود مستلزم  
 مساوات ہے اور وصف رسالت خود مستلزم فضیلت کو نہیں کیونکہ یہ امر بدیہی ہے کہ  
 فضیلت نبوت رسالت رسولؑ و انبیاء سابقین کے لیے ہی حاصل تھی لیکن باوجود اس کے جناب امیرؑ  
 اونسے باعتبار دوسری صفات کے افضل ہیں تو معلوم ہوا کہ رسالت مستلزم فضیلت کے  
 نہیں - بلکہ مرتبہ امامت مرتبہ رسالت اور خلافت اور کلیمیت و روحانیت سے افضل ہے اور  
 اگر ہم اس سے بھی ترقی کریں اور اصول و روایات شیعہ پر جناب امیرؑ کی فضیلت کے رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی مدعی ہوں تو حیا کہیں کہ علاوہ اولیٰ فضائل کے جو جناب رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم میں پائی جاتے ہیں جنہیں جناب امیرؑ کو شرکت اور مساوات ہے بہت  
 فضائل جناب امیرؑ میں ایسی موجود ہیں جنہیں رسول صلی اللہ علیہ وسلم محروم ہیں - جو شیخ  
 اور محدث اور فصاحت و بلاغت جناب امیرؑ کو حاصل ہے وہ کسی فرد بشر کو حاصل نہیں  
 حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاجی کلام محمد بن عتاب ہوا ان جناب امیرؑ کی نسبت بخیر محمد کے  
 اور کچھ دار نہیں ہوا اور ظاہر ہے کہ غیر عتاب معائب سے افضل ہے - ان سب سے  
 امام رضی اللہ عنہ سے کہیں پوچھا کہ جناب امیرؑ کا مرتبہ نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیونکر تھا فرمایا بخیر رسالت کے  
 حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ملتی تھی اور کچھ زیادہ نہ تھی - ۱۱ -

احادیث شیعہ کو رد کرنے والی کتاب میں جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نبی افضل ہیں

بزرگاری بی بی اگر حسب روایات شیعہ جناب امیر کی انصافیت کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 نعمادہ کا رین تو ممکن ہی۔ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ أَمْ هَلْ تُسَوُّوْنَ الظُّلُمَاتُ وَالنُّورَ  
 حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرماتا ہے جس سے صاف واضح ہے کہ نور ظلمت سے افضل ہے اور شیعہ کی روایات  
 سے ثابت ہے کہ معاذ اللہ رسول اللہ ظلمت میں اور جناب امیر نور میں۔ علامہ مجلسی عی رہیں ابو نصر  
 ابن قایس سے اور وہ امام صادق رضی سے روایت کرتا ہے قَالَ السَّوَادُ الَّذِي فِي الْقَصْرِ هَجْدٌ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اور تفسیر صافی میں بذیل تفسیر آیت قَالِ الَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ  
وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ اولئک هم المفلحون لکھا ہے وَالْحَاشِي عَنْ الْمُبَاقِرَةِ  
النُّورِ عَلَى وَفَى الْكَاتِبِ عن الصادق ع التورہ فی هذا الموضع علی والا لئلا علاوہ ازیں اور بیت  
 ایسی فضائل میں جو جناب امیر کے ساتھ ہی مخصوص ہیں اور ذات باریکات جناب سرور  
 کائنات کے اولیٰ سے خالی ہی جنکی تفصیل میں مستقل جداگانہ رسالہ تالیف ہو تو اس  
 معلوم ہوا کہ بروایات شیعہ جناب امیر کا نہ بشر سے بلا استثنا افضل ہیں چنانچہ نیز  
 مدعا حدیث متواتر المعنی سے جبکہ شیخ فقیہ ابو محمد جعفر بن محمد ع القمی تریل سے اپنی رسالہ  
 نوادر الآثار العلیٰ فی خیر البشر میں جو اس وقت میری مدبرہ کہلا چکا ہے روایت کیا ہے لفظ روایا  
 مطبوعہ حیدرآباد ابو محمد محمد بن موسیٰ التلعکبري قال حدثنی احمد بن محمد بن سبیر قال حدثنی محمد بن  
 عبید عقبہ الکندی قال حدثنی عبد الرحمن بن یزید عن ابیہ عن الاعمش عن  
 عاصم بن عمر عن جابر بن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ علی خیر البشر  
 من شک فیہ فقد کفر۔ لیکن باوجود ان سب امور کے خلیفہ فاطمہ نبی ہی کہتے ہیں  
 نبی و رسول نہیں کہتے قاضی نور اللہ شوستری جہاں المؤمنین میں بذیل ذکر محمد ع  
 لے تو کہہ دیتی بابا اویسا برابر میں باترکی اور برابر میں ع امام صادق ع فرمایا کہ چاند میں کی سیاحی حضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم میں ع امام باقر ع مروی ہے کہ نور حضرت علی ع میں ع کافی میں امام صادق ع سے روایت  
 کہ سمجھ کر نور حضرت علی ع اور امین ع رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا علی خیر البشر جو امین شک کرے وہ کافر ہی۔

بن الحسین بن موسیٰ بابویہ القمی لکھتی ہیں۔ زیر کہ امام قائم مہم بنی است در جمیع امور و در  
 اسم نبوت و نزول وحی۔ توجب ائمہ خلیفہ اور قائم مقام ہوئی علی الخصوص ایسی بنی کی قائم مقامی  
 جو دین کو جمیع حیات و کمال فرما گیا اور کسی قسم کی کمی کو تباہی باقی نہیں چھوڑی تو ایسی بنی کا بنی  
 خلیفہ محض ناقل و حاکم ہی رہیں۔ تو وہ اصلی و حقیقی ماخذ دین ہرگز نہیں ہو سکتا ہی۔ لیکن با انہم  
 چونکہ قرن اول است محمدیہ علیہ الصلوٰات و التسلیمات کی قلوب انوار و برکات آفتاب عالم تاب  
 نبوت سے منور ہو گئی اور فیض صحبت سر حلقہ انبیا سر تاج اصفیاء سے جو جس رنگ آلود زریں  
 کر لئے کسرت احمد اور کسیر از موم محاسنی کے لہر تریاق کبیر سے مجلی ہوئی اور از انکی قلوب  
 میں شمع انوار نبوت نے یہاں تک پر توڑا کہ انکو اس صحبت سے وہ کیفیات حاصل ہوئیں جو  
 آئین کو آگ سے پاک سنگ پارس سے حاصل ہوتی ہیں۔ اور بلا وجہ ابتلا میں محکم امتحان و کمال  
 العیاز کل چکے تو شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انکو جو ہم ہدایت فرما کر امت کو ادائے  
 اقتدا کی طرف رغبت دلانی اور انکو ماخذ قرار دیا لیکن نہ ماخذ اولی و اصلی بلکہ ثانوی و فرعی۔  
 اسکی بعد ظاہر ہی کہ دین خداوند جل شانہ جسکا ماخذ و مبلغ اصلی رسول ہر قرن ثانی سے آخر تک  
 اور کابلا و اوسط پہنچنا محال ہے تو اسلی ضرور ہوا کہ ہر قرن لاحق اپنے قرن سابق سے دین اخذ  
 کری اس صورت میں ہر قرن سابق اپنے قرن لاحق کے حق میں ماخذ دین ہوگا بلکہ ہر ایک  
 استاد اپنی شاگرد کے لئے ماخذ ہوا۔ غرض کہ اولاد بالذات ماخذ دین ذات باریکات حضرت  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور ثانیاً و بالتبع اصحاب کرام میں جنہیں المہیت ہی شامل  
 ہیں اور ثالثاً و بالوض ہر قرن سابق اپنے قرن لاحق کے لئے ماخذ دین ہے جنہیں محدثین و ائمہ ہیں  
 و جنہیں بدین و متکلمین و مفتیین و اصحاب ریالت و ارباب رفاقت و روایات آثار و اہل بیت ہیں  
 اگر حضرت مجیب کی غرض لفظ ماخذ سے ماخذ اولی و اصلی ہے تو بالکل لغو و غلط ہی کہ شیعہ مہمیت کو  
 ماخذ قرار دیتی ہیں اور اہل سنت صحابہ کو بلکہ فریقین حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی  
 ماخذ حقیقی و اصلی قرار دیتے ہیں۔ اور اگر ماخذ کسی ماخذ بطریق عموم مراد ہی تو اور بھی زیادہ غلط اور



اپنی کتب پر چشم پوشی ہی بلکہ خود اسی قول کے مخالف ہی کیونکہ اس قول کے آخر عبارت سے خواہری  
 کہ راخذت کا عصمت یہی اور عصمت نہ پائی جاوے گی راخذت دین ہوئی کی صلاحیت و  
 قابلیت نہیں رہے گی۔ لیکن یہ اثر مثل یہی اولی کے منسحب ہو کر عصمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جو ماخذ اول ہیں۔ صحیح و مسلم ہی وہیں۔ اسی کی وجہ تکمیل دین کے کسی شخص کے عصمت  
 ضرورت آتی نہیں ہی اور نہ کسی فرد کی عصمت پر کوئی دلیل عقلی یا نقلی معتد بہ قائم ہی۔ اور اگر  
 کسی پر عصمت کی ضرورت ہی تو یہ ضرور ہی کو تمام راخذت دین جی کے رہتا ہے نہ کہ کسی پر مخصوص  
 اور سوائی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کوئی موصوم نہیں ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ  
 علماء تبعیہ جو مسائل شریعیہ اہل بیت ۱۲ سے نقل کرتے ہیں اکثر ان مسائل میں اہلیت راخذت  
 صلی اللہ علیہ وسلم سے محض ناقل و حاکی ہیں نہ خود راخذت صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلیت کی عصمت  
 تسلیم کرتے تو انہی جی کے درجہ والوں کی نسبت کلام ہی اور وہ بالاتفاق موصوم نہیں ہیں  
 حالانکہ راخذت دین ہیں۔ پس یہ دعویٰ کہ تہذیب بکیر عاقل کے نزدیک سوائی موصوم کی اور کوئی  
 راخذت نہیں ہو سکتا غلط ہوا اور اس کی تعلیل خود معالہ اصول سے وغیرہ کتب اصول سے ہوئی ہے  
 کیونکہ جو اجماعات بعد غیبت کبریٰ امام آخر الزمان کے منعقد ہوئی ہیں علوم نہیں انکو کوئی  
 موصوم سے اخذ کیا ہے۔ غرض جب روایات مجتہدین وغیرہ ہی راخذت دین شری کی شکل میں  
 عصمت ہی تسلیم نہیں بلکہ انہیں سے بعض کافق و کفر ہی تسلیم ثابت کیا گیا ہے تو اب فرما  
 کہ حضرت مجیب کا یہ قول کفر غلط اور خلاف واقع ہوگا اول ہم روایات کا راخذت دین ہونا ثابت  
 کرتے ہیں بعد اس کی انہی کفر و فسق سے بحت کرنگی۔ علامہ مجلسی نے بھی زمین نقل کیا ہے۔

الکلیسی عرا سحاق بن یعقوب قال سالت محمد بن عثمان العمری رحمہ اللہ ان یوصل الی کائنات  
 سالت فیہ عن مسائل اشکلت علی فورد التوقیع بخط مولانا صاحب الرومان علیہ السلام  
 انہ کتبہ محمد بن یوسف سر داب کرانی اوس کی کہانی محمد بن عثمان عمری سے سوال کیا کہ امام آخر الزمان کی تہذیب میرا بارہا جس پر  
 کہہ سائل شک پرچی ہی ہے یا ہی (وہاں کوئی حرایین) مولانا صاحب دارالاسلام کا دست خطی فواہ۔ دل ہوا ہے۔

سنتوں کو راہی نہ کہ راہوں کو پرست من

وأما الحوادث الواقعة فارجعوا فيها إلى رواة حديثنا فانهم حجته عليكم وانما حجة الله  
 - المختار - اس حدیث سے صاف ثابت ہے کہ روایات حدیث شیعہ کی اوپر ائمہ کی طرف سے حجت میں اور ایم  
 غیبیہ میں یہی مآخذ دین ہیں - اب دوسری دعویٰ کا جو کفر و فسق روایات سے نبوت لے لیا  
 اگرچہ حضرات شیعہ کی سپہا میں ہے - انبیاء تک پہنچی تو بچا رہے روایات کس شمار میں ہیں  
 لیکن چونکہ یہ موقع میان محمد و مناقب روایات کا ہی پہلی یہاں صرف روایات کی بیان کرنا  
 پر اکتفا کیا جاتا ہے - انبیاء کی محمد و مناقب بذیل ذکر اصحاب زبان حضرت شیعہ بیان نہ کرنا  
 اولاً میں اس دعویٰ کی اثبات کی لمی معاملہ الاصول کی عبارت صفحہ ۱۱۵ سے نقل کرتا ہوں جو  
 خبر واحد کی معمول ہونے کی شرائط میں لکھی ہے - الثالث الايمان واشترطه هو المشهور  
 بين الاصحاب وحجتهم قوله تعالى ان جاءكم فاسق فادفعوه عن المساجد والصلوات والظالمون واجاب  
 الفطحية ومن صار عم بشرط ان لا يكون مثمراً بالکذب محتجاً بان الطائفة عملت بخبر عبد الله  
 بیکر والسماحة وعلی بن ابی حمزة وعثمان بن عیسیٰ وبنارواه بنو فضال والظاهر بنون واجاب  
 المحقق رحمه الله بان لا نعتمد على لان ان الطائفة عملت باخبار هؤلاء والعلامة مع تصحيح بلا فشرط  
 في المذهب اکثر في الخلاصة من ترجیح قبول روایات فاسدی المذهب اس سے صاف  
 واضح ہے کہ حضرات شیعہ کے روایات کفار و بد مذہب ہیں سب جان اللہ کیا المہیت کے ساتھ  
 تسک اور دلا ہے کہ کفار اور بد مذہبوں کی روایات قبول کرین اور ان کو ترجیح دین - بیشک کفار  
 (اور بد مذہب) کہنا تھا کہ حوادث واقعات ہماری حدیث کی روایت کیڑن رجوع کر دیکر وہ ہمیں ہر حجت میں اور میں کی حجت میں ہوا  
 تیسری شرط یہاں ہے کہ روایان اصحاب میں شیعہ ہر بدیل قول تاملے ان جاد کم فاسق الخ اور محقق نے شیخ سے  
 نقل کیا ہے کہ شیخ نے فطحية اردن جیسی (بیشبہ کی) خبر پر شرط کیا ہے کہ ساتھ متہم ہونے کے اس میں ہے جائز کہ ہر کفار (ایہ  
 عبد اللہ بن مسعود اور علی بن ابی حمزة و عثمان بن عیسیٰ کی خبروں پر اردن خبروں پر جو فضال اور فطحية نے روایت کیا ہے اس جائز کہا کہ  
 محقق نے اس کا جواب دیا کہ اب تک ہم نہیں جانتے کہ فاسق نے ان لوگوں کی خبروں پر عمل کیا ہے اور علامہ طوسی نے جو کہ ایمان کے شریکوں کی  
 تہذیب میں تخریج کی ہے اور ہم صمد میں بد مذہبوں کی روایات قبول کر لے کہ بہت ترجیح دی ہے - ۱۰۲ -

- اخبار کبار و ائمه و صحابہ و انبیاء کی روایت سے نبوت لے لیا

دین اخذ کر کے سفینہ نجات میں جہزات شدہ ہی سوار ہوئی ہیں۔ حضرت بن عباسؓ کہیں کہ  
 تو سیروی بہتر کسان بہت۔ سید ولد ارمی نے اس اصول میں نقل لکھا ہی۔ واللہ اعلم  
 بالذین اشاروا الیہم من الواقفۃ والظہیۃ وغیر ذلک فمن ذلک جوابان احدهما ان ما یروونہ  
 ہولاء یحوز العمل بہ اذا کانوا ثقات فی النقل وان کانوا مخطئین فی الاعتقاد اذا  
 علم من اعتقادہم تمسککم بالذین وتحرر جہم من الکذب وروضع الاحادیث وھذا کما  
 طلقہ جماعۃ عاصروا الائمة فمخو عبد اللہ بن بکر وسامعہ بن مہران ونحوہی فضال بن  
 المناخرین عنہم وبنی سماعہ ومن شاکلہم فاذا علمنا ان ہولاء الذین استرنا الیہم  
 وان کانوا مخطئین فی الاعتقاد من القول بالوقف وغیر ذلک کانوا ثقات فی النقل  
 فما یكون طریقہ ہولاء جاز العمل بہ ابکسبقتہ تفصیل اس اجمال کی سنی اور اپنے  
 حضرت محقق کے تحقیق کے دائرہ کی اور دیکھی کہ جو خاص تلامذہ ائمہ ہیں اور شیخ کے اخذ  
 ہیں ان کے کیسی کیسی عجیب و غریب حالات ہیں۔ آپ کے ثقہ الاسلام کلینی روایت  
 کرتے ہیں۔ عن ابن الحارث بن الحسن بن الحسن بن علی بن یقول انہ تلقا جوف الی السرقہ والکتاب  
 صمد کما یقولہ الجوالیقی صاحب الطاق۔ اور نیز کلینی نے روایت کی ہے۔ عن الحسن بن  
 عبد الرحمن الحمائی قال قلت لابن الحسن الکاظم ان ہستم بن الحکم بن عیسیٰ عن اللہ تعالیٰ قال اللہ  
 تعالیٰ لیکن فرق (باطل) دہیہ اور طحیہ سے جبکہ لڑتے اٹھ کر کہا اوسکی اور جواب میں اول یہ کہ لکھی دایب پر سب کچھ  
 بہرہ دیکھنے میں سب ثقہ ہوں اگر اعتقاد کے دوسری خبر پر ہوں لیکن انکی اعتقاد کے دوسری میں پہچان اور جہز  
 اور عادت کی گہر سے پرہیز کرنا مسلم ہوتا ہوا دوسروں میں سے جو ائمہ کے عشر شریک جماعت گاہی ہی ہوتا  
 چاہے وہ ائمہ ہو یا سادات بن مہران اور بنی نعلان سے متاخرین ادبی سواد اور انکی شاہد میں اور جب سنی جان دیکھ کر  
 جبکہ لڑتے ہی اشارہ کیا کہ اگر اعتقاد میں سبب قیاس و فیرو کی نازل ہو تو خطا ہوتی لیکن نقل میں ثقہ ہی تو ہونا مسلم ہے کہ اگر سبب  
 سے سنی کہتا ہی کہ لکھنا اللہ تعالیٰ خدا تعالیٰ کہ کہہ لکھا ہوا اور انکی ہوس سے یہاں بھی صاحب الطاق کہتے ہیں ان کے  
 حالی کہتا ہی کہ سنی کا نام کافرم کچھ نہیں ہے نہ کچھ نام کہہ لکھا ہی کہ خدا تعالیٰ (سواء اللہ) جسم پر فواید لکھنا کہ کرمی ۱۲۔

اور نیز کلینی کے کتاب التوحید کو دیکھ لیجئے۔ عن محمد بن الفرخ الرخبی قال کتبت الی ابی الحسن  
اسئل عما قال هشام بن الحکم فی الجسم وهشام بن سالم المصوف فکتب ع عنک حیرة  
الحیران واستعذ بالله من الشیطان لیس القول ما قال الهشامان رجال کشی عن زرارة کا حال  
مخبر وایم حدیث محمد بن احمد عن محمد بن عیسی عن علی بن الحکم عن بعض رجاله عن ابی

عبد الله عليه السلام قال دخلت عليه فقال متى عهدك بزيارة قال قلت ما رأيتك منذ أيام <sup>١</sup>

القبائل وان مرض فلا تعدد وان مات فلا تشهد جنازته قال قلت زوارا متعجبا عما قال قال

نعم زمره شهن اليهود والنصارى ومن قال ان مع الله ثالث اوريند زاره وه هي جو حضرت

امام بیعت کیا کرتا تھا جمار ابو عمر وستی میں اسکو بھی ملاحظہ فرمایا بھیج کر حد ثنا محمد بن

مسعود قال حدثنا جبريل بن حماد قال قال حدثنا الجعيد بن محمد بن عيسى عن يونس بن

عن عبد الرحمن بن مسكان قال سمعت راردا يقول يا جعفر والله ابا جعفر واما جعفر فان قبي عليم

ہم اس طرح ہی جو بعض فرما کر اس شام طبع کا نام سے فاضل تہذیب فرما کر فریقہ کے

بِالْوَعْدِ اللَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَثَرُ النَّوَى وَمَا لِي إِلَى حِفْظِهِ وَالْوَالِجَارُ وَدَكَهُ ابْنُ مَكْدُونِ

اور علیہم لعنت اللہ ابو عمر و کس کے کتاب کو ملاحظہ فرمائی / اوسمہ / لکھا / حدیثی محمد بن علی

يونس عن حماد قال جلس ابو بصير على باب ابي عبد الله عليه السلام ليطلب الاذن

[illegible]

میں نے کہا کہ (کے قریب) اسی خدا پناہ میں کاش میں کہ قول متبرہ نہیں، امام ابو عبد اللہ رحمہ اللہ سرمدی ہر ماہ کہن ہر حضرت

درستین سخن خواند و میادید و سبک ملاقاتین عرض کیا که منچ او سگونی زردی نهیمن دیکه میادید پرده او نمادار کرده بعضی بوجا تو او سگو

[illegible]

بدرست بجز این بنام می نویسد از دست ابا جعفر میرزا حسین بن ابی طالب که در کتب معتبره و معتبره

«... که در این دنیا و آخرت...»



لاودعہم ما اودع الی اصحابہ ان اصحاب الی کا نوازیں اہیاء و امواتاً اعنی زرارۃ و محمد بن مسلم و منہم لیث المرادی و بید العجلۃ ہولاء قوامون بالقسط ہولاء قولون بالصدق و ہولاء السالقیون السالقیون اولئک المقربون - علاوہ ازین طرفہ شاہد ہی کہ ابتداء ایم غیبت امام میں سلسلہ سفارت و خط و کتابت جاری رہی جو حضرات امام کا مآخذ دین و ادب ہی شیعان پاک نے رضیہ لکھا کہ امام کچھ مدت میں ہی پیدا ہوئے کسی سفیر کے وسیلہ سے جواب لگیا اور سب سے زیادہ عجیب غریب یہی کہ حضرت طہر قد رفقات کو بہ نسبت سلسلہ سند روایت کے زیادہ قابل اعتبار سمجھتی ہیں اس اصول میں نقل کیا ہے۔  
الخامس منہما ان الشیخ الصدوق قال فی القصۃ بعد نقل توفیق هذا التوفیق عندی بخط

الی محمد الحسن بن علی و فی کتاب محمد بن یعقوب الکلبی روایت خلاف ذلك التوفیق عن الصادق ؑ ثم قال است افقی بهذا الحديث مشيراً الى ما رواه محمد بن یعقوب الکلبی عن الصادق ؑ ابل افقی بما عندی بخط الحسن بن علی - تو اس صورت میں باخذ اصلی اپنے دین کا اہمیت کو قرار دینا سرسخت اور مساحت ہے ان شاید کوئی شخص ان حضرات کی توبہ و امانت کے اور پی ہو سکی متعلق تحقیق گزارش ہے کہ اسکا فیصلہ پہلے ہی آپ کی قاضی نور اللہ شوشتری صاحب مجالس المؤمنین ہیں اور علامہ مجلسی بجا میں علل شیخ الشائخ سے فرما چکی ہیں قاضی صاحب بنو حنیفہ کے ذکر میں لکھتی ہیں - مخفی نہ اند کہ وجوب حسن ظن بجدہ تعالیٰ و انبیاء و اوصیاء معصومین منقول و مسطور است اما بغیر ایشان کہ جائز بخطاب است ممنوع است علامہ مجلسی روایت کرتے ہیں

توجہ کہ میرے اپنے اپنے یا دیگر کو سنا ہے میں ہی لگو سنا میری باپ کے ایازن اور زنیکی بعد بہت اچھی تھے یعنی زنی اور محمد بن مسلم مرادی اور زیدہ علی ہدیہ لوگ انصاف بر پارکھنی والہ انہایت سچ بولنی والے - ۱۲۰۰ ہجری میں کہ شیخ صدوق نے تصدیق بعد نقل ایک فرمان کے کہا کہ یہ فرمان میرے پاس امام محمد کا دستخطی موجود ہے اور کلبی نے امام صادق سے کہا کہ فرمان کے خلاف روایت کی ہے پر کہتا ہے - کہ میں کلبی کے اس حدیث پر فتویٰ نہیں دیتا بلکہ امام کا دستخطی فرمان جو میرے پاس موجود ہے اس پر فتوے

عن ابن عامر عن معمر بن محمد عن محمد بن حمور القمي باسناده رفعه قال قال رسول  
 الله صلى الله عليه وسلم الى الله لصاحب بدعة بالحق قيل يا رسول الله وكيف ذلك  
 قال اترب قلبه جهما - اور ان روایات سے یہی ثابت ہے کہ یہ حالات ان حضرات کے وقت  
 معصیت اللہ کے تھے اور انکی آمد و رفت محض بغرض طمع نفسانی و ہوا پرستی و تخریب دین شین ہی  
 تو ایسی شخصوں کے لیے توبہ و انابت کا قائل ہونا اور انکی نسبت حسن ظن کرنا کیا ضروری تیر  
 ایسی لوگوں کو ماخذ دین قرار دینا اور ہر المہبت کی طرف دین کو منسوب کرنا حضرات شیعہ کے  
 ہی جرات ہے اور زیادہ متبع سے تو یہاں تک نوبت پہنچتی ہے کہ کتب ہدایت امام معصوم خارج  
 و نواصب کی روایات کا ہی رد کرنا جائز نہیں مولانا مولوی حمید علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ  
 بحوالہ انوار باقر مجلسی سے نقل فرماتے ہیں امام صادق ۲ نے فرمایا - لا تکذبوا  
 محدثین انما کہوہ مرہج و لا قدہری و لا خارجی نسبنا فانکم کما لا تدرہون  
 لعلہ یتحی من الحق متکذبا علی اللہ عز و جل و فوق عرشہ - اس سے صاف ثابت ہے  
 کہ نواصب تمام خوارج نہروان جو ائمہ سے روایات کریں انکا بھی رد کرنا جائز نہیں ہے  
 توجہ روایات ہی ماخذ دین ہوئی تو اس صورت میں حرف المہبت کو ماخذ دین کہنا اور  
 یہ کہنا کہ مہافل کے نزدیک بجز معصوم کے دوسرے کوئی شخص ماخذ دین نہیں ہو سکتا -  
 سرسہ روایات اور خرافات ہی - پہر اب ہکو اپنی فاضل مخاطب کے دیانت و انصاف پر  
 کمال انوس کہ اس قول میں اپنا ماخذ دین تو صرف عترت طاہرہ کو بتلایا اور فرمایا کہ بعد  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امامیہ کل اصول و فروع الہدیت طاہرین ہی بہرہ بخش  
 ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے دشمنی کی توبہ انکار فرمائی کسی مومن کو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 دجہ سے رہا کیا اسکی دہین اسکی محبت پر گئی ہے - ۲ کوئی مرجی یا قدری یا خارجی تمہاری ہما  
 کوئی حدیث لاؤ اور تمہاری طرف نسبت کری تو ہم اسکو مست چھٹاؤ کیونکہ تم ہمیں جانتی سنا بدو حق سے  
 اور تم خدا کی تکذیب کرو اور کفر عرصہ پر - ۱۲ -

سفینہ وحدیث ثقلین لیتے ہیں اور اہل سنت کا ماخذ دین صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کو  
 فرمایا اور فرمایا کہ اہل سنت صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کو ماخذ اپنے دین و ایمان کا ہرگز نہ ہو  
 اگرچہ انہیں سے تابعین عداوت اور قاتلین فرستے اور مار قین اور ماسطین و کاشین ہو سکتے  
 کیونکہ حضرت کیا اس کا نام انصاف ہو کیا اس کا دیانت کہتی ہیں۔ اگر ماخذ سے عام ماخذ  
 مراد ہی تو پھر اپنی اپنی عمرت ظاہر پر ہی کیونکہ اکتفا فرمایا اور اگر ماخذ سے خاص ماخذ  
 مراد ہی تو پھر اہل سنت کے لیے تابعین اور تبع تابعین کو کیوں زیادہ فرمایا وہ ہی تو صحابہ  
 کی ریا کیسے نہ بنیں سمجھتی مگر شاید ماخذ سے عام ماخذ مراد ہو اور تمام شیعہ داخل عترت ہوں  
 لیکن اس صورت میں وہ عصمت جو آپ نے ماخذ ہونی کے لیے شرط ٹھہرائی تھی وہ  
 مفقود ہو بہر کیف یہ انصاف محفوظ خاطر رکھنا چاہیے۔ باقی رہا یہ جو ہماری فاضل  
 محیب نے الحدیث سفینہ اور حدیث ثقلین کا ذکر فرمایا ہے اس کی مستقل مختصر گزارش ہو  
 کہ حسب اختران آپ کی مذہبی بہائی مولوی نور الدین کے حدیث بخوم معارض حدیث ثقلین ہے  
 اور جب حدیث ثقلین کے معارض ہوئی تو حدیث سفینہ کے بھی معارض ہو گئی لہذا وہاں فی الحقیقہ  
 اور یہ بھی مولوی نور الدین کی کلام سے ظاہر ہے کہ معارضہ حدیث ثقلین و حدیث بخوم میں درجابہ  
 ایک جہ کے ہی جو عترت ہی اور جزو ثانی یعنی کتاب اللہ کی بابت کچھ معارض نہیں ہو۔ اور جب  
 ہم معارض کی وجوہ میں غور کرتے ہیں تو انہیں کچھ معارضہ معلوم نہیں ہوتا کیونکہ جب الفاظ  
 احادیث کو دیکھا جائے اسی تو حدیث ثقلین میں لفظ تنسک واقع ہے اور حدیث بخوم میں لفظ  
 اقتدار اور کتب لغات سے واضح ہو کہ تنسک کے معنی حقیقی اتباع اور پیروی کے نہیں اور نہ  
 رکب سفینہ جو حدیث سفینہ میں واقع ہے اس کی معنی حقیقی اقتدار کے ہیں اور ظاہر ہے کہ لفظ  
 اقتدار کے حقیقی معنی پیروی کے ہیں منتہی الارب میں لکھا ہے اس کا چنگ در زدن بقال  
 اس کا بالشی اذ اس کا یہ پہر لکھتا ہے۔ تنسک چنگ در زدن اذ اس کا یہ از چہیرے۔ اور  
 لکھا ہے اقتدار ہے بردن کجی۔ جب یہ امر ثابت ہو چکا کہ تنسک کے معنی اتباع کے نہیں



بلکہ پڑنے اور چنگل مارنے کو ہیں۔ اور اقتدار کے معنی اتباع کے ہیں۔ تو اب یہی قرآن میں بالکل کہا  
 تو قرآن ہی میں ہے دوم ہوا کہ حدیث ثقلین میں لفظ تسک کے معنی اتباع کے بجائے عزت نہیں  
 ہو سکتی بلکہ معنی دلا، محبت کے ہیں جیسا کہ حسب تحقیق علامہ تیسعہ الامودۃ فی القربا کا مدلول ہے  
 کیونکہ اولاً تسک کے معنی اتباع معنی مجاہزی ہیں اور ظاہر ہی کہ صیورت الی الجواز بلا قریبہ صاف مجاز  
 نہیں۔ اگرچہ معنی محبت کے بھی اس اعتبار سے مجاز ہیں لیکن چونکہ اسکا کوئی معارض نہیں اور قریبہ  
 صحت مضموم ہو یہی پہلی وہ صحیح ہوئی۔ نہایت حدیث ثقلین اور حدیث سفینہ میں لفظ عزت  
 اور المہبت واقع ہوا ہے۔ اور عزت کے معنی حضرات ستیدہ کچھ ہی کون نہ اختار کریں باہمت بار  
 اتباع کے صحیح نہیں ہو سکتی کیونکہ ماخذ دین ہونے کے لئے عصمت شرط ہے۔ اور عزت  
 علی الاطلاق غیر مضموم ہے تو حسب مذاق ستیدہ الامہ سموا اور عزت مجیب خصوصاً محال ہے کہ عزت  
 غیر مضموم کے اتباع کی طرف دعوت فرمائی۔ اور اگر عزت والمہبت سے مراد صرف جناب امیر  
 حسین و فاطمہ رضی اللہ عنہم ہیں تو باقی امہ تعدد خارج ہو گئی اور اگر مراد صرف دوازدہ المرسلین  
 تو قطع نظر اس سے کہ اس تحقیق پر کوئی قویہ قائم نہیں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا خارج  
 ہو جائیگی۔ غرض کہ اگر زید تبہد و اسماعیل حسن بختی وغیرہ اولاد امہ عزت میں داخل ہیں تو ان  
 احادیث سے اتباع ثابت کرنا خلاف عقل اور خلاف مذہب ہے اور اگر یہ عزت سے خارج ہیں یا  
 پر امہ کے داخل ہونے کی کوئی صورت نہیں ہے۔ ثالثاً یہ امر یہ بھی ہے کہ خزینہ یا قرابت  
 جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اتباع میں کچھ داخل نہیں ہے بلکہ صریح داردار اتباع اس سے  
 کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شخص محبت اور علوم سے استفادہ حاصل کیا ہو۔ کیونکہ حضرت صلی  
 علیہ وسلم کے زمانہ سے اس وقت تک جس قدر عزت گزرتی چلی آئی ہے صدہا اونہیں سے  
 ایسی ہیں جنکو حضرات شیعہ کافرو فاسق سمجھتی ہیں اور ظاہر ہی کہ منک کی علت اس سے  
 جزئیات اور عزت ہونا واقع ہے اور جب علت ہی مقتضی وجوب اتباع بلکہ جواز اتباع  
 ہوتی تو پھر تسک کو اتباع غیر معمول کرنا بعید از عقل ہے رابعاً ثقلین کتاب اللہ اور عزت

اور اولیٰ نسبت احمد با اعظم من الاخر ایشاد ہی اور حضرت مجیب ہی فرماتے ہیں کہ عترت کا حکم خدا کے  
 حکم و جہد نہیں تو جس نے کتاب اللہ کا اتباع کیا اسکو عترت کا اتباع حاصل ہو گیا تو اس کو تین  
 شک کے معنی اتباع لینا عترت کی لیے محض تاکید ہی اور ظاہری کہ مناط عدم ضلالت جیسا  
 اتباع ہی ویسا ہی محبت اور ولاہی تو تیرے کو محبت اور ولا پر حمل کرنا تائیس ہو گا اور تائیس پر حمل کرنا  
 باعث مبارک لکھ کی اہم و اولے ہی۔ خلاصہ۔ عترت میں سے واجب الاتباع صرف امام  
 زمان ہوتا ہی اور باقی سب تابع ہوتی ہیں اگر شک ہو مراد بیان اتباع ہونا تو صرف امام کے  
 شک و اتباع کو ذکر کیا جائے نہ تمام عترت کو تمام عترت کی اتباع کی طرف دعوت کرنا گویا  
 سب کو امام بنانا ہی۔ تو اس وجہ سے شک کے معنی ہیجک اتباع جائز نہیں۔ بلکہ ولا محبت  
 باعتبار قرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام کے لیے حاصل ہے تو اس سے صاف  
 سمجھ سکتی ہیں کہ ہیجک شک بمعنی ولا محبت ہی۔ سادہ۔ اگر شک اور رکوب سفینہ بمعنی  
 اتباع ہو تو پھر فرق شیعہ زید و اسماعیلیہ و فطحیہ و ناصبیہ و کیسانیہ وغیرہ جو بزعم خود متمسک  
 بر نقلیں ہیں اور اثنا عشریہ کے اصول کے موافق کافر ہیں وہ بھی ناجی اور اہل حق ہوں وہو  
 خلاف اصول الشیعہ۔ باقی رہا کتاب کے نسبت سوا و سکی نسبت لفظ شک کے معنی ہیجک اتباع  
 ممکن نہیں بلکہ معنی اتباع ہی ماخوذ ہو گئی۔ لیکن حدیث بخوم میں کہ حضرت نے ارشاد فرمایا  
 اصحابی کا بخوم یا ایہم قدامتین تم صریح افتدرا بالاصحاب کو رہی اور ہر ایک کے اقتدار کو ابتدا فرمایا  
 اسکی سنی میں راۃ تاویل ہی مدد دی۔ تو کسی طرح کا تعارض حدیث بخوم میں اور حدیث سفینہ  
 و نقلیں میں نہیں ہے کیونکہ حدیث بخوم عمومًا اصحاب کے اقتدار پر دلالت کرتی ہے اور حدیث  
 سفینہ و نقلیں عمومًا عترت کے وجوب محبت اور ولا پر دلالت کرتے ہی مولوی نور الدین <sup>حسینی</sup>  
 کی خوش فہمی تھی کہ دونو حدیثوں میں تعارض سمجھ کر غلطان و پچان ہوئی۔ اور ائمہ میں سے جو  
 زمرہ اصحاب میں محدود ہیں انکی اتباع پر حدیث بخوم دلالت کرتے ہی اور باقی  
 ائمہ کا اتباع دوسرے دلائل سے ثابت ہے۔ تو اس حدیث سے کل اصحاب کرام کا

یقیناً تقالے عدل اور ناجی ہونا ہی نہیں ثابت ہوا۔ بلکہ اذکار مستند اور دینی توحید  
 ثابت ہو گیا۔ پس اس تمام گزارش سے ثابت ہوا کہ حضرات شیعہ کے ماخذ دین و ایمان  
 لعینین ذریت طاہرین اور ملعونین اور منکرین امامت اور کافرین اورارقین میں نہ ملے  
 طاہرین۔ اور اہل سنت کے ماخذ دین و ایمان اصحاب کرام نجوم الہدی علی لسان  
 اور عزت طاہرین میں۔ و الحمد للہ علی ذلک۔ قولہ معنہ اگر مبنی اختلاف کثیر کا  
 یہی سنا ہوتا تو صاحب تحفہ جنوں ایک کتاب ضخیم اس باب میں لکھی۔ اور اگرچہ اسکی  
 لکھنی میں اونکو چند ان وقت نہیں ہوئی صرف صواعق کا ترجمہ ہی کرنا پڑا ہے کوئی  
 باب خاص اس مسئلہ میں لکھتی حالانکہ کوئی باب تفضیل صحابہ میں نہیں لکھا۔ اقول  
 اگر ہماری عجیب سبب کو اس باب میں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سند مشہور  
 تو لیجئے منہی الکلام میں خاتم المتکلمین مولانا مولوی حمید علی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک  
 سوال نقل کیا ہے جو در باب صحت مذہب شیعہ یا اہل سنت حضرت شاہ صاحب سے کیا گیا  
 اور جو کچھ اسکا جواب شاہ صاحب نے تحریر فرمایا ہے وہ یہی نقل ہے اوسمیں سے مقتضا  
 عرض کن ہوں اوس سے آپ دیکھ لیجئے کہ شاہ صاحب کے نزدیک مبنی اختلاف  
 مذہب کا کیا ہے۔ اسی برادر اول بنامی ہر مذہبی دریافت کن و کتاب نامی ہر فرقہ را یکسو گزرا  
 و در طاق نہ دھون بر بنامی بر یکی واقف شو می آن بنا را بر آیات قرآنی مطابق کن و بنا  
 ہر کدام مذہب کہ محکم در نسخ بنی آنرا مذہب حق دانستہ کہتا ہاے آہا میخوان و عمل آ  
 و بنا ہر مذہبی کہ باطل یا کجے کہتا ہا می آنرا دساوس شیطان دانستہ در آب اندازد و گردن  
 و آہنا را پارہ پارہ کن و یقین دان کہ آن مذہب الہییت نہایت بلکہ مذہب شیطانی  
 پس بدانکہ بنا مذہب الہیست بر ایمان و تقدس و صلاح و راستی ابو بکر و عمر و عثمان و علی  
 و غیر ایشان از مہاجرین و انصار و دیگر اصحاب سید المرسلین است صلی اللہ علیہ و  
 کہ ہزار ہا کس بودند و ہمراہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در راہ خدا جہاد و نماز کردند و نماز

حیات شریف ہمیشہ در نصرت و حمایت او بودند و بعد وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در خلافت خود عدل و انصاف و راستی گزیدند و خدمت اہلبیت و محبت انہا بجا آوردند و ائمہ بنی علی کرم اللہ وجہہ ہمیشہ با انہا نشست و برخاست نموده و ہمراہ انہا با کفار جہاد کرده و در پس انہا نماز خواندہ و ہمیشہ با انہا صحبت داشتہ و بعد وفات انہا در حق انہا دعائی خیر نموده و بسیار مدح و مناقب انہا بیان نموده و بنا بر مذہب شیعہ بر کفر و نفاق خلفائے ثلاثہ و غیر ہم ہزاران صحابہ سید ابرار است کہ اینہا سبک نمیکند کہ ہمہ انہا ایمان بہ نفاق آوردہ بودند و ہجرت ہم برای ریاست و طمع دنیا کردہ بودند و ہمہ جہاد و عبادت انہا برای ریای بودند برای خدا و بعد وفات آنحضرت صلعم بہ اہلبیت او ایذا رسانیدند و مرتضیٰ علی را یار می نکرده و در حق او را بریز و گرفتند و متابعت و نماز علی رضی اللہ عنہ انہا بنابر خوف و تقیہ بود حتی کہ علی رضی اللہ عنہ و دختر ظاہر خود را در نکاح عمر رضی اللہ عنہ برای تقیہ داد و نام پسران خود ابو بکر رضی اللہ عنہ و عثمان رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ برای تقیہ نهاد۔ الی آخر ما قال بلفظہ الشریف۔ اور تحفہ میں باب فضائل صحابہ رضی اللہ عنہم کے نسبت انکار باین معنی درست نہیں کہ اس عنوان سے کوئی باب منعقد نہیں کیا۔ لیکن اسکو عدم اثبات فضائل صحابہ پر دلیل لانا انصاف سے بڑا حل بعید ہے کیونکہ باب امامت کا دایرہ راہ کمال فضیلت صحابہ پر ہے۔ باب مطاعن سے اگر اثبات فضائل صحابہ مرو نہیں تو اور کیا ہے باب تو لا و تبرکاکا مہنی بجز فضائل صحابہ کے اور کچھ نہیں۔ مہذا حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بطور تکملہ تحفہ کے ایک باب تفضیل حدیث کا نام تالیف فرمایا اودہ کسی وجہ سے تحفہ کے ساتھ لاحق نہیں ہوا میں نے خود اسکا مطالعہ کیا ہے اور اب بھی بعض احباب کے پاس موجود ہے۔ باقی رہا یہ ارشاد کہ صرف صواعق کا ترجمہ کرنا پڑا ہی حضرت مجیب کے کمال انصاف اور نہایت واقفیت کی دلیل ہے میں یقیناً کہہ سکتا ہوں کہ اگر آپ صواعق کو دیکھتے تو ہرگز یہ کلمہ منہ سے نہ نکالتے آپ بی تحقیق چوٹی خیرین سنی سنائی بمقابلہ خصم لکھ کر ناحق خفیف ہوئی مرج اسی حضرت تحفہ اور صواعق دو نو بندہ کے پاس موجود ہیں اگر آپ کا دل چاہی تو اپنی

اس قول کی صداقت و کذب کو دیکھ لیجی یہی ہمارا موضوع ہے یہی ہمارا مباحثہ ہے لیکن یہ کہنا کہ مرث  
 صواعق کا ترجمہ یہی کرنا پڑا یہی بالکل غلط ہے اور اگر بالفرض صواعق کا یہی ترجمہ ہو تو اس میں کیا عیب ہے  
 اور کونسا طعن ہے۔ اولاً ادنیٰ ہونے کے لئے تحفہ اپنی نام کی طرف منسوب نہیں فرمایا یہی۔ ثانیاً جو  
 کچھ لیا یہی اس پر مذہب کے ہی اندک کیا یہی کسی سودی یا نصرانی یا شیعہ یا عارجمی سے تو نہیں لیا جو  
 سٹائیکل طعن ہوگا۔ قول خلافتِ ثلاثہ کے افضلیت کا جواب اتفاقاً در کہتی ہیں تحفہ کے  
 بابِ ثَم میں ہی بحث میں وہ فرماتے ہیں در افضلیت ہم گنجائش بحث بسیارست وہ تو اس باب میں  
 مشک اور مترود میں اور اکابر اہل سنت سے ہیں۔ اقول افسوس کہ اس عبارت کو سمجھنے میں ہی  
 آپ نے غلطی کی۔ مشک اور مترود میں ہر کونسا لفظ دلالت کرتا ہے کیا بحث کی گنجائش ہونا مشک اور مترود  
 مستلزم ہی حاشا و کلام۔ صد ہا مسائل فقہیہ و اصولیہ و کلامیہ حضراتِ شیعہ کے یہاں ایسی ہیں جن میں  
 گنجائش بحث بہت ہے بلکہ باہم اختلاف و جدال ہے کیا حضراتِ اہل سب میں مشک اور مترود میں  
 جناب امیر کی افضلیت انبیاء سے کہ قدر محل بحث و گفتگو کی خود مسئلہ امامت اور اس کی اصول میں جو  
 میں بہت کچھ قبیلِ اقل ہے مسئلہ جعت جب کو قیامت صغریٰ کہتی ہیں اور مسئلہ غیبت اکبر و اقل  
 جو احادیثِ مسائل سے ہیں اور جن میں حضراتِ شیعہ میں باوجود کیا احادیثِ مسائل سے ہیں۔ ان میں گنجائش  
 بحث جعفری عقلی محض نہیں۔ جب کوئی دلیل عقلی و نقلی ہیتم پونہچی تو یہاں تک مجبور ہوتی کہ مسئلہ  
 غیبت میں یہ کہہ دیا کہ و انھا ہولے کہ استاثروھا اللہ تعالیٰ باوجودیکہ یہ معتقدات کہ  
 دلیل عقلی و نقلی سے ثابت نہیں اور حضراتِ محض تنقید سلفِ امی معتقد ہیں کیا آپ انکی نسبت  
 یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضراتِ شیعہ اپنی ان عقائد میں مشک اور مترود میں۔ پس گنجائش بحث کا ہونا  
 کی طرح مستلزم تک و ترد کو نہیں ہے۔ یہ صرف حضرت کی خوش فہمی ہے و پس۔ علاوہ  
 ازیں اگر کوئی شخص اگر تمام معتقداتِ اہل بیات و نبوت وغیرہ کا انکار کر کے آپ سے نبوت طلب کرے  
 سنا امام کے ہمسایہ اور وہ سببِ دوستیہ ممکنوں کے ہے جو کوہِ اٹھالے نے اسے ہی علم میں رکھا ہے و دیگر

تو مثل رچائی اور طول طویل بحث کے نوبت آئی حالانکہ یہ نہیں کہا جائیگا کہ آپ اپنی معتقدہ بات پر  
 مشکوک و متروکین قوی ہو کر ہر حال - آپ ہم یہ دیکھتی ہیں کہ یہ اعتقاد اہل سنت کا  
 مدلل و مائل عقیدہ و نقلیہ مستند و یقینی ہے یا محض قلبی و سلف اور ظنی ہے۔ اس میں  
 کوئی دلیل عقلی و نقلی قائم نہیں چنانچہ مختصر ایک دو قول ان حضرات کے نقل ہوئے ہیں  
 موافق قاضی عضد الدین کے صفحہ ۶۱۶ میں یہ عبارت لکھی ہے واعلم ان مسئلہ  
 الافضلیۃ لا مطمع فیہا فی الحرم والیقین ولیست مسئلہ متعلق بہا عمل فتکفی فیہا بالظن  
 والمقصود المذكورۃ من الطرفين بعد تعرضها لا یفید القطع علی ما لا ینفخ علی منصف لکن  
 وجدنا السلف قالوا بان الافضل ابو بکر ثم عمر ثم عثمان ثم علی وحن قلنا بہم یقینی  
 یا نہم لولم یعرفوا ذلك لما اطبقوا علیہ فوجب حلیۃ اتباعہم فی ذلك - خلاصہ اسکا یہ ہے  
 کہ مسئلہ الفضلیۃ قطعی یقینی نہیں ہے بلکہ ظنی ہے اور سلف کیا یا نہیں کہہتے ہیں افضل ابو بکر  
 بعد عمر و بعد عثمان و بعد علی ہیں۔ نقل عن جمع البحرین - شرح عقاید نسفی میں بعد فیض  
 علی تریب خلافت لکھا ہے علی بن ابی طالب و بعدنا السلف و الظاہر انہ لولم یکن اہم دلیل علی ذلک لما حکموا  
 اوجب ما انہی اقول ہی اسی قسم کہ ہیں۔ اقول - چونکہ اس کا یہ ہماری محبیب سبب کو فہم  
 مطلب عبارت موافق میں خطا ہوئی اسلئے اولاً ضرور ہے کہ مطلب عبارت بیان کیا جائے  
 اور بعد اسکی جواب کے تقریر کی جائے پس صریح ہو کہ موافق نے شروع اس بحث میں  
 دلائل فضلیت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ذکر کیں اور بعد اسکی حضرت علی رضی اللہ  
 عنہ کی فضلیت کے دلائل ذکر کیں جو علامہ شیعہ اور اہل فضلیت کے اثبات میں تقریر کرتے ہیں۔ بعد اسکی حسیلاً  
 انکا جواب دیکر یہ عبارت مذکورہ لکھی جسکا حاصل یہ ہے کہ مسئلہ فضلیت (حب ذاتی و شکیں)  
 جزمی و یقینی نہیں کیونکہ کلامی طرز پر یقین کے اثبات کے لئے یا تو کوئی دلیل عقلی  
 جو مقدمات حقہ یقینیہ سے مرکب ہو مثبت افضلیت ہو اور ظاہر ہے کہ فضلیت  
 جسکا ذکر کثرت ثواب اور علو مرتبہ عند اللہ اور اقرامیت الی اللہ ہے امر معقول نہیں چنانچہ

یہ عبارت صحیح ہے  
 و چونکہ اس کا یہ ہماری محبیب سبب کو فہم  
 مطلب عبارت موافق میں خطا ہوئی اسلئے اولاً ضرور ہے کہ مطلب عبارت بیان کیا جائے  
 اور بعد اسکی جواب کے تقریر کی جائے پس صریح ہو کہ موافق نے شروع اس بحث میں  
 دلائل فضلیت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ذکر کیں اور بعد اسکی حضرت علی رضی اللہ  
 عنہ کی فضلیت کے دلائل ذکر کیں جو علامہ شیعہ اور اہل فضلیت کے اثبات میں تقریر کرتے ہیں۔ بعد اسکی حسیلاً  
 انکا جواب دیکر یہ عبارت مذکورہ لکھی جسکا حاصل یہ ہے کہ مسئلہ فضلیت (حب ذاتی و شکیں)  
 جزمی و یقینی نہیں کیونکہ کلامی طرز پر یقین کے اثبات کے لئے یا تو کوئی دلیل عقلی  
 جو مقدمات حقہ یقینیہ سے مرکب ہو مثبت افضلیت ہو اور ظاہر ہے کہ فضلیت  
 جسکا ذکر کثرت ثواب اور علو مرتبہ عند اللہ اور اقرامیت الی اللہ ہے امر معقول نہیں چنانچہ

اعمال و سلفی

سابقاً بت ہدایت علم الہدیٰ امامیہ بیان ہو چکا ہے۔ یا نص قرآنی ہو جو عبارت اس  
 اور کا مثبت ہو وہ یہی نہیں ہے یا کوئی حدیث متواتر مفید یقین ہو وہ یہی مغفود۔  
 احادیث اجماع اس باب میں وارد ہوئی ہیں معارضہ سے قطع نظر وہ مفید یقین نہیں  
 تو اہل کلام کے طرزِ اِس سئلہ کا ثبوت یقینی نہوا۔ لیکن ہماری محیب اس سے یہ سمجھنے  
 کہ یہ سئلہ کی طرح یقینی نہیں حالانکہ یہ غلط ہے کیونکہ اسکی آگے ہی صاحبِ مواقف نے  
 بطور ہستدارک ردِ دفع توہم کے یہ فرمایا۔ لیکن مبنی ہلف کو پایا کہ وہ فضیلت بہ ترتیب  
 غلظت کہتی تھی اور جن ظن حاکم ہے اگر انکی پاس کوئی دلیل نہوتی تو اسے متفق نہوتے  
 اور اجماع نہ کرتے تو ہمہ ادنیٰ میری راجب ہوئی۔ یہ عبارت حضرت اس امر پر دال ہے  
 کہ سئلہ فضیلت صاحبِ مواقف کے نزدیک اجماعی اور اسکی نزدیک اجماع ہر واقع  
 کہ فضیلت بہ ترتیب خلاف ہر درگاہِ حقمتین کے فضیلت پر اجماع نہوتو شخصین کی فضیلت  
 تو قطعاً اجماعی ہے۔ اور اجماع اگرچہ کلامی طور پر یقینی حجت نہوسہی تاہم باتفاق شیعہ  
 و اہل سنت اصولیین اور فقہاء وغیرہ کی نزدیک حجت ہر جمال الدین ابے منصور حسن بن ابی  
 بن علی بن احمد شہید ثانی شیعہ عالم الاصول متبعین مکان اور وقوع اور حجت اجماع  
 کی تحریر فرماتے ہیں۔ ونحن لما ثبت عندنا بالادلة العقلية والتقليدية كما حق  
 مستقصہ فی کتب اصحابنا الکلامیہ ان ائمان الکلیف لا یملو عن امام معصوم  
 حافظ للشرع تجب الرجوع الی قوله فیہ فتی اجتماع الامة علی قول کان دلقلاً  
 فی حملہ الا انه سیدھا والخطا مامون علیہ فیکون ذلک الاجماع حجتہ۔ اس  
 صاف واضح ہے کہ شیعہ کے نزدیک اجماع حجت ہے۔ اور امام معصوم کے شمول کے  
 سہ اور جیسے ہر نزدیک دلائل عقلیہ و نقلیہ ثابت ہر جگہ چاہو ہماری اصحاب کے کتب کلامیہ میں اصل امر کہ ہر امام معصوم کجاست  
 جسکی قول کی طرف رجوع ہوگی زمانہ تکلیف کا خالی نہیں ہوتا پس جسکی قول پرست مجتمع ہو جائیگی امام کا قول ہی  
 اور ہر شال ہوگا کیونکہ امت کا سرکار ہر وقت کا اور ہر طرف نہیں تو یہ اجماع حجت ہوگا۔ ۱۲۔

نسبت جو کچھ فرمایا ہے یہ محض ایک نقوبات ہوا امام کا شمول اس میں خود قطعی نہیں  
 کیونکہ اس کو طاعت پر کوئی دلیل قائم نہیں ہے۔ اجماع کے ساتھ قول امام کے تضام پر اگر کوئی  
 دلیل خارجی مثل وجود امام بعینہ یا وجدان قول بعینہ اور تواتر نقل کے دال ہو تو اجماع کا  
 نام لیا ہی نہ تو اور بقائدہ ہے کیونکہ اس وقت معتبر در حجت قول امام سے نہ اجماع اور اگر یہی  
 اجماع قول امام پر دال ہے تو منقطع اور محتمل پر بنا بر اجماع ہے اور محض ثبوتات پر مذہب کی  
 بنیاد قائم کی ہے۔ اور ظاہر حسب مذہب شیعہ ثبوت ثانی ہی کیونکہ صاحب معالم آگے بڑھ کر  
 کہتے ہیں ولا یفتخون فانلة الاجماع لعدم عندنا اذا علم الامام بعینہ نعم یتصور  
 وجودہ حیث لا یعلم بعینہ ولكن یعلم کونه فی جملة المجتہدین ولا بد فی  
 ذلك من وجود من لا یعلم اصلہ ونسبہ فی جملة تہم اذ مع علم اصل الكل ونسبہم  
 یقطع بخروجہ عنہم۔ اب آپ بغور ملاحظہ فرمادیں کہ یہ اجماع جمہین وجود امام اور اس کی قول کے  
 دخول کے بنا بر محض تنبیہات و ثبوتات پر باندہ رکھی ہے حجت ہے۔ ظاہر ہے کہ ایام  
 غیبت کبریٰ میں امام کے وجود پر کوئی دلیل قطعی باطنی قائم ہے اور نہ اس کی قول کے دخول پر  
 کوئی حجت ہے تو ایسا عجیب و غریب اجماع حضرات شیعہ کے ہے نزدیک حجت ہو گیا ہے  
 اگرچہ ہجرت کی بہت گنجائش ہے لیکن بخوف تطویل اس سے اغماض کرتا ہوں اس  
 ہمو کیا بحث آپ جانے اور آپ کی شہید ثانی اور آپ کا اجماع صرف مقصود وہ ہے  
 کہ اجماع اہل شیعہ کے نزدیک حجت ہے اور وہ کیسا ہی کچھ بھی حضرت شہید ثانی  
 کی کلام سے حجت ہونا اور سکانت ہو گیا۔ اہل سنت کے نزدیک سن لچھی حضرت ثانی  
 ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ قرۃ العینین کے شروع میں تحریر فرماتے ہیں۔  
 اور پوشیدہ نہیں کہ جب یہ امام کا وجود معلوم ہو تو اجماع کا فائدہ نہ ہو گا مان اور کا وجود اس کے متصور ہے ہر کجا امام  
 معلوم نہ ہو لیکن جب اہل اجماع کے ارکان ہونا معلوم ہو اور اس کو ایسی کوئی نگاہ نہ ہو ضرر ہے جنکی اصل مذہب کی اطلاع ہو  
 سنی کی اگر کب اصل مذہب کی اطلاع ہوگی تو امام کا اس اجماع سے خارج ہونا یقیناً معلوم ہو گا۔ ۱۰۲۔



باید داشت که مذہب حق را تا عرصہ شکر اندہ سماعہم بمباہت صحابہ و تابعین بآن وقتہ اند  
 کفنیس حضرت ابو بکر صدیق و عمر فاروق است بر غیر ایشان از صحابہ چہ علی رضی و چہ حسین  
 رضی و نہ سہم اجماعین و از عجاہب امور است کہ این سلف و زعمان سلف از اجل بدیہیات  
 کہ هیچ مافلی در آن شک نمی کرد الا قومی از مبتدعان کہ تتبع آثار صحابہ و تابعین بشیمہ ایشان نباشد و دیگر  
 جسکہ سی کتاب مجتہدین بر فراتے ہیں۔ سادہ اجماع کہ اصل ثالث قرار دادہ اند از اصول اربعہ  
 باوجودیکہ اجماع منعقد نمی شود الا بعد قیام دلیل از کتاب و سنت و قیاس برای ہی دو فائدہ است  
 یکی آنکہ بسبب اجماع سکتہ قطعی میشود و اگر اجماع نمی بود بسیار است کہ قطع نباشد مثلاً صورتی  
 اجماع آنجا خبر واحد یا قیاس باشد دیگر آنکہ غالباً چون مجتہدین سکتہ اجماع کردند ماخذ را فراموش  
 میسازند و داعیہ نقل ماخذ را فراموش میگرد مجتہد کفایت اجماع از آن انہذا در اکثر مسائل اجماعیہ ماخذ انہا  
 چنانکہ می باید می شاید منقول است۔ پس جبکہ ہمہ اجماعی و جمیع علیہ کما ہی بلکہ زائد سلف میں علیہ  
 بدیہیات سی ہی تو بہ کہنا کہ مطلق اسپر کوئی دلیل قائم نہیں انکہ جمیع وجوہ ظنی ہے غلط ہو ہوتا  
 سکتا کہ یہ سلفی ہی ہوا و کوئی دلیل عقلی و نقلی یقینی اسکی اثبات پر قائم نہیں تا ہم ہماری محیب کو باقتباسی  
 مذہب کی اعتراض کی گنجی میں نہیں کیونکہ حضرت مجتہد مذہب میں اصول فروع دین اخبار و احادیث و ظنیات  
 سر ثابت ہو سکتی ہیں یعنی ہی عالم الاصول متداول و یکجہی۔ خبر واحد و قولین و غیہ لہم خالی ہوا اسکی بحث  
 میں بعد بیان اختلاف کے تیسری دلیل از اصل حجیت خبر واحد میں لکھتی ہیں۔ قال اللہ متوفی النہایہ  
 اما الامامیۃ فالأخباریون منهم لم یقولوا فی اصول الدین وفروعه الا علی اخبار الاکھا  
 المرجع عن الامت و الاصولیون منهم کابی جعفر الطوسی وغیرہ واقفوا علی قبول خبر الواحد  
 و لم ینکرم سوی الرضی عن اتباعہ لشبهة قد حصلت لہم اور اس سر کچھ لگی چلکہ لکھتی ہیں  
 سہ علامہ نے یہاں کہا ہے اس سر کو ثبوت فی اصول اور فروع میں اخبار احاد پر ہے و حنا کہ کیا ہے اس سر میں  
 اور امیریس نے مثلاً جعفر طوسی وغیرہ کی خبر واحد کی قبول کرنے میں اسکی موافقت کی ہوا و اس رضی اور اسکی  
 اتباع کی خبر اسکا انکار نہیں کیا کیونکہ اسکو ایک شبہ پر کیا ہے۔ ۱۲۔

تحقیق مذہب مذکور صحیح ہے اور اسکی خبر واحد کی موافقت میں ہے

و موافقوناً من اهل الخلاف احتجوا بمثل هذه الطريقة ايضاً فقالوا ان الصحابة  
و التابعين اجمعوا على ذلك بدليل ما نقل عنهم من الاستدلال بخبر الواحد و عملهم  
في الوقائع المختلفة التي لا تكاد تحصى وقد تكررت ذلك مرة بعد اخرى و شاع و دأب بينهم  
ان يكره عليهم جحد و لا لنقل و ذلك يوجب العلم العامي بانفاقهم كالقول الصحيح - تو اس میں  
نابت ہوا ان فضیلت پر اگر دلائل ظنیہ یا اخبار واحد ہی قائم ہوں - تاہم ہماری محبت کو  
گنجائش اعراض نہیں حالانکہ اسپر دلیل قطعی سلف یقین قائم ہے اور یہ حال جو اوپر مذکور  
ہوا اس جزو احد کا ہی جو خالی عن القرائن ہو - چنانچہ شروع بحث معاملہ میں لکھا ہی  
اور اگر جزو احد کے ساتھ قرائن مفید یقین ملحق و مضمیم ہوں وہ خود قطعی محبت و چنانچہ  
یہ ہی اوستی عالم الاصول سے مفہوم ہوتا ہے اور اگر اس مسئلہ فضیلت میں قطع نظر  
اجماع سے کچھ اوسے تو قرائن خارجیہ بھی مثل احتجاف فی العبادۃ اور جہاد فی اللہ  
اور کتب ابدال اللہ کفار و مرتدین اور توحید بلدان اور اشاعت اسلام اور عدل و داد و بیعت و شہادت  
اور ان کا خلفاء کو حمایت و عزت و مدح کرنا وغیرہ - جنکی شرح کتاب قرۃ العینین فی تفضیل شیخین میں  
بشرح جریڈ مذکور ہی مسکتی ہے تو اگر اخبار واحد نے حد ذاتہ ظنی ہوں کچھ مضائقہ نہیں کیونکہ  
اگر نہ قطعیت بعد انضمام قرائن کو معارض نہیں - تو اسکا محض ظنی خیال کرنا اور بلا دلیل عقلی  
و نقلی سمجھنا اگر ناہستہ ہی تو صرف خطا ہی اور اگر دیدہ و دانستہ ہے تو انصاف و تحقیق حق کا  
خون کرنا ہے - حق اگر غور کا تقاضا ہی کہ اس تفضیل پر جبکہ حضرت اہل سنت قائل ہیں اور  
اسکو عقائد میں داخل کر لیا ہی خود او انکی ہی علماء کے اقوال سے کوئی دلیل قائم نہیں بلکہ یہ  
یعنی ہماری موافق ان خلاف سے اس سببی طریقہ محبت پر ہی کہ کسی بارہا بعض نے اس پر اجماع کیا دلیل  
کو قائم نہ کر سکتے ہیں خبر واحد پر اس کے استناد منقول ہوا یہ امر مرثۃ بعد مرثی واقع ہوا ہی و نہایت شائع  
ذائع ہوا کہ کسی نے اپنے ہمارے منقول سے تاویہ مثل قول صریح کے ادائے اتفاق پر مسلم  
عامی کو موجب ہے - ۱۲ -

لکھتی ہیں کہ علیؑ نہاد وجدنا السلف اس قول میں اور نہاد وجدنا آباؤنا میں کیا فرق ہے حالانکہ  
 اسی طرح عقائد نفسی کے شروع میں لکھا ہی ہے معرفۃ العقائد عن الہیہ التفصیلۃ بالكلام الخ  
 یہ تفصیل خلفاء کا عقائد میں داخل کرنا اور بدولت اقامت دلیل و سکاقل ہونا اور علیؑ نہاد وجدنا  
 السلف کہنا کیونکہ جائز ہوگا۔ اقول۔ گذشتہ سابقہ صحیح ہے کہ یہ اعتراض بالاعتراف  
 و تدبر مقام کیا گیا ہے کہ جو مقام غور کا تھا لیکن حضرت نے غور نہیں فرمایا ورنہ بمقتضای عقائد  
 یہ اعتراض نفی کرتے کیونکہ اسی گمان سے ثابت ہو چکا ہے کہ بہت کا یہ اعتقاد بدلیل  
 قطعی نہیں۔ لیکن حضرت مجیب اپنا فکر فرما دین اور انکی سلام و دیگر ساطعین نے مبنی اصول  
 و فروع کا نظیات پر رکھ دیا اور بیاری سید عالم الہدی کے دعویٰ تنازعہ کو انکی تسبیح ثانی  
 فی غلطی اور تسبیح اصول فرمایا پس اس کو جواب کا فکر کیجی قطع نظر اس سے اگر آئیگی  
 کہ نبوت قطعی کا دعویٰ ہی تو مسلمہ حجت کو جو اصول معتقدات سے ہے چنانچہ تیغ محمد بن  
 الحسن البحر العالی نے بدایت الہدایہ میں لکھا ہے بحسب الکلف الاقرار بوجود اللہ سبحانہ و تعالیٰ  
 وعدہ و علم و قدر و تدبیر عن المقص و سائر صفاتہ الواردة فی الکتاب و السنۃ و الامار  
 بالمعاد الخ و هو القیمۃ الکبریٰ وبالرجعۃ وھی القیمۃ الصغریٰ مجتہدی لکھتا ہے اور حجت  
 از ضروریات مذہب تسبیح است۔ کسی دلیل عقلی یا نقلی قطعی سے ثابت فرما دیجیے اور اگر قطعی  
 نہ ہوگی تو ظنی ہی سے ثابت کیجیے ہاں نا انصافی کے راہ سے کہی جائیں کہ جاری نام  
 اصول و فروع دلائل قطعیہ سے ثابت ہیں جیسا سید مرتضیٰ کا خیال ہے اسکا کوئے  
 علاج ہیں باقی سوال فرق نہاد وجدنا اور علیؑ نہاد وجدنا السلف کا جواب ہم بوجہ اپنی  
 التزام تہذیب کی کچھ نہیں عرض کر سکتے مگر انما کہتے ہیں کہ فعلی نہاد اہل ابائی اور نہاد وجدنا  
 اس لئے کہ کلف پر حدود تعالیٰ شانہ کے حدود اور حدیث اور عدل اور علم اور قدرت اور تسبیح کا التزام  
 جو کہ اس دوسرے دواو میں اقار و اح ہے درحد و استقامت جو قیامت کمرے ہے اور رحمت اللہ فوقنا  
 صریحہ ادکا ہی اختراعات و اح ہے۔ ۱۱۔

آبادنامین جعفر فرق ہوا و سکی نسبت علی بن ابی طالب و جعفر السلف میں اور انما وجدنا ابانامین زیادہ  
 فرق ہوا قول۔ معہذا ان کل کتابوں میں تفضیل خلفاء اربعہ کی حسب ترتیب خلافت  
 درج ہے مگر ہماری حضرت مجیبؑ صرف خلفاء ثلاثہ پر ہی اکتفا فرمایا اور بیاعت نہایت  
 محبت و غایت تسک بہ اہل بیت اپنے خلیفہ رابع کا ذکر تک نہ کیا اقول۔ یہ امر  
 پہلے ہی کہ عدم ذکر شے اس کی نقصان دہرانی کو مستلزم نہیں تو معاذ اللہ حضرت امیر المؤمنین امام الشہیدین کا  
 عدم ذکر اس وجہ سے نہیں کہ ان کی خدمت میں ولادت تسک میں کوتاہی ہو حضرت کے ساتھ سوء اعتقاد ہی  
 کو میں ایسی ہی جو سنی اعتقاد کرتا ہوں جیسا کہ حضرات ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ  
 سوء اعتقاد کو بے دینی سمجھتا ہوں لیکن چونکہ منظرہ میں متفق علیہ کے ذکر کی کچھ ضرورت  
 نہیں ہے تو مختلف فیہ کا ذکر بہت ضروری ہی پہلے ہی خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے ذکر پر اکتفا کیا گیا  
 اور یہ تو حضرت مجیبؑ ہی جانتی ہونگے لیکن آخر کیا کریں آپ کو دہشہ انصاف اور تحقیق حق نے چھوڑا  
 کہ آپ یہ اعتراض فرمادیں قال الفاضل المجیب۔ قولہ صحابہ کرام الخ اگر لفظ کرام  
 صفت احترامی ہی اور مقصود اس سے غیر صحابہ کرام سے احترام ہے تو حاشا و کلام کہ  
 شیعہ صحابہ کرام کو برا سمجھتی ہوں بلکہ اپنی نزدیک جن لوگوں کو غیب کرام جانتی ہیں اور ان کا  
 ایسا ہونا کتب فریقین سے ثابت کرتے ہیں ان کو ہی برا جانتی ہیں بقول العبد الفقیر  
 مولانا الغنی اسی اہل دانش و انصاف و امی متجربان اعتصاف ذرا ہماری حضرت مجیبؑ  
 انصاف و تحقیق حق کو ملاحظہ فرمانا اور دیکھنا کہ کس شہ و مدنی نہ رہا میں کہ حاشا و کلام کہ شیعہ  
 صحابہ کرام کو برا سمجھتی ہوں۔ اس مسئلہ کو نہایت مضبوطی کے ساتھ بتا مانا۔ بندہ عرض کرتا ہے  
 غرات شیعہ کے یہ محض زبانی دعوے ہیں در نہ حضرات نے اپنی کتابوں میں تو انہیں  
 اصحاب تک ہمام کفیر و فسیق سے چھوڑا تو یہ دعوے محض مخالف اپنے کتب  
 رکھی ہے۔ لیکن نقل روایات سے پہلے یہ گزارش ہے کہ بطور مقتدہ یہ قاعدہ  
 اپنے ذہن میں محفوظ رکھیں کہ حضرت مجیبؑ نزدیک معصیت مکرمت کی بالکل خلاف ہی

اور جس میں معیت پائی جائیگی کہ امت مرتفع ہو جائیگی چنانچہ آئندہ عبارت میں بزرگ خود اس واقعہ کو ثابت کر کے بنا، اقترانات اسی پر رکھی ہے تو جب یہ قید محفوظ ہو چکا تو اب روایات شنیٰ انبیاء کو کفر تک نہیں چھوڑا حضرت شیخ صدوق طائفہ ابو جعفر محمد بن علی بن حسین بن ابی عمیر خصال میں روایت فرماتے ہیں۔ عن ابي عبد الله عليه السلام قال اصول الكفر ثلثة الحرم والاستكبار والحد فاما الحرم فادام حين يهوى عن الشجرة حمله الحرم على ان اكل منها واما الاستكبار فابليس حين امر بالسجود قالى واما الحد فابنا آدم حين قتل صاحبه  
یوحییٰ حضرت آدم علیہ السلام سے نبوت اسلام میں حسب ثابت اکملی صدوق کے اس فعل کا ارتکاب جو اصل کفر ہے پایا گیا اور کفر میں اس کے برابر کوئی نہ کہہ سکتا ہے ایک اصل کفر کی پائی جاتے ہے اور خداوند توبہ توبہ آپ میں ہی ایک اصل پائی جاتی ہے اب دیکھیں کہ یا تو یحییٰ کہہ کر ائمہ تک صفائے کبار سے کہو اور غدا معصوم تھے یا یہ کہہ کر نوحہ باری تعالیٰ کے برابر ہو گئی اب حضرت مجیب یا تو نقل روایت کی تکذیب فرمادیں گی اور یہ تو ممکن نہیں کہ اب نبی کے پاس ہو نہ تھا لے موجود ہی حسین یہ روایت سراپا غواہیت مذکور ہے یا اس روایت کے تکذیب فرمائیں گی اور یہ بھی ممکن نہیں کیونکہ حضرت صدوق کی روایت ہے اگر کسی تکذیب کیجے اور وہی تو اذکار و وصف صدوق نہ ہو گا بلکہ گداز صادق اسکا عداوت اسی اور کسی احتمال و تاویل کی گنجی بیش نہیں سچا حضرت ایسی کفریات روایت فرمادیں اور یہ کہ کوئی صدوق کے لقب سے ملقب ہوں اور کوئی علم خطا با پنے اہل بیت سے پا دیں۔ اور لیجئے یہی سب اس مسئلہ ابو الانبیاء و المرسلین میں جنگی نسبت حضرت صدوق نے عیون اخبار الرضا میں ایک طویل روایت بیان فرمائی؟

لے یعنی اصول کفر میں حرم اور حد لیکن حرم اس آدم جبکہ منع کیا گیا درخت سے تو حرم نے اس کو اس پر گنجھت کیا۔ کہ اوہیں سے کہا گیا۔ اور کفر میں اس جبکہ حکم کیا گیا سجدہ پس اس نے انکار کیا۔ اور حد پس آدم کا بیٹا۔ جبکہ اس نے اپنے پہلی کو حد قتل کر ڈالا۔ -۱۲-

اور تفسیر صافی میں ہے ولاتقربا نذہ الشجرہ کی تفسیر میں مذکور ہے۔ حدیث عبد الواحد بن محمد بن عبد وس الیثنا پوری الطارقال حدیثا علی بن محمد بن قتیبة عن حماد بن سلیمان عن عبد السلام بن صالح الہروی قال قلت للرضاء یا ابن رسول اللہ اخبہ فی عن الشجرۃ الّتی اکل منها آدم وحواء ما كانت فقد اختلف الناس فیہا فمنہم من یروی انہا الخطة منہم من یروی انہا العنبر ومنہم من یروی انہا شجرة الخسد فقال کلّ ذلك حق قلت فما معنی هذا الوجود علی اختلافہا فقال یا ابا الصلّت ان شجرہ الجنة تحمّل انواعا فكانت شجرة الخطة فیہا عنبر و ليست کشجرة الدنیا وان آدم علیہ السلام لما اکرّمہ اللہ تعالیٰ ذکرہ باسمہ ماہ ملکین لہ وادخلہ الجنة قال فی نفسہ ہل خلق اللہ بشرا افضل منی فعلم اللہ عزوجل ما وقع فی نفسہ فناداه ارفع راسک یا آدم فانظر الی السّاعة عرشی فرفع آدم راسہ الی اساق العرش فوجد علیہ مکتوبا بالالہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ابن ابیطالب امیر المومنین و زوجته فاطمة سیدة نساء العالمین والحسن والحسین سیدا شباب اہل الجنة فقال آدم یا رب من ہولاء فقال عزوجل ہولاء من ذریتک و ہم خیر منک ومن جمیع خلقک لولاہم ما خلقتک و ما خلقت الجنة والنار ولا السماء والارض وایاک ان تنظر

یعنی عبد السلام بن صالح ہروی کہتا ہے کہ نبی مام رضامسیر پوچھا اسی فرزند رسول اللہ صمدہ درخت کی تاجس سے آدم و حوا کہایا تھا کون نے اوسین اختلاف کر کہا ہے بعضی کہتے ہیں کہ وہ گندم کا درخت تھا بعضی کہتے ہیں کہ وہ انگور کا درخت تھا اور بعضی کہتے ہیں کہ وہ حسد کا درخت تھا اپنی فرمایا اے ابا الصلّت جنت کا درخت چند قسم پر ہوتا ہے ہر قسم پر درخت اصل میں گندم کا اور اوسین خوش انگور کے پتی اور جب خدا نقلے نے آدم علیہ السلام کو فرشتوں سے سجدہ کر کے ارکاد جنت میں داخل کر کے بزرگوں کا طواف کیا تو اپنی پسین کہا کہ کیا کوئی بشر مجھے افضل ہے۔ خداوند تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم فرمایا اے آدم اسے اور ہر اساق عرش پر دیکھ آدم نے دیکھا تو اسے کہہ کر کہا ہوا تھا (لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی بن ابی طالب امیر المومنین و زوجہ فاطمة سیدة العالمین الحسن والحسین سیدا شباب اہل الجنة) تو کہا اسی پر درود گاہیہ کون میں فرمایا یہ تیری اولاد میں ہیں اور تجھ سے تمام مخلوق سے بہتر ہیں اگر یہ ہوتے تو نہ تجھ کو پیدا کرتا اور نہ جنت و نار کو اور نہ آسمان اور زمین کو اور خبردار انکو۔

الیہم بعین الحدیث ما خرجک من حواری فظن الیہم بعین الحدیث و تملی متکلمہم فسلط اللہ علیہ  
 الشیطان حتی اکل من التمرۃ الّتی بقی عنہا و تسلط علی حوائطہ و نظر الی فاطمہ تعین الحدیث حتی اکل  
 من التمرۃ کما اکل آدم ما خرجہما اللہ تعالیٰ من جنتہما ہبطہما عن حوائط الارض - یہ روایت  
 بہت وجہ قابل غور ہے لیکن یہاں حرف سہ قدر ثابت کرنا ہے کہ حضرت آدم علی نبیہ علیہ  
 السلام کے حق میں بہت بڑی معصیت حضرت نے ثابت فرمائی کہ باوجودیکہ حق تعالیٰ  
 شانہ نے نہایت تاکید کے ساتھ حد کی ممانعت فرمائی مگر باوجود اس کے حضرت آدم نے نہ مانا  
 اور حد کی معصیت کی سزا پائی اور فی الواقع اس نے درجہ کا حد کیے ہوگا چنانکہ افضل الاولین  
 و الاخرین کے مراتب کا حد کیا جاوے گا و اللہ کشفہ حضرت آدم کے عرق حد جو ش میں آئی  
 کہ خدا تعالیٰ کی یہی ایک نہ سنی اور پہلے گذارش ہو چکا ہے کہ اصول کفر کے حضرات  
 تین قرار دیے ہیں - حوصلہ اور استکبار تو پہلے حصہ حضرت آدم حق میں عبارت نص  
 بروایت حد و حق ثابت ہو کر مساوات نہیں ثابت ہو چکا و اللہ تعالیٰ اس روایت  
 میں دوسری اصل کفر کی یعنی جو حد سے پہلے اعلیٰ درجہ کا حد حضرت کے و بظہر ثابت  
 کیا گیا تو اب معاذ اللہ توبہ و توبہ شیعہ کے نزدیک حضرت آدم علی نبیہ علیہ السلام کا  
 مرتبہ باوجود نبوت کے کفر میں نہیں لیکن اس سے دو چند ہوا بلکہ اگر غور کیا جاوے  
 تو ایسی روایت ہے کہ استکبار ہی مہم ہوتا ہی آجکا یہ خیال کہ مجھ سے کوئی افضل  
 نہیں ظاہر ناموسی عرق استکبار سے ہے تو گویا مدار سلسلہ انبیاء الاولیاء اس خلیفہ  
 فی الارض بہ نسبت نہیں کے کفر میں مستہ گوئے زیادہ ہوئی کیونکہ مرتبہ مراتب اصول کفر کے  
 ملے حد کی نگاہ سے نہایت نہیں تو ابی قرب سے محکم نہ لگتا تو آدم کو حد کی نگاہ سے دیکھا اور انکی مرتبہ کے  
 آرزو کی پس خدا تعالیٰ نے وہی شیطان مسلط کر دیا یہاں تک کہ اس درخت سے کھا یا جسکی ممانعت تھی اور جو  
 ناطقہ کی طرف حد کی نظر سے دیکھا تو اس پر ہی شیطان مسلط ہوا اور ابھی ہی اسی درخت سے کھا یا پس خدا تعالیٰ  
 انکو ابھی جنت سے نکال دیا اور اپنے قریب سے جدا کر کے زمین پر اتار دیا - ۱۲

معا و اللہ آپ میں پائی گئی باقی رہیہ آپ بتقلید فاضل جانی وغیرہ حسد کی تاویل غلطیہ کے تحت  
 نقرادین اور کلام کی اطراف و جوانب اور قرائن کو ملحوظ خاطر رکھیں کہ یہ کہ غلطیہ اور حسد باہم متضاد ہیں بطور  
 حقیقت اطلاق احمد جامع علی الاخر صحیح نہیں بلکہ محض آرزو کرنا اور جس جیسی نعمت کا ہی جو دوسرے کو  
 حاصل ہے بدون قصد زوال کے اور حسد اس نعمت کو تمنا کرنا جو دوسری کو حاصل ہو اس  
 زائل ہو کر اور غلطیہ شرعاً جائز بلکہ محمود ہے اور حسد ناجائز اور مذموم تو اس حدیث کو سچا غلطیہ پر  
 حمل کرنا محال ہے اور اگر بغیر محال حسد کے معنی غلطیہ کے ہوں تاہم جبکہ خداوند تعالیٰ نے  
 سخت تاکید سے ممانعت فرمائی اور ان الفاظ میں فرمایا دایا لک ان تنظر الیہم بعین حسد تو اس کو  
 محرم اور شل حسد ہونے میں کیا کلام باقی رہتا تو اس صورت میں اس کا ارتکاب مثل  
 ارتکاب حسد کی ہوا اور ارتکاب حرام لازم آیا۔ مگر تعجب تو یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے شانہ نے  
 حضرت آدم کو صرف شنی منزلت ائمہ پر اس کے غضوب اور مہر و در فرمایا حالانکہ اس وقت اس میں نہ تھا  
 اگر وہ بالفرض حاصل ہو جاتے تو کیا کچھ نقصان نہ تھا۔ لیکن دنیا میں جبکہ تمام عالم کے حقوق  
 امامت کے ساتھ متعلق تھے امامت غضب ہو گئی اور ائمہ ذلیل و خوار ہو گئی اور خدا تعالیٰ  
 کو ذرا ہی غصہ نہ آیا اس لطف کی قربان اور اس عدل پر خدا بے شک یہ بے شک تین  
 حضرات شیعہ کے خدا کی ہر ستایان شان میں مگر یہ کہ جیسا امام نے تقیہ فرمایا شاید خدا تعالیٰ  
 نے ہی ڈر کر تقیہ فرمایا ہو۔ اور روایت ایچے۔ مروی محمد بن الحسن الصفار عن ابی جعفر  
 قال اللہ تعالیٰ لادم و ذریئہ اخر جہا من صلیب المستبریکم و هذا محمد رسول اللہ و علیہ  
 المؤمنین و اوصیاءہ من بعدہ و لاۃ اخری و ان المہدی یتفقہ من اعدائہ و اعوانہ  
 طوعاً و کرہاً قالوا افر فاف و شہدنا و ادم لم یقر ولم یرکب لہ عنہ علی الاقرار۔ عن النخعي  
 سے خلاصہ یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ نے روز میثاق جب سب سے اقرار وحدانیت و نبوت و  
 دو صابت لیا تو سب نے اقرار کیا لیکن حضرت آدم نے نہ اقرار کیا  
 اور نہ ارادہ اقرار کیا۔ ۱۲۔



علاوہ حضرت آدم علی نبیہ علیہ السلام حضرت یونس علی نبیہ علیہ السلام کے شان میں جو روایا  
 مروی ہیں سبھی کلمینی روایت کرتا ہے۔ عن ابن ابی یعفور قال سمعت ابا عبد اللہ و  
 هو واقع یدہ الی السماء رب لا یطغی الی نفسی طرفۃ حبس ابد ولا اقل من دال فما کان  
 ما صرع من ان تحدر الدرع من جوانب لحيته ثم اقل علی فقال یا ابن ابی یعفور ان یونس  
 ابن مئی وکذا سہ الی نفسہ اقل من طرفہ عین فاحدث داک قلت فبلغ بہ کفر اصلحک اللہ  
 فقال لا وکن الموت علی تلک الحال کان هلاکاً۔ عن التوفیق اور ظاہری کہ یہ حالت حسین  
 موت ہلاکت کے ساتھ تعبیر کیجادی یہ وہی حالت ہی جو مصیبت کے ارتکاب کی حالت ہو  
 اور لیجئے ماباقر مجلسی سے مولانا مولوی حیدر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے روایت  
 نقل فرمائے ہے ابو حمزہ ثمالی روایت کردہ کہ روزی عبد اللہ پیر عمر بن عبد السلام  
 زین العابدینؑ کی گفت کہ تونی کہ میگونی یونسؑ یا از برای این بشکرم ہی انہشتند۔ مابہ جہم  
 امیر المؤمنینؑ برابر عرض کردند او توقف کرد و حضرت گفت بلی من گفتہ ام وارث نبویؑ و  
 نشینہ عبد اللہ گفت اگر راست میگونی علامتی بر راست گفتاری خود مکن بنما چہ حضرت  
 فرمود تا عصا بہ بردیدہ من دبستند بعد از ساعتی فرمود کہ چشم ہما سے خود را بکشاید چون  
 دیدہ مائی خود را کشودیم خود را در کنار دیائی کہ مو جہائش لب نہ شدہ بود و بدیم پس پیر  
 گفت کہ ای سید من خون من در گردن نست حضرت فرمود کہ اضطراب مکن کہ بحال است  
 گوئی خود تو بینما ہم پس فرمود کہ ای ہابی ناگاہ ہابی سر از دریا میدون آورد مانند کج غلیظ میگفت  
 بتیک ای دلی خدا حضرت فرمود تو کہستی گفت من ہابی یونسؑ امی سید من نہ فرمود  
 کہ مارا فرودہ کہ قصد یونسؑ چہ گونہ بود ما ہی گفت کہ ای سید حق تبارک و تعالیٰ میبچ پنہیری ہوت

سے حاصل ہو کہ ابن ابی یعفور کہتا ہے کہ انہی کو پیر لکھنا کہ ایک کو کہی۔ رہا پیر سے یا  
 کہ دوسرے خدا تبارک و تعالیٰ کی نفس کی طرف ہلک چپک سے کم سہر دیکھا تھا تو اسی یہ احداث کی سببی یہاں کہ اس سبب کہ  
 پہونچ گیا تھا فرمایا نہیں لیکن ایسی حالت کہ وہ پہونچ گیا تھا کہ اس حالت میں مرنا ہلکی تھے۔ ۱۱۔

نکودہ از آدم تا جد محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گزرے تاکہ ولایت شما اہل بیت برابر رسول  
 کریم پس ہر قبول کرد سلام ماندہ کہ ابا کریم متاگردید تاکہ حق تقالے یونس را بہ پیغمبری  
 گردانید پس حق تقالے وحی کرد با کہ اسی یونس قبول کن ولایت امیر المومنین علی وائمہ را این  
 از صلب اوبا سخنان دیگر کہ باد وحی نمود یونس گفت چگونہ ختیار کنم ولایت کسی را کہ اورا  
 ندیدہ ام دینی شناسم درفت بکنار دریایس خدا میں وحی فرمود کہ یونس را فرد بردار سخنان  
 اوراست مکن پس چہل روز در شکم من ماند اورا میگردانیدم در دریایا و در تاریکیہا ندامیکرد  
 لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ بِحَقِّكَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظَّالِمِیْنَ قبول کردم ولایت امیر المومنین وائمہ را شدین  
 از فرزندان او پس چون ایمان آورد بولایت شما ابراہم کرد پروردگار من کہ اورا ند ختم بر ساحل دریا  
 پس حضرت امام زین العابدین فرمود کہ اسی ماہی برگرد بسوی استخوان خود و آب از موج  
 قرار گرفتہ - انتہی - حاصل یہ کہ حضرت یونس علیہ السلام کو جب حکم خداوند سی پونچا کہ ولایت ائمہ پر  
 ایمان لاؤ تو انہوں نے خدا تقالے کے حکم کو نہ مانا اور ولایت ائمہ کی ایمان سے صریح انکار کر دیا  
 پس اسکی نر امین حکم با جو کچھ کہ چکھا - اسے طرح حضرت آدم سے لیکر حضرت رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم تک جس قدر انبیاء مبعوث ہوئی ولایت ائمہ اہل بیت پیش کی گئی اگر قبول کیا تو  
 بیات محفوظ رہی ورنہ عقوبت میں مبتلا ہوئی چنانچہ حضرت آدم کا حینت سے نکلنا اور حضرت  
 ابراہیم کا آگ میں ڈالاجانا حضرت یوسف کا چاہ کفان میں غیب اہوا حضرت ایوب کا  
 مصیبت میں مبتلا ہونا وغیرہ اسی قبیل سے ہے چنانچہ مناقب مرتضوی سے خلاصہ کیا  
 مولوی حبیب علی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے - تو اس سے پایا گیا کہ انبیاء نے عقائد  
 امامت ائمہ پر جو پڑ ایمان ہی انکار کیا - سچان اللہ ع چو کفر از کعبہ بر خیزد کجا ماہر سما  
 جب انبیاء ہر حکم نہ مانیں اور رد وحی کریں اور بیچارہ نکا تو کیا ذکر ہے - محبہ حالات  
 انبیاء کہ تو سن حکم اب ذرا ائمہ کے حالات بھی سن لیجئے جو حضرات بدعیان محبت و ولار  
 روایت فرماتے ہیں - حضرت علی امیر المومنین و امام المہتدین قائد الفرائض علیہ السلام جنکی فضیلت

تمام انبیاء و رسل پر سوائی حضرت مسلم سے اونکی شان میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بفقہ الرسول  
 جسکے شان میں من غصبها فقہ غصبی تسلیم کرتے ہیں اونکی زبان سے یہ کلمات نقل  
 کرتے ہیں جو مولوی حمید علی صاحب جمعۃ اللہ علیہ نے اپنی تصانیف میں ملاحظہ  
 مجلسی سے نقل کیے ہیں۔ مانند جنین پر دہ نشین رحمہ اللہ و مثل خاتمان درخانہ گنجۃ  
 خود را ذیل کردی اگر گان میدرد می برند تو از جای خود حرکت نمی کنی محل اعتماد من  
 دیا و من سست شد شکایت من بسوی پدر من و مخاصمہ من بسوی پروردگار من اگر  
 اجمال کے کب قدر تفصیل عبارت تذکرہ الائمہ سے واضح ہوتی ہے۔ وہی ہیں  
 و یجنین حق دستند و یجنین نسبت باہل بیت رسالت واقع ساختند و نسبت زنا۔  
 استغفر اللہ بحضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا و ان دو شام دادن باو و غصب اندک و خلافت  
 نمودن و کشتن و زدن پس لودہ و مقطعدن محسن شش ماہ و آتس نجابہ پیغمبر انداختن ان  
 یہ باتیں کہ جبکی شکایت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمائی پس اگر حضرت امیر معاویہ اپنی اس سکوت  
 میں ناحق پر تھے اور محض بوجہ جہن و نامردی کے حاشا جانا بہ عن ذلک یہ سب  
 کچھ دیکھتی تھے اور نہ بولتی تھے تو قطع نظر اسکے کہ بعد اعلیٰ درجہ کے معصیت تھے  
 یہ امر قریح استحقاق خلافت ہی اجماع الایمتی الا ائمہ قضیہ مسلمہ ہے اور اگر آپ حق پر تھے  
 اور بوجہ وصیت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آپ ساکت و صامت رہی تو اولاً  
 کیا یہ وصیت ابوبکر اشجع کے قتل کی وقت فراموش ہو گئی تھے اور نیز اب حضرت علیا  
 کو ہنگامہ میں تصنیف نہیں ہوئی تھی۔ اور ثانیاً کیا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا طبع حکم حضرت  
 امیر نہ تھیں اور کیا حضرت امیر کی نسبت ایسی کلمات مستحسن جوارا ذل میں بے  
 معیوب ہیں اور نہ جانا نہ تھے۔ اور کیا انکو حضرت کا یہ ارشاد جو سچا رالہ نوار میں  
 خانم النکمین نے نقل کیا ہے لا یغصہ علیا فانہ ان غضب غضبت بغضبہ یا ذرہا  
 ہر کف اگر آپ کا سکوت حق تھا تو معاذ اللہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ایسے کلمات مستحسن حضرت

ائمہ کے ثنائین کہہ معصیت سے نہیں بچ سکتی۔ علاوہ اسکی علمائے شیعہ کو تو حضرت  
فاطمہ رضی اللہ عنہا کے اہلبیت سے ہونے میں کلام و تردد ہی چنانچہ صاحب ارغام نے  
شافی شرح کافی سے نقل کیا ہے ان اہل بیت کل نبی اوصائہ وصلیٰ ہذا ایمن  
دخول فاطمہ فی اہل بیتہ باعتبار انہا ولیۃ وصی اہل البیت (کی ان قال) ویکون  
ان لا تکون داخلۃ فی اہل البیت۔ اور نیز دیگر علمائے شیعہ کی کلام سے ہی اسکی تائید  
و تقویت ہوتی ہے چنانچہ شیخ مقدادی کنز العرفان فی فقہ القرآن میں لکھا ہے اور  
اجماع شیعہ کا بیان کیا ہے کہ آل صرف ائمہ معصوم ہیں اور کوئی نہیں اسکی عبارت یہ ہے  
الذین یجب علیہم الصلوٰۃ فی الصلوٰۃ و یستحب فی غیرہا الامۃ المعصومون لا طبا  
الاصحاب انہم ضم الال۔ ولان الامہ بذلک مشعر بعاۃ التعظیم المطلق الذی  
لا یتوجہ الا المعصوم و اما فاطمہ علیہا السلام فتدخل ایضاً لانہا بضعت منہا  
بلفظہ اسجگہ شیخ مقداد نے دو ذیلیں بیان کی پہلی دلیل بصرحت تمام لفظ آل کے ائمہ کے  
ساتھ خاص ہونے پر اور حضرت فاطمہ کی آل سے خارج ہونے پر دلالت کرتے ہیں  
اور یہ بھی ظاہر کرتی ہے کہ آل کا ائمہ کی ساتھ خاص ہونا مجمع علیہ حضرات شیعہ کا ہے  
دوسری دلیل جناب فاطمہ رضی اللہ عنہا کی معصوم نہ ہونے پر دلالت ہے کیونکہ مدار استحقاق غایت  
تعظیم کے لیے معصوم ہونا قرار دیا ہے اور پھر اس سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو خارج ہونے کا  
شیخ کو اواہمہ پیدا ہوا تو بطور رفع توہم اور ہتدراک کے حضرت سلام اللہ علیہا کے استحقاق  
غایت تعظیم کو سبب جزئیّت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ثابت فرمایا۔ علاوہ ازین علامہ  
لے تحقیق برہنی کہ اہلبیت اسکی دایرہ میں تو اس اعتبار سے حضرت فاطمہ کا اہلبیت میں داخل ہونا ممکن ہے کیونکہ آپ  
اہلبیت کے چوتھے کا واسطہ میں (جہاں تک کہ کہتا) اور ممکن ہے کہ اہلبیت میں داخل نہ ہوں۔ ۱۲۔ ۱۳۔ جن  
لوگوں پر نماز میں درود پڑھنا واجب ہے اور نماز کے سوا مستحب ہے ائمہ معصومین ہیں کیونکہ اصحاب  
شیعہ کا اس پر اتفاق ہے کہ آل صرف معصومین ہی ہیں اور دوسری وجہ یہ ہے کہ درود کا حکم ہونا نہایت  
تعظیم کو مشعر ہے جسکا سوا ائمہ معصومین کے اور کوئی مستحق نہیں ان حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو واجب صلوٰۃ  
میں داخل ہیں کیونکہ حضرت م کا جڑ میں ۱۴۔

شیخ کو ازین حضرت فاطمہ کا اہلبیت میں داخل ہونا

مجلسی ہی حق یقین میں منجھو ہم پر عصمت کو لازم امامت تسلیم کر لیا ہے اور ایسا صحاحی جمع صرف بہت  
 واقعہ معلوم ہو کہ دلالت بر عصمت بخیر تکبیر عصمت لازم امامت ہے تو اس سے صاف معلوم ہوا ہے کہ حضرت  
 فاطمہ رضی اللہ عنہا نہ معلوم نہیں من کیونکہ آپ قطعاً امام نہیں تو معصوم ہی نہیں۔ پس ان دونوں  
 دلیلوں سے صاف واضح ہوا کہ حضرت علیہا السلام آل امین داخل میں اور معصوم  
 ہیں۔ حاکم نیکو قطبیر سے بضمیمہ حدیث کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا اہلبیت میں داخل ہونا  
 اوسبقہ ثابت ہے جعفر راہمہ کا داخل ہونا ثابت ہے بلکہ اس سے ہی زیادہ۔ کیونکہ سوائے جعفر  
 امیر رضا اور جناب حسین کے باقی ائمہ رضی اللہ عنہم قطعاً باعتبار نفس اوسمین داخل نہیں ہیں اور جناب فاطمہ  
 باعتبار نفس قطعاً یقیناً اوسمین داخل ہیں۔ نتیجتاً کہ جو یقیناً داخل ہوں بلکہ قطعاً قطبیر سے  
 خارج ہوں وہ تو اہلبیت اور معصوم ہو جائیں اور جو قطعاً قطبیر میں داخل ہو اسکو  
 قطبیر سے بلا آل مومنے سے ہی خارج کر دیں۔ سبحان اللہ یہ حضرات سیدہ کا ہی دلائل  
 اوتسک ہے بیشک یہ دین حضرات ائمہ سے ہی اخذ کیا ہوگا کہ حضرت فاطمہ تو اہلبیت اور عصمت سے خارج  
 ہوں اور اہلبیت میں داخل نہ ہوں۔ تو خیر جب انکو اہلبیت سے ہی نکال حکم اور عصمت خاصہ ائمہ کا ہی فرما چکا  
 تو اب معصیت کو بہ نسبت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حضرت فاطمہ کی طرف منسوب کرنا آپکو سہل ہوگا  
 حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو بلا کی جناب پاک کی نسبت روایت کرتے ہیں کہ معاذ اللہ  
 آپ نے غسل بیت المال بلا اجازت و قبل قیمت تنگ نہ کیا لکن صرف کیا جو کبیرہ گناہ ہے اصل روایت  
 امام عظیم شیعہ نے بیان کی ہے لیکن ترجمہ فارسی اور اسکا انالٹھین سین فاضل جالبی کی کتاب  
 فوائد اصفیہ و مواظبہ حسنہ سے نقل کیا گیا ہے سہی وہ لکھتا ہوں۔ روزے بھانے  
 پیش حضرت امام حسین تازل گردید پس امام حسین درمی قرصن گرفتہ نائے خرید و نان خویش  
 داشت کہ نان با نان حاضر سازد و دران روز ما چند شہائی عمل از طرف میں بخدمت  
 حضرت امیر شریعہ بود پس امام حسین بقبر خادم سرودند کہ دین منکی را از شکہا سے

بکشايد چون کثرت بقدر یک رطل ازان مشک غسل گرفتند و جهان خوراند پس چون  
 امیر علیه السلام خواست که مشکها را میانہ تحقیق آن قسمت نماید از قنبر پرسید کہ کسی  
 این مشکها کثرت قنبر عرض کرد کہ بلی یا امیر المؤمنین سرگذشت را نقل نمود چون حضرت امیر  
 حرف اورا شنیدند در غضب شدہ فرمودند علی بن حسین را حاضر سازند چون حضرت  
 امام حسین حاضر شد حضرت امیر درہ برداشت امام حسین گفت بحق عمی جعفر یعنی بحق و حرمت  
 عم من از قصص من در گذر شما بطرف حضرت امیر المؤمنین بود کہ ہر گاہ کہ بحق جعفر میگفت پس  
 غضب آنحضرت تسکین می یافت پس حضرت امیر مرد و ما حاکم اذا لخذت منه قبل القسمة  
 ہر چیز باعث شد کہ قبل از قسمت آن با آن متصرف شدی امام حسین عرض نمود کہ حق ما  
 در دست چون قسمت میشد بقدر یک رطل از حصہ خود داخل میکردم حضرت امیر فرمود کہ پدر تو  
 فدک تو باد کہ ترغیب دہد کہ توازن منتفع شوی پیش او اندک مسلمانان منتفع شوند آگاہ  
 باش کہ اگر نمی بود کہ دیدہ بودم کہ دندانهای تریہ جعفر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم می بودید  
 من ترا درین وقت نیز دم بعد ازان حضرت امیر خود در می کہ در کنار روای خود تہ بقنبر  
 دادند و فرمود کہ قسم اول غسل از بار خریدہ بیا چون آورد عقل قسم خورده میگوید کہ گویا من  
 می بینم کہ از مرد دست دہن مشک را حضرت امیر گرفته اند و قنبر غسل را در آن داخل میکند  
 بعد ازان حضرت امیر علیہ السلام دہن مشک را می بست و میگفت و میفرمود - اللہم اغفر  
 للحسین فانہ لم یحلہم خداوند از قصہ حسین در گذر کہ او نادانستہ این کار کردہ و اثری بلفظ  
 بموجب مضمون اس روایت کجاف ثابت ہوتا ہی کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے  
 بی المال کی شہدین سے بلا اجازت امام و قبل القسمت کہ حسین دوسرے مسلمانوں کے  
 حقوق ہی تھے لیکر تصرف کیا۔ میں پوچھتا ہوں کہ یہ خیانت کچھ انکی نزدیک محبت  
 نہیں کیا مسلمانوں کے مال میں ہا قسمت و اجازت تصرف کرنا امام کے پیچھے چلے جاتے  
 سہ کچھ کم ہے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حال تو پشت از بام ہے

کہ حضرت نے خلافت نبوت جو نبی است رسول ہے۔ معاذ اللہ ایک کافر کو سوئے دی حالہ  
 آپ کی سائنہ باعتبار ظاہر بھی فوج کثیر تھے اور نے بحقیقت آپ کو کچھ سکی حاجت نہ تھی۔ کیونکہ  
 آپ کو اپنی موت کا تو حال معلوم ہوگا تو پھر آپ کو خوف کس بات کا تھا تو یہ مصیبت اور ظلم و کفر تھا  
 نہیں تو کیا ہر جسکی بابت حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا جسکو علماء شیعہ نقل کرتے ہیں  
 لو جزا لفق کان احب الی ما فعلہ اخي الحسن یعنی اگر میرے ناکٹ جاتی تو اس سے بہتر  
 نہا جو میرے بہائی حسن نے کیا کہ معاویہ کو خلافت سپرد کر دی۔ جزا لفق کے آپ معنی جاد  
 ہو گئی۔ خواہ حقیقی لہجہ یا تمجازی بہر کیف یہ خلع خلافت صلیح معاویہ ایسی حرکت تھی  
 جسکو امام معصوم اپنی ناک کشی سے بدتر اور تاد فرماتا ہے۔ تو اگر امام حسین کا قول حق ہے  
 تو فعل امام حسن رضی اللہ عنہ کا کبیرہ اور مصیبت ہے اور اگر خلاف ہے تو کذب امام معصوم کی کلام  
 میں لازم آتا ہے اور کذب مصیبت کبیرہ ہے اور کذبہ کی خلافت تو پھر معلوم نہیں کہ اصحاب  
 کیا ایسی خطا کی جس سے ادنیٰ ادنیٰ مصیبت ہے کرام ہونے سے خارج ہوئی اور انبیاء  
 اور ائمہ رضا باوجودیکہ انکی کھڑو معاصی تسلیم کی جاتی ہیں پیراؤں کو کرام کسی جاتے ہیں انبیاء  
 و ائمہ کا کا حال تو مجہول آئن لیا اب اصحاب قبولین کی کیفیات و حالات بھی ذرا ملاحظہ ہوں تاکہ  
 اس دعویٰ کی تصدیق جو ہمارے مجھے فرمایا ہے بخوبی ہو جاوے کہ حاشا و کلام شیعہ  
 صحابہ کرام کو برا سمجھتی ہوں منجملہ صحابہ کرام مقبولین شیعہ کے عبد اللہ بن عباس  
 انکی نسبت قاضی نور اللہ شمس الدین مجاہد المومنین میں تحریر فرماتے ہیں سلامہ علیہ و رخصتہ  
 الاقوال نے معرفۃ الرجال آوردہ کہ عبد اللہ بن عباس صاحب خاص حضرت امیر و مہمید ابوہریرہ و حال  
 و زہرگی و اخلاص و باطن حضرت اشہر از انست کہ تحقیقی مانند و شیخ ابوہریرہ کشتی در کتاب خود  
 بعضی از روایات آوردہ کہ متضمن شرح است در ابن عباس و حال آنکہ شان ابن عباس  
 اجل و اعلیٰ از انست و آں روایات را در کتاب کبیر جلال آوردیم و جواب از انہا گفتیم ابن عباس تمام  
 کلام سلامہ علیہ و رخصتہ حاصل جمیع قوادحی کہ از روایات کشتی مفہوم میشود و بعضی

اعمال ابن عباس سے مولف ابن کتاب را با ایمان و اعتقاد است اما جو کہ علامہ حلی  
در کتاب تجرید خود ذکر کرده بنظر قاضی شافعی نہ رسیده محسلاً حال حضرت ابن عباس رضی  
تو معلوم ہو چکا اب ادون اعمال کے تفصیل سنیں۔ یہی حضرت ابن عباس جنکو آپ  
اور آپ کی اہل بیت کو ارا صاحب کرام میں شمار کرتے ہیں جبکہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ نے انکو  
بصرہ پر حاکم مقرر کیا فرصت و موقع پاکر بیت المال و ہانکا لوٹ کر اور خیانت کر کے اپنی گھر  
۲ بیٹی حضرت امیر رضی اللہ عنہ نے جو درد انگیز خط انکی نام اس معاملہ میں لکھا ہے دیکھیں کہ  
قابل ہر نوح البلاغت سے بعینہ نقل کرتا ہوں۔ **وَمَكِينُ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَبِئْسَ عَمَلًا**  
اما بعد فانی کتب اشرفک فی امانتی وجعلتک شعاعاً و بطنی لم یکن فی اہلی رجل وثق  
منک فی نفسی ملو اساتے و موافقے و اداء الامانة الی فلما رأیت الزمان علی ابن عمک قد کلب والعدو  
قد حرب و امانتہ الناس قد خربت و هذه الامانة قد فکت و مشغرت قلبت لاجن عمالک  
المنجى ففارقته مع المفارقین و خذلتہ مع الخاذلین و خنتہ مع الخائنین فلا ابن عمک  
اسیت ولا الامانة اذیت و کانک لم تکن للہ تريد مجادک و کانک لم تکن علی بدیة من ربک  
و کانک انما کنت تکید هذه الامانة عن دنياهم و تنوی عزتہم عن فئہم فلما املتک الشدة  
فی خیانتہ الامانة اسرعت المکر و عاجلت الوشیة و اختطفت ما قدرت علیہ من اموالہم

۱۔ اما بعد۔ میں نے شریک کیا تھا تجھ کو اپنی امانت میں اور بنایا تھا تجھ کو اپنا جانی اور پہنائے۔ میرے  
جہنم میری غمخواری اور دوا دانت اور دار امانت کے لیے میری اہل میں تجھ سے زیادہ معتمد کوئی نہ تھا۔ پس جب تو نے  
دیکھا کہ چچا کے بیٹی پر زیادہ دشوار و سخت ہے اور دشمن غضبناک ہے اور لوگوں کی امانت ذیل میں گئی اور یہ امانت قتل ہوئی  
اور منتشر و پریشان ہو گئی۔ تو اہل کی بیٹی اپنی چچا کے بیٹے کے لئے تو نے اولیٰ کر دی۔ اور جب اہو گیک  
اوس سے جدا ہونے والوں کے ساتھ۔ اور ذیل چھوڑ دیا اوسکو چھوڑنے والو کو ساتھ اور تو نے یہی خیانت کی  
خیانت کر دینا ان کے ساتھ۔ نہ تو نے اپنے چچا کے بیٹی کی غمخواری کی۔ اور نہ امانت ادا کی۔ گویا تو اپنے  
جہاد میں خدا کی رضا مندی کا ارادہ نہ کرتا تھا۔ اور گویا تو اپنی پروردگار پر ہر سار نہ کرتا تھا۔ اور گویا تو فریب کرتا تھا  
اس امانت سے اذکی دنیا کے لیے۔ اور اول میں سوچ رہا تھا اذکی غفلت کو مال غنیمت سے پس  
جب تجھ کو امانت کی خیانت میں حیل کی قدرت ہوئی۔ سرعت سے حملہ کیا اور  
جلدی سے کود پڑا۔ ۱۲۔



المصونة لآزالهم وایاتهم وعاجلت اختطافا الذی لا یزال دامیه المعزی الکثیر فخلت  
 الى الجار حبيب الصدرة تحمل غیر متاع من اخذ وکانت لا ایا الغیرک حدثت الى خلک من  
 من ایتک ویتک فسمی الله ایا تو من بالعدا واثقاف تقاس الحساب ایها المعدود عندنا  
 من ذوی الالباب کیف تسبیح شربا واطعاما وانت تعلم انک تاكل حراما وشراب حراما و  
 ویتباع الاماء ویتکلم النساء من ال الیتامی والمساکین والمجاهدین الذین اقا الله علیهم  
 هذه الاموال واحذر بهم البلاد فاتی الله وارود الى هؤلاء القوم اموالهم فانک ان تفعل  
 ثم امکن الله لا عذر ان الی الله فیک ولا ضربیک بسیفی الذی ماضرت به احدا الا دخل  
 والله لوان الحسن والحسین فعلامن الی الی فعلت ما کانت لهما هتک کواودة ولا فلفل  
 منی بارادة حتی اخذ الحق منها وایض الما بطل عن مطلقهما فاقسم بالله رب العلمین ما یرى  
 انما اخذت به من اموالهم حلال ان ترکا میراثا لمن یسبک ففصح ویرید انک انک قد بلغت  
 ودفت تحت التری وعرضت علیک اعمالک بالحل الذی ینادی الظالم فیر بالحق ویتن  
 المضیع الرجعة ولات حین مناص والمسالام - ابن مشیم بحرانی شارح نهج البلاغت ایضی  
 سلمه اور جو چھ بیٹوں اور بیویوں کے مال محفوظ ہے اور یا لیا اور اس پر جو چیز ہے کسی بی بی عیسیٰ کی  
 جو لکھتی ہے کسی کو لے گیا ہے۔ پس لا کر لیا اور اس مال کو جو دیکھتے ہیں اس میں لایا ہے۔ جو اس کو لایا ہے اور اس میں  
 کیا ہے سمجھتا ہوں اس کی بی بی کو یا تو اسے باب یا ان کی میراث ایسی اہل میں لایا ہے۔ سبحان اللہ۔ کیا  
 تجھ کو قیامت کا یقین نہیں ہے کیا تو پورا حساب لیتے سے نہیں کرتا۔ اسی شخص جو  
 ہمارے نزدیک مفلس مردوں میں شمار ہے تو کیوں کہ بچا دیکھا۔ کہا، چنانچہ حالانکہ تو جانتا ہے کہ میں  
 حرام کیا ہوں اور حرام ہی رہا ہوں۔ اور کیوں کہ لوگوں کو حرام نہ ہے اور عورتوں سے نکاح کرنا جو  
 یتیموں اور مسکینوں اور بیسایہوں کے مال ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کو عیبت میں دیا ہے۔ پس وہ کہہ  
 دے اور ان لوگوں کے مال واپس کر دے اگر تو نے ایسا کیا ہے تو خود اپنے ہی خیر قدرت ہی تو سزا دی ہے خدا کے  
 نزدیک معاذ ہو گا۔ اور یہ کہ ایسی کمزاری سے نقل کر رہا جس سے نہیں نقل کر سکتا کہ میں کہہ کر دو دفع  
 میں داخل ہوا ہے۔ قسم خدا کے اگر حسن اور حسین کے جیسے تو نے کیا۔  
 مرہ میرے ادب سے معاف کر اور نہ مطلب باب پوسے مجھ سے ارادہ میں  
 بیان تک کہ میں اول سے حق لی اور قسم اور کہی اور کرتا ہوں میں خداوند رب  
 العالمین کی قسم کہ کہتا ہوں۔ جس کو شکست میں آتا جو سمجھ لیا ہے اور کہی مال سے  
 حال یہ کہ جو بیٹوں میں اس کو میراث اپنے بعد۔ پس توڑا خبر کر تو اسے اجل کا  
 ہو بیخ حیا ہے۔ اور میں نے اپنے رفیق کیسے جان لیا۔ اور تجھ پر تر ہے  
 کہ حال میں سے جان لیا۔ لیکن مقام میں کوئی خبر اور اس میں خیریت کی راہ  
 کر گیا۔ اور حقوق خارج کر لیا اور اس کو بھی سے آرزو کر گیا۔ اور کہہ ان جہنگل سے  
 دلت ہے۔

شرح میں جو اس وقت میرے سامنے موجود ہے بعد نقل ایک دوسری خط کے کہتا ہے  
 اقوال المروی از الکتاب الاول الى عبد الله بن عباس كما هو في بعض النسخ حين كان  
 والي اليمامة على البصرة - قطع نظر اس سے کہ حضرت رضی نے اپنی ناموس مذہب کے حفاظت  
 ایسی الی بعض عامل تحذیر فرمایا اور صاف نام نہیں لیا یہ خط کس قدر ابن عباس کے اعمال شنیعہ  
 اور احوال فطیور حسن و نیاوی اور طمع مال اور مخالفت امام حق وغیرہا ظاہر کرتا ہے معلوم  
 نہیں باوجود اسکی حضرت مجیب اور انکی عین پر کیوں کر امام میں شمار کر رہا ہے حالانکہ  
 شہادت شہید ثالث گذارش ہو چکا ہے کہ غیر معصوم کے اصلاح کے لیے تاویل کی  
 کچھ ضرورت نہیں - اور یہی ابن عباس میں جبکا اجل اور اعلیٰ ہونا شہید ثالث بیان فرماتا  
 ہیں حضرت کلینی امام سید الساجدین زین العابدین سے روایت فرماتے ہیں کہ ایت  
 وضع کان فی ہذہ الخ فی الاخرۃ الخ یعنی خود دنیا میں راہ حق سے نابینا ہی وہ آخرت  
 میں ہی راہ جنت کی اندھا ہوگا - اور اس سے بھی زیادہ گمراہ ان ہی حضرت ابن عباس  
 اور انکی والد ماجد حضرت عباس کے حق میں نازل ہوئی آیت تھی الکلام اور یہی ابن عباس میں  
 کہ حضرت مفسر صافی اپنی تفسیر میں ان کی حق میں روایت فرماتے ہیں - وَعَنْ الْبَاقِرِ قَالَ  
 قَالَ امير المؤمنين بعد وفات رسول الله صلى الله عليه وسلم في المسجد والناس مجتمعون  
 لبعثت فقال الذين كفروا وصدوا عن سبيل الله اغل اعينهم فقال قال ابن عباس يا ابا الحسن  
 لم قلت ما قلت قال قرأت شيئا من القرآن قال لقد قلنا له قال لعمران الله يقول في كتابنا انكم  
 الرسول فخذوه وما ننصكم عنه فانتهوا فاستشهد على رسول الله انه سختلف بابكوا قال طمعت  
 رسول الله صلى الله عليه وسلم اوصى اليك قال فلهذا يا بعثت قال الجتمع الناس على الي بكر  
 (جنوں نے کفر کیا اور منکر ہو کر اللہ کے رستہ سے منکع کر دیجی اور انکی کام) ابن عباس نے کہا یا ابا الحسن یہ کہیں  
 تھا - آپ نے فرمایا قرآن کے آیت پر ہی ہے ابن عباس نے کہا کہ بیشک کسی وجہ سے پڑھا ہے وہاں  
 اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے (جو تمہارا نبی پاس رسول صلا امی از سکولہ - اور جس سے منع کری  
 اوس سے باز رہو) کیا تو کوئی دینا ہی کہ حضرت نے ابوبکر کو علیہ السلام کی عین حضرت سے نہیں سنا کہ اسکی وصیت کو فرمایا  
 تو پر مجھ سے کیوں بدینہ کی عرض کیا سب لوگ ابوبکر پر مجتمع ہو گئی - ۱۲ -

فقلت منهم فقال امير المؤمنين كما اجتمع اهل العجل على العجل ههنا فاستمر ومثلكم  
 كذا الذي استوفد نارا فلما اضاءت ما حوكة ذهب الله بنورهم وتركهم فطابت  
 لا تبصر ذنوبكم عنكم فهم لا يرجعون۔ اس حدیث سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ سادہ  
 ابن عباسؓ کو سالہ پستونین تھی یہی ابن عباسؓ میں کہ روایت حلت متعہ کی بارہ میں حضرت  
 امیر نے انکی نسبت فرمایا ایک رجل نامہ۔ منجملہ صحابہ کرام کی حضرت عباسؓ اور حضرت عقیلؓ  
 قاضی نور اللہ شوستریؒ نے مجالس میں لکھا ہے در کتاب کل بیانی از امام محمد باقرؑ روایت  
 کہ حضرت امیرؑ در ایامیکہ خلافت درست غاصبان بودند اما گفته۔ واللہ لو کان حمزہ وجعفر  
 حیث ماطع فہما ابوبکر ولکن انتلیت جلیصین جانین عقیل والعباس۔ نقل از  
 اور انہی ہر دو بزرگوار کی نسبت روایت سابقہ کے ہم معنی روایت ہے جسکا ترجمہ بالا باقر مجلسیؒ نے  
 حباب القلوب میں لکھا ہے۔ کہ سدیہ از حضرت امام محمد باقرؑ العلوم پر سید کہ کجا بود عزت  
 و کثرت و شوکت بنی ہاشم کہ حضرت امیر المؤمنینؑ بعد از حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم  
 از ابو بکر و عمر و سائر منافقان مغلوب گردید حضرت فرمود کہ از بنی ہاشم کہ اندہ بود جعفر و حمزہ  
 کہ در غایت ایمان و یقین و از سابقین اولین بودند بعالم بقا رحلت کردہ بودند و مرد و مرد ضعیف  
 الیقین فی لیل تازہ سہمان شدہ بودند عباسؓ و عقیلؓ ایشانرا در جنگ بدر سیر کردند و آزاد  
 کردند ایمان چنین قوتی نہیاد بخدا سوگند اگر حمزہ و جعفر حاضر می بودند در ان فتنہ ابو بکر  
 و عمر را یہی آن نہداشتند کہ حق امیر المؤمنینؑ را غصب کنند و اگر سعی میکردند نہایت  
 ابشان را می کشتند۔ نقل از مناقب النکام۔ اور یہی حضرت عباسؓ میں کہ انہوں نے  
 بعد وفات پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے چاہا تھا کہ حضرت امیرؑ کے ہاتھ بیعت کر لیں  
 اس میں یہی ادنیٰ میں تھا۔ حضرت نے فرمایا جیسا کہ سالہ پست کو سالہ پست ہو گئی اس جگہ سے تم بھی  
 ہو گئی (جہاں سے کہاوت اس شخص جیسے کہ آگ جلائی پس جب گرد اگر در روشن ہو گیا۔ تو آفت  
 از نکا نور کہو دیا) ۱۱۔ ۱۲۔ خدا کی قسم اگر حمزہ و جعفر زندہ ہوتے تو ابو بکر و عمر اسراست کہ طمع نہ کرتے لیکن  
 ہیں دو بہنوں میں جو عقیلؓ و عباسؓ میں مبتلا ہوں۔ ۱۴۔

لیکن حضرت رضی اللہ عنہ نے تعلق تردد فرمایا اور حضرت نے بیعت قبول کی اور کیونکہ قبول فرماتے  
 آپ کو معلوم تھا کہ حق ابوبکرؓ کا ہے۔ نہج البلاغۃ میں وہ خطبہ مذکور ہے جس میں حضرت عباسؓ  
 کی درخواست بیعت کا ذکر ہے۔ اور قاضی صاحب شوکتؒ نے مجمع مجالس میں بعضین ذکر عباسؓ  
 لکھا ہے تاکہ بعد از فوت حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم حضرت امیر گفت امد دیدک ابایک حتی  
 لا یختلف فیك اثنان باوجود حضرت عباسؓ کے اس سدایت کر پہر ہی سہام ملائمت  
 نہ بھی بلکہ جناب امیر نے انکی اس درخواست پر اعتماد فرمایا اور اسکو نفاق پر محمول کر کے  
 قبول نہ کیا۔ اور حضرت عقیل رضی اللہ عنہ کے امیر معویہ رضی اللہ عنہ کی رفاقت اور حضرت امیرؓ  
 کے ترک رفاقت بلکہ مخالفت طشت از بام ہے۔ پس جبکہ او نے معصیت کرام سے نکالتے ہیں  
 تو یہ حضرات باوجود اس ذمہ موضوع کی کیونکہ کرام رہے۔ چونکہ بحث طویل ہو گئی یہی مختصراً  
 چند اصحاب کے حالات و الوقایع ذکر کر کے ختم کرتا ہوں۔ منجملہ انکی ساتہ بن زیدؓ  
 کہ وہ حسب تصریح کتاب نہج الحق مدعی اپنی امامت کا ہوا تھا اور تفسیر المہبت سے واضح ہے  
 کہ حرف ثقات میں رفاقت حضرت علیؓ کی ترک کی منجملہ انکی خیریت میں ثابت ذہب شہادتین ہے  
 مجالس المؤمنین اور کامل بہائی سے واضح ہے کہ یہ حضرت اول دن میں انکی جنہوں نے سعد بن  
 عبادہ کی خلافت پر اسکو غلاما تھا منجملہ انکی عالم بن دانکہ میں جو امامت محمد بن حنفیہ کے قائل ہوئی  
 اور امام سید الساجدین کی امامت سے انکار کیا منجملہ انکی ابو ذر میں جامعین میں اپنی  
 انکی نفی اسلام پر دلیل لائے سن اور بقول ابو جعفر بن محمد بن علی قمی صاحب صفات المؤمنین  
 اخوت پیغمبر سے خارج ہیں منجملہ انکی برادر بن عازب میں کہ انہوں نے گواہی کا انخفا کیا حضرت امیرؓ  
 نے انکو بدعاً فرمائی کہ نابینا ہو گئی کما فی الکشی و خلاصۃ لاغزال اور امام حسینؓ کے ساتھ کر بلا جانے  
 تنگ نظر کیا کما فی مجمع البحرین و بیاض الفخری منجملہ انکی ابن مسعود میں کہ باقر مجلسی نے  
 حیات القلوب میں درود مطاعن و ذمہ ابن مسعود کا احادیث ائمہ سے اعتراف کیا ہے۔  
 یعنی اپنا ساتھ پہلا میں آپ سے جیت کر دن تاکہ پہر آپ کے بارہ شخص ہی اختلاف نہ کریں۔ ۱۵۔

منجملہ اذکر حذیقہ میں کہ ابو اسحاق بن عمار نے کہا کہ میں نے حضرت ابراہیمؑ کو دیکھا کہ وہ اپنے پیچھے سے  
 شامین اور شامی صاحب لسانہ الاقوال نے منجملہ الکین کے شمار کیا ہے اور عمار کو خلفا کا حکم کوڑے کا تہہ  
 کیا۔ اور سلمان کو حضرت عمرؓ نے غزن کا حکم بنایا۔ اور ابو ذرؓ و سلمانؓ و مقدادؓ کو بڑی بڑی  
 زمینوں پر بھی کیا نص علیہ فی الشافی لہجہ ارحالہ کلینہ فی فیض الامم باقر کے موجود ہے جس کا  
 حاصل یہ ہے کہ ایسی ابوبصیر کوئی شیعہ دینار بنی امیہ سے نہیں پایا کہ وہ پادسی دین اور سکا  
 مثل اوپر اور امام کاظم سے مروی ہے کہ جو میں پہاڑ پر سے گر کر پانچ بار حق ہوں۔  
 اس سے بہتر ہے کہ کسی سلطان کی طرف سے عامل ہوں پس بموجب ان روایات کے ابو ذرؓ  
 سلمانؓ مقدادؓ ہی زمرہ خلفاء سے ہو کر معصیت سے نہ بچی کلمہ میں رد الفقار اور قبول  
 حضرت مجیب کے کرامتوں پر غرض علی علاوہ ازین اگر بالا جماد دیکھا جاوے تو کوئی صحابی خالی  
 از معصیت نہیں لیجی چند روایتیں مختصر ذکر کرتا ہوں۔ مقدادؓ کو ذکر میں قاضی صاحب  
 مجالس میں فرماتے ہیں و شیخ ابو عبدہ رشتی کہ از علما امامیہ است در کتاب سمار الرجال  
 باسناد خود از حضرت امام محمد باقرؑ روایت نموده اورد الناس الاثنتہ نفر سلمان ابو ذر  
 والمقداد فقلت فعمار قال کان صاحبہ تہرج قال ان احدث الذی لہ ریشک ولہ ریشک  
 شیخ فالمقداد صدوق طائفہ شیخ ابن بابویہ سے در علل الشیخ باسناد خود از حضرت  
 ابو عبدہ روایت میکند قال علیہ السلام لما کان یوم احد انهم اصحاب رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم حتی لم یبق معہ الا علیؑ و ابیطالبؑ ابو جاندہ سماک بن خریشہ۔ عز کا ائمہ السلام  
 اور تفسیر صافی میں ہے لکھا ہے و لم یبق مع رسول اللہ الا ابو جاندہ سماک بن خریشہ و علیؑ و ابیطالبؑ  
 قیس میں سلمان سے مروی ہے جس کا ترجمہ باقر مجلسی نے حق یقین میں کیا ہے

۱۔ سواتین شخصوں کے سب مرد ہو گئی۔ سلمان۔ ابو ذر۔ مقداد۔ میں نے پوچھا اور طار دیا کچھ پہر گیا تھا  
 پہر لوٹ آیا۔ فرمایا اگر ایسا شخص چاہی جس کو شک نہ ہو اور اس کے دل میں کچھ (تردد) نہ آیا ہو وہ مقداد  
 ہے ۲۔ امام ابو عبدہ اللہ نے فرمایا جب احد کی لڑائی ہوئی تو سب اصحاب نے شکست کھائی اور ہر ایک گئی  
 اور حضرت کے ہمراہ سوائے علیؑ اور ابو جاندہ کے کوئی باقی نہ رہا۔ ۱۲۔

قال فلما كان الليل حل على قاطمة على حمار واخذ بيدي الحسن والحسين عليهما السلام فلم يدع  
 احدا من اهل بيته من المهاجرين ولا من الانصار الا انا في منزله وذكر حقه ودعا له بالصلاة  
 فما استجاب له الا اربعة واربعون رجلا فاهتم ان يصبحوا محلقين ورسهم معهم سلاحهم على  
 يابوعب على الموت فاصبحوا الى يواف منهم الا الاربعة فقلت لسلطان من الاربعة قال انا وابوذر  
 والمقداد والزبير بن العوام - عن منتهى الكلام - مصنف كتاب اختصار من شروطين بن سحران كبر  
 قال سمعت ابا عبد الله ع يقول ان النبي صلى الله عليه وسلم لما قبض ارتد الناس عفاكم كفارا الا ثلثة  
 سلمان والمقداد وابوذر الغفاري وانه لما قبض رسول الله جاء اربعون رجلا الى علي بن ابي طالب  
 فقالوا لا والله لا نعطي احدنا عتق بعد ذلك الا قال ولم قالوا اسمعنا رسول الله صلى الله عليه وسلم  
 في اليوم غد قال اقتلوا نعم قال فانوني غدا محلقين فاما اهل هؤلاء الثلثة قال وجاء  
 عمار بن ياسر بعد الظهر فصر بیده على صدره قال له مالك ان تستبسط من نومة الغفل حوا  
 فلا حاجة لي فيكم انتم لم تطيعوني في حلق الراس فكيف تطيعوني في قتال جبال الحديد فلا  
 حاجة فيكم اوراسي كتابين دوسری جگہ روایت ہے عن ابن عیسیٰ فہر عن ابی  
 عبد اللہ ع قال سلمان کان منہ الى ارتفاع النہا رفا عبد اللہ ان وجی عنقہ حتی صیرت

لہ جب رات ہوئی تو علی نے قاطمہ کو گدی پر سوار کیا - اور حسن و حسین کا ہاتھ پکڑ لیا - اور ہاجرین و انصار اہل بدر میں سے  
 کسی کو چھوڑا مگر اس کے گھر گئے اور اپنا حق یاد دلایا اور اپنی نصرت کی طرف دعوت کی - پس بجز حواہیس  
 آدمیوں کے اور کسی بھی آپ کی اعانت قبول نہ کی - آپ نے انکو حکم کیا کہ صبح کے وقت سہ ہزار گرسلیں  
 ہو کر موت پر سمیت گئے لیے حاضر ہوں - جب صبح ہوئی تو سوائے چار شخصوں کے کہ ان میں  
 سی اور کوئی نہ پہنچا - میں نے مسلمان سے پوچھا چاروں کون کون تھے - کہا - میں اور ابوذر و المقداد  
 اور زبیر بن العوام - امام ابو عبد اللہ سے سنا فرماتے تھے جب رسول اللہ نے وفات پائی سوا مسلمان - اور  
 - مقداد کے سب لوگ شہر ہو گئے اور جب حضرت کی وفات ہوئی تو جناب امیر کے پاس چالیس آدمی آئی -  
 اور کہا خدا کی قسم ہم آپ کی اطاعت کی بیعت نہ کریں گے - آپ نے فرمایا کیوں کہ  
 ہمیں حضرت کے سنا - کہ وہ - غدیر کے دن آپ کے اب میں فرماتے تھے کہ ہمارے  
 مرنے پر راضی ہو کہا ان فرمایا تو صبح کو سہ ہزار میرے پاس آؤ - سوا ان تین آدمیوں کے اور کوئی  
 انکی پاس نہ آیا امام ابو عبد اللہ فرماتے ہیں کہ عمار بعد ظہر کے آیا آپ نے اسکی سینہ پر ہاتھ مارا اور کہا اپنی بخلت کی نیند سے  
 اب تک نہیں جاگا - جاؤ مجھ کو تمہاری کچھ ضرورت نہیں جب سہ ہزار آدمی میں پہنچے میری اطاعت نہ کی - ابھی کہنا کہ  
 ساتھ رکائی میں کہ نہ کہ اطاعت کرتے تمہاری کچھ حاجت نہیں - امام ابو عبد اللہ سے مروی ہے  
 انہوں نے فرمایا کہ مسلمان سے تاخیر نہ چڑھی تاکہ ہوئی خدا نے اسکو یہ شراہی کہ اسکی گردن  
 کو پھیل گیا بیان نہک - ۱۲ -



یہ تھا کہ جنہیں مدینہ اور غیر مدینہ سے دس ہزار اور طحاوی و مہارثی اسمیں معلوم نہیں  
 وہ حضرات جنکی مناقب و فضائل کتب شیعہ سے بیان ہو چکی ہیں داخل ہیں یا خارج  
 اور یہ حضرات باوجود ان محمد کے مرتدین میں معدود ہیں یا نہیں یا ہمیں منافص  
 و تہافت روایات کچھ اسی موقع پر مختصر نہیں ہے۔ مائدہ یا اقلاد و کثرت فی الاسلام  
 صد ہا روایات میں یہی کیفیت تارض و تناقض کے ہے ہر بحر تفتیح کوئی مفسر نہیں  
 دیکھتا تری دلیل المعجز۔ پس جبکہ تمام صحابہ معاذ اللہ روایات مقبرہ قوم عاصی  
 اور فاسق بلکہ مرتد ہوئی تو صفت احترازیہ ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ اس وقت صفت  
 احترازیہ ہو سکتی ہے کہ جب بعض کرام اور بعض غیر کرام ہوں اور جب اہل سنت کے نزدیک  
 سب کرام ہیں تو حسب مذہب اہل سنت صفت احترازیہ نہیں ہو سکتی اور شیعہ کے  
 نزدیک سب غیر کرام ہیں تو ان کے نزدیک بھی صفت احترازیہ نہیں ہو سکتی تو اس سے ثابت ہوا  
 کہ اہل سنت سب کو بہتر و برتر سمجھتی ہیں اور یہاں کہتے ہیں اور شیعہ سب کو برتر سمجھتی ہیں اور  
 بد کہتی ہیں پس حضرت عجیب کا حصر کے ساتھ فرمانا کہ ان کو ہی بُرا جانتی ہیں جس سے پایا جاتا ہے  
 کہ بعض مراد میں غلط ہوا باقی رہا کتب فریقین سے ثابت کرنا سو یہ ایک خیال  
 باطل ہی کیونکہ اہل سنت کے نزدیک دو قاعدہ کلیہ میں اول یہ کہ بعد انبیاء کی  
 کوئی معصوم نہیں دوم یہ کہ وصف صحابی کی ساتھ جس میں ایمان ہی مانو وہی  
 کوئی معصیت مضرت نہیں پونچاتی اور کرام ہونے سے نہیں خارج کرتے جیسا کہ  
 شیعہ متعین نکاح میں فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ متعین کر نیسے درجہ حسین کا پادری اور دو دفعہ  
 کر نیسے درجہ حسن کا اور تین دفعہ میں علی کا اور چار دفعہ متعین خود حضرت افضل ہیں  
 والمرسلین کا درجہ اور اسے یا حب ابیہیت کے باب میں فرماتے کہ باوجود کفر کے  
 بھی ذریعہ نجات و قلاح ہے توجب وصف صحابہ کے ساتھ کوئی معصیت دوزخ و کفر  
 مضر نہیں تو اہل سنت کی کتابوں سے خیر کرام ثابت ہونا محال ہوا غایت ماننے



الباب کوئی روایت وال برعصیت ہو گے سودہ کرام ہونے سے خارج نہیں کرتے  
 تو یہ بھی غلط ہو کہ کتب فریقین سے ثابت کرتے ہیں ان کی کتابوں سے بیشک  
 صحابہ کا غیر کرام ہونا ہی نہیں ثابت ہوتا بلکہ ائمہ اور انبیاء کا بھی غیر کرام ہونا ثابت  
 ہوتا ہے لیکن اس جگہ ہماری محیب دہی اپنا قدیمی جواب دیکھتی ہیں کہ یہ امر  
 لازم مذہب ہر مذہب نہیں حق ہے۔ اور اگر لفظ کرام صفت کاشفہ ہے اور یہ مطلب ہے  
 جو صحابہ کرام میں تو البتہ یہ مسئلہ نزاع ہے اقول حضرت محیب کی سانہروہ دانی  
 اور اجتہاد اس جگہ قابل کجی کے ہے کیونکہ حضرت صفت کاشفہ کو کہتے ہیں کہ  
 بسم اللہ الرحمن الرحیم میں بھی صفت کاشفہ ہے جو موصوف میں کونسا ایہام تھا جسکے کشف کی  
 ضرورت ہے اور اگر بالفرض ایہام ہو ہی اودہ باعتبار متعلق کے ہے یہ صفت کرام اس ایہام کو  
 رفع نہیں کر سکتی بلکہ ایسی ہم کے لیتی متعلق کثیر اضمات کرنا چاہی مثلاً کہ میں کہ صحابہ جعفر  
 صلی اللہ علیہ وسلم۔ یعنی ہم ایکو بتائی دیتی ہیں ایسی صفات کو صفات مادہ کہتی ہیں صفت  
 کاشفہ نہیں کہتی یا در کہ ایک اور جب یہ صفت اوجہ ہوتی تو بس محل نزاع بنیا وینیکم یہ ہے ہی  
 اقول کل صحابہ کا کرام ہونا کتاب اللہ اور احادیث رسول اللہ اور خود اقوال و افعال صحابہ بلکہ  
 خود صاحب تحف کی تحقیق سے جنگو آپ خاتم المحدثین فرما رہے ہیں ثابت نہیں ہوتا بلکہ خلاف ہے کہ ثابت  
 ہوتا ہے۔ اقول بفضل اللہ تعالیٰ کل اصحاب کا کرام ہونا علاوہ کتاب اللہ کے خود انکی ہدایا  
 و قواعد ہی ثابت ہوتا ہے یعنی منظر گذارش ہر آیات (۱) حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے  
 لَمْ يَخْزِ اُمَّةٌ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ نَافِرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَهُمْ يَخْشَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ  
 وَهُمْ يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَصَاحِبِ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ وَنُفُوسٌ خَالِدَةٌ فِي السَّعِيرِ  
 وَنَارُهَا لَمَّا سَمِ لَا يَمُودُ لَصَدْعَةٍ مِنْ تَاخِرٍ لِّمَنْ الْخَطَابُ لَهَا يَنْشِبُ لَهُمْ يَوْمَ لَا يُخْزِي  
 اللَّهُ نَبِيًّا وَهُوَ كَذَّابٌ اے خداوندی تو کوئی قوم نہ تھی جسے ہوا سے لوگوں کے حکم کرتے ہو یا نہ اچھی طرح حکم اور اسے کرتے ہو  
 برائے سے اور ایمان لائے ہو یا نہ اللہ کے۔ ۱۲۔ ۱۱۔ جو لفظ خطاب است ثانیہ کے ہے  
 برصومہ جو شل باب اسرار و اہمال اللہ میں ان کے راہ خطاب سے پہلی لوگوں کو اچھی صیوہ کے اصحاب کی مثال میں ہوتا  
 ان کی حکم دہری دلیل سے ثابت ہوتا ہے۔ ۱۲۔

بحث فیضا صحابہ  
 این در فضائل صحابہ

وہو قول اصحابنا واکثر اہل الخلاف۔ تو اس قاعدہ کو رسمی بہ خطاب صحابہ مہاجرین اور انصار کے شان میں وارد ہو اور وہی خیر امت میں اور تفسیرین شیعہ نے ہی اس آیت کی تفسیر میں اصحاب ہی کو مرو کر کہا ہے صاحب مجمع البیان لکھتا ہے <sup>۱۱</sup> واختلف في المعنى بالخطاب فقيل هم المهاجرون خاصة وقيل هو خطاب للصحابه ولكنه يعم سائر الامة ۲ لیسوا سوا من اهل الکتاب امة قائمه یتکونوا ایات الله اناء الیل وهم یسجدون یتؤمنون بالله والیوم الآخر ویا مرون بالمعروف و یتنسون عن المنکر و یسارعون فی الخیرات واولئک من الصالحین وما یفعلوا من خیر فلنریب کفر وہ واللہ علیہم بالمتقین۔ اس آیت شریفہ میں حق تعالیٰ نے اون اہل کتاب کے مدح فرمائی جو اپنی دین کو چھوڑ کر اسلام میں داخل ہو گئی تھی اور اصحاب کے زمرہ میں شامل ہوئی تفسیر صافی میں اگر تفسیر میں لکھا ہے لیسوا یعنی اهل الکتاب سوا فی دینہم من اهل الکتاب امة قائمه علی الحق وهم الذین اسلموا منهم ۳ واذ عذوت من اهلک ثبوتی المؤمنین معاً عذ القیال واللہ سمیع علیہم اذھمت طایفتہ منکم انفسکم واللہ ولیمہما علی اللہ فلیتوکل المؤمنون۔ اس آیت شریفہ میں حق تعالیٰ نے انصار کے دو قبیلوں بنی سلمہ اور بنی حارثہ کو لیے کیسا کچھ نفع خوشنودی عطا فرمایا اور اس کی اولی کفر فضیلت ثابت ہوئی مجمع البیان طبر سے میں سے ہمارے مسلمانوں نے عطا کر کے ہماری صحابہ اکثر اکثر چاہا ہے۔ ۴ اختلاف ہوا ہے کہ خطاب سے کون کون کا خطاب ہے بعضوں نے کہا کہ صرف مہاجرین و انصار اور بعضی کہتے ہیں کہ خطاب سے صحابہ کو ہے۔ لیکن تمام امت کو مل ہے۔ ۵ منہ میں وہ بڑے بڑے کتب کے ایک جماعت سے قائم ہو رہے ہیں آئینہ خدا کے اوقات رات میں اور دن سجدہ کرتے ہیں۔ ایمان لانے میں ساتھ اللہ کے اور دن پہیلے سے اور حکم کرتے ہیں ساتھ پہیلی کے اور منع کرتے ہیں برائی سے اور جلد کرتے ہیں۔ بیچ پہیلیوں کے اور یہ لوگ صحابہ کرام سے ہیں اور جو کچھ کریں وہ پہیلی سے پس سرگز لکھنا دیکھنا نافرمانی اور کسی اور اللہ جانی والا ہی پر مینگار دیکھو۔ ۱۲-۱۱ اور جب جب کو نکالو تو لوگوں اپنی سے جگہ دیتا تھا مسلمانوں کو بیٹھنے کے واسطی اڑائی کے اور اللہ سمیٹنی والا جاننی والا ہی جب قصہ کہتا تھا دو فرقتے نے تم میں سے یہ نہ نامردی کریں اور اللہ دوستہ از نہا انکا اور اللہ کے پس چاہتی کہ تو کل کریں ایمان والے ۱۲-۱۱ وہ وہ لوگ وہ بنو سلمہ اور بنو حارثہ انصار کے دو قبیلے میں اور کہتی ہیں کہ بنو سلمہ قبیلہ خزرج سے تھا۔ اور بنو حارثہ قبیلہ اوس سے اور یہ لشکر کے دو بازو تھے۔ ۱۲-۱۱

حیوان من الانصار و قبل ما بنو سلمہ من الخراج و بنو حارثہ من الادرس و کاناجنا  
 العسکر سبک حشرت مفسر صافی تھی کی دیانت و دین قابل فاشا ہر وہ طائفان منکم کی تفسیر  
 میں فرماتے ہیں کہ اس سے مراد عبد اللہ بن ابی بکر بن نفیقین اور اسکی اصحاب ہیں۔ اول تو  
 اس سے لفظ طائفان جو ثنیہ واقع ہر صریح انکار کرتا ہی۔ بعد اسکی لفظ منکم اسکی نفی  
 ہی ہر باہر حق قرار دیتا ہی اللہ اور نکادلی ہے تو اگر منافقین کے ساتھ خدا اٹھالے  
 کی سوالات تسلیم کیا ہیگی تو بہت سرد لائل قطعیہ شیعہ کا استیصال ہو جائیگا۔ (۴)

إِنَّ الدِّينَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْفَتْحِ الْجَعْرِ أَمَّا اسْتَبْرَأْتُمْ لَكُمْ الشَّيْطَانُ يُعْضِرُ مَا كَسَبُوا وَلَقَدْ  
 عَفَا اللَّهُ عَنْهُمْ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ (۵) الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِلَّهِ وَالرَّسُولِ مِنْكُمْ  
 مَا أَصَابَهُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا مِنْهُمْ وَاتَّقُوا أَجْرٌ عَظِيمٌ الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ  
 إِنَّ النَّاسَ دَخَلُوا أَعْمَالَهُمْ فَاخْتَوَتْهُمْ فَأَدَّاهُمْ إِيْمَانًا وَقَالُوا احْسَبُوا اللَّهَ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ  
 (۶) فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّي لَا أَضِيعُ عَمَلٌ عَامِلٍ مِنْكُمْ مِنْ ذَكَرٍ أَوْ نِسَاءٍ يَعْبُدُكُمْ  
 مِنْ بَعْضِ الَّذِينَ هَاجَرُوا وَأَحْرَبُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَادُّوْا فِي سَبِيلِي وَمَاتُوا وَكُتِبُوا  
 لَا كُفْرَانَ عَنْهُمْ سَيَاتِنُهُمْ وَلَا دَخَلَتْهُمْ حَتَّى يَخْرُجُوا مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ تَوَكَّبَا مِنْ غِنَى اللَّهِ  
 وَاللَّهُ مُجْتَدٍ حَسَنُ التَّوَكُّبِ اس آیت شریفہ میں حق تعالیٰ نے ہاجرین کے ایسی کفیر سیات اور  
 ادخال خبات اور ثواب عظیم کا وعدہ فرمایا جسکا خلف محال ہو اور کفیر سیات سے  
 اسطرح اشارہ کیا کہ اونی نوع سیدیکہ ممتنع نہیں ہے اور نہ قاذح انکی فضیلت کو ہی (۷)

سے تحقق جو لوگ پیشہ مردگنی تھے میں سے اور بدل کر لیں اور مانتیں ہو اسکی جہیں کر دیا کا اور کو شیطان سے بعض  
 اور سحر سے کر دیا یا انہوں نے اور تحقیق معاف کیا اللہ نے اونی تحقیق اللہ بخشنی والا مصلح والا مصلح  
 جس لوگوں نے قبول کیا یا مصلی اللہ کے اور رسول کے پیغمبری اسکی کہ ہوسکتی ہو کہ وہ غم واسنے اور ان لوگوں کے کہ کفر کرنے  
 میں انہیں سے اور ہر گھاری کرنے میں ثواب بڑا۔ وہ لوگ کہہ کر انکو لوگوں کے تحقیق آدمی تحقیق جمع ہونے  
 میں داسکی ہتھاری پیش کردہ و تمہیں زیادہ کیا اور گویا انکو انہوں نے کلامت ہی ہو کہ اللہ اور  
 اچھا کارب و نسی۔ ۵۔ لیکن تبدیل کیا داسے اول کے رب اور انکی نے یہ کہ میں نہیں مصلح  
 کروں گا عمل کسی عمل کر دیا لیکن تمہیں سے مرد سے عورت سے بعض ہتھاری بے نقوسی میں  
 پس جن لوگوں نے دھن جوڑا انکو انکی گھروں اسکی سے اور انکو ادبی گویا سچ راہ ہر کہ اور رکے اور رکے  
 اہستہ دور کر دیا اس اونی برائیوں انکو اور البتہ داخل کر دیا میں انکو ہشتون میں پہنچی میں پیغمبری اونی کے سہر بن ثواب  
 رب ایک خدا کے سہر اور اللہ عز و جل اسکی ہے اچھا ثواب۔ ۱۲۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوْا وَانصَرُوا أُولَٰئِكَ هُمُ  
 الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ حق لائے شانے اس آیت شریفہ میں  
 وانصار کے لیے فضیلت فی الایمان کی شہادت دی۔ اور ضمیر فضل کے توسط سے جو حصہ کو مفید ہو انکی  
 کمال ایمان کو محقق فرمایا اور انکی منفرد اور ثواب فیع کا وعدہ فرمایا لیکن انفسوں حضرت شیخ نے  
 انکی حق میں نفرت عظیمہ کو لعنت فاحشہ سی اور ایمان کامل کو کفر شدیدیہ اور ثواب کریم کو عذاب عظیمہ  
 بدل دیا۔ سچا کتب اہتیاں عظیمہ (۸) وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ  
 وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَوَضَعْنَا عَنْهُمْ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتِهَا  
 الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ اس آیت شریفہ میں حق لائے شانے میں انصار  
 کی جو کچھ مدح فرمائی محتاج شرح نہیں حضرت شیعہ کی تاویل بلکہ تحریف میں بحر اسکی اور کچھ نہیں کہ سکتے  
 کہ اسکو ابوذرؓ مقدار وغیرہ کے ساتھ مخصوص فرمائیں اور پہلے انکی حالات معلوم ہو ہی علی میں علماء  
 ازین جمع صرف بلام الفاظ عموم میں بالاتفاق (۹) إِنْ اللَّهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ  
 أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْ لَهُمْ الْجَنَّةُ لَيَقَاتِلُنَّ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَمُوتُونَ وَيُقْتَلُونَ وَعَدَّ عَلَيْهِ  
 حَقُّهُ التَّوْبَةَ وَالْإِجْلَ وَالْقُرْآنَ وَمَنْ أَوْفَى بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ فَاسْتَبْشِرُوا بِمَا بَعَثَ اللَّهُ الَّذِي  
 بَايَعْتُمْ بِهِ وَذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ التَّائِبُونَ الْعَبِيدُونَ الْحَامِدُونَ السَّاجِدُونَ  
 الرَّاكِعُونَ السَّاجِدُونَ الْأَمْرُؤُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّاهُونَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحَافِظُونَ  
 لِحُدُودِ اللَّهِ وَيَشْرِ الْمُؤْمِنِينَ (۱۰) لَقَدْ نَابَ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ

اس آیت اور جو کتب ایمان لائی اور وطن چھوڑا اور جہاد کیا بیچ راہ اللہ کے اور جن لوگوں نے جاگہ دی اور مدد کی یہ لوگ وہ ہیں  
 ایمان لانے والے ہیں انکو مسیحی شمش ہے اور رزق میں بارگاہ ہے اور ان کے بڑے جاہلوالی سے بے بخت کرنا والوں سے اور مدد  
 دینی والوں سے اور وہ لوگ کہ ہمیشہ دی کرتے ہیں ان کے ساتھ نیچے کے راضی ہوا اللہ راضی اور راضی ہوئی وہ اس سے  
 اور پیار کے واسطے انکی بہشتیں جلتے ہیں نیچے انکی زمین شمش رہتی والے سچ اسکی بہشت ہے اور دانا بڑا ہے  
 تحقیق اللہ رسول لیتا ہے لہذا انوں سے جاہلین اور نال انکی۔ بسبب اس کے کہ اسکی اذنی نبیست ہو کر رزق  
 بیچ راہ اللہ کے پس مابین کے اور مابین جاہلین کے وعدہ ہی اور اسکو سچا بیچ نوریت سے  
 اور انجیل کے اور قرآن مجید کے اور ان شخص پورا کرنا الہی عہد نامی کو اللہ کی شوق ہو مودہ الہی کے جو  
 سوداگری کی کشتی ساتھ اسکو اور پیہ وہی مراد بایا گیا۔ توبہ کرنا والی میں عبادت کرنا میں تشریف کرنا اور میں بہ نوا میں عبادت  
 کرنا اور میں حکم کرنا اور میں سبب بہتالی کے اور منع کرنا اور میں موقوف ہے اور مجاہد رہنا اور میں مدد ان اللہ کیوار بارگاہ  
 لای ایمان والوں کو۔ البتہ پہلے راہ اللہ اپنی کہ اور وطن چھوڑ دی والوں کے دینے والوں کے۔ ۱۲-۱۱

الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ فِي سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيغُ قُلُوبُ فَرِيقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُم بِذُنُوبِهِمْ وَفَوْقَ رَحْمَتِهِ وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خَلَفُوا حَتَّى إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا حَبَّتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمُ أَنفُسُهُمْ وَظَنُّوا أَنْ لَا مَلْجَأَ مِنَ اللَّهِ إِلَّا إِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ (١١) الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا جَاهِدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ وَالْفُهُم أَعْطُرَ دَرَجَةً عِنْدَ اللَّهِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ يُبَشِّرُهُم رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِنْهُ وَوَسْوَانٍ وَجَنَّاتٍ لَهُمْ فِيهَا نَعِيمٌ مُّقِيمٌ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ (١٢) لَكِنَّ الرِّسَالَ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَ جَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ وَأُولَئِكَ لَهُمُ الْحَيَاتُ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُصْلِحُونَ إِعْدِلْ اللَّهُ لَهُمْ جَنَّاتٍ شَرْيْحَتْ حَتَّىٰ تَخْتِمَهَا الْأَنْدَادُ خَالِدِينَ فِيهَا ذَلِكَ الْقَوْنُ الْعَظِيمُ (١٣) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَدَّ

[illegible]





فَجَرَى مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خُلِدَتْ فِيْهَا ذُنُوبُهُمْ وَذُوقُوا عَذَابَ الْكَرْبِ إِنَّ جِزَاءَ الْمُحْسِنِ (۲۳) لِنَفْقَرَهُمْ الْمَاهِجِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ  
وَأَمْوَالِهِمْ يُتَّبِعُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا وَيُصْرَوْنَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أُولَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ  
(۲۴) وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْأَيَّامَ مِنْ قَبْلِهِمْ لِيُجِئُوهُمْ مِنْ هَاجَرٍ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوا  
فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَى الْغَنِيِّمْ وَلَوْ كَانَ لَهُمْ مَخَاصِدُ وَمُنَ  
يُوقُ شَرَّهُمْ تَفَسَّرَ فَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ - علی بن ابی حمزہ روایت کیا ہے کہ آیات میں جو موصوفہ  
و خصوصاً صحابہ کرام کی مدح میں وارد ہوئیں اور جن سے صحابہ کبار مہاجرین انصار کے فضائل مناسبت ثابت  
ہوتی ہیں نصف لیب کے واسطی تو اب آیت یہی کافی ہے۔ اور انہی انصافی کے سامنے تمام قرآن یہی سفید  
سہلی نہیں ہے سچا چند آیات کے مختصر بیان پر کفہ کر کے بعض آیات کو خوف تعویل کے لئے تقریر سے متلاذکر  
کر دیا۔ ان مختصر آیتوں کی آیات کو جن سے صحابہ کرام ہونا کا شمس فی راقعہ النہار ثابت ہوتا ہے  
یہ سید الدار علی لکھنوی نے اساس الاصول میں صفحہ ۷۷ پر اور بحوالہ مجلسی کی جلد اول میں  
صفحہ ۷۷ پر لکھی ہے ہم الفاظ اساس کے لکھتی ہیں۔ مہاجرا اور جہ الصدوق  
فی کتاب معانی الاختیار عن ابن الولید عن الصنفار عن الخشاب عن ابن کلوب  
عن اسحاق بن عمار عن الصادق عن ابائہ و محمد بن الحسن الصنفار عن بصائر الدرجات  
والشیخ الطبرسی فی کمال الاحتجاج عن الصادق (ع) عن رسول اللہ قال اوجدتم فی کتاب اللہ عزوجل

سے دیکھا کہ اس کو سب تہ روح کے اپنے طرف سے اور داخل کر لیا اور کہ ہشتون میں چلتی ہیں نیچے اونچی ہر میں ہیں ہر میں  
پہنچا دیکھ راضی ہوا اللہ اون سے اور راضی ہوئی وہ اوس سے پہنچا لوگ ہیں گروہ خدا کے خبر واد ہو تحقیق گروہ اللہ کے وہ ہیں  
تسلخ یا پناوے ۱۷۷۷ پہنچا اسطی فقر دن وطن چھوڑ کر نیکو لوگوں کے جو نکال گئے گھر دن اپنی سے اور مالوں اپنی سے  
چاہتی ہیں فضل خدا کے سے اور رضا مندی اور مدد و پیرو میں خدا کو اور رسول اوس کو بہ لوگ وہ ہیں ۱۷۷۷  
۱۷۷۷ اور اسطی اون لوگوں کے کہ جگہ بکڑی ہے گھر ہجرت کے میں بیٹھے مدینہ میں اور ایمان میں ہے اوس  
روست رکھتی ہیں اون کو جو وطن چھوڑ کر میں طرف اذی اور نہیں جاتے ہجرت دنوں اپنے کے خلیش اوس  
چیز سے کہ دیکھی جاوین جہا جہا میں اور اختیار کرتے ہیں اور جہا نون کہنے کے دور اگر ہم ہو اون کو کہنے کا  
خود کوئی عیب یا جاد سے بخوبی جان اپنی کی سے۔ پس پہنچ لوگ وہ ہیں۔ فلاح پائے والے  
۱۷۷۷ امام جعفر صادق (ع) سے مروی ہے کہ فرمایا جو کچھ کتاب اللہ میں آیا تو ۱۷۷۷



قائلے لازم ولا غنة لکم في ترکہ واللم یکن فی کتاب اللہ عز وجل وكان خمسة منی فلا غنة لکم  
 فی ترک سنتی واللم یکن فی سنتی فما قال اصحابی فقولوا له مثل اصحابی فیکم کمثل النجوم  
 بابها اخذ اهدی وبای اقاویل الصحابة اخذت اهدیتهم واختلاف اصحابی لکم  
 رحمة - قيل يا رسول الله من اصحابك قال اهل بیتے - یہ سوال و جواب جو خاتمہ روایت میں آج  
 یہ سہر حضرت صدوق کی گہرت ہے کیونکہ لفظ اصحاب کوئی سپی جیتان نہیں تھا جو کل کی  
 ضرورت تھی بہر بیان اختلاف خود اسکو مطلق مصر علامہ جامع الاستفسار کی روایت اس منسوبہ کو صریح مطلق  
 کر رہی ہے۔ (۲) حد ثنا الحاکم ابو علی الحسن بن احمد البیہقی قال حدثنا محمد بن شیخ  
 الصوکی قال حدثنا محمد بن یحییٰ بن نصر الرازی قال حدثنی ابی قال سئل الرضا علیہ السلام  
 عن قول النبی اصحابی کا النجوم بابہم اقتدیتم اهدیتهم وعز قولہ دعوا الی اصحابی فقال  
 هذا صحیح۔ عزایات بیتنا۔ ارجاع الاخبار (۳) انا کا شمس علی کا القسم صحابہ  
 کا النجوم بابہم اقتدیتم اهدیتهم۔ عزایات بیتنا (۴) اللہم واصحابکم  
 خاصة الذین احسنوا الصحابة والذین ابلوا البلاء الحسن فی نصرہ۔ صحیفہ کمالہ  
 (۵) امام حسن عسکری کی تفسیر میں ہے۔ ان رجلا من بیض آل محمد واصحابہ او  
 واحد منهم یعذبہ اللہ عذابا لو قسم علی مثل ما خلق اللہ لاهلکم جمعین عزایات بیتنا  
 (۶) امام کی تفسیر میں ہے۔ فقال یا موسیٰ اما علمت ان فضل صحابة محمد علی صحابة  
 جمیع المرسلین کفضل آل محمد علی ان جمیع النبیین۔ عزایات بیتنا (۷) علامہ خوارزمی

قَالَ لَنْبِي مِنْ سَبْتِي فَأَقْتُلُوهُ وَمَنْ سَبَّ أَصْحَابَهُ فَأَجْلِدُوهُ (۸) جلد اور اسی کے ساتھ ۵۴  
 پر مذکور ہے علیؑ عزابیہ عن ابن ابی جہر عن ابن حمید عن ابن خازم قال قلت لابی عبد  
 علیہ السلام ما بالی اسئلك عن المسئلة فتجيبه بالجواب ثم یجيبك غیری فتجيبه  
 بجواب آخر فقال انا نجيب الناس علی الزیاده والنقصان قال قلت فاخبرنی عن اصحاب رسول الله  
 صلی الله علیه وآله صدقوا علی محمد ام كنوا قال بل صدقوا قلت فما بالهم یختلفوا فقال  
 اما تعلم ان الرجل كان یاتی رسول الله صلی الله علیه وآله فیسأله عن المسئلة فتجيبه فیها  
 بالجواب ثم یجيبه بعد ذلك بما یشخ ذلك الجواب فتسئله الاحادیث بعضها بعضا امام  
 كذا من ارشاد سے صاف ثابت ہے کہ کسی پر روایات حدیث میں سے اور عدول اور ثقہ میں سے  
 (۹) وقال علیہ السلام فمدح الانصار والله ربوا الاسلام كما یربى القلوب مع عذابهم  
 باید یفهم السیاط والسنتم السلاط والقلوب المهر والسیاط السماح ویقال للماهر فی العلم  
 انه سیط المیدین ای انه لقیف فیه والسلاط الحداد والفصیحہ - شرح نهج البلاغۃ  
 ابن میثم - (۱۰) منها فی خطاب اصحابه وقد بلغتم من کرامۃ الله لکم منزلة تکلم  
 بها اماؤکم وتوصل بها جیرانکم ویعظمکم من لا فضل لکم علیہ ولا ید لکم عندہ ویجانبکم  
 من لا یخاف لکم سطوة ولا لکم علیہ امة وقد ترون عهود الله منقوضة فلا تفضیون  
 سلمہ فی سبیل اللہ علیہ السلام نے فرمایا جو کوئی ایسی اہل کو قتل کر دے جو میری اصحاب کے برابر ایسی اہل کی کوئی ہمارے - اے ابن خازم میری روایت  
 کہتا ہے کہ میں نے ام الولیدہؓ کو دست میں کر لیا اور کہا حال میں آپؐ کوئی مسئلہ پوچھنا ہوں آپؐ کو جو جواب دیجئےں میں بہرہ بخشیں گا اور اگر  
 پوچھنا ہے آپؐ کو کہ جو جواب دیجئےں میں فرمایا ہر کوئی کو کہ دیش جواب دیجئےں میں - کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا یہ تو مجھے کوئی مسئلہ ہے کہ اصحاب  
 رسول اللہؐ نے (احادیث رسول اللہؐ میں) سے جو بولا ہے یا جو بولا ہے فرمایا نہیں بلکہ میں نے بولا ہے میں نے پوچھا تو ہمارے ہی اختلاف کی کیا وجہ ہے  
 فرمایا تو نہیں جانتے حضرت اہل بیتؑ میں سے ایک شخص نے کہ میں نے خاص طور پر کوئی مسئلہ پوچھنا تھا اور آپؐ کو یہ جواب دیجئےں میں کہ میں نے فرمایا  
 کہ میں نے بعض احادیث بعض صحابہؓ میں سے سنی ہیں - جناب امیرؓ نے انصار کی طرح میں نے فرمایا خدا کی قسم انہوں نے جو خود اپنی بیعت  
 کی حاجت کی سلام کر دے دشمن کا عیساں پھیر کے کو برہ ریش کرتے ہیں - اہل بیتؑ میں سے سنی احادیث ہے اور یہ لوگ ہیں  
 طلاق و رفقاہ - ۱۲ - مسئلہ اے اصحاب کو خطاب کر کے فرمایا - کہ اللہ کی بزرگی سے جو تم کو حاصل  
 ہوئی - ایسی مرتبہ پر پہنچ گئی ہو جس سے تمہاری جہو کو کوئی ٹکڑھ ہوتی ہے اور تمہاری بیڑ و سیوں کے ساتھ یہ ہونہ  
 جو کوئی میں اور وہ لوگ جن پر تم کو کچھ توفیق ہوئی اور تمہارا کچھ احسان ہیں یہ تمہاری تعظیم کرتے ہیں - اور جو لوگ تمہارا  
 علیہ سے دور ہیں اور تمہارا رشتہ اور بیعت ہے وہ تمہاری بیعت نامتی ہیں دیکھ کہ ایسی ہر خدا تعالیٰ کے عہود  
 توڑے جاتے ہیں اور تم کو کچھ عرصہ نہیں آتا - ۱۳ -







ابو جعفر کا زنی مجلس عند ابو جعفر و یحییٰ بن زکریا و جماعۃ کثیرۃ فقال یحییٰ بن زکریا ما تقول یا ابن رسول اللہ  
 فی الخبر الذی روی انہ نزل جبریل علی رسول اللہ و قال یا محمد ان اللہ عز و جل یقرک السلام و یقول لا  
 سل ابابکر جبریل ہو ارض عنی فانی عنہ ارض فقال ابو جعفر استبکرتک فضل ابیک و لکن یحییٰ علی صاحب الخبر  
 ان یاخذ مثال الخبر الذی قال رسول اللہ فی حجة الوداع قد کثرت علی الکذابة و سنکتہ فمن کن علی متعبد  
 فلیتبوء مقعد من النار فاذا اناکم الحدیث فاعرضوه علی کتاب اللہ و سنتی فما وافق کتاب اللہ و سنتی  
 فخذوا به و ما خالف کتاب اللہ و سنتی فلا تأخذوا به و لیس یوافق هذا الخبر کتاب اللہ قال اللہ تبارک و تعالیٰ

خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَ عَلَّمْهُ مَا شَاءَ سَوْسَ وَ نَفْسُهُ شَئْنٌ قَرِيبٌ اِلَيْهِ مِنْ جَبَلٍ الْوَرِيدِ فَاَللّٰهُ سَمِیعٌ خَفِیٌّ عَنِ الْعَالَمِ  
 ابوبکر من خطبہ سال عن مکتوباتہ هذا مستحیل فی العقول - انتہی - اس روایت سے صاف ثابت ہو  
 کہ امام معصوم نے فرمایا کہ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا شکر نہیں کیں صرف روایت کی صحت میں اس  
 اور اسی کو کام کیا حالانکہ محض نبیات و خرافات حضرات شیعہ امام معصوم کی طرف نسبت کرتے ہیں کہ غیہ  
 سوال کرنا ہرگز عدم علم کو مقتضی نہیں قرآن میں مذکور ہے خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو اس کی  
 و انتاک یمینک یا موسیٰ اگر سوال عدم علم کو مقتضی ہے تو کیا خدا تعالیٰ نہیں جاننا تھا کہ موسیٰ کے  
 ہاتھ میں کیا ہے - اور اگر سوال سے سواری تحصیل علم کے جو پیشتر سے حاصل نہیں تھا کوئی دوسری  
 غرض بھی ممکن ہے تو یہ اس روایت میں کونسا احتمال قائم ہے کہ اس میں سوال بخر عدم علم کے کسی  
 محمل پر محمول کیا گیا - بلکہ اگر حضرات قرآن میں تتبع فرمائیں تو معلوم کریں کہ بعض افعال خدا تعالیٰ

۱۳۹ امام ابو جعفر کے ساتھ کہ ایک مجلس میں تھا اور امام ابو جعفر اور یحییٰ بن زکریا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے  
 کہنے لگے امام سے پوچھا کہ سوال اللہ کی قدرت ہے کہ وہ اس حدیث کو بارہا میں کیا فرماتے ہیں جو روایت ہے کہ جبریل علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور فرما  
 کیا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کو سلام فرمایا ہے اور فرمایا ہے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مجھ سے راضی ہے میں تو اس سے راضی ہوں - امام ابو جعفر نے فرمایا  
 کہ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا شکر نہیں ہوں - بلکہ جبریل علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور فرمایا ہے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مجھ سے راضی ہے میں تو اس سے راضی ہوں - امام ابو جعفر نے فرمایا  
 جبریل علیہ السلام میں فرمایا ہے کہ مجھ سے راضی ہے جبریل علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور فرمایا ہے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مجھ سے راضی ہے میں تو اس سے راضی ہوں - امام ابو جعفر نے فرمایا  
 جب تمہاری پاس کوئی حدیث آئی اور اس کو کتاب اللہ یا روایت جبریل علیہ السلام سے روایت کرو جو کتاب و سنت کی تصدیق کرے اور اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت کہو جو کتاب  
 و سنت کی خلاف ورزی نہ ہو اس کو قبول کرو اور یہ خبر کتاب اللہ کے موافق نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے میں نے انسان کو پیدا کیا اور اس سے  
 جانتے ہیں اس کے دل کے دوسرے کو اور ہم اس کو مشرک سے ہے اس کی نزدیکی میں تو کیا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو  
 اور رضامندی خدا پر پوشیدہ ہے جو پوشیدہ ہے یہ کہ اس کی ہمت پر چاہا - یہ امر عقل کے نزدیک محال ہے - ۱۲ -  
 ۱۲ - اور کیا ہے یہی انتہی میں ای سوچتے ہیں -



تو کچھ حرج نہیں اور فی حقیقت یہ شخص اپنی خیال اور رسم ہی ہی فرض حال ہے کہ المسنت کی تحقیق خلاف کتاب ثابت ہو جائے **قول** چنانچہ اس باب میں مختصر گزارش ہے کتابت میں اگرچہ بہت سی آیات اس پر دل بین مگر صرف ایک ہی آیت لکھتا ہوں سورہ جمعہ کے آخر کو ملاحظہ فرمائیے واذا رادوا التجارۃ اولھوں النفس والہما و ترکوا کما تھا۔ صحیح بخاری میں کتاب اسمعہ باب ذوالفرانس علیہم السلام میں جابر بن عبد اللہ کہتی ہیں ینما نحن فیصل مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا قبلت علیہ تحمل لھما ما قالوا لفتوا الیہا حتی ما بقی مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا اثنا عشر رجلا فترکنا ہذا الایۃ واذا رادوا التجارۃ للرب انصاف فرمائی کہ نماز واجب ہے جسکو احادیث میں ہر جاح مومن ارشاد فرمایا ہے اور رب الارباب کا مناجات کا مقام ہے اور وہ ہی رسول اللہ کی پشت پر کھڑے ہیں یہی انفساض کرنا اور آنحضرت کو کھڑے ہو کر اور التجارۃ میں مشغول ہونا یہی ہے راست کی نشانی ہے کوئی شخص اگر نماز جماعت کو ایک آٹھ نام کے پیچھے سے قطع کر کے چلا جائے تو آپ اس کی حق میں کیا حکم فرمادیں ایک آٹھ مومن نماز مستحب کو قطع کر کے خرید و فروخت میں مشغول نہیں ہو سکتا اور اگر ایسا کرے تو قوم و ملت سے نہ بچے۔ **اقول** اگرچہ اس شبہ کا جواب اقوال سابقہ سے واضح ہے لیکن ہم سبھی کے لیے اس کی ایک اضافہ بعض فوائد کے در کی طرف متوجہ ہوتے ہیں یہی اس اعتراض کا وہ ہے ایک اپنا خیالی قاعدہ ہے جو خلاف اپنی روایات مذہب کے حضرت محمد بنے تسلیم کر رکھا ہے وہ یہ کہ معصیت اکبریت کو زعم کر دیتے ہیں اور ہم کہتی ہیں کہ جب خداوند تعالیٰ نے ان کی کفارہ سیئات اور دخول جنات کا وعدہ فرمایا ہے تو کوئی سیدہ معصیت دون الکفر نہیں ہے اور اگر معصیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شریاق ہجوم معاصی ہے پس یہ اعتراض اپنی کمال مناظرہ دان سے خلاف اصول المسنت اپنی قاعدہ مسلمہ کی بنیاد ہی پس اس مناظرہ دانی کو آفرین ہے کہ آپ ہی ایک قاعدہ تراش لیا اور خیالی طور پر اس کو تسلیم سمجھ کر اسی بنا پر اعتراض کر دیا چاہیے

۱۔ اور جب تجارت ہو کہیل کہتی ہیں تو بنگلہ کھڑا ہو کر اس کی طرف چلی جاتے ہیں ۲۔ ہم حضرت کی ساتھ نماز میں نہیں آ کر ایک نالہ لیکر آج اسباب و اسطوت متوجہ ہو گئی۔ اور بارہ آدمیوں سے سوا حضرت کے ساتھ کوئی باقی قرآن نہیں آیت نازل ہوئی۔ واذا رادوا التجارۃ الخ ۱۲۔

اس آیت کا جواب صحابہ نماز میں جوت کرتے تھے سے چلے



وہ قعدہ ستر باقتدار اپنی نہر کے چیلے ہو جانے پہلے بیان ہو چکا۔ پس انصاف کا حکم  
 ہو چکا۔ اب میں اباب الشاف کی خدمت میں حضرت مجیب کے دعویٰ اجتہاد کو تحقیق حق کا دوسرا ثبوت پیش  
 کرتا ہوں بغور و احتیاط و اذین۔ ہمارے مجیب نے حدیث بخاری کو اور قصہ انفاس کو نماز جس میں  
 فرمایا ہی اور فرمایا کہ نماز قطع کر کے صحابہ کی جو باتفاق اہلسنت و جمیع علماء و خلاف واقع ہے نماز قطع کر کے  
 ہر کوئی صحابہ نہیں گئی تمام مفسرین محدثین کا اتفاق ہے کہ یہ واقعہ خطبہ کبھی ات میں پیش آیا چنانچہ مسلم کی  
 روایت میں صریح مذکور ہے تو سنیوں نے اسے کہنے میں غلط نظر فرمایا کہ میں یہی روایت جابر بن  
 عبد اللہ کی جو بخاری کے کتاب تفسیر میں ہے اور وہ میں یہ لفظ نہیں کہ اس کی الفاظ اس طرح ہیں۔  
 عن جابر بن عبد اللہ قال اقبلت غیر یوم للجمعة ونحن مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فثار  
 الناس الا اثنا عشر رجلا فانزل الله واذاروا التجارة الخ۔ تو اس سے پایا گیا کہ یہ قصہ حالت صلوة  
 نہیں لیکن بمقتضا کمال انصاف ہے کہ حضرت نے بطور اجتہاد کو حالت صلوة پر معمول فرمایا لیکن  
 اہلسنت کی کتابوں کو نہیں دیکھا تو اپنی کتابوں کو تو ضرور دیکھ کر حق اہلسنت کا نتیجہ حاصل کر لیا ہے تو اب یہ  
 سنیوں کے مالک امت صدق ہے جو میری سنیوں کو کہہ رہے ہیں کہ انہوں نے انسانی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا  
 علی التبار فی یوم الجمعة اذ جاءت غیر لقریش فدا قبلت من الشام ومعهما من یضرب بالذ  
 ویضرب ویستعمل قد حطره الاسلام فانزل الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انما  
 الى اللہ واللعب یغنیہ وھذا فی سماع موعظۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایتالی علیہم من اللہ  
 فانزل الله عز وجل فیہم واذاروا التجارة الخ۔ ایک حضرت صدوق صاحب کی شہادت سے یہ ثابت  
 کہ یہ قصہ نماز میں واقع نہیں ہوا پس اب یہی تحقیق ہوا کہ آپ اجتہاد غلط ہے اور یہی تحقیق ہے کہ  
 جو اس وقت میری سنیوں کے یہ روایت موجود ہے۔ وروی عن ابی عبد اللہ انہ قال  
 لے جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ جب کوئی ایک خطا اور ہم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے پس ہمارا بارہ آدمی  
 سب لوگوں کی طرف روڑے کے توہینت دار اور دیکھنا ہی نہ تھے۔ انہوں نے اس کے بعد کہے کہ وہ حضرت میرے غلط ہے  
 قریش کا ایک قادیان سے آیا اس کی مانند میں کہہ رہا تھا کہ وہ قریشی ہے اور شاہی ستر و یہ کہتا تھا کہ یہ قریش  
 کو سر جوڑ کر غلط سمجھتے کہ ہندو کو کہہ رہا تھا کہ وہ قریشی ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ یہ آیت نازل فرمائی۔ ۱۱۔  
 امام ابن قیم رحمہ اللہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا۔ ۱۱۔

انقرؤا ایہا وتروکوک قاما تخطب علی المنبر۔ علاوہ ازیں دوسری قاعدہ کو دسی ہی یہ خلاف  
 قاعدہ مناظرہ اعتراض کیا ہی اور محض قواعد شیعہ پر اس اعتراض کی بنا ہی شرح اس اجمال کے یہ ہے  
 کہ جن وجوہ شیعہ اعتدال شیعہ عقلی ہی اور عن دالاشاعرہ شرعی۔ تو نماز میں سر یا خطبہ میں سے  
 چلا جانا عقلاً اعتدال شیعہ قبیح ہی خواہ نہ ہی شرعی دارد ہو یا نہ اور شاعرہ کو نزدیک جب تک نہ ہی ارادہ  
 اور سبب اطلاق قبیح کا نہیں ہو سکتا اور اسوقت تک نفس کے نہ ہی دارد ہو یا ثابت نہیں تو اس  
 صحابہ نے کوئی امر قبیح اور نہ ہی عنہ نہیں کیا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ کی حالت میں جو  
 حالت تسلیم ہی مخالفت نہیں فرمائی تو اس سے اس فعل کے غیر منہی عنہ ہوئی کی زیادہ تقویت ہو گئی کہ  
 ممکن تھا کہ جب لوگوں نے اوہشی کا قصد کیا تھا یا اوہشی تھی آپ مخالفت فرمادیتی تو اسکو  
 اس زمانہ کو اس نے مومن پر قیاس کرنا غلط ہے اور مع انفاق کیونکہ اسوقت بسبب رد وہی کے  
 قبیح ہو چکا ہی اور اس وقت میں بوجہ عدم رد وہی کے قبیح نہ تھا دس یا دہی فعلیہ البیان ہوتا  
 اگر بالفرض تسلیم نہ ہی ہو چکی تھی اور شرعاً یہ فعل قبیح ہی تھا اسکو عموم میں وہ صحابہ ہی تو  
 داخل ہیں جنکو مجیب البید نے برخلاف شہادت قوم کرام سمجھ رکھا ہی علی الخصوص سوم روایت صد  
 و نو کی وہی باقی نہیں چھوڑا پر اس اعتراض کا جو جواب اپنی صحابہ کرام کی طرف سے عطا فرما دیں گے  
 وہ ہی تمام صحابہ کی طرف سے قبول فرما دیں اور حسب روایت اہلسنت بارہ شخص تثنیٰ ہیں جو  
 عشرہ مبشرہ اور ملائکہ اور ابن مسعودؓ میں ایکین شیعہ کی روایت سے کوئی یہی تثنیٰ انہیں ائمہ  
 سے یکساں صحابہ تک سب ہی داخل ہیں پس فرمایا وہ کرام کون ہیں جو باقی رہی اور جنکو آپ  
 کرام سمجھتے ہیں اور لوم و دلامت سے بچی ہوئی ہیں اسی میر صاحب بفضل اللہ تعالیٰ اہلسنت  
 کی لوم و دلامت سے تو تمام بزرگان دین بچے ہوئی ہیں لیکن حضرات شیعہ کے لوم و دلامت سے  
 بچنا محال ہے کہ اس سے ابتدا اور ائمہ اور صحابہ میں سے کوئی نہ بچا۔ ان یہ بات باقی رہ گئی  
 کہ آئیے غار کو مراجع المؤمنین اور محل مناجات پر درود کا رفرمایا اور اس سے چلے جانے کو  
 لے اڑی گئے اور تنجہ منیر رکڑے ہوئی اور خطبہ پڑھتی ہوئی چھوڑ گئے۔ ۱۲۔

مستحق علوم و ملاست قرار دیا۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ شاید ایک پختہ حدیث کو ملاحظہ نہیں کیا۔  
 الحسین بن سعید عن فضالہ عن معاویہ بن عمار قال سألت ابا عبد اللہ علیہ السلام عن  
 الرجل یبیت بذکرہ فی الصلوۃ المکتوبۃ فقال لا یاس عنہ۔ میں پوچھتا ہوں کہ یہی نماز  
 سراج المومن ہے جس میں ذکر ہے کہ یسلیں اور یہی کا نام محل سنا جاتا ہے اور اس کی قطع کرنے سے لوگ مکت  
 سے نہیں بچتا۔ سبحان اللہ اگر وہ نماز یہی ہے تو ایسی نماز کو سلام ہے ہمارے غیب با میں تو  
 وہ محل سنا جاتا ہے سراج ہو اور قطع نظر اس کی وہ ایسا فعل ہو جاوے کہ اس میں ذکر سے کہیلنا بھی رہا  
**قولہ** ۱۱ احادیث پس بخاری کی کتاب عوض اور کتاب فتن اور کتب احکام ملاحظہ  
 فرمائی بہت سے احادیث میری قول کے مصدق پائیگا خوف طالت عرض نہیں کرتا **اقول** سب سے  
 تو حضرت حبیب نے کمال ہی تجربہ فرمایا کہ کتاب پر کتاب گنتی چلے جاتے ہیں۔ لیکن چونکہ  
 اجمالی طور پر بیان کیا ہے اس لیے جواب بہ سیر یا جمال گذارش ہوتا ہے کہ عنوان اغراض سے  
 معلوم ہوتا ہے کہ اگر آپ کو صحابیت کے معنی سے اغراض کے شاید لغوی معنی پر اعتراض کا دار و مدار  
 رکھا ہے تو نسخہ ہر جگہ المسند کے نزدیک صحابیت کے لیے خاتم تک بقایا مان شر و طہ  
 تو ممکن نہیں کہ بخاری میں کتب مذکورہ کے احادیث معنیہ کی قول کے مصداق ہوں اور بعض محال اگر  
 تسلیم کر لیا جاوے تو جو جواب آپ اپنی قبلین کی طرف سے تجویز کر رہا ہے وہی سب کی طرف قبول  
 قرار دیں۔ **قولہ** ۱۱ اقوال صحابہ بخاری کے کتاب الاحکام دیکھیں اور میں اجماع کی کیفیت  
 معلوم ہوگی اور ایک مسئلہ تعلقہ کتاب اللہ بھی دیکھیں گا۔ **اقول** میں بخاری اور دیگر  
 کتاب الاحکام دیکھ چکا۔ اجماع کی کیفیت معلوم ہی مسائل تعلقہ کتاب اللہ بخارہ و توثہ معلوم  
 کر چکا ہوں لیکن ان باتوں سے مدعا سامی حاصل شدنی نہیں ہے اور موقع استدلال و احتجاج میں ہم  
 گول محل تقریریں قانع بحث و التفات نہیں ہوں اس لئے کہنا ضرور ہے کہ کتاب اللہ فضائل و مناقب  
 صحابہ سے بڑا اقوال ائمہ اور دیگر مناقب پیش شمار میں جتنا ایک شعبہ اور کمال اقوال سابقہ میں  
 ہے۔ میں نے دایم الوعد اللہ سے پوچھا تو کسی شخص ہمارے میں اپنے ذکر سے کہیلنا ہے کہ کچھ خوف  
 مصافحہ میں ۱۴۔

حاضر کر چکا ہوں جو اود نے تتبع سے حاصل ہوا تھا **قولہ** اور حضرت خلیفہ ثانی نے جو سعد بن  
 عبادہ رئیس انصار کو حق میں فرمایا ہے۔ فقلت قتل اللہ سعد بن عبادہ بھی ملاحظہ اقدس میں گذر گیا  
 اور قتل اللہ کے معنی آپ جانتی ہی ہوں **قولہ** یہ کلمہ بندہ نے دیکھا اور قتل اللہ کو معنی پھر سعد بن  
 لیکن جناب اس سے کیونکہ عاتبات ہوا حضرت کی نزدیک تو جیسا سعد بن عبادہ اپنی امامت کا دعویٰ  
 ہوا اور امام حق کے امامت کا منکر ہوا تو کافر ہو چکا معاذ اللہ پھر حقد و تحقیر کیا ہے اور حقد رانت کیا کر  
 بجائے خود ہر کیونکہ بوجہ کے کوئی قہر امام باقی نہیں رہا اور اللہ سنت دونوں کا کفر کسی معصیت کو بھی نہ  
 کرت صحابیت باعث اخطا نہیں سمجھتی تو ایسی اقوال کو انکو مقابلہ میں پیش کرنا محض ایک خیال  
 خام ہے معہذا اس جملہ سے یا را و اخبار ہی یا انشاء اگر اخبار مراد ہی تو کچھ قابل کف نہیں کہنا یا اخبار  
 صحیح مطابقت نفس الہیہ یا بن معنی کہ خداوند تعالیٰ نے اس کو ہلاک کر دیا کہ اس کا مدعا جو خلافت تھی محل  
 نہوا۔ اور اگر انشاء ہی تو چونکہ سعد بن عبادہ سے اس وقت نصرت حق ترک ہوئی اور یہی اخطا سرزد ہوئی  
 تھی جس سے اسلام میں وقوع فتنہ کا اندیشہ تھا اسی خلیفہ ثانی ان کو بدو و عادی پسین کچھ لازم خلیفہ دوم  
 کو طرف ہی نہ سعد بن عبادہ کی طرف صرف باعث اس کا اعتنا و انقض صحابہ کی کہ جس سے محاسن بھی قباہ  
 نظر آتی ہیں۔ **متعسر** و عین الرضا من کل عیب کلیدۃ۔ ولکن عین السخط تبدی للمساویا  
 حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جو کلمات حضرت امیر کی حق میں فرمائی اور مڑادی اسجاث سابقہ میں نہ کر  
 ہوئی ان کا اور ان کلمات کا اپنی عقل و انصاف کے میزان میں موازنہ کر لیں اور پھر اعتراض کیجی **قولہ**  
 آپ تحفہ کے باب مطاعن کہ ملاحظہ فرمائیے اور مطاعن حسین ہر طعن جو ہم کا یہی مقصد یہ مطلب فقرت  
 کہتا ہوں آپ اصل کتاب کو دیکھ کر مطابقت کر لیں۔ اہل خانہ محمدین فرماتے ہیں اگر مراد ایشان از قصد  
 تخویف و تہدید زبانی است گفتن اینکه من خواہم سوخت پس در جہنم است کہ این تخویف تہدید  
 کسانی را بود کہ خانہ حضرت امیر را بجا و پناہ ہر صاحب خلیت دستہ و حکم حرم کیہ مٹھمہ دارہ در آنجا شمع  
 و فتنہ و فساد و طور رسید تند و بر سر زدن خلافت خلیفہ اولین گناہ شہادہ شورش و انجیز قصد میکند و فتنہ  
 و بر سر ہم ازین شست و ریخت است انہما کہ و ناخوش بود لیکن سبب کمال حسن خلق تا بہا بے پردہ نمی فرمود

کہ وہ خانہ میں بنیادہ باشندے عمر بن الخطاب چو دید کہ حال میں ہوا ہے استیجاعت را تہدید نمود کہ من خانہ را بر  
 شہ لوام سوخت و تخریب منقض دین تہدید یعنی بر تنہا و دقیق است از حد پیغمبر کہ آنحضرت نیز در حق کسانیکہ در  
 جماعت حاضر نمیشدند با نام اقتدار نیکو نہ بین قسم ایشان فرمودہ بود کہ این جماعت اگر از ترک جماعت  
 باز نخواہند آمد من خانہ را بر ایشان خواہم سوخت چون ابوبکر نیز امام منصوب کردہ پیغمبر بود و نمازہ انہما  
 ترک اقتدار آن امام کن بخاطر خودی اندیشیدند و فاق جماعت مسلمین دین باب نیکو نہ دستخ  
 همان تہدید پیغمبر است نہ پس این قول عمر شاہست بفعول پیغمبر کہ چون روز فتح مکہ بحضور ادر عرض نمودند  
 کہ ابن جطل کہ از شتر گذار بود و بارانہ پیغمبر در شتر خود ردی خود را بیاہ کردہ پناہ بخانہ خدا یعنی کعبہ منظر  
 بردہ در بردن نامی آنخانہ تجلی شدیادہ خود را بہمان ساختہ در باب ادہ حکم است فرمود کہ اورا ہما بج  
 یکشید و پانچسید دہر گاہ این قسم زدودن جناب الہی را در خانہ خدا پناہ نباشد در خانہ حضرت ہما  
 چرا پناہ باید داد حضرت زہرا چہ از شتر ادا دین کشتار فساد پیشہ مکر گردو کہ تعلقہ باخلاق اللہ  
 ستیوہ آن پاک حسنت بود انتہی بقدر سجا جہ - اگر چہ اس عبارت کے ہر سلف پر بحث ہو سکتی اذ  
 تشبیہ اللطامن میں ہر قول مجھ ساطعہ رو کیا گیا ہے مگر اس قسم میں حضرت مجیب کی خدمت میں جن  
 اس قدر عرض ہے کہ اگر کل صحابہ کرام ہی اور کتاب اللہ انکی فضائل سے پرہیز اور اقوال و سیرت انکے پرہیز میں  
 بشمار وارد ہیں جیسا کہ قول آتیر میں آپ فرمایا کی تو میرے لوگ صاحب حیانت اور کشتار فساد پیشہ دین  
 قسم زدودن جناب الہی جو خانہ حضرت زہرا میں جمع ہوتے ہی کون ہی صحابہ ہی میں ہر تنہی  
 یا بیہود و فساد و شرک وغیرہ تھے۔ **اقول** - سبکہ ہی تحسین کے حسب عادت قدیمہ  
 وہی عمر انس بابت مشابہ صحابہ رضی اللہ عنہم ذکر فرمایا جسکا جواب ابی جابر نے  
 مکرود یا جا چکا ہے لیکن چونکہ بہ نسبت اجمال تعین کے تفصیل و تعین کا جہ از کم ہر لڑکا  
 از زیادتی فرمایہ نہیں ایسی سبکہ ہی جواب کی طرف متوجہ ہوتے ہیں لیکن رہنمائی یہ چند  
 بخاطر سامی کہی (۱) سوائی انبیاء علیہم السلام کے کوئی شخص معصوم نہیں -  
 (۲) کوئی معصیت دون الکفر بفضل صحبت کو رقع نہیں کرتے۔ (۳) ہنگام

صحت کلی مثلاً جبکہ اور ہمہ میں احتمال کا اندیشہ ہو تو نفس کا لحاظ نہیں کیا جاتا (۴)  
ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور امام حق تھے (۵) مشابہت ایک شی کے دوسری شی  
کے ساتھ کسی خاص فعل میں اسکو نقص نہیں کہ مشابہت پر جمیع امور میں مشارک اور مساوی ہو جائیں اگرچہ  
یہ مقدمات سابقہ بدلائل عقلیہ و نقلیہ ثابت و تحقیق ہیں لیکن جبکہ حسبہ اسبست نہ کریں گے تو اس میں  
دلیل ہو کہ اولاً جبکہ آپ رضی اللہ عنہ ثبوت طعن کے ہیں تو حسب قاعدہ مناظرہ آپ کو لازم ہے کہ آپ یہ  
ثابت فرمائیں کہ یہ لوگ صرف صحابہ ہی تھے سوائے صحابہ کے اور کوئی شخص اس فتنہ میں نہ تھا جبکہ آپ  
بہت ثابت و یقینی آگاہ و دعوی ثابت ہوگا کیونکہ مانع کو پہنچتا ہے کہ وہ اس شخص کو تسلیم نہ کریں اور کسی کو تسلیم  
نہیں کیا صحابہ ہی تھے بلکہ ممکن ہے کہ بعض منافقین کا عید فتنہ بن سبب فتنہ انگیز بھی ہیں شامل ہوں کہ جنگ و فتنہ  
اسلام کی دہریہ و برہمی کا خیال ہرگز خاطر نہ تھا۔ اور جب انکا مشمول متحمل ہوا تو  
ہم کہیں گے کہ یہ طعن صرف انہیں منافقین کی طرف متوجہ ہے جو باعث اشتغال قضا دہے  
اگرچہ روایت از آلہ انخفاسی وجود حضرت امیر جمعی انہی ہاشمہ معلوم ہوتا ہے لیکن یہ عبارت  
نفی غیر قطعاً دلالت نہیں کرتی۔ اور چونکہ یہ بزرگ سبب اگر کہ ان ہی مشورت خلافت  
صدیقی نہیں کیا گیا تھا اور ناخوشی اسکی ستولی تھی نہ یہ اتفق ہیں متاثر تھے منافقین  
موقع وقت پاکر اسکو زیادہ کشتل کیا تو چونکہ اصل بنا اس اجتماع کی وہ ہر ناخوشی اصحاب تھے  
اور منافقین باہم ہوشاک روانہ کر کے صرف باعث زیادتی اشتغال ہوئی اور اس قسم کا اجتماع  
ایسی بزرگوں سے زیادہ تعجب انگیز تھا۔ تو ایسی روایت میں صرف ان ہی حضرات کے نام پر اکتفا  
کی گئی اور منافقین کا ذکر نہیں کیا گیا کہ انکا شریک ہونا ایسی امور میں بدیہی ہی کہ تسلیم ہر امام  
داعی اسلام کے ساتھ انکا یہ بھی دیر ہر دیا گیا ہے۔ ثانیاً اگر سیاق عبارت میں توجہ سے نظر  
تامل کیا جاوے تو معلوم ہوتا ہے کہ لفظ صاحب خیانت اور کلمہ مردودان جناب الہی ہرگز بحق  
صحابہ و راجع نہیں ہے کہ چونکہ اس عبارت میں (پس وہیں آنت کہ این تحریف و تہدید کس  
را بود کہ خانہ زہر از ہوا بچا و دنیا ہر صاحب خیانت دانستہ) لفظ دانستہ صیغہ ماضی ہے

اور یہی ضمیر راجع ہوسکی گسان ہر تو اگر صاحب خیانت سے مراد صحابہؓ ہوں تو لازم آتا ہر کردہ  
خود ہی اپنے آپکو صاحب خیانت جانتی والے ہوں اور یہ بھی البطمان ہر بلکہ حاصل معنی ہے  
کہ اداں صحابہ نے جو مجتمع ہوئی تھے حضرت زہراؓ کے خانہ بیکات استیاء کی نسبت یہ خیال کیا  
کہ جو شخص خیانت کر کے اس میں خیر ہو تو یہ بوجہ عظمت و اقدار حضرت سیدہ سارا اہل العجبہ  
کو مجازاً اس میں گواہی دینے تو بڑھ کر کوئی خیانت نہیں کی ہر۔ اور اس طرح کلمہ مردودان جناب  
الہی صحابہ پر گرنے میں اطلاق کیا گیا ابکہ بن خطل اور اسکی اداں ہم جنس نہر اطلاق کیا گیا جو کو خانہ  
حرم محرم کعبہ میں پناہ نہیں لے سکتا درخانہ خدا پناہ بنا شد جو متصل نہ کورسی وہ اسکی دلیل کہ ہر توبہ ہی  
تو نقد یہ عبارت اسطرح ہے دہر گاہ میں قسم مردودان جناب الہی اگر از ہجو غیبی ہوسکی خود سہ  
کردہ دجان چنین کردہ درخانہ خدا پناہ بنا شد آئندہ اگر از اطاعت امام حق انحراف در زید نہ  
دشود تہا هیچ فتنہ و فساد میکرد نہ بنہ زہرا چہ پناہ باید داد۔ تو اس سے واضح ہر کہ اطلاق لغت مردودان  
جناب الہی کا عرف ابن خطل اور اس قسم کے لگوں ہر کیونکہ جب و منفی جہا جہا میں اور حکم ہی  
ہر ایک کا علیحدہ ہر کہ ایک صنف کی ایسی عدم بجائیت کعبہ کے ہے اور دوسری کے ایسی عدم  
بجائیت خانہ زہرا کی ہے تو کیا ضرورت ہی کہ ایک کو دوسری محسوس کے وہ کلمات جواب  
کہ حق میں اطلاق کے گئے او میں دوسری کو ہی شامل کیا جاوے کیونکہ تشابہ نے اس میں جمیع  
میں مشابہت کو مقتضی نہیں۔ غرض کہ جب بہت کی نزدیک صحابہ معدوم نہیں اور معدومیت  
جائز ہے تو اس معصیت کے نسبت میں بطور ایجاد کرنا یا کسی امر میں کے تضام و حمل کے لے  
کوئی امر کیا گیا ہو اسکی نسبت تشبیہ کرنا محض عدم تہر اصول کی وجہ سے ہر کیا معلوم نہیں  
کہ حضرت امیرؓ کے زمانہ کے واقعات تو یہ رہا اس سے بڑھ کر میں باوجود اسکی بہت نہ اگو  
معلوم کرتے ہیں اور کو ملامت کرتے ہیں بلکہ کہتی ہیں کہ حضرت امیرؓ نے جو کچھ اپنے زمانہ  
خلافت میں اتفاقاً کیا حق کیا مخالفین خطا پر تہی لیکن معذور حق تھا لے اور انکی خطا میں  
حسب عمدہ بخشید گا۔ علی الخصوص ایسی امور میں کہ جسکی نظیر اور نفس علیہ موجود ہو اور شارع

کطرف سے اوسمین اوسے قسم کی تہذیب کی گئی ہو طعن کرنا بالکل خلاف عقل و نقل ہے معہذا  
 با اینہم حضرات شیعہ بھی تو جن صحابہ کو کرام اعتقاد کرتے ہیں انکو مرتدین اور کائناتین اور مثال  
 ذلک عبارات سے تعبیر فرماتے ہیں بلکہ بغض ائمہ معصوم تک یہی خیانت کا الزام لگاتی ہیں  
 یہ جو کچھ اسکا جواب تجویز کر رہا ہے وہی ہماری طرف سے سمجھ لیں۔ **قول** تعجب  
 و حیرت کا مقام ہے کہ اگر بھاری شیعہ بعض اشخاص کے ثنائین جنہوں کو موقع و فرصت پا کر  
 رد ابیر ملکی کر کے حکومت قریب حاصل کر لے اور چھینر کھینچیں تدفین رسول کی طرف بھی متوجہ  
 ہوں تو اور بدین المہبت کو بجائی تالی اور نفی اور نفرت گھر جلانی کے دھکی دمی اور طرح طرح کے  
 ظلم و ستم کی اور کل جو رد جفا کے جو بعد میں عورت اٹھا کر واقع ہوئی بانی ہونی کہہ بے ادبی  
 کریں تو رافضی دکا فردیدین ہوں اور اگر خود اہل بیت ہی ان خلاق متغلبہ کی مخالفت کریں  
 تو معاذ اللہ نقل کفر نہ باشد ان کلمات کے جو انکی خاستم المحدثین تحریر فرماتے ہیں سخت ہوں  
 کیا انصاف دینداری ہے ہماری مقابلہ میں صحابہ افضل امت ہوں اور اگر اس خلاف  
 کو برہم کرنے کی تدبیریں کریں جب پھر بجز اجماع صحابہ بزعیم اہل سنت کوئی دلیل عقلی نقلی و عرفی  
 نہیں اور اس اجماع کا ہی بڑا ناز ہے تو مردود ان جناب الہی سے انکار و منافقت کریں  
 جماعت کے مشابہ ہوں۔ **اقول** اس عبارت میں بلکہ آخر قول تک حضرت مجیب نے  
 جہاں کہ جو کچھ زبان درازی کی ہے اور انصاف کی تا نگہوں کو بغض و جد کریں سے کور کر کے  
 جو کچھ نہ شائبہ گھٹا تو قرآنی ہم اسکی ترکیب کی جواب میں جب الزام اپنے زبان آلود  
 کرنا نہیں چاہتی سبھی اسکی جواب سے اعراض و اغماض کر کے اصلی جواب کی طرف غماض  
 توجہ پھرتے ہیں۔ تعجب و حیرت کا مقام ہے کہ عجیب البیب با اینہم ادعائی انصاف و رد  
 اون بھاری شیعہ کے رافضی اور کافر فردیدین ہونے میں متردد ہوں جنہوں نے انبیاء  
 علیہم السلام کو کافر کہیں سے در چند دسہ چند کہا ائمہ کو خائن اور ناک واجب بنایا جو  
 مقبولین کو مرتد اور مفضوب من الدار و جہنمی قرار دیا۔ امام بیت و عورت طاہرہ کی دوستی کے



پروہ میں کوئی امانت نہ دے دیں گے وہ وہ مضمون تراشی کہیں دو جا کے کچھ خیالات و شرمندگی میں خود  
زن کر دیا۔ اور ذات پاک خداوندی پر توروہ وہ بندشیں باندھیں کہ ایک منی کا پتلہ بنا کر پہلا دیا۔  
جو حضرات کو عقلمندی پر ہی کام لینی تو اگر اس کی تمام دلدار بہشت ہر توبہ و لا رستبعا ان پاک ہی کو مبارک  
رہی کیا انصاف و دینداری ہے کہ یہاں ہی مقابلہ میں توازیار دائرہ معصومین اور صاحبزادوں اور بیبا  
گرام کھلوایں اور جب اپنی اقراض فاسدہ متعلق ہوں یا بددن محاط نقابل انگریزوں بیان پس  
تو حوا و اندہ نقل کفر نباشد صبا آپکی صدوق وغیرہ فرماتے ہیں انبیاء کا فرد حاسد ہوں اور خائن  
اور تارک احباب و معین علی الظلم وفساد ہوں اور صاحب کرام ترین بغض و تبلیغ شہرین اور  
یا جو دان با توکل اہلسنت پر زبان دراز یان۔ روایات ان مضامین کے گذشتہ اجاثت کہ  
مطالعہ میں سیکھنے والے ہو چکی ہیں اور کچھ پائیدہ اجاثت میں اپنی اپنی موقع پر بیان ہو چکی۔ بعد  
اسکی اس قول میں چند وجہ سے کلام ہے۔ (۱) معلوم نہیں تجنّب بلا تخصّص اور ترجیح  
بلامرجح کی کیا وجہ ہے بعض اشخاص کہے کیوں ذکر فرمایا جب تصریح شہید ثالث استواء  
حضرت مقداد سب کے سب مرد ہو چکی تھے اور رہی ہی مقداد ہی مولین اور منفذین کے علوم  
میں شامل ہو گئی تو بتائی کون باقی راہ جو جاری شدہ کے سپہام لعن و ملاست سے بچا ہو  
پر یہ تعجب کیسا نہایتی ہیں اور اس کا غدی گشتی کو کہا تھا کیا نگر۔ (۲) موقع دفتر ص  
پاکر اور تدابیر ملکی کر کے اوہوں نے حکومت دریافت حاصل نہیں کی بلکہ یہ محض وعدہ و ثنا  
خداوندی ہے جو اپنی دقت پر ظاہر ہوا۔ خداوند تعالیٰ نے صحابہ کے واسطے اختلاف حقہ  
اور تکمین جن مرضیہ کا وعدہ اپنی اوس کلام مجیب دین جسکر شان یر خلافت مرغوم امیر لایا  
الباطل من الباطل اور فرمایا وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ الْكُفْرَ  
فِي الْأَرْضِ أَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ تَوْبَةٌ وَيَعْلَمُونَ مَا هُمْ يَعْمَلُونَ ہے جو بلا تیزی نہ کرو مشورہ کے محض نسبت الہی  
ارادہ حقانے پردہ غیب سے نصہ ظہور چرب لوہ گر ہوا جسکو حضرت عمر رضی اللہ عنہ قلنہ سے تغیر کرتے  
ہیں از عجیب لبیب دراز کر اہل تختہ بادشاہات معرض اقراض میں پس بھی پس کا کرتے ہیں

چونکہ یہ وعدہ لایا کہ واقع ہوگا اہل بیت اور اسکا مصداق بخرا اسکی اور کوئی نہیں تھا تو کتبہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 اسکی قبول کرنا وہ اور جسد حاسدین کا اس سے قاصر ہی حضرت صدوق نے اس آیت شریفہ کی  
 تاویل میں اپنی رسالہ امت میں جو اس وقت میری سامنی موجود ہی جس قدر پہنچ کتاب کہا کی میں  
 اہل انصاف کے ملاحظہ کے قابل ہیں (۳) تجزیہ تکفین میں رسول صلعم کا الزام اولاً شرک ہی کہنیک  
 یوم انتقال ہے حضرت تیسری روز دفن ہوئی پس اگر صحابہ تباہیر ملکی کے فائز میں مشغول تھی تو اہلیت  
 کس کام میں مشغول تھے جو غلش کو تین روز تک دفن نہیں کیا اگر یہ کہیں کہ غم میں مبتلا تھی جسکی غلبہ میں  
 کچھ نہ کر سکی تو یہ بالکل غلط اور بلا قریب بات ہے بقول حضرت شیخ کے اہلبیت میں کہ تو حضرت کے غم  
 میں کوئی بھی یہوش نہیں تھا کہ کیا اپنی غصب خلافت کا غم تھا کوئی اپنی میراث و فدک کے اندوہ  
 میں معاذا اللہ مجامع ہاجرین و انصارین در بدر پیر ہی تھے اور اسکی چھٹی مصطفیٰ کے غم کا  
 خیال تھا نہ ترضی کہ اردو کا پاس تھا تو جب اہلیت کا بھی یہی حال تھا تو جو الزام آپ صحابہ  
 دینی میں وہ ہی اہلیت کی طرف راجع ہوتا ہے۔ ثانیاً سید خلافت بر نسبت دفن رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم کے اہم و ضروری اور خطرناک تھا کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد اطہر  
 بڑے اور متعفن ہوئے کسی پاک و منزه تھا تو اہلیت دفن کی عجلت کے ضرورت نہیں ہے اور اگر  
 ملافت میں اگر ختمال واقع ہوتا اور جسطرح انصار کا منشا تھا اوسطرح خلافت متفرق ہوتے تو ائمہ  
 برہمی سلام تھا اسیلی اسکو مقدم کیا گیا (ثالثاً) ایک کام کی طرف سب کا مجتمع ہونا  
 ضروری نہیں جب اہلیت اسکی مشغولی اور مشغول تھے تو اور دن کی حاضری و شرکت چند ان ضروری  
 نہیں تھی اسی وہ دوسری ضروری کاموں میں مشغول ہو گئے۔ (رابعاً) حضرت امیرؓ  
 کی کلام سے جسکو انکی صدوق نے خصال میں روایت کیا ہے جو اس وقت میرے دربر و حاضر  
 ہی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت کے غسل و تکفین میں صحابہ کو خود حضرت امیر نے ہی دستہ  
 شریک نہیں کیا تھا اور یہ حضرت امیر کا صحابہ کو شریک نہ کرنا بوجہ کمال محبت کے تھا نہ یہ کہ صحابہ  
 ہی تباہیر ملکی میں مشغول کہ شرکت و حاضری سے باز رہتے تھے۔ حدیث ابی محمد بن

الحسن بن احمد بن ابی یوسف حدیثی الطائری رضی اللہ عنہم قالوا احداثا سعد بن  
 عبد اللہ عن محمد بن الحسن بن الخطاب عن الحسن بن علی بن فضال عن علی بن عقبہ عن الحارث  
 بن المغیرہ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما عن الامیر المؤمنین علیہ السلام  
 حین دفن فاطمہ علیہا السلام فی حدیث طویل قال لہما فیہ اما ما ذکرنا انی لمراتہما الرسول  
 اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ فانه قال لا یرى علی فی غیرک الا ذہب صرنا فلما کنہ لا و ذیکما بہ ان لا  
 یہ حدیث نفس مرجح ہے اس امر میں کہ صحابہ نے شرکت تجہیز تکفین سے تقاعد نہیں کیا بلکہ حضرت  
 امیر نے ہی بنظر خیر خواہی اذکوار تک شریک نہیں کیا ورنہ شکایت کا کیا موقع تھا اور حضرت امیر کی اگر  
 جواب محبت آمیز کے کیا معنی تھے اگر انکی طرف سے کوئی تاہی ہوتی تو حضرت امیر یہ فرماتے کہ تو خود  
 ہی اپنی تدبیر کی میں شمول رہ کر حاضری و شرکت سے بارہی مینی نہ کو شرکت سے کسب منع کیا تھا  
 جو آج شکایت بیکارئی علاوہ اسکی اس حدیث سے چند فوائد حاصل ہوتی آول یہ کہ یہ لوگ خود حضرت  
 کو تجہیز تکفین میں شریک ہونے سے باز نہیں ہے۔ دوم یہ کہ حضرت امیر نے بنظر خیر خواہی نہ  
 نہیں کیا۔ سوم یہ کہ حضرت کو ان حضرات کے ساتھ ایسا تعلق محبت تھا کہ انکی تکالیف میں  
 بار خاطر خاطر حضرت امیر تھی۔ چہارم یہ کہ یہ حضرات کا فرد فاسق و عاصی نہ تھا نہ کث نہیں تھی  
 ورنہ ممکن نہیں تھا کہ حضرت امیر کو باوجود ان اوصاف کے کہ جنکی نسبت و غلط علیہم ارشاد  
 ہی ایسا محبت کا تعلق ہوتا۔ (۴) الحبیب کو بی بی تہمت کے گھر جلانے کے وہ بھی  
 من لیجئے اولاً حضرات شیعہ نے کونسی فرد پر افراد اہل بیت سے حضرت کا غم باقی جوڑا اپنی انہما  
 جسکا ایسا بائیکاٹ کر جاوی یا جسکا ایسا مرلی اذفات پا جاوی اذکو چند خرمائے رشتہ  
 اور ہوسر کسی ریاست کے چہن جانے کا وہ تعلق ہو کہ اپنی باب یا مربے کے غم مانڈ  
 لے الم اوجہ شد سر روی او دیا کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہم حضرت فاطمہ کو اس کیا جا یا امیر کے ہاں فی اسکا نہ بولے  
 اوس میں یہ بھی مذکور ہے کہ جب امیر نے اسے کہا کہ یہ جو سنے (شکایت) کہا کہ میری نہ کو حضرت کے تجہیز تکفین  
 میں حاضر رہ کر کیا اسکی وجہ یہ ہے کہ حضرت فرمایا تھا کہ ستر کو ساری تیری جو دیکھتا اسکی حیاتی باقی رہیگی ہیں  
 میں ہیں تھا کہ نکو یہ ایذا پہنچاؤن۔ ۱۲۔



ہمارے صیغہ نصف مزاج نے روایت ازالہ الخفا کو جس میں اجماع حضرت علی و زبیر وغیرہ کا مبتدئ  
 میں ذکر تھا بیدینی فرمایا تھا تو یہ روایات کہ جن میں عیساٰ ؑ اشد توبہ تو مجھ میں دنیا طلبی کی ترغیب سے  
 حضرت معتمد کا بھی مع شاق و خیار و کفارہ شمار میں پہرنا مذکور ہی کس و جس کی بیدینی بلکہ  
 کو نثار و جہ جو بیدینی سے بالاتر ہی قرار دینگی۔ غرض کہ جب اہل بیت طائریں سے کسی کو حضرت  
 کو انتقال کا غم تھا ہی نہیں تو رستہ از رستہ کسی کرتے (ثانیاً) بیشتر گذارش ہو چکا کہ اہل بیت  
 محمد جلالت کی دیکھی ہرگز نہیں دی بلکہ جو لوگ خلافت حق کی پریم کرئی کی مشورہ کرتے تھے ہی از پر گھر جلائے  
 کی دیکھی ہی تھی جو عین اتباع و پیغمبر تھا پس اگر محبت اور صلہ تو ہم سے اللہ شرفا اسکی برائی ثابت  
 کیجی اگر یہ ایک برائی ثابت ہو گئی تو انشاء اللہ تعالیٰ حضرت امیر کی نسبت دس گونہ زیادہ  
 ثابت ہوگی (۵) طرح طرح کے ظلم و ستم اور اقسام قسم کی جو ر و جفا اور انواع انواع کے آلام  
 و مصائب جنگا اہلبیت الہمار پر واقع ہوا صحابہ کے دست تقدی سے بیان کیا جاتا ہے  
 اور جبکی محبت تفصیل یہ ہے کہ حضرت امیر کے ساتھ غدیر کیا اور پرانے کینوں سے اپنی سینوں کو  
 بہر اور خلافت کو غضب کیا اور فذک کو چھینا اور معافی کے سہنہ کو ہار ڈالا اور معاذ اللہ  
 حضرت امیر کے گلی میں رسی ڈاکا جبر امتعت اوشی لی اور انجی قتل کے درپے ہوئی اور حضرت  
 سیدہ اکبر کو جالایا اور معاذ اللہ حضرت سیدہ معصومہ کے پہلو مبارک پر لکھ کا صدر پہنچایا اور گل  
 سنسلاہ حضرت حسن کا اپنی ضرب کے صدر سے گرا تا کہ حضرت سیدہ معصومہ کو دشمنوں کو غرور  
 علی الاعلان تہمت ناخشہ کے ساتھ متهم کیا اہلبیت کے لڑکھو کو غضب و عدوان کی طور  
 پر لیکھی قرآن تحریف کیا پیغمبر کے دین کو بدل ڈالا۔ چنانچہ کینی از رسی اور پوسی اپنی ایقان  
 میں از مجلسی نے بحار راجع یقین اور جلال العیون میں ان کے تفصیل لکھی ہے اور مولانا حمید علی  
 بعد نقل فرماتے ہیں داین ہمہ کہ گفتم بے شائبہ انراق حرفے اذان کتا بہا و لفظی از ان خطا بہا  
 و سنگی از بیستون و قطر دایہ چون و خوش از خرمن و گلی از گلشن است۔ اور یہ محض اقرار  
 و بہتان اور تراش و بھڑکشاں حضرات اکابر امامیہ کی ہے۔ حاشا کہ اہلبیت کی یہاں اسکا نام

نشان ہی ہو پس ایسنت کو ایسی موضوعات و تقریرات سے الزام دینا اپنی علم عقل و انصاف کو  
 رسوا کرنا ہی۔ اور بانی ہونی سے اگر سبب قریب مراد ہی تو ہوگی بانے حسب اصول شیعہ  
 حضرت امیر و حضرت حسنین اور تمام غنی شہم اور صحابہ مقبولین امامیہ میں کہ انکی خاموشی اور برائنت  
 اور جہن اور مساحت نے تو یہ نوبت پوچھنی کا ش ان فسادات کو عباس کے پر نالہ کی برابر  
 وقت کے نظر سے دیکھتی یا ابوبکر شیعہ کے ہم جنب سمجھتی افسوس کہ قوم عاد کو تو حضرت ہاجر کہ تنبیغ ہے دربیغ  
 کریں اور یہاں سلام خراب ہو اور المیت ذلیل خوار ہو اور حضرت فاطمہ علیہا السلام اور ام کلثوم علیہا السلام اور ان  
 پر چون تک خمار خاؤں افسد اگر سبب بعید مراد ہی تو یہ خود ذات پاک خداوند تعالیٰ کے شاہچو کام علم اعلیٰ  
 اور سبب اسباب ہر دو کی کو بھیجی ہجاری خلفائے کیا قصور کیا کہ وہ بیچ میں سے کڑی گئی (۶)  
 خلافت صدیقی بخوال اللہ تعالیٰ حسب وعدہ خداوندی جسکی طرف اوپر اشارہ کیا گیا ہے قائم  
 ہوئی اور مہاجرین و انصار نے اسکو بسر و چشم قبول کیا اہل بیت نے اسپر قدام نہیں کیا اور کیونکر  
 کرتے وہ جانتی تھی کہ یہ حق صدیقی ہی ہر کیونکر اسپر قدام کرتے نہج البلاغہ میں خطبہ مذکور  
 کہ حضرت عباس نے اور ابوسفیان نے چاہا تھا کہ حضرت امیر کے ماتھے پر بیعت کر لیں آپ نے منظور فرمایا  
 تو یہ انکا ریو بہ خوف ہی اور یہ محال ہے یا بوجہ اسکی کہ اپنا حق نہیں سمجھتی تھی وہ عین اللہ عاب  
 انہا حق صدیق۔ تو یہ کہنا کہ بجز اجماع کے کوئی دلیل عقلی و نقلی ہوئی نہیں غلط محض ہر خطبہ  
 نہج البلاغہ سے بعید نقل کرتا ہوں۔ **وہر کلام علیہ السلام** لما قبض رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وآلہ و خاہلہ العباس رحمہ اللہ و ابوسفیان جرح ان یبايعا له بل خلاصہ ما یبايعا الناس  
 اوج الفتن بسفن النجاة و عوایط طریق النجاة و وضعوا ارجحان المفاخرة افرح من رضی بجماع  
 او استسلم فاراح ماء الجن و لقمة یعص بها الکما و محبتی الثمرة بعیر قت ایناعما کالانعام  
 ارضه فان اقل یقولوا جرح علی الملائک و ان اسکت یقولوا جرح من الموت ھیمات بعد  
 اللتیا و التي کیف اخرج من الموت و الله لا یبیت ابی طالب ان من الموت من الطفل ثم یامہ  
 بل الذبح علی مکنون علم و محبت بہ لا ضبط بہ اضطراب الارشہ فی الطوی البعیدۃ نہی

حضرت عباس علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ میں نے اپنے آپ کو جرح کیا ہے

اب میں ایشطیک کا میرٹھو شرح کر لکھتا ہوں خیال تو ہے کہ گوشہ شرف متوجہ فرمائی (دیکھا منات سوال اللہ صل اللہ  
 علیہ وسلم جبکہ حضرت عباسؓ اور یوسفؓ نے آپؐ کی خلافت پر حجت کی درخواست کی) اور یہ عباسؓ کی درخواست  
 اور وقت تھی جبکہ حضرت نجیبؓ نے شغل تھی چنانچہ علامہ کنوریؒ شیخ صریحینؒ نے قائل لکھا کہ جیسا  
 اور صاحب سہل سے نقل کیا ہے حضرت علیؓ علیہ السلام نے یمنی نبیؐ سے ہم ہمہ گیر سخن جس طرح حضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 مشغول ہوئے پس عباسؓ نے اسی گفت کو دست خود اور از کن با تو بیعت کنم نامردان خوانند گفت کہ تم رسول خدا صلی اللہ  
 علیہ وآلہ وسلم پر عمل فرمائی اور بیعت کرو پس ختلان نخواستند کہ بر تو دو کہ حضرت علیؓ علیہ السلام دوا لیت آیا  
 طمع خواہد کرد اسی طرح کہین ہر طمع کنندہ بغیر من عباسؓ کیست تو سب کہ خواہی نہت پس دہک نشد کہ خبر را  
 آمد کہ انصار سعد بن عبادہ را نشانیدہ اند کہ ابوبکرؓ کیست محمدؐ پر ابوبکرؓ کیست کہ وہ بیعت کرد و سبقت برد و انصار باین  
 بیعت ابن ابی بکرؓ کی گویا کہ رسولؐ صلی اللہ علیہ وسلم شہید ابوبکرؓ کی بیعت عباسؓ کی بیعت تھی نقلاً عن ابی النضر (تو را شد  
 فرمایا اسی کو کہ گفتوگو ہو جو کو بخت کرستی نبیؐ پہا ر و نہت پس نفرت ڈالنی کہ رستی سے بچو اور ابی بکرؓ کی  
 کی تا جو کو آواز رکھو) یعنی خلافت کا لینا جو ناحی طور پر ہوگا گفتوگو تہجس نفرت کا باعث ہوگا اس سے بچو  
 کیونکہ جب یہ دوسری شخص کا حق ہو تو ضرور فتنہ و فساد قائم ہوگی تو بخت اور ابی بکرؓ اتفاق ہیں کہ خلافت کی  
 بیعت اس وقت میرے ہاتھ پر چھجادی (جو شخص قوت و ہازد کر ساتھ اور ہا و سنی صلاح بائی  
 یا طبع ہو گیا تو او سنی اپنی آپ کو راحت میں رکھا) یعنی وہ شخص میں ایک وہ کہ او کا نظا ہری قوت  
 و جوان و انصار کے اور باطنی قوت و حقانیت کو حاصل ہے اور وہ اپنی قوت سے اور ہا و سنی صلاح بائی دنیا  
 و آخرت میں وہ کون ہے وہ ابوبکرؓ کی اور ایک وہی کہ جس کا حق اطاعت تھا وہ طبع ہو گیا اور سنی اپنی آپ کو راحت  
 سے راحت دی یہی ہے کہ کس طرح گنایا گیا (اس خلافت کی مثال مگر بائی کی ہے اور اس قدر کہ ہے جو کہا نیوالی کے  
 گلین پھنسی) یعنی جو شخص ناحی سے کا طالب ہو تو سلیبی میں اس کو منظور نہیں کرتا (پہل کا چنی والا مسیح  
 وقت میں ایسا ہی جیسا بغیر زمین کے بنیوالا) یہی ہے کہ حشر اشارہ ہے کہ آپ کو معلوم تھا کہ ابی بکرؓ میری جگہ  
 وقت نہیں تو پر خاتو سعی بسود ہی (اگر میں بولوں تو کہیں گے کہ بادشاہت کی حرص کی اگر اگر کون  
 کران تو کہیں گے کہ موت سے ڈر گیا) حالانکہ بادشاہت کی حرص ہے نہ موت کا ڈر ہی بلکہ اصل یہی ہے

کہ ابھی وقت نہیں آیا (بعید ہی) یعنی تمہارا مطلوب مجھے بھی سیدھی یا ملک و بادشاہت کا حرص کرنا  
 ورموت سے ڈرنا بعید ہی (ان سب کے بعد کیونکہ موت سے میں صبری کروں قسم خدا کی اس ابی طالب کے  
 بچے کے نسبت جو اپنی آنکھ سے پیمان کی غربت کرتا ہی موت کو ساتھ زیادہ مانوس ہے بلکہ میں ایسی  
 پوشیدہ علم کا واقف ہوں اگر اس کو ظاہر کروں تو تم بھرا ہوا جوا و در زنی لگو جیسی سیان گہری کنوون  
 میں) یعنی احوال قیامت جو کچھ مجھے پیشکش میں اور شکر کے سختیاں جو کچھ مجھ کو معلوم ہیں اور گہنگاروں اور لوگوں کی  
 حقوق میں دست اندازی کرنے والوں کی بدجالیان جو میں جانتا ہوں اگر میں ظاہر کر دیکھتا ہوں تو تم  
 مضطرب ہو جاؤ حضرت کی کلام کو دیکھتی اور اپنے دعویٰ کے مطابق فرمائی۔ **قول** مولوی حید علی  
 جنکو آپ قلعید میر محمدی خاتم المکملین کھٹے میں الہ انصاف میں استوری علیہ الرحمۃ کی نسبت ذکر خطبہ مد بلاو  
 فلان میں بحث اس گمان ہے کہ انہی نے محمدی علامہ علیہ الرحمۃ نے شرح ابن ہشیم نہیں دیکھی جس بحث کو اپنی  
 بڑی تازہ دہت سے دیکھو واقع میں ہندو یا ایسی لکھا ہے کیا کیا زبان و رازیاں فرماوین مرتضیٰ  
 و تصنیف سے اور کواؤں میں تعجب ہے کہ صاحب تحفہ کتاب الالہ اخفا کو کیا حوالہ خود باب ہفتم میں ہتی  
 میں اور گوانکی مصنف کو ان کا تورثہ انہار نہیں فرمائی مگر آیت سے آیات اللہ و معجزہ رسول اللہ و کلمات  
 میں کہتی ہیں خود اس کتاب کو ملاحظہ فرماوین تاکہ معلوم ہو کہ خانہ حضرت زہرا میں کون بزرگوار جمع ہوتی تھی  
 جنکی شان میں گستاخانہ ایسی کلمات غرور ہیں اور یہ خاتم المحدثین کا خطاب پائین سبحان اللہ ع  
 بہین تفاوت رہ از کجاست تا کجا۔ **قول** اس قول میں مجیب لید نے دو امر تحریر فرمائی  
 جنکا جواب لکھنا اور اہل انصاف کی رد و روپش کرنا ضروری ہے دوم ہوا اول علامہ کنوری کے شرح  
 ابن ہشیم نہ دیکھنے کے نسبت مولانا مولوی حید علی رحمۃ اللہ علیہ کے اعتراض کے تحقیق و تکذیب دوسری  
 صاحب تحفہ رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت الالہ اخفا نہ دیکھنے کا اوعا۔ پس صحت ہے کہ حضرت مجیب  
 امر اول کے نسبت صاف طور پر رد اقرار کرتے ہیں نہ انکا لیکن قرآن مجید ای کلام سے صاف انکا  
 مفہوم ہوتا ہے کیونکہ لکھتی ہیں (محض اس گمان ہے کہ انہی نے ابن ہشیم نہیں دیکھی) اور  
 قول میں شرح ابن ہشیم کا نہ دیکھنا مجیب کے نزدیک بزرگمان حضرت خاتم المکملین کی مخالفت و تنقیح ہے



لیکن میں پوچھتا ہوں اپنی انصاف کو نصب العین کر کے فرمایا کہ فی الحقیقت انفس الامریہ علامہ مذکور نے  
 شرح ابن میثم کا مطالعہ فرمایا یا نہیں اگر مطالعہ نہیں فرمایا تو اس شخص پر توڑ دینا چاہیے ساتھ ہی شیخ مدظلہ کے صاحبزادے  
 کو صاحب تحفہ نے کی میں کیا معنی جو کہ بحسب لیبیجہ خاتم الکلمین حضرت علامہ علیہ کے جواب کو زبانِ لہری  
 سے تعبیر فرمایا اسلیئے مناسبت دوم ہوا کہ انحصار عبارت تحفہ کے اول و دوم جو کہ چھ مسلمہ کتب توریٰ شیعہ و جہ  
 زبان درازی زیادہ کوئی فرمائی ہی لکھی جا رہی تھی کہ اصل انصاف پسند ہو جاوے اور معلوم کریں کہ خاتم الکلمین  
 جو کہ تحریر فرمایا ہی اور محض پنج عبارت حضرت علامہ کی زبانِ لہری کی حکم لایحیٰ اللہ العظیم کا لفظ ہے  
 القول لا تمزجہ تحریر فرمایا ہی۔ خاتم الکلمین علامہ ابو موسیٰ قدس سرہ الغریز نے تحفہ میں  
 بعد نقل خطبہ بعد بلاؤ فلان لفظ قوم الادود و ادوی اسمد النسخ کی جو عبارت تحریر فرمائی ہو اس میں لکھتی  
 ہیں۔ دہندہ شارحین ہج البلاغت از امامیہ و تقیین لفظ فلان خلاف کردہ اند بعضی کہند کہ ابو بکر  
 و بعضی کہند کہ عمر الخ و علامہ مذکور فرماتے ہیں۔ ان ہذا الہامیہ میں ازین باصبی باید پسید کہ کلام  
 امامیہ گفتہ کہ ابو بکر یا عمر قال خاتم الکلمین درین عبارت سرہ بشارت ابو بکر را بدہ صفت عالی موصوفت  
 قال العالم ثبت الدائم انفس اول النعمانی بابت باید یوانید کہ در اول لفظ فلان درین کلام ابو بکر  
 بعد از ان باین اوصاف نباتات منقول الی بکر یا عمر قال خاتم الکلمین و بعضی کہند علیہ السلام تو جہات  
 یزدان ایشان نہت الخ قال العالمہ این ادعا کذب محض است احتیاج باین تو جہات شیعہ لغوی می فرماد  
 کہ در کتب شیعہ بجائی لفظ فلان لفظ ابو بکر موجود ہی بود چون لفظ ابو بکر موجودیت ایشان احتیاج  
 از تو جہات نیست پس آخر ما صبی بعد تقدیر این تو جہات از مذایات خود سرہ کردہ از حجت ایشا  
 آن برفسدہ قبیل بناؤ فاسد علی انفا سہ باشد قال خاتم الکلمین و بعضی از امامیہ الخ قال العالم  
 ہیچک از امامیہ این توجیہ کردہ کہ ابن ابی احمدید اور بعدا یکم کہتا ہے و این تا صبی نیز ان  
 کلام ابن ابی احمدید را در کتب شیعہ ہمین قول نقل کردہ و چون این تا صبی خود در باب اول تصریح کردہ  
 کہ فرقہ زیدیہ در مسئلہ امامت بالاسنت موافق است باز مقلد زیدیہ را با امامیہ نسبت دادون  
 کذب صریح است انتہی ہای اہل انصاف علامہ کتوری کی عبارت کو ملاحظہ کر کے قائل تو بہ فرمایا

کہ علامہ کنٹوری کے زبان درازی کس نہاد پر ہی اور اگر بحواب اسکی کسی خوشہ چین خرس نہیامین  
حضرت خاتم الحدیث نے کچھ سخت لکھ دیا تو کیا بچا کیا بعد اوسکی یہ فرمایا کہ اس عبارت سے علامہ کا شرح  
نہج البلاغہ کو دیکھنا مفہوم ہوتا ہے یا نہ دیکھنا کیا اس عبارت سے صراحت یہ سمجھ چکے ہیں نہیں انہی کہ علامہ نے شرح  
ابن مہیثم کو جواب میں ہی نہیں دیکھا۔ ورنہ ان جملوں کے (یہ سچا ادا مایہ این توجیہ نکرده۔ ان ہذا  
الافک مبین۔ این ادعا کذب محض است) تحریر کی ہرگز نہمت وجہات نہوتی یہ معلوم نہیں  
ہماری محبیب کس انصاف کو اقتضائے شرح ابن مہیثم کے نہ دیکھنی کو محض منہ پر غلو تکلیف قرار  
دیتی ہیں۔ اور اگر کئے الواقع علامہ نہ کورنے شرح ابن مہیثم کا مطالعہ کیا ہی اور اوس میں واقعی لکھا ہی  
کہ مراد لفظ فلان سی بو بکر ہے یا عمر اور لکھا ہے کہ ابو بکر کے دس اصناف کے ساتھ مدح فرمائی تو پھر  
آپ ہی علامہ کے حیا و انصاف کی شہادت دیجی اور انصاف سے فرمائی کہ کیا علامہ کی مشیت تھا  
سے اسباب چہاڑ دہی پر غبار پہونچ سکتا ہے حاشا و کلا ہمار سی راسی بن ہونا خاتم المتکلمین کا  
بہت بڑا احسان سی جو آپ کی علامہ کو روشن گردن پر لکھا کہ انکو کتاب ابن مہیثم کے نہ دیکھنی کے غدار  
و حیلہ کا موقع دیدیا اور اگر علامہ کے وقور علم و فضل اور کمال و انہماک مناظرہ کے اعتبار سے وہ  
یہ فرمائے کہ علامہ نے بیشک کتاب دیکھی ہوگی۔ لیکن جب دار و گیر خضم سے مفر نہیں ملا تو  
دیدہ و دبہ انکار کرتا ہے یہ ممکن نہیں کہ ایسی متداول کتاب نہ دیکھی ہو اور خیانت و غیرہ کا الزم دیتی  
تو علامہ کنٹوری عالم برنج میں ہی تہراتی اور محبیب زیادہ تاب پیچ کھاتے پس محبیب کو  
اس الزم پر خوش ہونا چاہی نہ کہ ناخوش ہوں۔ امر دوم۔ جو ادعا کہ نسبت نہ دیکھنی صاحب  
تحفہ علیہ الرحمۃ کے ازالہ اخفا کو فرمایا ہے امر اول سمجھی زیادہ عجیب ہی اسی حضرت فرمائی تو ہی  
اس امر پر کونسی دلیل قائم ہے کہ صاحب تحفہ نے ازالہ اخفا کو نہیں دیکھا کیا حضرت نے اپنی زعم سے  
کافی دلیل تصور فرمالیا ہے۔ جو اس الزم سے آپ ہکو دم کاتی ہیں مگر یہ آپ ہی کیا کریں۔  
مخدومین جواب لکھنا ضرور ہوا تو ایسی ہی باتوں سے اپنا دل نہ پہلا میں تو او کیا کریں  
ذرا علامہ کی تکذیب و انکار کو خاتم الحدیث کی تحریر سے ملا کر انصاف سے دیکھی

اور پہری اگر سچ ہیں نہادی تو بندہ کی گلدارش کو جو جواباً عرض ہے اسی ہاتھ منضم کر کے لفظ  
فرمایا میرا پلین ہا نہیں لیکن آپ پنکشف ہو جائیگا کہ خاتم الحشین کا قول بالکل صاف اور بڑا  
ہی اور ازالہ اشکاک کی ہی مخالفت نہیں اور مدار نے شرح دیکھی یا نہیں میرا نقد پر سلام ہے اگر اس  
اشکارین کہ لفظ فلان سے کسی شاعر نے ابوبکر یا عمر یا عثمان لیا بڑی غلطی کہانی پس اب دیکھی  
عہ بین تعلات رہ از کجاست تا کجا۔ باقی آپ کے ناشائستہ کلمات کا ہم کیا جواب لکھیں۔  
**قولہ** ترضی اللہ عنہ ازالہ اشکاف کی عبارت نقل ہوئی ہے تاکہ آپ کو یہ معلوم ہو جائے کہ کج  
ست نہیں آپ کو خاتم الحشین یہ کلمات تحریر فرما دیوہ کو جن حضرات تہی ایا اذ اشکاف کی مقصد دوم  
ماثر جمیلہ صدیق اکبر واقعہ صفحہ ۲۹ مطبوعہ طبع صدیقی مقام بلی پٹی حقیر فرماتے ہیں  
درہم ایام شکلی دیگر کفون تبسم شکلات تان شمر و پیشا ہر دان این بود کہ ز بر جبر جلی زنی  
ماشم در خانہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ جمع شدہ و باب نقض خلافت شور تھا بکا میر و مدح حضرت  
آرا بہ تدبیریکہ باستی برعم زدنہ و تدارک مالی کہ بر نراج حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا  
تقدیر کی چیز پر افسوس کرد و چیز کی ترک نمود و دینی پندہ روایت نبولیم تا قضیہ منقح گردد۔ عن زید بن  
اسلم عن ابیہ ام حنین یو یو لابی مکر بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان علی والزید یدخلان علی  
فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فینسا و رہنہا ویرتجو فیمام فلما بلغ ذلک علیہ الخطاب خرج حتی  
دخل علی فاطمہ فقال ابنت رسول اللہ ما من الخلق احب الی منک وامن لحداح السیابعد ابیک  
منک وایہ اللہ ما ذلک بانئی لی اجتمع ہولاء فہم عندک انہم ان یخرج علیہم البیت قال لما  
خرج عمر جاؤا فحالت فقلون ان عمر قد جانی وقد حلفت باللہ لن عدتہ لیخرج علیہم البیت  
والیہ اللہ یا مضیین لما حلف علیہ فانہم فوارس دین فرما ایکر ولا تجرعو الی فانہم فوا عنہا فانہم  
یخرجوا الیہا حتی یالوا لابی کہ انہم جہا بن ابی شیبہ اور اگر اس روایت کی صحت میں کچھ  
کلام ہو تو اسی کتاب کے مقصد ثانی کے کہ چہی فی ثقیف عمر واقعہ صفحہ ۲۹ لفظ  
فرمایا کہ اس روایت کو باسناد صحیح علی شرط بخین یعنی بخاری و مسلم کہتے ہیں۔

**اقول** یہ روایت نہ آپ کو چھ مفید ہی اور نہ آپ کی خدمت میں کیونکہ جس بنیاد پر چاہئے اس روایت کو  
 نقل کیا ہی فی حقیقت وہ بنا ہی فاسد ہی۔ یہ امر تو ظاہر ہے کہ یہ دسویں حضرت زبیرؓ کی واسطہ  
 تو نہیں ہے کیونکہ ان کو تو کافر جانتی ہیں تو صرف حضرت علیؓ کی وجہ سے کہ ان کو بدو کسی پس  
 عقلی نقلی عرفی کے مضمون اعتقاد کر رہا ہے یہ شور و غیب ہی اگر اسنت ہی عقد عصمت حضرت  
 امیرؓ صحابہ ہوتے تو بے بہہ الزام یہ قدر قابل التفات ہوتا لیکن جب اہلسنت ان حضرات کو مضمون  
 نہیں اعتقاد کرتے تو نہ ان پر یہ الزام دار ہوتا ہے نہ اس کی طرف التفات کی ضرورت ان کو بفضل  
 امت اور کرامت جانتی ہیں اور دعوات صحابہ سے یاد کرنے میں اور ان کو حق میں کہتی ہیں سرنگنا  
 اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین امنوا سرنگنا  
 انک رؤوف رحیم اور کوئی معصیت ان کو مرتبہ عالمیہ کو نہیں کرتی حسب عدہ خداوندی تعالیٰ  
 ان کے مساعی ہیکل فی الدین برادر مشکور اور ان کی زلالت و معاصی مغفور میں با انہما کا رد باتر تہ  
 اور مومنین کے اہمال کے وقت نہ حضرت صلی اللہ علیہ نے اس کی مراعات فرمائی اور فرمایا لو ان فاطمہؓ  
 بنت محمد (عازھا اللہ من ذلک) سہرت لقطت یدھا۔۔۔ زانی کو چمک لیا قاف کو صدمہ لگوا  
 تاربا خمر کو پٹوایا۔۔۔ توجہ دے دے ان کے شخصے حقوق میں یہ نوبت توجہ اور میں نوعی حقوق عام  
 مسلمانوں کو خداوند تعالیٰ کے متعلق ہوئی اور میں کو نیکر رعایت کی جاسکتی ہے۔ اور باوجود اسکی حضرت  
 ایسی لوگوں کی نسبت جو کچھ ارشاد فرمایا آپ جانتی ہی ہوگی۔۔۔ حاطب بن ابی بلتعہ کا قصد حضرت  
 ارشاد آپ کو مسمی ہوگا تو خلفا رضی اللہ عنہم نے یہی سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم  
 ہی سے یہ طریقہ اخذ کیا اور اس عمل کیا تو اگر سپرٹن کیا جاوی گا تو سیرت نبویؐ پر طعن عاید ہوگا  
 بلکہ خود حضرت امیرؓ کے طریقہ مطہرین الزام صرف ہوگا کہ ان کا فعل بد رہا اس سے زیادہ ہر حضرت  
 حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محبوبہ ام المومنینؓ کا حجج بالاتفاق وفات شریف تک زوجیت میں  
 ۱۔ امی رب ہمارے جس ہو اور بہائون ہمارے کہ جو آگے لائے ہمے ایان ارشد کہ بیچ دون ہمارے کے ہمارے ہمارے  
 اور ان لوگوں کے کہ ایان لائے امی رب ہمارے تحقیق تو شفقت کو شہد لاہران ہے۔ ۱۲۔ اگر فاطمہ رضی اللہ عنہا  
 محمد کی بیٹی (اللہ اس کو پہناہ میں کھی) جو رہی کر گئی تو میں اس کا ماتہہ کا ٹونگا۔ ۱۳۔

اس میں بہت کچھ مذکور ہے فقہ خلافت پر مبالغہ

انہیں قرآنی المومنین میں پاس ادب فرمایا اور قتال قتال سے ہی روک دیا علاوہ انہیں نقص سمیت صلیبی  
 کہ مشورہ کی بابت فہم اوسکا آپ ہی سمجھیں یا ماحق حضرت امیر کی نسبت آپ کی صورت کے مطابق الزام اور  
 ثابت ہوتی ہے وہ یہ کہ خضر صلی اللہ علیہ وسلم حضرت امیر کو غصب حقوق و خلافت کی خبر دی  
 تھی اور جسے موت کی صورت فوری تھی اور فرمایا تھا خبردار کچھ ہی کیوں نہ کہین خلافت چھینیں گے  
 جلاویر میں اس وقت بنات کلیات غصب میں دشمن مار چوں و چیرا نگر نا پیر یا بیہوش کیا دیات بیہوش  
 شدیدہ آپ فخر خافت کہ مشورہ کرنے لگے اور خلافت و نسبت و حکم پیغمبر کے عمل کرنے لگے علاوہ  
 اسکی کہ سارا اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مخالفت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم میں مبتلا ہوئی آپ کی اصل پاس مخالفت پیغمبر  
 کہ مکافات میں خلفائے جو کچھ حضرت کے ساتھ کیا سجا کیا۔ معہذا روایات شیعہ کے دیکھنی سے معلوم  
 ہوتا ہے خداوند متعالی کے حرکات و سکنات سے ہی سرزد ہوئی اور سب معن و معنی نہیں قرار دینی گئے  
 حضرت موسیٰ کا قصہ حضرت مارون کے ساتھ پوشیدہ ہونگا کہ حضرت موسیٰ نے مارون سے الاعتصاف  
 اقصیٰ فرمایا اور اوس کی کمر کر کچھ تو اب خیال فرمایا کچھ لگا کہ موسیٰ کون تھے اور مارون کون تھے  
 علی بن ابیہیم استاد کلینی نے تفسیر اہل بیت میں لکھا ہے جبکہ حضرت موسیٰ نے کہ اوستا حضرت خضر  
 کے طفل کو مارا لا تو موسیٰ نے اوس کو زمین پر پڑی مارا اور کوئی دقیقہ انکی بے حرمتی میں باقی نہ چھوڑا الفاظ  
 روایت یہ ہیں۔ اذا جنت السفينة في البحر قام الخضر فيظلمه جوانب السفينة فسكرها و  
 حشاها بالخرق والطبن فغضب موسى غضبا شديدا وقال للخضر انظر ثوبا للخرق اكلها الكلد

رَحِمْتُ شَيْئًا اَمْرًا فَقَالَ لَهُ الْخَضِرُ الْمَرْءُ اَقْلُ اِنَّكَ لَنْ تَبْلُغَ مَعِيَ صَدْرًا قَالَ مُوسَى لَا تَوَجِدُ  
 بِعَالِيَتْ وَلَا تَهْتَفُ مِنْ اَمْرِ عَشْرًا فَرَجَا مِنْ السَّفِينَةِ فَظَرَ الْخَضِرُ لِي غَلَامٌ بِلَبِيبَيْنِ الصِّدْيَاك  
 حَسَّ الْوَجْدَ كَاَنَّهُ قَطْعُ قَرْمُوقٍ اَدْنِيهِ دَرْتَا وَتَمَلَّهَ الْخَضِرُ تَوَارِخَهُ فَقَتَلَهُ فَوَضَعَ مَوْسَى عَلَى الْخَضِرِ  
 لَمْ يَزَلْ يَرِي عَيْنًا تَوَارِخًا يَرُدُّهَا بِرُكْبَةٍ مَعَهُ اَنْ يَرَى مِنْ اَمْرِ مَوْسَى فَرَجَا مِنْ كَرْتِي اَرْكَانَ رُكْبَةٍ بِحِشْمَةٍ بِرُكْبَةٍ وَرُكْبَةٍ  
 مَوْسَى اَرْكَانَ رُكْبَةٍ بِرُكْبَةٍ مَعَهُ اَنْ يَرَى مِنْ اَمْرِ مَوْسَى فَرَجَا مِنْ كَرْتِي اَرْكَانَ رُكْبَةٍ بِحِشْمَةٍ بِرُكْبَةٍ وَرُكْبَةٍ

وَجَلَدَ الْاَرْضَ فَقَالَ اَقْتَلْتُ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُّكَرًا۔ خاطر ہر کج گوئی  
 حضرت موسیٰ سے ظہور پذیر ہوا خطا زاد اسنگی کے طور پر واقع ہوا کہ جوش حقانیت میں ازما کتاب  
 نرہی اگر بیہوشی جو کچھ کہ کیا اسطرح ان حضرات سے ہی ابتداء للعقا و خلافت صدیقی میں خطا کوئی  
 امر بالضرر واقع ہوا ہو تو ہرگز سبب طعن و لعن نہیں ہو سکتا۔ **قولہ** اس مقام میں بہت کچھ  
 بحث ہو سکتی ہے مگر چونکہ ہمارے غرض یہاں یہ ہے کہ جو حضرات خانہ جناب ہر امین جمع ہوئی  
 تھی وہ کون تھی یا ہی زیادہ نہیں لکھتی۔ **قولہ** اس تھوڑی بحث کا نتیجہ دھرمہ تو آپ یا حکم اگر  
 بہت کچھ بحث ہوئی تو آپ ہی کے اجتہاد و انصاف بہت کچھ دہمہ آتا۔ اور اس دایت کی ذکر  
 ہم اگر تہی ہی غرض تھی کہ جو حضرات خانہ جناب ہر امین جمع ہوئے تھے وہ کون تھی تو اسکا گنی  
 انکار کیا ہی کہ ہر حضرت ائمہ و مخین نہیں تھی اگر مقصود یہ ہے کہ یہ بزرگوار و بھارت کا بھارت اس کے  
 درجہ کمزور اور بزرگی سے ساقط ہو گئے اور سبب طعن کے ہوئی تو ثابت کیجیے اور ثابت  
 کر کے اپنی ائمہ اور مقبولین کو بچا ہی۔ **قولہ** مگر اس پر عرض کرنے سے باز نہیں رہ سکتی  
 کہ اگر سب کچھ چوچالاک و ہوشیار می حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے کی ہے وہ قابل دید ہی فارسی  
 میں زیر جو جمعی ازینی لکھا ہے جناب امیر کا نام نہیں لکھا تاکہ فارسی خوان یہ بھانے کہ جناب  
 امیر بھی مخالف تھی۔ **قولہ** حضرت شاہ ولی اللہ نور اللہ مضجعہ کے تو چالاک ہی یا نہیں  
 لیکن جس سبب کہ دشمنی انصاف قابل دید ہے کوئی عاقل جبکہ وہ یہ جان سکتا ہو کہ یہ اجماع و سوری  
 جناب علی و حضرت زہرا کے خانہ میں نہ تھا کیا اس میں تردد کریگا کہ حضرت امیر میں شریک تھی یا  
 نہیں تھی۔ پہلا یہ ممکن ہے کہ ایک شخص کے گھر میں اتنے بڑے عظیم الشان امر میں مشورہ ہونا ہو  
 اور اس کو اس سے لگاؤ نہ ہو علی الخصوص جبکہ اسکی ساتھ میں یہ بھی ضمیمہ کیا جادی کہ حضرت  
 زہرا جیسی ذہن کرمہ مطیعہ کے ساتھ مشورہ ہونا ہو تو ہرگز عقل کو اسکی تسلیم کرنے میں تامل نہوگا  
 اور عقل اسکو یہ سہ تبول کی کہ حضرت کو اس میں شمولیت ہے تو فارسی عبارت میں اسکا عدم ذکر  
 اسے اور میں پر ہر ٹکا اور کہا تو نے مارا ایک تہری جان بن بے کسی جان کچھ تو نے کی یک چیزنا معقول۔ ۱۲۔

بوجہ ہدایت کر ہی نہ چلائی و بہت یاری کی وجہ سے علاوہ اسکی اگر بہ امر یہی ہوتا ہم فقرہ (و تدارک  
 مالی کہ بر نزاج حضرت یحییٰ عارض شدہ بود جس بلا طفت فرمودند) انہما را س طلب میں ایسا  
 صاف ہی کہ بہت شخص سمجھ سکتا ہے کہ حضرت امیر اس وقت ناخوش تھی۔ معتمد احمید بسبب یہ  
 جو فرمائے ہیں (تاکہ فارسی خوان یہ بخانی) آمین فارسی خوان سے کیا ملو جو۔ اگر فارسی خوان  
 سے ملو ہی تو بالفرض اگر سنی فارسی خوان اسکا جائیگا تو کیا حرج ہے وہ کہ اعتقاد رکھتا ہے  
 کہ حضرت امیر معصوم ہیں اہلسنت جیسی زمہ کی معتمد فاضل ہیں و بسا ہے حضرت امیر  
 کی ہیں جب زمہ کا ذکر اذکار مفرنین تو حضرت امیر کا ذکر کیون مفرینوگا جیسا اذکار فعل کو  
 خطا محمول کرتے ہیں و بسا ہی حضرت امیر کے فعل کو محمول خطا کرینگا۔ اور اگر یہ ملو ہی  
 تو اولاً یہ کتاب شیعہ کی دہلوی لکھی نہیں گئی کیونکہ دلائل از امیر سیماں خصم ہیں اہل  
 نہیں کیا گیا۔ اور ثانیاً سیدہ تو یہ ملو ہی سے اعتقاد رکھتی ہیں کہ حضرت علی اس معتبت حدیث  
 کہ مخالف رہی پس اگر وہ اس عبارت سے حضرت امیر کے ہی شرکت جائیگا تو کیا حرج ہوگا۔ پس  
 یہ عجیب بسبب کی نظر تصعب و عناد ہی جسنی دلالت می انصاف کو خاک میں ملا رکھا ہے  
 ان چالاکی بہت یاری اکابر اہل شیعہ کی قابل دیدہ ہی کہ وہ اپنی مذہب کے حفظ ناموس کے لیے  
 روایات میں تراش تراش کر ڈالتی ہیں۔ ملا باقر بکار الانوار میں اکابر اہل حدیث کی روایت نقل  
 فرماتے ہیں کہ اسکی نسبت فرمایا کہ میں صدق مہاجرتے تغیر بدل کیا ہے۔ حد الخیرنا خود من الکافی فی  
 تغیر عجیب قہرہ سوء الظن بصددوق وهو انما فعل ذلک لموافق مذہب  
 اہل العدل اور نیز علامہ رضی کے چالاکیان ہی جو نقل خطبات جناب امیر میں ادھون نے  
 فرمائی ہیں جنکا تراجم کو ہی اعتراف ہی قابل تماشای دکھا ہوا فخر آرد و دود۔ پس یہ چالاکیان  
 دہشتیاران حضرت کر اکابر ہی کرتے چلے آئی ہیں بفضل اللہ تعالیٰ نے یہ ہدایت  
 لے یہ جبرانی سے ماخذ ہے اور میں عجیب تعبیر ہے جس سے صدق کی نسبت مدح میں ہوتا ہے کسی بہ تعبیر  
 سلیبی کی کہ اہل عدل کے موافق ہو جائے۔

روایات تراش تراش کر حرام کر کے ہیں





[illegible]

شامین فرماتے ہیں **قولہ** جناب سیدہ کی نسبت یہ کہنا کہ انہی پاس یہی شخص آتی تھی  
 بی ادبی ہی نہیں بلکہ یہ یہی ہے آج کوئی اونے سو کوئی بیٹے کی نسبت اس کو شکر و نہیں سے  
 یہ کلمہ کہہ سکتا ہے۔ یہ حضرت اہنت کی ہی کمال شاد ہے کہ اس بیت جناب سالن  
 کہ شامین یہ کلمات کہتے ہیں اور یہ خیر است میں داخل اور دعویٰ دلا، تو تسکالہ بیت میں **اقول**  
 اسی اہل انصاف اور اہل فضائل کمال کیا جاگتے ہو یا سو گئی قطع نظر عجیب کی تہذیب اور انہی  
 اجتہاد اور انصاف اور علم فضل اور دانشمندی و عقل و جرأت و ہمت اور حیا و شرم کو بلا خطر و  
 اور تحسین آفرین بڑھو کہ ہمارے حضرت عجیب اگر کتاب اللہ کی خبر نہیں تو چند ان مضائقہ نہیں  
 کہ معذور ہیں لیکن اپنی ذہن کے روایات پہ بھی تو مسلح نظر نہیں شامین عین کار  
 از تو آید و روان چنین کنند۔ اب یحییٰ ازل کتاب اللہ کی شہادت سنیں۔ حق تعالیٰ شانہ سورہ  
 نوین ارشاد فرماتا ہے۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّى تَسْتَأْذِنُوا وَلَكُمْ**  
**عَلَى الْغُلَامِ مِنْهَا بَعْضٌ** یہ آیت شریفہ مومنین کو اجازت دیتی ہے اور حکم کرتی ہے کہ دو مشرک و کفر و منہج  
 راستہ میں داخل ہو نہ کیا مضائقہ نہیں ہے اور یہ بزرگوار قطع نظر اس کے کہ اکابر صحابہ میں سے تھی  
 حضرت زہرہ حضرت امیر کے ساتھ قرابات ہی کہتے ہیں تو انکی لئے بالاد کے اجازت دخول ہو کر  
 ظاہری کہ حضرت امیر آپکی بیوی یا دہائی تھی اور جب حضرت امیر ہی شریک مشورہ تھی تو مومنین  
 کہ یہ دخول حضرت کی بلا اجازت ہو اگر عجیب بیت معنی میں تو ممانعت ثابت فرمادین۔ اگر  
 سر تشفی ہو تو اور سنی حق تعالیٰ شانہ مومنین کو اپنی بیوی کے گھر میں باذن داخل ہونے کی اجازت  
 فرماتا ہے اور فرماتا ہے **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ**  
 اور جبکہ خود نبی علیہ السلام کے گھر میں داخل ہونے کی اجازت ہی تو اہل بیت نبی  
 کے گھر میں داخل ہونے سے کون مانع ہے تو جب یہ حضرات و خلیفہ اکابر صحابہ اور اعظم  
 علیہ السلام ایماں والوں مت جاؤ گھر میں اپنے گھروں کے سوا جب تک نہ بول چال کر لو اور سلام دی لو  
 ان گھروں والوں پر۔ ۱۲ علیہ السلام ایماں والوں نبی کے گھر میں مت جاؤ۔ مگر جو تک  
 اجازت ہو۔ ۱۲۔

جناب میں اس کا صحیح فاضل حضرت امیر سے نہی تھی۔

سیدین سے ہیں اور جو علاوہ انکی دوسری لوگ تہی تودہ ان ہی کی معیت اور معیت میں تہی  
 اور اجازت و مشورہ حضرت میر داخل ہوئی تو کوئی قباحت شرعی عقلی لازم نہ آئی اور بچہ شدہ  
 تھے نہ بچہ اہل سنت کی رشادت اور دلالت کہ میں فرق و قصور آیا۔ لیکن اب حضرات  
 سید کی روایات معتبرہ کی شہادات پیش کر کے اہل انصاف سے ملتے ہیں کہ مجیب  
 بیب دیکھا پر شیعہ کے رشادت اور دلالت کہ کاشا ہدہ فرما دیں۔ اور دیکھیں کہ  
 مجیب بیب کا پایہ انصاف و تدبیر کس درجہ پر پہنچا ہوا ہے بجا مجلس کی روایت جو عن  
 الراح میں مذکور ہے اسکا ترجمہ مولانا حمید رحمہ نے فراموش فرمایا ہے از ائدہ العین ۱۰۷۷  
 نقل کیا ہے سنی حضرت صادق علیہ السلام فرمود کہ ابو بکر و عمر و امیر المؤمنین سوال کردند  
 کہ شفاعت نماید و ایشانرا ہمراہ خود نزد طاہرہ زہرا میردہر گاہ داخل شدہ گفتند کہ انی شہر  
 پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہ حال داری سر بردہ بحسب اللہ بخیر میام۔ الخ۔ یہ حدیث  
 نص صریح ہے اس میں کہ شیخین حضرت زہرا کی پاس گہر میں داخل ہوئی دوسری روایت  
 اگرچہ طول و بیل ہے لیکن منقطعاً فقرات موافق مطلب عرض کرتا ہوں۔ پس آنحضرت بہر  
 و جناب ولایت و جدادات نماز نامی پنجگاہ بسجدہ میرفت و ابو بکر و عمر پیش حال سید محمد  
 نا انجکہ بیماری آنحضرت سنگین شد آن ہر دو گشتند اسی علی و بیان ما و طاہرہ عیسیٰ کی واقع  
 شدہ بود تو بہتر رسید انی بس اگر مناسب انی اجازت فرما تا عذری از تقصیر گناہ خود بیان نمایم  
 فرمود شما دین باب اختیار دارید پس آن سر بردہ و دروازہ حجرہ مطہرہ حاضر شدند و پنجاب  
 اندرون دولت سرار و نق افزا گشت و فرمود کہ شیخین حاضر اند و بیخوبند کہ سلام نمایند  
 بر شما پس مرضی شما چیست آنحضرت فرمود خانہ خانہ شماست و من زویدہ بلیغہ شما ام میں  
 ہرچہ مرضی شریف باشد بجا آرید فرمود چادر بر سر گیر پس مقتدہ مطہرہ را بر سر شدہ در دیکھ  
 جانب دیوار گردانید پس ہر دو آمدند گفتند کہ راضی شوا از ما ضار راضی شود از تو۔ الخ۔  
 یہ روایت بھی مثل روایت سابقہ کے آشکارا طور پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت شیخین حضرت زہرا

پاس گھر میں داخل ہوئی اور علی شیخ الشیخ کی روایت کا خلاصہ جو آلہ الغین میں مذکور ہے یہی ہے  
 بلکہ اوس میں ہے یہی ہے اول حضرت سیدہ نے قسم کھائی کہ میں نہ اجازت دوں گا اور نہ شیخین سے کلام  
 کر دوں گی بس اس کو سفارش حضرت امیر اجازت دی اور شیخین اندر داخل ہوئی تو اب حجب لیب کی تھیز  
 انہیں ہو کر اگر زبیر وغیرہ کا حضرت زہرا کے گھر میں آنا باوجودیکہ وہ اہلسنت کو نزدیک اعظم اہل سلام  
 اور عشرہ مبشرہ میں ہیں اور ان پر بیکہ مبینی ہی قرار پائی تو اب بلحاظ ان روایات کہ حضرت  
 شیخین کے حضرت سیدہ کو پاس گھر میں داخل ہونی کی نسبت باوجودیکہ کہ حضرت شیخین کے جہا  
 میں کو نسہ برائی اور گستاخی ہو جو نہیں کرتے حضرت حجب منصف روایان ان روایات کو حق میں کونا  
 مبینی کا مرتبہ ثابت فرمائیں گے اور کس پر مبینی اور کو ٹھہرا دیں گے۔ اور کچھ ان روایات پر مختصر نہیں حضرت شیخ  
 معاذ اللہ حضرت سیدہ کو کسب فضائل و شقائق میں جاتے بلکہ زمین و ہر ایک کی در بدر پہننے کی  
 روایت کرتے ہیں الفاظ روایت عنقریب ذکر کر آیا ہوں دو چار وقت اولٹ کر دیکھ لیجی اور دیکھ لیتا  
 ہے فرمائی کہ یہ روایت جواز آلہ الحفا سے نقل فرمائی ہے یہ مبینی ہی یا یہ روایات جو حضرت شیخ  
 روایت فرمائی ہیں اگر اپنے اس روایت کو بغیر انصاف مبینی فرمایا ہی تو انشاء اللہ تعالیٰ ان روایات  
 جو آپ کا اعظم نقل فرمائی ہیں بلا خطہ بشرط انصاف عدم عصیت مبینی و رجالیات کو ساتھ  
 تفسیر فرمائیں گے ہم تو کچھ عرض نہیں کر سکتے آپ اپنی انصاف سے جو چاہیں فرمائیں اور اگر روایات گذشتہ کا  
 دیکھنا گران بار خاطر گرامی ہو تو بحمد اللہ تعالیٰ میری متبع قاصر میں اور جی روایات میں بخیر طوالت  
 صرف استبصار سے جو اس وقت میری سامنی موجود ہے ایک روایت نقل کرتا ہوں۔ باب عیسیٰ و عذرا  
 معہ امراۃ میں روایت ہے علی بن الحسین عن عبد الرحمن بن ابی لہان وسدی بن محمد و محمد  
 بن الولید جمیعاً عن عاصم بن حمید عن زید بن خلیفہ قال کنت عند ابی عبد اللہ علیہ السلام فلما  
 دخل من القمیین فقال یا ابا عبد اللہ تصلی النساء علی الجنازہ قال فقال ابو عبد اللہ ان رسول اللہ  
 صلی علیہ وسلم یزید بن خلیفہ کہتا ہے کہ میں امام ابو عبد اللہ کے پاس تھا کہ اہل قم میں کے ایک شخص نے آپ سے دعا کی  
 اسی ابو عبد اللہ کی عورتیں ہی جنازہ کی نماز پڑھیں امام ابو عبد اللہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے۔۔۔

کان یہاں ہر دم المعین بنے العاص وحدث حدیثا طویلا وان زریب بت النبی صلی اللہ  
 علیہ وسلم توفیت واز قاطع خرجت فی نسائها فصلت علی احتبا یہ روایت حضرت سیدہ زکریا  
 تکلمتی پر دلالت کرتے ہیں اور اس طرح ہر ایک یہ نکلنا دوسری روایات استیصار سے ہی ناجائز قرار پانا ہی۔ عہ  
 عن العاص بن عامر عن ابي المعمر عن ابي عبد الله ع انه قال ليس يسعي للمرأة  
 ان تاتى ترحم الى الجاه فصل عليها الا ان تتركها وادخلت السن - علی بن فضال عن  
 محمد بن علی عن محمد بن عیسیٰ بن ابراہیم عن ابي عبد الله ع قال صلوة علی جنازة معها  
 امرأة - علاوة اذین وہ روایت جو حضرت کلینی نے حضرت ابی عبد اللہ المعصوم ام کلثوم کی نسبت فرمائی  
 کہ ان دنیاوی پریشانی سے دو نہایت حیا اور دنیاوی سے اول فرج غصبت منا اہم سے الگ ہی نسبت رہتا  
 فرماتے ہیں فی الواقع اس نسبت سے یہ گھر تک نہیں کہ ادنیٰ مولوی سنہ کے ذکر کی نسبت ایسی خوش  
 اور باری بین کہ میں ہم جابیکہ سیدہ مطہرہ کے جناب میں احاشاد کلام یہ حضرات تبعہ ہی کی مکمل شاد  
 اور نہایت دلدار و تسک و محبت اہل بیت علیہم السلام کے کہ او سکھ آئیں جو چاہی میں فرماتے ہیں نہ خدا سے  
 ڈرتی ہیں نہ رسول سے ترس کر رہتے ہیں خدا کی نئی ذرا اضافت کی انہیں کہ وہ کہ فرمایا کہ کوئی اس نے جہتہا  
 مولوی تبعہ کے بیٹی کے نسبت کوئی سنیہ ذکر شاگرد و نس یا انہی دوستوں سے ہوا ہی کہتا ہے آج  
 آپ بزرگ ہست کہ دشمنوں کے جناب میں کہیں بڑا بکٹا ہی لاؤ اللہ ثم لاؤ اللہ حضرت سیدہ کا یہ مجمع  
 میں کہ شریف نجیب نارایت کرتے کہ شاد اور لاؤ ترک سے تعبیر کر دے یا انہی کہ در بدر پیرنے کو شاد  
 اور لاؤ ترک کہوں یا آپ کے پاس ایسی لوگوں کو آئے کہ یا حضرات تبعہ کے اس شخص بیانی کو عزت ظاہر  
 کی نسبت رعات اور لاؤ ترک قرار دے ایک ہو تو عرض کر دے ع دل ہوا و داغ شہید ہی کی کجا  
 زائد اللہ و اما انہی رجوع - مگر غالباً یہ دوسری محض نفی بلکہ اہست اس بنا پر ہے کہ حضرت سیدہ ع  
 علیہا السلام بیت میں محدود و محسوب ہوں اور حضرت کا دخل المیت ہونا غالباً اس سے زریبہ کی تعلیم  
 سے سمجھ کر جبکہ خون سماح کر دیا تھا میرے میں اے العاص بن اوطیل قصہ میان دیا اور کہا کہ اب حضرت کی ہمارا  
 روایت ہائی اور حضرت فاطمہ عہد کی اس میں جس انداز میں کے حواء کے مدبر ہے ع امام اربعہ دے سوری کہ وہاں  
 عورت کو نہایت ہے، حواء کی بیٹی کے سیدہ عورت ہے ع امام عیادت سے سوری کہ وہاں کو شہادت ہوا جس پر نہایت ہے

کیا گیا ہے درمداگر حسب فرمودہ صاحب شافعی شارح کافی کلینی مصاحب کنز العرفان و کچھ یادوی جس عبارت ہم  
 اور نقل کر لی ہے اس قنویل کے کچھ عبارت میں اور ان توضیحات کے کچھ ضرورت نہیں کہونکہ جب حضرت سید  
 اہلبیت میں حدود و موانع متحمل ہو چکا اگر اہلبیت میں حدود و مین تو مجاز اور نہ حقیقت اہلبیت میں مل  
 نہیں تو پس قصہ ہی طے ہو چکا آپ کس موئید سے بے ادلی اور بے دینی کا اعتراض فرمایا کیونکہ یہ قصہ  
 تو اہلبیت پر بار کہا تھا کہ اہلبیت میں شمار کیا جاتے ہیں سو آپ صاحب شافعی اور صاحب کنز العرفان نے ایک  
 کرشمہ میں ہمارا عقدہ سے حل کر دیا واقع میں یہ کہتا ہیں اہم اس مسئلہ میں **قول** اس عبارت اور ان  
 سے وہ سستی و صدق نقل و روایت جو صاحب تحفہ نے فرمائی ہے کہ حضرت زہرا ام زینب شہت دروغ  
 انہما مکدر و ناخوش بود الخ خوب واضح ہے جناب امیر کشت و برخواست جناب امیر معاویہ و حضرت  
 مکدر و ناخوش ہو کر ہو گئی۔ **قول** صاحب تحفہ قدس سرہ کی صدق و درست نقل روایت میں اور ان  
 ظاہر دیا ہے لیکن اسکا کیا علاج کر آپ نے شاید قسم کیا کہ جس سے کہ عبارت کی صحیح مطلب کے ہرگز فہم کی سائی  
 نہیں گئے۔ پہلے کیا کچھ حق یقین کا ادعا اور انصاف کا کیسا کچھ نہ عم ہے لیکن آپ بھی جب بوہرین  
 آپ کیا کریں جیسا کچھ صاحب نہر تہذیب وغیرہ نے غلط صحیح فرمادیا آپ نے اعتقاد کر لیا اور اگر ایسا کریں  
 تو کیا کریں حضرت میر صاحب گستاخی معاف کیا اورین شہت و برخواست انہما کجا شہت و برخواست  
 جناب امیر اگر زیادہ نہیں تو صرف اتنا ہی کسی طالب علم سے دریافت کر کے سنبھ لیجیے کہ مجموعہ  
 من حیث المجموع کا حکم از من حیث الازدک حکم سے مباہلہ اور مغائرت ہوا کرتا ہے اسکی حد ہشتاں  
 عالم میں موجود ہیں اگر ایک تہ کو نہ ہر آدمی اوٹھا لے سکتے ہیں تو ہر ایک ہرگز نہیں اوٹھا سکتا  
 اور اگر ایک سے بہت سے بائون سے بنی ہوئی سے اتنی کو باز نہ سکتی ہیں تو ایک بال سے  
 نہ ہتی نہیں بندہ سکتا۔ علاوہ ازین جو حکم کی قید خاص کے ساتھ مقید ہوا و سکو محض اپنے  
 غلط خیال سے مطلق سمجھ کر متعرضانہ مخالف کے مقابل ہونا کہ قدر خلاف عقل اور نا انصافی  
 یہ حضرات یہ خیال نہیں فرماتے کہ وہ قید جس کو اتنے ہی حکم مقید ہو رہا ہے وہ علت اور  
 حکم ہے گویا نے تحقیق حکم اس صلیت پر جو بمنزلہ وصف ہے دائرہ اور وار دہر رہا ہی لیکن

چونکہ عموماً حقیقات و اوصاف توابع ہوتے ہیں اور بدوین وجود و موصوفات کے وجود خارجی سے متعلق  
 ہیں ایسی موصوفات کا ذکر ضروری ہوتا ہے لیکن اس میں یہ سمجھنا کہ ذات موصوفات کے  
 متعلق محکم کو علم علیہا پر طلبہ ایسا غور فرمائیں کہ ان کی بعید ہی پس اس اعتبار سے حضرت مجیب علیہ السلام  
 لون بہرگوارد کی جنہوں نے تمہ پر اس قسم کے اعتراضات کی ہیں کمال عقل و فہم اور انصاف و تحقیق حق  
 و منہج ہوتے ہیں مہذبہ حضرت مجیب کا ناخوشی و تکبر حضرت زہرا سے جناب امیر کے ساتھ ہر قدر  
 استغناء محض اپنی اکابر کے تصرفات کے ناواقفیت یا تجاہل کے وجہ سے ہے ورنہ حسب تہذیب و علم  
 ہالین قوم حضرت معصومہ کا جناب امیر کو (در ذمہ برگردان رادی) جہن پروردگار میں تہذیب و عبادت  
 شہیدین اور خاتونین در خانہ گریختہ کے مثل فرمانا کو نسی خوشدلی پر اور صفائی طبع پر مبنی ہر ذرا  
 اس عالم میں قرائن صفات طور پر دال ہیں جناب سیدہ ادریس شہد و برخواست سے مکہ و مدینہ  
 تہیں - قرینہ اول یہ ہے کہ بعد ہدایت حضرت مسٹر کے حضرت سید نے ہاجرین و انصار میں سے  
 کسی کو دروازہ پر جا کر شکایت نہیں فرمائی کہ گو گو میرا گھر جلنا چاہتا ہے تعجب ہے کہ چند خست  
 خرا کر چھپی تو (معاذ اللہ در ذمہ برگردان رادی) یوں مجمع ہاجرین و انصار میں فریاد و فغان  
 فرادین اور اتنے بڑے امر کو سنکر اس طرح خاموش ہو کر بیٹھیں کہ دوسرے مسٹر سے سنکر اپنے اذکار  
 بطور نامحمت کر ہی کچھ جواب نہ دیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپکا یہی منشا تھا تفسیر کے یہ  
 کہ حضرت امیر وغیرہ کو یہی صلاح دی کہ جاؤ اپنی راضی آپ سوچو اور میری پاس آؤ صحیح معلوم  
 ہوتا ہے کہ آپکا یہی مدعا تھا جو عمر رضی اللہ عنہ کی دیکھی کے پردہ میں ظاہر فرمایا اور پوچھ کمال  
 کہ آپ اسکو بے پردہ نہیں فرماتے ہمیں پس حضرت مجیب خوب غور و تامل کے ساتھ نظر و نظر  
 ملاحظہ فرادین اگر یہ انصاف کی امید تو نہیں **قولہ** استناقض سے جو صاحب غلط کی عبارت  
 میں واقع ہے بخوف طوالت اعراض کر کے حضرت مجیب کے اقوال آتے کہ جواب کہتری میں **اقول**  
 یہاں تک مجیب علیہ السلام نے جس قدر اعتراضات فرمائے اور اعراض نہیں کیا انہیں حضرت کا تہذیب و علم  
 و انصاف و تحقیق حق و واضح ہو چکا اگر بیان ہی کچھ نہ ہو تو بخیر اسکی اور سب تھا کہ ایک

صہ غلط کا اور گ جاتا لیکن مع لوم ہوتا ہی کہ اپنی زمین کچھ سمجھ کر ہی چکر ہو چکی ہم اتنی ہی نصاف  
 کر شکر گذر میں گونا گویا ہوتا اور بوجہ طوالت اغراض کرنا تہدید بیان فرماتے ہیں **قال القاضی**  
**المحبیب** (قولہ) چنانچہ کتاب اللہ فضائل صحابہ پر اور اقوال عزت بشمار از کی مداح میں اور  
 ہیں۔ (اقول) کیون حضرت شروع میں خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کو اللہ لکھنا اور بعد میں فقط لفظ  
 صحابہ لکھ کر کتاب اللہ سے از کی فضائل کا ذکر ہونا کو کیا کہتے ہیں ہم تو پاس ادب کچھ کہہ نہیں سکتی مگر آپ  
 منصف ہیں آپ ہر ارشاد فرمائیں۔ **یقول العبد الفقیر الی مولائہ العفی سجد**  
 ہمارے محبیب لبیب عبارت کو دیکھتی ہیں یہ مطلب جہتہ ہیں اور اعراض فرمادیتی ہیں۔ اسی خبر  
 بندہ کی عبارت کو تو دیکھ کر کیا عرض کیا گیا ہی یہ اعراض فرما کر اب میں اپنی عبارت نقل کرتا ہوں  
 اہل انصاف ملاحظہ فرمائیں اور دیکھیں کہ اس پر اعراض ہمارے محبیب کا بجایا یا بجا (لیکن بہتر  
 موقع اختلاف کا یہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین علیہم اجمعین علیہم اجمعین علیہم اجمعین علیہم اجمعین  
 کو اہلسنت تمام سے اعتبار مرتبہ اعلیٰ افضل دریا میں ثابت و کمال اعتقاد کرتے ہیں چنانچہ کتاب  
 فضائل صحابہ پر ہی اور اقوال عزت بشمار از کی مداح میں وارد ہیں) یہ عبارت ہے جس پر محبیب  
 اعراض ہیں اور ناز کر کے فرماتے ہیں کہ ہم پاس ادب کچھ کہہ نہیں سکتی۔ حضرت محبیب یہ فرمایا  
 شروع میں خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کو لکھنا اگر اس سے مراد یہ ہے کہ صرف خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کو لکھنا اور عموماً  
 صحابہ کا ذکر نہیں کیا تو محض غلط ہے شروع میں عموماً صحابہ کی فضیلت کو ذکر کیا گیا ہی اور بعد میں  
 انبیا بطور تخصیص و تمیز خلفائے ثلاثہ کو بوجہ غایت اہتمام کے ذکر کیا گیا اور اگر حصہ مراد نہیں ہے تو صحابہ  
 لیکن مفید نہیں بلکہ اعراض محض ہے اور اگر لفظ کرام سے آپ مراد دشمن ہیں تو کیا آپ  
 انہیں منادہ والی اتنا ہی نہیں جانتے کہ اہلسنت کا مذہب جمیع صحابہ کے نسبت کیا ہی علاوہ  
 لہ اگر بالفرض شروع میں صحابہ کرام کا ذکر نہ ہوتا اور صرف خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کا ہی ذکر ہوتا اور بعد  
 کے لفظ صحابہ لکھ کر کتاب اللہ سے از کی فضائل کا دعویٰ کیا جاتا تاہم کچھ حرج نہیں تھا  
 نہ حسب اصول اہلسنت کوئی اعراض تھا کیونکہ جو فضائل کچھ اہلسنت اور کرام جرت اور



انصارت وغیرہ کی بیان کی گئی خلف ائمہ رضی اللہ عنہم اوسین خود کامل ہیں تو انکی فضائل کہیں  
 بالادلی ثابت ہونگی مثلاً جناب امیر کا ذکر کر کے اگر فضائل اہل بیت کا دعویٰ کیا جادی کر کیا  
 یہ خیال ہو سکتا ہے کہ حضرت امیر کے فضیلت اس سے ثابت ہونگی حاشا وکلا بلکہ بالادلی  
 فضائل ثابت ہونگے ہم سے آپ کیا دریافت فرماتے ہیں کسی نام اہل انصاف سے پوچھ لے  
 آپ کو بتا دیگا کہ آپ کا اعتراف محض بے سمجھی اور نا انصافی کی وجہ سے ہے **قول** ہاں  
 ہو چکا ہے کہ صحابہ کرام کے فضیلت سے انکار نہیں مطلق صحابہ کے فضیلت میں گفتگو ہے جیسا کہ  
 قرآن شریف سے فضائل ثابت ہیں ایسی ہی دلائل ورائل بھی ثابت ہیں چنانچہ بطور نمونہ ایک آیت  
 لکھ گئی۔ **اقول** دہن یہ یہی عرض کیا چکا ہے کہ حسب تصویص اکابر قوم صحابہ کرام  
 وجود عنقا صفت محض فرمائی اور دعائی ہے پس آپکا یہ فرمانا صرف وجہ انخاص تصریحات اپنی  
 علماء کر ہی اور اگر آپ ہی ہیں تو بسم اللہ ہمیں میدان ہیں جو گان ہیں گو۔ تشریف لائی اور اپنی  
 اصول پر جن صحابہ کو کرام سمجھتے ہیں کتاب اللہ سے انکا کرام ہونا ثابت فرمائی۔ جبکہ صحابہ کو قرآن  
 شریف سے فضائل بھی ثابت ہیں اور ذرائع سے ثابت ہیں تو کیا خداوند تعالیٰ کو معاذ اللہ یہودی  
 ہوا تھا یا بداء واقع ہوا جو اس اختلاف فاحش کا سبب ہوا یا یہ کہ فضائل عثمان جامع القرآن  
 اضافہ کر دیئے اور اگر یہ غرض ہے کہ بعض کے فضائل اور بعض آخر کو دلائل ورائل مذکور میں تو برائی خدا  
 ذوالقین تو کجی اور اپنی مقبولین سے کو غیر مقبولین سے نیز تو کجی حق یہ ہے کہ قرآن شریف  
 میں حق تعالیٰ شانہ نے عموماً صحابہ کرام کے مارج و نبوی و آخروی بیان فرمایا اور خداوند  
 تعالیٰ ہولاد اسکو بداء واقع ہوا اور کہ سننی قرآن میں کی سی کی اور خداوند تعالیٰ نے انکی معاصی کے  
 مغفرت کا وعدہ فرمایا جو انکا گناہ ہیں وہ مغفور اور بقدر معاصی ہیں وہ مغفور **ذکر فضائل**  
**یونس** مِنَ نِّبَاؤِ اللَّهِ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ اور جو آیت بطور نمونہ لکھی تھی اسکی نسبت بھی ظاہر کر دیا  
 گیا کہ جس دعویٰ کے ثبوت میں یہ نمونہ پیش کیا تھا نے بحقیقت اسکی سی نمونہ نہیں بلکہ حضرت کریم  
 و فہم اہل انصاف و تحقیق حق کا ایک عمدہ نمونہ ہے **قول** ہاں خلف ائمہ کی شان میں



تخصیص کے بجز اسکی اور کوئی وجہ نہیں کہ آپ اس باب میں خود کامل تھو اسے سبب سے پہلے  
 صدیق قرار پایا جسکو حضرات ائمہ نے ہی میان فرمایا۔ علاوہ اسی آیت اشدار علی الکفار۔ خاص  
 خلیفہ ثانی رضی اللہ عنہ کی صفت ہے اور اسکا مصداق جنگ ہے کہ قصد میں درباب ہر ان میں حضرت  
 شیعہ نے ہی تسلیم کر لیا ہے۔ علاوہ ان سب کے آیت استخلاف واضح طور پر خلفا رضی اللہ عنہم کے  
 تفصیلت کو ثابت کر رہی ہے۔ علاوہ ان کے اور بہت سے آیتیں پیشتر گذارش کر چکا ہوں برائے  
 خدا انصاف کی نظر سے ملاحظہ فرمادین تو ان کے تحریف کے درپے نہیں ہونے امیدہ اگر اختیار ہی  
**قولہ** اقوال عترت جو تیار تحریر فرماتے ہیں سادہ نہیں کہ اس سے آپ کی کیا مراد ہے اگر مقبولہ خود  
 مراد ہے تو وہ خصم پر حجت نہیں۔ **اقول** اگر اقوال عترت مقبولہ خود مراد ہوں تاہم مطلقاً  
 یہ فرمانا کہ خصم پر حجت نہیں آپ اپنے بزرگوں کے اقوال کی ناقصیت کی دلیل ہے بیشک عدم  
 حجت اور قوت ہے جبکہ غیر تسلیم خصم ہوں اور جبکہ خصم تسلیم کرتے ہوں تو اگرچہ مقبولہ خود ہوں  
 خصم پر حجت ہوگی اب نبی علامہ عبد الزواق لاہی لے گئے گو سر مراد میں صحت روایات اہل سنت کہ  
 تصریح فرمائی کہ وہ تحریر فرماتے ہیں کہ اہل انصاف در فرقہ سینان محدثین بیتا سند کہ ہر چارہ میں پیروی  
 علیہ وآلہ بائنا رسید بے کم و کاست روایت میں نمایند انتہی مختصاً عن الزعام۔ پس جبکہ خصم نے  
 صحت روایات خصم تسلیم کر لیا تو کیا وجہ کہ اس پر حجت ہوں۔ **قولہ** اور اگر متفق علیہ  
 تو سب سے چھان بین کے بعد آپ کی علت ہے ہماری کتابوں سے بزرگ خود کل قول نقل کیے ہیں جبکہ  
 آیات بنیات و اپنی سادہ میں کہتے ہیں ہر ایک کا جواب اپنی محل پر دیا گیا ہی پس آپ کا اگر  
 اقوال تیار لکھنا مبالغہ ہے۔ **اقول** حضرت میر صاحب آپ انہیں کہہ دیکھیں کہ آپ کی  
 اللہ تعالیٰ علت اہل سنت نے کیا کچھ کیا باوجودیکہ آپ کی علت اپنی عام سر اخفا رحمہما فی فضائل  
 صحابہ اور بہت مثالب و معائن میں صرف کر دی تو ایسی حالت میں آپ کا ایک قول کا ملنا جو صحابہ کے  
 فضائل پر دلالت کرے عجائبات قدرت الہی سے ہے جیسا خواجہ کی کتابوں میں فضائل صحابہ  
 حضرت میر شمس کا پایا یا نہایت سبب سے اور درست جناب میر سے ہے جیسا کہ حسب غثرات سامی

حدیث روایات اہل سنت و جماعت



فَلَمْ يَغْفِرْ لِحَدِيثِهِمْ وَمِثْلِكَ يَا عَمْرُو مِثْلَ نُوْحٍ اِذْ قَالَ رَبِّىْ لَا تَنْذِرُنِىْ عَلَى الْاَرْضِ مِثْرَ  
 الْاَكَاذِرِ **فَقَالَ** اسبجك عبارت فخر از نبی امیه کی شتهر الکلام سے نقل کیا ہوں۔ روایت ہے کہ در روز  
 ہفتادین اسیر گرفتہ بودند از آن جہلم عباس و عقیل بودند حضرت رسالت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم در باب ایشان  
 مشورہ فرمود ابو بکر گفت کہ اکابر اصحاب غزین قوم قارہ بن عثمان تو اند اگر ہر یک بقدر طاقت دست طاقت خدا  
 بدینہ باشند کہ روز ہر دولت بدست بر سند و حالاعد و عدد مسلمانان زیادہ شود عمر گفت یا رسول اللہ  
 ایمان کنذیب کردند تیرہ ببردن کردند اینہا کہ کفر اند بہر را بغیر ما گردن زنند و گمیان ایشان خدا را  
 عقیل علی سپار و عباس را بخمرہ و فلان بن تا گردن زخم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمود حق  
 سبحانہ و تعالیٰ لہا می مردم را گاہ است کہ نرم بسیار دیر تر کہ نرم تر از شیر است و دیگر دہا می باشد کہ  
 سخت تر از سنگ مثل تو امی ابابکر جان مثل ابراہیم علیہ السلام است گفت فتن تیعنی فائدہ منی  
 من عاصی اللہ و اللہ و مثل تو امی عمر بخیر مثل نوح است و سیکہ گفت رَبِّىْ لَا تَنْذِرُنِىْ عَلَى الْاَرْضِ مِثْرَ الْاَكَاذِرِ  
 دیکرا و این دو حالت کہ نرمی و سختی است کہ از انبیاء صادر میشود مجتہب م مقننا و دقت خوب است  
 چہ بعضی از کفار ہستند کہ بسیار شدید اند کہ کفر و ایمان از ایشان متوقع نیست و نہ از اعتقاد این گنا  
 استصال نسبت ا دل سختی و اگر بخلاف است نرمی و خوشخوئی بعد ازین حضرت فرمود اصحاب  
 اگر خواہید کہ اگر خواہید بہر تہمتا مید ایشان بت را اختیار کردند۔ پس جناب مجیب کالفظ میما کہ  
 مبالغہ شاعرانہ بچہنا محض بہر تہمتا و نفیت اپنی کتب کہ ہی و پس **قوله** من خلفا و خلفائے  
 شانمین ان لو میں سے بھی مضہین۔ **اقول** حضرت مجیب یاد ان ا قول کہ جو عموما مناتب  
 صحابہ کرام میں وارد ہوئی ہیں بوجہ کمال دین و دیانت ہم انہر است خلفائے رضی اللہ عنہم  
 کہ شانمین نہیں سمجھتے کہ لفظ بعض اطلاق فرماتے ہیں حالانکہ سنیہ علیہ کیونکہ جو قول سونا صحابہ  
 بنفیت بہر دلالت کہ بخلاف انہر رضی اللہ عنہم ا قول کہ اس میں شمل اور اسکی مصداق ہونے۔ **قال**  
**الفصل المحجب**۔ **قوله**۔ اور شیوہ اذ لکوف ثقلین بہر از کفار و منافقین جائز  
 ہیں (نمودہ من ذلک) **اقول**۔ اکی اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ معاذ اللہ

شیعہ صحابہ کرام کو ایسا جانتے ہیں۔ یہ محض افتراء ہی حاشا و کلا کہ شیعہ کا یہ اعتقاد ہو مقول  
**العبد الفقیر الی مولاه** جناب مجیب کے اس جرأت کو آفرین اور اس بہت پرشانی  
 نے اپنی تائید میں نہ اپنے علم کی شہادتیں نہیں بجا رہی صحابہ گنہگاروں نے  
 تو انبیاء و ائمہ کو بھی کفر و خیانت سے بچھڑا اور صحابہ میں سے توفیق و کفر و نفاق و ارتداد سے شاید  
 ہی کوئی بچا ہو۔ تو شاید کرام کے تسلیم کے سبیل القرض ہوگی پس اہل سنت کا ان کے ہاتھ پر  
 تماشا ہے۔ یہ وصف تو گناہی معاف جناب کی ہے اگر کا برین پایا جاتا ہے کہ ائمہ پر افتراء کرتے  
 ہیں یہاں بابت ہر تہی ہوئی روایتیں بنا کر ان کے طرف سے شائع کرتے ہیں اور حضرت علیؑ کا کہیں  
 یہ بھی موجود ہے۔ الشیعہ کا نوا یکذبون علی الائمہ و ہم قد نادوا منہم علی ما ذکرہ  
 الکلیفہ فی التفسیر و الفقاہ ابانیمہ اگر شیعہ کا یہ اعتقاد نہیں ہے اور صحابہ کرام کو کرام جانتے ہیں اور  
 اور اپنی بزرگواروں کے جنہوں نے کرام ہونے سے صحابہ کو خارج کیا ہے تکذیب کرتے ہیں تو میرے جیسا با نفاق  
 و جبذالات نفاق۔ **قولہ** ان جبکہ نفاق انکو نزدیک ثابت ہے اور روایات اہل سنت میں اسکی ساعدت  
 کرتے ہیں انکو یہاں سمجھتے ہیں کہ کل کو اسی گول مول بات لکھیں اور سب کو خطا ملے کہ انصاف سے بعید ہے  
**اقول** وہ منافقین کہ جبکہ نفاق کتاب اللہ و سنت رسول اللہ سے ثابت ہی اہل سنت کے نزدیک  
 ہرگز عدا و صحابہ میں نہ وہ نہیں اہل سنت کے نزدیک صحابیت کو وسطی ایمان خاتمہ تک ہونا شرط ہے حاشا و کلا  
 کہ اہل سنت کو وہ نہیں نفاق صحابہ کی مساعدت کرنی ہوں لیکن ان حضرات شیعہ کے روایات صحابہ  
 کرام کے ارتداد و نفاق کو صاف صاف بیان کرتے ہیں پس حقیقت میں خطا ملے اگر بزرگان دین نے  
 اپنی روایات میں فرما رکھا ہے نہ نہیں۔ **قولہ** یہ کہ ممکن ہے کہ شیعہ خلاف تقلید کے جن حضرات  
 اہل سنت سے اسی امر میں تو مخالفت و جھگڑہ ہے **اقول** حضرت میرے صاحب یہ محض چکا  
 اور انکی بزرگوں کا زبانی دعویٰ ہے شیعہ کو اور اتباع تقلید کو کیا عدا و شیعیت تو اتباع  
 ہشام بن حکم اور ہشام بن سالم اور عیسیٰ اور زرارہ اور سالم بن ابی حفصہ اور ابو الجارود اور ابو بصیر  
 ان شیعہ ائمہ پر جوڑی باتیں تو یہی ہیں۔ اور اہل شیعوں سے اذیت ہاتے ہیں۔



خدا تعالیٰ محکم عقل کا ہے اور حکم عقل بہت سی چیزیں خدا تعالیٰ پر واجب ہیں (۹) عقدا  
 رکھتی ہیں کہ بدنِ بلیکہ تمام طیور و بہائم و حیوانات اپنی اپنی افعال کے خالق ہیں اور خدا تعالیٰ کو ان کی  
 افعال میں کچھ دخل نہیں اور عقیدہ مخالفِ تقلید کے ہے (۱۰) اعتقاد رکھتی ہیں کہ امامِ عام  
 انبیاء اور رسول سے عند اللہ افضل ہیں مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور یہ عقیدہ تقلید کے مخالف ہے۔  
 (۱۱) اعتقاد رکھتی ہیں کہ انبیاء اور ملائکہ کی سبائش بظیفین حضرت علی کے ہے اگر حق تعالیٰ کا حکم  
 علی کو سید انکار تا تو انبیاء اور ملائکہ اور جنّت کو سید انکار تا اور یہ مخالف عقل و نقل ہے (۱۲) اعتقاد  
 رکھتی ہیں کہ خدا تعالیٰ نے انبیاء سے اور ملائکہ سے ائمہ کی ولایت اور ان کی اطاعت کا ميثاق لیا۔  
 (۱۳) اعتقاد رکھتی ہیں کہ انبیاء و ائمہ کے انوار سے قیاس کرتے ہیں (۱۴) اعتقاد رکھتی ہیں  
 کہ قیامت میں تمام انبیاء حضرت علی کے محتاج ہوں گے۔ (۱۵) اکابر امامیہ انبیاء سے صدور کفر و  
 ثبوت کبیرہ روایت کرتے ہیں۔ (۱۶) گتے ہیں کہ جبکہ خداوند تعالیٰ نے انبیاء سے شتیاق  
 لیا تو حضرت آدمؑ نے انکار کر دیا۔ (۱۷) کہتی ہیں کہ بعض رسول نے رسالت سے عذر کیا اور استعفا دیا۔  
 (۱۸) کہتی ہیں کہ بعض مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوفِ کعبہ سے وحی کو رد کیا اور تبلیغ  
 احکام سے تقاعد کیا (۱۹) اعتقاد رکھتی ہیں کہ ائمہ اور ان کے اعداء قبل قیامت زندہ کیے جائیں گے جسکو  
 رجعت سے تعبیر کرتے ہیں۔ (۲۰) اعتقاد رکھتی ہیں کہ امامیہ میں سے کسی کو معصیتِ صغیرہ و کبیرہ  
 پر عذاب ہوگا (۲۱) مذی اور دودی اور آبِ استنجا کو پاک قرار دیتی ہیں (۲۲) شرب کو اپنی عقل  
 وغیرہ نے طہارت کا حکم دیا ہے (۲۳) کہتی ہیں کہ اگر حسین عورت کو حالتِ نماز میں بغل میں بوسہ  
 یہاں تک کہ خیرش و ہشام رہو اور مذکر کو مجاہدی سوراخ عورت کے کمری اور مذی یہی بہکے گھنٹوں  
 نام بونچی تاہم نماز جائز ہے (۲۴) بعضی فرماتے ہیں کہ نماز میں الکحل و شرب مفسد نہیں (۲۵)  
 کہتی ہیں کہ بعض سورتیں پڑھنی سے نماز فاسد ہو جاتے ہیں۔ (۲۶) پانی میں غوطہ لگانے کو مفسد  
 صوم فرماتے ہیں (۲۷) کہتی ہیں کہ اغلام سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ (۲۸) لونڈیوں  
 و روج کو عاریۃ دینا جائز فرماتے ہیں (۲۹) عورت منکوحہ اور مملوکہ اور مانگی ہوئی اور وقف



کی ہوئی اور امانت رکھی ہوئی اور متعہ کے ساتھ لواطت کو جائز فرمایا (بہم) متعہ دور یہ کو بایں  
 قرار دیتی ہیں اور او کی صورت یہی ہے کہ ایک عورت کو ساتھ متعہ کریں اور دور و نوبت  
 مقرر کر لیں کہ ہر ایک شخص اپنی نوبت میں جماع کرے علی بن ابی القیس بہت سی ابواب فقہ کے مسائل  
 کثیرہ ہیں شتی نمونہ اور دوارہ نمونہ از بحار نہایت تخیص و اختصار کے ساتھ صواعق و خذ و ذریعہ  
 نقل کر رہی جناب محیب غور فرادین اور سوجین کہ نقلیں کا اتباع ایک نام ہے باقی رہا مفسر  
 کلام اللہ کے ساتھ جو سلوک کیا جاتا ہے وہ آئندہ کتاب اللہ کی بحث میں ذکر کیا جائیگا جناب  
 محیب اگر زیادہ تفصیل چاہیں تو ہم تفصیل کے واسطے بھی حاضرین بعد اس کے اب یہ امر واضح ہو گیا  
 کہ جو سید محیب بیٹے تحریر فرمایا (الہست سی اسے امر میں تو مخالفت و جہگڑہ ہے نہایت صحیح  
 قال الفاضل المحیب - قولہ - ہلین حضرات شیعہ کی جہالت کس ترس سے بڑھال  
 فضائل اور ظہار طاعن میں مجید و جہد ساعی میں - آقول - بے شک جنکی فضائل کتاب اللہ  
 و اقوال عزت سے برگزنا بت نہیں اور الہست خواہ مخواہ فضائل اور کفر ذمہ لگائی میں اور وہ مطاعن  
 جو طشت از باغ فسادہ میں کر چہا ہے میں نہیں چہپ سکتے چہا نا چاہتی ہیں ان فضائل کے باطل اور  
 مطاعن کے اظہار میں کدو کش کر کے میں تاکا اسحق ظاہر ہو میقول العبد الفقیر المولود  
 بحول اللہ و قوۃ گذشتہ اجاث میں مناقب و محاد صحابہ کرام کا اثبات کتاب اللہ سے ہی اور اقوال  
 ائمہ سے ہی مختصر کیا گیا اب ہم دیکھتے ہیں کہ محیب بیٹے کیسے فرماتے ہیں یا بخلان تحریر خود فضائل  
 ثابتہ کو باطل فرماتے ہیں بڑے مطاعن جناب محیب نے دو ذکر فرمائی تھے انفضاض عن صلوۃ  
 اجماعہ و تحکمت عن بنیہ الصدیق سر محمد نعمتہ از کا ہی قلع و یدستعمال را جی کہا جا چکا ہے  
 پس حضرات شیعہ چنانکہ شہادات کتاب اللہ و ارشادات ائمہ فضائل صحابہ کی کتاب کو شہد  
 خاک سے چہا نا چاہتی ہیں اور کچھ انوار اپنی موبہوں سے بھجایا ہے کہ میں اور زبردستی اپنے ترشی  
 ہوئی و زائم کے نجاسات سے ان کو دھنا نہ میطہر کو مٹوٹ کرنا چاہتی ہیں اور جن صحابہ کو کرامت  
 رکھا ہے ان کو بھی تو سہام طاعت و قربانی نہیں چوڑتے ہیں - بایں ہمہ صدق و شیعین

باوجود ارتداد صحابہ کے خصائل میں یہ بھی فرماتے ہیں کہ بارہ ہزار صحابی باسی تھی جو کوئی انہیں  
 جبری اور قدری اور ضروری نہ تھارات دن خدا کو خوف سے روکا کرتے تھے دو ہزار انصار تھے  
 اور آٹھ ہزار مہاجر تھے اور دو ہزار وہ بھی جو ہنگام فتح مکہ سلام لائی تھے۔ پس کیا ان بارہ ہزار کے  
 فضائل خواہ مخواہ اہلسنت ہی ادھر ذمہ لگاتے ہیں اور انکی مطاعن جو طشت از بام میں بہت  
 سی ہیں۔ یا یہ انکی فضائل کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں  
 سعادت اللہ اگر بغرض محال ہے امر حق قرار دے جسکی در کچھ حضرات شیعہ ہیں تو نہ خدا کی خدا کی باقی  
 دہی ہے نہ رسول کے رسالت نہ انبیاء کی نبوت نہ ائمہ کی ائمتہ نہ اہلبیت کی حرمت نہ صحابہ کی صحابیت  
 پس اگر امر حق کے انکار کے سعی کا دعویٰ لاول دلاقوۃ الابلانہ اعلیٰ اعظم رسالتیں بنیادیں  
 تو بنا باحق و انت خیر الفائحین۔ **قال النجاشی**۔ قولہ۔ چونکہ حق یہ  
 اختلاف خلافت بھی اسی اصل سے ناشی ہے اور حضرات شیعہ کو اتنی بڑی فضیلت عبت با  
 اپنی اصول نہ دے کہ کب گوارا تھی اگرچہ نقالین اسکی نبوت کو کٹا ہد میں اپنی خلافت کی  
 اصول و مشروطی وضع فرمائی کہ جو رعایت سے مدعا حاصل ہوا اور ابطال استحقاق خلافت اپنی زعم میں  
 ہو جاوے (قول) یہ اصل ہر دراصل بجای خود نہیں جیسا کہ پہلے گذارش ہوا کہ کل صحابہ اپنی ہی جی کہ ان کا نام الخیرین  
 بعض کثائن صاحب حیثیت و ثلث ارفاد و پیشہ مرد و ان جناب آپ تحریر فرماتے ہیں **مقول العبد الفقیر**  
**الامولہ** اس اصل دراصل بجای خود ہونا سابقا اپنی موقع پر مشرور حایان کیا جا چکا ہے حاجت عادہ میں سچا کہ  
 کہ جب یہ عنوان مجیب لیب اسکا عادہ فرمائی تو تعجب کیا جانا اور خاتم الخیرین کلمات کی نسبت یہی فصلان ذکر ہو چکا ہے لیکن سچا  
 ہی قدر عرض ہے کہ خاتم الخیرین صحابہ میں ہیں لفظ نہیں کہ خصوصاً لفظ مرد و ان جناب آپ ہر گز صحابہ کو حق میں نہیں لکھا ہے جس  
 مجیبین تحقیر کا انتر ہے اگر بغرض اگر صحابہ حق میں لکھا ہے تو بالذات لازم نقل نہایت یہ کہ لکھا ہے ہر دہم رجب مجیب نے  
 جو یہ سبب تحریر فرمایا۔ (کل صحابہ اپنی تھی) اگر مراد اس سے سلب کلی ہے تو لہتہ کہا جا سکتا ہے  
 کہ یہ ایک سبب ہی جو انصاف و راستی و صدق سے باعتبار اپنی روایات و ہول نہایت سبب ہوا ہے اور اگر کل  
 مجموعی کی طرف نفی جامع ہے تو خلاف لفظ و روایات ہے۔ چنانچہ بارہ اس غلطی پر تہنہ کیا جا چکا ہے

اور پھر اچھا ہونا مرتبہ شکیک میں ہرگز اس سے یہ مراد ہی کہ معصوم نہ تھی اور شیوعہ جیسا کہ کوئی  
 سے بھی برتر اور بہتر فرماتے ہیں یہ کہ بعضی تو معیج مسلم معصوم تھی اور دنیا بیار سے بہتر ملک سادہ  
 ہی تھی اور اگر اچھی نہ ہوتے سے یہ مراد ہے کہ مرتدا اور غاصب حق خلافت فذلک لا غیر دین  
 اور حرف کلام سب اہل الدین تھے تو غلط اور کذب افتراء اور دساد و تخلیات حضرات تبعہ سے ناہشی  
**قولہ** اکیسویں قریبی کہ مقدمہ خلافت پر وہ مقدمہ ہی کہ جس پر صحابہ کو فضائل و زائل ہر کہ حاکم  
**میں اقول** - یہ حصہ بالکل غلط اور باطل ہے فضائل و زائل صحابہ کے پرکھی جانے لگے  
 صدراعقبیات اور ہزار ہا مراحل زمانہ حیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں قطع ہو چکا اور  
 انواع انواع کے تکلیفات میں آنا بائیں ہو چکا اور طرح طرح کے صدات میں امتحان ہو چکا  
 اول جب کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسبوت ہوئے اور دعوت شروع فرمائی اور کفار کو فساد  
 دلدادہ اسامی ہوئی جن کو کون بچے اس وقت حضرت کی تصدیق فرمائی اور حضرت پر ایمان لائے اور کفار کی انہما  
 تھی اور کچھ اپنی ہاں جان دیا اور کاپاس نہیں کیا علم الاعلان بچے خوف و خطر آواز و دعوت اسلام کو بلند  
 رکھا چنانچہ بہت سے اکابر قریش اور بنی تہامہ سے شرف بایان ہوئی اور بہت سے غلاموں کو  
 جو ایمان لائے تھے اور کفار کے بچے تکلیف میں گرفتار تھے اپنی خالص مال سے خرید کر آزاد کیا اور کفار  
 کی تکلیف دہی سے انکو رہائی دلوائی۔ اور فر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارگاہ اور رفیق  
 غلام سار محمد بن اسلام کی محبت میں ازواج و اولاد اور خویش و اقارب سے بیوند ٹوڑا اور مال و منال کو ہوا  
 اپنی وطن سے موٹھ موڑا اور غربت اختیار کی مصیبت کو سہر لیا۔ صغیر ترین چیلین از دشمن بھی  
 تکلیفین اور ہتھکنڈوں کفار و الکفار کو قطع مسکن کر کے حضرت کے قدموں میں بڑھ رہی کو درہن کی  
 سعادت سمجھا اور جنہوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی رفقاء و اہل وطن کو اپنی گھروں میں جگہ  
 دی جان مال سے خدمت کر کے دارین کی سرخروئی حاصل کی دین و اسلام کے شاعت میں ایسی  
 ہوئی عروا و سرایا میں اسلام کا کھلنے کے لیے اپنی جان و نگو معوض ہلاکت سے نہیں بچا اپنی  
 جان و نگو حضرت کے نفس نفس کے آڑ میں لے گیا۔ دین اسلام کو عالم میں پھیلا یا کھرا دل کھڑا کرنا

حکم صحابہ بال محاضرات و دراست میں ہر

دگوں سا کیا۔ آزمائشوں کے جیسی ہیں انکی میل کھیل و رہوئی اور وہ ان سے پیش صحبت غمیرنے اور کو  
منصف اور مجاہد کیا۔ انوار آفتاب رحمت خداوندی جل شانہ سے انکی قلوب نور ہوئی اور اشعہ ماہتاب فیض و  
برکات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے انکی دل روشن ہوئی عالم خلق دہر کو قطع کیا ملکوت کے سیر کے  
حقیقہ حقائق کو کھنڈہ کیا۔ جب انکی جان ناریاں اور خدات نامیاں بگڑ رہی تھیں جب انکی  
صلی اللہ علیہ وسلم اور پندیدہ حضرت کبریائی جل شانہ ہونے۔ تو خداوند علام الغیوب کو بارگاہ  
عالی معالی سے انکی صلہ میں مضامین و شہود کی تعمیل ہوئی اپنی رسول کے زمانے و خواجنا  
وہ فرمایا انکی خطایا ذرات کی نفرت اور خاصہ سیات کی کھاؤ کا شردہ سنا یا گیا تو گویا ازبائیں  
ختم ہو چکی اور انکی محامد و فضائل چھری ہو چکی تو یہی ہر وقت مرغلانہ پر آزمائش کا حصہ کرنا اور کہنا  
ہر وقت مرغلانہ سے فضائل و زرائع پر کہی جاتے ہیں ہر اس غلط اور بدیہی البطلان ہر معیار  
آزمائش اور محاکم امتحان وہ مراحل تھی جو حضرت کے زمانہ میں طے ہوئی منافق و مخلص ممتاز ہو گئے  
حق تعالیٰ نے فرمادیا۔ مَا كَانَ لِلَّهِ لِيذِلَّ الْمُؤْمِنِينَ عَلٰٓمًا اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتٰٓى يَزِيْلَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ  
وَمَا كَانَ لِلّٰهِ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَ الْغَيْبِ الْمَحْمُودِ حَسْبُكُمْ اَنْ تَتْرٰكُوْا الْاٰمِرَ۔ اور یہی بزرگان دین اور  
اکابر اہل حقین کے عیوب کا تجسس کرنا اپنی عمر عزیز کو راگیاں پر باد و تلف کرنا ہر گز صحیح  
کا جی قلبہ جو بد و صنائع العمر نے طلب الحال مد معینہ اگر یہ ہی ہر وقت جس سے فضائل  
و زرائع پر کہی جاتے ہیں تو بعض محال سے سبیل تسلیم ہم کہتی ہیں کہ حسب تصریحات علماء شیعہ  
فضائل و زرائع پر کہی گئی انفس نے جفا و وصیت تجہیز و تکفین تھے حضرت کے جنازہ اطہر کو تین روز کا  
لاؤفن رکھا حضرت کے وصال کا یکونہ غم ہوا نہ بیہوشی ہوئی اپنی دنیاوی سلطنت اور  
چند درخت خرماک پر گئی جسکی سبھی نہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصیت کا پاس کیا  
کہ اپنے صبر و سکوت کی وصیت فرمائی تھی نہ دودمان نبوی کے آبرو کا پاس کیا کہ در بدر پھر گئی  
۱۔ اللہ وہ نہیں چھوڑ دیا۔ مسلمانوں کی طرح پر تم ہو۔ جب تک جدا نکریے ناپاک کو پاک ہے  
اور اللہ یوں نہیں کرتا کہ خود دے غیب کی۔ ۱۲۔

منافقین کے ہم باہدہم لوالہ ہی اپنی دین کو اپنی خواہشوں کے مطیع رہے کسی شہر کو  
 دارالاسلام نہ بنایا۔ معاذ اللہ! لکن لکھنؤ نے توبہ ابراہیم کے ممانعت و اہولارہ اور بعض نے حضرت  
 دین کو اختلاف عظیم سے بچا کر سنبھالا۔ اور عالم میں شائع کیا ہزار ملک فتح کئی ہزار اکو  
 سک اہلام میں ہنساک کیا حضرت کو وصال کے صدہ میں بیاتک بیہوش ہوئی کہ آپ کے  
 انتقال کا انکار کر دیا۔ پس اگر اسی مقدمہ کو معیار امتحان قرار دیا جاوے تو ہم کہتے ہیں کہ  
 ہی نے یہ فضائل و زائل کے امتیاز فرمائی ہی چہرہ چاہی فضائل منطبق کجی اور چہرہ  
 زائل **قول** حسب ریاست و حکومت و طمع نفسانی و حرص و منافقانی اس قدر غالب ہوئی  
 کہ باوجود تہدید و ترہیب تحریف حضرت نبویؐ سے مستحق الامارۃ و سکون ندامۃ بنم الغیۃ  
 کما فی صحیح البخاری آپس میں مخالفت و تباہی کے نشا اظہر جناب رسول خدا کو بے غسل و  
 و دفن ہو کر کے خلیفہ بن گئے اور ان میت کی جنگی حکم تہات ہی انہوچی بات پوچھنی کے کیا  
 معنی بیانی تہ و تنفی کے کچھ جاننے کی دہلی دی نظر انصاف سے بخاری کو ملاحظہ فرمائی محبت  
 تاریخ کو دیکھو تو آپ کو معلوم ہو کہ وقت انقطاع و بیعت کیا کیفیت تھی۔ **اقول**  
 یہاں تو عجیب سبب جو سن بعض و عناد میں اگر جامہ سے باہر ہو گئی تو سن بان بنگام ہو گیا  
 انصاف و تحقیق جن کو بالاسرطان کہہ کر جو نوہ میں آیا فرمانا شروع کر دیا۔ خیر ہم ان کلمات  
 تشبیہ کے جواب میں کچھ نہیں لکھتے لیکن اپنی بخاری کے حدیث سے استدلال کر کے صحابہ کی  
 حرص و طمع کو بزرگ خود ثابت کیا ہی اسکا جواب و تحقیق ضرور ہوئی پس صریح ہو کہ عجیب سبب  
 انہر استدلال میں اس حدیث کو ہیست فرمائیں تو اول انکو ثابت کرنا چاہی کہ مستحقون من خطاب  
 کہ کو ہر ظاہر ہے کہ تمام صحابہ کو قطعاً رو نہیں اپنی کہ بالاتفاق حرص علی الامارت تمام افراد  
 صحابہ سے واقع نہیں ہوئی تو لامحالہ بعض صحابہ مراد ہوئی اور اس کے مصداق وہ بعض میں جو بلا  
 استحقاق امارت کو طالب ہوئی چنانچہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ چنانچہ سالیہ و منکم  
 امیر من لغیۃ امیر سپر قرینہ اور وال ہے حضرت امیر عویہ رضی اللہ عنہ کہ وہ ہی طالب امارت ہوئی

حضرت سیدنا امیر و سکون خاتم الخ

اور خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم مرکز طالب امارت نہیں ہوئی اور نہ اس پر حرص کی آپ کتب سیر  
و تاریخ ملاحظہ کیجیے حضرت صدیق اکبر نے اپنی خطبہ میں جو بقابلہ الضار پڑھا فرمایا کہ عمر یا ابو عبیدہ  
کہا تمہیں بت کر لو۔ اور اس وقت حضرت فاروق نے اپنی اوپر سے دفع کیا اور صدیق اعظم کے ہاتھ  
پر بیعت کر لی اگر حرص دنیاوی اور طمع نفسانی ہوتے تو ہر شخص اپنی نفس کو امارت کے لیے مقدم  
کرتا اور کچھ بھی نہ ہوتا تو اس قدر ضرورت نہ کہ حضرت ابو بکر کے قول پر فاروق چمکے ضرور ہوتا تو اس  
بروزی مثل انصاف معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات کو مرکز طمع نفسانی اور حرص دنیاوی نہیں تھی  
بلکہ امارت کی طرف اشتیاق ہی نہیں تھا لیکن ان تصنیف تشریحات علم اربعہ کی صفات  
معلوم ہوتا ہے کہ بروہی روایات قوم جناب امیر اس دنیاوی امارت پر حرص اور طمع ہی نہ تھی  
جس سے بلا کی ولایت نہ ہوگی نقل کیا ہوں۔ فلما کان اللیل حمل علی فاطمة علی حمار واخذ بید  
الحسن والحسین فلم یذیع احد من اهل بصری من المهاجرین ولا من الانصار الا انما فی منزله وذا  
مقتدر وعلیٰ نصرتہ الخ یہ روایت کس طرح صراحتہ معاوانہ حضرت کے حرص اور طمع پر دلالت  
کرتی ہے اور اگر اس سے تسکین نہ ہو تو بیچ البیانہ کو کہو یہی اور زیادہ تتبع اور تلاش کی ضرورت نہیں صرف  
خطبہ متقیہ کے شروع میں دیکھیں اس میں ابتداء ہی میں یہ الفاظ ہیں۔ واللہ لقد تقصصنا فلا  
واللہ لیلعلم ان محلیٰ منها محل القطب من الریح۔ ان الفاظ سے کس قدر حسرت شکستہ ہے  
جس کا نہ صرف حرص و طمع پر ہی ابن بیثمہ شارح بیچ اپنی شرح میں جو اس وقت میری سامنی ہو چکی  
پر رکھی ہوئی ہے اس خطبہ کے شرح میں لکھا ہے۔ واذا ثبت اندنافس فی هذا الامر کان الظن غلبا  
بوجود الشکایۃ عنہ وان لم یسمع ذلک فضلا عن ان امر الشکایۃ یبلغ مبلغ التواثر المعنوی اکثر تھا  
ومنہر تھا الخ۔ اور یہی شارح اسی خطبہ کی شرح میں کیقندر آگے بڑھ کر لکھتا ہے۔

۱۔ خدا کے قسم سلمان شخص نے (بزرگ) قیص خلافت پہن لیا۔ حالانکہ وہ جانتا ہے کہ خلافت میں میرا مرتبہ کیا ہے  
عیسائی کا جی من۔ ۲۔ اور جب ثابت ہو کہ جناب امیر نے اس خلافت کی طرف رغبت فرمائی تو غالب طریق یہ ہے  
کہ آپ کے شکایت پانچ گنی ہوگی اگرچہ سریع نہ ہو۔ مزید برآں یہ شکایت بسبب بہت اور کثرت کو تو از معنوی کی وجہ  
پر ہو چکے ہیں۔ ۱۰۔

و التورہ مصدک النجی و خلاصہ خبر ہمارے لفظہ لفظہ سے مندرجہ خلت علیہ وجہ الصحاہ و  
 از استخفاف جزا برضاه قتال الاحباب ان التملیح و میا فقالوا الاثیر علینا فقال ان حبیب  
 فقالوا نعم فقال الصالحون لهذا الامر سبعة و ہم سعید بن زید و انما خبرہ منہم لانہ من اهل  
 و سعد بن ابی وقاص و عبد الرحمن بن عوف و طلحہ و الزبیر و عثمان <sup>رضی</sup> علیہ السلام فاما سعد فیمتحن منہ  
 عفو و من عفا عنہ فانه قارون هذه الامت و مرطی فکبرہ و من الیہ شیخ و من عتق ان جبر  
 لقوم و من علی حصہ علی هذا الامر الخ و در علاوہ اسکی ہر بابا فکد کی بہت سی مواضع سے جناب شریف  
 کی حرص و طمع لارت پر صاف صاف ثابت ہوئی ہے اور اس خطبہ کی شرح میں جبکہ عنوان یہ ہے  
 و ذکر کردہ ابیہ عثمان غلام شریف کمال الدین ابن شہیم کا تہا ہی و فیہ اشارہ الی غرض من المناقب فہذا  
 الامر جو صلاح حال المسلمین و استقامت امور ہمس و سلاستہم من الفتن اس کی تہیکر مدد کہتا ہے  
 فان قلت السؤال من و جہین کا دلما و جہناستہ فہذا الامر ہر اندہ منصب متعلق بامور الدنیا  
 و صلاحہا مع ما شہر منہ من الذنبا و الامر اضیع بنا و ذمہا و فضہا۔ اس تحریر کے کچھ حرف جناب  
 امیر کے حرص و غیبت بطرف اہل حق و ظاہر نہیں ہوتی اس سے یہ بھی ثابت ہے کہ حرص برہارت  
 سلسلہ انوکھ اصلاح حال اور دفع فتن کے غرض سے اعظم ارکان دین سے ہے اور اگر انکی نزدیکی میں  
 لارت مطلق حرام ہے تو معاذ اللہ جناب امیر ترکب ہوئی اور اگر اصلاح کے غرض سے جائز ہے تو اگر  
 فرض کیں کہ جناب خلفائے حرص کے تنہی کچھ محل طعن نہیں کیونکہ انکی حرص علی الامارت برہن  
 اصلاح حال است ہے چنانچہ انکی ایام اہل اہل میں جو اصلاح امور است ہوئی وہ شیعہ کو بھی تسلیم ہے

۱۔ شوریٰ صدر ہے جیسا نجوی۔ اور علامہ قدس سرہی جب حضرت عمرؓ جمعہ برائی تو دوسری صیاریہ کرکے اس کی لڑائی میں حصہ  
 کر کے لڑنے لڑا اس غلطی سے حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ میں اپنے جنس کرنا کہ باخلافت کا احاطہ اہل بیت میں ایسی اور ہونا  
 پر مجب ہے چنانچہ بلور مشورہ ہی دیا و کچھ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ ان اگر تیرا چاہا تو میں نے کہا اچھا۔ پس مبارک اس کا ہے ہاں  
 شات کلمی میں مسدوس لیا کہ کو زمین ادیس سے لکھا تا چاہا کہ کہہ کر وہ میری اہل بیت سے ہے۔ اور سعد بن ابی وقاص و عبد الرحمن  
 بن عوف اور عثمان اور زبیر اور طلحہ۔ لیکن جب کو سعد سے تو انکی اہل بیت حوالی ہو کر گئی جو اور عبد الرحمن سے یہ کہہ کر اس  
 است کا فائدہ نہ کر سکیں کہ اگر زبیر سے اسکا بھائی عثمان سے جب کرم اور علی سے جس سے علی لارت ۱۲۷۵ھ میں لڑا اس کا  
 کہ جناب امیر کی اہل بیت میں نہ لڑتے تھے اسکا حال اصلاح اہل کی اور اسکا شہادت و شہادت کی ہوتی تھی کہ اسکا اور اس سے ہی لڑا ہوا  
 کہ جو کہ اصلاح اہل بیت سے جو لڑا نہ لڑا اسکا صلح خلق کے تو یہ کہ حرص اہل بیت کی کیا وجہ تھا کہ انکی رجا اللہ پر غیبتی لڑا اس کا اور لڑا

اور وہ استقامت ہرگز جناب امیر کے ایام خلافت میں نصیب نہ ہوئی اس کے ثبوت میں ہی ہم علماء  
متبحر ابن میثم کی ہر تحقیق پیش کرتے ہیں سو قد کا لخص من سلف من الخلفاء استقامت اخلاص  
کا نہ لا تبلیغ هذا کمال استقامتہا و علی خود دفع فتن خود بدیہی ہے کہ ایام خلافت جناب امیر  
فتنوں میں ہی گزری اور خلافت آخر تک منتظم نہوا غرض کہ حرص غلے الارٹ جو بظاہر مجاہد کے  
نزدیک مطلق حرام ہے جناب امیر سے پائی گئی سگر یہ بھی کافے نہ تو خضمال صدوق جو فتوے  
میرزا سامنی کہلی ہوئی رکھی ہے اس میں ایک روایت طویل الذیل نقل ہے جس میں بیان آید کہ  
دانتخان جناب امیر کا ہی ایک یہودی کے جواب میں کہ اسنی سوال کیا تھا کہ اوصیا کے یثروت  
مواضع ہتھان کے حیات نبی میں ہوتی ہیں اور سات مواضع بعد وفات کی ہوتی ہیں تو اس روایت  
میں اکثر مواضع سے کئی حسرت امارت پر اور طمع و حرص ظاہر ہوتے ہیں اس اگر مستحسن علی الامارۃ  
میں خطاب اصحاب کو ہی تو جناب امیر باعتبار روایات آپ کی اولی و اقدم آپ کی صداق میں کیونکہ  
انصار تو اپنی دعویٰ سے باز بھی آگئی لیکن (دروغ برگردن راوی) جناب کے آخر تک یہ ہر  
حسرت و تمار ہی پس آپ اس دلدار البیبت محبت عشرت کی آپ کی مذہبی بہائی قربان ہو جائیں کہ  
سکون نہ اندہ یوم القیامہ کا اول صداق جناب امیر ہی کو قرار دیا۔ اور صوبہ ہر کہ حضرت امیر  
مامور بال سکوت اور سکوت کو م علیہ بالصبر ہی کہ زمانہ خلفاء میں چون و چرا افراد میں کیونکہ خدا تعالیٰ کے رسول خدا  
ہر قسم کی تذاہیر کر کے معاذ اللہ عاجز ہو چکا تھی چند چاہا کہ حضرت امیر بعد حضرت رسالتا کے جانشین ہوں  
اور صبر خاص میں آپ کی سبزی یہ حق محفوظ رہے آخر کچھ پیش نہ چلی اور لاچار ہو کر صبر و سکوت کا حکم  
کرنا پڑا لیکن اور صبر و سکوت ان ہی نہ ہو سکا اور انہوں نے اگر اس طرف مخالفت کی تھی تو اوپر انہوں نے  
اس طرف حکم کو مانا۔ باوجودیکہ حیات القلوب سے خاتم التکلمین نے منتهی الکلام میں وصیت نامہ کی روایت  
طویل نقل کی اس میں سے مختصراً نقل کرتا ہوں وار جملہ امور یکہ بران حضرت شرط گرفت بامر جبریل از جناب  
خداوند عالمیان ان بود کہ گفت یا علی وفا کنی آنچه درین نامہ است از دوستی کیکہ با خدا و رسول تو تو



کند و از دشمنی کسی که باشد اورسول دشمنی کند و میرزای نمودن از ایشان و بران که صبر کنی بر فرود آمدن  
 خشم ایشان بر برفتن حق و غضب کردن خشم و ضائع کردن حرمت تو حضرت امیر گفت علی با برادر  
 اورسول سے یہی سیری ہو تو اپنی ابن شیم کی شہادت سنی شرح پنج البلاغۃ میں تحریر فرمایا ہے واللہ  
 کان معہودا علیہ ان لا ینزع فی امر الخلافۃ لہم اور یہ امر یہی ہی کہ یہ کشش و کشش تہمت  
 و مقدمات نزاع کے ہیں جب تصریحات تو مگر حضرت کو اس وقت اعوان ہم ہو چشتی تو آپ قتل  
 قتال سے دریغ فرماتے ہیں اور دلتک پر آفرین کر عداوت و حرص و طمع کے آپ کو عاصی و مخالف  
 امیر خضر اور وصیت رسالت پناہی پھر آیا۔ غرض خلاصہ یہ ہے کہ حسب تصریحات شیعہ آپ کے حرص و طمع  
 فرمایا اور یہ حرص و طمع آپ کی شرعاً جائز تھی۔ اس سے صاف طور پر غلبت خلافت ہی منتفی نہیں ہو  
 بلکہ استحقاق و لیاقت خلافت ہی منتفی ہو گئی۔ یا انہما اگر آپ استحقاق کا ذکر چیریں کہ تو آپ کو ادا  
 ثبوت پیش کرنا ہوگا اور بعد اسکی ہم معارضہ دوسری استحقاق اور غلبت سے کریں گے پس اگر  
 آپ بردی استحقاق حدیث متحرکون میں سے بعض کو مستثنیٰ فرمائیں تو چشمہ بار و روشن دل اشارہ  
 ہم ہی بشیر ٹیکہ علی سبیل القرض حرص و طمع خلفا کو تسلیم کر لیں یہ ہی حرص و طمع کہ رنگ باقی جھڑ  
 اس عبارت میں غیر اخلاص و مہارین میں اور انکا جواب پیشہ گذارش ہو چکا ہے حاجت مکرار نہیں بلکہ  
 معاذ اللہ کہ جس امر کی ثبوت کی نقیض شاہد ہوں وہ شیعوں کو اور انہو شیعوں کا مذہب ہے کہ شیعہ  
 اور اسی امر میں ہمارا آپ کا نزاع ہے۔ یہ محض آپ کا خیال ہے اقول اگرچہ اس سلسلہ میں قریب  
 ہم بحث کر چکی ہیں جس سے دعا ہے کہ پوری کیفیت واضح ہوئی ہے لیکن بیان ہی اتنی گداز کر  
 ضرور ہے کہ جناب میر صاحب یہ محض آپ کا خیال ہے جسکا دار و مدار بقدر اس امر پر ہے کہ  
 کہ آپ اپنی روایت کی نسبت جو آپ کی طلبہ کی تصریح کی موافق مطرد و سرود و بارگاہ جناب امیر تھی  
 ظن بوجہ سادہ لوحی کے رکھتے ہیں اگر آپ نفسانیت کو چھوڑ دیں اور جدلیات کو ترک کر کے ہفتہ  
 اپنی ہی کتاؤں کا ملاحظہ فرمادیں تو آپ پر یہ عجب بخوبی حل ہو سکتا ہے واقعہ یہ ہے کہ  
 مل اور حضرت امیر سے یہ عہدہ لیا گیا ہے کہ اختلاف میں جہ گمانہ کریں۔

الی صراط مستقیم معہذا اگر ایسا ہی تمسک ہی تو پھر ادق ارشادات ائمہ میں جو فضائل صحابہ و  
 میں وارد ہیں کیوں تاویلات بعیدہ اور توجہیات رکبکہ کر کے اونکو مسخ کرتے ہیں اونکو اپنی ظہر  
 پر کھسک سید ہی طرح تسلیم کر لیجی کہ واقعہ اور نفس الامری طور پر ہی تمسک پایا جاوی اور جب تک  
 یہ نہیں بت تک ثقلین کا تو تمسک نہیں ہاں اپنی اسوار کا تمسک ہر اللہم حفظہ تو منامندہ -

**قول** اصول و شریعت خلاف واقعی ایسی ہی ہونے چاہئیں چنانچہ دوسرے طوں کو تو آپ ہی  
 تسلیم کرتے ہیں اور چونکہ خلفاء ثلاثہ میں عصمت کا تحقق ہونا محال ہے اسلئے اس شرط سے درگزر کرتے  
 ہیں۔ **اقول** یہ وہ مسئلہ ہے جو پیشتر بار بار مذکور ہو چکا ہے اور اسکا جواب بھی مذکور ہو کر یہ

آپکی غلطی اور ناقصیت ہے کہ آپ تسلیم دفعہ کو تسلیم شرائط خیال کرتے ہیں و شتان بینہما ایسی  
 توہمات اور خیالات میں تو مبتلا ہیں اکثر دلائل الہی ہی ضروریات برہنہ میں عصمت خلفاء کا  
 محال ہونا بیان کرنا اور وقت اپنی موقع پر ہر کس کوئی شخص معی عصمت ہو اور جب کوئی معی  
 عصمت نہیں تو محض بغایہ ہے پس یہ خیال یہ ہے کہ ہم کہتی ہیں ائمہ میں عصمت کا تحقق ہونا  
 محال ہے اور بجز اداہم و خیالات کے کوئی دلیل عقلی و نقلی حضرات ائمہ کی عصمت پر قائم نہیں ہے۔

**قول** جبکہ ہم بض کے قائل ہیں تو وضع اصول کی نسبت ہمارے طرف کیونکہ صحیح ہے۔ **اقول**

سبحان اللہ حضرت کا یہ افادہ کمال ہے و شمس سی اور علم اور در فقہیت اور فہم پر مبنی ہے۔ ای  
 حضرت آپ یہ کیا فرمانے لگے اگر اس سے یہ مراد ہے کہ ہم ثبات اصول میں بض کے قائل ہیں۔ تو  
 وضع اصول کے نسبت ہمارے طرف غیر صحیح ہے تو مسلم لیکن خلاف واقع کیونکہ بض کے قائل ہونا  
 شرائط امامت و خلافت میں ناظر ہی نہ ثبات اصول میں اور اثبات اصول شرط کے ایسی حضرت

کو پاس کوئی نفس قطع موجود نہیں بسم اللہ اگر ہو تو ایسی اور اگر مقصود یہ ہے کہ ہم جب خاتم

وامت ائمہ میں بض کے قائل ہیں تو نسبت وضع اصول باطل ہے تو یہ بالکل دلی ہے اور ایسی  
 پوچ دلیل ہے کہ ادنیٰ طالب علم ہی پیش نہ کرے کیونکہ آپکا خصم یہ کہتا ہے کہ یہ آپکا بض کا  
 قائل ہونا یہ ہے اور نہیں اصول موضوعہ میں سے ہے جبکی نسبت آپکی طرف کیجئے ہے وضع

اصول کے نسبت کو متنازع کو نفس امت کے اصول میں ہونے سے کیا تعلق بلکہ اگر آپ مائل فرماؤ گی  
 تو اس سے وضع اصول کی نسبت تائید ثابت ہوگی کیونکہ جب بلاشبہ نفس کے اصول میں ہونی  
 کو قائل ہوں تو خود یہی اصل موضوع ہائی گئی اور اس اعتبار کی تائید و تقویت ہوگئی۔ پھر اس  
 علم و استدلال پر ہماری محبت کے کیا کچھ دعویٰ اور فرماتے ہیں کہ ہماری شہادت بلکہ وہ یہی حکمت  
 اور وہ یہی تفسیر قولہ مان یہ ضرور ہے کہ یہ وہ اصول و شرائط ہیں کہ تیسرے شخص کے خلاف  
 ضرور باطل اور مستحق کے بدستور ثابت و قائم رہتی ہیں کہ عوام الناس خلیفہ مائین اور ظاہری رہا  
 حاصل نہ ہو۔ **اقول**۔ یہ وہ اصول و شرائط ہیں کہ اگر ان کو تسلیم کیا جاوے تو مستحق و غیر مستحق  
 خلافت کی جڑ کاٹتی ہیں بشرطیکہ واقعی اور نفس الامری طور پر موافق کما لبست و جہان شرع  
 احاد انسانہ میں نقصان نہ ہو کیونکہ تمام افراد میں سوائے انبیاء علیہم السلام کے کوئی  
 معصوم نہیں اور اگر اس سے قطع نظر کیا جاوے تو یہ وہ شرائط ہیں کہ مستحق و غیر مستحق کے خلاف  
 کو ثابت و تحقق کرتے ہیں علی الخصوص جبکہ اسکی سہ ماہی میں اس طریقہ کا بھی اہتمام کیا جاوے  
 کہ جس طریقہ سے علمائے شیعہ و جہان شرائط ائمہ میں بیان فرماتے ہیں کیونکہ ہر ایک شخص کے  
 دماغ و دعویٰ و جہان شرائط گہرا جا سکتا ہے اور اسکی اقوال مخالفہ کی توجیہ کیا جاسکتی ہے مثلاً زید  
 کہتے ہیں کہ حضرت زید بن علی بن حسین رضی اللہ عنہم اس وقت میرے گردہ یہ کہیں کہ ان میں تمام  
 شرائط عصمت و نفس و انصاف ہائی جاتے ہیں اور اقوال مخالفہ کی تاویل کریں تو فرمائی کہ  
 کیونکہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کی خلافت کو ان شرائط سے باطل فرمایا علی بن ابی طالب کہ ان کو حق  
 میں توشیحہ اعلان کی کہ ہر نیکو انسان و شیعہ ائمہ کی اس کو کیونکہ باطل نہ تھی۔ **قال الفاضل** احسب  
 قولہ۔ جب دیکھا کہ شرائط اللہ سے تطویل کلام محل مقصود ہے اور قریب ہر ماحصل نہیں۔ یہی  
 بعض محضرات نے ہاشمیہ کو بڑا یا اور جب دیکھا کہ ہر ہے عباسیہ کی فلسفہ دینیہ  
 ہوتی تو علویہ کو وضع فرمایا کہ مطلب ہولت نکل آدمی۔ (اقول) آپ خود فرادین کہ آپ کا  
 یہ کہنا کیونکہ صحیح ہو اگر تطویل کلام محل مقصود ہو تو ہاشمیہ دعویہ کا بڑا مانا اور زیادہ تطویل

ہوگی پر محفل کو بڑائی کی حاجت سے میقول العبد الفقیر الی مولانا اس قول کے  
 جواب میں ہمارے محض سبب نے آخر تک جس قدر تحریر فرمایا ہے اوس میں حضرت کا اندازہ علم و جہاد وغیرہ  
 فہم و ادراک قابل معاینہ ہے اور دیکھنا چاہی کہ میں کیا عرض کیا تھا حضرت اوس کے جواب میں ایک  
 فرما رہے ہیں اسی حضرت آپ لفظوں کلام سے کیا سمجھی کیا اس سے آپ یہ سمجھ کر بیان شریط میں  
 عبارت کو قبول ہوگی یا آپ نے بہت حال کیا کہ اثبات شریط میں مبتلا یہ خصم لفظوں کلام ہوگی  
 اول یہی بطلان ہے جملہ سہلی بعض حضرات نے الخ اسکو باطل کرتا ہے مگر نے ہی باطل ہے کیونکہ  
 ثبوت قیاسی تو نہیں بلکہ ثبوت کا دار مدار کسی اصل شرعی پر ہے جو اس کا خصم کے لئے  
 کافی ہوگی تو اس میں بھی لفظوں کلام ہوئے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ شریط لفظ میں عبت بارگاہ  
 وقوع کی تقسیم ہے جو محفل مقصود ہے تو اسلیئے زیادہ قیود لگا کر اوس میں تفصیل شریط کی فرمائی  
 اور بعض افراد کے ساتھ میں مخصوص کیا تاکہ امکان وقوع شریط کی تقسیم کی گفتگو  
 کو ناہ ہو میں شریط علویہ کو بڑا ناگفتگو کو ناہ کرنا ہے نہ طویل کیونکہ ظاہر ہے کہ جس قدر قیود مخصوصہ  
 بڑائی جائیگی اور جس قدر تخصیص ہوتی جائیگی بعد معنی ثانی کے یہی وجہ یہ ممکن ہے پس کیا یہ فرمانا  
 ناہ شریط کو بڑائی سے زیادہ تر قبول ہوگی نہایت تعجب انگیز ہے اور محفل سمجھنا اور یہی ماوراء عجیب ہے  
 بلکہ یہی کہ سبب مقصود گذارش کرتا ہوں بعز و نام مستوجب ہو کہ سنی اول شریط لفظ وضع ہوئی  
 و جب بعض دراندیشوں نے اس کی تقسیم کو محفل مقصود پایا۔ اور دیکھا کہ ہر شخص مدعی خلافت اور جد  
 لفظ کا مدعی ہو سکتا ہے تو سہلی شریط کو بڑا یا یہ ہی کہ سبب تقسیم باقی ہے کہ تمام نبی و شریط  
 باسیہ وغیرہ مدعی ہو سکتے تھے تو علویہ کو بڑا یا لیکن یہ تخصیص ہے حسب عا کا فی ہوا و اس میں  
 بقیہ کا جدا خورش نگاہ ہوا تھا اور حنیہ کا علیحدہ کثیرا تھا اور روز کی تخصیص اور آئی  
 کے تعلیلات سے بناوٹ کا زیادہ شبہ پیدا ہوتا تھا۔ تو اسلیئے اثناعشر یہ دستہ و ن  
 حنیہ لگا لی کہ تمام جہگڑا ہی فیصلہ کر دیا اور کب دیا کہ یہ حصہ شخصی ہے کہ بجز خاص بارہ  
 نفوں کے کوئی امام نہیں اور جو انکی سوا دعوی کرے وہ ایسا اور ایسا چنانچہ ہمارے محض

یہی اپنی ہی قول میں اس حصر کی تسلیم کو ظاہر فرمایا ہے۔ کاش اگر اول ہی سے اس تمہیم کا نام ہی  
 نہ لیتے اور اس حصر کو مینائی تواج یہ وقت کیونکر پیش آتی۔ لیکن کیا کریں جب قرون اول میں  
 اس کا پتہ نشان ہی نہیں ہوا اور اس کی کوئی ذکر نہ ہو سکتی تھے اگر حضرت مجیب کے دعویٰ ہو تو ہماری عجیب  
 اپنی دوازدہ امام کی امامت دلیل قطعی سے ثابت کر دے کہ سلاطین تو اس سے صاف معلوم ہوا  
 کہ یہ محض بنا کر ہوئی باتیں ہیں۔ بہتہ اگر شرط ہی میں ادسنے نال سے خیال کیا جاوی  
 تو واضح ہوتا ہے کہ ان شرط کی وضع ہی ٹھیک نہیں کیونکہ ادسن لو از کم کو بھی شرط قرار دیا  
 تو حقیقت بعد نص کے کسی شرط کی حاجت نہیں جب شارع کسی امر کی نسبت تخصیص مادی  
 تو ادسن کوئی حالت منتظر باقی نہیں رہتی غایت مافی الباب عصمت و نفیلت لازم ہونگی تو  
 انکو شرط میں داخل کرنا بالکل لغو اور فضول ہے اور غلط جب نص پر جائیگی تو ادسن کی لوازمات عصمت  
 و نفیلت بھر پائی جائیگی لہذا شی از بہت ثبت بلوازد۔ **قول** واقعہ میں شرائط ثلثہ ہے جس  
 واقعہ میں کہہ کر بخوبی مقصد حاصل و تقریب مراد تام ہے **اقول** یہ دعویٰ غلط ہے کیونکہ جب تک  
 ان کے ساتھ میں قید حصر نہ لگائی جائیگی تب تک ہرگز مانع نہیں ہونگی اور جب محتاج انضمام قیداً ضروری  
 تو یہ فرمانا کہ اسی تقریب مراد تام ہی غلط ہے اگر یہ دعویٰ صحیح ہوتا تو نتیجہ میں باہم اختلاف ہوتا  
 آپ شیعہ کے اختلاف مخصوص کے اختلافات کو ملاحظہ فرمائیے تاکہ اسی کیفیت آپ ہمہ ادسہ ہو جائی  
**قول** اگر تائید و تسلیم داخل شرط امامت میں تو انہیں شرائط ثلثہ میں داخل میں کیونکہ شرط  
 ثلثہ میں ہر نفس ہے اور نفس انہیں حضرات کے شان میں ہے نہ غیر کے جیسا کہ آپ بفرجی  
 اللہ میں فریش امامت و خلافت قریش کا ہے جسے سمجھتے ہیں نہ غیر کا پس آپکا یہ فرمانا  
 کہ بعد میں تائید علویہ کو ٹرنا یا بجائی خود نہیں **اقول** جعفر زافر و خاصہ ہوتی میں  
 وہ سب اپنی عام کے بھی داخل ہونے میں قاعدہ مسلمہ ہر اسکا کون مگر ہے لیکن کلام میں  
 ہے کہ عام میں انواع خاصہ کے تفسیر محض وجہ تفصل مشترک بنائی گئی پس اسکا کیا جواب حضرت  
 کی کلام میں یہ ہوتا ہے اور جواب دہ کی یہ کہنا کہ خاص ہے اس عام میں داخل ہے

جس جملہ کا ہی کہ سوال از آسمان جواب از زمین علامہ اسکندریہ داخل ہونا باضمام تیسری  
 تفسیر کر ہے جو کہ خصم اس کو بھی موضوع قرار دیتا ہے مہم نہ اگر داخل ہونا ہی باعث ترک  
 ذکر شرائط ہی تو بوجہ تلامذہ رض کے ساتھ عصمت و فصاحت کا ذکر بھی مفید نہ ہے یہ اپنی  
 تفسیر اور فرمانا کہ اصنافہ شامیہ و علویہ بجا ہی خود نہیں محض اپنی ذہنی مقدمہ پر تفرع ہوگی  
 اس عبارت موجودہ میں ہرگز بجا ہی خود نہیں۔ **قول** اور چونکہ امامیہ کی نزدیک امامت  
 و خلافت شریعہ شرائط سے ہی مستحق ہوتے ہی نہ مطلق تہر و غلبہ است و حکومت دریاست ظاہر  
 سے اور جو شخص بن دن تحقق شرائط ثلثہ مقصدی امر خلافت ہو اور گو اس کو حکومت دریاست ظاہر  
 حاصل ہو وہ خلیفہ مستحق و راشد نہیں ہے۔ یہ عباسیہ کے غلط دور کرنے کی حکو کیا ضرورت تھی نہ تو  
 شرائط ثلثہ سے ہر دور و ہر جگہ جو اور خلفاء وغیرہ تحقیق کا حال ہے وہی عباسیہ وغیرہ کا۔  
**قول** اختلاف فیما بینہم رض کے بابت تو واقع میں ہی موجود ہی باقی رہ عصمت و فصاحت  
 وہ ہر دو ایسی چیزیں جو بدلتے معلوم ہو سکی تو لامحالہ کسی ایسی چیز کی طرف ضرورت داعی  
 ہوئی جس میں مجال گفت گو نہ ہی اس سبب سے خلفاء وغیرہ تحقیق کے غلط دور کرنے کی ضرورت  
 پڑی ہاشمیہ۔ علویہ۔ فاطمیہ وغیرہ ایسی ہی چیزیں ہیں جس میں مجال کلام نہیں تو حسب سبب  
 مصاحت وقت ان کو اضافہ کرتے گئی۔ تو یہ فرمانا کہ حکو کیا ضرورت تھی یہ محض اس وجہ سے کہ زمانہ  
 سابق کو جبکہ باہم شیعہ میں تکاذب و تجاحد و مخالف تہا زمانہ حال پر قیاس فرمایا ہے۔ اور مطلق  
 تہر و غلبہ سے تحقق خلافت راشدہ کی تعریض مگر راجع بسوی اہلسنت ہی تو اول اس کو دلائل سے  
 ثابت کرنا چاہی یہ بعد اس کے طعن و ترض فرما دیں۔ **قول** اور یہ بات اہل حق ہی نہیں کہتے  
 بلکہ اہل سنت بھی جن اشخاص میں ان کے مذہب کے شرائط پائی نہیں جاتے وہ ہی اذکو خلیفہ مستحق  
 نہیں کہتے کو ظاہر ہی حکومت اذکو حاصل ہو۔ چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی شریعہ تاریخ  
 و خلاف اربعین فرماتے ہیں و لم اور ذی اجل من ادعی الخلفاء و لم ینم لہ السلام کہ نہیں  
 العلویین و قلیل من العباسیین و لم اور اجل من الخلفاء العباسیین لان امامتہم غیر صحیحہ و لا مول

منها اليوم غير قرشيين واصاحته اهل الدليلين جهلوا العوام ولا فخذ لهم بجوسي انتهى بقوله اهل  
**اقول** پھر اس سے کیا حاصل اسکا انکار کس نے کیا تب آپ پہلی انگریز کو یہ نہیں سمجھ  
 اڈل اس کے بعد تو سمجھ پھر اس وقت جواب کے در پر ہو جی۔ **قولہ** اور چونکہ یہ شریعت اللہ کا کتاب ہے  
 اور احادیث رسول اللہ در روایات ائمہ کرام و اقوال صحابہ مجتہد سے ثابت ہیں اور واقعہ میں جامع عالم  
 میں ایسی ہی کہو اور شریعت کی وضع کرنے کی کیا حاجت ہے **اقول** شریعت اللہ کی تبت کی  
 نسبت کتاب اللہ اور احادیث رسول اللہ در روایات ائمہ کرام و اقوال صحابہ مجتہد کا اس وقت ذکر  
 فرماتے ہیں مگر معلوم نہیں کہ اپنی اس سلسلہ میں ان شریعت کی ثبوت کی برکت وہ آیات و احادیث و  
 روایات و اقوال کیا نامہ رسرین لائی ہے برآمد نہیں ہوئی تھی یا فراموش ہو گئی تھی یا فراموش ہو گیا  
 محیب لیبیک بنظر مولوی شناق حسہ صاحبہ مدرسہ ملی اسکول لہرمانہ سے عصمت کے  
 اشتراک میں ہوا اور محیب لیب ساکت ہوئی اور ثابت نہ کر سکی اور رک کہا لئی کیا اس وقت تک  
 یہ آیات و احادیث و روایات و اقوال تصنیف و تالیف نہیں ہوئی تھی لیکن یہ تحریر تو مناظرہ ہے  
 ہی پھر معلوم نہیں وہ کس دن کے واپس کر رکھی گئی ہیں۔ اور شریعت کی نسبت جامعۃ دانیۃ کا ذکر  
 ہی بالکل غلط ہے نہ جامع ہیں نہ مانع۔ جامع تو اسلیبی نہیں کہ ادراج اب امیر رضی اللہ عنہ اگر  
 مامور بصبر اور وحی بالکوت تھی تو ادونہوں نے اس حکم اور وصیت کی برخلاف کیا جو میرا عصمت  
 اپنی خلاف عصمت ہو نسبت کچھ روایات مذکور ہو چکی ہیں اور اگر زیادہ دل چاہی تو قصہ میرا  
 عباس بن علی اور قتیل بن یحییٰ کو ملاحظہ فرمائیجی اور اگر مامور بصبر و کت نہیں تھی تو پھر اہل بیت کی دلیل  
 قرآن کی تحریف دین کی تخریب کسی کرائی معاذ اللہ حسب اصول تبعیہ یہ سب حضرت کے ذمہ  
 علاوہ اسکی ظنیں بحدہ جارمی کرنا وغیرہ احکام صریح مخالف عصمت ہیں۔ تو اس شہر نے پہلے  
 تو حضرت امام اللہ سید النبیین المرسلین اذلا خانم النبیین کو ہی خارج کر دیا۔ بعد ازاں امام ثانی  
 شیعہ کو ادونہوں نے بے وجہ خلاف جو نیابت رسول ہی خود بخود دیا یک غیر مستحق بلکہ قبول تبعیہ  
 کافر کے حوالہ کر دی اور اسلام دال اسلام کو موصوفہ تفسیر میں ڈال دیا یہ بھی عظیم معاصی ہیں جو تو اس

شرط سے آپ کو بھی خارج کیا۔ انکی بعد امام ثالث شیعہ نے حسب تصریح قوم میت المال کے مال میں پانچواں حصہ  
 تصرف کیا جو حرام ہے اور بناوٹ اسکی امام نے اُنکی زد کو کب کا قصد کیا اور نیز تقیہ جو واجب تھا  
 ترک کر کے جو ان اہل میت کو تبلیغ سیدر بیغ ظالمان کرایا اور ساعہ و ذرا سی ملکیت کو ذلیل  
 و خوار کرایا تو آپکی اس شرط نے انکو بھی خارج کیا پھر اب تبلیغی جماع کیونکر رہی۔ اور اگر ان حضرات  
 کو اُتوال کو دیکھا جاوے تو خلاف شرائط ثابت ہوتا ہے۔ نہج البلاغہ میں حضرت عثمان کے پیام کے  
 جواب میں ارشاد ہے۔ **وَاللّٰهُ لَقَدْ دَفَعْتُ عَنْ حَتَّى خَشِيتُ اَنْ يَكُونَ اَتَمَّ اِسْهَى صَافٍ ثَابِتٍ**  
**كَرَّ اُكُوْا بِهِيَ اَنْفُسُ بَيْنَ مَحْصِنَةٍ اَوْ اَتَمَّ كَاخُوفٍ هُوَ اَوْ رَاجِحًا يَهْدِي اَرشاد** **لَا تَكْفُوْا عَنْ مَقَالَةٍ**  
**بَنَى وَ مَشُوْرَةٍ بَعْدَ لَفَافِيْ لَسْتُ بِفَوْقَ اِنْ اَخْلَطَ** یاد آتا ہے شاید نہج البلاغہ میں بھی یہی تقیض  
 عصمت کو ثابت کرنا ہے پس ہر شے شریک حضرت شکل کشا ہے کے قول سے باطل ہو کر محض اللہ  
 علی فلک اور عقیقت عقرب اُتوال گنہ گار میں مذکور ہو چکی ہے یا انہما اگر حضرت مجیب کو دعویٰ تھا  
 تو دو چار ایسی آیات و روایات و اُتوال و احادیث بیان فرمائی ہوتی۔ **فَقُلْ** مگر ان حضرات اہل  
 چونکہ ایسی خلفاء کی خلافت کو قائل ہیں جو بدون دین عقلی نقلی محض موقع و فرصت یا کربخلفہ میں مدغم  
 ابستہ اور انکو ایسی اصول وضع کر چکی اس شد ضرورت تھی چنانچہ انہوں نے ایسا کیا **اَقُولُ**  
 ابستہ ہرگز ایسی خلفاء کی خلافت کو قائل نہیں ہیں جو موقع و فرصت یا کربخلفہ میں رہیں اور چکر  
 خلافت و عقلی نقلی سے ثابت نہیں ہے بلکہ ایسی خلفاء کی خلافت کے قائل ہیں جنکا خلافت  
 ثبوت کتاب اللہ سے مثلاً روز روشن و شب اور اللہ کو ہی انکو ہر اقتدار کا حکم تھا اور ہرگز اجازت نہ تھی  
 کہ انکی مقابلہ میں دم ماریں۔ یا چون و چرا کریں۔ تمام عمر اللہ کا اذنی مطیع رہنا ہے انکی حقیقت خلفاء  
 کو یہی شاید عدل کافی ہے پس ایسی خلفائے حق جن اصول و شرائط پر واقع ہوئی اور کتب سنت ہی انکو مودت و صلہ  
 و شرائط خلافت کی ابستہ و قرار دی اور بعد اللہ وضع الہی سنت کے مابعد صحیحہ و قرار پائی ان اصول و شرائط  
 انکی انگریز یا خود کلام اللہ سے قولہ **وَجِبْ خَيْرُكُمْ** کیا تو میں یہی اس کے شرائط ثلثہ نہایت ہی درست ہیں تو بجا دیکھا  
 مقت بلکہ میں ان شرائط کو خلاف عقل و نقل کہتے رہی۔ مگر پھر بھی ان میں سے

میں نے یہی اصول و شرائط خلافت کی ابستہ و قرار دی اور بعد اللہ وضع الہی سنت کے مابعد صحیحہ و قرار پائی ان اصول و شرائط انکی انگریز یا خود کلام اللہ سے قولہ وجب خیرکم کیا تو میں یہی اس کے شرائط ثلثہ نہایت ہی درست ہیں تو بجا دیکھا مقت بلکہ میں ان شرائط کو خلاف عقل و نقل کہتے رہی۔ مگر پھر بھی ان میں سے



دو شرطیں ہیں **اقول** شرطِ ثلثہ کی رستی کی نسبت اہلسنت کا ذکر تو ہم نہیں دیکھیں اگر کچھ خود  
 ہی اکی دکان کسٹ متوجہ ہوتے ہوگی تو ایک چادر ہی جانا ہوگا کہ لائل سے نہایت میں یا نہیں اور تو سرخ کا  
 تسلیم کرنا وہ غلط ہے جو آپ کی زبان پر جاری ہے اور چند بار سپریم متنبہ کر چکی ہیں **قول** اور جو کہ  
 عصمت کی طرح خلفاءِ ثلثہ میں ثابت نہ کر سکتی تھی ایسی اکی اپنی سے مجبور ہے **اقول** عہدِ ثلثہ  
 اہلسنت کا مقتدا ایشیا و مسائلِ شیعہ میں کتاب اللہ و سنت ہی وہ خلاف ادنیٰ کوئی امر میں  
 ثابت نہیں کرتے اور جو جعفر رثابت ہو گیا اوہ میں چون و چرا نہیں کرتے بخلاف مقتدا اہل  
 کہ اوہوں نے اپنا مقتدا اپنی اہل کو قرار دی رکھا ہے خلاف کتاب سنت جبکہ لہی جو دل جانتا ہے ثابت  
 کرتی ہیں اور جس سے جو دل جانتا ہے جب موقع سلب کر دیتی ہیں نہ کتاب سنت کو کچھ تہمین  
 نہ ائمہ کی سنتی میں منجملہ دیگر یہ مسئلہ عصمت ہے کہ زبردستی ائمہ کے سر شیعہ متی میں حالانکہ کتاب اللہ  
 اسکو ساعدت کرتی تھی سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو سکتا ہے اہل اہلسنت کو اس مسئلہ  
 ماننے سے مجبور ہی اسوجہ سے ہے کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے ثابت نہیں نہ وہ کہ جو ہماری محبت ہے  
 کمان کیا چاہتا ہے دوسری دونوں شرطوں کا یہی اسوجہ انکار کیا گیا ہے **قول** مگر خلفاءِ ثلثہ کے یہی  
 کی عصمت میں فوج کرنے لگو **اقول** اس جملہ کا مطلب تو آپ یا آپ کی مذہبی پہچان  
 خلفاء کے یہی انبیاء کی عصمت میں فوج کرنے سے کیا اور اگر یہی مطلب ہے کہ چونکہ خلفاء کو معصوم  
 نہیں اعتقاد کرتے تو انبیاء کو اگر معصوم اعتقاد کریں گے تو خلفاء سے افضلیت انبیاء پر لازم آئے گی  
 اسلیں انبیاء کی عصمت میں فوج کر کے انکو بھی معصوم ہونے سے خارج کرتے ہیں تاکہ افضلیت لازم  
 نہ آری تو یہ تو بالکل غلط اور ادبیات ہے کہ یہ مذہب اہلسنت کی خلاف ہے یہی صحیح مذہب اہلسنت ہے کہ  
 کہ انبیاء معصوم ہیں اور انبیاء کی کوئی شخص خلفاء میں سے ہوا ائمہ میں سے ہرگز معصوم نہیں  
 اور اگر کچھ اور مرد ہے جو خلاف سیاق عبارت اپنی ظہن میں اعتبار کر رہا ہے تو صاف طور پر یہ  
 کرنا چاہیے لیکن بات اصل یہ ہے کہ حضراتِ شیعہ کی عادت ہے کہ اگر کسی کو شیعہ باطنی میں تو جانتا ہے  
 بڑا فاضل ہے کہ اسکو حد اعتدال سے خارج کر دیتے ہیں اور گرتے ہیں تو یہاں تک گرتی ہیں کہ

خلافِ سنت ہے اگر کسی نے انبیاء کی عصمت میں فوج کیا تو یہ نہیں چاہئے

اعتدال سے نکال دیتی ہیں مثلاً اسی سلسلہ عصمت انبیاء میں یہاں تک بڑھی کہ صغائر و کبار سبھی پہنچا  
 و عہد قبل النبوت اور بعد النبوت معصوم قرار دیا یا اگر یا تو یہاں تک گرایا کہ انبیاء کی نسبت کفر اور جحیم  
 سبھی درجہ نکلیا انہی کی نسبت یا تو یہاں تک مبالغہ کیا کہ نبیین مرسلین سبھی انکار و جہاد پر کرایا یا اگر یا  
 تو یہی نسبت پہنچائی وہ امور ان کی طرف منسوب کیے کہ کفار و کفار کو سبھی ان کی نسبت سزا سنائی گئی  
 فروغ میں اسی کی مثال ہے کہ مثلاً صوم کی یہاں تک احتیاط کر پانی میں غوطہ لگانی سبھی ٹوٹ جاتی یا  
 احتیاطی کے یہاں تک کہ اطلاع سبھی کو ملے یا پس مذہب کیا ہے مزار فیع السواد کی ہجو یا مدح سبھی کو سمجھ  
 عرش میں پریشان کیا اور کبھی تخت الشرائین گرایا یا میخو بیئر انیس کے مریوں کے مذہب میں  
 کہ ہر شہر میں ہشیا مبالغہ کی نسبت جناب امیر رضی اللہ عنہ نے ایسی لوگوں کو واسطی فرمایا ہے  
 جو بیچ البیاضہ میں کسی جگہ شریف رضی نے نقل کیا ہے سبھی ملک فصفاً محب مفرط مذہب بہ  
 الحب غیر الخلق و مبغض مفرط مذہب البغض غیر الحق و خیر الناس فی حال الخط الاوسط  
 قال صومہ والنمو السواد الا عظم فان ید الله علی الجماعۃ انتہی بقدر الحجة و بیح البیاضہ  
 میں دوسری جگہ فرمایا یہ ملک فی رحلان محب مطر و باہت مقتر حسب ارشاد جناب امیر رضی  
 تمام فرق شیعہ و خوارج و نو حسب اس معیار میں داخل ہوگی کس قدر اظہار فی المدح اور اظہار فی المذمت ہے  
 کہ حضرت کا مرتبہ انبیاء سبھی بڑھ دیا جس حد اللہ تعالیٰ اہلسنت بیان ہی ثابت الاعتقاد اور بد اس  
 القدر ہے انبیاء کو انبیاء کی درجہ میں رکھا اور خلفاء کو ان کی درجہ میں رکھا ان کی درجہ میں اعتدال ہے  
 کسی بیشی کی ان کی درجہ کو اعتدال سے گھٹایا بڑھایا۔ اور اگر روایات شیعہ کا تنقیح کیا جاویں تو امراتہ ثابت  
 ہوتا ہے کہ حضرات شیعہ نے انہی کی وجہ سے عصمت انبیاء میں جرح قدح کیا ہے حضرت آدم علیہ السلام  
 کی انکار امامت کے روایت اور حد کا قصد اور نہر کا ذکر اور نہ کو ہو چکا ہے سلسلہ ازین روایات قوم  
 ثابت ہوئے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام محض اصحاب الامم میں مبتلا ہوئی سب بوجہ انکار امامت انہی کے مبتلا ہوئی

سلسلہ قرب ہے کہ میرزا باہن اور گروہ ہاک نے ایک نو افراط کرنا چاہا کہ دوست رکھنے والی کہ میرزا محمد اکبر تاج کی طرف بھی ملے  
 بہت بڑی کہتے ہیں اور جنکو مذہبی نفس کی طرف بھی ملے کہ میرزا باہن نے یہ حال الی سب کے بہترین پس ضرور لادو کہ اور میرزا طاقت کو  
 اختیار کر کے جو دعوت پانچواں ہے ۱۲۸۵ھ ہجری میں ان کی شخص افراط کے ساتھ دوست رکھنے والا اور مغربی مسلمان ہاں ہندو ۱۲۸۵ھ







تحریر ہوئی ہے ہر طریقہ کی ثبوت میں ہر خلیفہ کی خلاف ہر طریقہ شہادت لکھی ہے کہ پس یہ کہہ کر کہ مخالفان جہول منصفہ کا  
 وہی فتہ جملہ کا دعوہ ہے انصاف و توازن نہایت ہی درست ہے اور چنانچہ یہ کہہ کر کہ بجائی خود نہیں واقعہ میں بجائی خود نہیں  
**اقول** عنوان تقریر سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ اعتراض ہمارے محسب سے کیا مایہ افتخار ہے دوسرے مایہ ناہم پیشتر کی جواب میں جو کہ  
 الزام لگا کر لڑائی کیا گیا تھا افسوس کہ ہمارے محسب اپنے اپنی جگہ آجکیوں نہیں اسکو تامل کے نظر سے ملاحظہ نہیں فرمایا لہذا ضرور  
 کہ یہ تفصیل کے ساتھ لکھا جائے گا کہ محسب سے کیا معلوم ہو جائے کہ یہ اعتراض محل گفتگو نہیں ہے بلکہ محض غلط ہے اور  
 منشا اسکا یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے طلب نہیں ہے جس پر صبر ہو کہ حاصل اعتراض دوا میں اول یہ کہ اہلسنت نے چند اصول وضع  
 کی ہیں جن سے ان کی نزدیک خلاف متحقق ہے ہر اور چنانچہ یہ اصول منصفہ کتاب ہدایت سے ثابت نہیں تو باطل ہوئی اور خلاف  
 جسکا ثبوت ان جہول معروف بنا دہی ہر اصل ہوئی۔ دوسرے یہ ہے کہ جن طریقوں سے خلاف خلفائے واقع ہوئی ہے ان میں  
 طریقوں کا اصول قرار دیا ہے اور یہ ایک قسم کا مصداقہ علی مطلوب ہے لیکن جہالت کا غور کیا جاتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مصداقہ  
 علی مطلوب بالکل غلط اور باطل ہے کیونکہ مصداقہ علی مطلوب کے معنی ہیں کہ ہر حال میں یہ ہر حال میں قرار دیا جائے اور یہاں کوئی بھی نہیں جانتا  
 ہے کہ حضرت عیسیٰ کماں نذر دے ہے کہ نذر وہ کہ اصطلاحاً کمالی ہے خبر نہیں ہے کہ نہیں کہ یہ جو تحریر فرمائی ہے کہ ابتدا میں خبر نہ تھی  
 نہ ہے کہ شوق بڑھ کر شخص نے یہی بہت قدر ہے نہ حضرت کو دوسرے مصداقہ علی مطلوب ہے جو کئی ہوگی اور دوسرے مصداقہ  
 مطلوب ہے جو کئی ہوگی کہ ان میں بحث میں نہ کیا جائے کہ تا جہل تو ہر جواب کی طرف ہم سے غلط ہے ہر میں اولی تقریر یہ ہے کہ اہلسنت نے چند  
 اصول وضع کی ہیں جن سے خلاف متحقق ہر اور خلاف کو حقیقت کہ ان اصول سے ثابت کرتے ہیں اور ان کے اصول کی حقیقت کو خلاف  
 معروف کر رہا ہے کہ مخالفان جہول خلاف قرار دی کہی ہے تو اہلسنت کو اصول پر دو لازم آتا ہے کہ ایک طرف جو فراموش کرنا چاہتے  
 تھے کہ ان میں سے ہر ایک کے خلاف خلفاء کا یہاں میں اہلسنت کو درپیش ہیں بعض کے راہ یہ ہے کہ یہ خلاف منصفہ جو چاہے صاحبانہ خلاف نہ کر  
 تھے کہ یہی ہے کہ ہر اور بعض فرماتے ہیں کہ منصفہ نہیں ہے بلکہ بیت اہل حل عقد و اجہام سے ثابت ہے لیکن جو چاہے صاحبانہ خلاف نہ کر  
 گفتگو واقع ہو ہے کہ یہ کہ محسب سے کیا عبادت الزام لگاتا ہے مسئلہ قرار دیا ہے تو اول اس کی ہر کہ بنا پر جواب کہ تقریر ہے کہ ہر ایک  
 کہ مسک فریق اول یہ خلاف خلفاء رضی اللہ عنہم نفس شرعی سے ثابت ہے ہر منصفہ میں جلیہ خفیہ کتاب اللہ و سنت رسول  
 صلی اللہ علیہ وسلم و انوار الہدایت و صحابہ منصفہ فیصل قائم بالذکر علیہ السلام انھیں نے ہر اور الزامی منصفہ میں کہ یہ منصفہ میں کہ ہر ایک کے خلاف  
 نفس سے ثابت ہے کہ تو لاوی اللہ عنہ حق ہوگی اور بعض نے یہاں وہ خلاف واقع ہوگی وہ اوضاع اور اصول بھی

انہی سے جو طریقہ انصاف گفتگو کیسے چاہئے ہر اور صاحبانہ خلاف

حق ہوگی تو اس اعتبار سے جب خلافت خلفاء ائمہ معصومین ہوئی اور حق ہوئی تو وہ اصول و اصول کو جن پر مبنی  
 حقه مبتنی تھی وہ یہی حق ہوئی۔ تو یہ یہ کہنا کہ جبر خلافت کا تحقق موقوف ہے اگر اس سے مراد قطعاً لفظ حقیقت  
 عند اللہ سے تحقق خارجی میں ہے تو لازم باطل ہے اور نہ آپ کو کچھ عقیدہ اور نہ ہم کو کچھ مضمری کیونکہ جب وارد حقیقت  
 خلافت کا نفس پر پڑتا تو اگر بالفرض یہ اصول کتاب و سنت سے ثابت نہوں تو یہی خلافت خلفاء ائمہ کی حقیقت  
 میں کچھ نہیں بلکہ برعکس اسکو بوجہ حقیقت خلافت کی یہ اصول ہی حق ہو جائیگی اور اگر مراد یہ ہے کہ اصول  
 جبر خلافت کو حقیقت کا تحقق موقوف ہے تو یہ بھی البطلان ہے کیونکہ جب خلافت منصوبہ ہو کر حق  
 ہو چکی تو اسکی حقیقت کسی اصل پر موقوف ہوگی اور اسکی حقیقت کے واسطے کوئی حالت مستطرہ باقی نہوگی  
 اگرچہ اس تفسیر سے لزوم دور کا بطلان بھی نسخ ہے لیکن مناسب ہے کہ بضرر رفع غلبان حضرت مجتبیٰ  
 میرا یہ بین اسکو ادا کیا جائے۔ پس مینی اس قیاس میں اگر توقف سے مراد توقف حقیقت ہے تو مضمری کا ذکر  
 اور قیاس غیر مستقیم اور اگر مراد توقف وقوع خارجی خلافت ہے تو کبریٰ کا ذب اور قیاس عقیم پس لزوم توقف  
 لستی علم السہ باطل۔ دوسری ایہ کہ اس قیاس میں جہہ توقف متحد نہیں کیونکہ مضمری میں بطور نفس وقوع  
 کی ہے اور کبریٰ میں بطور حقیقت کے تو حد واسطہ کر رہا تو نتیجہ کا ذب ہوگا۔ غرض ہر کیف ازالہ اشکال  
 و کچھ کر لیں سمجھا کہ خلافت راشدہ ان ہوں پر موقوف ہے بالکل غلط ہے اگرچہ بعد اسکی کچھ ضرورت باقی نہیں  
 کہ دوسری مسلک یہ جواب کے تقریر کیا ہے کیونکہ مبنی اعتراض کا مسلک اول پر یہی نہیں لیکن تبرہ عام و ہر  
 مسلک یہ بھی مختصر جواب کے تقریر کرتے ہیں تاکہ ہماری محبت کے دل میں کوئی ہوس و انتظار باقی نہ رہ جائے  
 اس مسلک پر ہم کہتی ہیں کہ وہ اصول جبر خلافت کا تحقق موقوف ہے خلافت پر موقوف نہیں بلکہ اس  
 اور ان اصول کا کتاب و سنت سے ثابت ہے اور باقی اسے متفرع تفصیل اس اجمال کے یہ ہے کہ اول بیعت صدیق  
 بیعت صل و عقد و اجماع صحابہ سے منعقد ہوئی ہے اور حقیقت سبب اس میں عقد آیت کہ تم غیر امت سے نہ  
 اور نیز اسکی تحت حقیقت کلام جناب امیر المومنین جو چند جگہ نجم البلاغہ میں مذکور ہے اور خود شارح نجم  
 البلاغہ سے مفہوم ہوئی ہے (۱) اما للتوری للمہاجرین فلا تضار فان اجتماع علی  
 رجال سیموہ اما کا (۲) ہے سپر جو کچھ محبت کا اقتراض ہے اور اسکو دلیل الزامی قرار دی ہے

اسکا جواب ہم اسی موقع پر بیان کریں گے۔ مگر مختصر یہاں اس قدر جاننا چاہیے کہ خود اس عبارت کلیت  
اور دوسری عبارت کا جو اس بارے میں وارد ہوئی ہیں اسکا مذهب ہی - (۲) لانتہایعہ ولہ لا یشتہ  
فیہا النظر ولا یستأنف فیہا الخیار الخارج منہا طاعن المروی فیہا مہدھن (۳) وکانت  
امور اللہ علیکم ترد وعنکم تصدروا لیکم ترجع قوله وکانت امور اللہ الی قوله ترجع ای انکم  
کنتم اهل الاسلام والحل والعقد فیہ لا نفیم المهاجرون والانصار  
شرح نہج البلاغۃ (۴) ولعمری لئن کانت الامامۃ لا تنعقد حتی یخیرہا  
عامة الناس لالی ذلک سبیل ولكن اهلہا یحکمون علی من غاب عنہا ثم لیس الشہدان یرجعون ولا  
ازیمنا الذکر اقل حلین جلالہ علیہ السلام الذی ترجمہ این عبارت بزبان زواری امامیہ کہ علی بن  
حسن نام دست نیست و قسم بندگان فی من اگر امامت منعقد نشود تا آنکہ حاضر شوند جمیع مردمان یعنی باشند  
بالعقاد امامت را ہی در پیچ زمان و این جواب انکار معاویہ است و اہل شام اجماع را بہ بیت آن امام علیہ السلام  
بنا بر آنکہ اجماع محتاج است در انعقاد جمیع اہل اسلام و آنحضرت اشارت فرمود باین کلام باین جہ کہ اجماع  
بر این وجہ امکان ندارد و اگر ممکن باشد عاقل اور اور غایت دشواری ہیشمارد بلکہ معتبر در انعقاد اجماع  
اتفاق اہل حل و عقد است از دست محمد صلی اللہ علیہ وآلہ بر امری او امور چنانچہ اشارہ فرمود بدانی لیکن  
اہل امامت حکم میکنند کہ سبیکہ غائب است اذان پس اذان نیست مر حاضر راضی را سمحہ طیحہ و زیر کہ بیت  
ہر جوہر نماید و نہ غائب را سمحہ معاویہ کہ اورا برائی خویش اختیار سازد۔ الخ۔ نقلاً عن ازالہ الغیبن۔ اور جو بیت  
اہل عقد صحیح ہوئی تو معیت صدیقی حق ہوئی اور چونکہ خلافت ہامی باقیہ اسی پر متفرع از مبنی ہن ہ  
ہی معہ اصول خود صحیح اور حق ہوئی اور اگر محبیب بسبب بعض صحابہ کی تاخر کا خیال کریں تو اوّل قرار اسکا  
جواب خود ارشادات جناب امیر مین وجود ہر معتمد امیہ ثابت فرمادین کہ یہ تاخر ہر وجہ قبح و تحقیق خلافت  
تہا جب تک یہ ثابت نہ ہوگا اوسوقت تک اعتراض لغو اور فضول ہوگا۔ تو اس مسلک پر برعکس دعوی  
خلافت کر لیکن اصول کا تاخر ہونا مثل زرد روشن ظاہر و باہر ہی اور لزوم مصداقہ علی المطلوب جناب نقیض  
برآب بلکہ معان سراب ہر۔ ہماری محبیب کی تقریر اعتراض کے بعد نہ مثال ہر جیسا طفل کہ اہی چلپن



دیکھا ہوا ہو پھر چنانچہ کہ قصد کرتا ہی اور گناہ پر مجبکہ با نون رکعت نماز کسی عیب پر ہی تفریق اعراسن ماجہ ایک  
 ہیک امین یہ سپرد دعوی کیا کچھ ہیں مسلک ثانی پر اخذ اصول کا خلافت کو قرار دینا اور اصول  
 موضوعہ کہنا بالکل غلط ہے اور مسلک اول پر خلافت کو اخذ اصول کا قرار دینا تو صحیح ہے چنانچہ  
 پہلی تحریر میں ہی اس کی طرف ایسا کیا گیا تھا لیکن اس کی نسبت یہ کہنا کہ بطور خود چند اصول  
 وضع کیے ہیں یہ بالکل باطل ہے کیونکہ جو کسی دلیل شرعی سے ماخوذ ہو اگر اس پر موضوع ہونے کا  
 اطلاق کیا جاوے تو تمام دین موضوع ٹھہر گیا۔ علی الخصوص اس شیعہ کا تو دین اصول فرد جو اکثر دین  
 انہری پر ہی قائم ہو چکا ہو قطعاً موضوع ہو گا غرض کہ مطلقاً خلافت کا اخذ ہونا محل اعراسن میں ہے۔ اگر اول  
 منصوبیت خلافت باطل کرتے اور بعد اس کی یہ لکھتے تو منافی تھا۔ اور یہ قول اب قطعاً بجای خود نہیں  
 پس میری گزارش کے تردید اس بنا پر ہے کہ نہ اولاً خلفائے شلب کو سمجھا تو نہ بند کی گزارش کو نظر نہ آئی  
 انصاف کو ملاحظہ فرمایا سو جبراً کچھ بایں نہیں۔ **قال الفاضل المحجب**۔ قولہ کیونکہ نہ تحقیقتاً  
 یہ کام حضرت تبعہ کا تھا کہ نبی کی اصول موضوعہ کا محض ابطال خلافت خلفائے راشدہ رضی اللہ عنہم  
 ہے جس فیہم الزم البتہ کہ طرف نسبت فرماتی ہیں۔ اقول۔ شیعہ اپنی اصول کو دلائل عقلیہ  
 اور ادلہ نقلیہ سے جو مویہ عقل ہوں ثابت کرتے ہیں اور جیہ امت کو یہ اصول سے جاتی ہیں  
 اس اصول کو ہی مثل اور اصول کی پس دلائل سے ثابت کرتے ہیں **قول العبد الفقیر** لے مولانا  
 ہماری حشرت مجھ سے جن دلائل کے عین یہ تصور فرما کر کہا ہے وہ ہے تحقیقت صدور خیالہ و وہ یہ ہیں  
 علاوہ ازین جہد و مخالف فرمے ہیں سب اپنی اپنی اصول کے نسبت اس طرح شدہ و نہ سحت  
 و حقیقت کے قائل ہیں۔ اگر یہ دعوی بلا دلیل معتبر ہو تو سب فرق کے حقیقت کے قائل ہو جی۔ و نہ  
 اپنی اصول کے پس دلائل حشد کن کر کچھ جی۔ ہم چاہیں کہ غور دلائل سے بطور انصاف دیکھتے ہیں جو حضرت  
 اصول مخصوصہ میں کہ ہیں اس دعوی کی تضاد میں نہیں پاتے۔ ائمہ کا بیان ہے افضل ہونا آپ ہی فرما کر  
 کہ یہ امتداد لید میں ہے ہی۔ ائمہ اور ان کی مہار کی رحمت۔ امام خزانہ کی فیہوت۔ وجوب  
 علی اللہ تعالیٰ۔ حسن و جم عقلی۔ مساوات اول الامم کی خاتم الانبیاء کے ساتھ جیسا صاف صاف

بعض اصول پر یہ بات نقل و نقل کی گئی ہے۔

اپنی شرح میں تشریح کی۔ ائمہ کے عصمت اور علم کا ان دو ایکوں اور اختیار و حیات وغیرہ بہت مسائل ہیں  
 ہیں کہ انہیں صرف جدیدیات و اقلیات پر ہی قانع نہیں اگر انصاف سے ملاحظہ فرما دیں تو حقیقت حال  
 سناکشف ہو جاوی۔ لیکن جب عقل و انصاف کو کام میں نہ لایں تو اختیار پر جودل چاہیے فرما دیں نہ لایں  
 فلم کو کون روک سکتا ہے۔ **قولہ** اور ہر امر کی ثبوت کو ایسی مقدمات و شرائط کا ہونا ضروری ہے کہ **اقول**  
 اگر مقدمات و شرائط واقعی نفس الہی و مراد میں تو مسلم لیکن حضرت مجیب کو مفید نہیں کیونکہ شرائط مقبولہ  
 کو ایسی نفس الہی ہونا غیر مسلم ہے اور اگر عام مراد ہی تو خود غلط ہے **قولہ** پس جب بظہر تحقیق اس بات پر  
 غور کیا تو عقل سلیم کتاب خدا و تدلّٰ علیہما حدیث رسول کریم و روایات ائمہ کرام و اقوال صحابہ عظام سے  
 بخوبی ثابت ہوا کہ عصمت و نبولیت و مصداقیت خلافت و امامت کے واسطے ہی ہے سہی ان شرائط کو ضروری  
 سمجھا۔ **اقول** عقل سلیم تو یہی ہے جو حضرت مجیب کو خصوصاً اور عام فرقہ شیعہ کو عموماً قائل ہے  
 محرمت ہوئی اور کتاب سلیم وہ ہوگی جو جابا پہلے نے ایام مختلف بیت گہر کے اندر تجلیہ میں جمع فرمایا  
 اور ائمہ میں سے ہر ایک کی پاس کچھ بعد دیگرے حسنہ و قلیہ میں بند چلائی اور احادیث رسول کریم  
 و روایات ائمہ کرام وہی ہیں جو حضرات زراہ اور موسیٰ الطاق وغیرہ مقتدایان قوم جنگ مجاہدین  
 اند کو پوچھا ہے ان ہی مصدقین کے واسطے ہے حضرات شیعہ میں شائع اور شہر ہوئی۔ اور اقوال صحابہ  
 انہیں صحابہ کی ہونگی جنکی مفصل حالات متقدمین و تاخرین مل لفظ اشکاف بیان فرما سکتے ہیں  
 اور یہی قیاس میں گذارش ہی ہو چکا۔ پھر ایشیائی اور ایسی کتاب اور ایسی احادیث و  
 روایات اور ایسی اقوال پر ناز و افتخار فرمانا ہماری حضرت مجیب جیسے مصنف و شہسوار کا ہی کام ہے  
 ہم تو جہانک غور کرتے ہیں تو اسکو خلاف عقل اور خلاف کتاب اللہ اور خلاف احادیث رسول اللہ  
 اور خلاف ائمہ و صحابہ پاتے ہیں۔ اور اسلیئے شرائط ثلثہ کو ضروری نہیں سمجھتے **قال** وانا و  
 ایتاکم لعلہ اوتی صلاۃ صلیت **قولہ** اور چونکہ یہہ شرائط ثلثہ خلفاء و ثلثہ میں بالمرہ منقول ہیں  
 اور اس سنت بلکہ خود خلفاء ہی اسکی مقر میں ایسی ادنیٰ خلافت کو امامت و خلافت راشدہ جو مراد  
 نیابت رسول ہے ہی نہیں جانتی۔ **اقول** یہہ شرائط ثلثہ جیسے حضرات ائمہ میں ہی بالمرہ

الحمد لله رب العالمین

مفقود ہیں چنانچہ باعتراف ائمہ ثابت ہر تو ان کی امامت و خلافت شدہ کو بھی نہایتی چونکہ مقام پر نہیں  
 پہنچی چند روایات پر گفتگو کرتا ہوں بشرط انصاف ملاحظہ فرمائی صحیفہ کاملہ میں تو آپ بطور درود و برکت  
 ہستی ہو گئی مگر کچھ نہ برعکس ہی فرمائی۔ قد ماک التبت اعنائی فی سوء الظن و ضعف اللیقین  
 والی اسکوئی سوء مجاہد تھے و طاغی نفسی لہ۔ ایضاً انا الذی افسدت الذنوب عمرہ۔ نہج السباغۃ  
 میں نیز ان رضی باہر سے نقل فرمے ہیں۔ لانتکفوا عن مقام الخلیفۃ و مشورۃ بعد ان فی استنبوک  
 الہی و لا امن من ذلک فی فعلہ لہم ایضاً **وَمِنْ كَلَامِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ** لما اراد الناس علی  
 الیعدہ لجد قتل عثمان دعونی و التمسوا غیری فانما مستقبلون امر الہ و لوان لا یقولہ القلوب  
 ولا تثبت علیہ العقول وان الافاق قد اقامت و الحجۃ قد تکررت واعلموا انی ان حبیبکم و ریکتم و  
 اعلم و اصنع الی قول القائل و عتب العاتب ان ترکونہ فانکم لکم و لعلہ اسمعکم و اطوعکم و  
 ولتیم و لانا لکم و نہ اخیر لکم منی امیرا و قال الشافعی رحمہ اللہ عن علی بن محمد بن ابی عمر  
 عن ابراہیم بن زبیب النخعی عن علی بن عبد اللہ الحسین بن عبد العاد بن ابی اذہ قال رجل انکم اهل البیت  
 مغفول لکم قال فغصب و قال یخون احرى ان یحرمی فینما احرى فی ازواج النبی انما ترجو المحسنۃ الضعیف  
 من الاحمر فلیسنا ضعفین من العذاب نہ قرأہ یا نساء النبی من ابیات منکن باخضہ الخ اگر آپ انصاف  
 سے ملاحظہ فرمائیں تو ان روایات میں اس طرح ہوا گیا کہ یہ شرط فی الواقع شرط نہیں اور ائمہ ان کی اپنی اذیت  
 معترف تھے اب بعارضہ اسکی انبیاء کو ذکر فرمائیے۔ پہلی دلائل شرعیہ سے ثابت کچھ یہ ہے کہ اسکی اقوال و  
 افعال کے تاویلات دو تہیات کے درپے ہو چکی اور نہ اسکی دہلہ و جب ان شرط کا قائل ہو کر اسکی اقوال و

اعمال کی تفسیر میں کسی اور شخص سے یہ کہہ دیا کہ اسکی بیعت ہو گئی ہے یا کوئی اور شخص اسکی بیعت ہو گیا ہو  
 کہ اسکی بیعت ہو گئی ہے یا کوئی اور شخص اسکی بیعت ہو گیا ہو کہ اسکی بیعت ہو گئی ہے یا کوئی اور شخص اسکی بیعت ہو گیا ہو

اور اگر تم کو چاہیے تو میں تم میں سے ایک جیسا ہوں اور میں تم میں سے ایک جیسا ہوں اور میں تم میں سے ایک جیسا ہوں اور میں تم میں سے ایک جیسا ہوں  
 کہ میری بیعت ہو گئی ہے یا کوئی اور شخص اسکی بیعت ہو گیا ہو کہ اسکی بیعت ہو گئی ہے یا کوئی اور شخص اسکی بیعت ہو گیا ہو کہ اسکی بیعت ہو گئی ہے یا کوئی اور شخص اسکی بیعت ہو گیا ہو

افعال کے مادیات میں معارضہ پیش کیا جاسکتا ہے کیونکہ کوئی عاقل اسکو ثبوت نہیں قرار دینگا۔ اور ثبوت  
اثبات قیاس علی الامتیار سے کرنا قطعاً اس سے قیاسی قیاس جو قیاس مع الفارق ہے قولہ نہیں ہوگا  
اسی غرض اپنی اصول کو دلائل عقلیہ و نقلیہ سے ثابت کرنا و اختلاف حق و ابطال باطل ہے اقول۔ دلائل  
یصلح الطوارف الدہر جب وہ اصول خلافت عقل و نقل میں توحفقات شیعہ کی سعی و کوشش سے  
اثبات منجملہ حالات ہے اور اس جدوجہد کا نتیجہ بحر ابطال حق اور اثبات باطل اور کچھ نہیں اور نہ یہ غرض  
حاصل شدنی ہے قولہ اور یہ ظاہر ہے کہ اس صورت میں غیر تحقیق کے خلافت ثابت نہ ہوگی۔ اقول۔ بلکہ یہ  
ظاہر ہے کہ تحقیق کے بغیر خلافت اس صورت میں ثابت نہ ہوگی کیونکہ ائمہ کی یہی خلافت باطل و مجاہدگی قولہ نہ یہ  
کو محض ابطال خلافت خلفائے ثلاثہ کی غرض سے بدون قیام دلیل و حجت ان شرائط کو خلافت و امامت میں  
مستبر جانتی ہوں جیسا کہ حضرت مجیب اور امامت کا وہم و خیال ہے حاشا و کلاً اقول۔ امامت کا  
ہی خیال نہیں آپ بدون قیام دلیل و حجت ان شرائط کو خلافت و امامت میں مستبر جانتی ہیں بلکہ امامت  
بدلائل قاطعہ و شہادات ائمہ بیہنا ثابت کرتے ہیں کہ باوجود قیام دلائل عدم شرط کے ان شرائط کو حضرت  
شیعہ نے خلافت میں مستبر ان رکب ہی پس جب یہ حال ہے تو ان اصول موضوعہ کے وضع محض بغرض ابطال  
خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم ہو جس۔ قولہ مان چونکہ بدون قیام دلیل حضرات امامت ان خلفاء کو خلافت  
کو قابل بن سہی انکو ضروری اصول کے جسکی سوا وقوع خلافت کوئی دلیل نہیں سخت حاجت ہے یہی حضرات نے  
ایسی اصول وضع فرمائی۔ اقول۔ خلافت خلفاء رضی اللہ عنہم کے حقیقت مثل روز و شب و غیر  
دیا ہے کہ آفتاب نص قرآنی اور خصوصیت بنو موسیٰ اور اقوال اہل ائمہ نے اسکی جہرہ ثبوت سے صحیحاً خلافت  
یک سخت دور کر دیا۔ آیات و احادیث کتب فقہ مذکور ہو چکی ہیں اسوقت نیم البیانۃ کو خطبہ کا ایک جملہ  
یا دیا جو ثبوت مدعا میں بشرطیکہ انصاف سے دیکھا جادی نص ہے و اذا الميثاق في عتق لغير  
قطع نظر اس کے کہ اگر جملہ الفاظ سے کیا مضمون پیدا ہو جائے جو کچھ اس جملہ سے مبنی و معاسجہا ہی میں آدھین  
متفر نہیں ہوں بلکہ میں حضرت ابن ہشیم پر اسنے ہی میرے معنی جسد اللہ تعالیٰ ہم بیان میں اور انہیں  
ہی اپنی مختصر شرح میں جو اسوقت میرے پاس موجود ہے مجبور ہو کر صانع کہتا ہے کہ کہیت ابے کہ کیا ميثاق ہے

جو جناب امیر کے گردن مبارک میں تھا ایحضرت آپ بن بیٹم کی طرح بیکر مری اس گزشت کو طابق کر لیا اور  
 دیکھ کر جناب امیر طرح حیفیت یافتہ کو تسلیم فرمائی تھی اور تاید اگر آپ عام خطبہ کے شرح ملاحظہ فرمائیں تو یہ بھی  
 معلوم ہوگا کہ جناب رضی نے اوہیں کیا قطع و برید فرمائی ہے یہیں بس اللہ تعالیٰ کا اہلسنت بہ دن جاہل نہیں کر  
 خلافت کو قائل نہیں ہو سکتا اور یہی وجہ ہے کہ ان کو اصول گہرنے کی ضرورت ہوئی نہ حضرت مجید کے یہ زیاد  
 (حکم) سو اذوق خلافت کوئی دلیل نہیں) بالکل غلط و خلاف واقع ہے منتہا اسکا یہ کہ کتب و تفسیر سے  
 جو برین اور جو کچھ کہہ کر اسکا مطلب نہیں سمجھ کر دانتہ یہدی من بشار الیٰ ہر کہ تقیم قال القائل  
 الحجیب قولہ - ورنہ جبکہ نبوت خلافت خلفاء رضی اللہ عنہم کتاب اللہ و سنت ہادوات اللہ رضی اللہ  
 عنہم سے واقع ہے تو اہلسنت کو وضع اصول کی کچھ ضرورت نہیں - اقول - اگر حضرت مجید کے یہ قول  
 درست ہو تو شاہ ولی اللہ صاحب نے ازالہ اخطار میں چار طریقے انقاد و معی کے کیوں اختیار فرمائی برابر کے  
 نبوت کو کسی شرط و مقتضات وغیرہ کا ہونا ضروری ہے **قول العبد الفقیر الی مولائہ**  
 ازالہ اخطار کی عبارت کو تامل فرما خطہ فرمائی اور اسکی مطلب کو سمجھ کر یا انہیہ بہہ والی اپنے آپ اسکا  
 مطلب نہیں سمجھا طریقہ راجع کی شق ۱ کو اگر آپ تامل ملاحظہ فرمائیں تو یہیقتہ حل ہو جائیگا **قولہ**  
 تعجب ہے کہ حضرت بکر بن وکیل نے انہیں دوائے جودل میں آتا ہے لاکھ جاتے ہیں وہ ہر کتاب میں طرق  
 و شرائط وغیرہ پر ہیں **قولہ** اگر کتابوں کے ایسی ملاحظہ کثرت و بحث کیجئے ہے جسکا کہ جناب نے ملاحظہ کیا  
 فرمایا ہے تو ایسا ملاحظہ بیاندہ ہے نہیں بلکہ ضرور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد انظر انصاف و تحقیق  
 بخونہ خاطر ہے تو بندہ بھی جناب کی خدمت میں آکر امر کا متمسک ہے کہ **اَمَّا قَوْلُكَ اَلَا تَرَىٰ اَنَّ النَّاسَ بِالْبُغْثِ وَبِالسُّوْءِ**  
 پر عمل فرمائی اور بندہ کی نسبت تو انشاء اللہ تعالیٰ بشرط نظر انصاف و تحقیق ہو جائیگا کہ ان بڑا ملاحظہ کیا  
 یا نہیں کیا باقی راہ طرق و شرائط کی نسبت کب انکار ہے آپ گذارش کے بغور ملاحظہ فرمائی **قولہ** معنیہ اور  
 خلفاء کی خلافت کا ثبوت خلیفہ اول کی خلافت کے ثبوت پر موقوف ہے اگر حضرت خلیفہ اول کی خلافت  
 صحیح ثابت ہو جائی تو ہر جائی گفتگو نہیں - **اقول** حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ  
 کی خلافت کی صحت و حقیقت میں بوجہ اللہ تعالیٰ کچھ تردد و گھٹنگو نہیں ہے کیونکہ جسکی حقیقت پر

شہد ہوا جناب امیر شہادتی حقیقت تسلیم فرمادیں اور اسکی حیثیت کو اپنی گردن میں لازم تصور  
 فرمادیں۔ اسکی صحت میں بروی دین و ایمان کیا گفتگو باقی رہے۔ اور جب اسکی صحت حقیقت میں  
 شک و شبہ نہیں رہے تو خلافت ہائے باقیہ بھی صحیح ہوئی **قول**۔ مگر جب اس خلافت کی نفی و کفار  
 حال کیا جاتا ہے تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ایسی حالت اضطراب و اضطراب میں واقع ہوئی ہے کہ کسی  
 شہادت کی بھی نوبت نہیں پہنچی۔ **اقول** جب اس خلافت کا حال یہ ہے کہ  
 تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس سے اعلا کلمۃ اللہ حاصل ہوا دین برحق خداوند تعالیٰ کی تمکین ہوئی  
 اسلام میں کہ غلبہ و شوکت ہوئی کفار و مرتدین مقتول و مجذول ہوئی اور وہ وعدہ خداوند تعالیٰ کا جو تھا  
 حقہ کی نسبت ہر بروی کار آیا سلیبی معائنہ کے نزدیک ایسی خلافت کو ایسی اسکا حالت اضطراب  
 میں واقع ہونا اور کسی شہادت کا واقع ہونا کچھ مضرب نہیں کیونکہ خداوند تعالیٰ علیہم السلام تبارک و تعالیٰ  
 ہر جگہ ہوتا ہے جو خلافت موعود میں اللہ کے بھی واقع ہوئی اور اس خلافت میں انکار نص  
 قرآنی سے انکار ہے اور اس سے ناخوشی یعنی ہم الکفار کا مصداق ہے علاوہ ازیں شہادت کی  
 ضرورت اسوقت ہے کہ جب کوئی منکر ہو اور جبکہ وہ ان کوئی منکر بھی نہیں ہے تو شہادت کی پیش کرنے  
 کی کیا ضرورت مگر تعجب تو یہ ہے کہ جناب امیر ہے تو بوقت شور ہی کوئی شہادت پیش نہ فرمائی اور  
 امیر موعود کی ہر مقابلہ میں کوئی حجت بجز معیت اہل حل عقد کے پیش فرمائے تو اگر شہادت پیش نہ کرنا  
 دلیل عدم حقیقت خلافت کی ہے تو آپ کو اس قاعدہ سے جناب امیر کی خلافت کی عدم حقیقت ثابت ہوئی ہے  
**قول**۔ اس طرفان بے تمیزی میں کہ جناب امیر و کائنات کے انتقال فرمائی ہے سقیفہ نبی ساعدہ  
 میں جو ایسی ہو کا منو کی لیے تھا ایک شور و غل مینا امیر و منکم امیر و نحن الامراء و انتم الوزراء کا بلند ہوا  
 اور گزشتہ نفسی نفسی کہی لگا پہلا ایسی ثبوت و شہادت کا کیا موقع ہو سکتا ہے نہ کوئی آیت قرآنی اور  
 مطالبے مودیان کرنا نہ نہ دلیل عقلی و معنی لانا نہ اس باب میں کہیں غرت ہے کچھ دوجا۔  
 بدو ن قول فیصل خوف اہل کہ باوا انصار سے یا کسی اور قبیلہ سے کوئی خلیفہ ہو جائے اور ریاست جو  
 ہاتھ سے نکل جاوے حضرت ثانی نے اول کو خلیفہ بنا دیا چنانچہ روایت بخاری اس پر شاہد ہے۔

**اقول** محبیب کے کلمات نامنہ اور میں کہ تو ہم کیا جواب لکھیں۔ مان اس قدر گذشتہ ضروری  
 دراعتقل کہ تواب لکھا ہے خالی فرما کر سوچیں کہ جب تور و مل منا امیر و شکم امیر اور یمن الامراء و اہم الذرا  
 کا بندہ تھا امیر گروہ ہستی نفسی کہتے ہیں تو ایسی نفسا نفسی میں باوجودیکہ کوئی آیت یا کوئی دلیل میں  
 نہیں ہوئی ایک گروہ نے دوسرے گروہ کے دعویٰ کو کیوں قبول کر لیا اور بالادلیل کو نیکر اطاعت  
 منظور کر لی صرف ایک شخص کے معیت وہ ہی اپنی گروہ میں سے مخالفین کے بعیت اور طاعت کر لیں  
 کیونکہ حجت ہو گئی حالانکہ بقول آپ کے خود اسی گروہ کے اکابر و اعیان اس حاسب میں موجود نہ تھی اور نہ  
 مشورہ نہیں لیا گیا تھا اور وہ اسکی مخالفت ہی تو ایسی حالت میں افضل سلیم کو نیکر تسلیم کر سکتی ہے کہ لیا  
 جو اسی امت پر سر تھی بلا حجت و دلیل صرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعیت کی وجہ سے معیت کر لیتی اگر لیا  
 ہوتا تو انصار میں سے ایک شخص اس کے بعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر مثلاً بعیت کر لیا کیوں انکی بعیت کو  
 اپنی ہی بعیت قرار دیتی اور نہ کہ انکے ہم ہوتا کہ تا حاضر ہونے یا قیام نہ گان وجوہ ہاجرین کے اپنی بعیت کو  
 موقوف رکھتی تو اس سے صاف طور پر معلوم ہوا ہے کہ انصار نے جب تک اس نہ چھوڑا تاں ہم نہ ہوئی  
 اور حق نہ کھٹا نہیں ہوا اگر بعیت نہیں کی تو حضرت محبیب کا یہ فرمایا کہ انے نے اقول کو غلط بنا دیا  
 بالکل غلط ہے کیونکہ یہ خلاف بعیت وجوہ ہاجرین اور اعیان انصار سے منع ہوئی ہے بلکہ اس خلاف  
 راستہ کے اتفاق کی شرکت کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی موافق ہوئی پس روایت بخاری کا جبکہ  
 ذکر کرنا بے سود بلکہ بے موقع ہے مہذاب ہم جناب امیر منیر اللہ عنہ کی ہستہ لال کو دیکھتی ہیں جبکہ انکو  
 بعیت کی خبر پہنچی اور اپنے ارشاد فرمایا تو وہ یہی کہہ اس سے زیادہ نہیں ہے با آنا ہے کہ نوح البانہ  
 میں منقول ہے کہ آپ نے فرمایا جو مطاویٰ احاث میں مذکور ہے جبکہ حاصل ہے کہ درخت کو لیا اور اس  
 جوڑ دیا۔ **قولہ** انہ کی تہا دیان کا جو ذکر فرمایا ہے مقام حیرت ہی اس وقت اہم بالفعل جناب  
 امیر تہی انکی کہنی بات ہی ہو چھی وہ مجہد بن جھن انحضرت میں مشغول اندر بیچ الم میں مبتلا ہے کہ اگر  
 خلیفہ بن ہوئے۔ **اقول** بیشک محبیب کے لیے بیعت ہم حیرت ہی کیونکہ جب حضرت امیر کو  
 اسم بالفعل تسلیم کر لیا تو وہ سرور کی نامت کے لیے تہادت کا صادر ہونا مقام حیرت ہی ہو گا۔ لیکن

فی الواقع یہ مقام کچھت م حیرت نہیں کیونکہ یہ جہل (اسوقت امام افضل جناب امیر ہستی) غلط کر  
اور خلافت کتاب اللہ تسلیم کر رکھا ہے جسکی وجہ سے اس حیرت اور برد و مات میں گرفتار رہیں۔ صحت  
رضی اللہ عنہم کے ساتھ ولی عداوت اور اہل بیت رضوان اللہ علیہم کے ساتھ بنائے مجتہد اکثر  
جگہ اصول و فروع مذہب شیعہ میں پہنچ کے اور مجاہد کی اور مجید گیان دال کہیں میں کہ نہ آج تک  
وہ کسی سے سلجھ کر اور نہ قیامت تک سلجھیں۔ ولینصلح العظاما افسد الدھر۔ انہیں شہر باد  
کر بارہ عین سلامہ بن ہشتم نے اپنی شرح کبیر نیچ البلاغتہ میں تحت شرح خطبہ غد بلا و فلان میں جو  
تعارض و تناقض بیان کر کے جواب تحریر فرمایا ہے قابل ملاحظہ اولوالالبصار و منصفان روزگار ہر ذرا  
عجب صاحب ہی ملاحظہ فرمائیں۔ اور اگر یہ حیرت متعلق نفس و قوع شہادات کی ہے تو اسکا جواب بخیر  
اسکی کچھ نہیں کہ اپنی کتب معتبرہ و کتب کہ اپنی طمانیت فرمائیوں۔ باقی رہا یہ کہ ازل کی کسینی بات نہوچی  
سوجو امر بابت اختلاف صحابہ موعود تھا وہ لاحقہ واقع ہونو الا انت کچھ ضرور نہیں تھا کہ ہر ایک ہی  
بوہا جانا اور شورہ کیا جانا علامہ ازین وہ وقت ایسا گنگ تھا کہ اگر اس امر میں تاخیر واقع ہوتی تو ظاہر  
و قوع فتنہ کا اندیشہ تھا۔ اور نیز جب اکثر اکابر مہاجرین انصار موجود تھے تو بعض اکابر کا موجود ہونا حالانکہ  
وہ فادحین فی الاصلین تھے کچھ ضرور نہیں۔ اور رنج و الم میں مقید ہونا اسکا جواب اجاث سابقین  
گذر چکا ہے کہ حسب دایات مامی غلط ہے ہرگز رنج و الم وفات شریف میں مبتلا نہ تھے ان اگر تھی تو اپنی  
دیناوی حکومت کے غصب کے رنج و الم میں مبتلا تھی کیونکہ امامت دینی کا تو غصب کرنا ظاہر غاصبین کے  
دست قدرت سے خارج تھا۔ ظاہری تسلط ہی اہل قبضہ سے غصب ہوا تھا تو اوسیکار رنج و الم تھا غلہ  
اکر اہل بیت رضوان اللہ علیہم تو حلول مصائب کے وقت عزت یعنی جبر و استرجاع کو اختیار فرماتے  
ہو کر اور اپنی خدمت خاص یعنی ہدایت خلق میں مشغول ہوتے ہو کر چنانچہ محمد اللہ اکبر موبد روایات سے موجود ہیں۔  
حد ثنا محمد بن الحسن قال حدثنا الحسن مفضل الدقاق قال حدثنا یعقوب بن یزید  
بن الحسن بن علی بن فضال عن محمد بن عبد اللہ الکوفی قال لما حضرت اسمعیل  
ابن عبد اللہ الوفا تخرج ابو عبد اللہ جنہ عا ستدیدا قال فلما اذ غصه دعا بقميص خلیل

اور یہ حیرت اور برد و مات میں گرفتار رہیں۔ صحت

حد ثنا محمد بن الحسن بن علی بن فضال عن محمد بن عبد اللہ الکوفی



اوجہ یہ فلسفہ تہمتیج و حرج بامر و سئل فی قل فقال لہ بعض اصحابہ جعلت قدامک لہذا فلما انا  
 لا متنع بک نہما لانا اثنا من خرجک فقال لانا اهل بیت نخرج ما لہ من المصیبتہ فاذا ازلنا  
 صیدنا انتہی عن الدین وقال لصادق علیہ السلام انا اهل بیت نخرج قتل المصیبتہ فاذا ازلنا  
 امر لا عزوجل فغلبنا بقضائہ وسلمنا الامر و لیس لنا انک کونہ ما احببنا لانا انتہی عن المصیبتہ  
 القیاس بحاجتہ فاما انک لیسیدہ ہا مکر و کردہ ہی نہیں سمجھتی بلکہ محبوب سمجھتی ہو گی تو رنج و الم کا  
 الذبح و دفع کبوتر کا ان جبر و دفع قبل المصیبت حسب روایات شدہ بمثل شہور قبل الزمر و ادیانہ  
 انوار و انہ لو کی شان کی بیان ہر حضرت معین لسانی جو دل چاہی انکی جاب کی طرف نسبت فرما دیں  
 لیکن خرم و دفع قبل البلاء کے ملت اگر یہ ہی ہا مکر و کردہ ہی نہیں سمجھتی بلکہ محبوب سمجھتی ہو گی تو رنج و الم کا  
 بلکہ قبل البلاء زیادہ سختی مرتبہ ہی اور اگر آخر ہی تو محتاج بیان ہے۔ ایسی ہی اسی میں لایخص نہیں  
 یہ ہی موجود ہی۔ وقال علیہ السلام ان السلام و الصبر یتفقان المؤمن فیاثہ البلاء و یو  
 صبور و لا السلام و الخیر یتفقان المؤمن فیاثہ البلاء و یو صبور و لا السلام و الخیر یتفقان المؤمن فیاثہ البلاء و یو  
 قبض علی نزع مالا العسکری رای الحسن بن علی علیہما السلام قد خرج من الدار و قد  
 من قبضہ من خلف و قد ام انتہی اب ذرا اهل النفاق ان روایات میں بخود و اسمان نظر فرما دیں  
 اور جناب بحیب ہر نظر النفاق ملاحظہ کریں۔ روایتیں الہین در البیہ کو صغریٰ سادین اور ثانیہ کو کبریٰ قرار دیں  
 اور پھر غریبہ کے متضمن کو انہ کی شان کی تطبیق دیں بحیب او کہ اگر مذہب تنبیع سالم بانی ہر مذہب است  
 مت گریبان بخیر پتہ ہر لیکن النفاق شرط ہے۔ قولہ اور بعد فرماؤ اور ضروریہ اور انعقاد بیعت کہ نہ پڑے  
 حسب شہادت روایت از آلہ کفایت جو بخیر ہو چکی ہے غانہ حضرت زہرا میں نفس خلافت کے مشورہ کی گئی ہے  
 اور اس خلافت کے برہم کرنے کی تدبیر میں فرماتے ہیں جو جسکی لہجہ بیہ ثانی نے انجبر کر حلالی کے ہلکی و چھوٹی

کیا کیا ہی نام شہادت ہے **اقول** اگرچہ اسبق میں اسکا جواب مذکور ہو چکا ہے لیکن اسکا سچا  
 چونکہ ہماری محبت بیٹے مکر ذکر فرمایا اسکا اعادہ باضمانہ افادات کیا جاتا ہے خواجہ مسعود اگر مذہب  
 تشیع پر بنا رکھتا ہو تو حضرت مجیب ہی جواب کا فکر فرما دیں کہ اولاً حضرت بسبب ترک تفتیہ واجبہ و سکوت  
 مامور و عدم منازعہ اسٹم ہوئے ہیں۔ اور ثانیاً حضرت ایک لغو اور بیفائدہ امر میں مبتلا ہوئی کہ بسبب علم کا دیا کون  
 آپ کو کس دم ہوا کہ یہ امر شن تو اند نہیں اور نیز اس حدیث کی یہی تکذیب ہونے ہے جو آپ کی عالم الغیب شہادت  
 ہونے پر دلالت کرتے ہیں ثالثاً بارہم جو اس قوت و شجاعت مفرطہ کی جو روایت بطل سے بمقامہ  
 دقتا کہ قوم عاد و عادہ قتل ہو کر شیخ عامل فلک سے معلوم ہوتی ہے اور بارہم جو اس عقل و فراست کا کہ  
 جسکا بیان ناممکن ہے آپ کا زمانہ پروردہ نشین میں حسب روایات شیعہ مانند جنین لمطرح جنات اور جنین  
 سنہک بمعاضی و سمیات کہ جسٹ کہ خفیہ مشورہ کرنا اور اپنی مدعا پر کامیاب ہونا اور ذرا سے دہکی سے  
 ابنی دعوے سے دست بردار ہو کر بیعت کرنا علامہ دہلوی کہ اصول شیعہ پر حضرت انگیز اور عجب نیزہ سے کلمہ زبان  
 جنین قندہ آؤں اگرچہ حامد کی روایت کے ہیں۔ اور اگر مذہب اہل سنت کو اعتبار سے گفتگو نہ نظر ہو تو سنی اہل سنت  
 جناب انیس کو جو حدیث کہ بہترین اور عالم کا نام دیا کون کب تسلیم کرتے ہیں اگر آپے ابتدا میں بالفرض  
 نقض خلافت کی شور مچا کیے تو یہ خطا تھی ہرگز خطا اجتہادی کی اور بعد اسکی جب آپ متنبہ ہوئی  
 اور اسکی حقیقت پر کما حقہ توقف حاصل کیا تو بیعت ہی کی اور شہادت ہی بیان فرمائی۔ غرض جن تک  
 بیعت نہیں کئے ممکن ہے کہ شہادت بیان فرمائے ہوں اور جب حق منکشف ہو گیا اور بیعت کر لی اور  
 بخش ہو گئی بعد اسکی شہادت ہی بیان فرمائی ہوں آہیں کونسا تناقض اور کیا احوال ہے اور یہ تقریر  
 اور وقت تک کہ ہم علی سبیل التسل نقض خلافت کے شور مچا کر وقوع کو تسلیم کر لیں لیکن بحول اللہ تعالیٰ  
 ہو کہ ہم حال ہی کہ ہم ابتدا و وقوع شور و فکونی باطل کریں گے۔ اہل حق کے نزدیک خلافت صدیقی  
 حق ہے اور وہ بیعت اہل حل عقدہ وجوہ مجاہدین و انصار سے واقع ہوئی اور صحابہ میں سے کوئی فرد اسکا  
 مخالف نہ تھا اور یکو حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی استحقاق خلافت میں انکار یا شک  
 تردد نہ تھا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی اگر مبالغہ تھا تو اس امر کا تھا کہ ہو کہ شریک مشورہ ہیں

غرض خلافت کی نسبت میں از سر سر میں از سر سر میں از سر سر میں

کیا۔ جب ہم اہل حل و عقد بن کر تہی تو ہم سختی مشورہ تہی چنانچہ جو مذہبی کہا گیا وہ مذہبی جناب ہوا  
 اور جب اسکی مجلس دہریہ ہوئی اور بیعت علی الاعلان فرمائی اور فرمایا کہ بھوکہ زمین کلام نہیں ہے کہ ابوبکر احن بالخلافت  
 میں چنانچہ اس منہن کو حدیث بخاری میں حضرت ثبیتؓ کا جواب ہم حدیث ازادہ انخفا کو جو جناب مجیب کا  
 مسئلہ ہی دیکھتی ہیں تو اس میں یہ الفاظ ہیں ینتادروہنا ویرجعوں الہم جسکا ترجمہ مجیب نے  
 یہ کیا ہے کہ جناب سیدہ سے مشورہ کرنے ہی اور اپنی کام میں مراجعت کرتے ہی اور ان الفاظ میں  
 کہاں ہے کہ آپ نقض خلافت ہی کے مشوری کرتے ہی اور یہ مشورہ کرنے سے کہہ کر لازم آیا  
 کہ وہ مشورہ نقض خلافت ہی کے تھے بلکہ حضرت امیرؓ کے نزدیک وہ خلافت منعقد ہو چکی تھی اگرچہ پھر  
 اکابر شریک نہ تھے کیونکہ بیشتر روایات شیعہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ حضرت امیرؓ کے نزدیک سب کا حاضر ہونا انعقاد  
 کو داعی ضروری نہیں تھا تو پھر کیونکر ہو سکتا ہے کہ آپ اسکی نقض کے باعث دیدہ دہستہ مشوری  
 اور دہریہ بن کر گئے اور کیا ضرور ہے کہ ہم خطا کی جناب میں منسوب کر بن بلکہ فی بحقیقت یہ مشوری  
 اس امر کے یہی تھی کہ جب اہل حل و عقد نے بیعت حدیثی میں بلا مشورہ بیعت کی اور سہتہ دیکھا  
 اگرچہ ضرور ہوا تاہم بمقتضائے بشریہ باعث ملال اور باعث تاخیر بیعت ہوا اور سہتہ صحتی کو آپ کا یہ ملال  
 اور یہ تاخیر باعث ناخوشی اور شہیدگی ہوئی تو جب کشیدگی اور شکر بخیر ہر ضعیف ہوئی تو جناب امیرؓ  
 اور دیگر ساتھیوں نے چاکا کہ سیطرہ ابوبکر رضی اللہ عنہ تھا ہمارے پاس اس میں اندھم اندھی برادرانہ غلطی  
 کہ بن اور وہ غدر و اجہی میان فرما دیں تو ہمیں شکر بخیر دور ہوا اور ظاہر کہ ملال رفع ہوا اور بیعت کر لیں کیونکہ  
 اگرچہ قصہ مجمع میں ہونا سبب اسباب اگر مختلف الشباع تو کج جمع ہوئی کوئی ایسا امر نہ ہو جادی جو غشت  
 زیادتی ملال ہو بس صرف آہی امین مشورہ تھا اور اسی بات تخلیہ میں گفتگو ہوتے ہی چنانچہ حضرت  
 ابوبکر رضی اللہ عنہ کو تنہا بلایا اور گو حضرت عمرؓ تھا جانے سے منع ہوئی لیکن ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نماز  
 دینا تشریف لیگی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خطبہ پڑھا اور اس میں ابوبکرؓ کے حقیقت اختلاف کا اقرار  
 کیا اور ہم مشورہ اسبتہاد باسیت کی شکایت فرمائی حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا کہ اکی فقہا علی  
 سان ذامی اعدہ مشورہ اسبتہاد باسیت کیا جو قبول ہوا اور شکایت رفع ہوئی اور مشورہ بیعت ہو گئی

چنانچہ آخر تک باہم شورش کر رہی اور شہادت و فضائل و محمد خلیفہ رضی اللہ عنہم بیان فرماتے ہی  
 یہ مدعا بھی صحیح اہمست تصریح علم شیعہ سے بد لالت خط بقی ظاہر و باہر ہی چنانچہ محرم مبارک و ادا و  
 بنارس میں اسکو تسلیم کیا ہی اور شیعہ المطاعن کے مجملہ آثار میں عبارت مذکور ہی چونکہ خوف ظہور انتہائی سخت  
 روایات مختصر اعرض کیا گیا۔ اب باقی رہا یہ امر کہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ازالہ میں  
 یہ جرم سجدہ جو تحریر فرمایا ہی (جمع شدن در باب نقض خلافت مشورہ ما بکا میرند) پر اسکی کیا معنی ہوگا  
 سو اسکا جواب یہ ہے کہ اولاً ظاہر ہی کہ نشا اس مال کا یہ ہی امر خلافت تھا تو جب گردہ مخالف  
 خطبہ مشوری کی کسی تو اگرچہ یہ مشوری بابت نقض خلافت کو ہونے تاہم عوام میں شورش و ہلچل  
 پیدا ہونی کے باعث مشورہ نقض خلافت کی ہو سکتی ہیں علی الخصوص ایسی حالت میں جبکہ منافقین  
 اور اعدا دین بخریب دین میں کین میں بھیجے ہوئی ہوں تو چونکہ یہ مشوری منہج نقض خلافت  
 تھی تو اسلیں انہیں اطلاع کیا گیا کہ یہ مشورہ نقض خلافت کی بارہ میں تھی اسکی صد ہا نظیرین عالم میں موجود ہیں  
 چنانچہ قائل خطبہ کو قائل کہی ہیں اور ظاہر ہے کہ اس راز مخفی کو جو حضرت زہراؑ کی دولت سرا میں  
 ہوا تھا حضرت عمرؓ نہ تاک ان بزرگوار دین سے تو کینی نہیں پہنچا یا ہوگا جو باعث اسقدر  
 جوش و خروش کا ہوا جس سے صاف ثابت ہوتا ہی کہ حضرت عمرؓ نے ان مشورہ کو ظاہر ہی حالت سے  
 سبب نقض خلافت کا سمجھا کہ اسقدر تہنیہ فرمائی اور اسکو جگہ کہا گیا کہ یہ مشورہ نقض خلافت کو باہین تہی نہ تیا  
 سلنا کہ یہ مشوری در باب نقض خلافت کرتے تھے لیکن اسکی معنی یہ کہ انتہائی سید الیہ کہ یہ مشورہ  
 کرتے تھے کہ جسطرح ہو سکے خلافت کو توڑی بلکہ در باب نقض خلافت مشورہ تہا سیکردند کہ معنی یہ ہے  
 کہ نقض خلافت کو بارہ میں مشوری کرتے ہی کہ آیا نقض خلافت مناسب ہی یا نہیں چنانچہ بالآخر  
 یہ قرار پایا کہ نقض خلافت حقہ مناسب نہیں اور بیعت فرمائی۔ ثالثاً اسلنا کہ یہ مشورہ در باب نقض  
 خلافت باہین نہ تھی جو حضرت عیسیٰؑ نے سمجھی لیکن یہ حکم جو حکم کی طرف نسبت کیا گیا ہی جبکہ  
 مدق بعض کے طرف نسبت کرنے سے ہی ہو سکتا ہی تو ہم یہ نہیں تسلیم کرتے کہ یہ حکم حقیقہ  
 ناب امیرؓ اور حضرت زہراؑ کی طرف راجع ہی بلکہ یہ فعل حقیقی طور پر اذن حضرات کا تھا جو

اور میں اپنی درجہ کی اتنی اور جہات متبع پر ارادہ کو اور ادب و تقویٰ میں تھا لیکن چونکہ حضرت امیر آرد زبیرؓ  
اور میں ہرگز وہ ہی اور بڑی ہستی تو بشرکت مجسمہ ہی مجاہدان حضرات کیطرت ہی وہ فعل منسوب کیا  
چنانچہ عبارت تھکہ کہ اسی طرت ناظر ہی بن الصافات سے ملاحظہ فرمائی اگر بالفرض ان حضرات سے  
اس قسم کے مندرجہ واقع ہوئی ہی ہوں تو وہی وقوع استہادات کو معترضین بن ہندو گزارد اس باقی رہ گئی  
کہ ہری عجیب صاحب یہ جو تحریر فرما رہی ہیں کہ خلیفہ ثالثی نے اپنے گھر جلالی کی دہکی دی تھی اور  
پہلی تحریر میں یہ عبارت تھی اور عجیب لہنی کے لیے گھر جلالی کی دہکی دی اگرچہ قصہ احراق بیت قائم  
بہت سے اس سنت کی کتب معتبرہ میں درج ہے مگر چونکہ بعض علمائے اہل حقار کر لے ہیں اور شیعوں کا اقرار  
بتالی میں پہلی گزاردش ہے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ عجیب کو دہکی اور قصہ احراق میں ہتیار اور تفرقہ  
نہیں جانا کہ فرقہ برہمنی ہے۔ **قول** پر خطاب امام حسنؑ و امام حسینؑ علیہما السلام نے جو بالقہ وہام  
تھی خلیفہ عادل ثالثی کو ہر ایک کی خلافت کے زمانہ میں فرمایا کہ منبر سے اتر کیونکہ یہ میری باب کی جگہ  
اور درو خلیفوں نے بجز اقرار کے کچھ چارہ مذکیب چنانکہ کتب معتبرہ المہت مثل تاریخ الخلفاء و  
کمزاحمال میں یہ حال تحریر ہے پر میں حیران ہوں کہ کس جرات سے ہری عجیب فرماتے ہیں کہ خلافت  
خلافت شہادانہ سے واقع ہوئی۔ **اقول** ہمارے حضرت عجیب کے جو من و مخدوش کو دیکھنا  
کہ کس سے دس کہ اپنی روایات سے چشم پوشی فرما کر فرما رہی ہیں۔ اجماع حضرت ابی ہیان تو بالقہ ہے  
بہی معصوم نہیں چہ جائیکہ امام بالقہ ہو آپ اپنی کتاب کو تو ملاحظہ کیجئے اسے علماء کی شہادتوں کو تو سنی  
تفسیر صافی میں جو اس وقت میری ماسنی کہلی ہے وہی رکھی ہے محمد بن مرتضیٰ معروف لما حسن حضرت آدم کے  
قصہ میں تحریر فرماتے ہیں **وَقَالَ عَلِيُّ بْنُ الرِّضَاءِ قَالَ لَمَّا لَا تَقْرَأُ هَذِهِ الشَّجَرَةَ وَاشَارَ إِلَى شَجَرَةِ**  
**الْمُحْطَةِ وَلَمْ يَقُلْ لَهَا وَلَا تَأْكُلِي مِنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ وَلَا تَأْكُلِي مِنْ حَشِيشِهَا فَلَمْ يَقْرَأْ بِأَنَّكَ الشَّجَرَةُ**  
**الْمُحْطَةُ وَلَا تَأْكُلِي مِنْ حَشِيشِهَا** **وَقَالَ** **لَا تَقْرَأُ هَذِهِ الشَّجَرَةَ وَلَا تَأْكُلِي مِنْ حَشِيشِهَا**  
**وَقَالَ** **لَا تَقْرَأُ هَذِهِ الشَّجَرَةَ وَلَا تَأْكُلِي مِنْ حَشِيشِهَا** **وَقَالَ** **لَا تَقْرَأُ هَذِهِ الشَّجَرَةَ وَلَا تَأْكُلِي مِنْ حَشِيشِهَا**

حاجات ملحقہ الہیہ سہیلی کے کوکڑا دھلا سے جیغہ اٹھانے لگا کہ

۱۲۔ عیوں میں امام رضاؑ سرمدی سے حضرت اسی کے آدم و حوا کو گھوڑوں کے درخت کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اس درخت کے  
مرکب سے سو حلوں میں جین واپا ہوتا کہ اس درخت کو لے کر ایک پرنا دے۔ یہی ہم جس کے ذریعہ اس درخت کو لے کر ایک نہیں جاتی اور ہر  
دریہ میں سر کیا یا جھکے سیٹھاں نے ان کو بھگایا پر نہایا اور یہ آدم و حوا سے بڑے سو شیر و قباۃ واقع ہوا تھا۔ ۱۲۔

ذلك بذنب كبير استحق به دخول النار وانما كان من الصغار الموهوبه التي تجوز على الدنيا  
 قبل نزول الوحي اليهم فلما اجتبا الله تعالى وجلائيها كان معصوما لا يذنب صغيره ولا كبيرا  
 قال الله تعالى فعصاه آدم به فغوى ثم اجتباة فاعليه وهذا قال الله اصطفى آدم ونوحا والايه  
 وفي رواية ان الله عز وجل خلق آدم حجة في ارضه وخليفه في بلاده لخلق الخلق للجنة وكانت العصية  
 من ادم في الجنة كاله الاصل لتيم مقادير امر الله عز وجل فلما ابطط الارض وجعل حجة وخليفه  
 عصم بقوله عز وجل ان الله اصطفى آدم ونوحا والايه - ان روايات صحيحه في كل قبل النبوة يني  
 بالقدوة في سبب عصيت كاصد وجبكم يا داس من جوار خداوندك سويبيكي كبري اور جنت سويكال كبر  
 اور توبه سبب انصاف من دعا و التاج جناب الهي من كى جب معافى ہوئی جائز ہو بلکہ واقع پس اگر بقوله  
 انما هو كولى في سبب عصيت جس سبب خلق و دخول نار نهون اور وہ عصيت هم جنب اس عصيت كس  
 جو حضرت آدم سوي روايات سامي صادر كيو على انصوص حالات طفوليت اور عدم تكليف من جو عصيت  
 حديث رفع الظلم كى سوي لوجيا طر روايات سابقه كيا احتمال و استبعاد سوي ليكن هم اس قول كى حسب ارشاد جناب  
 امير مقيس سامي من اوسى فعل كى برابر سمجھت من جو حضرت صلى الله عليه وسلم كى شان و دوش مبارك  
 سوار ہونے كى بابت مروى ہوا - قطع نظر اس سوي مجيب كى دعا و سوقت ثابت ہو جبکہ امر و مفصل  
 ثابت ہون (۱) آپكو اوسوقت رفع ثقيه جائز ہو (۲) لفظ اب سوي مراد حضرت علي ہون (۳)  
 مقصود بيان استحقاق امامت جناب امير سوي (۴) آپ اوسوقت كامل العقل و مكلف ہون  
 (۵) عرفا اپكى اقوال و افعال زمانہ طفوليت پر محمول ہو كر قابل اعتماد و قبول بجاين جائين كى محال  
 انما اول پس حسب عموم شيعہ جن فاسطين بارقين نہا كشين نے معا و انہ جناب فاطمى كى دشمنون كى

۱۔ اور كچھ بہت بڑا گناہ ہي فدين تپ كى جس سے دخول نار كى مستحق ہون اور وہ صرف گناہ صغيره جتنا ہوا ہوتا ہوتا  
 سوي نزول وحى سے پہلے جائز ہون - پہر جب خدا نے برگزيده كى بنى بنيا يانہ معصوم ہو گئي كى گناہ صغيره كرتے ہوي كسيرو حق و قاطو  
 فرمايا - آدم نے اپنى رب كى نافرمانى كى پس گمراہ ہوا - پہر خدا نے اوسكو برگزيده كيا اور اوسكى اوبہ قبول كى اور ہريت كى  
 اور فرمايا اللہ نے آدم اور نوح كو برگزيده كيا - اور ايك روايت من ہے - اللہ تعالٰے نے آدم كو جنت كى يسي  
 زين بيده كيا ہوتا كيا اسكو اپنى زمين من جنت اور پوز شہر زمين خليفہ ميده كيا ہوتا - اور گناہ آدم سے جنت من ہوا ہوتا نہ زمين من  
 ناكرا اللہ كى امر كى نفہ پر پڑى ہو پس جب زمين پرا و تارا را كجبت او خليفہ بنيا تو معصوم ہو كى سبب كى كرتا كى - ان اللہ عظمى آدم و نوحا والايه - ۱۲-

گھر کو جلایا اور ضرب شمشیر یا تازیانہ سے صدمہ پہنچا کر محسن شش ماہہ اسقاط کر آیا اور بر سر منبر فاشیہ  
 ساتھ شہید کیا اور اسے اللہ سے جبر اگلی میں بھی لکھ بیعت اور نبات طہیات کو غضب کیا اور مذک  
 ہدینا اور کسی کیا توقع تھی کہ وہ ایسی شہادت لکھیز یا تو نسیم کو کرین گئے۔ اور انہیں باعین مہموین کا  
 کیا رعب ہو گا جو ایذا رسانی سے باز رہیگی پس رفع نقیہ کی کوئی وجہ نہیں۔ معینا تعجب ہے کہ خلافت  
 صدیقی سے توجہ بغاوت صبر کجائے مطابق شروع ہے اس قدر ہتکڑہ فرادین اور خود ہی بلا ضرورت اس خلافت  
 حوالہ امیر مودہ فرادین تو بعد دوم نہیں کہ حسب اصول تھا خدا و رسول کو کیا جواب دیں گے۔ زیادہ تعجب صاحب  
 تشیید الطاعن سے ہے کہ باین تجر او سی جواب غصن صدیقی کے عدم نقید کی علت زمانہ وجود حضرت فاطمہ  
 تواریسی اور یہ خیال غلط ہے کہ حسب دیات مستعد ہیں کہ کونسا دقیقہ حیرتی کا اوہانہا کہا ہے جواب حضرت  
 فاطمہ کا محاذ کر مگی یا ڈر جائیگی۔ علاوہ اس کہ یہ علت خود زمانہ خلیفہ تالی میں جو یہ ہے ہی قول امام ثانی سے  
 صادر ہوا نہیں جاری ہوگی۔ اسرائانی ہم کہتے ہیں کہ لفظ اب مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں نہ  
 جناب امیر کو کیا اطفال کے حادث ہے۔ جب اسی ہند کے جگہ کیو مٹھا دیکھتے ہیں یا انہی بزرگ کہ  
 کٹر ایک کہیں دیکھتی ہیں نو ناگوار سمجھتے ہیں اور قاضی نزع ہوتے ہیں تو چونکہ ہمیشہ رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم کو اوجس کہہ دیکھا۔ اب اگر جگہ دوسری لوگوں کو بیٹھا دیکھ کر مقتضا غم غم فرمایا  
 اور فرمایا کہ میرے باپ کے منبر پر تیرا اور یہ ہے وجہ ہے کہ حضرت صدیق اکبر نے اسکی تقدیر فرمائی  
 اور فرمایا ہوتے سے ہی نفی نہیں فرمائی بلکہ فرمایا سچ ہے تیری باپ کا منبر ہے میری باپ کا۔ اور پھر  
 یعنی ایک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منبر ہے میری باپ کا اور انکی مفارقت کو یاد فرما کر رو پڑی  
 ہر صاحب تشیید کا اسکو حاشیہ تشیید میں مضمر نفس پر محمول کر کے مقصد کا جواب پہنا طرفہ ثبات ہے۔  
 اسرائیل اگر مقصود بیان استحقاق تھا تو ایسے الفاظ سے بیان کرنا جس میں انڈیہ ثبوت خلاف مقصود  
 خلاف نصاحت اور نہایت مستبعد ہے اور کچھ غیب نہیں چاہئے اس عبارت سے لغز میں محال اگر یہ ہے  
 مدعا ہو تو ہرگز پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتا۔ پس اگر بیان استحقاق مقصود تھا اور وافی تقریر صاحب  
 تشیید نے انفس کا کچھ حرف نہ تھا تو یوں فرماتے۔ ایہا الناس ان مستحق الخ لا بعد جبکہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوا بی علی بن ابیطالب از ابابکر رتقصہ ما غصباً وعد وانا  
 فائز لوه عن من بعدک فاند لیس لہا ۱۔ اوسوقت شیعہ کو گنجائش نہ تھی لہذا ہوتی ورنہ ایسی بڑی  
 امر کو ایسی طرح چیتان اور پسلی میں بیان کرنا اور ایسی عبارت میں ادا کرنا جس میں خلاف مقصود  
 اقرب الی الفہم ہو کوئی عاقل تجویز نہ کر گیا۔ آدراہج بدھی البطلان ہی انبیاء کی نسبت ارشاد ہے قلما بلغ  
 اشدہ واستوٰی جو مراد دال ہے کہ نبوت بعد بلوغ اشد اور استوی عنایت ہوئی اور مفسرین شیعہ نے  
 اشد کے معنی کمال عقل کے فرمائے ہیں محمد بن رضی المعروف لما یحسن صافی میں تحت قول ک  
 قواد ربک ان یبلغا اشد هما ای العلم کمال الکرا فرماتے ہیں تو اس سے صاف ثابت ہے کہ زمانہ  
 بلوغ اشد ہے بشر کمال عقل وراحم حسب شہادت لما یحسن مفسر نہ ہوا استثناء اطفال کا عموم  
 نکالیف شریعہ سے اسکی دلیل اس پر واضح ہے حسین کچھ غفار نہیں۔ اور اس کے بطلان کے لیے حاجب بختم  
 استدلال نہیں یاد آتا ہے کہ خود جناب امیر نے حاجب جنین کے اس قول کی نسبت جو معذرت فرمائی  
 اور شیعہ روایت کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ تمام جنتی ہو کہ حضرت کر دوش مبارک پر سوار ہو جایا کرتے تھے  
 جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اونکی حالت صبا پر محمول فرما کر قابل مواخذہ وعتبار نہیں سمجھا پس اس پر  
 استدلال ختم کے رد و پیش کرنا حضرت مجیب جیسے ہی دشمن کا کام ہے مگر کیا کریں جب استدلال صحیح  
 بہم پہنچیں تو کیا ان ابلہ فریب تقریر و نسبی ہی دل خوش نہ کر لیں۔ پھر دوم نہیں کہ کس حد تک یہ پروردگار  
 اور کس حد تک یہ پروردگاری تناقض باہین اقوال ائمہ و شہادات ہے۔ قول کہ جبکہ یہ خلافت کتابت  
 و شہادات ائمہ وغیرہ سے واقع نہیں ہوئی جیسا کہ بیان کیا گیا اسلیٰ اہل سنت کو وضع اصول کی  
 اشد ضرورت ہوئی۔ **اقول** جبکہ مجیب البیب کی شہادت کا استیصال قرار واقعی کیا چکا  
 تو وہ ہی امر حق محقق باقی رہ گیا کہ خلافت خلفاء و روئے کتاب الہدیٰ اور شہادات ائمہ ان سے

۱۵۔ اسی کو سختی خلافت بعد میری ناما صلی اللہ علیہ وسلم کے میری پر بزرگوار علی بن ابی طالب میں  
 دراپو کر لئے تمہیں خلافت غصب و تقدی کے طور سے پہن لیا ہے۔ اس کو میری ناما کے منبر سے اٹا رہا۔ کیونکہ  
 یہ اوسکا اہل نہیں ہے۔ ۱۲۔ ۱۳۔ پس تیرے پروردگار نے چاہا کہ وہ دونو اپنی کمال عقل کو پہنچ جائیں



واقع ہر اور اہل سنت کو اس کی ایسی اصول بنانا کہ کچھ ضرورت نہیں قال القائل المحمید  
 قوله - ان خلافت راشدہ جسکا ثبوت کتاب اللہ و شہادات ائمہ سے ہی جن اصول و شرط  
 پر واقع ہوئی ہے اہل سنت کو نزدیک وہی اصول صلیح و قوی کر لینی معتبر ہیں۔ اقول -  
 اس آئینہ قول سے معلوم ہوا کہ سوائے کتاب اللہ و شہادات ائمہ کی کسی خلافت راشدہ کر لینی  
 اصول و شرط میں ہر ایک کا یہ فرمانا کہ اہل سنت کو وضع اصول کے کچھ ضرورت نہیں۔ کہو نہ  
 صحیح ہو۔ **یقول العبد الفقیر الی مولائہ** اس اعتراض سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت  
 محمید اپنی پہلی تدبیر کی اصل مطلب کو پہلی ہوئی میں جو ایسا بے سرو پا اعتراض فرمائی  
 میں لہجہ اب میں مختصر خلاصہ مطلب تحریر سابق عرض کرتا ہوں اور اس پر جو کچھ مینی عرض کیا  
 وہ بھی مختصر لکھتا ہوں اہل الصاف خود دیکھ لیوں۔ کہ اس پر ہمارے محمید کیا فرما رہے ہیں اور  
 جناب محمید تحریر فرمائی میں یہ ہے کہ نزدیک امامت مشروط بشرائط ثلثہ الفرض و عصمت و اولیائت  
 اور المہنت ان شرائط کو شرط خلافت نہیں مانتی بلکہ بطور خود چند اصول وضع کرے میں جن سے ان کی  
 نزدیک خلافت متحقق ہوتی ہے اور اذنان اصول موضوعہ کا محض خلافت خلفائے ثلاثہ متنازعہ فیہا کا  
 دفع ہر اور یہ ایک قسم کا مصداقہ علی المطلب ہے انتہی۔ منہ نے اس پر بن جہنم عرض کیا کہ  
 جبکہ خلافت خلفائے ثلاثہ کے کتاب اللہ و شہادات ائمہ سے ثابت و واقع ہے تو اہل سنت کو اس کی  
 اثبات کو ایسی دلیل دینا چاہیے کہ کچھ ضرورت نہیں لیکن ظاہر ہے کہ خلافت کچھ خلافت خلفائے ثلاثہ میں ہے  
 شخص نہیں ہے اور اگر یہ لفظ خلفاء بمعنی ثلثہ نہ تھا تو ہم بقرینہ سیاق عبارت خلافت متنازعہ  
 نہ ہا ہی مفہوم ہوتے تھے اور ظاہر ہے کہ بعد خلافت تہائی مخصوصہ راشدہ کی دوسری خلافت کو  
 اصول کے ضرورت تھی جو بہ خلافت تہا راشدہ حق ہو کر اور ان کا ثبوت کتاب اللہ سے ہوا اور ائمہ  
 انکی حقیقت کی نسبت شہادات فرمائی توجہ اصول پر بہ خلافت تہا راشدہ واقع ہوئی میں وہ پہل  
 لاجی احسن ہو کر اور جو خلافت لون اصول کے مطابق واقع ہوئی۔ وہ ہی حق متفقہ ہو کر جس پر  
 یہ فرمانا کہ اس قول سے معلوم ہوا کہ خلافت راشدہ کر لینی سوائے کتاب اللہ و شہادات ائمہ کے کسی

اصول و شروط میں تو آپ کا یہ فرمانا کہ اہل سنت کو وضع اصول کی کچھ ضرورت نہیں کیونکہ صحیح عقیم  
 فہم مطلب عبارت سے ناشی نہیں تو کیا ہی کیونکہ اولاً اس کلام سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ مجیب کے کتاب  
 و شہادات کو ہی اصول قرار دیا ہے حالانکہ یہ غلط ہے کیونکہ عبارت تحریر سابقہ سے صاف واضح ہے کہ  
 اسکا اصول سے وہ قواعد کلیہ مراد ہیں جو اپنی جزئیات پر منطبق ہوں مثلاً یا کسی شخص پر عداوت اسکی کتاب  
 و شہادات پر اس امر کا اطلاق نہیں ہو سکتا کہ یہ وہ اصول ہیں جو بطور خود وضع کیے ہیں جسکا  
 الزام لگایا گیا تھا۔ ثانیاً مینی یہ عرض کیا تھا کہ خلافت تہا سے متنازعہ فیہا کے لیے وضع اصول  
 کی ضرورت نہیں لیکن جو اصول کہ ان سے مستنبط ہیں وہ اصول وقوع و صلوح کے لیے معتبر  
 ہیں اور اس سے ہر ایک کو کی جابجہ سمجھ سکتا ہے کہ اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ وہ اصول مستنبط جو  
 خلافت تہا سے متنازعہ فیہا سے پیدا ہوئی ہیں اپنی ہی صلوح وقوع کے لیے معتبر نہ ہوں گی اگر انکا اعتنا  
 ہوگا تو آئندہ کی لیے ہوگا۔ لیکن ہماری محیب لبیب اپنی کمال دشمنی سے یہ سمجھ کر  
 کہ گویا لفظ صلوح وقوع کا مضاف الیہ نہ ہو وہی خلافت تہا سے متنازعہ فیہا مراد ہیں اور غلط  
 سمجھ کر اعتراض فرمادیا۔ ثالثاً حضرت مجیب نے اپنی کثیف و ان اصول کا الزام لگایا تھا جو بدعت  
 شرعیہ کی بھڑائی نفسانی از خود وضع کیے جاوین اور بندہ کہترین نے ان ہی اصول موضوعہ کا  
 انکار نسبت خلافت تہا سے متنازعہ فیہا کیا ہے تو اب اس اعتراض میں جواب دیتے ہیں کہ ہمارے محیب  
 اپنی اصل قید کو فراموش فرما گئی ہیں جو متعلق انبات اصول کی دھمک دیتی ہیں۔ اور یہ تمام تشکو  
 او سوقت تک ہے کہ ہم جناب محیب کی خاطر سے تسلیم کر لیں کہ ازالہ اختلاف کا مطلب جو ہماری محیب  
 سمجھا ہے وہ صحیح ہی اور نہ فی الحقیقت اگر وہ کہہ سکا کہ تو ہماری محیب اصل مطلب ازالہ اختلاف تک ہے  
 نہیں پوچھی کہ یہ اصول اور اہل علم و اصناف سے پوچھیں بندہ نے ہی ایجابات سابقہ میں اس کو سمجھا دیا  
 بیان کیا ہے۔ قولہ بعد از ان وقت کہ وہ اصول و شروط مفصل بیان نہ ہوں اور دلائل خارجی سے  
 ثابت کیے جائیں یہ کہہ سکتا کہ جن اصول و شروط پر واقع ہو کی ہی اہل سنت کے نزدیک ہی اصل  
 صلوح وقوع کے لیے معتبر ہیں مصداقہ علم المعلوم ہے اقول سبحان اللہ حضرت مجیب

منافقہ دالی جنم ہی کیوں جناب میر صاحب ذرا سوچ کر فرمائی تو یہی کہ مصداقہ علی المثلوب کی کہتے ہیں اور بیان مصداقہ علی المثلوب کیونکہ لازم آتا ہے **قولہ** اور نیز اس تکرار سے بظاہر کوئی نایہ معلوم نہیں ہوتا۔ **اقول** جناب میر صاحب گستاخی معاف ذرا تو انصاف کر آجکین کہو لکھ دیجیے ورنہ کسی دوسرے سے پوچھی کہ یہ تکرار اس پر یا نہیں پہلے ہی ہو فرمائی کہ تکرار کیوں نہیں تعجب ہے کہ جناب اپنی تکرارات بیفائدہ نہیں دیکھتے جو کہ بندہ بنظر اغماض رسامحت ظلم انداز کر آیا ہے نفض خلاف کی مشوری۔ مگر جلالی کی دیکھی فلیت است جناب امیر۔ جناب امیر کی کچھ نہیں حضرت میں مشغول۔ ابتلا رنج والہ میں کیلکات پوچھا و عجب سرٹا یہ سب امور اور علاوہ اگر بہت سی امور جو اسی ایک صفحہ میں مذکور ہیں قطع نظر تکرارات نام کتاب سے اگر یہ تکرار بیفائدہ نہیں تو کیا ہے اب انصاف ہے سوچ کر دیجیے اور فرمائی کہ تکرار بیفائدہ اسکو کہنی میں جو آپ کے عبارات میں موجود ہے یا اسکو کہتی ہیں جو آپ نے بندہ کی عبارت میں پیدا کیا **قولہ** فان لفظان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جس خلافت کا ذکر حضرت نے پہلے کیا ہے وہ خلافت راشدہ نہیں۔ **اقول** عبارت کا مضمون سمجھنا یہ خاص آگاہی حصہ ہے انیک خلافت کا ذکر پہلے اس طرح اس عبارت میں کر چکا ہوں (ورنہ جبکہ ثبوت خلافت خلفائے راشدہ کتاب اللہ و شہادات ائمہ سے واقع ہے تو اصل سنت کو وضع اصول کی کچھ ضرورت نہیں ہے) اور مرکیب ذکی و بلید اس عبارت کو کچھ سمجھ سکتا ہے کہ جو خلافت کتاب اللہ و شہادات ائمہ سے ثابت ہوگی وہ کیونکر راشدہ ہوگی خلافت راشدہ ہونا تاہی اختیار ہے جب کو چاہا راشدہ کہہ یا جسکو چاہا اور سلطنت کہہ یا کتاب اللہ کر سنی نہ ائمہ کی عرض نہ یہ مضمون ہمارے مجھے خوب سمجھا لیکن یہ کچھ نئی بات نہیں حضرت مجیب اللہ کا بظاہر ہمیشہ کتاب سنت کو مضامین ایسی کہ سمجھ چلی آتے ہیں یا بندہ اول بار وہ کسرت فی الاسلام **قولہ** اور واقعہ میں ہی یہی بات ہے **اقول** جو خلافت کو کتاب اللہ اور شہادات ائمہ سے ثابت ہو اسکو خلافت راشدہ نہ اعتقاد کرنا ہمارے مجیب جیسی منصف کا کام ہے پس یہ محض ہمارے جناب مجیب کے ظن میں ہے نہ واقعہ میں **قولہ** حضرت کا یہ فرمانا



الدین و خلافت الشافعی حساب فاما متجانس و تاجیر کذب و شیخ زمان - تو اس روایت میں ہوتا  
 کوہی کہ یہ بخیر ازوایہی کا نام کہ کیا راہی چونکہ اس وقت نقل راہت سے مقصود اسی قدر ہی پہلی اس حدت  
 تریف کر فیسلیں فواید کسی دوسری وقت پر منحصر کرتا ہوں تاہذا عموا لائمہ کا خلفا راشدین ہونا یہ ہے  
 اپنی ہی سمات سے ذکر فرمایا ہم چھت نہیں ہو سکتا کیونکہ اس بنا پر فاسد برہنی ہی - رابعا اگر حضرت ہر دو ہوں  
 خلفا و غیر مسلم جس سے دریافت کیجیگا آپکو تہا ادیکار جب خلفا اور ائمہ باہم متقابل مناظر میں کر رہے ہیں  
 تو ائمہ سے ائمہ اہل بیت مراد ہونگے اور خلفا سے خلفا ائمہ تو یہ ہے خلفا اور از قبیل ہمارے فاسد علی الفاسد  
 ثابت اگر ائمہ خود خلفا راشدین ہیں اور خلفا راشدین ائمہ ہیں تو ہم کب کہتے ہیں کہ وہ اپنی سوا  
 کسی خلافت راشدہ پر شہادت دیتے ہیں بلکہ بعضہم بعض شہادت دیتی ہیں اور اسکو کوئی انہ  
 نہیں پس اپنی سوائی کیسی خلافت پر شہادت کے معنی دریافت کرنا بالکل لغو اور بے نتیجہ  
 سادسا یہ فرمانا کہ اگر وہ ہیں تو خود خلفا راشدین ہیں الخ نے کب مسلم ہی لیکن قبضہ  
 محض ایک وجودی حکم پر دلالت کرتا ہے اس سے نفی غیر کی سمجھنا سراسر غلط ہے پس عبارت ہر کے  
 معنی بلا غبار ظاہرین بابائیں سنی اگر جن حضرات کے امامت کی تم معتقد ہو اور انہیں کی شہادت  
 سے خلفا ائمہ کی خلافت راشدہ ثابت ہوتی ہے یا یہ کہ جو متفق علیہم امام فی الدین ہیں انکو شہادت  
 ثابت ہونا ہے کہ خلافت ہتما شیعہ راشدہ ہیں یا یہ کہ وہ ائمہ حلی خلافت و امامت اپنی زمانہ میں راشدہ  
 متفق علیہ سنی شہادات ثابت کرتے ہیں کہ خلافت ہتما شیعہ سابقہ خلافتین راشدہ میں اور ان  
 پر توجہات میں کچھ خلل نہیں پس اگر اب یہی آپ سمجھیں اور ہٹ دھرمی کریں تو خدا سمجھو  
**قولہ** اور ثبوت کتاب اللہ اور شہادات ائمہ کا جواب یہ کہ اگر چہ اسی **اقول** اس کا جواب  
 اگر اب یہی دہین دہندہ فرمایا جی **قال النضر الحبيب** - قولہ بخلاف حضرات شیعہ کہ  
 کا ذکر اصول ثبوت وجودیکہ دلائل شرعیہ سے ثابت نہیں سئلہ مذکور میں بالغویۃ دل یا آخرین لان اشی  
 از ثبوت ثبوت بلو لائمہ تو لزوم مصداقہ علی الملک علی الملک اصل ثابت بالکل باطل ہے - اقول - اصول ثبوت

نسبت آپکا یہ کہنا کہ دلائل شرعیہ سے ثابت نہیں دعویٰ بلا دلیل ہے اگر کوئی دلیل تحریر فرماتے تو عرض  
 کیا جاتا۔ **بقول العبد الفقیر الی مولائہ** سبحان اللہ ہمارے مجیب بلیب باری میں  
 اودار مناظرہ دانی اول خود ہی اپنی تحریر سابقہ میں اپنی اصول ثانیہ کی نسبت اپنی خلاف منصب دلیل  
 دعویٰ فرمایا کہ ہمارے شرائط ثلثہ دلائل عقلیہ و نقلیہ سے ثابت ہیں اور جب مانع ہے اسکی ثبوت کو  
 منع کیا تو اولیٰ اوس سے اسکی منع پر دلیل کے طالب ہوتی ہیں اور یہ خیال نہیں فرماتے کہ ہمارا  
 منصب کیا ہے اور اوسکا منصب کیا ہے نہ منصب ہی کی خبر ہے نہ حضرت کو یہ معلوم کہ دعویٰ کسکو  
 کہتے ہیں اور منع کیا چیز ہے اور دلیل کا محتاج کون ہے اور کون نہیں ہے اس پر یہ کچھ لین و تراش  
**قولہ** ہون اسو امر عصمت کے دو شرط ہیں یعنی فضیلت خلفاء مولف کے حضرات اہل سنت ہے  
 قائل ہیں اگر شیعہ کے اصول ثلثہ دلائل شرعیہ سے ثابت نہیں تو حضرات ان شرطوں کو کون دلائل سے ثابت  
 کرتے ہیں۔ **اقول** یہ وہی غلطی ہے جو بارہ ہمارے مجیب بلیب سے سرزد ہوئی ہے اور مقیم  
 کہ حکم میں ادراک ہی ہم متنبہ کرتے ہیں کہ حضرت یہ آپ غلط سمجھ رہی ہیں اہل سنت سرگزبان  
 شرط کو شرط نہیں جانتی آپ وجود کو شرط سمجھ رہی ہیں جو شرط اس غلطی کا ہی حالانکہ  
 بدانتہہ وجود اور بشرطین ہوں جب یہ جو اطفال مدبر یہی غلطی ہوگا **قولہ** یہ کب ہو سکتا ہے  
 کہ اہل سنت غیر شرعیہ دلائل سے کسی امر کی قائل ہوں۔ **اقول** بیشک آپ یہ صحیح درست فرمایا  
 یہ ہرگز ممکن نہیں کہ اہل سنت کسی امر کی باقیام دلائل شرعیہ قائل ہوں اور یہاں تک تم تک بشرط ہیں کہ انکی  
 توحین و بیج ہی شرعی ہے و لکن بحمدہ و بفضلہ ما شہدت بہ الاعداء **قولہ** کو خلاف ہے کہ کوئی  
 دلیل شرعی قائم ہو **اقول** کیون حضرت اسے کیا کہتے ہیں پس اپنی پہلی حالت پر آگئی اسی حضرت  
 کیا آگے نزدیک کتاب اللہ دلیل شرعی نہیں لیکن اس سلسلہ میں تو آپ اسکی قطعیت کی اعتراف فرماتے  
 ہیں گو آپ کا غلط کو خلاف ہو چنانچہ اوس موقع پر انشاء اللہ ہم اسکو ثابت کریں گے نہ خلاف  
 ارہ میں کیون قابل قبول نہیں اگر اللہ عز و جل تقیہ کچھ نہیں فرمایا ہو تو حق تعالیٰ کے شاہد نہ تو تقیہ نہیں  
 یا ہوگا ذرا اوسکو باطل صادق دیکھیں اور اپنی غلطی کی تاویلات کو اسکی تہہ نیز ان مضامین میں

تو یہ تو معلوم ہو جائیگا کہ اہل سنت بلا دلیل شرعی خلافت کے قابل ہو کر میں باید دلائل دلوں اہل بدعت  
 سے تار۔ **قول** چو کہ دور کا ذکر اپنے بالا جمال کیا ہے مجھ سے جواب یہی گذارش کہ حضرت اکی  
 کتب غنائہ وغیرہ سے یہ ہر شے شرائط خصوصاً چھٹے دو شرطین یعنی فضیلت و نفس تو ضرور  
 ثابت ہیں مگر ہمارے مفاد میں انہی انکار ہی چنانکہ انشاء اللہ تعالیٰ دلائل شرائط میں انکار ذکر کی قطع  
 تفصیل سے آئیگا۔ مگر یہاں اس پر گذارش ہے کہ اگرچہ آپ امامت میں ان شرائط کے منکر ہیں مگر  
 نبوت میں تو ضرور جو قابل ہو کر جو جواب آپ وہاں فرادین۔ وہی جواب ہماری طرف سے امامت میں کہنا  
 نبوت ہی قبول فرمائیے۔ **اقول** یہ غلطی وہ ہے جس پر بار امامت کیا جا چکا ہے کہ امامت کے  
 سنت تسلیم شرائط فضیلت و نفس کا معنی محض ایک خفیف التباس پر ہے جو ادنیٰ طلبہ پر ہی  
 واضح ہو سکتا ہے باقی رہا لزوم دور کے جواب میں جو بطور الزام ارشاد ہوا ہے کہ امامت شرائط  
 ثلثہ کے اگر امامت میں منکر ہیں تو نبوت میں تو ضرور قابل ہو کر جو جواب اس دور کا دیکھی وہی جواب  
 ہماری طرف سے یہاں قبول کریں اس الزام کا مدحض اس گمان پر ہماری محبت سے کہ جو دور  
 کہ نبوت فرماتے ہیں (مگر نبوت نبوت میں تو ضرور قابل ہو کر) اول جا یہ ہے کہ شرائط ثلثہ کا ہر شے  
 اہل سنت کے نزدیک ثابت فرامی ہو بعد اسکے الزام دیتی اب یہی اگر کچھ ہوتا اور خیال ہو تو بسم اللہ لیکن پہلے  
 اس ہر شے شرائط اور لزوم میں تعارض اور امتیاز کے بعد لین سمجھنا اگر نبوت مثلاً نفس پر موقوف ہوا اور  
 نفس موقوف نبوت پر تو لگبندہ دور لازم آدی لیکن ہم کہتے ہیں کہ نبوت کا موقوف محض اعتبار اور صفا  
 حدادندی ہوا اور ظہور اس کا موقوف موجودات پر ہے نہ نفس پر چنانکہ شرائط ثلثہ امامت کے اگر امامت  
 موقوف نفس پر اور نفس موقوف عصمت و فضیلت پر اور عصمت و فضیلت موقوف امامت پر تو امامت  
 اپنے نفس پر موقوف ہوئی اور یہ ہر دور ہی قطع نظر اس سے ان ہر شرائط ثلثہ میں جو دوسری خرابی  
 اب ہر کے تفریر سے لازم آئی وہ بھی ملاحظہ فرما لیجئے وہ یہ کہ اگرچہ امامت کو ثانی نبوت قرار دیا  
 تو محالہ یہہے شرائط ثلثہ امامت نبوت کے یہی شرائط ہونگی۔ تو ہم ایک قیاس بنائیگا جو کما کبر حق فضیلت  
 کلیہ ہو گا جو آپ اپنی تحریر میں میں تحریر کرتے ہیں وہ بہرہ کہ (جس میں یہہے شرائط متحقق ہوں)

وہ امام خلق و نائب رسول ہے (قیاس سے خارج ہوگا۔) الرسول یوجد فیہ ہذا الشرائط  
وکل من یوجد فیہ ہذا الشرائط ہو امام و نائب عن الرسول ینتج الرسول نائب  
عن الرسول اور یہی بدیہی البطلان ہے اور لزم تقویٰ کے جواب میں تو آپ طرح ہی دیکھیں معلوم  
ہوتا ہے کہ شاید سمجھ ہی نہیں اور نہ انہی نبوت کی معارضہ فاسدہ سے ثالثی قولہ اور لزم مصادر  
علی المطلوب آپ کی یہی کہ قول سے ثابت ہے اقول اسی جناب گستاخی معاف پہلے آپ  
مصابہ علی المطلوب کے تعریف سے کہیں اور کی بعد اعتراض کچھ اسکا کیا علاج کہ آپ یہ بھی نہیں  
جانتے کہ مصادر علی المطلوب کسکو کہتے ہیں یہ آپ کا مدار کافی ہوگا کہ میں محض فارسی ہوں قال  
الفاضل الحبيب - قولہ - پس اگر جناب مخاطب کو اصل اختلاف میں بحث منظور نہ  
تو اصل صحابہ ضعیفہ نہ ہم کے ایمان و فضائل میں بحث شروع کی ہوتی جو آخر منہج بہ بحث اہل  
ہوتی۔ اقول - مجھ کو کسی اختلاف میں خواہ اصل ہو خواہ فروع بحث کی ضرورت نہ تھی کیونکہ کتب  
منظرہ فریقین موجود ہیں اور ائمہ میں ہر قسم کی بحث لاکھ ہے منصف و حق کے طالب کے لیے کافی ہے  
صرف بیاض خاطر غریب عنایت فرمائی دلی جنکا حال شروع میں تحریر ہوا ہے وہاں لکھا گیا اور جو کہ بیان کیا گیا  
جائے گا محض ان کے خاطر سے ہوگا میقول العبد الفقیر الی مولانا الغنی - اسی جناب - آپ  
اصل نہ سوال ہی نہیں سمجھ آئے اپنی سوال میں تفسیر فرمایا ہے (فرقہ اہل سنت و عجم  
و مشیخہ اشاعہ و غیر میں اگرچہ اصول و فروع عاہیت سے اختلاف میں مگر بہت بڑی محالفت اختلاف  
میں ہے) تو اس میں جناب کے گویا ہر فرمایا ہے کہ علت تخصیص با بحث مسئلہ خلافت کے  
اور کما غشیت ہے بندہ نے اس پر یہ عرض کیا کہ اگر یہی علت ہے تو اصل سے نزاع معلوم  
صحابہ سے اس پر جناب اپنی ضرورت کا قصہ لے دوڑی بندہ نے کب آپ کی ضرورت کا اثبات کیا  
جو آپ سے تبرہ کی تھی شمر فرمائی شروع کی اور منہج نامہ کہ اصل غرض تحریر سوال سے باہر  
خاص سیر عنایت فرمائی دلی تھی لیکن یہ تو جناب کے تحریر نہیں فرمایا کہ اصل فراموش اور یہ ہے  
ہی کہ مسئلہ امت میں ہر سوال ایک جائے ہو بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کا مدعا یہ ہے کہ کسی



سکھ میں بحث شروع ہو جاتی کیونکہ وہ خود چند ان اس ملک سے مانت نہیں تھے لیکن یہ بتیہ  
 چنانچہ بطور خود مناسب سمجھ کر فرمائی سو یہ حضرت دراپس خاطر عزیز کا بھی بجا نہیں **قول**  
 پہلے گذارش ہوا کہ اصل اختلاف ماخذ مسائل دین ہے یہ محض فضائل بعض صحابہ **اقول**  
 اسی جگہ یہ بھی عرض ہو چکا ہے کہ اس اصل کے اصل بھر وہ ہی سالہ صحابہ ہی کیونکہ انکی ماضیت  
 اور ہم ماخذ تیرا اعتبار اداں اوصاف کے ہے جنہیں فریقین اہلسنت و طبعہ باسم مختلف ہیں۔  
**قول** حضرت نے بیان محض لفظ صحابہ تحریر فرمایا جس سے سمجھا جائے کہ شیعہ کل صحابہ کے فضائل  
 و ایان میں گفت گور کہتی ہیں عا شا و کلام یہ سرگز نہیں کہ کل صحابہ کے فضائل کے مست کہ ہوں  
 یا کل کے ایمان میں کلام ہو سکتا بعض کے فضائل وغیرہ کی نسبت بہت گفتگو ہے۔ اور یہ حرف دل حق  
 ہے نہیں کہتے بلکہ حضرات اہلسنت کا بھی یہی حال ہے جیسا کہ پہلی بات کیا گیا ہے کہ کل صحابہ کے  
 فضائل کے یہ حضرات ہی قائل نہیں۔ **اقول** شروع سالہ میں کچھ تفصیل کے ساتھ  
 بیان کیا جا چکا ہے کہ علمائے شیعہ کل صحابہ کے فضائل و ایان میں گفت گور بعض کے اور کچھ کی بات  
 کیا گیا ہے کہ حضرات شیعہ علی الخصوص ہمارے محبوب کو نام صحابہ کے فضائل و ایان میں گفت گور کیونکہ  
 انکو نزدیک عصمت خلافت کرتے ہیں اور صحابہ میں سے ہر اتفاق کو کی معصوم نہیں اور حضرت صلی اللہ  
 علیہ وسلم کے سامنے سب صحابہ سوائے سائے بن خشرہ یوم احد جنگ سے فرار کر چکی اور بعد انتقال حضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم کے سب صحابہ سوائے مقداد کے حسب روایات طائفہ مذکورہ سابقہ مرتد ہو چکے تو انکو  
 وہ کوئی صحابہ ہیں جبکہ ایمان اور کچھ فضائل و محاسن میں اور بعض مجال اگر پانچ چار بلکہ دس تیس ہیں  
 ہوئی تو انکو ان کے شمار میں کرتے اور میں مجسوم ہونگے باقی اہل سنت کی نسبت یہ الزام کہہ ہی کل  
 صحابہ کے فضائل کے قائل نہیں محض دیکھو کہ وہی اور اقرار ہے اہلسنت کے نزدیک تو کوئی دل امت  
 صحابی کے رتبہ کو بھی نہیں پہونچ سکتا مگر یہ بھی عصمت صحابہ میں نہیں پہونچ سکتا بلکہ اہلسنت  
 صحابہ کی خدایا انکو مذمت کے واسطے بیان کرنا بالکل بے سود ہوگا اہلسنت کو باوجودیکہ انکی فضائل کا  
 اعتراف ہے انکی عصمت تم نہیں تو انکو یہ روایات کچھ مضر نہیں **قول** فضائل اکبریت بعض

ایک خاتم الحشین صاحب حیانت و اثر افساد پیشہ و مردودان جناب الہی تحریر فرماتے ہیں۔

**اقول** بحول اللہ وقوتہ اسکا مفصل جواب اجاث سابقہ میں پہلے ہی حضرت محبت بڑی

شہید سی یہ اعتراض فرمایا ہے کہ تحریر ہو چکا ہے حاجت نکار و اعادہ نہیں مگر اس قدر گزارش ہے کہ اگر

بالقرض یہ کلمات الزام نہیں لکھے تاہم یہ کہنا کہ صحابہ کو مردودان جناب الہی لکھتے ہیں محض ایک

انتہا اور بہتان ہے۔ **قولہ** ان اگر ان امور میں خلفائے ثلاثہ کی بابت تحریر فرمائی تو مضائقہ نہ تھا

کل صحابہ کے فضائل کے نہ آپ قائل ہیں یہ ہم **اقول** اگر آپ کو ادولما شیخ کو صرف خلفائے ثلاثہ نہ لکھی

فضائل و ایمان میں گفتگو ہوتی تو بیشک کچھ فضائل لکھ نہ تھا کہ خلفائے ثلاثہ کے ہی بابت تحریر کیجئے

لیکن آپ کو تو حسب ادایات کافی وغیرہ سواری چند جہاز یا چھ صحابہ کے سبھی فضائل و ایمان میں گفتگو ہو

معینا آپ ہی اگر سواری خلفائے ثلاثہ کے باقی صحابہ کے فضائل و ایمان کو آپ سلیم فرمائیں تو ہم صرف

معاذہ خلفائے ثلاثہ ہی پیش کرینگے اور جبکہ آپ کو ہزاروں بلکہ لاکھوں صحابہ کے فضائل و ایمان میں کلام ہو

تو یہ خصوصیت خلفائے ثلاثہ بالکل بیجا ہوگی اور سوقت عام طور پر بحث ہوگی جس میں خلفائے ثلاثہ ہی فضائل

ہونگے باقی رہے یہ کہ اہلسنت کی طرف یہ نسبت کرنا کہ کل صحابہ کی فضائل کے قائل نہیں محض کذب و افتراء ہے

نشا اس غلطی کا یہ ہے کہ فضائل کو مذہب و عصمت تصور کر رہا ہے اور یہ سراسر غلط ہے **قولہ**

و نیز یہ بحث ہے آپ کو قول کے موافق بالآخر منہ پر بحث امامت ہی ہوتی سو خیر منہ ہی اول ہی شروع کر دی

اب آپ کا اختیار ہے۔ **اقول** افسوس کہ اعتراض کہہ رہے ہیں کچھ سچہ ہے میں سوال الہامی

جواب اولیٰ ایمان۔ تاہم جو کچھ ہوا ہے جو بحث شروع فرمائی وہ خواہ علت بدایت کے موافق ہو یا مخالفت

آپ نے بہت اچھا کیا۔ آفرین اور جہا اصل غرض یہ ہے کہ غلبت کچھ بیان کی اور بحث کچھ شروع کی

تو یہ بدعہم خود اس خاص بحث میں دونوں کچھ زیادہ ہوگا ورنہ ہمارے طرف سے تو جو بحث چاہیے شروع

کبھی ہم خود کیا دعویٰ کریں جناب کو خود معلوم ہو رہیگا۔ **قال الفاضل المحیب**

**قولہ**۔ لیکن جناب مخاطب کو شاید مسئلہ امامت میں زیادہ دعویٰ ہے اور اس کی بحث پر دونوں

دانتہا ہوگا اسلیٰ ازل سے کیونکہ جیسا کہ - اقول - مسند مختلف فیہ میں دعویٰ اور فون و اعتقاد ہوگا  
 مسند کی خصوصیت نہیں - **یقول العبد الفقیر الی مولانا الغنی** - حضرت مجتبیٰ  
 دعویٰ اور فون و اعتقاد کا حال سیفہ و بجات گذشتہ میں اہل انصاف و عدل پر مشکاف ہو چکا ہے  
 اور ہر مسند و امیدہ پہل جا گیا لیکن نتیجہ یہ ہے کہ باوجود محض فارسی خوانی کے یہ اعتقاد و فون  
 کس راہ سے آیا اور مرتبہ جن اہل فہم کا کیونکہ محض مولانا جہانگیر کے تفسیر کو دیکھنی میں اس کے  
 تو صرف یہ سب دوسرا ہے کہ یہ محض دعویٰ ہی دعویٰ ہے - اور کیا عجب ہے کہ یہ سب یہ بعض  
 اوقات میں آدمی کو غلط کر رہی اعتقاد اور فون ہو جاتا ہوگا جیسے کہ بعض بیوقوفانہ پر آپ کو دیکھنا  
 تصور کر لیں کہ میں اور بعض جاہل اپنی زعم میں عالم میں بہت ہیں آخر آپ کو معلوم ہوگا کہ علیٰ ایک  
 قسم یقین کا جہل رکب ہی تو قرار دیا ہے جو اعتقاد و جازم خلاف واقع کا نام ہے - **قول**  
 مگر چونکہ اس سائن میں پہلی سے گفتگو تھی جیسا کہ گذارش ہوا اور واقعی یہ ہے کہ ہم سب سناہم تھا  
 اسلیٰ کہ جو جیسا کہ **اقول** یہ عذر جانا ہے اسے تحریر میں نہ لایا اگر اصل میں  
 اسکو ظاہر فرماتے تو کچھ گھٹ گونہ تھی - باقی اہمیت متنازعہ نہیں اس سب کے جواب ثابت کہ  
 نسکی اور جو کچھ ثابت فرمایا وہ غیبہ و عانیہ میں تو محض اہمیت مسند میں جبکہ دعویٰ اس  
 عبارت میں کیا گیا ہے بالکل غلط اور دعویٰ بلا دلیل ہے - **قال الفاضل المحبیب**  
 قولہ - ہں پاس خاطر منظور کر کے گذارش کرتے ہیں - جناب مخاطب مدعی میں کہ شرط نمائندہ  
 یعنی نفس و عصمت و فضیلت و لائل عقیدہ و قلبیہ سے ثابت میں تو اول جناب کو لازم ہے کہ تعریف  
 است کی فراہم اور بعد اس شرط نمائندہ میں سے ہر ایک کی تعریف کر کے ہر ایک کو لائل نمائندہ  
 سے ثابت فرادین - اقول - پہلی اس غیبت کا شکریہ ادا کرنا ہوں **یقول العبد الفقیر**  
 الی مولانا حضرت نسیم **قولہ** کہ محب کو امید ہے کہ بفضل الہی آپ اس سب اور سبہ نہ لائے  
 کی تعریف بخوبی جانتی ہوں مگر بے خیال میری اس قول (اور انہی اصول خلاف جہانگیر) میں  
 انکی تعریف نہ لائے بلکہ انکی منقلب کرنے کے لیے ایسا تحریر فرمایا **اقول** میں جانتا ہوں

خواہ نہیں جانتا آپ سے دریافت کر نہیں کیا حرج ہی اگر میں جانتا ہوں تو یہ کیا ضرور ہے کہ آپ  
 اسکی موافق ہی ہوں معذرا کیا آپکو جمیع مسائل میں دُشوک و اعتقاد ہی اور حق الیقین کا مرتبہ  
 حاصل کر لیا ہے تو محض پوچھنی ہی پر منتقل کرنے کی ڈرتے کیوں گہرانی میں اور آپ ندیدہ  
 موزہ کٹیدہ کیوں ہوتی جاتے ہیں مگر تعجب یہ ہے کہ یہاں تو بندہ کو علم کی ایسی معتقد ہو کر  
 کہ یہ امر خود بخود تسلیم کر لیا کہ میں امامت اور اسکی شرائط کی تعریف بخوبی جانتا ہوں چکا اور سچا امامت  
 فرد میں ہونے پر مبنی مولوی حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے وہ ان کیوں اس پر ناخوش  
 ہوئی کہ میری جانتی کو ہی بے علمی سے تعبیر کیا **قولہ** افسوس کہ جناب میری عرض قبول  
 نقرائی میں آپکی ارشاد کی تعمیل سے چشم کرتا ہوں متوجہ ہو جی۔ **قولہ** جناب کا ارشاد  
 در موقع دے محل تھا اسلیں کہ مدعی ہو کر اپنی مدعا کی اثبات سے گریز و اعراض کرنا اور دوسرے نسخہ  
 مطالبہ اثبات معتقد اہم کرنا بے محل ہے اسلیں جناب سے اول مطالبہ کیا گیا جب جناب باخبر  
 احب سے سبکدوش ہو جائیگی اور اپنی دعویٰ کو ختم پر ثابت فرماوینگے تو بے وقت و سوقت جناب  
 تحقیق مطالبہ دلیل ہو گا و ورنہ خط القیاد۔ باقی رہا بندہ کی گزارش قبول فرمانا گو جناب نے  
 اپنا ذمہ ہی وجوب سے بر غم خود فارغ کیا ہوا ورنے تحقیقت صحیح ہو یا نہ ہوا کساندہ ممنون  
 عنایات ہے **قولہ** امامت کی تعریف یہ ہے کہ دین و دنیا کے جمیع امور میں نیابت پیغمبر سے  
 کل امت کا مقتدا و پیشوا ہونا عصمت ایسی حالت ہے کہ خداوند تعالیٰ کے لطف  
 و عنایات سے کسی شخص میں ثابت ہو کہ اس حالت کے سبب سے باوجود قدرت کہ بہی ہو گئی  
 کی خواہش و رغبت اس شخص سے منتفی ہو جاوے۔ نص سے یہ غرض ہے کہ خدا اور رسول سے منہ  
 حکم اسکی امامت کہ بات صادر ہو۔ انصافیت کے یہ معنی ہیں کہ کل امت سے جسکا امام موصوفات  
 حمیدہ و اخلاق ستودہ میں افضل ہو **قولہ** یہ تعریفات بوجہ حیدر محل بحث میں اولاً  
 یہ کہ امامت کی جو تعریف فرمائی ہے یہ تعریف قطع نظر اس سے کہ حقیقی ہے یا لفظی یہ تعریف ثانیہ  
 ہے یا اصطلاحی اگر اول سے توجہ محل اندیز غلط کیونکہ باعتبار لغت کے اس لفظ کے یہ معنی پائی

ہی نہیں جاتے اور اگر ثانی ہے تو اصطلاح شرعی یا غیر شرعی اگر غیر شرعی ہے تو قابل التفات نہیں  
 اور اگر اصطلاح شرعی ہے تو اسان شارع سے اسکا اثبات واجب ہے ورنہ دعویٰ بے دلیل کب  
 قابل سماعت ہے کہ تو متع موار دکلام شارع سے جس مواقع میں یہ لفظ بلا قرینہ اطلاق کیا گیا ہے  
 جو حسب قاعدہ دلیل حقیقت شرعیہ ہونی کے ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیسی محمد و ہر  
 متفق نہیں کیونکہ جامع ہمیں۔ حق تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کی نسبت ارشاد فرمایا۔  
 اِنِّیْ حَاسِبُکَ الْاِسْلَامَ (ادبیر انبیاء) اور ابیاد رکاب میں ارشاد فرمایا۔ وَجَعَلْنَاکُمْ اُمَّةً یُّعَدُّوْنَ لَکُمْ  
 ادبیر ہی ذکر کیا۔ کی امامت باعتبار تعریف مذکور کر صحیح نہیں ہے۔ تاہنا سدا کہ یہ اصطلاح  
 شرعی اور حقیقت شرعیہ ہی تو جب بجایا تو نہ صاف اسکا اطلاق ہوگا یہ ہی معنی مراد ہوگی  
 تو یہ کیا وجہ ہے کہ امام کے قول کو نہیں انتی اور جو کچھ امام علیہ السلام نے نسبت یحییٰ فرمایا  
 ہا امان عا دلان اوہین کیون سننی حقیقی شرعی مراد ہیں لیتی اور کسو سطر تا دیلات بعید  
 اور عقل فرماتے ہیں۔ تا لٹا یہ تعریف انہی ہی نہیں ہے کیونکہ یہ تعریف اول انبیاء پر ہی جاری  
 آئے ہے جو کسی رسول کے بعد اسکی شریعت کے احبار کے واسطے بعد ائد سہا مبعوث ہوئی حالانکہ انبیاء  
 اسل اصطلاح کے انکو امام اور خلیفہ راشد نہیں کہتے۔ رابعاً عصمت کی تعریف حالت کے ساتھ دیا  
 ہے کہ جبکی ثبوت پر مثبت امین اسکی سبب سے عصمت کی غیبت منتفی ہو جائے اور یہ غلط ہے کیونکہ امام  
 مسنین میں بھی بعض اوقات یہہ عالم اجنابت آہی سید ہو جاتی ہے کہ غیبت عصمت اول  
 حاجت سبب سے منتفی ہو جاتی ہے اور اسکا انکار مکارہ ہے حالانکہ آپ اسکو عصمت نہیں لڑا  
 اور تعریف عصمت اس پر صادق آتی ہے ان اگر ملک کے ساتھ تعریف کیجئے تو شاید صحیح ہو  
 کہ اس میں سننی مسوخ کے میں اور حالت میں یعنی تغیر و تبدل کے۔ خامساً لفظ خواش و غیبت سے  
 یہہ معلوم ہوتا ہے کہ بدون غیبت کے مثلاً مسہود انا و اسکی کی حالت میں صدور عصمت جائز ہے  
 حالانکہ آپ اسکی قابل نہیں ہیں۔ سادساً تنقید کی آڑ میں تو حضرات نے کہا یہ بلکہ کفر شرک تک

ہی ائمہ پر ثابت کر دیا جو خواہش و رغبت کرتے ہیں کیونکہ ثقیف حسب تعریف قوم مدنی موافقہ اہل کلا  
 فیما یدینون مدنی تو یہی تو یہ عصمت کس کا نام ہے۔ سبباً الفضلیت کی تعریف میں تو ہمارے محبت  
 رہا سہا اپنا تمام سلم ہی خرچ کر ڈالا اسی حضرت ذرا اس تعریف کو اپنی معرفت پر محمول تو فرمایا اسی  
 ذرا یہ ہی قائل فرما کر دیکھ لیجیے کہ دو صرح لازم آتا ہے یا آپ کا وہ ہی مصداقہ علی الصلوب اور بعد  
 اس مرحلہ کے بعد ہی تحقیق کیجیگا کہ نبی الفضلیت کا صفات حمیدہ و اطلاق ستودہ پر ہی اور مدح  
 بالغضل ہی یا نہ اکثریت نواب اور قرب من اللہ تعالیٰ پر ہی اور غیر مدح الا بالشرع بعد ان سبب  
 اپنی تعریف صحیح قرار دے کر دین جواب کیجیگا کہ چونکہ خوف عیال نہ اسلیم مختصر اعتراضات متبادل بعضہا  
 فی بعض عرض کر دیکر۔ فقہاء اور ان ہر تہہ شرط کی دلائل کے نسبت اگرچہ اس قدر گذارش کا فرمایا  
 کہ جب امت ثانی مرتبہ نبوت پر اور نیابت ہی ہر مدھی پس جو دلائل عصمت انبیاء پر دال ہیں  
 وہی سبب یہاں کچھ تفسیر عصمت ائمہ پر دال ہو کر اور ظن غالب ہے کہ عصمت انبیاء کا یہ قائل ہی ہو گئی  
 افضلیت خلفاء کی آپ معتقد ہیں نص کے باب میں ہی آپ تحریر فرماتے ہیں کہ اہست نص کے  
 علی الاطلاق مستکر نہیں پس اس صورت میں ہمارے ہر تہہ شرط کے دلائل کے بیان کر نیکی جنہاں ضرورت  
 نہ تھی مگر چونکہ آپے پاس خاطر یہ بحث منظور فرمائی ہی سببی اہلی رعایت ہما وہی ضرورت ہی اقول  
 یہ تقریر و تقریب بالکل ناتمام بلکہ غلط ہے اگر ثانی مرتبہ نبوت سے نیابت کی علامہ کوئی دوسرے مرتبہ ہو  
 تو اسکی شرح کرنے چاہیے اور اسکا ثبوت پیش کرنا چاہیے اور اگر نیابت ہی ہر مدھی اور جملہ (نیابت  
 ہی ہر مدھی) مع عطف تفسیری واقع ہے تو مسلم لیکن یہ کہنا کہ جو دلائل عصمت انبیاء پر دال ہو مگر  
 وہی سبب عصمت ائمہ پر دال ہو کر ہر تہہ شرط کیجیگا کہ اسکا مدار اس پر ہے کہ اصل میں جبکہ اوصاف  
 ہو کر وہی فرع میں ہی ہو کر حالانکہ یہ بدلتہ غلط ہے ان اگر فیما میں اوصاف اصل و نائب تہ  
 فرماتے تو صاف نہ تھا اور اگر یہ ہر مدھی کہ بعض اوصاف اصل نائب میں چوتھین و قطع نظر ترجیح بالا  
 مرجع ہے آپ کا قیاس غلط اور باطل ہو گا۔ عصمت انبیاء کا میں قائل ہوں اور اس امت کو احیاء و شرف و تکریم

اور برائی شاعر و مرثیہ نگار اسلام میں نبوت نبوت اعتقاد کرنا ہوں لیکن باوجود اہم اوصاف نبوت کو  
 بنی کے ساتھ مختص سمجھنا ہوں اور اوصاف امام کو اس کے ساتھ۔ اور عصمت کو انم نبوت سے جدا کر دینا  
 پس نبوت عصمت کے لیے امام میں یکساں دلائل کے امت کو معرفت نبوت کا ہونا کافی سمجھنا  
 محض چار وجوہ کے ناجائز تقلید ہے کہ چونکہ یہ بھی غلط اور انجی تسمیہ ثالث وغیرہ کو یہی سدا رہ حق ہو  
 وہ مجالس المؤمنین کے ذکر محمد بن بابویہ قمی میں فرماتے ہیں زیر کہ امام قائم مقام نبوت در جمیع امور  
 کو در اسم نبوت نزول وحی اور اگر زیادہ متبع کیا جاوی تو نزول وحی کا بھی مختصات نبوت سے ہونا  
 باطل ہوگا اپنی امام کلینی کے حدیث ملاحظہ فرمائیے عن السجادة العالیة علیہ السلام قال انما انزلنا  
 وهو الذي يرسل الله اليه الملائكة فيكلمونه صوته ولا يروى الصورة عن خلقه اور کتاب  
 مجتومہ جواتیم الذہب اور مصنف قاطع اگر بطور وحی کے نازل نہیں کی تو کیونکر انجی بہر کیف معلوم ہوا ہو کہ  
 مثلاً یہ خصوصیات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مثلاً نکاح چار سے زائد اور یہ نفس سے نکاح کا ہونا وغیرہ  
 مختص بنسب نبوت کی ہیں نہ نسبت اللہ کے اور بس یہ اصل اگر اور اگر اہل غفلت کی ہر قسم کی ذلیل  
 حق کے اور اپنی مسلمات سے ختم کر الہام دیا یہ آپ عیسیٰ مناظرہ دان ہی کا کام ہے عسلادہ کو یہ  
 محض قیاس ہے جس کو آپ فرمود میں بھی قابل اعتبار نہیں سمجھتے تو معلوم نہیں کہ ایسی کیا مجبور ہو جائیں  
 کہ جس کو بدلت اصول عقائد میں اور تسلیم کر کے استدلال قرار دیا۔ معہذا یہ دلائل اگر دعا کو کیونکر ثابت  
 ہو کہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ دلائل عصمت انبیاء باعتبار اوصاف سے دار کی ہیں کہ یہ  
 انبیاء کی عصمت صرف زائد نبوت میں تسلیم کے گھر میں اور عصمت معتقد علیہا سچی جس کو آپ انبیاء  
 در پی میں وہی جو شعائر و کلمات سے ہوا و کلمہ از جہد تاحد ہو و جس پر عابد آپ یہ دلائل و دلائل  
 میں خصم پرانے صحت لانا بالکل لغو و باطل ہے۔ پس میرا انبیاء کی نسبت عصمت کا قائل ہونا اللہ کے  
 عصمت کو تسلیم نہیں اور آپ کا قیاس مع الفارق اور غلط ہے۔ باقی راہنہ فضائیت  
 سلام سہاروی کے ہر حضرت علی ہر حضرت تہر اور کثرت وہ ہوتا ہے کہ فی کل لڑت خدا از شتہ یہی وہ اس سے ہوتا  
 کہ اور اس کی اور صورت میں کہو۔

ثبوت میں صرف میری اعتقاد و فضیلت کو جو خلفاء کے نسبت ہر کافری سمجھنا اور میری اس قول کو  
مکملتی خیال کرنا کہ اہل سنت علم الاطلاق نفس کے منکر نہیں وہ بدیہی غلط ہے جو ادنیٰ طلبہ ہی نہیں  
اور ہماری علامہ حجب گذشتہ ابحاث میں بہت جگہ گہب چکر میں اور ہم منہ کر چکی ہیں اب اس  
تقریر سے صاف واضح ہو گیا کہ ہماری محجب بسبب کو ہر تہہ شرانہ کے دلائل کے بیان کرنے کی کس قدر  
ضرورت تھی لیکن کیا کریں ہماری پاس خاطر کے رعایت لابد میری ہی سہی جب کوئی دلیل ہم  
نہ پہنچی تو امام رازی کے ہر دو عقین پناہ لی کا حین مناص۔ **قولہ** لہذا گدازش ہے کہ اگرچہ  
دلائل عقلیہ و قلبیہ عصمت امام پیشا میں اور میں سے بہت سی ہماری علماء اگر ہم نے کتب مربوطہ  
کلامیہ میں تحریر فرماتے ہیں مگر بیان صرف اس قدر پر اکتفا کیا جاتا ہے کہ ان کی تحقیق فحاشا ہے ہر اذکار  
لکھا ہے تاکہ آپ کو بھی اعتراض نہ ہو۔ **بیت** خواہی کہ شوخضم تو عاجز و دشمن ہی منہ بکار قول  
پیران کہیں ہضم از سخن تو چون نگر دلدلزم اور اب سخنہائے خود کش لغزم کن۔ **۱۰ قول**  
اسی حضرات اہل انصاف ہماری حضرت مجتبیٰ کے استبداد انصاف کو دیکھنا چاہی کہ اس میدان پر  
میں کس قدر طریق عدل سے منحرف ہے کہ محبت اثبات عصمت ائمہ از مہد تا محمد میں دلائل عصمت  
انبیاء کے جو زمانہ نبوت میں ہر تسلیم کی گئی ہے پیش فرماتے ہیں اسکا نقص محبت گذشتہ  
قول کے تحت میں عرض کر چکا ہوں اور انشا اللہ تعالیٰ ہر دلیل کے ساتھ اس پر حرج قح  
کر کے اس خطا پر متنبہ کر دینا کہ جو ہماری محجب اور ان کی ہم مذہبوں کو واقع ہوئی ہے پہر ہاتھ  
خوبیا کس ناز و افتخار سے رباعی ریب جواب فرماتے ہیں۔ **قولہ** پوشیدہ نہ رہی کہ امام  
فخر الدین رازی صاحب سؤلہ دلیلین عصمت انبیاء سے قائم کی میں کہ وہ سب بغیر سیر  
عصمت ائمہ متین جاری ہیں بنظر اشتقاق و ہمیں سے بعض لکھ جاتے ہیں حضرت فحجب  
تفسیر سیر بلا خطہ فرماتے ہیں۔ امام صاحب موصوف سورہ بقرہ اول رکوع ۴۴ میں ذیل  
قرآن کے **فَاذْكُمَا الشَّيْطَانُ** عصمت انبیاء میں اختلاف نہ اس کے ذکر کے بعد فرماتے ہیں لفظ  
عندنا ان لم یصد عنہم الذنوب الذنوب البکیرۃ ولا الصغیرۃ یدل علیہ وجہ احدی الوصود الذنوب



غم کہ تواتر درجۃ من عصابة الامتہ حذات تہید جانو بیان الملازمة از درجۃ بیت الاخیاء کانت  
 ثانیۃ للجلال و الشرف و کل من یکن کذلک کا مصدر الذنب عنہ الخش الاوی الی قولہ  
 یا شامالی من زات متکن بقا حشۃ لیضا عفا لہا العذاب ضعیفین و المحسن رحم و غیر  
 یتد و حد العبد نصف حد الحرم اما انہ لا یخیر انہ فی اللہ اقل جلال من الامتہ و ذلک  
 بالاجماع انتہی۔ آپ ہی غور فرمایا کہ یہ دلیل بعینہ عصمت امامین ہی جاری ہے کہ انہ کے  
 درجہ ہی بہایت شرف و جلال میں ہیں پس ای گناہ کا صادر ہوا ہی بخش ہوگا اور یہ  
 بات کہ امام کہ است سے کم درجہ ہوا جائز نہیں ہے فضیلت کی بحث سے ظاہر ہے چنانچہ  
 اسکا بیان ہی آگے آئیگا آپ فضیلت خاں کی معتقدین۔ **اقول** یہ دلیل جو امام  
 رازی نے عصمت انبیاء میں وارد کی ہے کہ شیخ عصمت انہ کو مثبت نہیں ہر کسے ہر  
 لوز جوہ محل بحث ہے اولاً ظاہر ہے کہ انہ مطہرین انبیاء اور داخل افراد است ہیں انبیاء  
 جو جلال و شرف انبیاء کو حاصل ہے کہ انہ کو ہونگا کیونکہ بالاجماع ہر نبی اپنی تمام است سے اہل  
 و اشرف ہے کہ اگر جلال و شرف کو کسی مرتبہ میں واقع ہوں تاہم افراد است سے خارج ہیں  
 ہر کسے اور انبیاء کی جلال و شرف کو نہیں پہنچ سکتی تو صدور معصیت اگر منافی ہے تو اس  
 غایت درجہ کے جلال و شرف کو منافی ہے جو صرف انبیاء ہی کو حاصل ہے اور افراد است کو حاصل  
 نہیں ہو سکتا افراد است میں ہے اگر کسی کو فی شرف و جلال حاصل ہو وہ غایت درجہ کا جلال  
 و شرف بدلتہ ہوگا تو صدور معصیت کو بھی منافی ہوگا پس در صورت صدور معصیت مستلزم  
 کو نہی استیلا کہ ہوگا اس میں کیا استحالہ ہے کہ است میں کافر و اعلیٰ فرد سائل ہو جائے۔ ثانیاً اولاً  
 است میں ہے کہ سہمی لیکر عدد اول صلی اداست تک جس قدر افراد و اصناف میں سبکو اپنی مرتبہ  
 کو موافق جلال و شرف حاصل ہے صی مقبولین غایت درجہ جلال و شرف میں واقع ہیں بلکہ اصی  
 مثل ابوبال غایت درجہ شرف جلال میں واقع ہیں ازواج مطہرات میں آپکو نزدیک حضرت  
 ام سلمہ غایت درجہ شرف و جلال میں واقع ہیں البتہ سوا انہ خصوصاً حضرت

بات غلط محسوس نہ کی کہ انہ دلیل کا بدل۔

فاطمہ رضی اللہ عنہا جو آیت تطہیر میں بھی داخل ہیں غایت درجہ شرف و جلال میں واقع ہیں  
 تابعین اہل احسان غایت درجہ شرف و جلال میں واقع ہیں علیٰ القیاس محدثین فقہاء  
 خیار میں صدیقین و حکماء خصوصاً جنکشان میں ہر کوئی انھیں لائق قطعاً انوار اللہ تعالیٰ غایت درجہ  
 شرف و جلال میں واقع ہیں علاوہ ان کے نائب صاحب الزمان جو سنگم عنیت کا رکن ہر  
 جسم تمام دین کا دار مدار ہو گا غایت درجہ شرف و جلال میں واقع ہیں اگر شرف و جلال  
 مطلق مستلزم عصمت ہے تو تمام مذکورین معصوم ہونگے۔ ول یقل بہ احداً اور اگر شرف خاص ہے  
 تو وہ فقط انبیا کا شرف و جلال ہے جو غایت اعلیٰ درجہ کا ہے ائمہ کی شرف و جلال کا مستلزم ائمہ کی  
 دوسری دلیل سے ثابت فرمائی۔ و ذکر فی خط القنادیثا لثانی کا امت سے شرف و اجل  
 و اعلیٰ و فضل ہونا اور اقل حالانہ وہ امام رازی نے باجماع ثابت کیا ہے لیکن ائمہ جو کہ خود  
 افراد امت میں داخل ہیں آپ اذکار اس طرح اجل و اشرف ہونا بھی بالاجماع ثابت کیجیے  
 ورنہ اس دلیل سے ہاتھ دھو لیجیے اور ائمہ کو قیاساً علی الانبیا و امت سے افضل کہنا ہماری  
 عجیب جیسے ہمہ دان کا کام ہے ورنہ یہ حقیقت یہ تفضیل محال ہے کیونکہ مستلزم محال کو ہر  
 تفضیل اس اجمال کے بیہ ہے کہ ائمہ احاد امت میں داخل ہیں پس اگر تمام امت سے افضل ہونگے  
 تو اپنی نفس سے بھی افضل ہونگے اور یہ محال ہے کیونکہ مستلزم محال کو ہر و جو فضل الشی علی نفسہ  
 و فضلیت ائمہ قیاساً علی الانبیا و باطل ہو ہے اور اگر ائمہ مسیروا بعد انقسم ہی تو ہر انبیا پر  
 قیاس کرنا بدیہی البطلان ہے اور تمام دلیل لغو۔ راجعاً اب ائمہ کو اگر اس دلیل سے معصوم  
 کہتے ہیں تو اس وجہ سے کہتی ہیں کہ جو علت عصمت انبیا ہے وہ بعینہ ائمہ میں بھی پکائی ہے یعنی  
 جیسے انبیا غایت درجہ جلال و شرف میں واقع ہیں اس طرح ائمہ بھی واقع ہیں اور طرح انبیا کا  
 امت سے کم درجہ ہونا جائز نہیں ائمہ کا بھی امت سے کم درجہ ہونا جائز نہیں تو بوجہ اشتراک  
 اس علت کے جیسے انبیا معصوم ہیں ائمہ بھی معصوم ہونگے اور یہ صریح قیاس ہے کیونکہ قیاس کے  
 لیے اگر ہر کوئی ہونے تو ہونے کے آثار منقطع ہو جاتے۔

تعریف صاحب معالم الاموال نے یہ کہ ہے۔ القیاس هو الحكم على معلوم بمثل الحكم الثابت على معلوم  
 اخر لا يشترک الیھما العلة اور یہ تعریف بذاتہ اس کے صادق آتی ہے اب ہم اس کی علت کو  
 دیکھتے ہیں غامضی کہ یہ علت مفصودہ تو انہیں ہے۔ تو مستنبطہ ہوئی ہے اگر آپ معالم الاصول  
 وغیرہ کتب اصول دیکھیں گے تو معلوم ہو گا کہ وہ قیاس جبکہ علت مستنبطہ ہو چکی نزدیک بالاجماع  
 باطل ہے معالم الاصول میں مذکور ہے۔ والمتشکک جامعاً وعلتاً وہی اما مستسطر واما مستطو  
 وقد اطلق اصحابنا على اصح العمل بالمستطو الا من استد وجہ اجماعہم فیہ غیر واحد منهم  
 وثوق الاخبار بالانکار عن اهل البيت والجليل فمن بعد عن ضررنا المذہب اور بالقرض  
 بہتر تسلیم کیا کہ علت مفصودہ ہے ہوئی تاہم متنازعہ جواز عمل کی ہوگی نہ وجوب اعتقاد کو کیونکہ  
 باب اعتقادات میں خبیات کو دخل نہیں ہے پس یہ دلیل ثبوت عصمت ائمہ میں بالکل  
 کافی ہوئی۔ خامساً وصف جلال و شرف جو انبیاء میں موجود ہے ہم کہتے ہیں کہ وہ بھی معلول  
 ہے علت کا ہی اور وہ علت نبوت ہے یعنی اور جلال و شرف جسکی علت نبوت ہی ہے نہ عصمت  
 اور ظاہر ہے کہ وہ جلال و شرف جسکی علت نبوت واقع ہے ائمہ میں بالمرہ مفقود ہے تو یہ قیاس  
 ہی لغو ہوا کیونکہ علت جامعہ اصل اور فرع میں مشترک ہی نہیں سادہ حکم علی التشکیک  
 ماخذہ دلیل ہوتا ہے پس انبیاء پر حکم اصل و شرف ہوئی کا کیا گیا ہی تو ظاہر دلیل ہے کہ اس  
 حکم کے علت نبوت واقع ہے۔ یعنی یہ شرف و جلال جو انبیاء کو حاصل ہوا ہے اسکی علت نبوت  
 اور جلال و شرف و شرف ہے اور یہ حکم جبکہ معلول نبوت ہوا تو زمانہ نبوت ہی پر مقصور ہو گا  
 اور جب زمانہ نبوت پر مقصور ہوا تو اسکا لازم معنی عصمت وہ بھی زمانہ نبوت پر مقصور ہوگی  
 پس اگر بغیر محال یہ دلیل عصمت ائمہ میں جاری ہو تو جاری محسب کے دعا کو منہست ہوگی کیونکہ  
 ۱۔ قیاس وہ حکم ایک امر معلوم پر ہی مثل حکم دوسری امر معلوم کے نسبت ہے اگر کہہ دو علت ہے میں نے کہ میں  
 ۲۔ اما مشترک کو علت او جامع کہتے ہیں اور علت یا مستنبطہ ہے جو اس معلومہ اور جاری اصحاب پر شریعت کے  
 ۳۔ ہے جس میں کہ مستطو پر عمل معیہ جو نسبت لوگوں نے ان میں اجماع کیا ہے اور اہل بیت سے کہ انکا زمانہ نبوت ہے  
 ۴۔ اور اسکی عصمت و روایات وین سے ہے۔ ۱۲۔

یعنی اثبات عصمت از جهت تائید ہی اور اس دلیل سے غایت ہی غایت یہ ثابت ہو گا کہ ائمہ زمانہ اہل  
 میں معصوم ہیں و این نہ امن ذاک - مجتہدان اور اس دلیل کا اس پر ہی کہ اگر انبیاء سے عصمت عصمت  
 ہوگی تو انبیاء با اینہم جلال و شرف عصمت است ہی اقل درجہ ہوگی اور ظاہری کہ اسکا چرچان  
 اویسی وقت ممکن ہی جبکہ نبوت ہو اور جب نبوت نہیں تو امت کہاں ہوگی کیونکہ امت بعد  
 بعثت ہوگی اور جب امت نہوی تو اقل درجہ ہونا در صورت حد و معصیت لازم نہ آیا تو عصمت  
 قبل نبوت ثابت نہوی تو اس دلیل سے عصمت قبل الامت کیونکہ ثابت ہوگی پس ہمارے حضرت  
 مجیب ذرا انصاف سے ملاحظہ فرماوین کہ یہ دلیل عصمت ائمہ میں کیونکر جاری ہو سکتی ہی۔  
**قولہ** ہر امام صاحب موصوف فرماتے ہیں تائید بالان نقل پر اقدام علی الفسق وجب  
 ان لا یكون مقبول الشہادۃ بقولہ لکما ارجاء کم فاسق نبیاء یقینوا لکن مقبول الشہادۃ و  
 الاکان اقل جلال من عدل الامۃ و کیف لا نقول ذلک و انہ لا معنی للنبوۃ والرسالة الا  
 انہ یشہد علی اللہ تبارک و تعالیٰ شریع ہذا الحکم و ذلک والیضا کہ ہویوم القیمۃ شاہد علی کل بقولہ لکما لکونیا  
 شہدا علی الناس کون الرسول علیہم شہیدا - چونکہ امام ہی احکام شریعت بیان فرماتا  
 اور شہادت دیتا ہی کہ خدا و رسول نے یہ حکم امت کے یہی شروع کیا ہی پس یہ دلیل ہی عصمت  
 امت میں جاری ہی کیونکہ حضرت شاد ولی اللہ صاحب ازالۃ الخفاء میں قول خلیفہ کو دین میں  
 عجت اور اختلاف کے حیرت کا مخلص فرماتے ہیں چنانچہ مقصد اول کے فصل دوم میں یہ عبارت  
 راج ہی صفحہ ۱۱۱ مطبوعہ مطبع ندوۃ کے آخر سے شروع ہوتی ہی۔ و از لوازم خلافت خاصہ است  
 قول خلیفہ حجت باشد در دین نہ بان معنی کہ تغلبہ عوام مسلمین اور صحیح باشد زیر کہ این  
 لوازم اجتہاد است و در خلافت عامہ بیان آن گذشت نہ بان معنی کہ خلیفہ نے قصہ بے اعتماد و  
 غرت واجب الطاعت باشد زیر کہ این معنی غیر ہی را میسر نیست بلکہ مراد اینجا منہ لیس است میں  
 بہترین تفصیل این صورت است کہ حضرت ۲ حوالہ فرمودہ باشند بعضی امور را بطریق مختص  
 م اویس لازم شود بعت او چنانکہ لازم نہیں و متابعیت اہل راجیوں میں آنحضرت ۱۲ بمقتضا امر

انحضرت علیؑ بعد از صلوات و تحفہ شد بر این منیاید کہ قول نہیں ثابت را در ذرا سن مقدم  
 سافت پرا تو ان معتدین دیگر و قول عبد اللہ بن مسعود را در قرأت و فقہ و قول ابی بن کعب و دیگران  
 بر قول دیگران و قول ابن سیر را در یک اختلاف است بر قول دیگران انحضرت ﷺ بتعلیمم عزوجل  
 دانستند کہ بعد تحفہ اختلاف طاریا شد است در بعض مسائل بحیرت و ندانستند کہ  
 انحضرت میراست تمنا فرمود کہ خالص آن حیرت برای ایشان معین فرماید و درین باب جمعی  
 است قائم کنند و این معنی ثابت است بر انحراف و اربعہ - انتہی بقدر حاجت - پس بعد دلیل کی  
 محضت امام بن جباری جو در جناب امیر المؤمنین علیہ السلام کا شاہد ہوا احادیث اہل سنت پر  
 ثابت ہو میں وہ باب ہی معصوم میں - **اقول** بعد دلیل پر ثبوت مدعا ہمیں اور ارجو  
 میرا همین اختلاف کی حاجت جو وجود اختلاف دلیل اولیٰ البطلان میں بیان کی گئی ہیں اس دلیل  
 میں ہی جابجائی در علم خدا کی اور ہی بعض جوہر میں جو قاطع استدلال میں - پس حضرت اگر  
 اولاً اس دلیل کا مدار سہیبری کہ رسول قلم نفس تمام است پر شہید ہو یا البعد تہ خداوند است  
 پر شہید ہو کہ ادنیٰ ہوا حکام شروع فرما ہو اور نیز سہیبری کہ رسول کا عدل است کہ کم در ہوا  
 ہوا باطل ہے اب ہم امام کو کہیتر میں کو نہ وہ حکم نفس تمام است پر شہید ہو کہ خداوند است  
 پر ادنیٰ تشریع احکام کا شہید ہی - اس قول کے وجہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ ارشاد فرمایا ہو قل لا  
 جہلنا کہ امانت و سطات کو تو استہد ام علی الناصر و یكون الرسول بحلیہ کہ سہیبری  
 اور اس آیت تشریف کا حاصل یہ ہے کہ یہی تمکو است وسط اسیر بنایا ہی کہ تم امام فاضلہ پر جبکہ وہ  
 اسی رسل کے تبلیغ کا انکار کر نیگی اور ہی رسل کے تبلیغ کے شہادت دو اور رسول انہما را ہوا  
 فرمادی اور انہما ہی صدق نے شہادت پر شہادت دیوی تو ہمیں حسب قاعدہ اصول اسلام  
 سامی یا خطاب اون لوگوں کو ہی جو ہنگام نزول آیت موجود ہتی یا حجاز است کو یا تمام است کو  
 بہر کیف اگر ہم شہادہ اول مستلزم عصمت کی تو نہ را احادیث معصوم ہو کہ کہ  
 اسے اسیر کیا ہو کہ گوردہ عدل کہ تم لوگوں پر گواہ ہوا اور رسول میرا گواہ ہو - ۱۳

اثبات شہادت خاصہ الکی ادنیٰ اور اولیٰ و سہیبری کا خلاف

اس شہادت میں سب شامل ہیں اور شہادت رسول میں حق تعالیٰ شانہ شریک وامت میں ہر  
 شریک نہیں فرمایا اور نیز رسول کی شہادت فی نفسہا کیا کم ہر جو کسی دوسری کی شریک کرنے  
 کی ضرورت واقع ہو اور نیز مستلزم اسکو ہی کہ جو شخص احادیث میں ہر شریک نہایت رسول ہوگا اور  
 شہادت اپنی صدق و توثیق پر پیوگی دہو بد ہی البطلان اور ظاہر ہر کہ جب یہ شہادت  
 جناب امیر کے واسطے ثابت ہوئی تو عصمت بھی ثابت ہوئی۔ امر ثانی کے وجہ یہ ہر کہ جملہ  
 وانہ لامعنی للنبوة والرسالة الا ان شہدا علی اللہ تعالیٰ نہ شرع ہذا الحکم و ذاک  
 کہ یہ معنی ہیں کہ رسول بلا واسطہ کسی شریک بلکہ بواسطہ وحی آہی کے یہ شہادت دیتا ہر کہ حکام  
 خداوند تعالیٰ نے مشروع فرمائی اور یہ شہادت قطعاً امام کو میر نہیں کیونکہ یہ شہادت شہید ثالث  
 شہادت ثانی ثابت ہو چکا کہ نزول وحی خاصہ رسول ہر امام اگر شہادت دیتا ہر تو رسول پر شہادت  
 دیتا ہر اور بواسطہ رسول کے کہتا ہر کہ حق تعالیٰ نے پہلے اپنی رسول کے امت کے لیے فلاں احکام  
 مشروع فرمائی اور یہ امر کچھ محض امام کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ ہر ایک علیہ فقہاء  
 مجتہدین و قضات و نواب و رؤساء وغیرہ سب اپنی اپنی درجہ کے موافق اس امر کی  
 شہادت دیتی ہیں کہ خدا تعالیٰ نے بواسطہ انہی رسول کے یہ احکام امت کی لیے مشروع فرمائی  
 تو یہ شہادت بھی کی طرح مستلزم عصمت کو نہیں ورنہ یہ سب فرقہ معصوم ہوں پس  
 اس تقریر سے صاف واضح ہے کہ ہماری محبت جو عبارت از الہ اخفا سے مستلک کیا ہے وہ محض  
 لغو اور قلت فہم ہر ورنہ اگر توحیدی سے ہی فہم ہو تو از الہ اخفا کی عبارت سے مثل روز روشن ظاہر  
 اور اس سے سمجھا جاسکتا ہے کہ خلیفہ کا قول بالاعتقال بلا واسطہ تنبیہ رسول دین میں  
 نہیں وہ فرماتے ہیں و نہ باین شی کہ خلیفہ نے نفسہ بے اعتناء و بر تنبیہ آنحضرت ۲ واجب الطاعت  
 باشد اس عبارت سے جو مطلب بصرہ ظاہر ہر وہ ادنیٰ فارسی خوان بھی سمجھ سکتا ہر  
 لیکن علوم نہیں ہمارے حضرت محبت باینہمہ ادعای ہمہ دانی کیونکہ اس کو اپنا مسئلہ قرار دیا  
 ہے جن اور بات کو اس کی کہ یہ معنی نہیں ہیں کہ ظاہر اپنی ہی کہ ہر شیء ہر از اس کے شروع فرمایا ہے ۱۲۰

اہل انصاف دختہ فرامین اور اگر اور بھی کچھ نہ کریں زینت کر خوش فہمی کے تو ضرور ہی داؤد یون۔  
 باقی رہے جب سیدہ جناب امیر کو سنا یہ ہونا انارٹ اہل سنت سے ثابت ہی بہر معض برات عائشہ  
 بیضاغ آہو کہ سیدان ہی اگر واقعی ثابت ہی تو لایسی ہم ہی تو آپ کا یہ علم دیکھیں عسلاؤ  
 اسکر احادیث اناد کو اگر بالضرمن صحیح ہی تسلیم کریں تو آپ حضرات ہی فرائی ہیں کہ عشاوت  
 میں احادیث اناد کو کچھ دخل نہیں ہے لیکن مخصوص جگہ جس کے معارض واقع ہو۔ مہذا ہی ہے  
 جناب امیر کی شہادت کا کب انکار کیا ہی لیکن یہ شہادت مستلزم عصمت نہیں کیونکہ اگر  
 یہ مستلزم عصمت ہوگی تو ہزار احادیث معصوم ہونگی۔ اور امام کے استحقاق کم درجہ ہونی کے  
 پہلی دلیل کے جواب میں اسکی بحث گذر چکی ہے۔ ہم خوف تقویٰ اور اسکا اعادہ نہیں کرتے۔ نہایت  
 بفرض محال اگر جناب امیر کا رسول کی شہادت میں شریک ہونا ثابت ہو بھی نہ ہم آپ کا یہ حال  
 نہیں ہو سکتا کیونکہ اب صرف عصمت جناب امیر ہی کی توفیق نہیں ہیں بلکہ آپ کے نزدیک ائمہ  
 احمد عشر باقی ہی معصوم ہیں اور کچھ شہادت ہی ثابت کیجی دینے اور انکی عصمت ہی دست  
 ہو جی۔ ثالثاً یہ دلیل مثبت مدعا محیب نہیں ہے کیونکہ مدعا اثبات عصمت کا ہے معصیت  
 منفرہ اور کبیرہ سے سہواً خواہ عمدہ اور نہ اس سے ثابت نہیں ہونا وجہ اسکی یہی ہے کہ اس  
 دلیل کا ہر در صورت صدور معصیت کو عدم قبول شہادت پر ہی اور ہی ہے کہ یہاں ہی معصیت  
 کے ساتھ مخصوص ہے جبکہ صدور مستلزم و شہادت ہو پس جو معاصر اسکی میں جنکا صدور مستلزم  
 رو شہادت کو نہیں ملتا سہواً کوئی منفرہ گناہ صادر ہو چاہی کہ وہ متمنع ہو حالانکہ اسکا صدور  
 ہی مثل کبائر کے متمنع الصدقہ منقذ ہے۔ رابعاً اس دلیل میں قیاس و قیاس واقع ہے کیونکہ جناب  
 امیر المؤمنینؑ کو حضرت علیؑ علیہ السلام پر قیاس کر کے عام عصمت کا لگایا ہی الباقی گیارہ  
 ائمہ کو جناب امیر پر قیاس فرمایا بدو ظاہر البطالان قولہ امیر امراء حق صاحب فرائی ہیں  
 لو صلیت المعصیۃ من الانبیاء لکانوا مستحقین للعذاب لعلہم ثواب من یحییٰ و یرزق اللہ و یرزق  
 ناحبہم خالیانہا ولا یستحق العذاب لعلہم ثواب من یحییٰ و یرزق اللہ و یرزق اللہ علی ان احد

من الانبياء لربكن مستحقا للعلن والافتان ما صدر من الحبيب صلى الله عليه وسلم من  
 من كذا انتم مسلمون كذا وصادقونا وستمحق عذاب لعن کے ہونے اور اہل اسلام کا اجتماع  
 ہو کر انہی کے برحق یعنی جناب امیر علیہ السلام و دیگر ائمہ علیہم السلام حق لعن و عذاب نہ تھے اس ثابت ہوا  
 کہ ان حضرات سے گناہ صادر نہیں ہوا **اقول** یہ دلیل جو مثل دلائل سابقہ محدث اور محل  
 بحث سے ہم کہتے ہیں کہ جناب فاطمہؑ اور صحابہ مقبولین اور زیدہ طاہرہ غیر محقق لعن و عذاب کے ہر  
 نوپہر یہ بھی معصوم ہو کر بگایا دینے اور صلوات امت و اہل تقویٰ مستحق لعن و عذاب کا وہ دار  
 بنین منشاء اس تلبیس اور سقط کا یہ ہے کہ امامت کو ہم جنب نبوت جیسا کہ خود مستحق ہیں ایسا ہی  
 خصم کی نزدیک بھی سمجھ لیا ہو حالانکہ خصم اسکو تسلیم نہیں کرنا اور چونکہ وصف نبوت بالبدلتہ  
 بالاتفاق ایک ایسا وصف ہے جس میں غایتہ تقرب اور کمال خصوصیت حق تعالیٰ کی جناب کے ساتھ صل  
 ہو اور کوئی وصف امت و غیرہ اس منصب کو بالاتفاق نہیں پہنچتا تو جو صفات کہ اس وصف کے  
 وہ ہم مستحق عذاب و لعن کے ساتھ ہوگی وہ صفات کسی دوسری وصف کے ساتھ نہ ہوگی اور جو  
 استحالة و فساد اس وصف کے ساتھ اجتماع مستحق لعن و عذاب سے لازم آوے گا وہ کسی وصف کے ساتھ  
 اجتماع سے لازم نہ آوے گا تو پس نبوت میں اس دلیل کے جاری کر نہیں یہ معارضہ پیش نہیں ہو سکتا  
 علاوہ اسکی یہ جواب فرماتے ہیں کہ اہل اسلام کا اجماع ہی کہ انہی برحق یعنی جناب امیر و دیگر  
 ائمہ طاہرین مستحق لعن و عذاب نہ تھے پہلی آپ ان تمام حضرات کے بالا جماع امامت تو ثابت  
 فرمائی۔ اوسکی بعد اجماعی ہونی عدم استحقاق لعن و عذاب کا دعویٰ کیجئے اور بالا جماع ثبوت  
 امامت محال ہے غرض اس دلیل سے بھی حضرات کا معصوم ہونا ثابت نہیں ہو سکتا۔

**قول** یہ امام صاحب مدوح فرماتے ہیں کہ انھم کا وایا مرون الناس بطاعة فلولم  
 یطیعوہ از خلوا تحت قوادعنا اتا مرون الناس بالبر و تقسون انفسکم انی قالہ کیف  
 من انبیاء اخر میں امام صاحب فرماتے ہیں کہ جو بات و عقین امت کو لائق نہیں کہ یہ مذکور ہو  
 کردہ انہما کے طرف سے کجی انہی آدمیوں کو خدا کی اطاعت کا حکم کرتے تھے کیونکہ امر بالمعروف



اور یہی علم کہ قریب تفصیلی است میں داخل ہو پس اگر ائمہ خواجہ عت ائمہ جل شانہ مکرین تو اس وقت  
 کہ وقت میں داخل ہوں اور جو بات کہ در عظیمین است کو لائق نہیں دہ ائمہ کی حریت کیونکہ ان کے بعد  
 اقول یہ وہ دلیل ہی نبوت عصمت ائمہ میں مثل دلائل سابقہ کے مجرد و مخدوش و مشکوک  
 اگر مشق امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے متعلق عصمت عنہما بحیب ہر تو یہی رقت و دنا بمان اور نہ  
 بغیر کہ یہی معلوم تسلیم فرمائیں اور یہ امر یہی ہر کہ مرتبہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ائمہ کیلئے  
 اور عصمت میں شک کیا بلالجماع نہیں تو امام رازی نے فرما دیا اسلی اعتباراً فرما چھوٹے عصمت شیعہ میں  
 حاصل ہے کہ نصف امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اولاد بالذات ایما کو ثابت ہے اور نایا و بالشیعہ  
 و ثنات و محبتان و مداخلت میں ہی پایا جاتا ہے تو جو امر ادا کرنے کے لائق نہیں وہاں  
 درجہ اولیٰ کہ یہی متمتع و محال ہو گا کیونکہ اس مرتبہ کے ساتھ اس امر کو منافات تامہ ہوگی اور یہ ہر مرتبہ میں  
 کہ اگر کوئی امر علی درجہ اولیٰ کہ وہی متمتع ہو جادوی تو ادا کرنے کے درجہ سے ہی متمتع ہو جادوی لائق نہوا  
 دوسری بات یہی اور متمتع ہو نا دوسری مان اس قدر مراتب متفاوتہ میں ضرور ہو گا کہ جو مراتب میں  
 درجہ عالیہ کہ ساتھ ہوگی اوں کو حق در قرب اور ثبوت بہ اس مرتبہ کے ساتھ زیادہ ہو گا اور جو مراتب  
 سافلہ سے قریب ہوگی اوں کو اس درجہ کے اوصاف کے ساتھ زیادہ و تشرک ہو گا پس چونکہ مرتبہ  
 امامت و خلافت کو مرتبہ نبوت سے زیادہ حقوق و قرب ہے تو ایسی ہی کہہ سکتی ہیں کہ اگر معلوم  
 نہیں تو محفوظ ہیں۔ اس لئے کہ اگر اس طرح ہو گیا کہ یہ معارضہ اسی صورت کے ساتھ مختص ہے جبکہ  
 حکم فرد عالی سے تجاوز ہو کر کسی دوسری مرتبہ سافلہ میں ہی جاری کیا جادوی اور اگر اسی مرتبہ  
 پر منحصر رکھا جادوی تو معارضہ نہیں ہو سکتا۔ معہذا اس ہر و لیان میں ہی یہ دلیل جاری  
 نہیں ہو سکتی پس عا حضرت مجیب ثابت ہونا ہی متمتع ہے اب بعد ختم جواب اولیٰ سامی  
 جو امام رازی سے منقول ہے علی مختصراً اس قدر اور گدازش ہے کہ علاوہ مفاسد مذکورہ کے عہد  
 اگر ہستہ لال میں یہ فساد ہے کہ اگر کو یہ ہی معلوم نہیں کہ عدم عصمت ایما کے صورت میں  
 جو محال است لازم آ رہی ان محالات کا عدم عصمت ائمہ کے صورت میں کو نا لزوم

ایمان ہر مرتبہ سے بالاتر ہے

مدعا ہی اور کوئی نہیں اپنے صرف اپنی قلت اعتقاد کے سبب کسی دوسرے کو کہا یا اور اگر کوئی حقیقت  
 آپکی حلی وغیرہ نے الغین وغیرہ میں جن کو آپ خوشہ چین ہیں یہ غلط کر کہا ہے۔ ایسی علامت  
 کی نسبت قلت اعتقاد کا گمان تو مستبعد ہے لیکن ہاں اعتقاد کے سبب دوسرے بغرض غیب  
 وہی جہاں آپ کو ہرگز تفصیل اس حال کے بہرہ کی لازم رازی نے دلائل نقول میں عدم عصمت ابنیہ اور ثبوت  
 میں جو لزوم محال ایمان پر دلائل پر دلیل پر عصمت ثبوت کی نسبت نیز لازم ہے اور دلیل ثانی میں غیر مقبول شہادہ ہونے کا  
 لزوم ہے اور غیر مقبول شہادہ ہونی میں عدول امت سے اقل مرتبہ ہونے کا لزوم ہے اور دلیل  
 ثالث میں مستحق لعن و عذاب کا لزوم ہے اور دلیل رابع میں دخول تحت قورقہ کے اگلا مرقہ  
 اتاس الخ۔ کا لزوم ہے پس عدم عصمت ائمہ کی صورت میں یہ لزوم محالات تین طرح  
 ہو سکتا ہے یا بالوثیت ہرگز یا بالسادات ہوگا یا بالضعف و اقلیت ہوگا لزوم بالادویۃ  
 اور بالسادات اگر مستلزم ثبوت مدعا ہو تو لیکن لزوم ثالث ہرگز مثبت دعویٰ نہیں لیکن  
 ثبوت لزوم اول اور ثانی ائمہ میں محال کہ نہ مستلزم فضیلت یا سادات ائمہ کی ابنیہ سے ہی مجاز  
 سو ثبوت لزوم بالادویۃ والادویۃ اور بالسادات باطل ہوا اور ثبوت لزوم بالضعف و اقلیت مفید  
 مدعا نہیں تو اس پر استدلال کا مدار کہن محض قلت فہم و اعتقاد یا دوسرے دینی پر مبنی اس پر آپ پیری  
 گذارش کو خطب غور سے ملاحظہ فرمائیے اور سو چین و اعتقاد الہادی قول کہ غرض کہ اس طرح کل دلائل  
 جو امام صاحب نے عصمت ابنیہ میں تحریر فرمائی ہیں وہ بعینہ یک یقینہ تغیر سے عصمت ائمہ  
 میں جاری ہیں خوف کھوالت سے پرکٹا کیا گیا آپ تفسیر کبیر کا یہ مقام ملاحظہ فرمادیں اقول  
 یعنی ارشاد سہمی کی تعمیل کے اور تفسیر کبیر کا یہ مقام دیکھا اور کسی پہنچنے کا جو نتیجہ پیدا ہوا وہ  
 بنا پر پنجویں منکشف ہو گیا ہوگا۔ غالباً جناب نے یہ وہ دلائل نقل فرمائی جو بعینہ بلا تغیر  
 عصمت ائمہ میں بزرگ جناب جاری ہوتے ہیں سو ان کا بعینہ کیا بلکہ بغیر ہی عصمت ائمہ میں جاری  
 ہونا جناب پر خصوصاً اور ارباب انصاف پر عموماً منکشف ہے اور ان دلائل سے جو تغیر سیر  
 عصمت ائمہ میں بزرگ جناب جاری ہوتی ہیں چشم پوشی اور انما من فرما حالانکہ ثبوت عصمت

بین پیران و لائل بین هر اقوی ہی خالی ارطت نہیں۔ غرض اس عقل و انصاف کی نزدیک نظر  
 نہ کرے کہ جو بعید معصیت اندر من بزم عجب صاحب جابر ہر کستی میں حال دلائل غیر مذکورہ کا قیام  
 کیا جاسکتا ہے۔ **قولہ** اب آپکی خاتم الحدیث صاحب کی تقریر جو حقیقہ کے باب ششم عقیدہ دوم  
 میں مجتہد فرمائے ہر کبھی جاتی ہے۔ اس سے ہر عجمت ثابت ہی گو صاحب تحفہ اسکر منکر میں وہ  
 عبارت یہ ہے۔ **داحق مرتبہ نبوت و فائدہ لغبت** معصیت ابن بر گواران است بچند وجہ ذکر  
 کہ اگر اراغیا گناہان غصہ اصادہ شود و است ماسد است اما جماع ایشان قلی الیکم تحسوا اللہ  
 فاتعونی۔ و خود ایشان را معاصی و گناہان مردم را باز سیدارند و نہی میکنند پس متاخر در بیان  
 دعوت نولی و نفلی لازم آید۔ **دوم** کہ اگر گناہ کنند ایک کہ باشند عذاب معذب شوند بقول تو  
 اذ الالاد فاعلموا الحیوة و وضعوا الحیات و لقوا التالی یا لیساک و الیٰ الیٰ من آیت منکون فاعلموا  
 منین لیساک العدا و ضعف من و معذب شدن خاصہ باشد عذاب منافی و مخالف منصب  
 منوت است زیرا کہ ہی شفیق است است و شام ہر یک و ہی ایشان است و چون خود در کار خود  
 در اندازہ باشد شفاعت کہ کند و سہادت کہ ادا نامند۔ **سیوم** کہ اگر گناہ میکردند مثل سلاطین  
 جابر میندند کہ مردم را زجر میکنند و سیاست می نمایند بر رسوم فاسدہ و ترکاب فواحش خود  
 می آرند و لابد روست لیا لریک جابر و سلاطین قالم مناز و میان می باید۔ **چہارم** کہ اگر گناہ  
 کنند مستوجب ایاد و امانت و عقوبت گردند و قد قال اللہ تبارک و تعالیٰ ان الذین یؤدبون اللہ  
 اللہ فی الدنیا و الاخرہ و اعاد لہم عذابا جہنما۔ **پنجم** کہ اگر گناہ ایشان بر است خاصہ شود  
 نماید از اطاعت ایشان و از نظر ایشان بنفیند بلکہ من جب تصدیق میکنند و کذب نمایند و اگر  
 اگر ایشان در اخبار و مواعد خود است میگفتند خود چو ترکب این کار نامیشتند و تہی میان  
 ادل یہ ہے کہ شد جل شانہ فرمانا ہر کہ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم اولی الامر کی اطاعت  
 مثل اطاعت خدا و رسول ہے و مذہبی کہ جبکی اطاعت مثل اطاعت خدا و رسول ہے و مذہب دوم  
 در نہ وہ ہی منافض لایمک با اتفاق مفسرین ترقین اولی الامر سے مراد ائمہ و خلفا ہیں۔ اور اگر

آیت میں جو توجہیات باطنیہ و باطنیہ کو لکھ کر اس سنت کے لئے ہیں اور سب کو لفظ الصیغہ  
 باطل کرتا ہی **اقول** جریان اس دلیل کا عصمت ائمہ میں جو جو محل بحث ہے مختصر لکھ کر  
 ہے اولاً اس مسئلہ میں غلطی یہ ہے کہ اطاعت کو اور اتباع کو یہ معنی سمجھ لیا جائے کہ ان دونوں  
 الفاظ کے معانی میں جو یہی تغایر ہے وہ ادنیٰ طلبہ پر بھی محض بنین رسول کے حق میں  
 اطاعت اور اتباع ہر دو نازل ہوئی ہیں اور اولوالعزری اگر مراد ائمہ ہیں تو تاہم ان کی تقدیر  
 اطاعت و اتباع ہوا ہی اتباع و اراد نہیں ہوا اور سلامہ و مہوی قدس سرہ العزیز نے مسئلہ  
 عصمت انبیاء پر لفظ اتباع سے کیا ہی اطاعت سے نہیں کیا پس یہ ہماری محبت کے پیش  
 فہمی اور عالیٰ سمہ دانی ہے کہ اس مسئلہ کو لفظ اطاعت میں بھیج کر حالانکہ اوہیں جاری نہیں  
 ہو سکتا ہے کیونکہ اگر ائمہ سے عصمت صحابہ و رسول تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہم ان کی اتباع کی مامور  
 نہیں جو عصمت میں ہی اتباع لازم آوے اور ان کا عصمت میں ہی اتباع کرین اور اگر  
 عصمت کا حکم کرین تاہم اطاعت واجب نہیں کیونکہ مطاع مطلق نہیں بلکہ مطاع محدود میں کیونکہ  
 دسطر اطاعت خدا و رسول میں اور نیز اطاعت مخلوق و معصیت ان کی مانع ہے بخلاف اتباع کے  
 کہ اول اتباع محض ائمہ مخصوص نہیں اگر کہیں واراد ہوا ہو تو ظاہر ہے کہ اتباع مطلق نہیں بلکہ  
 وہ بھی محدود ہے اور حق تعالیٰ شانہ رسول کے پیروی کو مطلق اپنی محبت کو ساتھ منطبق  
 کیا ہے جو کسی امام کے حق میں نہیں ہو سکتی فرمایا **قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي**  
**يُحِبِّكُمْ اللَّهُ وَيُغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ** حق تعالیٰ شانہ رسول کے اتباع کو سبب محبت خدا  
 اور سبب مغفرت و نوب قرار دیتا ہے اور ائمہ میں یہ امر سرور مفقود ہے۔ ثانیاً اس آیت  
 میں دعویٰ کہ اطاعت امام مثل اطاعت خدا و رسول ہے بالکل غلط ہے ہرگز آیت سے کلمات  
 اثبات نہیں ہوتی اور نہ آیت میں کوئی لفظ مماثلت پر لفظاً و تقدیراً و ال بھی اور حرف  
 سے جسین ظاہر کے عصمت ہوا و میں مخلوق کی اطاعت نہیں ملے تو کہہ اگر تم ائمہ کو دست بردار ہو تو میرا  
 اتباع کرو و ائمہ کو دست بردار رکھنا اور تمہاری گناہ بخشہ گا۔ ۱۲۔

تسبیہ بلفوظ یا مقدر ہے پس یہ محض ہماری محبت کا کمال عدم ہے دس تہا یہ جبکہ اولوالامر کی اطاعت مثل اطاعت خدا و رسول ہے ہماری محبت کے کمال علم پر واضح دلالت کرتا ہے کہ اگر مائت سے مراد صرف تشرک اور مائت نے مجاہدہ سے تو مسلم لیکن بدانتہا مفید مدعا نہیں کیونکہ نفس مائت مستلزم نہیں کہ جو حکم شہید کیو اسطرح ثابت ہو وہ مستبعد کے واسطے ہی تھا ہو ورنہ سبقرالین ہی فقہرں ہو اور صورت انسان علی الجہل نہ اطلق علاوہ اگر جو حکم کو آپ ائمہ من جاری کرتے ہیں وہ یہی ہم اون اولوالامرین جاری کریں جنکو امام عام خاص ولایات پر عامل حاکم مقرر فرما کر بھیجی جیسی زبیا دین امیر دعی الی سفیان کہ جناب امیر کا عامل بہت وہ بھی واجب الطاعت ہونے میں آپ کی نزدیکی مثل خدا و رسول کے ہی تو وہ بھی معصوم ہو معہذا ہم یہ بھی سوال کر سکی کہ امام کی اطاعت مثل خدا و رسول کے ہو اور آپ کے رسول کی اطاعت کے ساتھ مائت سے نہ امام کو خاصہ رسول یعنی عصمت میں شریک فرما کر کہ کو مکلف ظاہر ہے کہ عصمت صرف رسول پر تو رسول کے ساتھ ائمہ کی مائت ائمہ میں عصمت کو ثبوت کی مقتضی ہوگی لیکن ائمہ کی اطاعت کو خدا کی اطاعت کو مساوی بھی مائت فرما کر تو اس مائت کے اعتبار سے ائمہ کو خداوند تعالیٰ کے کو کسی خاصہ میں نہ فرمائیں گے اور اگر مائت سے مراد مساوات ہی تو فلفظ اور غیر مسلم ہو اولوالامر کی اطاعت مساوی اطاعت خدا و رسول کے سہرگز نہیں ہو سکتی کیونکہ خدا و رسول کو کچھ امر فرما دی اور میں نے خود چون دنیا کی نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ سہر سہر شریع ہی اور اولوالامر کا امر شریع نہیں آتا تاہل ہو سکتا ہے اگر موافق کتاب و سنت ہے تو واجب الطاعت ہو گا ورنہ نہیں چنانچہ خود فرما میرے سبب سے بہارت فرمائی جو بیچ الہامیہ میں منقول ہے لا تملکوا عذر من قالوا لا بد فیہ فانی لست بفوق الخ خود خداوند تعالیٰ نے اپنی ائمہ محمد میں اس کو طرف اشارہ فرمایا اور فرمایا - ہاں تائب عتہ نے سید فرمودہ الی اللہ والصلو الخ اس میں صاف معلوم ہے

کہ امر اول الامر میں تنازع ممکن ہے، لیکن امر خدا و رسول پر حال واجب الاطاعت ہے اور اس میں تنازع  
 ہی ممکن نہیں بلکہ تنازع کا فیصلہ ادنیٰ کے امر کے ساتھ منوط ہے تو اس سے صحت ظاہر ہے  
 کہ دعویٰ مساوات بین الاطاعتین خارج دہو کہا ہے جس کا منشا کہ ہم نہیں ہے۔ رابعاً اگر اول الامر  
 مراد ائمہ و خلفائین اور ان کے اطاعت مثل اطاعت خدا و رسول کے ہے تو حسب شہادت جناب امیر  
 جسکو شریف رضی نے نبی البلاغۃ اور ابن ہشتم جلالی نے اپنی شرح میں نقل کیا ہے ابو بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ  
 رضی اللہ عنہم ہی امام حق اور معلوم ہو کر علامہ رضی نے نبی البلاغۃ کے خطبہ و من کلامہ علیہ السلام  
 لما ارادہ الناس للبیعة بعد قتل عثمان میں نقل فرماتے ہیں وان تکفونی فاننا کاحدکم  
 ولعلی اسمعکم و اطوعکم لمن یتبعون ابیہم اس کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں فکلہ و ان کے متعلق  
 ای کنت کا حد کہ فی الطاعت کا حد کہ ولعلی الکون اطوعکم لای لقو علیہ وجوب طاعت لکھا  
 اس عبارت کو اگر آپ دیکھیں تو مختصر شرح ابن ہشتم میں نہ یکمین بلکہ شرح کبیر میں ملاحظہ فرمائیے  
 ظاہر ہے کہ جو شخص خود امام مفسر من الطاعة و خلیفہ برحق ہو تو وہ خود مطیع ہو گا اور سپر  
 کی کو اطاعت لازم نہیں اور جناب امیر اہل حل و عقد سے انہی بحیث کے ارادہ کے وقت یہ ظاہر  
 فرما رہے ہیں جبہیں صاف لازم اطاعت امیر ذمہ جناب ثابت ہوا ہے تو اس سے صاف مفہوم  
 ہوتا ہے کہ اس وقت خود جناب امیر امام مفسر من الطاعت نہیں ہے بلکہ امام مفسر من الطاعت  
 وہ شخص ہے جسکو اہل حل و عقد امام بنا دیں اور جس سے وہ بیعت کریں اور خلفائے ائمہ اہل حل  
 و عقد کی بیعت سے امام ہوئی تو وہ امام حق اور خلیفہ مفسر من الطاعت اور اول الامر ہوئی اور انکو  
 اطاعت مثل اطاعت خدا و رسول کے باعتبار ادا من مائت کے جو مائت کہ آپ مراد ہیں ہو کر  
 خاصاً یہ جو ہماری محیب صاحب تئیمہ فرماتے ہیں کہ باتفاق مفسرین و فقیہین اول الامر  
 سے مراد ائمہ ہیں اگر اس سے مراد حضرت ہی کہ سوائی ائمہ کی اور کوئی مراد نہیں تو غلط ہے باتفاق  
 مفسرین جہر باطل ہے کیونکہ اس حکم میں امر اور اعمال حضرت صلی اللہ علیہ وسلم دائم ہے  
 شامل ہیں بلکہ نزول اس آیت کا حسب تفسیر محمد بن و مفسرین اہل حق امر و فیہ اس واقعہ ہے



مِنْهُمْ لَعَلَّكَ لَا تَكُنْ مِمَّنْ يَتَّبِعُونَ مِنْهُمْ  
 اس حکم میں شامل ہے تو پہر ہمارے محبوب سے فرمائیں کہ انکی ثبوت مدعا کی کیا سبیل ہے ائمہ کی  
 عصمت کے خصوصیت کس دلیل سے ثابت کیجیگا اور اس کو عام مخصوص نہ البعض کس دلیل سے  
 قرار دیکھیگا۔ سادسا۔ اطاعت، امور ہائے عام مراد سے کہ وجوب اطاعت بطور تقیہ ہو یا بلا  
 تقیہ۔ یا خاص مراد سے اگر عام مراد ہے تو پہر حضرات شیعہ کو اسکا فکر فرمانا چاہیے کہ تمام سلاطین جابر  
 حتی کہ یزید بھی حسب اصول شیعہ واجب الاطاعت ہو کر اولو الامر میں داخل ہو گئے اور معصوم قرار پایا  
 کیونکہ تمام امر اور باغیہا تقیہ کے واجب الاطاعت ہیں۔ اور اگر خاص مراد ہے یعنی وہ خاص  
 جو بلا تقیہ ہو تو چشم مارکشیں ہم بھی اطاعت خاص ہی کہتے ہیں یعنی وہ خاص اطاعت جس پر  
 خدا و رسول کی معصیت نہ ہو تو اس صورت میں حضرات شیعہ نے بھی اطاعت میں ایک شیعہ  
 رنگا کر اسکو مخصوص کیا اور یہی ہی ایک فقیہ لگائی اور اطاعت کو خاص کیا۔ لیکن کوئی وجہ نہیں ہے  
 کہ حضرات شیعہ نے جو فقیہ لگائی ہے وہ تو صحیح ہو اور نہ ہی جو فقیہ لگائی وہ غلط ہو جانی بلکہ سیاق  
 آیت ہمارے کے تخصیص کے صحت کو ثابت ہے تو مدعا شیعہ جو اثبات عصمت ائمہ سے باطل ہوا۔  
 سابع حضرات ائمہ نے حضرات شیعہ کے لیے اس آیت سے عصمت ائمہ پر استدلال کی کئی گنجائش  
 ہے نہیں چھوڑی۔ لیکن یہ ان حضرات کی کمال دانش و علم و حیا و شرم سے کہ اس آیت سے عصمت  
 ائمہ پر بمقام دلیل حق استدلال لائی ہیں جبکہ یہ بھی کہ عصمت ائمہ پر اس آیت سے صحت استدلال  
 اس امر پروقوف و منحصر ہے کہ فقط اولو الامر سے صرف ائمہ معصومین سے مراد ہوں کیونکہ اگر یہ  
 لفظ غیر معصومین کو بھی شامل ہوگا تو پہر اسکی دلالت ثبوت عصمت پر قطعاً باقی نہ رہیگی  
 بلکہ اسوقت اسکا مدلول وہ ہے مدعا ہوگا جو کہ اہل حق اس آیت سے کہتی ہیں۔ پس میں کہتا ہوں  
 کہ جناب ائمہ رضی اللہ عنہم نے حسب نقل از روایت عروۃ المحدثین شیعہ ابن بابویہ قمی امامت  
 بصیرت علیہ السلام حسب تاویل تصحیح خاتم المحدثین علی محمد ربیب شیعہ علامہ باقر مجلسی تفسیر فرمادے  
 کہ اولو الامر سے ہر ایک مراد ہیں اور جب ہر ایک مراد ہوئی تو وہ بھی معصوم ہونگی کیونکہ عصمت



اوتوالا مرتبہ آیت نفس ہو روایت سینی ابن بابویہ قمی نے جنصال میں درج ۵۳ پر نقل کی ہو اور  
 اس سے علامہ مجلسی بحار الانوار کے جلد اول مطبوعہ سلطانی ۲۵۵ صفحہ پر نقل کرتے ہیں ہدایت طریقت  
 مختصر عن کرنا ہون۔ القطان عن احمد الہمدانی عن علی بن الحسن فضال عن اسبہ  
 عن حماد بن مسلم عن النبی عن ابن طریف عن ابن نبائہ قال قال امیر المؤمنین کا  
 الحکماء فیما مضی مرانہم تقول ینبغی ان یکون الاختلاف الی الابواب بعشرۃ  
 اوجہ لولہا بیت اللہ عزوجل لقضاء نسکہ والقیام بحجۃ واداء خضہ والثانی ابواب  
 الملوک الدین طاعتہم منصلہ لبطاعۃ اللہ عزوجل وحکم واحب ونفعہم عظیم وضرر  
 شدید والثالث ابواب العلماء الذین یرتفعون علی الدین والدنیا الی اخرہما قال  
 علامہ مجلسی اگر شرح کرتے ہیں ان فرماتے ہیں بیان یحتمل ان کون المراد بالملوک ملوک الدین  
 من الاعمال ولا تقم یحتمل الاعمال فان طاعتہ ولایۃ الخیر البضائقیۃ من طاعت اللہ انتہی  
 حدیث سے صاف روشن ہے کہ جبکی طاعت خدا تعالیٰ کی اطاعت کے متصل ہے جیسا کہ آیت طاعت اللہ  
 واطیعوا الرسول واولی الامر من ہدی جائی ہے وہ ملوک ہیں اور یہی ہے کہ ملوک کا اطلاق ائمہ پر نہیں  
 ہوتا بلکہ ان ہی امرار و سلاطین پر ہوتا ہے جنکو تسلط ظاہری حاصل ہو لیکن علامہ مجلسی نے  
 اپنی حفظ مذہب کے لیے دو احتمال یہ لکھے ہیں اول یہ کہ ملوک سے مراد ملوک دین ہیں جو ائمہ اور ان کے ولاء  
 کو شامل ہے دوسرا احتمال یہ کہ ملوک سے عام مراد ہو جو ملوک دین اور ملوک دنیا کو شامل ہو۔ برآں  
 اول قطع نظر اس سے کہ یہ اطلاق غلط اور خلاف عرف ہے شیعہ کے سراسر مخالف اور ہادی

۱۰ جناب امیر المؤمنین علیہ السلام فرمایا کہ گزشتہ مذاکرے کے حکم کے مطابق ہر ایک کو اس قسم کے دروازوں پر آمد و رفت رکبنا مناسب ہے اول  
 میت نہ پر آمد و رفت اور کسی لشکر اور گزشتہ مذاکرے کے حکم کے مطابق ہر ایک کو اس قسم کے دروازوں پر آمد و رفت رکبنا مناسب ہے اول  
 دارش ملوک کو دارہ جبکی فرمان برداری خدا تعالیٰ کے فرمان برداری کے ساتھ علی ہوئی ہے اور ان کا حق واجب ہے اور ان کا  
 مع برآں ہے اور ان کا ضرر سخت ہے۔ تیسری علت اس کی در درہ جن سے دین دنیا کا علم حاصل ہوتا ہے۔ ۱۲۔  
 ۱۳ بیان۔ احتمال ہے کہ بادشاہ ہونے سے مراد دین کے بادشاہ ہونے کا ہے اور ان کی حدیث سے یہ اور احتمال ہے  
 کہ عام بادشاہ ہونے کیونکہ ظلم بادشاہوں کی فرمان برداری پر ہی بطور تفسیر اللہ کی طاعت سے ہے اور جب کہ

مدعا کو مثبت ہے۔ کیونکہ جب علاوہ اللہ کے انہی ولایت و حکام کی اطاعت ہی خدا اقدس کی اطاعت  
 کے متصل ہوئی تو وہ ہی لفظ اولوالامرین و افضل ہوئی اور امت اذنی ہی اطاعت کے مثل خدا و  
 رسول و اللہ کی مامور ہوئی تو اس سے لازم آیا کہ یہ بھی معصوم ہوں لیکن حضرات شیعہ کے نزدیک  
 سوائے ائمہ کے اور کوئی دومر معصوم نہیں۔ تو اگر اس آیت سے عصمت اولوالامر پر استدلال فرماویں  
 اور اس آیت سے عصمت اولوالامر قطعی ثبوت صحیحین و پیر سوا سنی ائمہ کے عصمت و ولایت و حکام اللہ  
 کی عصمت ہی قبول فرماویں اور ان کو بھی معصوم اعتقاد کریں ورنہ ائمہ کی عصمت سے یہ نااہل و ہوشیار  
 اور بدوی احتمال ثانی علاوہ اس کی کہ یہ معصوم طلاق ہی خلاف عرف ہے اور نیز الزام سابق اور مختار من  
 گزشتہ بیان ہی وارد ہوتا ہے یہ حدیث تمام ملوک جائدہ بنی امیہ و عباسیہ بلکہ تمام ملوک کفار کی  
 عصمت کو بھی ثابت ہوگی کیونکہ وہ بھی اولوالامرین و افضل ہوئی اور وہ بھی واجب اطاعت حسب رتبہ  
 شیعہ کے مثل خدا اقدس کی ہوتی۔ ولولہ فقہ تودہ بھی معصوم ہوئی چنانچہ وجہ سادس میں ہم کو بیان  
 کر چکے ہیں لیکن اسید ہی کہ حضرات شیعہ کو کو معصوم قرارینگی تو پیر ائمہ کی عصمت کا بھی ثبوت اس  
 آیت سے محال ہے۔ محمد صادق کہ جناب امیر کی ہی ارشاد سے بظلال دلیل شیعہ ثابت ہوا و عدم  
 عصمت ائمہ اس آیت سے منسحب ہو کر فیصلہ ہوا۔ بعد اس کے ہم ارباب الضمان کو تکلیف دینے میں  
 ذرا متوجہ ہو کر ہماری تحریک کی اوس عبارت کا جو خاتمہ دلیل پر بطور دفع و دخل مقدار اور حفظ نظام  
 کی تحریر فرمائی ہے مطلب فرمائیں تو سہی اور ہماری تحریک کے دین و دیانت و عقل و فراست اور سپر  
 قیاس فرمائیں پہلے تو یہ دیکھیں کہ ا بعد کے آیتوں سے کیا مراد ہو سکتی ہے جنکو محاط سے اس سنت  
 اس آیت میں توضیحات کرتے ہیں یہ تو ظاہر ہے کہ یہ آیت لفظ تا دلیلا پر ختم ہو چکی اسکو  
 مابعد کے آئینین بلکہ تمام رکوع جو لفظ مابعد سے متبادر ہے الفہم ہے وجوب اطاعت خدا و رسول پر  
 صراط دال میں وارد ہو کر ہو کہ نہیں۔ تو ان آیات کے محاط سے اہلسنت کوئی ایسی توجہ نہیں کرتے  
 جس سے وجوب اطاعت خدا و رسول میں فتور پڑے اور اگر اہلسنت بمحاطہ مابعد کی آیات کی کوئی  
 توجہ کریں تو کیا قیاحت سے خود متعون ببعض الکتاب و تشریحات ببعض میں کیوں داخل ہوں

اور قاسمہ القزلبی بصرہ بھٹا کو کیون ترک کرین اور اگر ابعد کے آیتوں سے مراد جس  
 شرط پر تفریق ہو جو ان تنازعہ سے شروع ہوتا ہے اور تہمت اسی آیت کا ہے تو قطع نظر اس سے  
 کہ یہ اطلاق محاورہ میں کس درجہ غلط ہے اسکی بعید وہ تفسیر ہے کہ کوئی ملحد بے دین ہو اہل  
 لاکھڑوہ القسطنطنیہ سے ناکہ کی مخالفت پر اور کلو او استریدا سے جو بے سنی اکل و شرب پرست  
 کری اور کہی کہ اس میں جو حیثیات مجاہد ابعد کے مخالفین کرتے ہیں انکو لفظ لا تقر بوا  
 اور کلو او شرب بوا باطل کرتا ہے۔ سبحان اللہ علم و فہم کچھ ایسا اور انصاف ہو تو ایسا۔ ع  
 ہرین عقل و دانش بیابانہ گریست۔ اور اگر ابعد سے مراد اور الفاظ میں جو بعد اسکی قرآن میں  
 بعید واقع ہوئی ہیں۔ تو اول تو سیاق کلام اور سبب دلالت نہیں کرنا چہر جمعیتات صحیحین  
 علاوہ اسکی یہ کہنا کہ لفظ اطعوا باطل کرتا ہے بالکل غلط ہے **قولہ** اور وہیل دوم کا بیان  
 اولہ امام رازی صاحب کے بیان میں ہو چکا۔ ہی شفاعت سوائے ہی شفیع ہونگی فاضل  
 رشید ریضاح لطافۃ النحال میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی مناقب کے ذکر میں کتاب فصل  
 الخطاب سے نقل کرتے ہیں۔ عبد الرضا نے قال من متہ مرحلہ الی بیاتہ استحب دعاء و عظم  
 ذنوبہ و مزارتہ فی ذلک البعدہ کان **عن** زرارہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکتب  
 ثواب اللہ بخیرہ و سرتہ و الیہ عمرہ مقبولہ و کتب اما و ابائی سعادۃ یوم القیمہ یہ روایت  
 اس پر ہے کہ حضرت امام رضا ام اور انکو ابدا ہرین زائرین قبر ائمہ ساس امام کی شفاعت  
 فرمائیگی اور شفاعت حضرت شاہ صاحب کے افادہ سے عصمت کے لازم سے ہی ہیں سید شہدائی  
 ہی اعتراف سے عصمت ائمہ ثابت ہے۔ **اقول** اس میں کا جواب یہی بیان اولہ امام کی  
 جواب میں گند چکا ہے لیکن شفاعت کے بابت جو مجیب لمیب روایت فصل الخطاب سے دی گئی  
 کہ کوفہ طیبہ میں پڑی ہیں اون پر تنبیہ کرنے ضرور ہے اسلیں مختار گاہن پڑل یہ روایت حسب  
 حدیث ہے نہیں لمیب اسکی تحت میں کلام ہے صاحب فصل الخطاب اب الترمیم تحت روایات  
 نہیں کیا ہے جو اسکا وارد کرنا تضحیم روایت سمجھا جادی جائزہ میت سے روایات ابن

بہت شہادہ عصمت ائمہ کی اور یہی روایت جو مذکور ہے کابل

بابوہ قمری سے نقل ہے کہ میں جب سے بعض روایات سے ہماری تعجب لیب کے آئینہ انکشاف میں تیار  
 کیا ہے اور اسکا جواب انشاء اللہ تعالیٰ کے بشرح و بسط اس جگہ نہ کر دوں گا اور ظاہر ہی کہ ابن بابوہ  
 اس سنت کے روایت میں سے نہیں ہے بلکہ خواجہ نصر اللہ نصر اللہ مشواہ حوالہ میں  
 اسکو زائد الکذب سے تعبیر فرماتے ہیں معنی اقامہ ہے کہ جو روایات ثواب اعمال میں  
 مردی میں اور انہیں تھوڑی تھوڑی کمال پر پر بڑی بڑی مثوبات موعودہ میں وہ اکثر غلط  
 و موشگافات ہیں سقاہم الخیرین قدس سرہ العزیز عجلہ نافذہ حدیث میں قواعد کلیہ وضع کر  
 بیان میں فرماتے ہیں کہ سقاہم الخیرین قدس سرہ العزیز عجلہ صغیر یا اقراط و وعدہ عظیم پر  
 قلب خیر یا خیر فی سقاہم الخیرین قدس سرہ العزیز عجلہ صغیر یا اقراط و وعدہ عظیم پر  
 ذکر کتب سقاہم الخیرین قدس سرہ العزیز عجلہ صغیر یا اقراط و وعدہ عظیم پر  
 احادیث میں ان نسخ راغواہ در ثواب باشند و خواہ در عذاب موضوع بایہ شناخت نہم اگر عمل  
 قلیل ثواب حج و عمرہ یا ذکر نماید انتہی باوجود اسکی یہ روایت حدیث لائشہ الرجال کے ہی مخالف ہے  
 پس میں میں ہی بضرر حال سمجھتا کہ یہ حدیث صحیح مسلم عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ ہے لیکن تاہم ہماری تعجب کا  
 ہستہ لال اس سے خطا ہے و چونکہ یہ بھی کہ شفاعت و شفاعت عامہ ہے کہ تمام امت  
 کہ شفاعت ہو یہ خاصہ رسول کا ہے اور شفاعت صغریٰ شفاعت خاصہ ہے کہ خاص خاص  
 کو کوئی کچھ اور یہ شفاعت صغریٰ عوام صلیٰ مومنین کو بھی حاصل ہوگی چنانچہ روایات کثیرہ  
 اس سے روایت کے کہتا ہوں کہ یہ روایت میں اور یہ شفاعت جو اس روایت میں مردی  
 میں ہے وہ شفاعت خاصہ و صغریٰ ہے کہ کینا کہ زائرین قبر اقدس کے ساتھ مختص ہے اور یہ مقصود  
 صحت کو نہیں ہو سکتی قطع نظر اس سے یہ جو فرمایا کہ شفاعت شامہ صاحب کے افادہ سے  
 صحت کے لازم سے ہی یہ ہی غلط ہے شامہ صاحب کے کلام سے ہرگز یہ افادہ نہیں کہ شفاعت  
 جو درکت چہی اسکی ہی سترہ زائر اگر ہر گز میں سترہ زائر دالان اور ہر دالان میں سترہ زائر  
 اور ہر زائر سترہ زائر ہو کہ ان ۱۲۔

عصمت کے لئے اور میں بھی مان اگر کوئی یہ کہی کہ شاعت و عصمت دونوں میں مجتمع ہیں  
 اور یہی کے اوصاف لازم ہیں میں بھی تو مستبعد نہیں لیکن ادعائی ظالم اور پیر شاہ صاحب  
 کو انادہ ہی سرسختی پس اگر ایک نام احترام عصمت ہی جیسا کہ آپ حضرت شاہ صاحب  
 قدس سرہی طرف منسوب کرتے ہیں تو بیشک آپ میدان مناظرہ جیت چکی ہیں تو فدی  
 خالی کا ہی حلیہ شاید کچھ پیش کیا ہو۔ **قول** تیسری دلیل بھی اچھی ہے ائمہ علیہم السلام عصمت میں ہیں  
 کیونکہ اگر ائمہ گناہ کرتے تو مثل سلاطین جابر کے ہوتی کہ اور آدمیوں کو رسوم فاسدہ اور لڑکھاپ  
 فواحش برزجر و ریاست کرین اور خود وہ لمود عمل میں لائیں اور ضرور یہ کہ ائمہ و خلفاء راشدین  
 موش ملک جابر و سلاطین ظالم کے دشمن ہو جہاں ہو۔ **قول** یہ دلیل بھی عصمت کو نہیں  
 مثل لائل سابقہ بوجہ سابقہ مقروض ہے۔ اور ہمدانہ لحد سبھاؤ اور اس دلیل بھی عصمت پر  
 کچھ تباہ و تاراج ہو گا۔ اس قدر کہ سوچ دلیل کے وقت آپ اپنی مدعا کو قبول جاتے ہیں تو ہمارے  
 خیال نہیں رہتا کہ دوا کیا ہو اور ہم دلیل کیا بیان کر رہے ہیں سلامہ ازین ائمہ خدائی جو از ہمد  
 تا حد عوام کے زبانی میں ہو اور نام سمر ہی کچھ لائے حکومت کا نہیں ہو گویا نہ لروانی کا چہا  
 ہوانہ برزجر و ریاست کبھی کی ہیشہ دوسری محکوم و مطیع ہو انکو ملوک ہی کیا مناسب  
 اور سلاطین ہی کیا نسبت پس میں دلیل ہو انکی عصمت پر استدلال لانا اور دلیل کے معنوں میں جہنم  
 پستی و تعادل کرنا ہماری محیب جیسی شخص کا ہی کام ہے۔ مان اگر اس دلیل میں ہاضم عام رشاد  
 حباب امیر یہ کہہ بوجہ البلاغۃ میں منقول ہوا ہے واللہ لا سلامنا مسلمات لہو المسلمین  
 خلفائے مد کی عصمت پر استدلال کیا جاوی اور شارح ابن تیمیہ جو کچھ اپنی شرح کبیر میں انکی  
 شرح میں بخیر فرمایا ہے محفوظ رکھا جاوی تو ہماری نصف مزاج محیب کہ کچھ نہیں کہ اس پر استدلال کرن  
 سمجھیں شارح ابن تیمیہ فرماتے ہیں و فیہ اشارۃ الی ان غرضہ من المناظرۃ فی ہذا الامر صلاح  
 حال المسلمین واستقامۃ امورہم و سلامۃ متہم عن العتق وقد کان لہم عن سلف  
 من الخلفاء قبلہ استقامۃ وازکانت لا تبلغ عنہ کمال استقامۃ ہا ولی ہو ہذا

اس کا رد  
 مان میں  
 حلیہ

نسبت از عصمت کی تشریح میں غور و فکر کا خیال  
 میں  
 اس کا رد  
 مان میں  
 حلیہ



واعدلهم مذایا ھجینا۔ امین حق تعالیٰ رسول کے ایذا کو اپنی ایذا فرمایا پس حق تعالیٰ کو سبب  
 لعن و عذاب کا قرار دیا۔ اور جب مطلق ایذا سبب لعن و عذاب کے ہوئی تو اس سے صاف معلوم ہو سکتا ہے  
 کہ اور نہ معصیت کا قصد و ممکن نہیں ورنہ وہ مستوجب ایذا کو کہہ سکتے اور انکی مطلق ایذا سبب  
 لعن و عذاب کا ہو تو اور یہ دلیل آئمہ میں بالمرہ مفقود ہے کیونکہ جو دلیل عصمت آئمہ میں جاری  
 کی ہے اور اسکا خلاصہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ مومنین کے شان میں فرماتا ہی واللذان یؤذون  
 المؤمنین والمؤمنات بغير ما اكتسبوا فقد احتملوا بهتانا وإتهامينا۔ اول حق تعالیٰ  
 شانہ نے اس آیت میں عام مومنین اور مومنات کی نسبت یہ حکم فرمایا اور موم جمع مومین کا نام  
 ہے استفادہ ہی اور نیز حکم علی التثنی علیہ غلظہ ناخذہ پر دلیل ہے جو جبکہ علت پائی جاوے گی یہ حکم پائیگا  
 سکتا کہ نزول خاص جناب امیر کی ہے نسبت ہو سکتا۔ الحقیر لعموم اللفظ لا لخصوص  
 السبب قاعدہ سہ فریقین سے ورنہ اکثر قرآن ہی لغو ہو جائیگا کیونکہ اکثر آیات خاص مومنین  
 اور خاص لوگوں کی حق میں نازل ہوئی اگر خوف تطویل نہ ہوتا تو ہم اسکو فریقین کے تفاسیر میں ثابت  
 کرتے افسوس کہ ہمارے مجیب کو اتنی ہی خبر نہیں دوسری یہ کہ مومنین کے ایذا کو حق تعالیٰ شانہ  
 اپنی ایذا نہیں فرمایا جیسا کہ رسول کے ایذا کو اپنی ایذا فرمایا اور اس صورت میں ذکر جمال  
 بشور تو طیبہ و غنیدہ کے واقع ہوا ہے تو اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ جب طرح ایذا رسول صلی اللہ علیہ وسلم  
 نیز ارضہ الت کے ہے اس طرح ایذا مومنین نیز ایذا ائمہ کے نہیں پس امین ماہ الفرق اگر چہ ایذا  
 تو یہ ہی ہو گا کہ رسول معصوم ہے اسلیئے اسکی ایذا میں حق تعالیٰ نے اپنی ایذا کو شامل  
 فرمایا اور اسکی ایذا کو اپنی ایذا قرار دیا اور مومنین مومنات معصوم نہیں تو ہر ایک ایذا کیستہ  
 اپنی ایذا کو شامل فرمایا بلکہ بغیر اسکی قید کے ساتھ مقتدہ فرمایا جس سے معلوم ہوتا ہے  
 کہ ان سے کتاب الہیہ انحال کا جنسہ مستحق ایذا کر ہون ممکن ہے۔ مشیر ہی یہ کہ اگر مومنین

سے اور جو کہ بظاہر دین میں ایمان والوں اور یوں کہ بدعت کبھی کام کے تو ادھر سے انہوں نے جو

مراد انکو کہ قرار دیا تو لفظ مومنات کو کہاں لیا کر ڈالینگو اور کس محل محمول کرینگے۔ چوتھی یہ کہ خدا تعالیٰ  
 فرمایا مومنین کو بغیر اکتساب کے ساتھ مقید فرمایا ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ جو لوگ ناحق بدین  
 پاداش کسی جرم کے مومنین و مومنات کو ایذا دیتی ہیں وہ محال اور اہمیتان اور انام میں اور جو  
 لوگ کہ کسی فعل کے بدلہ میں ایذا دیتے ہیں وہ اس عید سے خارج ہیں۔ تو اس سے اس پر  
 روز روشن واضح ہوا کہ مومنین و مومنات محمولہ مصدر الیہ اعمال کے ہو سکتی ہیں جسکو پاداش  
 میں مستوجب ایذا کے ہوں بخلاف رسول کے کہ حق تعالیٰ نے اوسکی ایذا کو کسی عقید کے ساتھ  
 مقید نہیں فرمایا بلکہ اوسکو مطلقاً سبب لعن و عذاب کا قرار دیا۔ جس سے صرف اوسکی عصمت  
 ثابت ہوتی ہے اور اللہ کی عصمت ہرگز ثابت نہیں ہوتی۔ پانچویں یہ کہ جب نص قرآنی سے  
 ثابت ہو گیا کہ مطلق ایذا مومنین محرم نہیں تو یہ جو حدیث میں وارد ہوا کہ من اذا علیا  
 فقد آذانی۔ نہ ہو کہ یہ ضرر اور نہ ہمارے جیسے مقید مدد کیونکہ یہ ایذا جناب امیر کو  
 اپنی ایذا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ دوسری ایذا جو بغیر اکتساب ہونے مطلق ایذا اور معذرت  
 اگر ہماری محبت لیبیب الیہی ہی مطلق ایذا جناب امیر کو ایذا جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سمجھتے ہیں  
 اور رسول کے ایذا و خدا کی ایذا اور خدا کی ایذا و کفر ہی تو ہر اون کلمات موزونہ کے نسبت جن  
 جناب سیدہ کی زبان مبارک سے نکلنا نسبت جناب امیر کی علیہ طائفہ مشیعہ بیان فرماتے  
 ہیں کیا فرمایا۔ مانند جنین پر نشین شدن۔ الخ ظاہر ہے کہ ایسی کلمات نامنہ اگر باکتساب  
 میں نہ تو عصمت سے تنہا الیہ اور اگر بغیر اکتساب میں تو حسب روایت خود جناب سیدہ رضی اللہ  
 عنہا ایمان سے منہ و اللہ تبارک و تعالیٰ کی ایسی کلمات جگر خراش ممکن نہیں کہ باعث کوفت قلب  
 و سوزش دل ہوں۔ علی الخصوص بوجہ حاجت اور الیہ ضیق کی حالت میں چنانچہ روایت خصال  
 ابن ابیہ سے جو ایک یزدی کے جواب میں جناب امیر نے اپنی مواضع ابتلاء ذکر فرمائی ظاہر  
 ازین حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حسب روایت سامی جبکہ بعہ کی بہت اعمال کا مال غنیمت کے  
 مکہ آئیں یہی جناب کے ایذا کا باعث ہے۔ چنانچہ جیسا کہ یہ درد انگیز خط آپنی اذکار کو کہہا ہے

روایت  
 کہ حضرت  
 ابوہریرہ



دو کسی پختی نہیں ہم سابقین میں نیچر سب اذتہ سے اسکی نقل کر آکر ہیں خود حضرت عباسؓ نے ہی  
 جبکہ ام کلثومؓ کا نکاح حضرت عمرؓ سے بھیر خلافت رضا جناب نہی بطبع نفسانی کیا کیسی کہ  
 جناب کو ایذا پہنچائی عقیدہ صفات امیر معویہ سے جا ملی یہی ہے انکی ایذا کا باعث تھا  
 صحیح بنو ہاشم نے سوامی سفار کے آپ کو مخدول کیا اور جنیں اس وغیرہ میں اطاعت نہ کی بلکہ  
 آپ کو ایذا کا سبب بنا۔ امام حسینؓ نے بیت المال کے عمل میں بلا اجازت حضرت زما با جس سے آپ  
 یہاں تک ناخوش ہوئی کہ ریحان رسول کے حکم کو آپ دو کس مبارک پر سوار کرتے ہی مارنے کا  
 قصد کیا۔ اور اہری یہ ہر ایک کا فعل دوسری کے سخت ایذا کا باعث ہوا۔ امام حسینؓ نے  
 خلافت امیر معویہ کے سپرد فرمائی۔ یہی ہے آپ کو ایذا کا سبب بنا۔ اگر آپ بقید حیات ہوتے  
 تو قطعاً متاؤمی ہوتی۔ قطع نظر اس سے حضرت امام حسینؓ رضی اللہ عنہ کے ایذا کا سبب ہوا تھا  
 کہ اپنے اس کو اپنی ناک مبارک کے کشنی سے بدتر سمجھا۔ محمد بن الحنفیہ نے امام حسینؓ رضی اللہ عنہ کے  
 ہمرہی و اعانت سے ناخو و قاعد کیا یہ کس قدر انکی ایذا کا باعث ہو گا بعد اوسکہ امام سجادؓ سی ایست  
 کی ایست تمارع کیا یہاں تک کہ نوبت حیر الاسود کی حکومت کی پہنچی یہی ہے یقیناً جناب امام سجادؓ  
 کو ایذا کا باعث ہے کہان تک عرض کردن یہہہ آپ کا قاعدہ انت رائدہ تھے کہ یہ کہ ایمان کہی  
 سلامت باقی نہیں ہو رہیگا۔ اگر آپ اہل علی العموم والاطلاق قائل میں جوان بزرگوں کو ایمان کا  
 منکر فرمائی جتنی اگر ایک امام میں عصمت ثابت ہوئی تو پھر کل امون میں اسکا ثبوت یا  
 قیاس ہوگا۔ اور وہ باب اعتقادات میں مفید نہیں یا کسی دوسری طریق سے ہوگا اسکو برہان  
 کرنا چاہی کہ وہ کیا ہی اور دیکھتے چاہی کہ وہ شرعاً باب اعتقادات میں کار آمد ہو سکتا ہے نہیں  
 غرضیکہ اہل انصاف روزگار اس دلیل کو دیکھ کر ہر محبت کے خیم و صفات کا بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں  
 ہم اس پر زیادہ کیا عرض کریں۔ قولہ وجہ تخیم کا بیان ظاہر ہے کہ اگر اللہ کے گناہ است  
 ظاہر ہوں و اطاعت سے استنکات کریں۔ اور انکی نظر و نشہ کر جائیں اور انکی احکام وغیرہ کی تفسیر  
 تفسیل کریں۔ بلکہ تذب کریں کہ اگر ہم مواعید وغیرہ کے بیان میں سچ ہوتے تو خود کیوں ان

**مکرم ہوئی۔ اقول۔** عصمت اللہ میں اس دلیل کا ذکر نہیں ہے کہ قابیل سے اہل النصارى سب سے بڑے  
 ہونگے۔ کہ عصمت اللہ میں اسکا بیان اصداق اس شعر کا ہے ہمیشہ جو خوش گفت است ستمی در نیاید  
 الا یا ایہا الناس اتقوا ما دنا و اباہا و ایتہ اس دلیل کا معنی اس امر پر ہے کہ اللہ با سب مخلوق سب سے  
 شریف ترین ہے۔ پس اگر کسی کو یہ سنا کہ علماء شیعہ کے مسلمات سے یہی کہ تمام امور شرعیہ کے مثلاً تحلیل و تحریم  
 و غیرہ سب اللہ کو سپرد کر رکھی ہیں۔ اس میں ہرگز کوئی شک نہیں کرتے وہ ابنیہ کو انبیاء و سنیہ پر ہیں اور اللہ  
 کو اللہ اصل کو اصل اور تابع کو تابع پر اپنی مسلمات سے حق مسلم کو الزام دینا ہمارے محجبہ جنس مخالف  
 و انصاف پرست کا یہی کام ہے ظاہری کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایام حیات میں جن  
 تکمیل سے چکا تھا اور الیوم تک ملت اللہ و ہمیکہ نزول اجلال با چکا تھا اور امام مرت مروج شریعہ ہی  
 اور اسکا کام یہ ہے کہ امت کو شریعت نکلا پر چلا دے تو وہ اگر تکلیف و عصیت ہو تو اسکی اطاعت سے  
 استنکاف کر چکے سنی انہیں اس اور اذنی احکام جو مطابق شرع ہوئے عدم تصدیق و شکیل  
 کوئی صورت ہے اور جو احکام شرع کے موافق نہ ہوں وہ خود بخود واجب اطاعت انہیں تو امام کے  
 اطاعت میں جیسا کہ مشیخ الشریعہ ہی نہ بحث متبع تو لزوم ان امور کا مطلق نہ ہو گا۔ محمد صلی اللہ  
 علیہ وسلم کے شانہ نے اللہ کی اطاعت کی یہاں جن صافات ارشاد فرمادیا **فَاَنْتَ لَا تَعْبُدُ شَيْئًا سِوَايَ اللَّهِ**  
 و اگر کسی سے صاف معلوم ہو جائے کہ اگر کسی امر میں ہست و اولو الامر یا ہم متعارض کریں اسکو  
 کتاب و سنت کی طرف تو دین اگر موافق ہو قبول کریں ورنہ رد کریں تو یہ شخص سب سے بہت ہے  
 کہ یہ چیز ضرور انہیں کہ امام کا قول و فعل موافق شرع ہے ہو اور یہی عدم عصمت ہے پس حکم امت کو  
 مانع میں میزان سقیم شرع مجہودی تو انکو امام کے غیر معصوم ہونے سے کیا ڈر اگر کسی حکم میں  
 امام کی تصدیق کرنے سے کیا خوف بخلاف نبی کے کہ اگر اس سے استنکاف کریں اور اسکو تصدیق  
 نہ کریں بلکہ مذہب کریں۔ تو دین و شریعت ہی درہم و پیم ہو جائے پس اس دلیل سے عصمت اللہ  
 میں استدلال کرنا ایک تعجب انگریز قصہ ہے علامہ اس بحث کے باقی نقوض و اوتھر اصناف جو اس  
 استدلال سے وارد ہوتی ہیں۔ وہ ان اوتھر اصناف سے جو ہم دلائل سابقہ کے ابطال میں بیان کر آؤں ہیں

انبات شیعہ و اہل عصمت اللہ کے یہ دلیل و حجت کا ابطال

معلوم ہو سکتی ہیں بخلاف انہم کہ ترک کرتے ہیں قولہ رحمہ اللہ مذکورہ کہ خاتم محمدین کے ہی  
 تقریر پر عصمت ائمہ ثابت ہے نہ کتاب تو آپ پر ان لین۔ اقول پیری مجسب یہہ انجمن  
 زعم و فہم ہے۔ جو بقیہ قضا جیسا کہ شیعیان کا پاسداری تحقیق ہے ورنہ تحقیق جو امر کتاب و سنت  
 سے ثابت ہو بلکہ عقل و نقل کے خلاف ہوا و کما ہوت خاتم محمدین ہم کے تقریر سے سرگز نہیں ہو سکتا ہے  
 میں امید کرنا ہوں کہ اگر آپ بشر اصفان و تحقیق حق اس مسئلہ میں غور فرمائیں تو آپ کو بھی۔ اوہم  
 کہ انہی یہ امر غلط عقل و نقل ہے بلکہ اگر روایات مذہب کے ہی مخالف ہیں۔ علامہ مجسب نے جلیلہ اول و ثانیہ  
 کہ اب کتاب میں اس میں چند روایات مخرج فرمائی ہیں جس سے صاف ثابت ہوا ہے کہ آیت ان ان بین  
 یا قوم ما اولنا من الیسات والہدی من بعد ما بیناہ للناس فی الکتاب والذین  
 یلحقہم اللہ ویلغہم اللہ لا یعرفون کہ مصداق ائمہ علیہم السلام ہیں۔ عن جریر عن علی بن جعفر  
 علیہ السلام فی قولہ ان الذین یلحقہم اللہ ان الذین یلحقہم اللہ ما اولنا من الیسات والذین یلحقہم اللہ  
 ۱۰ ایماہ للناس فی الکتاب یعنی بذلک یلحقہم اللہ المستعان بن ابی عمیر عن ذکرہ  
 عن علی بن عبد اللہ علیہ السلام ان الذین یلحقہم اللہ ان الذین یلحقہم اللہ ما اولنا من الیسات والذین یلحقہم اللہ  
 علیہ السلام عن عبد اللہ بن کبیر عن محمد بن عیسیٰ عن عبد اللہ علیہ السلام فی قولہ اول الذین  
 یلحقہم اللہ ویلغہم اللہ لا یعرفون قال یلحقہم اللہ ما اولنا من الیسات والذین یلحقہم اللہ  
 عن عبد اللہ بن عبد اللہ علیہ السلام قال قلت لآخرین عن قولہ ان الذین یلحقہم اللہ ما اولنا من الیسات  
 والذین یلحقہم اللہ ما بیناہ للناس فی الکتاب قال یلحقہم اللہ المستعان ان الرجل اذا اصاب

۱۱ امام ابو جعفر سے میرا فرس (خوگ) تھا میری جو کہ کہ اور انہی اہل بیت سے یہ کہی کریمان کر دیا میرا اسکو  
 رگ ان کے لیے کتاب میں (میں) میں مروی ہے کہ اس سے ہم مراد ہیں اور اللہ سے دو چہتر ہیں۔ ۱۲ امام ابو عبد اللہ سے  
 مروی ہے کہ آیت ان الذین یلحقہم اللہ ما بیناہ للناس فی الکتاب والذین یلحقہم اللہ ما اولنا من الیسات  
 سے مراد ہے کہ اس سے ہم مراد ہیں اور اللہ سے دو چہتر ہیں۔ اور کہا ہے کہ حشرات الارض میں  
 ۱۳ امام ابو عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اس سے ہم مراد ہیں۔ ان الذین یلحقہم اللہ ما بیناہ  
 من الیسات والذین یلحقہم اللہ ما بیناہ للناس فی الکتاب سے مراد ان کے ہم مراد ہیں۔ اور اللہ سے دو چہتر ہیں

ابو جہر کہ فرمود کیا ہے یہ بھی کہیں نہ کہ جواب خلیفہ ثانی نے فرمایا کہ اس قول کے جواب میں کہ  
 ان لم یختلف سکوت فرمایا۔ اور وہ نہیں کیا اور ثانیہ فرمودی کہ ہے تو وہ واجب علیہ  
 اور وقت نامہ ہے ہر جگہ ابھی جسے اس کے قول میں لفظ امان نہ لکھا تھا تو اب ابھی ابھی عدم درود  
 کہ ثابت ہو جاوے اور یہ محال ہے۔ پس اس پر دعوت ہے کہ مسئلہ ہال کرنا اس پر یعنی کہ ہماری  
 محبت علیہ اس پر مدعا ہے متقابل ہیں۔ ابھی جسے اس کے اس قول سے اگر بعض سال جواب نص  
 ثابت ہو بھی تاہم مسئلہ شہر الیہ نہیں کہ مفید نہ رہا ہو۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ امام نووی نے  
 اس پر حدیث کے شرح میں عدم وجوب نص پر اجماع لکھا ہے نہ جو سکنا ہے کہ حضرت ابن عمر  
 رضی کی اولیٰ شخص سے یہ ہون۔ لیکن عطف ہوا و اسلام صحبات کو یہی عمل میں لیا واجب سمجھتے  
 ہیں اور نیز قاعدہ ہے کہ ہر شخص اپنی مدعا کو حتیٰ الوسع دلائل میں بیان کیا کرتا ہے تو اصل میں  
 ادھون نے اس کا اس دلائل پر یہ بیان خاص فرمایا۔ لیکن جب جواب سن لیا تو چونکہ امر فرما  
 نہ تھا اس لیے سکوت فرمایا اور مکرر اس باب میں لب کشائی کی کہ جو دلیل حضرت عمر رضی  
 فرما کر فرمائی وہ بالنتہی اس امر پر دال ہے کہ اختلاف و عدم اختلاف ہر دو جائز ہیں واجب نہیں  
 اور نیز یہ بھی ممکن ہے کہ انہی میں سے بعض حضرت ابن عباس رضی کے زمین میں لزوم نص آیا ہو  
 لیکن جبکہ حضرت امیر المومنین فاروق رضی اللہ عنہ کی زبان پر دلائل قاطعہ سے عدم لزوم معلوم ہو گیا  
 تو اپنی قول سے رجوع فرمایا۔ چنانچہ خلیفہ ثانی نے اس کے جواب میں عدم وجوب نص  
 بیان فرمایا اور صحابہ میں سے کسی نے اس کے رد و انکار نہیں فرمایا تو اجماع سکوت ہو گیا۔  
 پس خاتمہ دلیل پر جو کچھ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نسبت ہماری جمیع کتابوں میں کیا  
 وہ کمال قاضی کے دلیل سے مدعا کو دلیل سے ثبوت کی بوجہ نہیں پونجی اور زبان درازی  
 شروع کر دی حضرت ابن عمر رضی کا عقیدہ ہے کہ اگر نص کا جو مسئلہ عدم عقیدہ ثابت غیر  
 منصوصہ کو بھی پہلے ثابت فرمایا ہو تو اور اس کے بعد کچھ کہا ہوتا لیکن جب دیدہ بصیرت کھل  
 فہم و انصاف سے خالی ہو تو جو سکوت کے کیا جواب دیا جاوے۔ فتوایہ صاحب ابن عمر

ہی نہ تھے نہیں ہر اور صحابی کا ہی یہی ہر اعتقاد ہے چنانچہ خواجہ کا بلی صواعق میں جبکہ ترجمہ  
 انکی خاتم الحدیث نے فرما کر اور نور سائنس تبدیل کر کے تحفہ کہا ہے۔ ذیل قول جناب امیر المومنین  
 بائعہ القوم الذین بالبعو ابابکر و عمر اللہ علیہما السلام مقتدر رابع است میں فرماتے ہیں و  
 ذهب بعضهم الى ان الامام يجب ان يكون منصوباً عليه فضلاً جليلاً و خفياً و اليه ذهب  
 عبد الله بن مسعود و ابو الدرداء و حذيفة بن اليمان و انس بن مالك و ابو هريرة و  
 وجم غفير من الحديثين و شرذمة من الاصوليين و طائفة من المتكلمين فجماعة من الفقهاء و غير  
 و يجب ہر کہ انکی خاتم الحدیث نے باوجودیکہ اس کتاب کے اکثر بلکہ کل صفحہ میں ترجمہ کی ہیں اس مقام کو  
 ملاحظہ فرمایا و در اس عبارت سے اس عقیدہ کی نسبت نفی فرمائی کہ یہ عقیدہ عقل نقل کے خلاف ہے۔  
 اقول یہ دلیل ہر زبان حال سے چلا کر کہہ رہی ہے کہ ہمارے محیب کی عبادت کا اپنی مدعا کی خبر نہیں  
 رہی اندیز اس دلیل سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ہمارے محیب نے یا ہمارے محیب کے اوس بزرگ نے  
 جس سے وہ اسکو نقل فرماتے ہیں نقل عبارت صواعق میں کمال دانت فرمائی ہے اور جو جسہ کہ اپنی  
 مذہب کے مخالف اور اس عبارت کو ابدیت سے قریب مذکور ہے اور گویا تمتہ اس عبارت کا ہے کہ  
 حذف کر دیا سمجھا ہو گا کہ صواعق عزیز الوجود کتاب ہے کہان دستباب ہوتی ہے جو کوئی معاند  
 کر کے غلطی نکالی گا۔ لیکن خدا تعالیٰ کے نقل و کرم سے اس عاجز کو یہ کہ کتاب بلا دقت میری ہوگی  
 اس لیے اصل کتاب سے ہر عبارت اہل الصفات کے سامنے پیش کرتا ہوں اہل الصفات ملاحظہ  
 فرمادیں اور یہ بھی یحییٰ کہ ہمارے محیب نے یہی مدعا سے اس دلیل کو کچھ تعلق ہے یا نہیں۔  
 ذهب بعضهم الى ان الامام يجب ان يكون منصوباً عليه فضلاً جليلاً و خفياً و اليه ذهب  
 عبد الله بن مسعود و ابو الدرداء و حذيفة بن اليمان و انس بن مالك و ابو هريرة و  
 وجم غفير من الحديثين و شرذمة من الاصوليين و طائفة من المتكلمين

اثبات ہر دور نص کی اور سی دلیل کا ابطال

۱۔ بعض سورت گئی ہیں کہ امام کا منصوب ہونا خواہ غیر علی ہو یا جعفر واجب ہے اور یہ سورت گئی ہیں عبد اللہ بن مسعود اور ابو الدرداء  
 اور حذیفہ بن الیمان اور انس بن مالک اور ہریرہ کی ایک بڑی جماعت اور اوسو میں ایک گروہ اور متکلمین میں ایک فرقہ۔ ۱۲۰

و جماعت من الفقہاء و تمسکوا بالاحادیث الواردة فی خلافت الخلفاء الاربعة و خلفوا  
فی الفضل الجہد علی اندجال و جمع علی اندخف و الی ذہب الحسن البصری و اتفقوا علی انما ثبتت  
بالاجماع ان لم یتمعین الا فضل و لم یوجد النص انتہی۔ اس عبارت کے آخر کا جملہ  
و اتفقوا اس پر جو بدایت مدعا کی نفیض کو ثابت کر رہا ہے ترک فرمایا تاکہ استدلال بوجہ اتم راست ہو پس  
اگر یہ نقل میں ثابت نہیں تو کیا ہے۔ لیکن اگر اس جہد میں قطع نظر کیا دی تاہم یہ عبارت ہمارے  
محبس کے ثبوت مدعا میں کچھ فائدہ بخش نہیں ہے۔ کیونکہ نص عام ہے جلی ہو یا خفی اور کجا دعوی  
انہما نص جہد کا ہے تو اس صورت میں آپکا دعوی خاص ہے اور دلیل عام ہے اور دلیل  
عام کے خاص مدعا کا ثبوت ناممکن ہے اور اگر بغور دیکھیں تو دلیل عام میں باہم رسوم  
و خصوص نہیں بلکہ تغایر و تضاد ہیں تفصیل اسکی یہ ہے کہ الہی نزدیک انقطاع و است کے لیے  
یہ شرط ہے کہ حق تعالیٰ کی طرف سے اس طرح نص وارد ہوئی ہو کہ فلاں شخص بعد فلاں  
بنی یا فلاں امام کے اسکا خلیفہ ہے اگر اس طرح نص ہوگی تو راست و خلاف متحقق ہونگی  
اور صحابہ میں سے کوئی اسکی ازوم و شرط کا قائل نہیں اگر سنی اسکو ضروری نہیں سمجھا  
اور نص جہد سے یہی مراد نہیں ہے کہ جو معتقد علیہ سامی ہے۔ چنانچہ جہد و تمسکوا  
بالاحادیث الواردة فی خلافت الخلفاء الاربعة اس مدعا پر ظاہر دلیل ہے تو بس دلیل مدعا باہم  
استغائر ہوئی پس ایسی بوج اور غلط دلیل پر اسقدر زائد و مفتہر۔ اور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ  
کی نسبت صواعق میں اس بحث کے دیکھنے کا الزام بالکل لغو و ناجائز ہے علی الخصوص جبکہ  
شاہ صاحب صم کی عبارت کو جو تحفہ میں مذکور ہے دیکھ کر جاوی دہ فرماتے ہیں و اما یہ  
سیکونکہ کہ نص امام بر خدا واجب است پس مبادیہ کہ مخصوص بود از جانب خدا و این عقیقہ

اسے ارفیق میں سے ایک جماعت اراکان امامت سے دلیل کوڑی ہے جو خلف و اراکین کی خلافت کے بارہ میں واقع ہو کر ہیں  
اور شاہ صاحب میں اختلاف ہے جمہور اس میں کہ نص جہد ہے اور ایک جماعت اس پر کہ وہ نص ہے جس میں ہری  
اسطوت کی ہری اس پر سب متفق ہیں کہ اگر افضل متعین نہ ہو اور مشن پائے جاوے تو خلافت اصلا  
کو ثابت نہ ہوتی ہے۔

مخالف عقل و نقل است۔ معلوم نہیں بیدہ عاجز مجسود المرین کا ہر لوجہ کدشتہ صاحب ہر لوجہ  
عقل و نقل فرما رہے ہیں اسکو ہماری محبت کیونکہ موافق عقل و نقل کے ثابت کیا ذرا انصاف فرما کر  
اپنی دلیل کو ہی ملاحظہ فرمائیں اور جبکہ نسبت شاہ صاحب فرمایا کہ خلاف عقل و نقل ہے اور کو  
ہی دیکھیں اور جو جلیل نسب و لوگوں کی اپنی وطن کو مریض انصاف میں کہہ کر لو لیں توصات معلوم  
کر لیں گے کہ آپ نہ عداوت صواق کو سمجھیں اور نہ تقسم کو سمجھیں اور نہ خود انجاد عا ہی نسبت فرمایا تھا  
توفیق انصاف و زادہ راسد عشا فرمادی۔ **قولہ** اگرچہ اس وقت ہم میں ہمیت کچھ گفتگو  
کر سکیں مگر ہر غیر اختصار ترک کر کے ب حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی عقل کے باب میں  
شہادت کہتے ہیں کہ یہ حضرت بابا پرست ہو تا کی خانم الحدیثین شہ والدہ ماجدہ میں اگرچہ جھجھ میں انکو  
البتہ میں توریہ فرمایا ہے کہ نہایت ہی درجہ کی تفریب و سناٹاں فرمائی ہیں جس کی نسبت ان کو اپنا  
آپ ہی معجزہ و معجزات جناب رسالت نہاں ہی انکی شان میں کہہ رہے ہیں جیسا کہ پہلے ہی گذر چکا  
**اقول** نہایت اندوس ہا کہ اس مقام پر آئے ہیں کچھ گنت گو نہ فرما کر۔ جس وقت ہر  
مقام پر گنت کو واقع ہوئی ہے اور اس کے آگے علم و فہم و انصاف کی کیفیت اور بہتہ لال کی حالت  
بخوبی شکست ہو گئی ہے اور اگر اور کچھ گنت گو فرماتے تو اور زیادہ اغلاط فاضحہ ثابت ہو کر اس  
دعوہ کو ہل کر لے جاتے جو آپ نے ابداً جواب میں فرمایا جو بہتر ہوا کہ آپ نے احتصار کے پیرائے میں  
ترک فرمایا۔ اور جو کچھ حضرت شاہ صاحب کی نسبت لفظ بابا پرست ہو گیا کہ تفریب فرمائی اور اگرچہ  
اور عادات و عیوب و اخلاق کے بد ہند ہیں کہ جامہ پہنا اسکو جواب میں ایسی تقریریں بلکہ اس سے بڑے  
ہم ہی ہیں کہ مجتہدین میں حال و صنی و خبر و نسبت عرض کر سکتے تھے لیکن ہم بڑے سکوت سے  
اسکا کچھ جواب نہیں دیتے۔ اسکی بعد جو شہادتیں کہ نفس کے غیوت کی بابت حضرت شاہ زادہ  
رحمۃ اللہ علیہ سے نقل فرمائی انکو کہ کیفیت ہی ملاحظہ ہو۔ **قولہ** آپ بظہر غور ملاحظہ فرمائی کہ جو  
تقریریں ہم نفس کے باب میں کرتے ہیں ہمیں وہی حضرت شاہ صاحب از الان تک فہم میں رقم فرمائی  
ہیں معتمد اول و اول نسل دوم و لازم خلافت خاصہ کے مکہ مہم میں جو منقولہ میں واقع ہے







سببیں۔ عجب ہی اپنی شیخ کے لیے توان اسباب ہونا ناپسند فرمائیں اور خود اس قدر لگان  
ہوں کہ خدا تعالیٰ اولیٰ اس وصف ہی ذکر فرما دی یہ ہر حضرت مدعیان ولادت و شک  
کے زبانی و لایا مقتضائیں تو اور کیا ہی **اقول** اب بعض کا بیان ہے کہ آپ ہی پیغمبر اپنی  
خاتم المحدثین کے ان شرائط کے نسبت فرمایا ہے کہ باوجودیکہ دلائل شرعی سے ثابت نہیں ملزم  
دور میں) مگر بعض کے وجوب اقوال صحابہ و علماء کرام المسند سے ثابت ہے صحیح مسلم کی کتاب  
الامارت میں باب الاختلاف ملاحظہ فرمائی کہ جناب ابن عمر ترک اختلاف کو ضیاع وقت و مردم کا  
سبب جانتی تھی جہاں پہ اپنی اہمیت یہ میں ایسی راہ اختیار کر جب تاکہ اولیٰ مدبر نہ گوارا بدن  
اختلاف دنیا سے انتقال فرمانا۔ جہاں میں تو نہایت ہی تدبیر و ذر سے اپنی باب اور اہم  
وقت کو نصیحت فرمائی بخوف طوالت نقل عبارت نہیں کرتے آپ دیکھ لیں کہ وہ اختلاف  
کو نہایت ہی ضروری سمجھتی ہیں اور اس کی ترک کو عین تضییع و فساد مردم جانتی تھی اور اس کی نازک  
اوس راہی ہی مشابہت دی ہے کہ شتر و غنم کو چل چوڑ کر کہیں چلا جائے غور فرمائی کہ ترکے  
خاتم المحدثین جو اہمیت یہ کو مخالف عقل و نقل فرماتے ہیں کیا حضرت ابن عمر کے شاہین ہی سہا  
ہی فرمایا کہ یا خاتم المحدثین صاحب صحیح مسلم ملاحظہ نہیں فرمائی تھی۔ **اقول** بحول اللہ و قوتہ  
بیکہ ہم دلائل عصمت کا ابطال استیصال کر چکے تو اہل کو چھ ضرورت نہ تھی کہ ہم ابطال دلائل نص و  
تضییع میں اپنا وقت گران ہاں منع کریں کیونکہ جب عصمت ہی باطل ہو گئی تو تمام امت ہی  
اصولاً و فروعاً باطل ہو گئی تو یہ ہر شتر افاضلیت و نص باطلہ کے ابطال کے کچھ حاجت نہ رہی  
لیکن ناظرین مناظرہ کے رفع حجابان اور اپنی عجیب بیب کے مزید اطمینان کے لیے ہم اس طرف  
ہی متوجہ ہوتے ہیں اور محقق اگر اندیشہ کرتے ہیں چونکہ ہماری عجیب کے عادت ہے کہ ہر مسئلہ کے  
وقت اپنی دعویٰ کو بہ لادیتی ہیں مدعا کچھ ہوتا ہے اور دلائل کچھ لاتے ہیں اس لیے مناسب  
کہ ماہہ النسخہ سے جملہ بیان کریں اور ناظرین اوراق اور اپنی عجیب کو یاد دلائل کریں کہ کچھ یہ دعویٰ ہے  
اگر دلائل اس کے مطابق ہوں تو ابستہ قابل التفات ہوں گے ورنہ لائق توجہ ہی نہیں سمجھو جہنگلی

میں جیسے ہو کہ اس جگہ اہل الشریعہ سے متبعہ ہو کہ اگر نفس فیہا ہے ہر شے متعلقہ ہیں  
 کہ امام کے ہر نفس انصاف میں ہے کہ اگر نفس فیہا ہے ہر شے متعلقہ ہیں  
 امامت کے لئے ہیں کہ عیسیٰ اور وہ علی علیہ السلام ہیں کہ اس طرح میں ہر شے متعلقہ ہیں  
 عصمت موعیٰ انبیا کی کسی استہزائے نہیں ہونی چاہئے کہ اس کا تحقق ہو سکتا ہو  
 لیکن اگر ان کا تحقق ہو تو یہی امامت عنقریب ہو سکتی ہے ہر شے متعلقہ ہیں کہ امامت کے لئے ہیں  
 میں کہ امامت کے لئے ہیں کہ امامت کے لئے ہیں کہ امامت کے لئے ہیں کہ امامت کے لئے ہیں  
 ہم ہر شے متعلقہ ہیں کہ امامت کے لئے ہیں کہ امامت کے لئے ہیں کہ امامت کے لئے ہیں  
 کیونکہ ہر شے متعلقہ ہیں کہ امامت کے لئے ہیں کہ امامت کے لئے ہیں کہ امامت کے لئے ہیں  
 محفوظ کہ ہر شے متعلقہ ہیں کہ امامت کے لئے ہیں کہ امامت کے لئے ہیں کہ امامت کے لئے ہیں  
 میں ہر شے متعلقہ ہیں کہ امامت کے لئے ہیں کہ امامت کے لئے ہیں کہ امامت کے لئے ہیں  
 جس قدر آج کے دلائل ذکر فرمائی ہیں اگر ان کی تائید ہو کہ امامت کے لئے ہیں کہ امامت کے لئے ہیں  
 جاری کرنے سے لازم آتی ہے جو چشم پوشی کیجادی اور فیہا میں حال ان کو صحیح تسلیم کر لیا ہو کہ امامت کے لئے ہیں  
 مدعا کی نسبت نہیں ہو سکتی ہر شے متعلقہ ہیں کہ امامت کے لئے ہیں کہ امامت کے لئے ہیں کہ امامت کے لئے ہیں  
 اس سے کہ ان کا مدعا قطعی ہو یا ظنی اس قدر ضروری ہے کہ دلیل اس امر کو ثابت کری کہ در صورت نہ  
 تحقق نفس کے مدعا محقق نہ ہوگا اب آپ فرمائیے کہ ان کی کوئی دلیل ہے یا نہ ہے  
 یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ اگر نفس نہ ہو تو امامت تحقق ہوگی۔ اب میں تفصیلی طور پر دلیل دلائل  
 بحث کرتا ہوں بخود انصاف سنی۔ دلیل اول صحیح مسلم کی کتاب الامارۃ سے جو اب  
 عمر بن الخطاب کے قول کا حاصل نقل کر کے اس سے اس مدعا پر استدلال کیا ہے بالکل غیر متعلق  
 مدعا پر اور غلط کیونکہ ابن عمر سے اس کے قول سے ان کا مدعا در وقت ثابت ہوگا جبکہ اب میں  
 فرمایا کہ جو خلافت امامت بلاغ کے اختلاف واقع ہوئی وہ ان کی نزدیک باطل ہے اور امامت  
 کہ خلافت ثالثہ اور خلافت رابعہ ابن عمر سے کہ نزدیک مدعا واقع ہوئی بلکہ اولیٰ کے ہے

به عبارت تجزیه می یکنه سوم که خلافت از خطی است و نفوس بی آدم مجبور به اتباع هوا و شیطان  
 در بنی آدم جای تجزیه آلام چون خلافت بر امی شخصی مستقر شود احتمال دارد که جوهریش گیرد  
 در معاصد خلافت نهادن صریح بعمل آرد و مرز این خلیفه راست مرجمه باشد باشد اثر ترک  
 اختلاف دی این احتمال کثیر الوقوع است نمی بینی که بادش بان همه الاماشار الله درین  
 محکم که گرفتار شده اند و میثوقان وقتیکه این احتمال برانداخته نشود بوعده آبی یا باوصافی که نزدیک  
 حصول آنها جور و تهاون منتفع عادی گردد - وطن قوی بعد از قیام خلیفه بامرست بطور رس  
 اختلاف چنین شخصی خیر محض نباشد و نفوس بی آدم تا باست او اطمینان پیدا نکنند و یکم  
 مرشد خلافت گردد و مبل ایشان در وطن سرد باطن محتمل که در علم و حال خود غلط کرده باشند و دیگر  
 بعضی قرائن متک شده همان غلط را رواج داده باشند و احسن باقیل - بهیث اسی بنا آید  
 آدم دی هست پس بهر دست نشاند و دوست به تا اعتماد و بهر حال شخصی بهر دست متعفیض  
 صادق و معصود و اشارات او حاصل نشود و کار تمام است بفرط کماله تا به انست که وقت  
 بصاحب آن داشته باشم منس شارع و اشارات او انهر بقدر ساحت - اس عبارت کوتاها نشان  
 سه ملاحظه عجیبی جیسی که اس سے بعضی کا جواب ثابت ہوتا ہے دیسی ہی عصمت خلیفه ہی ثابت ہے  
 بباعث خوف طوالت ہم اسکو الفاظ پر لبط و نشا ط سے بحث نہیں کرتے اسقدر اشارہ  
 کافی مجتہدین - **اقول** اس دلیل کو بھی عاسی کہیہ بطینین ہے - اور بیان ہی اپنا  
 مدعا بولی - جو نفس کہ عبارت منقولہ ادالہ اعتقاسی مفہوم کو مستنبط ہوتی ہے اگر وہی نفس  
 خفہ علیہ جناب محیب دراد کہ ہم نہ سوئی کہی تو مر جبا بالوافق لیکن یہیض و بعض ہی جوایت ہو  
 زرعہ اللہ الذین امنوا و انکو اور حدیث ان تو مرد و ابالکر اور اسکو مثال سے ثابت ہوتی ہے  
 و نیز یہ ہی عہدہ خدادند می ہے جنسی احتمال اتباع ہوا کا استیصال کر دیا اور وقوع جوہر  
 ناون کو منتفع عادی بنادیا اور یہ نفس اشارات وہی جن سے صرف متحقق خلافت  
 استخراج ہوتا ہے نہ اعتقاد اور یہ نفس اشارات متعدد و اشخاص کہ در سطح ہی ایک وقت میں

منہ ان نفس کی تجزیہ کی مثال

باتدقیق قسم دناخذ متنع نہیں ہیں پس اگر آپ اسکی قائل ہوں تو یحییٰؑ پر کچھ نزل میں  
 اور اگر نفس متقد علیہ سامی جسکو انبات کا دعویٰ کیا گیا ہے یہ نہیں ہے بلکہ وہ نفس جلی ہے جو  
 علما قوم ائمہ اثنا عشر کو واسطہ دعویٰ کرتے چلو آئی ہیں نوادہ کو استراط کو اس دلیل سے کہ  
 دلیل سوانبت قرآنی میں اس سبب سے یہ تن حیرت ہوں کہ عجیب بسبب نے انہی کو کہہ کر  
 فارسی خوان تو ضرور ہر تسلیم کیا تھا لیکن اس سبب سے تو اس دعویٰ کے ہی ثبوت میں تردد و  
 ہے۔ کیونکہ اگر فارسی خوان ہوئے تو کیا اس عبارت کا ہر مطلب نہیں سمجھ سکتے تھے کہ جسکا  
 سہل الماخذ ہونا مثل ہر مومن ہی معلوم ہونا ہے کہ انکی سامنی کبھی یہ عبارت پہنچ سکتی  
 ہوگی آپ لفظ نفس کے سنکر کمال ٹھٹھند ہی ہے سمجھ لیا کہ بس ثبوت نفس میں حجت قاطعہ  
 اور ختم کے سامنی میں ہی کر دیا۔ اسوس کہ آئینہ بسط و نشاط سے اس عبارت کے الفاظ پر بحث  
 نہیں فرمائی۔ ہر جگہ آپ اس عبارت سے نفس کو جو سکا سوق راہت ثابت نہیں کر سکا  
 تو عصمت کو تو کیا ثابت کر سکی۔ **فقہ** اور سننی مقصد اول کے فصل مقدم کے مقصد دوم  
 مسئلہ نخستین صفحہ ۶۸ مطبوعہ مطبعہ مسیحیہ کورہ من یہ فرماتے ہیں دلیل اول استقرار احادیث  
 کہ در باب فنن ادایب میکنند دلالت ظاہرہ دارد بر آنکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 دلائل آتیہ تقریر فرمودہ سب اس واقعہ را بلفظی ادا کرده کہ رضائی خدائے یا سخط بان  
 مفہوم شود چنانچہ اپن مقدمہ را بشناہیم بعد اس قوی یعنی می فرمایم کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 خلیفہ اول دانی دناست کہ ہر مزدک بودند در اختلاف قوم در سخانات ایشان خندہ ہر بار  
 کار ہر عظیم شام افصح فارسی ہم ہم بخیر و لہبتہ تمین فرمودہ اللہ عاقل تہ اند بخیر کرد کہ ہم ہات را کہ ہم  
 در مان امور جریہ تمام نماید چنانکہ حدیثان عظیم اسے بقدر حاجت یہ دلیل بعینہ ہی ہم ہر ہر کہ  
 مقدمہ میں بیان کرتے ہیں از حضرت سارہما ہے اس دلیل کے ہماری ہی تقریر سے افکار  
 بعض الفاظ را کہ اپنی نفس زیادہ کسی میں اور ہماری مطلق خلیفہ و اکم خلفائے کما بقصہ من نا کہ  
 حال یہ ہے جو ہم کہتی ہیں کہ جناب رسالت تاب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی اس پسند

و عطف دہشتہ بی کہ احکام خبریہ و مسائل فروعیہ نہایت تشریح و تفصیل سے بیان فرمائی تھی کہ  
 آپ کی مصاحبت و عورتوں سے مباشرت بلکہ بیت الحرام کو آداب پر واقف فرمایا کوئی مسلمان کہ  
 بخیر کرے گا کہ حضرت بابائے شریف و شفقت و درانت ایسی اہم مقامات کو کہ امت کے جمیع صاحب دینی و فاضل  
 اوس سے وابستہ ہیں چل چور دین اور اوس پر نفس نفرا دین اور امت کو سناؤ اللہ علیہ اختلاف  
 و تنازع و تجرین دال دین ۱۰ قول ۱۲ عربی سلامہ عجیب جو اس جگہ عبارت از اختلاف  
 سے نقل کی وہ بالکل بے سود ہے کیونکہ ثبوت مدعا عجیب سے اور کچھ تعلق نہیں علی اختلاف میں حضرت  
 صاحب ازالہ اختلاف سے بعد ازاں بحث میں تقریر فرما چکا ہیں و پیش از شروع در تقریر بیان مکتہ است  
 مہمہ کہ ترتیب دلائل و تقریب آن مسائل پر موقوف است و موقوف است دان کہ مکتہ است کہ مراد از بیان  
 خلیفہ کہ بوجوب و لزوم آن زبان میکشایم نہ آنست کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نزد یک با  
 خود مسلمانان را جمع فرمایید و بیعت آن خلیفہ امر نماید الخ اس سے صاف واضح ہے کہ وہ  
 فعل جبکہ دعوی کیا گیا ہے وہ مراد نہیں اور وجہ اس کی بجز بطلان کے اور کوئی نہیں اور بطریق  
 جب دفاع ائمہ کی تقریر فرمائی جس سے رضا یا سطح خدا شوقی اور کسانہ مضموم ہوئی تو وہ  
 خلافت حقہ حسین اختلاف کے سبب فتنہ کا اندیشہ نہ تھا اور پڑی بڑے اعلیٰ درجہ کی  
 کاموں کے درمیان پرہم ہونے کا خوف تھا اولیٰ داعی بالیان ہے بہ نسبت اس خلافت کے  
 کہ حسین بیہ اندیشہ نہ تھا بلکہ اوس میں خود اختلاف واقع ہو گیا الہام اور اس اختلاف  
 پر بھی طبع فرمایا اور یہ تقریر بطور کشف واقعہ اور بطور اجابہ بالغیب واقع ہوئی  
 تو یہ غلط ہے کہ چھائی مطلق خلیفہ کے خلاف ڈالنے کو ذکر کیا کیونکہ حضرات خلفائے ثلاثہ رضی اللہ  
 عنہم کے ذوات مقدسہ کے ساتھ وقائع عظیمہ متعلق تھی کہ حسین کوئی اونکا شریک نہیں  
 ہے سببی بالخصوص اونکا ذکر کیا نہ کسی دوسری وجہ سے باقی رہا یہ کہ یہ دلیل حضرت  
 شیعہ کے تقریر سے اخذ کی گئی ہے اور کچھ الفاظ کم و بیش کی گئی ہیں سو اس انصاف چھوڑ  
 اول سے آخر تک کتاب ازالہ اختلاف کا مطالعہ کیا ہے اور حضرات شیعہ کی تقاریر علمیدہ ان کی

نہیں نظر میں سلوم کر سکتی ہیں کہ ابتدا و حدوث میں شیخ سی یا جس روز سے کہ اس مذہب کے  
 علم اور حجۃ نقیہ کا چہرہ مذہب سے اوٹھا کر طریق کلام کو جاری کیا آج تک کس شخص  
 علماء و فقیہین سے بیان معانی کتاب و سنت میں باطنی و ظاہری کوئی تقریر ہوئی ہو  
 اگر کوئی ہو تو مجیب لبیب ہی نام لینے والا وہ اسکی ابتدا و زمانہ خلافت خلفاء و ائمہ دینی  
 عہد میں جناب فرماؤں ہی کے ہم مشرب رہی اور ان ہی کی موافق مسائل فرمائی ہیں۔ دینا قرآن  
 جو متمک اعظم و نقل اکبر ہی پر وہ نقیہ میں یہاں چھپا یا کو بخیر آمد کی اور کونہ کسینی پڑا نہ کسینی  
 و کجک اپنی ناخلافت میں ہی نقیہ کے وہی حالت رہی اور بعد اسکی تمام ائمہ کی بعد گوئی  
 حضرت ہی کی تمام بقدم جلی انحر ایہمیشہ تقاریر علیہ اور مسائل دینہ موافق اہل سنت کے  
 بیان کرتے جلی آئی پھر اگر یہ ایک بار اہل سنت سے اخذ نہیں کیا تو کہاں سے آیا اپنی مفسرین کو  
 کہ عموماً علوم مختلفہ کے بیان میں چھپیں خیر فیومن اہل سنت میں تفسیر صافی کو دیکھیں کہ اس  
 مصنف نے اس بار دین اپنی مفسرین پر یہی شیخ فرمائی تفسیر بمع الہیاء جو نہایت  
 معتبر تفسیر میں سے ہے ایک صفحہ اسکا آپ پڑھ لیں تو میری قول کے متقدیق ہو جائی  
 اگر زیادہ تکلیف گوارا نہیں سامی ہو تو رسالہ المکاتیب ہی دیکھ لیجی کہ فاضل اصل مراد لایں  
 حسین اس بار دیکھیں کہ وہ انگیز افسوس کے ساتھ فرماتے ہیں صحت پر یہ عبارت کتب سے تیار  
 سبب عدم مہارت فن حدیث حقیقت الامر اور کہ نہ کردہ بگاڑتہ لیس عامہ پر واجبہ اند  
 و منشایں ام غیر از قلت استعداد و در فن حدیث شریف جزیری دیگر نحو و نیست جبکہ علماء  
 اہل شیخ باعتراف خود ہمیشہ کا لیس اہل سنت ہی تو بڑی شرم کے بات ہے کہ شاہ صاحب  
 رحمۃ اللہ علیہ پر چھوٹا الزام اخذ دلیل کا لگائی ہیں اور کوئی ثبوت نہیں کہہ سکتی اور اپنی  
 علماء کی حالات کو بھی نہ نہیں فرماتی۔ بیشک ہر حلالی ہر کائنات میں لیکن جو دلیل کو مجیب  
 سبب ثبوت نفس میں بیان فرمائی اور انکو اکابر بڑی افتخار کے ساتھ ثبوت اس میں  
 میں بیان فرماتے چلے آئی ہیں بہتاد کی تردید اور انکا جواب ضرور ہے پس واضح ہو





کہ اگر امت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہنم پہنچا دیا اور عہد امت کو با اینہمہ شفقت نہیں  
 اختلاف و کثرت بر زمین ڈال دیا اور یہ کچھ اسی منجھتے نہیں تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 نام بنام نفس فرمائی اور کہتے کہ میری بعد فلان اور اس کے بعد فلان جیسے نام ہی بدلے گا  
 خداوند تعالیٰ اس میں کمال شگفتگی ہوا اور ممکن اس کا عہد فرمایا اور حضرت رسالت ہوا ہی  
 صلی اللہ علیہ وسلم کو کس دم و کیا کہ حسب وعدہ خداوندی جو خلافت واقع ہوگی دوحی ہوگی  
 اور مہناج نبوت پر ہوگی تو آپ کو کچھ حاجت نہ رہی کہ آپ خلافت پر تفضیس خاص  
 فرما دیں لیکن آپ نے خلفاء را در ازگی اوصاف اور مدت خلافت کو صراحتہ اور شریعتہ بیان فرمادیا  
 اور سب سے آخر میں بطور تہیہ یہ لکھا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنی قائم مقام  
 امام صلوات مقرر فرمایا بعد وفات سرور کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ و السلام و اجمعین کے بعد خدا  
 خداوندی نے جسوہ ظہور پکڑا اور خلافت موعودہ بر روی کار آئی اور ممکن اس میں رضیہ کامل  
 ہوئی تو اب اس سے جو کچھ اس سے پہلے ہی سلوک کر سکتا ہے کہ نفس ہونے کی صورت میں  
 کس امر کا احتمال پائی رہا اور کون سی خلافت و کثرت جو کہ جس میں است کو ڈال دیا تا خود کثرت کرے  
 اندیشہ کو تو خود خداوند تعالیٰ کے ہی وعدہ و صادقہ نے بیچ دین سے اکو لہاڑ دیا ہے بلکہ اگر  
 بقول شیعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نفس فرمائی تو با وجود اس شفقت و عطوفت و رافت جس کے  
 چہرہ مرحومہ کی حالت پر مبذول اپنی تمام امت کو جسکو سالہا سال کے محنت و مشقت میں  
 طرح کی ازیتیں اور کثرت مسلمان کیا تھا اس نفس کے بدولت و طے خلافت میں اور نہ ڈال  
 اگر یہ نفس نہ ہوتی تو کیوں لاکھوں آدمی کفر میں مبتلا ہوتے۔ کیا توحید و نبوت و معاد کا  
 اعتراف کا فی نہ تھا سب سے جہد و ریاضت کو یہ نفس متضمن ہے ترک نفس ہرگز نہیں با اینہمہ  
 نفس ہے ہر ہی یوم غریب ختم فرمائی یا کوئی اور اس کے نفس نہ ہوتا تو ظاہر ہے اور اگر کوئی اور ہو  
 تو لایہ پیش کیجیے سلامہ الدین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے با اینہمہ رافت و رحمت  
 نفس فرمائی ہے لیکن کیا فائدہ ہوا جبکہ خداوند تعالیٰ نے ذکر ممکن نہ کر دیا اپنی دلچسپی

جو لطف تھا اپنی دہم سے نہ اوتا را تو جو امور دینی و دنیوی اوسکی ساتھ دہم سے ہر ذہ کیونکہ  
 حاصل ہوئی اور نیز نص یہ کیا فائدہ ہو اچکے امام نے غائب ہو کر باوجودیکہ تمام منافع دینی و دنیوی  
 اوسکی ساتھ دہم سے ہی سب کو خاک میں ملا دیا اور امت کو عہدہ اختلاف و تنازع دلک بر سین ڈال  
 کیا کوئی شخص جبکہ دوا دین اسلام کا لحاظ نہ کیا وہ ایسا کہہ سکتا ہے۔ عہدہ ان کے ہماری محبت کے  
 نزدیک اگر قطع عرق تنازعہ نص یہ ہے جو شخص تہا تو بہ یہ ہی بدانتہ غلط ہے کیونکہ جو تنازعہ دلک جہ  
 و کاذب و تجاہد و بارہ نص فرق شدہ میں مجموعاً اور نامیہ میں خصوصاً واقع ہو رہا ہے اوسکو دیکھ کر  
 بر اختیار است و کلفہ اللہ المؤمنین القتال زبان پر جاری ہوتی ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے  
 کہ اگر داعی نص ہوتی تو بہ اختلاف و تنازعہ جو نص میں نہ کسی اختلاف و تنازعہ سے بدرجہا تر بکر ہے  
 واقع ہوتا تو معلوم ہوا کہ یہ باتیں تراشی ہوئی ہیں پس۔ اگر خوف نظول نہ ہوتا تو اس اختلاف  
 کو مفصل بیان کرتا لیکن چونکہ مواقع دفعہ و سیف مسلول وغیرہ میں شرح و بسط نہ کر سکیں چکا دل  
 چاہی وہاں دیکھ لوی **قولہ** اگرچہ اس عبارت پر بہت کچھ گفتگو ہو سکتی ہے مگر خیال  
 اختصار عن بصر کر کے اس قدر گذار شش ہے کہ باوجودیکہ خلیفہ رابع ہی خلفاء اہلسنت کے خلفاء  
 راشدین میں اور انکو خلافت ہی بدت سے سالیں ہو واقع ہوئی مگر حضرت شاہ صاحب کے کمال  
 اور اوردین پر محض خلفاء راشدہ کا ہی ذکر کیا ہے یہہ ہی قابل غور ہے جسکے تحت لایم اہلسنت کی یہہ ہی  
 معنی ہیں۔ **اقول** یہہ تو اپنے اپنی ہی حق میں بہت اچھا کیا کہ اس عبارت پر بہت  
 گفتگو نہیں فرمائی کیونکہ حیدر زیادہ گفتگو فرمائی اوس قدر اچکی استعداد و لیاقت کی زیادہ تر  
 بہت ہی سواسکا کسی پر کچھ احسان نہیں۔ باقی رہا شاہ صاحب پر خلیفہ رابع رضاکے نہ ذکر کرنا  
 لازم ہے محض عہدہ دہم مرام دوسرہ ہی ظاہر ہے کہ خلافت رابع کے حقیقت متفق علیہ میں  
 افریقین کے اوسکی بیان کرنے کی کچھ ضرورت نہیں اثبات اگر مقصود ہے تو خلافت ہا سہ ماشہ  
 ہے جو مشائخ نے یہاں میں سوا کیا بیان کرنا ضروریات سے اگر ایسی مواقع میں خلافت رابع کا  
 لگایا جاوے تو جبکہ اوسکو خلافت حقہ تسلیم کر لیا ہے تو ہماری شک و دلالت میں کچھ قصور

واقع نہیں ہو سکتا اگر آپ مدعی ہیں تو وجہ ذکر کو کسی دلیل عقلی یا نقلی سے ثابت لےجی  
 اہمیات سے موقع ہستہ دل میں کام نہیں پاتا۔ اور نیز بیان کرنا اس امر کا مقصد وہاں کہ ان  
 خداوندین اختلاف واقع ہوتا تو اہم مہات دینی و دنیوی کو یہ خلاف تین متضامین قہر  
 فتح مردم دزدین وغیرہ مہاک اور شیوہ اسلام کے دوسب درہم و برہم ہو جاتے چونکہ یہ جہ  
 خاص خلاف نہیں ہے بلکہ ہی کا ہی سلیسی وہ اس بیان کے بعض مفسرین میں تو انہیں کا ذکر کیا گیا  
 مسلمانان ہم اہل روایات میں بہت جگہ دیکھتے ہیں کہ صرف جناب امیر کا ذکر ہوتا ہے  
 اور باقی اللہ کا نہیں ہوتا تو کیا اس سے ہستہ دل ہو سکتا ہے کہ حضرات کو اللہ باقیہ سے بغض تھا  
 قرآن شریف پر جن سے کلمہ بعض مواضع میں بعض انبیاء کا ذکر فرمایا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم کا ذکر نہیں فرمایا ابھرم بعض انبیاء کا ذکر فرمایا اور بعض کا ذکر ترک فرمایا چنانچہ ارشاد ہے  
 مٹھم من قصصنا علیک منہم من امر لقصص علیک حالاکہ وہ ہی انبیاء ہی اور نہ کہ ان کا  
 ذکر کیا تو اس سے حسب قاعدہ خود کیا سمجھیں گے۔ یہ حضرت ہی کی سزا فردا انی ہے کہ ترک ذکر  
 دلیل بعض کے قرار دیتے ہیں اور بلا دلیل خلاف ولادہ تک کہتے ہیں۔ **قول** اور نیز اس کا  
 اہم المہات ہونا ہی اس عبارت سے ثابت ہے جس کا یہ آگے ذکر کیا ہے۔ **اقول**  
 جبکہ آپ میری فکر میں خاک سرزد ہیں تو کچھ ضرورت نہیں تھی کہ اس کا جواب لکھا جاوے  
 لیکن چونکہ یہ شک نہیں محض خیال ہے اس لیے ہم آگے کی غلطی پر متنبہ کرتے ہیں کہ اس سے ہر  
 جاری اور ان کی مسئلہ امت میں یہ اختلاف ہے کہ آپ اس کو اصول دین میں سے مثل فرجید  
 و نبوت کی سمجھتے ہیں اور ہم شروع دین میں سمجھتے ہیں اگر اس کی اہم المہات ہوتی کا انکار  
 تو باین اعتبار ہی کہ یہ مسئلہ اصول میں سے نہیں ہے اور اس عبارت سے اس کا ہرگز اصول دین میں  
 ہونا ثابت نہیں ہوتا اگر آپ اس عبارت یا کسی عبارت سے امت کا اصول دین سے ہونا  
 ثابت فرماتے تو بجا ہی خود ہوتا اور نہ صرف یہ فرمانا کہ اس عبارت سے امت کا اہم المہات

ثابت است که این برپایی که آپ ﷺ محل نزاع کسی نباشد و فراموشی هر قولی از سنی و فصل  
 مقصد و مقدمه بین بصیرت و عیبه عبارت مرقوم هر دو تئیس ثانی هر کتاب فضائل الصحابه را  
 از اصول خوانده باشد و من معرفت الصحابه را متبع نموده باشد البته میداند که آنحضرت صلی الله  
 علیه وسلم در حق پرستی از اصحاب خود کثرت و بر خاست بان حضرت صلی الله  
 علیه وسلم داشته نفس را بی فرموده است و کلمه که مرآت حاصل عسر و تواند بود و زبان  
 شریف جاری شده و این قصص بیرون از شمار است بر گاه برای هر کسی کلمه روان ساخته  
 بر کبار اصحاب خود در زمان حیات آنحضرت صلی الله علیه وسلم که در یر کشید و بود و بعد  
 دی صلی الله علیه وسلم محل اعیان خلافت نمودند چرا نفس را بی فرموده باشد و خلافت  
 ایشان از دو حال بیرون نیست یا خیر است یا شر اگر خیر است بهترین جمیع خیرات است  
 من سن سنة حسنة الاسلام کان له اجرها و اجمن عملها این بزرگواران را  
 مثل اجور جمیع مجاهدین و جمیع آنانکه بسعی ایشان مهتدی شده اند حاصل است و اگر شر است  
 بدترین شر است زیرا که دین محمدی را بهم زدند و امام معصوم را ترسانیدند بهر تقدیر آنحضرت  
 صلی الله علیه وسلم امور جزیه اصحاب خود را که بعد آنحضرت صلی الله علیه وسلم بان متصف  
 شدند بیان فرماید چرا امر عظیم را ما الی الخیر و اما الی الشر بیان نفرماید اگر خیر است لطف  
 خداست که در وقت حضرت پیغمبر صلی الله علیه وسلم تقاضا مینماید که بران  
 خیریت مطلع سازند تا مردم آن خیر را خیر دانند و بان اهتمام نمایند و اگر شر است لطف الهی  
 در وقت حضرت رسالت پناهی تقاضا مینماید که بر شریت آن صلح سازند تا مردم آنرا  
 شر بدانند و حجتی بر ایشان قائم نشود اگر نوع ثانی می بود آن نیز بیان امر خلافت است  
 و نوعی از تعیین خلفاء که فلان فلان بخلاف تحقیق نیستند و تحقیق غیر ایشان است با پسند  
 است تقریر حضرت آنحضرت صلی الله علیه وسلم در حکم بر احوال صحابه دلالت می دهد و اگر خلفاء  
 بیان فرموده است و تعیین خلفاء را بوجه اتم کرده است انتهی بقدر احتیاجه سینه تقریر و خلفاء

و وجوب نفس کے بارہ میں حضرت شاہ صاحب نے فرمائی ہے نہایت ہی متین و لطیف ہے گوشتیں  
 و تہمتوں کی داد دہی ہے خلق پر وجوب نفس کو خوب ظاہر کرنے ہے چونکہ ہمارا مطلب ہے جو کہ  
 اس قدر ہے کہ خلیفہ کا مقصود علیہ ہونا واجب ہے اور میرے شاہ صاحب کی اس دلیل سے کہ جو  
 و نسخ ہے لہذا اس باب میں کلام کرنا شروع علیہ السلام نے خلقا رثلہ کی صحت خلاف میں ہے  
 فرمائی یا ابطالان خلاف میں آؤد کہ صحت خلاف میں فضول معلوم ہوتی ہے **اقول**  
 یہ دلیل ہی جو ہماری مجبیت سے ازالہ اشخاص سے نقل ہے کہ ہر ان کی ہر عا سے خبر مربوط ہے بیان ہی ہے  
 مدعا یاد نہ حضرت آپکا مدعا اشتراط نفس کا اثبات ہے ہر پرہ خدازا تو دیکھی کہ اوس  
 عبارت میں اشتراط کس جگہ ہے فہم میں ہی الصفا کی آنکھوں پر ایسی ہی آئے ہائی  
 ازل تو اس عبارت سے وجوب نفس ہی ثابت نہیں کیونکہ نفس متنازعہ فیہ کی اثبات  
 یہ عبارت متضمن نہیں ہے اور جس نفس کو یہ عبارت متضمن ہے تنک و ہمارے مجبیت سے ایسا  
 مستدل قرار دیا ہے وہ متنازعہ نہیں ہے اگر اگر یہ ہی تیس وجوب نفس متنازعہ فیہ میں جاری  
 کریں اور یہ مقصود ہے کہ اسی دلیل سے وجوب نفس متنازعہ فیہ ہی ثابت ہے جو غیر مسلم ہی  
 بلکہ ہم کہتے ہیں کہ وجوب نفس متنازعہ فیہ کو یہ ہی دلیل مانع ہے کہ یہ کہ جب سوال نہ ہو  
 و علیہ وسلم نے بیان دفع و اوصاف سے یہ بیان فرمایا اور ہر ایک سنی کی آؤد  
 عقیدین ہے خبر فرمادی تو اب نفس متنازعہ فیہ کے کچھ حاجت نہ رہی۔ ایزیزیم ہی یاد رکھنا  
 کہ آؤد نزدیک وجوب نفس میں وجوب سنی اللہ ہے جسکی اہست تحت شکر و مخالفت میں دلیل  
 ایسا اثبات ہے بلکہ یہ ہے ہر ہر اگر وجوب نفس غیر من محال ثابت ہے ہو تو اشتراط  
 کی ثبوت کو یہ مستلزم نہیں پس ثبوت اشتراط میں اسکو پس کرنا قلت تو پر رہی ہے۔ قطع  
 اس سے یہ دلیل تشاء ہے جو اثبات اصول میں کار آمد نہیں ہو سکتی۔ لیکن جس مدعا کے اثبات  
 یہ حضرت شاہ صاحب نے ذکر فرمائی سوا دل تو وہ اصول میں نہیں ہے ہر جہتہ و دلائل اشاعی  
 ذکر فرمائی ہیں وہ سب بطور مویات کی اوس دلیل کے ذیل میں واقع ہیں جو چھٹے طے

اشتراط نفس کی خبریں



حالانکہ یہ بی بی بی بی غلط ہے جس سے اولیٰ علیہ سنی مشرورین جس شخص کی عبارت فارسی  
 سمجھنے کا ثبوت اس بی سلیقہ پروردہ بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ صاحب ازادہ اخفا نے نفس سے کہنے  
 نفس مراد رکھی ہے۔ یہ بی بی متنازعہ فیہ ہے یا کوئی اور ظاہر ہے کہ یہ نفس متنازعہ فیہ تو مراد نہیں  
 کیونکہ وہ عبارت جو ہم اور میان کرانی ہیں بدلت محالقی ہے سپر دال سے وہ فرمائی دال  
 نکتہ آنت کہ مراد از یقین خلیفہ کہ بوجوب دندوم آن لب میکشائیم آنت کہ آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم نزدیک وفات خود مسلمان را جمع فرمایید و بیعت آن خلیفہ امر فرمایید  
 بانظر از افعال ظہر استخلاف درین حالت بعمل آرد۔ چنانچہ احوال بخت نشان دهن و تبریر  
 بہان دن منہم استخلاف می باشد از بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ صاحب تحفہ نے عدم منصوبیت سے کہنے  
 عدم منصبیت اگر ہی ظاہر ہے کہ وہ بی ستم منصبیت رکھتی ہے جو متنازعہ فیہ بین الفریقین ہے  
 اردو منصبیت جس کا وجوب صاحب ازادہ اخفا نے بیان فرمایا صاحب تحفہ کو اس کا مرکز انکسار نہیں  
 جس کا صاحب تحفہ کو انکار ہے وہ اوس سے بالکل جدا ہے پس یہ ہمارے جیسے فارسی فانی اور  
 خوش نہیں ہے کہ دونو کو یک سمجھ گئی۔ پھر ان باتوں پر کیا کہہ دعویٰ انصاف ہے ان اگر  
 آپ انصاف سے اپنی بیان کی روایات و عبارات کو ملاحظہ فرمادیں تو معلوم کریں کہ اوس  
 عدم استمرار لفظ ثابت ہوا ہے زیادہ تکلیف کی ضرورت نہیں حرج نہج البلاغۃ کی بشرح  
 ابن مہدیہ کو ملاحظہ فرمائیے۔ (۱) الميثاق ما لزمه من بعد الى بكر بعد اليقاها الى فاذا  
 ميثاق القوم قد انقضی فلم یکن الخالفه تعبد۔ اس عبارت کو بغور دیکھیے اور فرمائی کہ خلافت  
 صدیقی اگلی نزدیک ہے حال غیر مقصود ہے تو پھر خلافت غیر مقصود کا ميثاق لازم کیونکہ  
 تھا اس سے معلوم ہوا کہ استمرار نفس باطل بلکہ یہ بی دلیل قطبان استمرار منصبیت و  
 کو ہی مثبت ہے اور اس دلیل سے صحت خلافت صدیقی مثل بذریعہ روشن ثابت ہے (۲)  
 ملے بیان وہ کہ جو کہ آپ بیعت الی کو اس کی رافع کر کے بعد لازم ہو گئی یعنی اگاہ قوم کا جب مجبور لازم نہیں  
 ہوا اس سے بھی مخالفت جیسے ہو سکتی ہے۔

اس خطبہ میں جسکی ابتدا ایہ ہے ومن خطبة لما خصهم روايت نقل فرماتے ہیں الامامة  
 من قرأ من جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امامت کو عام قریش میں شائع فرما دیا تو  
 بلکہ جو شخص مخصوص نظر آئے اثنا عشر میں محض ترسی ہوئی بابت معلوم ہوتی ہے اور نہ کہ  
 وہ نص جسکو شریعت کا دعویٰ فرمائی میں اسکو مخالف ہے شارح ابن قیم کے جواب کو بھی سنا گیا  
 افادہ فرمایا ہے ملاحظہ فرمائیگا۔ (۳) وہ خطبہ جسکی ابتدا ایہ ہے ومنکم کلام  
 الی معوية اما بعد فقد اتى منک موعظة منی شرح میں علامہ ابن قیم نے جو خطبہ فرمایا  
 امیر کا نقل کیا ہے وگت امراء من المهاجرين اوردت لما اوردوا واعدت لما  
 اصدروا وما قال الله ليجمعهم على الضلال ويضربهم ببعض من عبارات سے صرف  
 ظاہری کہ جب ہماجرین کا اجتماع خطی پر نہیں ہو سکتا تو نص کا اشتراط باطل ہوا (۴)  
 اس خطبہ میں اسکو یہ ہے مذکور ہے واما ما منيت بين اهل الشام واهل البصرة وبيننا  
 بين طائفتين والذير فلجری ما الا فخذ ذلك الا الواحد لا تقابلية واحدة الامم وایم  
 لانها لایم اس عبارت کو بطریق دیگر جائی معلوم ہوگا کہ کس مرتبہ سے اشتراط نص کو  
 باطل کر رہی ہے اور اگر اطراف وجو انب کا نام کو محفوظ خاطر رکھیگا تو یہ بھی معلوم ہو جائیگا کہ  
 دلیل میں اب عبارات انخصم نہیں ہے (۵) پھر پہلی دلیل کے بعد اگر معاذ اللہ خدا تعالیٰ  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ نص امامت واجب ہوتی تو وہ عام طور پر اس طرح  
 نص فرمائی جیسے کہ کوئی خفا باقی نہ رہتا۔ بلکہ یہ امر حصول دین سے تھا اور جب اس نزاع  
 ہوتی والابت تو ضرور ہوتا کہ اکثر مجالس نشست و برخاست میں یہی نسبت تمضیر  
 فرماتے بلکہ قرآن منزل میں بطور وحی متلو کے نازل ہو کر در زبان اکابر و اصاغر میں سوتا کہ  
 امام قریش میں سے ہیں ۶۷ میں ہی ایک شخص ہاجرین کے ہونے وارادہ ہوا میں شرح وہ دار ہے  
 اور اس طرح وہ لوگ اور اللہ کے گمراہی پر کہہ کر گئے۔ اور انکو جس سے انبیاء نہ بنائیگا۔ ۶۸ لیکن وہی کو کچھ اس قسم  
 اہل بصرہ میں داری میں اڑھو دہیرین قرن بیان کیا پس انی صحت کی قسم صحت یہ کہ یہی اس کی کہ ایک صحت ہے۔



اور اس میں ہر ایک امام کا نام تک بیان کیا جاتا تا کہ کبیر کبیر کو اس میں محال نہ ہو و انکار بانی  
 فرمائی۔ اور اگر بالفرض تنقیص تنقیص کے صورت میں اور لوگ اس میں مخالفت برتی تو شاید  
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تو باہم کچھ اختلاف واقع ہوتا لیکن جیسا کہ میں نے پہلے کہا وہ بے جا نہ  
 ہوا جاتا ہے۔ تو اس سے صاف یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ بعض بنائی ہوئی باتیں ہیں جن پر نہ  
 کسی کو دینی بنین ہوئی پس بعض یہ کہ جو نہیں لکھا ہے مگر میں بابت اٹھارہ مری ہے  
 اللہ تعالیٰ میں قریب اور نفس وہی جو آیات کلام مجید اور احادیث مرویہ اہل سنت سے ثابت ہے  
 (۴) محمد بن حنفیہ اور امام سجاد کا باہم نزاع اور حجاز اور حکم بنایا تھا وہیں  
 کہ امامت مفہوم نہیں دے کیا محمد بن حنفیہ پر ہی بحث ہو جو جناب امیر کا اہل باؤ کی ہے  
 اگر محمد بن حنفیہ کو معلوم تھا تو نہایت سبب ہے کہ نفس خداوندی اور حالت بنیادی میں توجہ  
 جہاں فرمائی اور حجاز اور کوفہ کے منظر کر دیا حجاز اور کوفہ کے نسبت آتا ہے یہی یاد رکھنا  
 اس میں بھی باہم اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ حجاز اور کوفہ امام سجاد کو امامت کی نصیب تھی  
 اور بعض کہتے ہیں کہ امامت محمد بن حنفیہ کے شہادت دی مسعودہ لکھی اور حجت و اہل میں  
 محبت وقت ان کی نقل کے فرصت نہیں دینا اس لیے یہی پرکتا کرتا ہوں۔ **قولہ** نفس  
 بار میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی تفسیر دیں سنیں یہی مقصد و فصل و مقدمہ میں  
 میں تحریر فرمائی ہیں دلیل ثابت ہے کہ نفس بخاری را تتبع نموده باشد پس یہ کہ امامت  
 صلی اللہ علیہ وسلم پر گاہ برائی غزوہ از مدینہ شریعت سفر میفرمودند شخص را حکم مدینہ  
 مسلمان را گنہگار نہیں گنہگار نہیں پس چون کہ اس حالت اور دنیا فتنہ وغیبت گیری  
 پیش آمد آن سیرت مرید خود را چہ را رعایت نظر نمایند اگر مال گنی در رفت آید آن حضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم تندر و نگذشتن است بغیر شوق محال دانی دیگر ہر حال عالم کہ سبب  
 بعثت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بود است میں نظر داری شاہ گنہگار نہیں گنہگار نہیں آدمی  
 سنی علیہ وسلم تدریت و اسلاح آہنا تھا فتنہ و منافق نگاری اگر یہ سیرت علیہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم در نصب حکام و دفعات و تقویٰ بین ہر امری بستمی آن نظر بر گمار می نمائید  
 اختلاف پیدا کردن دنیا مستلزم یک بعد شماری استقراد اکثر افراد و احوال و حکم کردن  
 بموجب آن در افراد و احوال باقیہ کی اورادہ خطا بہرست کہ در معرفت احکام بان گفتا مکتوب  
 کرد و قصص نصب ثواب بعد برآمدن در عزادات اذان و اسراج ترست کہ بنقل شدہ از  
 احتیاج افستہ انتہی بہ دلیل ہی ہماستہ متین و لطیف ہو اگر اہل عنایت بلکہ اہل سنت  
 بہ دلیل بیان کرتے تو حضرت سید کیا کیا کچھ نہ کہتی اور حماقت و عقل کے سخافت کی نسبت  
 کرتے عقل و عقل کے خلاف فرمائی مگر چونکہ حضرت شاہ صاحب نے یہ دلیل بیان فرمائی ہو اب  
 حجاب نہیں کہ اس کے تہجہ میں چون ہی کر سکیں۔ **اقول** اس ضعیف اور دہی  
 استدلال پر ہماری حسیب بسبب کا یہ نازد افتخار و جوش و خروش قابل تاشا ہی اخلاقی  
 میر صاحب جناب کو اسکی ہی کچھ خبر ہی کہ وہ مدعا تب سیر حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ  
 اس دلیل کو اپنا مستدل قرار دیا ہی کچھ اور ہی اور وہ مدعا تب سیر آپ اس دلیل کو کہنیا تازہ  
 کر کے ہستی میں کچھ اور ہی با ہم سرود و عود کہ تغایر و تباہین ہو گستاخی معاف سیر اگر  
 اہل سنت حماقت کی سخافت عقل کے طرف آگے و شوب نکرین اور تحقیق و تحسین نکرین تو کیا  
 کرین کیونکہ حماقت کہ کام پر کچھ تحقیق ہی نہیں ہی۔ اور تغایر حضرت شاہ صاحب کے دعویٰ  
 آپ کے دعویٰ سے ایسا بد ہی ہو کہ محتاج بیان نہیں اور مافیل میں ہم سیر قدر بیان ہو کہ اگر  
 ہاں اب ہی اگر شک ہی تو کسی فارسی خوان کسی دریا منت کر لیجیگا عبارت از از اخفا  
 کی پر بکرات از اخفا کے آگے متباد لیجیگا اور سیر دلیل کی آگے مدعا میں جاری انہو نا یہ ہی اب  
 بد ہی ہے چنانچہ اس سیر قدر آپ ہی متنبہ ہوئی اور آئندہ عبارت میں نہ ہم خود اس میں نظر  
 کر رفیع کرنے میں نام سلم اصول و معقول کو خارج کر ڈالا۔ چنانچہ ایسی کی کیفیت ہم ادسی  
 قول کے شرح میں آپ پر اور ناظرین چہ اس طرح کی گئی چونکہ یہ دلیل متین اور لطیف حسب  
 اقرار سامی حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مدعا کو پوری پوری ہی ہفتہ و ہشت ہی

اور کچھ گنہگار ہیں چون دھار کی پیشانی ہی نہیں گویا نال ہو نہ آب ہی کچھ چون کر سکتی ہیں لیکن  
 آب کی دعا کو نہ صاحب معرکی دعا کی سیاس ہو ہرگز نسبت نہیں آتی بجز اللہ و قوت و کبر  
 نسبت است کچھ تہیہ کر سکتے ہیں اور سب کچھ کر سکتی ہیں لیکن جناب کا یہ خیال کہ یہ  
 دلیل جو کچھ نہ صاحب بیان فرما کر ملیں گے وہیں چون دھار نہیں کر سکتی محض غلط ہے مثلاً  
 اور کچھ یہ کہ اگر اس نسبت کی کہ نہ کچھ بجز ملاحظہ نہیں فرمایا ہمیشہ اس نسبت قول راجح کی تھی  
 اور ضعیف کے تضعیف و ترہیف کرتے رہتی ہیں اگر آب ارالہ اخفا کو ہی دیکھیں گے تو اس میں  
 غلبہ پائیں گے۔ **قول** اگرچہ صاحب کی پہلی کلام اس دلیل میں ہفتہ کی طرف راجح ہے  
 لیکن شروع کلام صریح دلالت کرتے ہیں کہ یہ دلیل قیاس بالا ولویت پر بالاتفاق خیر ہے  
 اور افضل ہے اس کی انتہا پر صریح دلالت کرتے ہیں راجح ہے۔ **اقول** یہ ہی قول جو کہیں  
 ہماری محبت سے پہلے پہلے معلوم ہو کر فرمایا اور چند اصطلاحات بطور دفع غلط فہم ذکر فرمائے  
 لیکن پہلے شہور ہو کر پہلے درست مطلب کو پہنچنا تو درکنار کسی غلط فہم غلطان و بیجاں نہ ہوں  
 کہ جو حضرت کے دعویٰ فضل و کمال مسلم و جہتہا کی نقیض ہے جس طرح دلائل میں ہیں جس طرح ہو کہ کچھ  
 قیاس محبت سے اس دلیل کو قیاس بالا ولویت قرار دینا میری غلطی ہے کیونکہ قیاس بالا ولویت اگر  
 تسلیم کریں کہ قیاس ہو اس جگہ ہرگز جاری نہیں ہو سکتا اس کے مثال و لاقتل ایما آت سے افغان  
 مرمت ضرر کا و شتم جو بالادلی حرمت تا نفع سے جو شتم مرمت سے جو ہر جگہ اصل میں حرمت  
 حکم معلوم ہے کہ جن نسبت کے ساتھ بعض متلو حرمت تا نفع سے بیان فرمائی تو جو کچھ اصل میں  
 ہے کچھ قطعیت ہے اور فرع میں بالا ولویت ثابت ہو اور قطعیت نہ ہو مثلاً و لاقتل ایما آت سے افغان  
 اصل میں جو نہ فرع فریع نہ اصل ہیں کم وجوب بعض قطعیت ہے بلکہ نفس وجوب ہے ثابت  
 نہیں پس جس کو فرع قرار دی کہ ہے اس کو دلیل کہوں کہ وہ حکم بطور وجوب قطعیت کی ثابت ہوگا  
 تفصیل اس لہجہ کی یہ ہے کہ احوال و سیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو سفر غزوات و غیر  
 میں باقی جاتے تھے اس امر سے بالکل سزاوارتہ ہے کہ جب بھی سفر فرمایا تو کسی کو اپنے پر فائدہ حکم

مقرر فرمایا اب اسکو بنظر غور ملاحظہ فرمائی کہ آپکی قیاس بالادولیت کی اگر اصل یہی تو یہی سفر  
 عزائم وغیرہ ہیں اسکی اصالت کو دیکھیں اور یہ دیکھیں کہ امین حکم کو نسا ہی اور وجوب اسکا  
 کس دلیل سے ثابت ہے اور علت اس حکم کی کیا ہے اور جبکہ اصل کے یہ کیفیت ہے تو فرع  
 کی کیا حالت ہوگی پس اسکا قیاس بالادولیت کہنا صریح غلطی ہے علاوہ ازیں لفظ لیکن  
 کو سبب سلسلہ سابقہ کا استدراک فرمایا جسکا حاصل یہ تھا کہ شاہ صاحب کی آخر کلام  
 استقرا کی طرف رجوع ہے اگر اس استدراک سے یہ غرض ہے کہ ہر گاہ شروع کلام میں دلیل  
 کو قیاس بالادولیت ہونی پر دلالت کرتی ہے تو رجوع الی الاستقرا ہونی کا اعتبار نہ  
 تو یہ صریح غلط ہے کیونکہ آخر کلام اول کلام کے یہی معنی ہوتی ہے نہ بالعکس سو قیاس بالادولیت  
 ہونا باطل ہے نہ رجوع الی الاستقرا۔ معہذا جبکہ وارد ارتقاع دستقرا احوال پر یہی ہے تو  
 اسکو کوئی کیونکر رفع کر سکتا ہے اور اگر غرض یہ ہے کہ قیاس بالادولیت جو شروع کلام  
 مفہوم ہوتا ہے وہ اس دلیل میں بجائی خود معتبر ہے اور رجوع الی الاستقرا جو پہلی کلام  
 مفہوم ہوتا ہے وہ اپنی جگہ معتبر ہے اور ایک دوسری کو مزاحم و مصادم نہیں تو  
 اس سے یہی زیادہ بدیہی غلطی ہے کیونکہ یہ ایک دلیل ہے جو اعتبار قیاس بالادولیت  
 اس دلیل کے قطع ہونی کو مستلزم ہے اور اعتبار رجوع الی الاستقرا اسکی خنثیہ کو مقتضی ہے  
 تو ایک ہی دلیل قطع ہونی اور اظنی ہی معہذا اثنا تو اب یہی جانتی ہوئی کہ قطعی  
 اور غیر قطعی سے مرکب قطع نہیں ہو سکتا نیز معلوم نہیں کہ اس استدراک نے آپکو کیا  
 فائدہ دیا اور بغیر من محال اگر قیاس بالادولیت ثابت ہے تو آپکو کیا مفید ہے اگر بعد  
 اسقدر اور گذارشن سے کہ یہ ہی صریح راجی عالی ہے کہ قیاس بالادولیت کو قیاس کہنا  
 صرف علامہ طوسی کے نزدیک ہی درجہ اولیٰ بیان محقق وغیرہ نے اسکی قیاس ہونے سے  
 انکار کیا ہے معہذا اصول بحث قیاس میں مذکور ہے۔ ذهب العلامة فی التہذیب و کثیر العالی

الى ان تفتدوا بحكمه في قهر لواء النافقة الى انواع الادي التي لا تدع من باطل القياس وسمي القياس  
 الجلي واثرك ذلك المحقق وجمع من الناس - ادر جو لوگ کہ ایک قیاس ہونی کے منکر ہیں وہ اس کے  
 مفہوم الواقع اور فحوی الخطاب وغیرہ سمجھ سکتے ہیں اس کی یہ پہچان ہی معلوم  
 ہو سکتی ہے کہ یہ بیخبر مضمون کے دوسری جگہ جاری نہیں ہو سکتا پہر معلوم نہیں ہمارے خیال  
 محیب با اینہم معلوم فضل الہی کیونکہ اگر اپنی اصول و فروع کی یہی خبر نہ تھی - ہم نہ مانا  
 کہ حضرت کا قیاس بالاولیاء عقلاً معتبر ہے لیکن کہاں معتبر ہے جبکہ جاری ہو کہ جبکہ  
 معتبر ہے جبکہ جاری ہو تو ان ہی کو معتبر سمجھنا اگر وہ ان ہی معتبر ہے تو بخیر کی کہ کسی  
 اعتبار کرنے والی طرف ہماری فاضل محیب کی عقل ہو اگر کسی فرد بشر کی نہ ہو کی واللہ  
 یکنون من یشکوا الى صراط مستقیم قولا اور سنی پہر کسی مفہوم میں فراموشی میں دلیل مانع  
 اگر شریعتی را کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم برائی دفع مفساد عالم و اصلاح جہان بجا آورد  
 بچشم عبرت تبع کنی شک نہ لاری اور اگر کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان اعتراضات کہ از او نہی آدم  
 را از خلق فیض ہمیت با وجہ ملکیت رساند بیان فرمودہ بعد از ان ہر چه حاجت بان داشت  
 از آداب معشیت و مکاسب و معاملات و تدبیر منازل سیاست بدن ہمہ را شروع ساختہ و  
 ہر بابی کہ در اینجا بود از ان منع و زجر نموده و از ان ہمہ گذشتہ تحسینات و سد ذرائع مفساد و  
 انہ را بوجہ اتم مسکن گردانید و ہر چیزی میان کردہ ارکان و مشرطہ و آداب مفصل ساختہ مثل ان  
 حکیم داناد مشفق مہربان عقل تجویز میکرد کہ اس خود را در عین ہلکہ بسیار و تدبیر خلاص ایشان  
 تفرماید در عذرہ بتو کہ متوجہ شام شود انارہ قوۃ غصیہ برمیکنند و ایشان را تخریف نماید  
 و نامہ کبیری نویسد کہ آتش غیرت بسبب آن برانہم ادرسد و وی از کمال رعوت خود قاصد  
 پیش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرستد و قصد انابت کند و متبتیان امانت بیکہ کہ اب  
 سے کہ اس حکم کا نتیجہ جو رحمت و نایف سے ہر انوار تکلیف کیلوت جو نایف سے زیادہ بین اب جو جس سے زیادہ اسکا  
 قیاس حلوائی کہ ابی ادرحق از ایک جماعت سے اسکا لچہ کی ہے - ۱۳ -

و اسوئوسنی از زمین عرب برخاسته باشند و مردم ضعیف الاسلام در پی ترویج کفر افتاد و با  
 و صور قرآن مانند عصافیر در دست مردم برانگنده باشند بجهت این حکیم امانت این شفق  
 هر یان مناسبت دارد که بدین صلاح عالم ناکرده است خود را زیر نسق خلیفه سمیه از علم  
 بگذرد - سوال اگر گوئی همه احکام در شرع کسین نشده است بلکه بسیاری از احکام بقیاس تنهین  
 حواله کرده است که از نصب خلیفه هم از احکام غیر مسینه باش گو - جواب گویم خبری که در زمان  
 آنحضرت صلی الله علیه و سلم واقع بود خبر آن بان حضرت رسیده لابد اسامح آنحضرت صلی الله  
 علیه و سلم فرموده است اگر خیر است تقریر نموده و اگر شد است منع فرموده و الا تقریر بر محبت  
 لازم آید و آن محالست تضاد هم عصمت و چیزی که قریب الوجود و قریب بحصول بود آنرا میان  
 فرموده آری آنچه بجهت الوقوع است آثار شبهات بان نکرده و آن عین حجت است حکما که  
 بقیاس محبت تنهین حواله کرده اند آن وقایع جبهه الوقوع است نه قریب الوقوع و آنچه که تقریر  
 آن کردیم قریب الوقوع است پیش پا افتاده که هر قاعلی وقوع آنرا عذمه بعد عذمه اند نشان  
 باین القیاس تنهین باز قیاس محبت تنهین از حواله کرده که عقل تحقیق آن مستلزم شده نه آنچه تنهین  
 محض باشد و تعیین خلیفه که در زمان آنشد تغییر و تبدل نکند و سعی او مقنیه مطالب  
 مقصوده باشد امری که کول تبرهان اسان غیب که عقل را مدخل نتوان بود - انتهی خود فرمای  
 که پس دلیل کار حرف ہماری مدعا که کیسانابت کرناهی آورده چارون هوال اتفاق دعیت  
 خصوصاً اصل اول که حضرت شاه صاحب اس کتاب کے شروع میں کہہ رہے ہیں کسی ہا نشو  
 ہو گئی بخوف طوالت زیادہ نہیں کہہ سکتے۔ **اقول** یہ دلیل ہی مثل دلائل سابقہ  
 ہماری فی ضل محبت مدعا سی بر محل غیبی کیونکہ اولاً یہ دلیل ہی دلائل خطابہ میں سے ہے  
 اور ظنی ہے تو اس مدعا کو جو اصل اصول دین میں ہے ہرگز مثبت نہوگی - ثانیاً جو نص  
 کہ اس عبارت سے مفہوم ہونی ہے یا اصل نص پر محمول ہے جو مدعا شاہ صاحب نے مدعیہ  
 کا ہے اور یا اصل نص پر حمل کیجیگا جو ہماری فی ضل محبت کا مقصود بالاثبات ہے اور نیز

محال می نفس برد بود چنانکه اثبات کی موجب در پی بین تا هم مانع که گفتايش هر که ده اس  
 استلال که منع کرمی اورده بیهی که که تحمل می که ده نفس برد بود که جود عا حضرت شاه صاحب  
 رحمة الله علیه که هر ارقاعده می اذاجاء الاحتمال بطل استدل کال توبیه استلال ضعیف  
 که رفع احتمال کیا جادی باطل بود که اورا اس احتمال که رفع بود محال هر او ظاهر می که اگر  
 اس نفس که او سپر محمول کیا جادی جو شاه صاحب هم که مدعا هر او بروی عقل نقل اس هر  
 هر محمول هر او اس صورت بین اس پس هر ماری محیب که مدعا کی ثبوت کی کوئی دلیل  
 نهین - باقی ربابیه جو آپ فزانی بین که اس دلیل هر چارون اصول انفا و نعبت که  
 خصوصاً اصل اولی اینها منشور است که سوبه ماری فاضل محیب خوش فنی هر منشور است که  
 بیه هر که اول نفس هر ده نفس سمجی جو اینها مدعا است بعد او که بیه سمجی که بیه نفس انفا و کرمی  
 کافی تبی حالانکه بیه هر دو امر فاسد تبی نه نفس هر ده نفس مراد می جو محیب سمجی که هر  
 اورده بیه نفس انفا و سمیسی کافی هر کیونکه بیه نفس محض کاشف دقایق از نیست استحقاق هر  
 پس بطلان اصول که دعوی محض غلط فنی می فاشی است از اینها فاسد علی الفاسد -  
 قول هر صفحه ۴۴ مین فزانی مین دلیل خاص سلبی بر جمیع ادیان در رسالت آنحضرت  
 صلی الله علیه و سلم منوطی بود کما قال عز من قائل هُوَ الَّذِي ارْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى  
 وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَ عَنِ الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ و کما روی عن النبي صلی الله علیه  
 بالتواتر انه بشر بفتح فادس والروم اول سبعة بكة وفي اول قدومه بالمدینه وعند وفاته  
 و اگر آنحضرت صلی الله علیه و سلم تقرب عباد بان فریضه مقتومه کنند او ای واجب کرده باشد  
 حاشا من ادک زیرا که فتوح فارس و روم لزان چنین نیست که بدون نصب خلیفه راشد می شود  
 و مطلق ایجاب خلیفه اتی خلیفه کان کفایت نمیکند زیرا که برای امر قوت بر نفسی سعاد  
 نیست سخن با غیر مستحق مشبه است و قریب اختیار برای کسی زدن که برای آن موفق باشد  
 و آن امر هر می شیر گردد از عدم امتیاز بیرون است و مقدمه الواجب واجب است و نیست

روزت معلوم آنحضرت صلی الله علیه و سلم بود که میداشتند فی است بنزل یا ایها الذین آمنوا  
 من بعدک منکم علی بنده و اهل این فتنه در زمان شریف ظهور کرد که سید کذاب است و سی  
 سر بر گشتند و با قطع معلوم بود که آن متنبیان و در زمان اگر دست یابند ملت ملام را بنهم  
 زنند و سلمان را استاصل سازند و از فتنه برای نصب خلیفه را شد ممکن نیست و نه خلیفه  
 باشد بلکه شخصی غریز القدر می که تدریس غیب برای این عظیم عین فراید و دفع ضرر واجب است  
 و حقیقت سحر نصی که لیکر بالی مینور و فتنه بخت و تدریس بخت و تعبیه از شر متحقق نمیشود و قال الله  
 رذ قالوا للنبی لهم اثبت لنا مملکا نقابل فی سبیل الله اگر درین آیت فهم خود را کار فرما شوی  
 بدانی که مخالف با کفار است و در وقت بغیر نصب خلیفه امکان نیست و در خلیفه آن قائم نمیشود اندیشه  
 بن واحد بعد واحد و تمیز این واحد از عقل عامه خارج است پیغامبری باید که از تلقی غیب تعیین  
 آن نماید و فتنه اختلافی بر بنیان در تعیین خلافت فرو نشاند و آتش شغب قبح کنندگان  
 بعضی صاحب عرفیه و شایع سیمه باب دلال و عارف حقه اطمینان نماید و اگر تاراج ملوک را بخوانی  
 بسته بدان که در مثل این حالات مضطرب شده اند و منصب بادشاهی غریز الوجود و در تعیین آن با شتاب  
 گاهی بنیل جویم تمسک میشدند و گاهی بردیاد و استخاره و گاهی بفرست حکیمی که بر کمانته او اعتماد  
 داشته باشند و اخبارات این قصص از حد شمار بیرون است و اگر بایزندی مگر قصه را می نود  
 زال کوهان بعد قتل نوذر گفتند او بهیست نزد پیر پادشاهی تاج و تخت بدید و با پیر  
 شاه و خننه بخت بد که باشد پرو فرقه ایزدی به تپا به و گفت اراد بخود می دهد و در آخر کار  
 برزد و طماسب اتفاق نمودن و قصد ضعف سلطنت کوه در وقت پیری او و خواب دیدن گودر  
 که صلاح سلطنت فارس بخلافت کینچه خواهد بود و گویا زنده ستادن برایش آوردن کینچه و از  
 انصاف تران این نیز کفایت میکند - انهمی - اقول - اگر چه آب جانی من کران نصیب  
 مملون اودان عمده عبار تو نسج حضرت شاه صاحب کاکیا مطلب هر گز حسد الله کیم می  
 تقریرین سهار مدعا ثابت اورا کجا مطلب باطل کمرسته من کیونکه خب این و سلیو نسج خلیفه



مضحکہ جو بجا نہ ہو گیا تو ہمارا مطلب بجا ہی ہو گا حاصل اور اس باب میں ایک ہی نام شہید ہے  
 واصل ہو گیا۔ **اقول** یہہ دلیل ہی مثل دلائل گزشتہ کے ہرگز آپ کی نسبت مدعا نہیں ہے  
 اور اگرچہ آپ اس میں کہ تعریف فرمائی ہیں اور اس کو تسلیم کرتے ہیں اور اپنا مثبت مدعا  
 اعتقاد کرتے ہیں لیکن نے حقیقت اگر آپ نظر غور سے ملاحظہ فرمائیگی تو آپ کو دوسرے معلوم  
 ہو جائیگا کہ یہہ دلیل اگرچہ من مبالغہ کے لیے صانع آتش بایہی کہ جسکی اصول مطالب کا  
 بیخ و بن ہی استیصال کر دیا قطع نظر مفسدہ ستہ لالات مبالغہ کی جو بیان ہی لازم آئی  
 میں اس اجمال کے شرح ذرا گوشت الضاف دہوش سے سنی و افہم ہو کہ مختصر اخلاصہ مطالب  
 دلیل یہہ ہی کہ خداوند تعالیٰ کے شانہ کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت سے دین اسلام کو  
 جمیع ادیان پر غالب کرنا منظور تھا چنانچہ لفظ علی الدین کلمہ ارشاد ہوا اور ضرور عدم وہا  
 کہ دین اسلام کو تمکین کامل دیگر اور خوف کو زائل کر دینگی اور اسکی جگہ امن قائم فرمائیں گے  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عالم بقا کی طرف رحلت فرمائی اور یہہ امور حجاب قوہ سے  
 منصفہ غیب پر جلوہ گر ہوئی کیونکہ خود دو سلطانین عظمیہ پہلو بہ پہلو تھی وہ اس وقت تک  
 اس قوت و شوکت پر نہی کہ جبکہ ہر طرح غلبہ تھا اور اوشی امن ہونا عقل سلیم ہرگز تسلیم  
 نہیں کر سکتی تھی تو لامحالہ ایسی شخص کے ضرورت ہوئی جو بنی کے قائم مقام ہو اور اسکی  
 فعل نمبر افضل رسول ہو اور مراد خداوند تعالیٰ کی ظہور کا جارجہ بنی ہو دو سلطانین پامال  
 ہوں مریدین نہ جو از وقت سرور اٹھایا تھا انکی سرکوبی فرمادی اور رائے فتنہ میں مابین کہ  
 تہ امتیاز سے فرو کر دی اور حجتہ را مورد عقلی و خارجی میں تشہت ہو اسکو منقطع فرمادی  
 اور ایسی شخص کا دریافت ہوا عقول نامہ سے خارج ہو تو اسی ضرورت کی کہ ایسی عزیز الوجود کو  
 خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیب سے تلقی فرما کر متعین فرمادی کہ جبکہ وہ ہر پہر ہاتھ  
 صبر انجام ہوں اب ہم ہر ایک بعد اس دلیل کے مطالب کو اگرچہ کہ کی حالات سے مطابقت کر کے  
 دیکھتے ہیں تو ہمیشہ روز بروز شہدائے معارف اور ائمہ طور پر معلوم ہوتا ہی کہ ان حضرات نے

ہاتھوں نہ روئے تھوڑا سا ہوا نہ فرس تھوڑا سا ہوا نہ مرنے کی پہنچ گئی ہوئی نہ اسلام غارت ہو گیا  
 نہ دین کی نگین ہوئی نہ خوف وائل ہوا نہ امن حاصل ہوا بلکہ برخلاف اسکی ہمیشہ خلاف  
 و محقق و غیر مومن رہی دین ہمیشہ مغلوب رہا کفار منافقین کی خوف سے ہمیشہ ہموٹ  
 بولتی رہی اور غلط سائل است کو بتلائی رہی ثقل اعظم آج تک شیرہ سو برس گذر گئی رہی  
 حروف اور غلط است میں مرد و عورت کا کبھی اور سکون نہ سبھا لاقول اصغر کے ساتھ کیا کچھ سکون  
 ہوئی اور کچھ ادسکا چارہ ہوسکا بلکہ خلعت خلافت حقہ اپنی بدن سے جدا کر کے ایک ایسی  
 غیر مستحق کو عطا فرما دیا کہ جس سے کیا کچھ دین و اسلام میں فتن بیسی کی کہ جنکو نظیرت یہ عالم  
 میں ہوا پھر کیا ایسی ہی اشخاص غیب سے انعام مہات کے لیے متعین ہوئی ہیں اور ایسی  
 حضرات معاذ اللہ بقول اکبر جو انحطاط دولت دین کے جارح ہوئی سبب غلبہ دین کے  
 ہو سکتی ہیں سچانک نہایت بظہیم ہم کہا تاکہ عرض کریں درخانہ اگر کس است یک حوت  
 بس است پس اگر بضر محال اس دلیل سے وجوب بنس مدعا یہ ثابت ہو جاوے تو اسکا  
 مصداق کوئی نہ کوئی قرار دیجیگا۔ اور ثبوت استطراف نفس محال سے وجوہات گذشتہ سے  
 یہ امر بخوبی واضح ہو چکا ہے احادہ کی ضرورت نہیں۔ قولہ اگرچہ سید قطر طول ہو گیا  
 مگر شاہ صاحب کا ایک دقیقہ اور سن لکھی ہے فضیلت کے دلائل گوش توجہ سے اصفاف و  
 انصاف کرنا آپکا کام ہے عبارت مسطورہ کی متصل سے فرمائی ہیں و ایسی دقیقہ است  
 اگر فہم کنی اکثر مفصلات آسان شود سنۃ اللہ جاری است برآں کہ چون اکثر خلق  
 بشدتی در مانند بر اسموات و الارض الہامی یا تقریری موزونہ تا اصلاح عالم بان تدبیر  
 و رفع شدت صورت گیر و بعثت رسل نصب مجددین بر سرایت و چیز نامی بسیار متفرع  
 برین اصل است سری کہ بعثت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در وقت غلبہ کفر و آفاق  
 تقاضا کردہ است۔ ملاحظہ فرمائیے الحدیث القدسی (اللہ یقتہر بہم و یجمعہم الی الباقی یا من اهل الکتاب  
 والذین ارادت ان یتبلیک ہم وان یتلہم ہم باک الحدیث

همان سرچون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم از عالم ادنیٰ بعالم اعلیٰ انتقال فرمود منور ہو کر  
 حق چنانکہ می بایست نشدہ و سبب اختلاف دین حق بہر سببیدہ باید کہ برقع از روی علم  
 کشاد و تعین خلیفہ ثم ضیفہ نمود تا آنکہ مراد حق تمام شد و موعود و دستگیر گشت و چنانکہ معرفت  
 شخصی کہ تحمل اعیان نبوت میشود از علوم بشر خارج است و لہذا جابلان گفتند تو کلام  
 خدا القراء علی حق اللہ ربین عظیمی و ہمچنان معرفت شخصی کہ اعیان خلافت محل نماید و آن را  
 حق بکمال رساندہ مقدور بشر نیست اینچہ تدبیر غیب است کہ از پس پردہ کار نامیکند و لایست  
 کہ پیغمبر بآن شخص معین ارشاد فرمایند انتہی بقدر الحاح خبر بہر کلام بلاغت نظام اہل حق کہ  
 مطلب کو ہدایت ہی مراد حق ثابت کرتے ہر اور طالب حق کو ہدایت کے منزل پر پہنچانے  
 پس کیونکہ اس سے بزرگتر وحی نیروانی و ارشاد و رسول ربانی خلیفہ کا مخصوص علیہ ہونا ہر اولیٰ  
 و اعلیٰ پر بالوجوب ثابت ہے کہ وہ یہی اصاف ظاہر ہے کہ انسان کا مقدور نہیں کہ شمول  
 اعیان خلافت اور بالحق مسند الاست کو چہاں سکر اقول اس کلام بلاغت نظام  
 نسبت جعفر تقریب و توصیف مدح و ثنا فرمائی بجا و درست ہے وہ یہی قابل ہے لیکن  
 اس تقریب کے نسبت وہ اور کہتا ہوں جو جناب امیر مضر رضی اللہ عنہ نے کسی موقع پر فرمایا تھا  
 کہ حق ارید بہ باطل اگرچہ لائل سابقہ کی جوابات میں انکی تمام استدلالات کا جوابی الہی  
 ہو چکا ہے لیکن یہاں یہی استدلال سنیں ہر ذریعہ کہ یہ جواب فرماتے ہیں کہ اس سے زیادہ  
 وحی نیروانی و ارشاد و رسول ربانی خلیفہ کا مخصوص علیہ ہونا بالوجوب ثابت ہے یہ لکھنا  
 کیونکہ ظاہر ہے کہ وجوب سے مراد حسب قاعدہ وجوب علی اللہ ہے اور اس دلیل سے وجوب  
 علی اللہ کا عدم ثبوت اجلی بدہیان ہے یہی زیادہ واضح ہے بلکہ وجوب علی اللہ کا بعد  
 جابجی قرآن مجید اور احادیث رسول کریم صلوٰات اللہ علیہ وسلم اور اقوال ائمہ سے ثابت  
 مہندہ اگر معاذ اللہ خدا تعالیٰ پرعت رسل استخلاف اللہ واجب ہے تو اسکی علت غائی  
 یہ ہے کہ عالم کے اصلاح ہو اور وہ شدت کہ حسین لوگ متبلا ہوں رفع ہو جاوے تو اسلئے

عالم کی پیشتر واجب ہوئی اور جب اصلاح عالم کی خدا تعالیٰ پر واجب ہوئی تو پھر وقوع فساد بجز اس  
 کیونکر ممکن ہو کہ خدا تعالیٰ کے تبارک واجب ہو تو جب وقوع فساد ممکن نہ ہو تو بعثت رسل کی کیا  
 ضرورت رہی اور اسکا وجوب محض لغوی ہو گیا تو وجوب نفس خود اس دلیل سے بطل ہو گیا  
 علاوہ ازیں جو عبارت کہ ابجد متصل اس عبارت منقولہ کے مذکور ہے اور جبکہ ہماری فاضل نجیب  
 اپنے مخالف مطلب سمجھ کر نہیں لکھی ہے وہ خود اس استدلال کو بیخ بن سے ادا کیا ہے  
 حضرت شہاب صاحب رحمہ اس عبارت منقولہ کے بعد ہی فرمائی ہیں۔ و اگر فرض کنیم کہ بعض انہما  
 تعیین بگذارد و آن نخواهد بود الا از حیث اعتماد بر تکفل الہی کہ یا اللہ و المؤمنون یا ابا بکر اس  
 صاف ہی ہے کہ جب کہ خداوند تعالیٰ شائد اس سرانجام کا شغل ہو چکا تو ضرورت نہیں ہے  
 کہ تعیین بتفصیل خاص فرمادی تو وہ نفس جسکی آپ تمام عبارت میں دربی اثبات ہیں مبارک  
 منشور ہو گیا۔ اگرچہ چاہی کہ آپ خاص نفس مدعا یہ کہ ثبوت کی یہی دلیل کے فک فرمادین  
 دلیل عام کے ضمن میں مدعا خاص کا ثبوت محال ہے۔ اور یہ جو آپ فرمائی ہیں کہ بشر کے مقدر  
 نہیں کہ متحمل اعباء خلافت اور لائق مسند امامت کو پہچان سکے اس سے اگر مراد یہ ہے کہ جو وقت  
 کی بوجہ کو اٹھا سکے اور بواجب خداوندی استخلاف سے اسکی تابہون پروری ہوں اور کفار  
 و خجارد فتنہ دشمن کا ہم سپاہ دہم نوالہ نہ بنی تو مسلم نے الواقع یہی شخص کے پہچان مقدر  
 عوام اناس نہیں لیکن یہ فی ہر حال کہ اگرچہ ہم معنی نہیں اور اگر مراد یہ ہے کہ ایسی خلیفہ کی  
 پہچان مقدر بشر نہیں ہے جو بوجہ خلافت اٹھا سکے بلکہ کفار و فتنہ دشمن ہم سپاہ دہم نوالہ  
 ہے بلکہ اسکی مسامحت و مدائنت اور ضعف اور جہنم کے سبب دین اسلام تباہ و برباد ہو اور  
 باوجود قدرت کے کسی امر کی اصلاح اس سے نہ ہو سکی یا فرض کر دے ایسا شخص ہو کہ جسکی نسبت  
 انصرام مہاجت خلافت میں نہ ہو و ہواور یہی قوم ہو کہ سرانجام امور خلافت اس سے ہو گیا  
 یا نہ ہو کیگا تو یہ غیر مسلم ہو یا غلط ہے کہ محتاج دلیل نہیں ہے یا وجود اپنی علماء کی تصریحات  
 دیگر کے جو ائمہ کے حالات کے متعلق ہیں یہ فرمایا کہ ان کی پہچان مقدر بشر نہیں

آپ ہی کے علم و انصاف پر زیبا ہے۔ علاوہ ازیں اس بیان اور عدم بیان کا فیصلہ تو خود  
 حضرت امیرؑ نے ہی فیصل فرمایا اور ان خطبات میں جو بیجا بیانات اور ایسی شے میں  
 منقول ہیں یہ قصہ چک دیا شرح اس اجمال کی یہ ہے کہ علامہ ابن بیثم بحرانی اپنی شرح کبیرہ  
 ابیہ فیہ میں اس خط کی شرح میں جسکا عنوان یہ ہے کہ من کتاب لکالی عن ابیہ اما بعد فقد  
 اتنی منك موعظة موصلة الى فرأيت من دكت امر من المهاجرين اوردت كما اوردوا  
 واصدرت كما اصدرها وما كان الله ليجمعهم على ضلال ولا يضرهم عجمي جس سے کسان معلوم  
 ہوتا ہے کہ اہل حل و عقد مجاہدین و انصار ہمہ اتفاق کر لیں اور مجتمع ہو جائیں وہی امام و خلیفہ  
 برحق ہی خواہ وہ ان امور کی حصول کو جو مقاصد خلافت میں اس کی نسبت جسکو امام بنادین  
 معلوم کریں یا کریں اور بیجا نہیں بلکہ یہی نہیں کیونکہ کثرت ہدایت جناب امیرؑ اور انکا اجماع  
 منال پر محال ہے تو معلوم ہوا کہ حسب ارشاد جناب امیرؑ بیعت اہل حل و عقد کا فی حینا  
 دوسری خط میں ہے اسکو بغیر ائمہ ظاہر فرمایا و انما الشوری للمہاجرین والی انصار فاذا اجتمعوا  
 علی حل و عقد مسموہ اماما کا ذلک للرضی اس ارشاد سے بدلتہ واضح ہے کہ اجماع اہل حل و عقد  
 رضی حق ہو نہیں سکتا تو حسب ارشاد جناب امیرؑ آپکا سوئہ نہیں کہ ہمہ امام بیجا نہیں  
 اسکی مفسوس ہونے پر یہ ہے کہ قرین - قول ہے پس یہ یعنی ہمارے ہی تقریر ہے کہ ہم کہتے ہیں  
 کہ چونکہ امت میں عصمت شرط ہے اور عصمت کا علم عقد و بشر نہیں بلکہ ضروری ہے کہ امام  
 اللہ والرسول ہو۔ پس فرق لفظ عصمت کے ہونے انہوں نے میں ہی درجہ مطلب ایک  
**قول** اول یہی غلطی کہ بجز عصمت کی آپکی تقریر میں اور حضرت شامی صاحب مدنی کی تقریر  
 میں درباب نفس کچھ فرق نہیں کیونکہ اولاً آپ اسکو بوجہ علی اللہ کے قائل ہیں اور حضرت شامی  
 اسکو قائل نہیں اور نہ کوئی عاقل مومن اسکا قائل ہو سکتا ہے۔ اور ثانیاً آپ ایک نفس کے فرما رہے  
 مثبت ہیں جسکا اثبات عقل سے ہو سکتا ہے ہی نقل سے ارشاد ہے جب جماعہ اللہ کے بیان سے  
 ہرگز اسکا اثبات نہیں ہوتا۔ معنی یہ ہے کہ فرق بجز عصمت کے ہونی انہوں نے کا ہے کہ وہ

و انما الشوری للمہاجرین والی انصار فاذا اجتمعوا  
 علی حل و عقد مسموہ اماما کا ذلک للرضی

ضیاء و ظلام کے فرق سے یہی زیادہ سی کیا آپ کو نزدیک کچھ فرق نہیں ہے۔ اسکی اوپر تو دلیل  
کی صحت و غلط ہونے کا مدار ہے۔ چونکہ عصمت خود باطل ہے چنانچہ گہراش ہو چکا اسلیج جو  
اوس پر مبنی ہے وہ یہی از قبیل مبارک فاسد علمی الفاسد اور باطل ہے اور حضرت شاہ صاحب کی  
دلیل ایک ایسی امر حق پر متفرع حسین مخالفین کو یہی چون کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ پس  
ہر فرق کو کچھ فرق نہ سمجھنا اور اس دلیل کو بعینہ اپنی دلیل سمجھنا اور یہ کہنا کہ ذرہ مطلب ایک  
ہمارے محیب صاحب جیسے مدعی انصاف کے سوا کسی دوسری عاقل کا کام نہیں۔ قولہ  
اگر حضرات اہل سنت ہماری تفریق لفظ عصمت کے سبب پسند نفرادین اور اس سے گہراش  
اور انکار کے لیے آمادہ ہوں تو حضرت شاہ صاحب کی یہ عبارتیں جو اوپر مذکور ہوئی ہیں پیش نظر  
ہمیں اور ہمارے لفظوں کا خیال نفرما کر نماز ہم لفظی نفرادین بلکہ مطلب کے اتحاد و تفرق کر کے  
سکوت پسند کریں اگر ہم عبارت منقولہ از ازالہ الخفاء پر بسط سے گفتگو کرتے تو ایک کتاب ہو جاتے  
و بہت طویل ہوتا محض اس خیال سے حرف اشارت ہی پر اکتفا کیا گیا حضرت محیب صاحب  
فراموش نہ فرمائیں انہیں عبارت سے عصمت ہی بخوبی ثابت ہے بلکہ اگر نظر دقیق سے دیکھا  
جائے تو عصمت کی یہی ہی ان امور کی ضرورت ہے جو شاہ صاحب نے بیان فرمائی ہیں مگر چونکہ خلفاء  
مشرقیہ عصمت مفقود ہیں ان معانی کو اور الفاظ سے بیان کیا ہے انصاف کے یہی نہیں  
معنی ہیں۔ **اقول بفضل اللہ تعالیٰ** حضرت شاہ صاحب ہم کے عبارتیں اہل سنت کے  
پیش نظر ہیں اور وہ انکی مطلب مدعا سے بخوبی واقف و آگاہ ہیں اور بقدر آپ ہی سمجھتے ہیں  
چنانچہ آپ ہی فرما چکے۔ (کہ اگرچہ آپ جانتے ہیں کہ ان فصیح کلموں اور عمدہ عبارتوں سے حضرت  
شاہ صاحب کا کیا مطلب ہے) لیکن آپ کیا کریں اپنی انصاف کے دائرہ سے باہر ہیں مگر  
ان عبارتوں کو اپنی مدعا کی طرف نہ پہنچیں تو اور کیا کریں۔ کتاب رسالت سے تو دلائل کا تسلسل  
ہر نامعلوم تو اب ایسی مجبوری کی حالت میں اپنا دل یوں ہی خوش کر لیں پھر اسکا  
نام جواب رکھ چکے ہیں اور اس پر یہ جوش و خروش ڈالنا یہ عوام کا نفع تو دیکھنا

کہا یا نیکو اور کہہ دینی کہ جناب میر صاحب نے دلائل میں تحریر فرما کر دئے ہیں علم الغصاف پر جواب  
 سکوت بہتر سمجھتے ہیں۔ جب نس کے یہ حال ہے جو سوق روانہ کر کے ہی تو دوائی درج حال  
 تبت عصمت کے جسکی طرف اشارہ ہی اشارہ ہی اور نیز عصمت جبکہ لادن دلائل میں بھی بت  
 نہیں کی جس پر کیا کہہ ناؤ افتخار تبت روانہ دلائل میں آپ کیا ثابت کر سکیں گے مستی بنوہ  
 اور خرد اور قطرہ و انودج بجا حضرت کے اشارات ہی سے بسط گفتگو کا حال معلوم ہو گیا اور بخوبی صحیح  
 صحیح انداز ذکر کیا گیا ہے احقیقت آپ نے دہشتہ می کو کام فرمایا کہ کلام میں بسط نہیں کیا  
 اور اشارات ہی پر اکتفا فرمایا۔ کہ بندہ نے ہی جواب دے سکی محض اشارات پر ہی اکتفا کیا تو  
 مجسمہ و مختصر آگاہی غلطیوں پر مشتبہ کر دیا اگر جناب بسط و تفصیل کے طرف متوجہ ہوتی تو اس  
 آپ ہی اندازہ فرمایا لیچو کہ بندہ ہی جواب دے سکی کیا کیا کچھ آپ کی ہستہ الامت کے ساتھ سلوک  
 کرتا اور آپ کی ذخیرہ دلائل پر کسی صواقع اعتراضات نازل ہو تو باقی رہے خلفاء ثلاثہ رضی اللہ  
 عنہم میں عصمت کا مستفود ہونا سو یہ اہل سنت کے نزدیک کچھ خلفاء ثلاثہ کی ہی ساتھ مستفود  
 نہیں بلکہ اہل بیت و سوائی انبیاء تمام افراد انسانی میں شامل ہیں لیکن اگر خدا تعالیٰ  
 اہل سنت ہی معاذ اللہ خلاف کتاب و سنت مثل حضرات شیعہ کے خلفاء کے لیے مدعی عصمت  
 ہوتے اور انکی عصمت کے لیے ہی دلائل جیسے حضرات شیعہ ان کے لیے پیش کرتے ہیں میں نے  
 جواب کے دلائل سے کچھ زیادہ ہی مضبوط ہوتی مگر اہل سنت کا امام مقتدا کو کتاب و سنت پر  
 جو اوس سے ثابت نہیں ہو پتیر نہیں بخلاف حضرات شیعہ کے کہ باوجود کبر عصمت کتاب اللہ با  
 کسی دلیل قطعی سے ثابت نہیں ہو سکی آپ محققین کہ اصول دین میں سے کچھ رکھنا ہے  
 اور اسی پر کیا منحصر ہے ہیت مسائل فروعی اعتقادی میں جنہیں ہمیں ہی حال ہے کتاب  
 کے معانی کو ہم پر ہر اور سطر کے پختی میں اور ہمیں کہ پختی تا ویلات عبیدہ کے کہ میں  
 اور کسی کل سید ہی نہیں مٹتی واقعی انصاف کے یہی معنی میں اہل سنت کو حاشا اللہ  
 یہ انصاف کہاں نشیب ہو سکتا ہے فقہ لہر اب اس بحث کو ختم کرتے ہیں

اور فضیلت کو شرم کرتے ہیں اسکو دلائل مبنی بہ ہی عقل و نقل سے ثابت ہر اول ایک  
 دو عقلی دلیلیں عرض ہیں غور سے مبنی خلافت ریاست عامہ دین و دنیا سے مراد ہی اور  
 عرض ہیں اس سے شرائع الہیہ و معالم ربانیہ کی ترویج اور سائل دینیہ و احکام شریعیہ کا پہلانا  
 اور حدود و ثغور کا ضبط و تہیب و کرنا اور عالم سے مطلوبہ کام کا انتظام لینا وغیرہ ہی اور یہ  
 سب کام اس طرح ہونی چاہئیں کہ رضا و الہی حاصل ہو اور یہ بات ظاہر ہو کہ جو شخص  
 اعلم و اتقی اور عرج و فضل ہوگا بیشک اس شخص سے کہ جو علم و درجہ و تقویٰ وغیرہ  
 میں کمزور ہوگا کم ہوگا خلافت کے امور مطلوبہ بوجہ احسن بجا لایگا اور حصول رضی  
 حق سے جس طرح اس سے ہوگا مقصود اس سے ہرگز نہ ہوگا اور یہی ہے کہ ایسی شخص سے جو جلال  
 و امور بوجہ حسن انجام کری خلافت لیکر ایسی مقصود کو دین کہ یہ امور اس سے  
 ویسی ہر انجام ہو سکے عقل مستقیم و راسخ سلیم کے نزدیک نہایت ہی قبیح و شنیع ہے۔  
 اقول یہ شرط ہی مثل اپنی خستین کو خلافت عقل و نقل و باطل سے اور جہد و دلائل سے جگہ  
 ذکر ہوئی ہیں وہ ہرگز نہ ہوتا مدعا مجیب نہیں ہیں بلکہ فضیلت کے معنی جو ہماری مجیب  
 لیبیت سے مجیب رکھیں اور اس عبارت سے مفہوم ہوتی ہیں اور اس میں تعریف فضیلت  
 میں ہر مختیر کرانی میں وہ ہی غلط اور خلاف تصریحات علماء و قوم میں ایسی ضروری ہو کہ اول  
 مجیب لیبیت کو اول علماء کی خصوص سے فضیلت کو بتلایا جاوے گی کہ اسکا دار مدارک  
 امور پر ہی ہے اور اسکو ناظرین اس کا مجیب صاحب غلط کو خود سمجھ لینگے اور تہوی سے  
 ہنہ کے بعد فاضل مجیب ہی اپنی غلط پرستہ ہو جائیگا۔ پس اس سے کہ پہلی فضیلت کے  
 تعریف ہماری فاضل مجیب سے یہ فرامی (افضالیت کے یہ معنی میں کہ کل است سے جبکہ ام  
 صفات حمیدہ و اخلاق ستودہ میں افضل ہو) اس جگہ دار فضیلت کا صفات حمیدہ  
 و اخلاق ستودہ پر ایک کہ ملکات نفسانیہ میں اور اس دلیل کے ضمن میں فرمایا (جو شخص  
 اعلم و اتقی و عرج و افضل ہوگا) گویا اس جگہ ہماری مجیب صفات حمیدہ و اخلاق



تفصیل بیان کردن قطع نظر اس سر که اجمال و تفصیل با هم منافقین نیستند چنانچه در تمام کتب  
توضیحات کو اس باب در کتب دیگرین تو صاف معلوم می شود که تا در تفصیل انصافیت که نسبت  
به اعتقاد و بکل ختم می شود در در فضل کا در پیرگزینین انکی تیج سفید و ما حسابی بی انصافیت  
امیر المومنین بن براسوق میری سامنی بوجود می خورد هر فراتے میں فصل و خدا اعتماد الکر  
المطرحه التفصیل علی ثلث طرف احاطا خواهر الا اعمال و التکا علی السمع الوارد بمقادیر  
التواب و مادت علی بعضا الکلام و الثالث المانع فی الدین بالاعمال انهم بقدر کماله  
اس عبارت سر صاف می شود که انصافیت کا در ارادات داخل می شود چنانچه صاحب  
اسی سر درین دوسری جگہ بیان اخلاص است تفصیل میں فرماتے ہیں تو وقف منہم نصرا  
طلب فی هذا الباب قالوا لسن انعم اکان افضل من سلف من الانبیاء او کان مساویا لهم  
او دونهم فیما یستحق به التواب آپ کے حضرت علم الہدی اپنی المائید میں فرماتی ہیں ۔  
اعلم انہ لا طریق من جمیع العلم والعقل الی القطع بقضای کلف علی الخیر ان الفضل الی اللہ  
فی هذا الباب هو زیادۃ استحقاق التواب ولا سبیل الی معرفۃ مقادیر التواب و انما  
فعل الطاعۃ اذ اسکی کچھ بد فرماتے ہیں فان دل سمیع مقطوع بہ من ذلک علی شیء عمل علیہ  
والا کان الواجب التوقف عند الشک فیدرک علم الہدی صاحب نے توفیق صاف ہی کر دیا  
کہ انصافیت کا مدار زیادتی استحقاق تواب پر ہے اور اسکی عقل کو کچھ دخل نہیں مرت  
اور نقل و سمع پر جو قطع ہی موقوف و منحصر ہے پیر اب آپ اپنی افادہ کو اس سے  
مطابق کچھ اور انصاف سے کہتے ہیں کہ آپ انکی موافق میں یا مخالف سے معصیت اگر انصاف  
دار اخلاق حمیدہ و صفات پسندیدہ پر ہو تو لازم آدھی کہ حضرت فرعون حضرت موسیٰ

و انما یطاع الله بالعلم والعقل لا بالقلوب

فی فصل ابن خلدون تفصیل میں تین طریقوں پر اعتماد کیا ہے ۔ ایک تو ثابتہ سے اعمال دوسری شائع سے خبر دیکر  
تعاویذ اس میں راہ و اور سبہر معانی کلامات کرین ۔ تیسری دین میں شائع و اعمال سے حاصل

انتقل من کینو کاجب ہم تفاسیر شیعہ سے حضرت موسیٰ علی نبیا و علیہ السلام حالات دریافت کرتے ہیں  
 تو آپ کی افلاک کے نسبت معلوم ہوتا ہے کہ آپ میں بجائی افلاک حمیدہ کی معاونت افلاک  
 ناپسندیدہ تھی تفسیر معانی سورہ کہف میں ہر معاملہ حضرت موسیٰ کا اپنی اوستاد حضرت کھن  
 واقع ہوا قابل دیدہ ہے۔ **الحکم عن الباقی** لما أخبر رسول اللہ ﷺ قریشا بنجر اصحاب الکھف قالوا  
 أخبرنا عن الاعمى الذي امر الله موسى ان يتبعه وما قصده فانزل الله عز وجل ان انزلنا لفتنة  
 قال وكان سبب ذلك لما كلم الله موسى تكليمًا فانزل عليه الألواح وفيها حكمًا قال وكتبنا له  
 في الألواح من كل شيء موعظة وتفصيلاً لكل شيء رجع موسى الى بني اسرائيل فصعد  
 المنار فاعلم ان الله قد انزل عليه التوراة وكلمه قال في نفسه ما خلق خلقاً اعلم مني اوحى  
 الله الى جبريل ادر لك موسى فقد هبتك واعلم ان عند ملتقى البحرين عند الضفة جبريل  
 منك نصر الله وتعلم من علمه فتنزل جبريل على موسى واخبره ودل موسى على علم الله اخطأ  
 وادخل الرعب وقال لوصيه يوشع ان الله قد امرني ان انبعرجا عند ملتقى البحرين وانعلم  
 من قدره وديوشع حقا على حاد منزع اگرچہ اس واسیتہ میں بہت سے فوائد منطوقی میں لیکن  
 بنیالہا تو یہ ہے کہ آخر میں پروردگار کیسے مرتبہ بیان مقصود پر اکتفا کیا جاتا ہے وہ یہ کہ بعض  
 خدا تعالیٰ اور حضرت خضر علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اعظم تھے اور آپ کے خداوندی  
 حضرت خضر علیہ السلام سے تغلیہ اور ان کی انتہا سے کی نامور ہوئی اور بارش خداوند تعالیٰ  
 بقصد خاص شیعہ پروردگار کی تلمذ و استسما و اپنی اوستاد کی تلاش میں اپنی وحی کو سبک

دین نمی دے امام باقر سے روایت کی ہے جب حضرت ۷۷۷ قرین کو صاحب کہف کا قصہ سنایا اور انہوں نے کہا کہ ہمارے  
 بڑے عالم کا قصہ سننا و سنا کہ خدا نے موسیٰ کو حکم فرمایا تھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ بات و اوقات میں سنی نفع نہ دل  
 فرمایا۔ لیکن سبب یہ ہر حاجت خدا نے موسیٰ کو کائنات کی اور تختہ ان اوتاری اور ان میں حسب ارشاد ہر شئی کو ضیعت اور شئی کی  
 تفصیل کہہ دی موسیٰ بنی اسرائیل کی طرف لوٹے اور ان کو خبر دی کہ خدا نے اس پر عزت نازل فرمائی اور کلام کی اور اپنی زمین کہا  
 اور ان کے کہ جو مخلوق میں جسے زیادہ جانتی والا نہیں پیدا کیا خدا نے جبریل کی طرف وحی کی کہ موسیٰ کی خبر لی کہ وہ ہاک ہو چکا  
 اور ان کو خداوند تعالیٰ نے جو ایک شخص چودہ برس جو زیادہ جانتی والا ہے وہی کی طرف ہمارا ذکر کی علم کو سبک جبریل کو سبک کیا  
 اور خبر دی کہ موسیٰ کو سبک دیا اور سبک سبک کی نظر کی اور ان کی وحی پر شیعہ کو کہ خدا تعالیٰ کی شخص پیری اور سبک کو کہ جو منفی ہے

بیابان نورد و شت غربت ہوئی اور پیر بعد ملاقات کو گیس سے عہد و پیمان کر ملکہ ہوئی کہ میں کسی  
 معاملہ میں چون و چرا نہ کروں گا چنانچہ پھر حضرت تمام نص قرآنی میں مذکور ہے۔ اسکی بعد کا قصہ سینہ  
 غلام کے قتل پر حضرت موسیٰ کو کیا کچھ جوش آیا اور اپنی عہد و پیمان کو یک بحث توڑ ڈالا۔  
 اور اپنی اوستا کی کیسی بھیرتی فرمائی۔ فالعلل عن الصادق فغضب موسیٰ ولحق  
 تبلیعہ و قال قتلت الایہ قال الخضر ان العقول لا تحکم علی امر اللہ بل امر اللہ بحکم  
 علیہا فلیس لما توی واصبر علیہا فقد کنت علمت انک لن تستطیع معی صبرا۔  
 اس سے یہ بھی یاد کر گیا کہ عقول پر امر اللہ حاکم ہے نہ بالعکس جیسا کہ حضرت شیعہ معتقد ہیں  
 اور اسکی کچھ آئی مذکور ہے۔ القہ عن الرضا فی تہذیب الحدیث السابق فمروا ثلثہم حتی انتہوا  
 الی ساحل البحر وقد سمحت سفینہ وہی ترید ان یخیر فقال ارباب السفینہ حملوا کواکبہم  
 فمروا فأنفم قوم صالحون فحملوہم فلما سمعت السفینہ فی البحر قام الخضر الی جوانب السفینہ  
 فکسرہا وحشاها بالحق والیقین فغضب موسیٰ غضبا شديدا وقال للخضر لہم قہرہا  
 لتغرق اہلہا لقد جئت سببا امر اہل الخضر امر اقل انک لن تستطیع معی صبرا۔  
 قال لا تواخذنی بأشیئت ولا تهقن من امری عسرا فخرجوا من السفینہ فمظن الخضر  
 غلام یلعب بین الصیدان حسن الوحی کانه قطعہ قہر فی اذنیہ دربان فقام الخضر وقد  
 فوئب موسیٰ علی الخضر وجلبا بہ الارض فقال قتلت نفسا ذکیۃ بغير نفس لقد جئت شیئا  
 نکرا فقال الخضر امر اقل انک لن تستطیع معی صبرا اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ  
 مستلزم افضلیت کو نہیں کیونکہ حضرت خضر اعلم تھے اور افضل نہ تھے اور سنی کہ تارون کے  
 لیے خلاف رضا خداوندی غذا کج خد اشتکار ہوئی اور جب عذاب نازل ہوا تو مر حید نادار بن  
 لے مل علیہ ام صادق سے مروی ہے کہ سرسی غصہ ہوئی اور حذر کر گرن پڑی اور کہا قتلت نفسا ذکیۃ خضر کہا کہ غفل  
 حد کہ امیر حاکم حسن بین بلکہ اللہ کا اثر تلوں پر کم کر پس جو کچھ وہ کہہ رہا ہے اسکو تسلیم کر اور دوسرے حکمران تو  
 جاں چکا تھ کہ تو میری بے ہوشی میں کر سکیگا۔ ۱۷۔

حق تعالیٰ  
 تعالیٰ  
 تعالیٰ

مجمع وزاری کی لیکن شدت غضب میں ایک مسموم نبوی جو جناب خداوندی میں پائید  
 ہوئی اور حق تعالیٰ نے اوز میں کمات کو ساتھ موسیٰ کو عار دلایا جن کمات کے ساتھ قارون  
 اپنے عار دلایا تھا مختصر عبارت تفسیر کہتا ہوں۔ وقد کان قارون قد امر ان یخلق  
 باب القصر فاقبل موسیٰ قاضی الی الباب فانفجرت ودخل علیہ فلما نظر الیہ قارون علم انه قد  
 ادنی بالعداب فقال یا موسیٰ سلک بالرحم الذی بینی و بینک فقال لموسیٰ یا ابن لادی  
 لا تزدنی من کلامک یا ارض خذیر قد دخل القصر فانیہ فی الارض ودخل قارون الی رکبتہ  
 فیکہ وحلف بالرحم فقال لموسیٰ یا ابن لادی لا تزونی من کلامک یا ارض خذیر فاقبل  
 بقصره وخر اسند و هذا ما قال موسیٰ لقارون یوم اھلکھ اللہ عزوجل فغیر اللہ عزوجل کا  
 قارہ لقارون فغیر موسیٰ ان اللہ تبارک و تعالیٰ قد عیرہ بذلك فقال یارب ان قارون دعائے  
 بغیرک ولودعائے لک لا یحبہ فقال اللہ عزوجل یا ابن لادی لا تزدنی من کلامک فقال  
 یارب لو علمت ان ذلک لک مرنی لا یحبہ انتہ بقدر الحاجۃ علاوہ اسکی قطبی کو ماوا ان  
 اور اپنی بڑی بہائی بگناہ کی جو نبی ہوا شی کیڑ کر بخینا الواح تورات جو عطیہ خداوندی تھا جس میں  
 سورۃ اور تفصیل پر ایک شی کے مذکور تھی شدت غضب میں ڈال دینا حضرت کی اخلاق و اوصاف  
 پر پوری دلیل ہے حضرت ہارون کی اخلاق کی نسبت جو ہم تفسیر صفائی میں دیکھتے ہیں تو اسکی تفسیر سورہ  
 اعراف تحت آیت و اخذہ من الخبیثۃ الیہ قال ابن ام۔ میں لکھا ہے و فی الکافی علیہ السلام

قارون نے حکم کیا تھا محل دروازہ بند کیا جادی موسیٰ کی اور دروازہ کھلتا اشارہ کیا وہ کہیں گیا اندر اسکی پس گرجب موسیٰ کی طرف  
 دیکھا جبکہ کذاب آیا۔ کہا ای موسیٰ میں تجھ کو پہلے اس رحم کے جو میرا دھیری دریاں ہی سوال کرنا ہوں موسیٰ نے اسکو کہا ای  
 لادی بکسی مجھی زیادہ کلام مت کر ای میں نے اسکو پہلے درجہ کچھ دسین بہت زمین میں اور گیا اور قارون بھی کہنوں کے میں  
 پہر قارون اوپر اوپر اسکی رحم کی قسم دینی لگا موسیٰ کہا ای لادی کو مجھی موسیٰ زیادہ بات مت کر ای زمین اسکی پس زمین اسکو اور اسکو  
 محل اور زمین اسکو اسکی زیادہ بہت جو قارون کے ملائی کہ دن موسیٰ نے کہا۔ بہر خدات کے مجھی اس کو کلام جو قارون کو کہی تھی عا  
 دلایا اور موسیٰ مجھی کہ خدات کے اس کلام سے مجھ کو عار دلایا عزم کیا ای پروردگار قارون نے تیری غیر کہہ دے کہ مجھ کو کچھ رہتا اگر تیری  
 و ہتر کسی بکارت تو میں تسلیم کرنا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ای لادی کہ تیرا مجھ سے زیادہ بات مت کر موسیٰ نے عرض کیا ای پروردگار میں یہ  
 جانتا کہ اس میں تیرا نہ ای نہیں منبہل کرنا۔ ۱۲۔ ۱۳۔ کافی میں جناب امیر مہتمم نے تفسیر سید میں مردی ۱۲۔

۱۰ خطبۃ الرسولۃ انه كان اخاه لابیہ وامرہ والقبۃ مثله عن الصادق قبل کان هارون  
 اکبر من موسیٰ بثلاث سنین وكان حموکنا لینا ولدک کان احب الی بنی اسرائیل استوی  
 اب ہم اور ان روایات میں اس کے نظریہ سے دیکھتی ہیں اور حسب قاعدہ حضرات تبعہ کے عقل کو چھوڑ  
 دیکھتے ہیں خدا پر ہی حاکم ہے اس معاملہ میں حکم کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ معاذ اللہ حضرت موسیٰ بن  
 اخلاق ناپسندیدہ تھے اور اگر بغرض ظاہر سے بہتر تاویل ہے اب فرمایا تو بے غائیابی اباب  
 یہ ثابت ہوگا کہ فی الجملہ بعض مواقع میں درشتی درختی و غنمت و غنات محسوس ہوتے ہیں  
 لیکن بروی عقل جبکہ حکم الحاکمین کہنا آپکی قاعدہ کے بموجب واجب ہے بدلتہ یہ ثابت ہوتا ہے  
 کہ علی العموم بسبب درخت بہ نسبت درشتی و غنم کی زیادہ محسوس و پسندیدہ ہیں اور اگر یہ تسلیم  
 کر لیں تو لازم آئے گا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہوں  
 آپ کی نسبت حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ ﴿فَمَا رَحِمَهُ مِنَ اللَّهِ لَدُنْهُمْ وَأَرْسَلْنَا رُوحَنَا فِي تَبَاتُكُمُ  
 خَاصَّةً مِنْ عَمَلِكُمْ مَقَامًا لَكُمْ أَنْ تَقُولُوا مَعَ اللَّهِ وَأُولَئِكَ الَّذِينَ هُمْ يُرِيدُونَ﴾  
 جنہیں نفق و نینت پائی جاتی ہے حضرت موسیٰ سے افضل ہو گئی اور نیز حضرت امام حسن رضی اللہ عنہما  
 عنہما جناب امیر المومنین والد بزرگوار سے افضل اور امام سجاد رضی اللہ عنہما والد سے افضل ہوں اور یہ  
 آپکی نزدیک بدیہی البطلان ہے تو اس سے ثابت ہوا کہ مدار فضیلت کا اخلاق حمیدہ  
 پر نہیں ہے جو درجہ بال عقل ہو بلکہ مدار زیادتی استحقاق و ثواب پر ہے اور غیر درجہ بال عقل  
 چنانچہ بیان تشریف فضیلت میں ہم او کی طرف بیا کر چکے ہیں اب بعد اہل گدار مستحق عقل  
 ہونی کی قید ہے ایجاد و اختراع ہی قطع نظر اس سے عقلاً غفلت کا جاننا اس پر موقوف ہے  
 ۱۱ کہ اور ان سے کسی کا حقیقی ہائی تھا اور نبی نے اس کی امام باقر علیہ السلام صدق مقرر دیا کہ  
 کہتے ہیں کہ اور ان سے کسی کو تین سال بڑی تھے اور ہایت مغل از نرم مزاج تھے اسی سبب سے نبی کریم  
 انکو زیادہ دوست کہتے تھے۔ ۱۲ میں خدا کی رحمت سبب تو انکو ایسی نرم ہو گیا ہے۔ ۱۳

کہ در باب وقائع و غیره معاملات بین اوس سہ تہا بجز نہ ظاہر ہوں اور شہرت تاج محمد ہو وہ کہ  
 ہوں اور اپنی ناخن تہا بجز صحیحہ معاملات کی گنجہہ لیکو عمدہ طور پر سلجھا دی اور جب  
 ائمہ کی تاریخی حالات کو دیکھا جاتا ہے تو اس سے ہرگز پس نہیں ثابت ہوتا کہ آپ عقل  
 اور نہیں تو قصہ حکیم کو ہی ملاحظہ فرمایا جس پر یا خلع اپنی خلیفہ مانی کو ہی دیکھو بھٹی غرض کہ اہم  
 خلافت میں جسدہ معاملات پیش آئی اور میں سے کوئی ہو سلجھا کر کوئی ہی اور بڑا ہوا اور خلافت سے جو بڑا  
 جن قس کے کی تہا کہ تہا بجز شرائع الہیہ و معاملہ ربانیہ ہو اور مسائل دینیہ و احکام شرعیہ یہاں تک کہ  
 حاصل ہوئی اور جب کچھ حاصل ہوئی تو انکو قاعدہ کلیہ معلوم ہی ہو گا اذ اخلا البشی عن مقصود  
 لہذا۔ علاوہ ان میں عقلیت کی ضرورت تو اس وقت سے جبکہ معلوم نہوں اور جب معلوم ہو  
 اور سہو گونہ اخلا کا صادر ہونا اور سہ محال ہو تو پس یہ قیہ محض لغو ہے۔ اعلم ہونی کی قیہ  
 ہی غلط ہے و جب اسکی یہ ہی کہ جب امامت مانی نبوت ہی تو اور صفات امت کہ میں ہی فرغیہ  
 ہو کی نبوت کو جب نظر مال سے دیکھا جاتا ہے تو صفات معلوم ہوتا ہے کہ اور سکا مد محض صفات  
 و جب تہا خداوند تعالیٰ شانہ سے ہی حق تعالیٰ اپنی عباد میں سے جسکو چاہی برگزیدہ فرما دی ہو کہ  
 کچھ نور خداوند تعالیٰ پر نہیں اور نہ کچھ اعتراض لایسئل عما یفعل اور نہ شان ہے اور نہ یہ کہ  
 کہ جو علم اہل زمان ہو وہی نبوت کو دیکھو برگزیدہ ہو طہر ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم اسی پیدا ہوئی اور بعثت تک امی ہی کسی قسم کی ظاہری تسلیم نہیں پڑی  
 اور اس زمانہ میں صدہ علماء و اخبار دین موسوی و عیسوی کی موجود تہا جسکو کتب سماوی  
 از بر تہی اور مسائل شرعیہ مستحقہ لیکن خلعت رسالت ہمارے پیغمبر نہو امی صلوات اللہ علیہ  
 کو ہی عطا ہوا اذ لک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔ گو بعد نبوت کہ حق تعالیٰ تہا اپنی  
 بنی کے سینہ کو مرآت لوح محفوظ بنادی اور اسکی قلب کو گنجینہ علوم و معارف فرما دی  
 اس طرح امامت کمال ہونا چاہیے کہ جو امام ہو وہ محض اصطفا خداوندی سے ہو چنانچہ شہر  
 نفس سپردال ہے اور قبل امامت اور سکا اعلم اہل زمان ہونا ضروری نہو بلکہ بتابع رسول

گوید است بسبب محدثہ کی کہ خاصہ امام ہر علم ہو جادو لیکن پہلی ہر اسکی اعلیٰ کا معنی  
 ہوا خطا ہے اور آپ کو اس بحث میں حضرت موسیٰ و خضر کا قصہ یاد ہوگا یاد دیکھ خضر اعلیٰ تھی  
 تو ہی حضرت موسیٰ اعلیٰ افضل تھی۔ باقی رہا یہ کہ خلافت فاضل ہر ایک مفضل کو  
 دینا مطلقاً ہائیت قبیح ہی اس میں یہ تو فرمائی کہ فاضل ہر خلافت یعنی کے کیا معنی  
 میں لیا فاضل استخلاف کی ہر وجہ استخلاف نہیں نہیں کیونکہ مخفی ہوگا مان اگر اس  
 معنی میں کہ فاضل کو چوڑ کر مفضل کو خلافت دیا ہے تو صحیح ہی مگر کلی سبب کے لئے  
 کہ ہم اسکی قبیح کو تسلیم نہیں کرتے کیونکہ مفضل قرآنی ثابت ہے کہ حق تعالیٰ نے فاضل کو چھوڑ کر  
 مفضل کو امامت عطا فرمائی۔ حضرت شمول میری سلام ہو اپنی زبان میں بنی اور اوس اور  
 اور امام اور اقلتی ہر حق تعالیٰ نے انکو چھوڑ کر طاہر کو امام بنایا جو اوس کی کم تھی تو اس سے بہت زیادہ  
 کہ فاضل کو چھوڑ کر مفضل کو امام بنائی کا قبیح محض انکو احکام کا کمین مثل کے نام سے ہے ورنہ نہ  
 عند احد تک کہ چھوڑ نہیں سکتا قبیح سہی لیکن یہ ہی قبیح و شتمناست جیہ  
 نواب و عمال میں جی جاری ہے کیونکہ جیسی است مالی نبوت بنایا ب تالی است ہر مفضل  
 قبیح ہے کہ فاضل کو چھوڑ کر مفضل کو کسی ملک پر نائب اور حاکم مقرر کر کے بھیجا جائے اور  
 اس سے زیادہ اہم و استغنیہ ہے کہ حکومت اوس شخص سے لیکر جو عہدگی سے اسکی فرمائش  
 بجا لارہ ہو کسی دوسری ایسی کو دیدین جسکا حال ایسی نہ کہ بجز یہ میں نہ آچکا ہو کہ بعد آپ  
 شرح نفع الباقیہ یا متن ہی کو کہو لیس اور جناب امیر کے حالات کو ملاحظہ فرمائی کہ آپ کے کس  
 کس کو حاکم بنایا اور کس کو معزول فرمایا اور کہاں تک اس شہر کی رعایت رکھی تاکہ  
 آئندہ اسکی شہرت لکھی بابت مذکورہ کی نفول کی تہذیب ہو جائے اور ہم ہی کسی موقع پر انشاء اللہ  
 آج کے متنبہ کریں گے **قولہ** اذین افضل کے سوتے مفضل کی خلافت کے بصلان پیرل  
 اور طرح ہی دلالت کرتی ہے اور وہ یہ کہ اگر مفضل افضل کے سوتے خلیفہ ہو تو لانہم فیہ  
 مفضل کا محکم ہو اور اشراف اودن کی تواضع کا امور ہو کیونکہ افضل مفضل کی ان یا مگر

ہوگا اور عایا خلیفہ کی تواضع کر لیں یا وہ یہی اور یہ بات عظاماً نہایت قبیح ہے اور اگر آپ ہماری  
 عرض قبول نہیں کرتے تو فخر الدین رازی صاحب کی تقریر سنی وہ سورہ بقرہ کی تفسیر میں  
 جس میں ہے کہ ان لوگوں کو دلائل بیان کی ہیں کہ جو انبیاء کو ملائکہ پر تفصیل دیتی ہیں یہ فراموش  
 ہیں۔ و آخر سن قال بفضل الانبیاء علی الملائکہ بامور احدھا ان الله تعالیٰ امر الملائکہ  
 بالسجود لآدم وثبت ان آدم لم یکن کالقیۃ بل کانت السجدة فی الحقیقۃ واذا ثبت  
 ذلک فوجب ان یمکن ادم افضل من لان السجۃ نہایت التواضع وتکلیف الاشرف  
 بنہایت التواضع للادون مستقیم فی العقول فانه یفصح ان یمر ابوحنیفہ ان یمخدم  
 اقل الناس لصاحۃ فی الفقہ فذل هذا علی ان ادم علیہ السلام کان افضل من الملائکہ  
**اقول** یہ دلیل ہی برہان غاصبہ ہے اور بوجہ چند محل بحث ہے اولاً یہ کہ گفتگو  
 استمرافضیت پر ہے دلیل برگزشتہ شریعت نہیں کیونکہ شرط اس وقت ثابت  
 جبکہ دلیل مفضل کے امامت کی عدم انعقاد پر تفتیش دلائل کر ہی بیان اگر ہی تو لزوم قبیح ہے  
 جس پر قریب بحث کی جا سکتی ہے ان اگر اصل حل عقیدہ کی کو خلیفہ کریں تو البتہ افضلیت کا کو  
 معنی رکھیں اور اگر کوئی فاضل جامع شرائط افضل کے ہوتے مقصد میں خلافت ہو تو اس کے  
 خلافت کے عدم انعقاد پر یہ دلیل برگزشتہ دلائل نہیں کرتے۔ ثانیاً افضل کا مفضل کے لیے  
 امور ہونی اور شریعت کا اودن کو یہی محکوم ہونی کا لزوم ہی غلط ہے ہم کہتے ہیں کہ مفضل  
 مفضل کا امور اور شریعت اودن کا محکوم ہو بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ وہ قانون شریعت جسکو  
 حق تعالیٰ شائع فرمایا ہے واسطہ رسول کے است کی لیں دستور العمل مقرر فرمایا ہے تمام امت کی افضل  
 یہاں مفضل اور کیا شریعت اور کیا وضع سب اس کی محکوم داسور میں امام کا حکم اگر وجہ  
 اطاعت ہے تو اسی حیثیت سے ہے کہ وہ حکم موافق قانون شریعت ہو چنانچہ خود ہماری  
 نسل مجیب ہے فرما چکی ہیں کہ غرض اس سے شرائع الہیہ و معام ربانیہ کی تردید ہے پس  
 رکوئی ایسا نہ ہو اس حیثیت و اعتبار سے کوئی خالی ہو تو وہ ہرگز واجب اطاعت نہیں ہوگا



مثلاً اگر امام کہی کہ اپنی زوجہ کو طلاق دیدی یا اپنا تمام مال میرے حوالہ کر دے۔ یا  
 فی سبیل اللہ لٹا دی یا بھوکو حبسہ دے کر سی تو یہ حکم ہرگز واجب الاستتال نہ ہوگا چنانچہ قول اللہ  
 فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ مِنْهُ فَاِذْ لَىٰ فِي شَيْءٍ مِنْهُ حُكْمٌ مُّشْتَرِكٌ خَلْفَ الرَّسُولِ كَمَا جَمِيعُ قَوْلِ الْفَاعِلِ كَمِنْ خَلْفِ  
 وغیرہ سب بات کر لینی تشریح ہر کیونکہ است کر لینی شریعت کا حصول بدون دوسرے رسول  
 کر ممکن نہیں۔ جب مسئلہ پہلے فاضل کے مفسول کے محکوم ہونا لازم نہیں آتا۔ ثانیاً مسئلہ افضل  
 مفسول کے محکوم ہو لیکن ہم اس کا قبیح ہونا تسلیم نہیں کرتے کیونکہ بالاتفاق حالات میں  
 حضرت شعیب علیہ السلام حضرت داؤد افضل تھے اور اس کی محکوم اور تابع ہوئی اور حضرت خضر سے  
 حضرت موسیٰ افضل تھے اور ان کی امور و مطیع ہوئی تو معلوم ہوا کہ افضل کے مفسول کے مطیع  
 قبیح نہیں ورنہ لازم آوی کہ معاذ اللہ شارع آمر بالقبیح ہو جو کہ عقلاً و شرعاً قبیح بلکہ جائز  
 تو لزوم قبیح عقلاً و شرعاً باطل ہے۔ رابعاً بالفرض تسلیم اگر افضل کے محکوم ہونا افضل  
 کو لے کر قبیح و شنیع ہے تو سب جگہ ہی یقین نواب اعمال حکام سرایا و جیوش و نصب و تنصاف  
 وغیرہ میں سب جگہ جاری ہوگا لیکن جب ہم اس معاملہ میں جناب امیر کے حالات کا تتبع  
 کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نے ہرگز اس کی پابندی نہیں کی ہے اور اس شیعہ کو قبیح  
 نہیں جانا آپ شیعہ علیہ السلام ہی کو ملاحظہ فرمایا لہجہ محقر تنبیہ گذارت کرنا ہوں کہ آپ نے  
 عمر بن ابی سلمہ کو جو حضرت ائمہ المؤمنین ام سلمہ کی صاحبزادی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم کی ریبہ تھی عمر بن ابی سلمہ کی حکومت سے معزل فرما کر نعمان بن عجمان کو مقرر فرمایا حالانکہ حضرت  
 عمر بن ابی سلمہ نے ادارت کو بہت کرا لیا یہی طرح آدھ کیا کہ مورخ حسین کو فریج چنانچہ اسی کی پابندی  
 موجود ہے تو کیا نعمان عمر سے افضل تھی اور ظاہر ہے کہ عمر بن ابی سلمہ نہ حضرت امیر کے کسی کو  
 معزول کر لیا تھی اور نہ حضرت آپ کی محتاج تھی ہر بلا ضرورت داعیہ کیوں آئی اگر جناب قبیح  
 فرمایا اور باقی تمام عصمت اور یہی زیادہ اقبیح و شنیع ہے اور اس طرح محمد بن ابی بکر کو اس  
 معزول کے ہشتہ کو مقرر فرمایا اور اپنی حبش سے دو امیروں پر جو زیادہ بن نصرانہ

نیاو کا خطاب

ابن ہانی ہتی اور انکی اتباع پر مالک بن حارث ہشتر کو امیر کیا اور انکو کہا فارس سے معاملہ کرنا  
 ان سب کو رہنی دیجی زیاد بن ابی صفیان کو فارس پر امیر کیا اسکا مختصر حال گذارش کرنا  
 ضرور ہے آپ شروح بیخ البمانۃ میں مطابق فرمالین یہیہ شخص سیدہ لونڈی کا بیٹا کجست  
 زبان کا فصیح و بلیغ و زبان آور تھا ایک روز حضرت عمرؓ کی دور و مجلس میں اسی تقریر  
 کی کہ حاضرین کو بہت پسند خاطر ہوئی عمرو بن العاصؓ بلی کاٹش اگر یہیہ قریشی ہوتا تو تمام  
 عرب کو اپنی لاپاشی سے ہلاکتا۔ ابو صفیانؓ کا خدا کی قسم یہیہ قریشی ہی اور اگر توحانی تو معہوم  
 کر کے کہ یہ قبیلہ کو عمدہ گو کہ نہیں ہے عمرو بن العاصؓ نے پوچھا کہ اسکا باپ کون ہے تو قسم  
 کیا کہی یہیہ اسکو سکران کے رحم میں رکھا تھا عمرو بن العاصؓ نے کہا تو پھر اسکو اپنی سادہ نسب  
 میں کیوں نہیں ملا لیتا۔ اوسنی امیر المومنین عمرؓ کا خطاب رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ  
 کر کے کہ اس سے ڈرنا ہوں کہ میری بدن پر میری کہاں ہی جلاو گیا چو کہ اسکو باپ کا  
 تعین نہیں آسکے اور زیاد بن ابیہ اور زیاد بن ابیہ کہتے ہیں۔ جناب  
 امیرؓ نے اسی زمانہ امارت میں اسکو فارس کا حاکم مقرر فرمایا بعد اوسکی حضرت کعبہ سوم ہوا  
 کہ امیر معویہؓ بفرما اسکو تحریص و ترغیب سی راہ میں اور اپنی کتہ ملا جا ہوتا ہے تو اپنے راہ کو  
 خط لکھا جو بیخ البمانۃ میں بر دی ہے۔ اوس خط کو پڑھ کر قسم کیا کہ کہہ کہ حضرت فی ہبی اور  
 کہ دعویٰ کے صدق کی شہادت دی قد شہد بہا و رب الکعبہ انجام بہ ہوا کہ حضرت  
 امیر المومنینؓ کو چوڑ کہ امیر معویہؓ سے جا ملا اور اسکا جو کچھ نتیجہ نکلا شہد کو معہوم سے فرما کہ  
 اسی شخص کو جب پردہ الزنا ہونے کا ظن غالب تھا آپؓ فارس کا حاکم مقرر فرمایا حال  
 و لد الزنا بخش میں ہے اور اسکا جہوٹا تک بخش ہے من لا یخفر من ہے ولا یجوز الوضو بسو  
 الہی والظہرک و لد الزنا و لد اللہ۔ اور گردہ الزنا مومن نہیں ہوتا این بیہ غمی خضال میں ہے کہ  
 عن ابی عبد اللہ لا یدخل حلاوة الایمان قلب من دلی ولا خوزی ولا یلجی ولا کرم فی کلاب

نیاو کا خطاب

ولا ینکثر منی ولا من جملۃ من سزا الیٰ - تشریح بن حارث کو جو خلفہ کی زمانہ سے قاضی تھی اپنی  
قاضی مقرر فرمایا ان حالات کو دیکھنی سے صاف ظاہر ہے کہ آپ نے تعین میں افضلیت کو  
مخوف خاطر نہیں فرمایا۔ پس اس سے عدم استثناء افضلیت ائمہ میں یہی ثابت ہوا۔ قاضی  
امام رازی ہم کی دلیل کو جو افضلیت اسیار میں بیان کی ہے اپنا استدلال قرار دینا غلط ہے اور  
اوس پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔ کیونکہ امام کی دلیل کے استدلال کا دوسرا سبب  
جو نہایت تواضع ہے اور نیز سجدہ ہی اس طرح کہ بالاستقلال حضرت آدم کو ہی تمام یہ نہیں  
کہ سجدہ نے بحقیقت خدا تعالیٰ کو بہاد اور حضرت آدم محض واسطہ تھی اور افضل محبت کے دلیل میں  
نہ نہایت تواضع ہے کہ امام کی اطاعت کو یہی سبب ہو کہ جب است امام کو سجدہ اور  
اطاعت ہرگز نہایت تواضع نہیں نہایت تواضع جب ہو کہ جب است امام کو سجدہ اور  
لیکھنا مامور ہو پس یہ کہنا کہ رعایا صلیعہ کے نہایت تواضع کے لیے یہی نہایت ہے اور نہ تواضع  
یا اطاعت بالاستقلال ہے بلکہ امام کی اطاعت اس حقیقت سے ہی کدہ واسطہ اطاعت خدا  
اور رسول ہے آپ خود فرما چکے ہیں کہ مقصود است سے ترویج سرائع الہیہ کمال دینیہ ہے اور اگر  
آپ کو دعویٰ ہو کہ امام کے یہی است مامور بہ نہایت تواضع ہے اور امام بالاستقلال مہتمم  
سطح ہے تو تاب کیجیے اور دلیل کیجیے۔ سادہ اس دلیل کا ذکر کرنا اور اس کا جواب حرام  
رازی نے ان کو کو تکلف فرمایا ہے جو ملائکہ کے تفصیل کے قائل ہیں نہ کہ مکرر کہ قدرت انسانی  
ہے۔ یہی ہم اس جواب کو نقل کرتے ہیں اور جواب استدلال کو اوس پر ختم کرتے ہیں۔  
احاب القائلون تفصیل الملک عز المحلۃ الاحولی فقالوا قد سبق بیان ان من الناس  
قال المراد من النحو الیٰ تواضع لا وضع المجتہد علی الارض ومنہم من قال ان عبارتہ عن دفع  
امام الوعدہ شہرہ دی ہے کہ ان کے یہی سند ہے اور حرمی اور نجی اور گری اور جبر اور یک اور  
اعل سے یہ عادیہ دہ الرے کے دلیل ہے۔ جو لوگ نہایت کی نہیں کے قائل ہوتے ہیں اور ان کے  
جب لاہر دیا کہ پہلی گدہ چکا کہ جس لوگ کہتے ہیں کہ سجدہ سے مراد تواضع ہے۔ یہ پیشانی کہنا اور  
کہتے ہیں ۱۳۔

الحجۃ علی الارض لکن قال السجود لله تعا وادم قبلہ السجود علی ہذین القولین لا اشکال فیہا  
 اذ اسلمنا ان السجود کان لادم فلم یقلتم ان ذلک لا یجوز من الاشراف فی حق الشریف وذلك لان حکم  
 قد یقتضی ذلک کثیرا من حب الاشراف والظهار النہایۃ فی الانقیاد فان للسلطان ان یجلس  
 اقل عبیدہ فی الصدور وان یامر الاکابر یسجد متساویون غرض من ذلک اظهار کونہم مطیعین  
 فکل الامور منقادین لہ فی جمیع الاحوال فلم لا یجوز ان یکون الاحقرینا کذلک والیضا العیس  
 من مذہبنا انہ یفعل ما یشاء ویحکم ما یرید وان افعاله غیر محللہ وذلک قلنا انہ لا اعتساف  
 علیہ فی خلق الکفر فی الانسان ثم فی تعذیبہ علی ابد الابد واذ کان کذلک فکیف یعرض علیہ  
 ان ینام الا علی السجود للادون انتہ قولہ آپ تسمیر مضامی ملاحظہ کیجیے تحت آیت  
 فلما انبأہم باسمائہم الخ وہو یہ کہتے ہیں واعلم ان ہذہ الایات تدل علی شرف الانسان  
 نہ تریۃ العلم وفضل علی العبادۃ وانہ شرط فی الخلائق بل العزۃ فیما انتہ بقدر الحاجۃ اور  
 نیز کی اخیر میں یہ کہتے ہیں وان ادم افضل من ہولاء الملائکہ لانہ اعلم منہم والاعلم افضل  
 لقولہ تعا اهل سبتوا الذین یعلمون والذین لا یعلمون ویکہی الکی قاضی صاحب اسکاٹ  
 خلافت بل العمہ فرماتے ہیں۔ اقول یہی مسئلہ لان تو اوس مسئلہ لال سو ہی کہیں  
 بڑی کی سی جیسا کہ مینی لا تقربوا الصلوۃ سو کیا تھا اوس کجبت نے نورث قید ہر  
 بوجہ ذر کے معنی مقصود کو بجا رہا تھا اور جملہ کے معنی حقیقی شہیک رکھی تھی لیکن ہمار  
 داخل محبت نے تو نہ سیاق عبارت کا ہی لحاظ فرمایا اور نہ جملہ کے معنی صحیح رکھی ہیں ان

شیراز انواریت لکھنؤ میں

کہ سجدہ ہوتا تھا کہن ہی کی لیکن سجدہ اللہ تک کہ تھا اور ادم سجدہ کر لی بلکہ قید کہ تھی اور ان دونوں اقوال پر کچھ شبہ  
 نہیں لیکن جب پہلے سجدہ کر کے سجدہ ادم کو تھا تو ہم یہ کہیں کہتے ہیں کہ یہاں شرف و شریعت کی حق میں جائز نہیں اور یہ  
 اس وجہ سے کہ ان اوقات حکمت کی مقتضی ہو ہے کہ اشرف کی محبت اور اوسکی نہایت اذاعت خاطر کیا دی۔ بادشاہ کو تختہ دار  
 کہ ستر میں غلامان کو صدر میں بٹھلا دی اور اکابر کو اوپری خدمت کا حکم کر دی اور اسکی غرض ہے ان اظہار اذاعت و انقیاد  
 تمام امور و اعمال میں سو تو کیا جائے نہیں کہ یہاں ہی سیدھے ہو اور تیر کیا جانا نہ یہ نہیں ہو کہ خدائے سجود چاہتا ہو کہ تیرا جیسا  
 ارادہ و فاعل ہو حکم کر ہی اور اسکی افعال اس میں ہیں اس سبب سے کہ کفر پیدا کرنے میں اب ان میں اوس کچھ اعتراض نہیں ہوا اور نہ  
 ہرگز اسکی کیا لانا ذلک غرایب کر نہیں کچھ اعتراض ہی ہوا یہ حال ہی ہوا کہ سبب یہ کہ اگر اعتراض ہو سکتا ہو کہ وہ اعلیٰ کو ادنیٰ کی سجدہ

نہایت حق و سچ

کہ ابتداء میں قصہ کے یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے ملائکہ سے فرمایا کہ ہم زمین میں نائب بنانا چاہتے ہیں  
وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِیْہِ الْاٰدَمَ خٰلِفًا تَوَابِ اِسْمِہِ اِہْلِ الْاَصْنَافِ  
وہ علم و عقل و فہم بخوبی سمجھ سکتی ہیں کہ خلافت سے کونسی خلافت مراد ہے اور حضرت آدم  
کس کس کی از خلیفہ تھی کیا آجکے وہ خلافت جو ہماری اور ہماری مجیب کے متنازعہ نہیں ہے اور  
جس میں اس وقت گفتگو ہو رہی ہے اور جس کی لئی شرط مثلہ لفظ عصمت و فضیلت مختلف ہے  
بین الفريقین میں وہ ہے خلافت مراد ہے اگر وہ ہے خلافت مراد ہے تو فرامین تو سن رہی  
کہ حضرت آدم علیہ السلام کو لینی نبی کے خلیفہ تھی یا کوئی اور خلافت مراد ہے انیسویں کے  
مجیب کو یہ ہے خبر نہیں کہ اس جگہ خلافت سے کونسی خلافت مراد ہے اگر قرآن شریف یا  
انہیں تھا تو کہو لکھ دیکھ لینا تھا یا کسی شئی حافظ سے ہی پوچھ لیا ہوتا تاکہ سیاق و  
معنی سے پتہ چلا کہ یہ حضرت آدم کا قصہ ہے اور خلافت سے مراد خلافت نبوت ہے علامہ  
لذین آجکے ہماری فاضل مجیب کے علم و فہم پر آفرین ہے کہ اس عبارت کو شرط فضلیہ  
کی دلیل سمجھ کر پیش کیا ہے اور اپنی کمال دانش مندی اور دہشور علم سے یہ سمجھ کر  
میں دانہ کی صنمیر شرف یا فضل کی طرف راجع ہے حالانکہ اطفال کا فیہ خوان بھی سمجھ سکتے  
کہ یہ غلط ہے ہر اوسپر طرہ یہ ہے کہ اس سے انکی فرامانی میں کہ دیکھی آپ کے قاضی صاحب  
اسکو شرط خلافت بل عمدہ فرامانی میں آجکے ہی لفظ (اسکو) پر اکتفا فرمایا اور یہ  
کہ قاضی صاحب کو شرط خلافت فرامانی میں سلنا آپکی سیاق عبارت کی خلاف  
صنمیر (ذرا) کا علم ہے اور لفظ اسکو ہی علم ہی کی طرف راجع ہے لیکن تاہم دعا  
بجائے ہے کہ یہ جب نایت ہو کہ جب اعلیٰ فضیلت کو مستلزم ہو حالانکہ یہ  
آپ کے اعتراف سے باطل ہے آپ نے افضلیت کے تعریف میں اسکا دار و مدار اخلاق حمیدہ  
صفات پسندیدہ پر رکھا تھا اور شروع دلائل میں علم دار و معنی و عقل جو نے  
کہا تھا جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اعلیٰ مستلزم فضیلت کو نہیں بلکہ

لیو اور صفات کا حاصل ہونا ضروریات سے ہی علی الخصوص ملکات نفسانیہ کا ہونا واجبات سے ہی  
 پس جبکہ اعلیت مستلزم فضیلت کو نہیں ہے تو یہ استدلال ہی لغو ہوا۔ قطع نظر اس سے  
 جب ہم نفس اس عبارت میں تامل کی نظر سے دیکھتی ہیں تو یہ بات معلوم ہوتا ہے کہ یہ عبارت  
 ہرگز مثبت مدعا نہیں کیونکہ قاضی رحم فرمائے ہیں و اہل شریعت فی الخلافۃ بل العمدۃ فیما اوّلھا ہر  
 کہ لفظ بل اسجگہ ترقی کے واسطے نہیں ہے کیونکہ شرط بہ نسبت عمدہ ہونی کے اعلیٰ اقویٰ ہی تو ترقی  
 ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف ہوتی ہے نہ بالعکس اور اگر ترقی تسلیم کیا جاسی تو اعلیٰ سے جو شرط ہر ادنیٰ  
 طرف جو عمدگی ہی ہوگی کیونکہ شرط موقوف علیہ ہوتی ہے اور عمدگی کی اولیٰ بات ہے نہ موقوف علیہ  
 تو لفظ بل اسجگہ اضراب کے واسطے ہوگا اور ایمان بلفظ اس شرط محض لغرض مزید تاکید ہوگا تو گویا  
 قاضی رحم نے لفظ بل عمدہ فیہا کہہ کر یہ ثابت کر دیا۔ و انہ شرط فی الخلافۃ سے یہ مراد نہیں  
 کردہ موقوف علیہ خلاف کا ہے اور اگر یہ معنی نہ ہوگی تو لفظ بل عمدہ سے یہاں محض لغو و لا طائل  
 محض نقص ہوگا پس قاضی صاحب کا یہ قول آگے کو کچھ مفید نہیں بلکہ مضری ہے کیونکہ عدم شرط  
 پر دلالت کرتا ہے نہ شرط پر **قول** حدیث سنی آپ کی علامہ جلال الدین سیوطی نے جامع البحر  
 جامع غیرین روایت کی ہے۔ اجمارجل استعمل ہر جلا علی عشرۃ انفس وعلم ان فی العشرۃ  
 افضل ممن استعمل فقد غش الله مرسلہ وغش جماعۃ الموصین ج۔ عن حفصہ بنتہ  
 اب ذر الصنف فریسی کہ جب مفضل علی حکومت دس آدمیوں پر جائز نہ ہو اور او سین خدا  
 رسول جماعت مومنین سے دعا لازم آدنی پس تمام مومنین پر مفضل کی حکومت میں کہ اموال  
 و انفس وغیرہ کا مثل نبی اولیٰ تجربت ہو کہ قدر قیامت دشمنی لادم آئگی **اقول** اس  
 حدیث کو معنی آئے جو کچھ صحیح غلط ہیں بیان فضیلت سے فضیلت متنازعہ نہیں  
 ہرگز مراد نہیں کہ من حیث فریتہ استحقاق الثواب عند اللہ افضل ہو بلکہ اسجگہ فضیلت سے  
 مراد بالفضل انجری ہے کہ جو متعلق بجا آدمی مقاصد ریاست و شرف و نظیر واری کی ہو مثلاً اگر کسی  
 سریر یا حبش پر حاکم مقرر کیا جادے تو وہ شخص زیادہ لائق ہوگا جو خاص فن حرب و معان

و ضرب میں زیادہ ماہر و خیر ہو اور شیخ ہو اور خداع و حروب اور ادکی چال و فریب واقف ہو  
 اور اگر کسی کو کسی ملک پر حاکم کیا جادی تو وصف تالیف قلوب بغیر زمین اور سیاست  
 بدون ظلم و ستمین اعلیٰ درجہ کا ہو یا مثلاً باوجود مساوات یا کمی کے کسی خاص صفت کو جو  
 مقدم کیا جادی مثلاً کسی خاص سائنس کو جس سے ادکی سچی رکوشش زمین زیادہ پورتر  
 متصور ہو آجکے مہم ہوگا کہ حالات سے حضرت شمول علیہ السلام زاد علیہ السلام افشیل ہی باوجود  
 اسکی حق تعالیٰ مفضل کو نام مقرر فرمایا اور ظاہر ہی کہ یہ کچھ ضرور نہیں کہ جس شخص کو  
 زیادتی احتیاق ثواب حاصل ہو اور دلی کامل ہو وہ ہمہ مشرق کو ہی سب سے عمدہ طور پر  
 انجام دے دے علاوہ اذین ہم کب کہتی ہیں کہ مراعات افضلیت نہیں چاہی ہم اگر انکار کرتے  
 ہیں تو اس شرط کا انکار کرتے ہیں۔ اس حدیث سے صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ جب کوئی  
 عامل بنایا جادی تو محالہ افضلیت ضرور ہے ہم ہی یہی کہتی ہیں کہ جب کسی کو اسیر یا غلام یا  
 نو افضلیت ملحوظ رکھنا چاہی لیکن اس سے یہ کہیونکہ ثابت ہو کہ اگر افضلیت فوت ہو گئی  
 تو لارست غیر منعقد ہوگی اور ادکی اطاعت واجب نہوگی بلکہ اگر نامل کی طرف سے دیکھا جادی  
 تو اسی ادایت سے اتفاق و مہم ہوتا ہے کیونکہ خدا و رسول و جماعت مومنین کے ساتھ بخشش تو اسی  
 و نیت ہے جبکہ اسکی لارست منعقد ہوگی اور وہ واجب اطاعت ہوگا اور اگر وہ واجب اطاعت  
 ہی نہیں ہو اور ادکی لارست ہی منعقد نہیں ہوئی تو مثل عوام کے رہا اور کیا بخش ہوادہ تاہم  
 ہی لغو ہوگی نیز نہ کہ افضلیت کو مراعات سے انکار نہیں بشرط اسے انکار ہی تحفہ اثنا عشر  
 کی بحث افضلیت میں نہ کہ اسے اپنے دیکھا ہوگا آری اگر غضب و عین اہل حل  
 و عقد باشد می باید کہ غضب افضل کنند در ریاست و شرائط سرداری نہ در امور دیگر آری  
 ہمدلی کامل عالم مشہور سید امین الظرفین کہ از وی امور سرداری یک خانہ سرانجام نمی تواند شد  
 در حیا افضلیت دیگر می باید۔ اس سے قطع نظر آجکے بحث میں عنقریب معلوم ہو چکا ہے  
 کہ جناب امیر نے اس شرط کا لحاظ نہیں فرمایا کیونکہ جب زیادتی کسی شخص کو ایک ملک کا

حاکم بنادیا تو بس اس سر پر ہرگز اور کیا عدم رعایت اس شرط کی ہوگی پس اس سر معلوم ہوا  
 کہ یہ شرط جناب امیر نعم کے نزدیک منسوخ ہے اور معمول پر نہیں یا آپ معلوم نہیں کہ چونکہ  
 خدا اور رسول و جماعت مومنین کے ساتھ عیش کیا۔ معاذ اللہ قولہ ایک دو اور حدیث  
 دلی اللہ صاحب علی نقل کلام میں آگیا اس مقام میں عزت کی شہادت سن لیں جس کی ایک عالم  
 حبیب و فاضل نبیل خواجہ محمد بن محمد بن محمود شہو محمد پارسانی باوجود سخت نقصہ کے  
 کتاب فضل الخطاب کے آخرین بعد ذکر ائمہ اثنا عشر ابو جعفر مرقی علیہ الرحمۃ سے علامات  
 امام میں جناب امام رضا علیہ السلام سے ایک طویل روایت لکھی ہے چونکہ شیخ عبدالحق صاحب دہلوی نے  
 یہی وہ روایت رسالہ مناقب و احوال ائمہ اٹھارہ میں جسکا ذکر فاضل رشید نے یہی ایضاح  
 میں کیا ہے نقل کی ہے لہذا خوف طوالت شیخ صاحب دہلوی کی یہ فارسی روایت پر  
 اتکا کرتے ہیں وہ اس سالہ کی اخیر میں بعد ذکر ائمہ فراتی ہیں عبارتہ کہذا و این ابو جعفر  
 مرقی تک اور علامات امام و فضل دہی از امام علی رضا آوردہ است کہ فرمود امام را علامات نہایت  
 کہ عالم تر و حاکم تر و حلیم تر و پرہیزگار تر و شجاع تر و عابد تر و دیگران باشد و ولادت کردہ شود  
 مختون و دوی پاک باشد و از پیشاپس یکسان بیند و چون او شکم او بر زمین آید مرد و گفت  
 افتد و از پیشاپس دین بر آورد و مختلم نشود و چشم او بخواب رود و دلش سیدار بود و محدث باشد  
 و در رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہر دوی است آید و نزد دوی صلاح آنحضرت صا باشد و شمشیر  
 ذوالفقار و نزد دوی مصحف فاطمہ رضی اللہ عنہا و نزد دوی صحیفہ بود کہ در دوی نامہای مخالفان او تا روز  
 قیامت باشد ثبت بود و بول و غائط اورا کسی نبیند و زمین بر او بر فرو بردن آنچہ میر  
 آید از دوی دوی خوشتر از دوی مشک بود و بر مردم انقبہا می ایشان نزدیکتر بود  
 ہر زمان تر از مادر پدر و متواضع ترین مردم بود و مرتج را عز و علا و امر معروف و نہی  
 از دنیا کند تر بود و از ہمہ خلق دعائی او مستجاب بود کہ اگر پر سنگ دعا کند  
 پاره شود و مویید بر دوح قدس بود و میان او و خدا نمودی بود از نور کہ بیند در دوی



اعمال نیکه گان را در جبهه بدان محتاج بود که هیچ بیهوده نشود و برای او پس بداند که هیچ  
 کرد و شود از وی پس نماند و امام شده شود و بزرگدست بود و در عین بشود و بخورد و بنشیند  
 و جهان کند و بخشد و پادشاهان شود و غنیمت نشود و بکشد و دیگر بزرگدست و ببرد و در قبر نهاده شود  
 و زیارت کرده شود و حشر کرده شود و پادشاه کرده شود و در موقف عرصات و عرس کرده شود  
 برای اعمال پسیده شود و از آنها را کرام کرده شود و شفا عتس قبول کرده شود و دلیل در  
 و خصالت است یکی علم و دیگر استجابت دعوات و الله بعد از پیغمبر صلی الله علیه و سلم  
 کشته شده اند بشکست و زهر و این کشته شدن در حقیقت و نفس الامر است و چنانکه  
 غلات گویند علیهم السلام که ایشان کشته شده اند و در حقیقت بر مردم شبیه ایشان انداخته  
 و این سخن دروغ است چه این مخصوص از آنها را اولیا عیسی بن مریم است چه ویرا  
 از زمین زنده برآشتند در میان زمین و آسمان روح او را قبض کردند و چون بر آسمان پادشاه  
 روح او را در بدنش باز آوردند و امام است بزرگتر و منظم تر است از آنکه مردم بقتل بکنند آن پادشاه  
 و او را کسب حاصل کنند امام مخصوص است به تمام فضل و طلب کسب بکند محض اختصاص  
 و بفضل و باب حکما و تجر و عقلا قاصد و او با عاجز و بلی محصور از وصف نشانی از نشانی است  
 و فضل از فضائل او میداد و او را حق تعالی مخزن از علم و حکمت خود آنچه معنی دهد غیر از این  
 اگر چه اسرار و ادب است و جو خرابی کند و سبب است و خلالت و امامت خلفا و الله و دیگر خلفا  
 متغلب بر که این اوصاف می موصوف نه تهی آئی هیچ بسبب کی بلکه اولی صاحب فهم بر پادشاه  
 بنین که بیان می نظر صرف شرط افضلیت امام که ثابت کرناهی آورده اس روایت می  
 انظر من الشمس می قطع نظر او را اوصاف سنده روایت نهاده که شروع علامات امام  
 به الفاطمین عالم تر و حاکم تر و سلیم تر و پر پیروزگار و متجاع تر و عابد تر و دگيران باشد و او  
 افضلیت بر دل من که اهل حق خلافت و امامت که شرط جاتی بین حضرت مجتبی و  
 کسی هم نه سبب گوید و هم نه که چون که به روایت ابو جعفر حمزی علیه الرحمة سے منقول می آید

ہل سنت پر حجت نہیں کیونکہ یہ ہم فاسد چند وجہ سے مردود ہی آؤں۔ یہ کہ خواجہ پارسا اور  
 شیخ عبدالحق دہلوی نے اس روایت کی نقل کے بعد سکوت کیا ہے اور ہرگز انکار یا رد کا اشارہ  
 تک نہیں کیا اور اگر خاتم المحدثین بجز نزدیک نقل کے بعد سکوت تسلیم کی دلیل ہے تو دوم روایت  
 شیخ ابوجعفر قمی علیہ الرحمۃ خواجہ پارسا کی نزدیک مقبول شیخ ممدوح معتبر و قابل احتجاج درویش  
 کو میں جانتا ہوں اس سے پہلے حیدر و امین نقل کر کے کہتی ہیں۔ اخرج هذه الاحادیث  
 الخمسة ابو جعفر محمد بن علی بن الحسين بن بابويه القمي وكان من شيوخ الشيخ  
 وشهرويههم استشهد به البخاري رحمه في كتاب الطب الخ اور شیخ عبدالحق صاحب  
 اس سالہ میں فرماتی ہیں۔ داین پنج حدیث ابو جعفر محمد بن علی بن حسین بن موسیٰ ابن بابویہ  
 القمی اخرج کردہ و ابن بابویہ و شیوخ شیعہ مشہوران ایشان است بخاری در کتاب خود و کتاب  
 الطب بومی اشہاد کردہ و در حقیقہ مضمونش انیت کہ شفا در ستہ چیز است حجت کردن غیل  
 خوردن و داغ نہادن گفتہ مراد القمی عن ابیہ عن مجاہد عن ابن عباس و یحییٰ بن آدم و زید بن  
 در کتاب الانساب امام ابو سعید عبد اکرم محمد اسمعائلی انتہی۔ **اقول** ہماری ہمار  
 محیب اس روایت کو نقل کر کے خوشی سے پہلی نہیں ساقی جا رہے ہیں ہر جہتی جاتی ہیں  
 افتدہ ہے پر کیا کچھ ترالی میں اور کیا کچھ نازش و افتخار ہے گو یا میدان مناظرہ آج آپ ہی کے  
 ماتمہ ہے اور بزرگ خود مذہب اہل سنت پر کیسی کچھ خرابی ڈالی مگر یہ خبر نہیں کہ ہر جہتی  
 بہت بطور فرج کے بدلہ حزن و غمگینی اور نازش و افتخار سے عوض دولت و شرف کی نصیب ہو  
 ہم تو کیا عرض کریں اہل انصاف خود دیکھ لیں گے اور انصاف سے بول اور ہینگ کہ یہ اچکا نادو  
 افتخار بجا ہے یا بیجا اور نقلی و ترفع و اداسی یا ناروا ہو کو سخت افسوس ہے کہ آجے فضل خطاب  
 کو ماقبل و مابعد سے ذرا بھی نہ دیکھا کہ آپ کو معلوم ہو جاتا کہ یہ روایت کس موقع کی ہے اور کس  
 عبارت سے اسکا ربط ہے اور کس دعا کی یہ نقل کی گئی ہے اگر آپ نہ مل کتاب کو ملاحظہ فرماتے  
 تو میں یقین کرتا ہوں آپ اس روایت کو اہل حق کے مقابلہ میں نقل تک بھی نفرماتی

چہ جائیکہ آپ نادر افشار راوسپر فرمایں اگرچہ آپ نے اس روایت کو رسالہ شیعہ عبدالحق محمد شاہ  
 دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے لیکن چونکہ اصل روایت فصل الخطاب کے ہی اور رسالہ اہل بیت  
 میں پی ای او سی سے ترجمہ لیا گیا ہے۔ اسی ہی ہم اصل فصل الخطاب سے کہ پیش نظر رکھ کر کہ  
 جواب ہوتی ہیں کہ یہ ترجمہ کے جواب سے ہی منفی ہوگا۔ حکم ضرورت نہ تھی کہ بجواب اس  
 روایت کو ہم ابو جعفر راوی کے اسقاط و تضعیف اور روایت کو تقلید و تزییف کی طرف متوجہ  
 ہوتی کیونکہ بحول اللہ و قوتہ ہماری پاس اس کا جواب ہادم میان استلال اور قاطع حق مشہ  
 موجود ہی جسکو ہم آئندہ گذارن اسپیکشن کر نیکر لیکن جبکہ ہماری محیب صاحب نے بطور دفع  
 دخل مقدر کئے فرمایا ہے اور گویا بزعم خود دلائل سے ثابت کر دیا کہ راوی کے کذب ممکن ہے  
 اور نہ روایت کی تخلیض ہو سکتی ہے نو ضرور ہوا کہ ہم اپنی محیب سب کو اذکی غلطی پر متنبہ  
 کر دیں صبح ہو کہ صحت و عدم صحت و اعتبار و عدم اعتبار روایت باتفاق فریقین لکھا  
 و عدم عدالت اور صدق و کذب روایت پر منحصر ہے۔ آپ کے شہید ثانی صاحب معالم اصول  
 میں تحریر فرماتے ہیں مختصا عرض کرتا ہوں۔ وللعجل بنجر الواحد شر الٹ کلھا متعلق بالاد  
 الاول الکلف التا الاسلام الثالث الايمان الرابع العدالة وهي ملکہ فی النقص  
 عنہما عن فعل الکبار والاحرار علی الضعفاء ومنافیة المروءة الخاصات الفضل  
 سی ہذا القیاس آپکو معلوم ہوگا کہ السنن کے نزدیک ہی روایت کا اعتبار اچھی اعتبار ہے اگر آپ  
 شیخ عبدالحق محمد شاہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہی کوئی رسالہ متعلق اصول حدیث ملاحظہ فرمایا  
 ہوگا تو معلوم ہوگا کہ شیخ رحمہ اللہ ہی یہی فرماتی ہیں اور طریق معرفت عدالت ہے  
 پسند امور پر موقوف ہے معلوم اصول ہی میں دیکھ لیجی لکھا ہے  
 لے خیرا یسمل کے کہ یہی شرائط ہیں۔ متعلق راوی کے ہیں پہلی شرط کف ہے، چہ و سری اسام خبری  
 یاں حسی حدیث اور وہ نفس میں ایک ملکہ ہے جو اسکو کسیر گناہوں کو کرنے اور صبر و گناہوں پر اصرار کرنے کو  
 بکثرت و برودت کے مخالف باقوسر یا کویں مضبوط ہے۔ ۱۲۔

تقریباً التالیف بالاختصار بالصحة المتأکدة ولا رمت به بحیث تظهر احواله وتحصل العلم  
على سبیل تحقیق یكون ذلك ممکنا وهو واضح ومع عدم ما يشتمل عليه من العلم اهل  
الحديث وبالقراءة المتکثرة المتعاضدة وبالترکیب من النسخ التي انتهى بقدر الحاجة  
بسبب عدم روایت مذکوره کی راوی ابو جعفر قسری کی حالات و طرف تفصیل کے نظر سے متوجہ  
ہو کر دیکھتی ہیں تو اہل حق کے اسماء الرجال میں اسکا کہیں نام و نشان ہی نہیں پائی عدول  
و حفاظ میں تو کہاں خود و مخالف میں ہی حضرت کا کہیں پتا و نشان نہیں تقریب  
الاعتدال غیبی میزان الاعتدال نہیں کسی میں آپکا ذکر نہیں ہاں تنکبین کے منظرہ  
کی کتاب میں آپکا ذکر کیا ہے جسبلاً و صافاً ہی ظاہر کی ہیں ہولانا خواجہ نصر اللہ رحمہ اللہ  
رضوانہ علیہ میں اور حضرت خاتم النبیین علیہ السلام دہلوی نے تحفہ میں ذکر فرمایا ہے سو مولانا خواجہ  
نصر اللہ رحمہ اللہ تو اسماں کلمہ زائتہ الکذب سے یاد فرماتے ہیں اور تحفہ میں آپکے خود ہی  
ملاحظہ فرمایا ہو گا کہ درجہ کی تخریب فرمائی گئی کی طرف نسبت کرنا کہ اوسنی اپنی  
صحیح میں ابو جعفر قسری سے روایت کیا ہے اس پر غلطی ہو گئی اور اسکی شرح لفظاً لفظاً تا اور الوجود  
نہیں جبکا دل چاہے دیکھ لیں اوس میں مرکز ابو جعفر قسری سے روایت نہیں بلکہ وہ حتی جس سے امام بخاری  
روایت فرمایا ہے اور شخص سے اور اس حتی کے ساتھ ہی قسطلانی میں ہی رواہ القمہ لضم نقلاً  
و قد بدین الیم المسورة یعقوب بن عبد الله بن محمد بن صالح بن عثمان بن عامر بن ابي  
العاصم الاشعري عن اهل قمر مدینه عظمی حصیفة و اهلها شیعہ و اوصالہ الزار

راوی کے حالات اس قدر مختصر و مفید است کہ ساتھ آرائش بھی ملے گی کہ اسکی احوال غامضہ و عجیب  
اور اسکی جیسی ہوتی حالات پر اطلاع ہو جاویں گی لیکن ہوا اور بیہ اور فصیح ہے اگرچہ یہ نہیں سکتی تو وہ اللہ علماء اور اہل حق  
میں شہرت سے معلوم ہوتی ہے۔ اور قرائن سے جوہریت سی ہوں اور ہم ایک دوسری کی تقویت کری۔ اور نیز کسی غائبی کا  
ذکر کیا ہے ہی معلوم ہوا کہ اس ۱۳۰۰ قریب قریب اور شہید یہ کہ سوره سے یعقوب بن محمد اللہ بن سعد بن ابی  
بن ہانی بن عامر بن ابي العاصم اشعري قمر کے نوکر و نسو سچے اور قمر ایک بڑا مستحکم شہر ہے۔ اور اسکی شہرت  
شہید ہیں۔ ۱۶۰

خدا کے حکم سے اس کتاب کی تصنیف ہوئی ہے جس میں اس کی کمال

اور اس طرح دوسری ترویج میں ہی اسکی تشریح ہو کر واپس سر نہایت ہوا کہ یہ ابو جعفر نے تھا اور مجاہد  
 ہی میں نہیں بلکہ اہل حق اسکو وضا عین دکان میں سے سمجھتی ہیں خواجہ پارسا اور شیخ خرم  
 علیہما کی کتابوں میں جو یہ لکھا ہوا ہے کہ بخاری اس سے کہتا تھا کہ اسکو تو شیخ سمجھنا بالکل غلط اور غش  
 برآب بالعان ہر اب ہے کیونکہ یہ تو شیخ نہیں بلکہ حکایت مذکورہ تو شیخ ہی بلکہ حکایت مذکورہ  
 حکایت کیونکہ خواجہ صاحب الساب سے عالی سے حکایت کرتے ہیں اور صاحب الساب بخاری سے  
 اور یہی جو محبت حکایت محکم عنہ کی برائقت پر موقوف ہے اگر حکایت محکم عنہ کی مطابقت ہے  
 تو حکایت لمیح اور قابل اعتبار ہوگی اور اگر محکم عنہ کی مطابقت نہیں ہے تو ہرگز قابل اعتبار نہیں ہے  
 اسکا کہ حکایت مذکورہ محکم عنہ کی مطابقت نہیں بخاری کے استشہاد کا حال تو واضح خدمت ہوئی  
 حکایت دوسری حکایت الساب کے نسبت منقرب واضح خدمت کیا جائیگا۔ باقی رہا خواجہ صاحب  
 رحمہ اللہ کا خلاف واقع حکایت کرنا اگرچہ الواقع صحیح ہو اور یہ جلیلہ بحاقیہ نہ ہو چنانچہ قرآن ارک  
 الحاق پر مال میں اور ہم عرض خدمت کر بن گئے باعث کسی حرج یا خوف کا نہیں ہے کیونکہ  
 ہمیں کب دعویٰ کیا ہے کہ خواجہ صاحب سے یہ خط سہو و خطا سے معلوم میں اگر ادنیٰ میں نے ایسا لکھا  
 اور نہ خطا ہوئی بخدا اللہ نہ سب اسبت ایسا عجیب بیچارہ ہی کہ اوہ میں نے کسی کی غلطی سے حرج مال  
 نقصان ہو اور نہ غلطی کا اتباع کیا جاسکتا ہے کیونکہ اصل اہم کتاب و سنت کو زلزلہ  
 رکھا ہے نہ اپنی لہو کو کہ اللہ علی ذاک لیکن جب ہم قرآن میں غور کرتے ہیں تو  
 عن قریب یقین کے ہوتا ہے کہ خواجہ صاحب پارسا کی کتاب فطس الخطاب میں یہ عبارت  
 استمد بہ البجاد خیر کتاب فی کتاب الطبی فقال فی حدیث الشفاء فی تفسیر شریح و ترمذیہ  
 عمل و کثیر بنارہ و اہ القہ عز لیت عن محمد بن عبد بن عباس رضی اللہ عنہما کہ لانی کتاب  
 الامام ابی عبد اللہ الکبریٰ عن محمد بن عمار عن احماتی کہ کیونکہ اولاً جو جملہ کہ ابن عبد رب  
 لانی نے ہی کتاب لانی میں لکھا ہے کہ استشہاد کی ہر حدیث میں حکما حال ہے و شافعیہ میں جو حدیث کہ ابو جعفر نے ہی لکھا ہے  
 کہ ہر حدیث کی علت زلزلہ ہے ہر حدیث میں اس سے روایت کیا ہے اس طرح اہم جملہ عبد رب میں محمد شافعی کی کتاب لانی میں

پہنچنے کو ہی وہاں میں شیخ الشیعتہ مشہور تھے اسکی باکھل مخالفت منافی ہے کیونکہ وہ جملہ  
 ہکار کہہ رہا ہے کہ یہ شخص شیوخ شیعہ اور شہورین اور انکریسی ہی تو قابلِ دو انکار ہے غالباً اہل  
 کراحول حدیث کے رسائل میں علی الخصوص شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی تحریرات  
 میں جنہیں سزا دے فرمایا ہوگا کہ جو شخص منہم بدعت ہو وہ درجہ اعتبار سے ساقط ہے علی الخصوص  
 بدعت تشیع میں ماوث ہونا جسکو اہل حق رفض سے تعبیر فرماتے ہیں اور اسکا ادنیٰ منہبط  
 اعتبار سے اور جو اسکی پیروی کر دیت کی محضت کا مدار صدقِ راوی پر ہی اور ان حضرات کے  
 نزدیک کذب تقیہ جائز بلکہ فرض قطعی ہے جسکی تارک کو دین سے خارج فرماتے ہیں تو انکو  
 صدق و کذب کی حالت ایسی نہیں کہ شبہ ہوگی کہ جسمانی اعتبار سے انکا ہمارے مخالفین کے  
 و متبع ہوگا تو جس شخص کے نسبت یہ کہا گیا کہ یہ منہم بدعت رفض ہے تو گویا اس سے  
 یہ مراد ہوتی کہ درجہ اعتبار سے ساقط ہے تو جس شخص کے لیے اذعانِ یقین کے ساتھ یہ کہا  
 گیا ہو کہ یہ شخص اس جماعت کا سرگروہ اور امام ہے اور اسے تباہ شیخ مصطلح میں غرق ہے  
 تو اس پر قیاس کر لیا جائے کہ اسکا سقوط اعتبار کس درجہ میں ہوگا اور حسبِ اسکا  
 سقوط و عدم اعتبار اس درجہ پر پوچھا گیا تو اب یہ جملہ استثناء بدلتی ہیں الخ جو فی الجملہ  
 وثوق و اعتبار پر ذال ہے گویا جواز اجتماع تفتیشین کا حکم ہے۔ علاوہ ازیں بخاری اور  
 اسکی شرح خزیر الوجود نہیں اور ہر زمانہ میں اسکی پیروی تداوم کرتی رہی ہے چنانچہ خود  
 امام سے اسکی روایت آلاں کر درجہ کو پوچھی تھی اور نیز خواجہ یارسانا اپنی کتاب میں بخاری  
 سے روایات نقل فرماتے ہیں اور اسکی بعض شرح سے یہی نقل کرتے ہیں تو اسی  
 حالت میں عقل سلیم ہرگز تسلیم نہیں کرتے کہ باوجود علم اس امر کے کہ ابو جعفر شیوخ شیعہ  
 سے ہی بلا مہجرت اصل کتاب کے محض سمعانے نقل پر اسکو اس درجہ معتبر اور صحیح سمجھیں  
 کہ اسکو اپنی کتاب میں ہی داخل کر دین غرض یہ کہ یہ سیاق و سباق کو دیکھ کر اس  
 جملہ کے احاطی ہو چکا قوی شبہ پیدا ہوتا ہے۔ معاذ اللہ کہیں کہیں اس روایت کی نقل ہے

بعد سکوت کیا اور ہرگز مدیا انکار نہیں کیا اس سر غلطی کیونکہ جب اسبق میں بیان ہو چکا تھا  
 کہ اس روایت کا راوی شیوخ شیعہ اکثر ہورین میں سے ہی تو اس حاجت اسکے رد و انکار کا  
 باقی نہیں رہی کیونکہ اس سے معلوم ہو چکا تھا کہ جعفر روایات بواسطہ اس راوی کے جنہیں  
 یہ متفرد ہو گا مروی ہو نگاہ قابل اعتبار نہ ہو گی سو فی تحقیق کلام سابق میں اس روایت  
 پر ہی مد و انکار ہو چکا تھا اور نیز بعد ختم روایات اہلبیت سے نقل کیا کہ وہ اپنی دعا میں کہا  
 کرتے تھے اللھم العن الرافضۃ فانھم ینھموننا۔ تو اب یہ مرجع رو و انکار نہیں آ گیا  
 پھر تعجب ہے کہ اب یہ فرمایا کہ رو و انکار کا اشارہ تک نہیں کیا اور بغرض محال اگر یہ  
 صحیح ہو تا ہم ہمارے عجیب کا استدلال بالکل فاسد ہے کیونکہ جب یہ بات محقق ہو چکے کہ ابو جعفر  
 راوی شیوخ کلبہ سے ہی تو پھر اگر کسی روایت میں استہاد کیا تو اس سے جمیع روایات کے  
 نسبت اعتبار اور وثوق سمجھا سہر غلط اور ناواقفی ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ اگر کسی مہتمم نے  
 وثوق و اعتبار ہی ہو تو اسکی روایات کا اعتبار مفسور اور ان ہی روایات تک ہے کہ جن روایات  
 میں اپنی مذہب کی طرف دعوت نہیں کی اور جن روایات میں مذہب کی طرف دعوت پائی  
 عادیگی وہ قطعاً واجب ارد و انکار ہو نگاہ سو اگر بخاری نے بالفرض ابو جعفر سے روایت میں استہاد  
 ہی کیا ہے تو یہ ہدایت ہے جو دعوت اپنی مذہب کی طرف نہیں پائی تھا تو اس  
 روایت سے استہاد مطلق اسکو وثوق پر دل نہیں اور اس سے اس روایت کی نصیحت و تقویت  
 نہیں ہو سکتی جبکہ ہماری محبت نے اپنا استدلال قرار دے رکھا ہے کیونکہ اس روایت میں یہاں  
 اور ہر جہاں اپنی مذہب کی طرف دعوت ہے تو حسب قاعدہ مذکورہ وہ روایت جس سے ہماری محبت  
 استدلال فرمایا ہے قابل قبول نہیں ہو سکتی۔ لیکن مجسّد اللہ تعالیٰ و بولہ توبہ ہم کو اس کے  
 کچھ ضرورت نہیں کہ ہم ابو جعفر کے مذہب کریں یا روایت کے عدم اختیار کو اس بناء پر ثابت  
 کریں۔ کیونکہ جب اس عبارت کو اسکی باقیل سے دیکھا جاتا ہے تو کھافت معلوم ہوتا ہے  
 کہ ابی رافعیہ ان پرست فرما کر وہ ہمہرست کے لئے ہیں۔ -۳-

کہ خواجہ یار سہم نے کچھ مابین سے مذہب شیعہ الہی کی بابت بیان کرنا شروع کیا ہی اور چونکہ  
 اس مدعا کو یہی ضرورت تھا کہ شیعہ ہی کی روایات نقل کرتے تو لاسحاح اولیٰ روایات کو نقل فرمایا  
 جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جملہ استہد بہ البخاری الہی اپنی مابین سے بے جوڑ اور بی ربط  
 ہے اور اسی ہی ہونے کا گمان ہوتا ہے لیکن نقل روایات کے اثناء میں بعض روایات شیعہ کے  
 جو موافق روایات اہل سنت کی واقع ہو گئی تو ایسی اون کے بعد ہی چند روایات اہل سنت کی بھی  
 ذکر کر کے پھر اصل بیان کی طرف عود کیا جو کہ مقصود تھا یعنی بیان مذہب شیعہ الہی کی نسبت شیعہ  
 کر دیا تو اس سے یہ سمجھنا کہ خواجہ سہم نے روایت مذکورہ اپنی مقبولہ بیان کے تھی سر اس غلطی سے منشا  
 اس غلطی کا یہ ہے کہ اول تو یہ نہیں سمجھ کر کہ یہ مذہب شیعہ کا ذکر روایات سے ہی بیان ہو رہا ہے  
 دوسری غلطی یہ تھی کہ جو روایات اثناء میں تبعاً اہل سنت کی مذکور ہوئی تھی اون کی نسبت یہ  
 نہیں خیال کیا کہ یہ محض بطور مجملہ معتبر نہ کہ میں اس کی بعد یہ غلطی ہوئی کہ جب روایات  
 کو شتم کر کے اصل مدعا کی طرف رجوع کیا تو اس کو یہ نہیں سمجھا کہ رجوع الی المقصود سے کہہ کر اپنی  
 دہشت دہی سے یہ سمجھ گئی کہ خواجہ صاحب سہم یہ ایمان مذہب شیعہ الہی متفق ہیں کہ روایت  
 حالاکہ یہ گمان بالکل غلط ہے اب میں تمام عبارت متعلقہ من اولہا اسے آخر فی فصل غلط  
 کر نقل کرنا ہوں اور ناظرین جو اسکے عزائم میں غموں اور اپنی محیب کی خدمت میں خصوصاً  
 گذارش کرنا ہوں کہ ذرا ملاحظہ فرما دیں اگرچہ نقل تمام عبارت خالی از اطناب و تطویل نہیں  
 لیکن چونکہ مدار نقل عبارت پر ہی ایسی آپ مجھ کو معاف فرمائیں گی۔ وقال الامام فخر العلقہ  
 والذین الرازی الصناحۃ اللہ فی کتابہ الحاصل ما الامامیۃ فالذی استقر علیہ رایہم ان  
 الامام بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی بن ابیطالب رضی اللہ عنہ وولادہ الحسن ثم الخو جہ الحسین

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔ لیکن جس پر انہی کی ای ہری ہی ہے  
 کہ امام بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں پھر ان کے فرزند حسن و علی  
 پھر ان کے فرزند حسین رضی اللہ عنہ۔







اوله خير اخره وكيف يملك امة ادا اولها واثنا عشر خليفة من قبلك والمسيح عيسى بن  
مريم بعدد اوشه كتاب قواعد الاصول في معرفة احاد الرسول صلى الله عليه وآله وآله  
الخير الامام انه اوفى الولي الى عبد الله محمد بن علي الحكيم الترمذي قدس الله  
روحه وورد في الاصل الرابع والعشرين والمائة حدثنا الحسين بن عمر بن سفيان  
قال حدثنا سليمان بن طريق عن معكحول عن ابي الدرداء رضى الله عنه انه قال قال  
الله تعالى عليه وسلم خير امة اوتيت من قبلك من قبله ويطهاها الكذب حدثنا صالح بن عبد  
قال حدثنا عيسى بن ميمون النضر عن كبر عبد الله المروزي عن عمر بن عبد الله عن  
قال رسول الله صلى الله عليه وسلم مثل امةي ا بطر لا يدرك اوله خير واخره اخيرا صالح  
يبلغ عن قات البهاني عن اسير الله عنه عن رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم انه  
محمد حدثنا ابراهيم بن الوليد بن سلتة الدمشقي ثنا ابي سعيد الخدري عن  
الافرنجة واسطى عن ابي يوسف عن ابي حمزة عن ابي حمزة عن ابي حمزة عن ابي حمزة  
عن ابي حمزة عن ابي حمزة عن ابي حمزة عن ابي حمزة عن ابي حمزة عن ابي حمزة  
عليه قلت يا رسول الله فقال على رسلك يا عبد الرحمن احذر اللواتي زين  
فقاتل زيد حتى قتل ورحم الله زيد التواحد اللواتي جمعهم فقال جعفر حتى قتل ورحم الله

اخذ اللواء عبد الله فقاتل قتل رحمة الله عليه ثم اخذ اللواء خالد ففتح الله له  
 فخال سيف من سيف الله فيك اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم وهم  
 فقال ما يبكيكم فقالوا وما لنا لا نبكي وقد قتل خيارنا واشرافنا واهل الفضل منا  
 قال لا يبكيوا فانهما مثل امتي مثل حديقة قام عليها صاحبها فاجتث رواكها  
 وهياء مساكنها وخلق سفعها فاطعمت عاما فوجا ثم عاما فوجا ثم عاما فوجا فاعل اخر  
 طما يكون اجودها قنوانا واطولها ثم اخا والذي بعثني بالحق ليتجدد ابن مريم في  
 امتي خلعا من حاربه حدثنا علي بن سعيد بن مسروق الكندي قال حدثنا عيسى  
 يونس عن صفوان بن عمر السككي عن عبد الرحمن بن جبير بن نفير الحضرمي قال لما استبد  
 جزع اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم على امر اصاب مع زيد بن حارثة يوم مونة  
 قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ليدركن المسيح من هذه الامة اقوام انهم مثلكم  
 واخيرهم ثلث مرات ولن يخرجني الله تعالى امة انا اولها والمسيح اخرها قال ابو عبد الله  
 رحمه الله فمن الله سبحانه على هذه الامة خصوصا ثم عدد المنبة فقال كنتم خير امة  
 اخرجت للناس ولذا لك جعلناكم امة وسطا لتكونوا شهداء على الناس والموصوف  
 بالوسطة هو الموصوف بالعدل لا يميل الى افراط ولا الى نقصان فالتميزان لسانه في وسطه

۱۷  
 پہر عبد اللہ نے جہنم الیا اور کڑے عقول سے اس اہل اللہ کے عہد ہائے رحمت کو یہی حال دے جہنم الیا پہلے نے خالد کو فتح دی اور خالد اللہ کو کھانا  
 ایک نماز پڑھ کر پہر صحابہ سے اہل اللہ صلی علیہ وسلم کو دیکھ کر ہنسی اور دعا کا کرتی تھیں اپنے ہر چہا تم کیوں اور نے ہر عین کیا یہ کہ نہ رو بہن ۔ حالانکہ ہماری بہتر  
 اور شرافت اور ہزنگی دالے مقتول ہوئی تو ایست و کو کیونکہ میری است کی مثال مثل اوس بن زکریا کی سی کہ اوس کا مالک اس کی بیوی کہڑا ہوا  
 اور کو کہ کچھ کہ نہ میں سی دوسری کچھ زکلی ہونی کو کہ ایک اڑا اور اسکی رہنی کے جگہ کو تیار کیا اور اسکی شاخون کو برابریک بس اسنی  
 ایک سال ایک جماعت کہیں دیا یہ دوسری سال اور جماعت کو بہر تیسری سال اور جماعت کو پس شاید پچھلے میں والا سہنہ  
 خوشن والا اور لمبنی شاخون والا ہو پس اس ذات کی قسم جس نے مجھ کو حق کے ساتھ بھیجا سی ۔ ابن مریم میری است  
 میں اپنی حوارین کا جانشین پا گیا ۔ عبد الرحمن بن حیر بن غیر سر مدی ہی جبکہ جنگ نو نہ کردن انہم جو زید بن حارثہ کی ساتھ شہید ہوئے  
 عیاب کا داویلا سخت ہوا تو رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے بن دندہ زایا اس است کی بعض لوگ یہی بن مریم کو لنگی اور تم جیسی ہستی بہتر ہوگی اور  
 اللہ نے اس است کو ربو انہیں کر لیا جبکہ اول جن اور آخر میں سیم ہوگا ۔ ابو عبد اللہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اس است پر خود صافان کیا  
 بہر احسان کر لیا اور فرمایا تم بہتر است ہو جو کو کو کہیں نہ کی کسی جو ۔ اور اس جملہ کی مہنی نکلو کہ وہ ہر سی کہ تم کو گونہ گاہ ہوا اور جو صلہ ہونی کے  
 ساتھ معروف ہو وہی حد تک ساتھ معروف ہو جو انرا اور نہ کی کوئی مفل نفل پس نرا نرا کا کا اسکی بیچ میں ہوا سی ۔ ۱۷





علیه روحه و ذلك قول الله عز وجل اذ قال الله يا عيسى اقم على قومك ولا يفلت الاية  
 الامامة اجل قدر او اعظم تاما من اربعها الماس بعقولهم او بنا لوهم بآياتهم الامامة  
 بالعقل كله من غير طلب منه ولا الكتاب بل احصا من من الفصل الوهاب تحييت الحكماء  
 وقصارت الاولياء وعجزت الادباء وحشرت البلغاء عن وصف تان من شؤنه اوية  
 من فصائل بيوتيه الله عز وجل من محرم علمه وحكمه مالا ينبغي غيره وعن الرضا عليه  
 السلام الله قال ان سرك ان يبلغ الله عز وجل ولا ذنب عليك فمرا الحسين رضي الله عنه  
 بكيف على الحسين رضي الله عنه سالت دموعك على خديك غفر الله لك كل ذنب واصلك  
 اني كوزلك من الثواب مثل ما المستزيد مع الحسين رضي الله عنه من اهل بيته و  
 ما لهم في الارض شيه فقل مني ما ذكرته يا ليتني كنت معهم فاموز قود اعطيا ولفدا  
 من الى الارض الملائكة اربعة الالف لفرهم لم يؤذن لهم فم عند قبر سمعت خيرا الى  
 يقوم القاهر رضي الله عنه فيكون من الفاديه وسئل الرضا عن قبر فاطمة رضي الله عنها  
 فقال دفنت في بيتها فلما زاد في المسجد صا قيرها المسجد وعن الرضا رضي الله عنه انه قال  
 من سجد حلة الزيارتي استجيب دعاؤه وحمرت له ذنوبه من ذارني في تلك البقعة كان  
 كمن بار رسول الله صلى الله عليه وسلم وكتب الله له ثواب الف حجة مبرورة والفر عمره مقبول  
 ان الله عز وجل قال في سورة الاحقاف اذ قال الله عز وجل اقم على قومك ولا يفلت الاية  
 طلب من ان سرك ان يبلغ الله عز وجل ولا ذنب عليك فمرا الحسين رضي الله عنه  
 بكيف على الحسين رضي الله عنه سالت دموعك على خديك غفر الله لك كل ذنب واصلك  
 اني كوزلك من الثواب مثل ما المستزيد مع الحسين رضي الله عنه من اهل بيته و  
 ما لهم في الارض شيه فقل مني ما ذكرته يا ليتني كنت معهم فاموز قود اعطيا ولفدا  
 من الى الارض الملائكة اربعة الالف لفرهم لم يؤذن لهم فم عند قبر سمعت خيرا الى  
 يقوم القاهر رضي الله عنه فيكون من الفاديه وسئل الرضا عن قبر فاطمة رضي الله عنها  
 فقال دفنت في بيتها فلما زاد في المسجد صا قيرها المسجد وعن الرضا رضي الله عنه انه قال  
 من سجد حلة الزيارتي استجيب دعاؤه وحمرت له ذنوبه من ذارني في تلك البقعة كان  
 كمن بار رسول الله صلى الله عليه وسلم وكتب الله له ثواب الف حجة مبرورة والفر عمره مقبول





التهادين وانت على غسل واذا دخلت ورايت القبر فقف وقل الله اكبر الله اكبر  
 ثلثين مرة ثم امس قليلا وعليك السكينة والوقار وقال بين خطاك ثم قف  
 كبر الله عز وجل ثلثين مرة ثم ادن من القبر وكبر الله عز وجل اربعين مرة تمام مائة مرة  
 ثم قل السلام عليكم يا اهل بيت الوصاله وتختلف الملائكة ويصطب الوحي وتخزن العلم  
 ومنفعي الحلم ومعدن الرحمة واصول الكرم وقادة الاحم وعناصر الابرار ودعائم  
 الاختيار وابواب الايمان واصناف الاجس وسلالات البسين وعشرة صفوة المرسلين <sup>عليه</sup> صلى الله  
 وسلم ورحمة الله وبركاته السلام على ائمة الهدى ومصابيح الدجى واعلام النبوة ورو  
 الحجى والهي ورحمة الله وبركاته السلام على محال معرفته تعالى السلام على ما كن ذكركم  
 تعالى وما كن بركة الله تعالى ومعادن حكمه الله تعالى سر الله عز وجل ورحمة كتاب الله عز وجل  
 وورثته رسول الله صلى الله عليه وسلم ورحمة الله وبركاته السلام على الرعاة الى الله عز وجل  
 والادلاء على مرضات الله عز وجل والمظمرين لامر الله عز وجل ولذنيه والمخلصين في حبه  
 الله سبحانه ورحمة الله وبركاته اني مستفتح <sup>عليه</sup> الله تعالى بكم ومقدمكم امام طلبة وارادكم  
 وحاجتي اتمهد الله سبحانه اني مؤمن بكم وعلافتكم واني ابرأ الى الله عز وجل عن عدو

صلے اور تو ہمایا سواد جس اندر چو اور قبر کی تو بہتر اور نہیں مرتبہ، لہذا اگر بڑے بہتر تو قرابہ تکسین اور دقا کے ساتھ چل اور چول  
 قاتم کا بہر بہر اور نہیں مرتبہ تکسیر بڑے بہر قبر کے قریب ہو اور چو لیس مرتبہ تکسیر بڑے بہر پوری سو مرتبہ ہو گئی ہے کہ بہر بہر سلام  
 اسی اہل بیت رات اور دانگہ کی آمد وقت کی چھا اور دھکی کے نزول کے جگہ اور علم کے حلا بھی اور علم کے ختم ہوئی کی جگہ اور رحمت کی  
 کاں اور کرم کے اصل اور سنون کے سرور اور سیکون کے عشر اور بہتر دھکی سنون اور ایمان کے ورور کسی اور خدا کی انشاء اور انشاء  
 خلاصہ اور رسولون کے برگزیدہ اور اللہ کی رحمت اور برکات ہوں سلام اور پرستہ ہر نئی اور امیر ہر نئی چہرے اور نقوی کے  
 جہد ہی مغل و دین دانی و اللہ کی رحمت اور برکات ہوں اللہ تعالیٰ کی معرفت کی محلوں پر سلام اللہ تعالیٰ کے کردار کی  
 کہ اس کن پر سلام اور اللہ کے حکمت اور سیدہ دھکی کا نو بہر اور اللہ تعالیٰ کے دہائی دالو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دار تو بہر سلام  
 اور اللہ کی رحمت اور برکات ہوں خدا کی طرف ملالی دالو پر اللہ کی رحمت کی طرف دالو پر اللہ کی رحمت کی طرف دالو پر اللہ کی رحمت کی طرف دالو پر  
 دالو پر اللہ کے وحید میں خدص اور تو بہر سلام اور اللہ کے رحمت اور برکات ہوں اللہ کی معرفت کی محلوں پر سلام اللہ تعالیٰ کے کردار کی  
 دالو پر اللہ کے حکمت اور سیدہ دھکی کا نو بہر اور اللہ تعالیٰ کے دہائی دالو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دار تو بہر سلام

اَلْحَمْدُ مِنَ الْجَنِّ وَالْإِنْسِ وَصَلَّى اللَّهُ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ الطَّاهِرِينَ وَسَلَامٌ تَسْلِيمًا وَعَنْ الرِّضَا  
 رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَعَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ رِمْزٍ عَلَى اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَبِلَ لِيَا رَسُولَ اللَّهِ مَتَّى مَخْرَجِ  
 الْقَائِلِينَ مِنْ ذُرِّيَّتِكَ فَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ مِثْلَ السَّاعَةِ لَا يَحْجِبُهَا لَوْ قُبِهَا إِلَّا هُوَ  
 تَقَلَّتْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا تَأْتِيكُمْ إِلَّا بَقِيَّةٌ وَبِرَوَايَةِ أَهْلِ الْبَيْتِ فِي صِفَةِ الْمُهَدِّدِ  
 رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَحْكُمُ بِالْعَدْلِ وَيَأْمُرُ بِهِ مَخْرَجِ مِنْ تَهَامَةٍ يَصْدَقُهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي قَوْلِهِ وَيَصْدَقُ  
 اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ تَجْمَعُ اللَّهُ تَعَالَى مِنْ أَقْصَى الْمَلَايِكَةِ عَلَى عِدَّةِ أَهْلِ بَيْتِ ثَلَاثَةِ مِائَةٍ وَثَلَاثَةِ عَشَرَ حِجَابًا  
 مَعَهُ صَحِيفَةٌ تَقْرَأُ فِيهَا عِدَّةُ أَصْحَابِهِ بِأَسْمَائِهِمْ وَبِلَادِهِمْ وَحِجَابُهُمْ لَهُ عِلْمٌ إِذَا حَانَ وَقْتُ  
 خُرُوجِهِ انْتَشَرَتْ لَكَ الْعِلْمُ وَالنُّطْقُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ وَنَادَاهُ الْعِلْمُ أَخْرِجْ يَا وَلِيَّ اللَّهِ وَلَهُ  
 سَيْفٌ مَعَهُ فَإِذَا حَانَ وَقْتُ خُرُوجِهِ انْقَلَبَ ذَلِكَ السَّيْفُ مِنْ غَمَلِهِ وَالنُّطْقُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ  
 وَنَادَاهُ السَّيْفُ أَخْرِجْ يَا وَلِيَّ اللَّهِ فَيَخْرُجُ وَيَقِيمُ حُدُودَ اللَّهِ وَيَحْكُمُ بِحُكْمِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ حَبِيبِ  
 عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ عَمِيدٍ وَمِيكَائِيلَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ عَنْ أَبِي طَالِبٍ لَمَّا لَقِيَ بَيْنَ يَدَيْهِ طَوِيلَ الْقَالَ  
 بِهِ وَعَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ جَعْفَرٍ الصَّادِقِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ مَاتَا اثْنَا عَشَرَ مَهْدٍ يَا مَضِي سِتَّةَ  
 وَبَقِيَ سِتَّةَ وَيَضَعُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي السَّادِسَ مَا أَحَبَّ وَمَا قَبِلَ فِي مَرْتَبَةِ الرِّضَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

ادر بن آل محمد کی دشمنی خواہ جن پر باشند انہ کی طرف بیزار ہوں اور رحمت ہوا اللہ کی محمد پر اور اسکی اولاد پر  
 پر اور سلام ہو۔ امام رضا اور انکی آباء سنی روایت ہی کہ سنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سی پوچھا یا رسول اللہ آجکی اولاد میں تو تم کو کب  
 ظہور فرمائیں گے حضرت علی اللہ علیہ السلام فرمایا اسکی مثال تیرا ست کی ہی دہی ظاہر کر گیا اسکو اور اسکی وقت پر ہماری ہی آسمان میں  
 اور زمینوں میں ہماری پاس میں آجکی گزرا کہ ان اور البیت کی روایت میں ہی ہم ہی رضی اللہ عنہ کی صفت میں کہ وہ صفات کہیں  
 حکم کر گیا۔ ہمارے کہ زمین میں نکلیں گے اللہ تعالیٰ اسکی قول کی تصدیق کر گیا اور وہ اللہ تعالیٰ کی تصدیق کر گیا اور اللہ تعالیٰ اسکی ہی تعالیٰ  
 عباد کو میں سوینہ آدمی بعد تقدیر اہل در کے آجکی اور اسکی پاس ایک ہر ہی صحیفہ ہوگا جس میں اسکی اصحاب کی تعداد اور  
 آجکی نام و ذکر و شہادت انکی جیسے اور اسکی علم پر گلاب اسکی ظہور کا وقت قریب آگیا تو ہم نے منتشر ہوگا اور اللہ تعالیٰ اسکو گویا کر گیا اور  
 پکار گیا اسی دلی انداز سے اسکی توار میان میں ہی جب اسکی خدج کا وقت قریب ہوگا تو ہمارے آئینی میں آجکی نکلیں گے اور اللہ تعالیٰ اسکو گویا  
 کر گیا اور توار اسکو پکار گی اسی دلی انداز سے اسکی ظہور کا وقت قریب آگیا اور اللہ تعالیٰ اسکی حکم کے ساتھ حکم کر گیا جو میں ہی سلام  
 اسکی اور میں اسکی علیہ السلام اسکی یائین ہوگا مبارک ہو جو اس سے ملا مبارک ہو جس میں اسکو دست رکھا خدوہ ہو جو اسکا قاتل ہو  
 اور بعد اللہ جعفر صادق کی روایت ہے فرمایا ہم میں بارہ ہند ہیں فیہ گزرتی اور چہ باقی رہی اور اللہ تعالیٰ چہ ہی میں جو چاہے  
 ہوگا۔ امام رضا علیہ السلام فرمایا کہ سنی کہا ہے۔

**اشعار قبر بطوس به اقام امام + حتم الیه زیارة و لمام + قبر مستانوار**  
 یحلبو العی - و تبریه قد بدفع الاسقام + قبر اذ احل الوفود بریعة + و حلوا  
 و حطت عنهم الاحمام + ارواحهم موجودة اعیانها + ان عن عیون غیبت احمام  
 تربة الرضا رضی الله عنه بطوس مبارکه کان يستشف بالناس و عن بعض و ذرا خول  
 انه اصاب البرص فدعا الله تلک عند هافتقاه الله سبحانه فخره ذلک الوزیر فیها عی  
 انفق فیها قریبا من عشرة الاف حینا و عن بعض کبار اهل البیت انه کان یقول فی  
 دعائه اللهم العز الراضیة فانهم یتهمونا و عن ابن  
 علی بن الحسین رضی الله عنهما انه قال له رجل کیف رایت منزلة الی بکرم و عمر رضی الله  
 عنهما من النبی صلی الله علیه و سلم فقال کمزلتها الیوم و عن ابن العابدین رضی الله عنهما  
 قال اقرب ما یکوز السدر من غضب الله عزوجل اذا غضب من کلامه فی الله عند القاء  
 ملک خفی و من کلامه قنوطک اعظم من ذنبک و من رواية فی الله عنده یقول  
 الله عزوجل اذا عصا من خلقه من لیر فی سلطت علیه من خلقه من لا یر فی و کل  
 رضی الله عنه یا اهل العراق اجونا حبالی سلام فمار ال حکم بنا حتی صار علینا عار البغ  
 شیعینا انا لانفسه عنهم من الله سبحانه میا و ان ولا یستال الالباب الی

علی مرتضیٰ طوس بر قریب من اربعین - اولی ذلک از رکوف قرب راجع و غیر یکی از کی می نویسد که در کتب - اولی ذلک می نویسد که در کتب  
 بر قریب - ای ای قریب من اربعین از کی من اربعین می نویسد که در کتب از کی من اربعین می نویسد که در کتب از کی من اربعین می نویسد که در کتب  
 بنده ای که می نویسد که در کتب از کی من اربعین می نویسد که در کتب از کی من اربعین می نویسد که در کتب از کی من اربعین می نویسد که در کتب  
 برص کی چاروی برگی از کتب از کی من اربعین می نویسد که در کتب از کی من اربعین می نویسد که در کتب از کی من اربعین می نویسد که در کتب  
 جزائی - بعضی که از کتب از کی من اربعین می نویسد که در کتب از کی من اربعین می نویسد که در کتب از کی من اربعین می نویسد که در کتب  
 برص کی چاروی برگی از کتب از کی من اربعین می نویسد که در کتب از کی من اربعین می نویسد که در کتب از کی من اربعین می نویسد که در کتب  
 از کتب از کی من اربعین می نویسد که در کتب از کی من اربعین می نویسد که در کتب از کی من اربعین می نویسد که در کتب از کی من اربعین می نویسد که در کتب  
 از کتب از کی من اربعین می نویسد که در کتب از کی من اربعین می نویسد که در کتب از کی من اربعین می نویسد که در کتب از کی من اربعین می نویسد که در کتب  
 از کتب از کی من اربعین می نویسد که در کتب از کی من اربعین می نویسد که در کتب از کی من اربعین می نویسد که در کتب از کی من اربعین می نویسد که در کتب  
 از کتب از کی من اربعین می نویسد که در کتب از کی من اربعین می نویسد که در کتب از کی من اربعین می نویسد که در کتب از کی من اربعین می نویسد که در کتب

اب اہل علم والصفات اس عبارت میں بظن ناقل ملاحظہ فرمائیں اور دیکھیں کہ اول خواجہ پارسہ  
 فی مذہب شیعہ ائمہ اثنا عشر کے نسبت امام رازی سے نقل فرمایا اور اسکی بعد اولیٰ روایات خمسہ نقل فرمائی کہ جن  
 سے ائمہ اثنا عشر کی ائمت کا ثبوت پایا جاتا ہے اور ان روایات کی صحیح کی مذہب کو بیان کر دیا تا  
 لوگ اسکی ان روایات سے وہ سو کانہ کہا دیں جو متضمن بیان مذہب کو ہوں۔ اور اگر احاق نہیں جو  
 تو غلطی سے استہناد بخاری تقلداً عن الانساب نقل کر دیا بعد اسکی اوسی قسمی راوی سے پہنچی روایت  
 جو کتاب الفضائل میں مروی ہے۔ اور مطابق روایات اہل حق سے نقل کی اور اسکی تحریف اہل سنت کی  
 روایات سے کر کے اسکی تاویلات سابقہ کی طرف اشارہ کیا اور انکو مایہ دلایا اور اس روایت کی  
 نقل سے اس امر کی طرف ایما کیا ہے کہ روایات خمسہ سابقہ حضرت ابو جعفر کی موضوعہ و مختصرہ ہیں  
 اور صحیح ہیں ہی ہیں جو موید بر روایات اہل حق سے ہے بعد اسکی ساتویں روایت اوسی سے نقل کی جو  
 کتاب الفضائل میں مذکور ہے اور ادرہمین بطور بشارت کر دو امر ارشاد ہوئی میں ایک یہ کہ ائمت کے  
 مسئلہ باران حبیبی سے جسکی اول آخر کی تین (خیریت و نفع رسائی میں) دشوار سے دوسری ہے  
 کہ جس ائمت کے اول میں اور ائمہ اثنا عشر ہوں اور آخر میں عیسیٰ بن مریم ہوں وہ کینہ کر  
 ہلاک ہو سکتی ہے چونکہ فی الجملہ یہ روایت بھی روایات اہل حق کے مطابق ہے جزو  
 اول اور مطابق ہی خود ہمیں کہ خلفائے اثنا عشر حضرت عیسیٰ نے اپنی طرف سے تراش کر بڑھا دیا حالانکہ  
 اپنی مذہب کے بھی خلاف ہے کیونکہ ائمہ اثنا عشر کو اہل ائمت میں شمار کرنا غلط ہے امام قائم  
 بالامور آخر ائمت میں متصل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہیں نہ اوائل ائمت میں پس حضرت  
 صدوق کو حسب قاعدہ کلیہ اسکا خیال نہ رہا ورنہ ہوں فرماتے انا واحد عشر خلیفہ من بعد علیؑ  
 والامام القائم بالامور عیسیٰ بن مریم آخری۔ اور اگر ترکیب عبارت اسطرح ہے انا اولہا وائتھا  
 خلیفہ من بعدک والیسید من آخرہا کہ مسیح کا عطف اثنا عشر سے ہی تو اول سے ہی زیادہ غلط  
 چنانچہ خود بدیہی ہے کہ ائمہ اثنا عشر کو جناب امیر سے بیکر آخر تک جانب آخر ائمت میں کہنا  
 بہرہی البطلان اور خلاف واقع ہے تراشی خواجہ یار ساعلیہ الرحمۃ نے اپنی روایات سے جو

فی کتب سلفہ اس روایت کو مطابق تھی اور اشارہ کر دیا کہ اس روایت میں لفظ دلفنا سے خواجہ خلیفہ  
 بعدی حضرت قسیمی کا اقترا و اختراع ہے یہ روایات نقل کر کے اصل مقصود کی طرف جوائے  
 کی بابت مذہب شیعہ کا بیان کرنا ہوتا ہے جو کیا اور اسی ابو جعفر قسیمی کے روایت علامات امام  
 میں نقل فرمائی جسکو ہماری فاضل محییۃ اپنی ہستہ لال میں پس کیا اور اپنی کمال و اہمندی سے  
 بہرہ سنجیدگی کہ یہ روایت خواجہ پارسا کی مقبولہ ہے اور ہم سپر یہ قسیمی قرار دیا کہ چونکہ بعد نقل  
 روایت سکوت کیا تو یہ سکوت قبول نہیں روایت ہے اور یہ نہ سمجھی کہ مقصود اس روایت کو  
 نقل سے صرف حکایت مذہب شیعہ ہے اسکو قبول و عدم قبول روایت سے کچھ تعلق نہیں اسکی بعد  
 اور در آئین شیعہ کے متعلق منضائل کہ نقل فرمائی اور خاتمہ روایات پر تمام روایات شیعہ کو جوائے کی  
 حق میں مبالغہ آمیز روایتیں کرتی ہیں اور انکی منافق و مانع میں غلو و اغراق فرماتی ہیں یہاں تک  
 کہ انکار کے مرتبہ سے بھی بڑا دینی میں جسپر حجاب امیر کی پیشین گوئی خوب صادق آتی ہے یہاں تک  
 فی ضنجان محب مطلق الخ روایات الہییت سے تگزیب فراموشی اور کبار اہل بیت سے نقل فرمایا  
 کہ وہ اپنی دعائیں بجناب باری خوشنہ عرض کیا کرتے تھے اللہم العن المرافضۃ فانہم یتعموننا  
 انہوس کہ اسپر ہی آپ یہی فرماتی ہیں کہ خواجہ پارسا نے بعد نقل روایت سکوت کیا اور اسکو  
 آپ تسلیم کے دلیل قرار دیتے ہیں۔ اگرچہ یہ بحث کسب قدر طویل ہو گئی ہے لیکن ایک گذر شاہی کی گئی  
 ذرا گوسن انصاف و ہوش اس طرف متوجہ فرما کر سن لیں یہی وہ یہ کہ کمال تعجب اور ہنایت انہوس ہے  
 کہ آج ہر جو دیکھ سن نہیں سہی ہے کہ چونکہ مناظرہ میں تو غل و انہماک رہا اور بہت کچھ کہتا ہیں دیکھ ڈالی  
 اور بہت لوگوں سے سباحت کیا گویا اپنی عمر کا ایک بہت بڑا حصہ اس میں صرف کیا اور مسائل خلافہ  
 و غیرہ میں جن اہل حق کا مرتبہ بھی بزرگ و حاصل کر لیا اور گویا اپنی مجتہدین سے بھی کوئی سبقت  
 لیگئی با اینہما دعائی ہمہ دانی تحفہ کو بھی ملاحظہ فرمایا جو اس دستبان کے اطفال کا پہلا سبق ہے  
 کہ اسکی مصنف خاتم المحدثین رحمۃ اللہ علیہ نے اس شبہ کا کیسا استنبال کیا ہے محیی اسید ہی کہ اگر  
 آپ اسکو ملاحظہ فرمائی تو اس دلیل کا نام بھی نہ لیتی یہی اب میں تحفہ کی عبارت نقل کرتا ہوں



لا ابن بابويه والضابطہ فی کتاب الانساب ان یعطف احد النسوبین بنسبہ واحدہ  
 آخرہ او عطف مکتوبہ بالحرمة فلعن ناسخہ لئلا یسخر لک البعض سہا فکتب ثلاث الواو  
 بالسواد حتی ظن من رواة ابن بابويه وان ما بعده وهو قولہ مستشهد بہ بالبخار  
 ما یعلق بحال ابن بابويه والواقع لیس كذلك بل تمت ترجمة ابن بابويه الی قولہ  
 روی عنہ محمد بن طلحة النخعي وابتداء بقولہ ویعقوب بن عبد اللہ بن سعد  
 استشهد بہ بالبخار فی ترجمة اخرى وكل هذا انشاء من غلط الناسخ وقرئ النسخ  
 اشد تعلیقا من هذا القدر والله الحامض عن کل نزل - انتهى  
 بلفظہ الشریف اب اس تقریر سے صاف واضح ہو گیا کہ ابو جعفر قسمی سے نہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے  
 استہدایا اور نہ انساب میں بخاری کا اس سے استشہاد منقول ہے صرف بعض متاخرین کو کتاب  
 کی غلط فہمی غلطی واقع ہو گئی ہے اور نہ نسخ ہو کر بالقرض اگر بعض سے مراد علماء دہلی حم کی خواجہ باب  
 ہے تو ہم اس تقریر کا راسی اس پر ہی کہ اس عبارت کو خواجہ ہر کی تسلیم کر لیا دی اور وہ میں اس کی  
 نسبت چون چڑا کی جاویں۔ چونکہ ثبوت الحاق کا انحصار قرائن خارجیہ ہی پر چسبی گئی گئی  
 گنجائش ہے اور جواب بدون اس کی بھی حاصل تھا تو علی حضرت خاتم المحدثین صاحب تحف نے اس عمل کو  
 خواجہ باب اسرار کی ہی تسلیم و فرض کر کے جواب تحریر فرمایا جواب عبد اس کی اس تقریر میں اور تقریر  
 میں جو سلسلہ الحاق بیان ہو چکا ہے باہم کچھ تعارض و تناقض نہیں ہے اب اس قدر گزارش کرنا اور  
 دہکنا ہے کہ جسہ اللہ تعالیٰ ایسی کسی راہیہ و مومنوعات و فقریات سے اہل سنت کی مذہب پر خراب  
 واقع ہوا محالات ہے۔ لیکن یہ ہے روایت کہ جبکی ناصیہ کا ذبیہ سے امارات وضع و افترا خاص  
 اس باب سے اس کتاب الانساب کا قاعدہ یہ ہے کہ جو لوگ ایک نسبت کو ماننے سے روایت میں اس سے ایک کے سر پر ہونے  
 داو و زبان میں کہہ کے نصف کرتا ہو نہ یا اس شخص کی کا ذبیہ پیدا ہو نہ یا سبائی کو گنبد یا بیتانک کے عذاب پر ہونے اس  
 باب کی روایت جو گمان کیا گیا اور یہ کہ قاعدہ خود مستند بہ بخاری میں بابیہ کے حاشیہ تعلق جو حال گذر واقع میں ایسا ہیست  
 بلکہ میں بابیہ کا حال غزل دی عشق محمد بن طلحہ النخعی ایک نام ہو گیا تب اس نے ابن یعقوب بن عبد اللہ بن سعد استشهد بہ  
 البخاری سے و حال حال شرم کیا اور یہ سب کاجوں کی غلطی سے آئی ہے اور کاتبوں کی مدح اس سے ہی زیادہ سخت ہوتی ہے  
 اور اللہ تعالیٰ ہی کہماں ہی ہو ایک نورین سے - ۱۱ -

و باہرین حضرات شیعوہ کی مذہب پر خرابی ڈالنے کے واسطے کافی سی سبب سے اس اجمال کے مختصر بیان  
 کہ اس روایت میں بعضی جہازین جو دوسری روایات کی معارض میں متعارض ہیں اور نیز باہم متعارض  
 ہیں (۱) اس روایت میں مذکور ہے کہ شجاع تر ہو اور جب ہم تتبع روایات و حالات احمد کر کے  
 تو نفیس شجاعت ثابت ہوئی ہے رقی الاخباریوں کلہم من الامامیۃ عن ابی حمزہ  
 الثمالی عن علی بن الحسین قال ابو حمزہ قال علی بن الحسین کنت متکافا علی  
 الحاکم وانا حزین متفکرا و دخل علی رجل حسن الثیاب طیب الرائحة فظرفنی و  
 ثم قال اسبب حزنی قلت اتخوف من فتنة ابن الزبیر قال فضحك ثم قال یا علی ہل  
 احدا خاف الله ولم یخیر قلت لا قال یا علی ہل رایت احدا سال الله فلم یغیظہ قلت  
 لم یظرت فلم اد فداہی احدا فنجیت من ذلک فاذا بقابل اسمع صوته ولا اری  
 متخصه یقول یا علی هذا الخضر عن یحیی قطع نظر اس سے اس روایت سے قرآن اور حالات  
 کو حسب تصریح علما شیعہ جب کہا جائے کہ تو کچھ نفی شیعتی سے نہیں پائی جاتے بلکہ معاذ اللہ تو یہ  
 طبع نظر عدم شجاعت ہے بغیر یہ جو حفاظتی حضرات کو دشمنوں کی طرف منسوب ہوتی ہے جناب امیر اور جناب  
 سنین ائمہ عینہ کی نسبت خلفاء ائمہ عینی ائمہ انہم کے زانہ خلاف میں ان کی نظر مومنی کے  
 بغیت بیان کرنے پر آئے ہیں تو نہ شجاعت ہے چوڑی ہیں اور نہ غیرت و حمیت ہے باقی دینی و دین  
 بن بلکہ دین ایمان تک خیر باد کہہ دیتی ہیں (۲) و محدث باشند یہ بالکل خلاف کتاب اللہ  
 و کلام قرآن مجید میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صفت بصرحت تمام مذکور ہے و لکن رسول اللہ  
 ائمہ الذینین نبوت آپ پر ختم ہو چکی اب ائمہ کو محدث کہنا حضرت کی ختم نبوت کو بالکل باطل کرنا ہے  
 ۱۱۵۰ اس کے تمام اخباریوں نے واسطہ ابو حمزہ قال کے امام علی بن حسین سے روایت کی ہے اب اس سے کہہ جائے کہ  
 ایامین اللہ ان کے کہ حالت میں دیوانہ سی سہارا لگائی ہوئی تھانگا و ایک شخص عدوہ باس امیر و شیعہ و اکابر  
 کی طرف و جب اور کہا کہ میری افرو کا کیا سبب ہے یعنی کہ میں ابن زبیر کے فتنہ سے ڈرنا ہوں فرمایا وہ ہنس پڑا کہ  
 کیا تو نے کیونکہ وجہ کہ خدا سے ڈرنا اور اس کو کھاتہ نہ ہی ہے۔ میں نے کہا کہ انہیں کہہ اسی کی کہ تو نے کیونکہ وجہ کہ  
 اس کو سال کیا اور سوچی نہ دیا ہے یعنی کہا کہ میں نے تو کی تو اب بھی کہ میں نے کیا کیا جس کو تعجب ہوا گا کہ ایک ایسی بات کہ  
 اس سے جسکی صورت کو نہ جانتا تھا کہنا تھا ای علی یہ جفر ہے ۱۱۲



کیونکہ خدایت اسکا نام ہی کہ نزول وحی کا بواسطہ فرشتہ کے ہولیکن اسطرح پر کہ فرستہ کی طرف  
 آواز سموع ہوا اور اسکا پیشا بدہ ہو خواہ اسکا نام وحی رکھا جاوی یا نہ رکھا جاوی یہی اہم  
 اختیار ہے اگر کسی حضرت کلینی نے امام سجادؑ کی روایت کی ہے وان علی بن ابی طالب کان محمداً  
 وهو الله يدل الله الیہ الملك بیکہ وسمع الخیر ولا یروی الصورة (۳) و نزول وحی صحیف  
 فاطمہ پر ہو۔ کیا جناب امیر کا مصحف تھا نہ تھا جو صحیفہ جناب فاطمہؑ کے ضرورت بڑی (۴)۔  
 و امر جبروت کنندہ و نبی ارسلہ کنندہ تر بود کیا اسکا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نام ہی کہ  
 غلط مسائل خلق کو بخدا گراہ کرین استبصار کو دیکھ لیجی حال تنگست ہو جائیگا اور تم کہا کہ امر اور جو  
 کی پہلی تعریفیں اور نشانہ کرین خطبہ شد بلا و فلان و غیرہ کی کیفیت تنگست ہو سکتی ہو اور  
 کیا امر بالمعروف و نبی ارسلہ اسکا نام ہے جو جناب امیر حسنؑ نے خلق خلافت کر کے کہا (۵) دعای  
 اسجناب بود کہ بر سنگ و عاکہ دو یارہ شود۔ افسوس کہ حکام ظالمین کے حکم دنیا دنیا کی فتنیں  
 ذلیل و خراب ہوئی دین و دنیا ایک عالم کے دو ہم برہم ہوئی تمہارے کا دغ کر سکتی تھی اور نہ کیا اگر  
 ظاہر سے صبح و سپاہ ذو عدد و عدد و نہیں تھی تو کاش کوئی دعای سحری ہو کام کرتے جس سے  
 معاندین دین کا کام تمام ہوتا است کی اصلاح جو حق حق دار کو پہونچتا اس کی صفات معلوم ہوتا ہے  
 کہ جب قدر ائمہ کی زمانہ میں حکام دہر لڑ نہی جابر و ظالم دشمن دین نہ تھی اور نہ ہر استجابت کہہ کے لیکر کہہ  
 چوڑی تھی (۶) در میان او و خدا نمودی بود از نور کہ بہ بید و روی اعمال بندگان ہر چہ  
 بدان محتاج بود یہی جملہ اور دیکھ جو اگر بعد متصل نہ کہ ہے باہم متعارض ہیں اور وہ جملہ یہی کہ  
 و گاہی ببطور کردہ شود راسی اوس بدانہ و گاہی قبض کردہ شود و روی پس نہ جملہ اول دلالت کرتا ہے  
 کہ ہستی کو ہر وقت معلوم کہ کسی میں تو ہر وقت ہر دن تخصیص شئی و دن شئی و زمان و دن زمان  
 ہر ایک شئی جبکی حاجت معلوم کہ کسی میں اور جملہ دوسرا اسکا مدعا یہ ہے کہ ائمہ پر دو چہ تین  
 صلح اوس میں اے غالب ملکہ محمدؑ تھی اور محمدؑ وہ ہر جسکی طرف شد فرشتہ یہی وہ اس سے کلام کری  
 اور آواز سنی و اور کی صورت یہی ہے۔

طاری ہوئی ہیں ایک حالت قبض کے اور دوسری حالت بطل کی حالت بطن میں بغیات کو  
 جانتی ہیں اور حالت قبض میں بغیات کے ساتھ علم متعلق نہیں ہوتا اور نیز جسم ثانیہ اوسکی  
 بھی منافی جو انکی علم ارحم شین و فضائل پیر میں ہے جناب امیر کے واسطے علم کا ان کا کیوں اسو  
 روایات سے ثابت کیا ہی کہ شاید بعض رسد میں درجہ تواتر کو پہنچتی ہوں چنانچہ انکی ہام  
 کلیتہً کافی ہیں اور ان بابوہ نے خصال وغیرہ میں ثابت کیا ہے منظر اعتقاد اس حجاب میں ایک  
 روایت خصال پر کرتا ہوں۔ حدیثنا ابی و محمد بن الحسن رضی اللہ عنہما قال حدثنا  
 ابن عبد اللہ قال حدثنا محمد بن عیسیٰ بن عیسیٰ بن ابراہیم بن اسحاق بن ابی ابراہیم عن  
 عبد اللہ بن حاتم الاضراری عن صباح المزنی عن الحارث بن حضرت الاصبغ بن نباتہ  
 عن امیر المومنین علیہ السلام قال سمعتہ یقول ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علمنی الف  
 بآئین الحلال والحرام وما کان وما یكون الی یوم القیمہ کل باب منها فقیہ الف بآئین لک  
 الف الف باب حتی علمت علم الملتایا والبلا یا وفصل الخصوصا۔ اب اس روایت کو  
 ملاحظہ فرمائیے اور اس جملہ سے مطابقت پر بھی بلکہ اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ  
 جناب امیر کو جو قدر علم کا ان کا کیوں تھا وہ اس تسلیم کے طفیل تھا جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 مرض کے حالت میں سرگوشی فرما کر تعلیم فرمایا تھا تو معلوم ہوتا ہے کہ عمود نور می محض  
 حضرات کا اختراع ہی اور یہ ظاہر ہے کہ یہ تسلیم ائمہ باقیہ تک انہیں پونہ چوبیس کر انکو  
 علم کا ان کا کیوں تھا وہ علامہ ازین کتاب اللہ کی ہی مخالف ہے حق تعالیٰ کے شانہ و تائید  
 و ما تذکرہ نفس ما ذاکت کسب غلب القیمہ عن الصادق <sup>ع</sup> ہذا الخمسة شفاء لمریض علیہا  
 ملک مقرب ولا ینبی مرسل وہی من صفات اللہ تعالیٰ اور فرمایا ہے عالم الغیب فلا ینظر

۱۔ اصنع بن نباتہ جناب امیر سے روایت کرتا ہے کہ تاسی جینی جناب امیر سے سنا فرماتے ہیں کہ مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وآلہ نے حال سوز اور حرام ہی جو گزرتا ہے اسی اور جو آئندہ ہوگا گزارا باب تسلیم فرمائی کہ اس باب و منن کا گزارا باب  
 کہوت ہی تو یہ اس باب ہوئی یہاں تک کہ میرے ذہن اور جگر میں نہ ہو کہ فیض کا علم کہہا گیا۔ ۱۲۔ اور کہ نفس میں جانا کہ  
 کل کلمہ لایکمل <sup>ع</sup> امام صادق سے روایت ہے ان پانچ چیزوں پر نہ مقرب نہ شدہ اور نہ نبی مرسل کلمہ جو اور یہ اللہ کی صفات میں ۱۲۔



حصال سے نقل کی گئی علمی الف باب خود بطریق شیعہ روایت فرمائی ہے حضرت کو یہ یاد  
 نہ رہی علاوہ اسکی جب اخبار باحوادث بعد از عہد ہوا لیا ہے تو وہ عہد نواری جو روایت  
 سابقین بنایا گیا ہے وہ محض وضع و اختلاق ہے اور نیز فقہ قبض و بسط کا ہے غلط ہوا  
 قول سیوم یہ کہ فاضل شیر نے شیخ عبدالحق صاحب دہلوی کی توصیف میں کتاب  
 الفیاض لطائف المقال میں لکھا ہے کہ تصانیف مشہور علوم دینیہ مسلم الثبوت نزد علماء اہل سنت  
 و جماعت و کلاسش بہت انصاف یحیوت و انصاف کثمتہ اصحاب دانت و براعت است  
 انتہی بقدر الحاح۔ اور یہ روایت ہے شیخ عبدالحق صاحب تصنیف دینی میں بار دو انکار منقول ہے  
 چاہیے کہ یہ بھی مسلم الثبوت علماء اہل سنت و جماعت کے نزدیک ہو۔ **اقول** فاضل شیعہ  
 رحمۃ اللہ علیہ نے ہرگز یہ نہیں فرمایا کہ شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ معصوم و سہو و خطا ہی نہیں محال  
 اگر یہ باب ثابت ہے تو چاہیے کہ یہ روایت بار دو انکار علی سبیل تسلیم کی ہی تو ہی ہوگی  
 صحت کو مقتضی نہیں کیونکہ جب بدانتہ نقل مطابق منقول عنہ کے نہیں تو کیونکر واجب تسلیم  
 ہوگی۔ معہذا اگر یہ قاعدہ آپ کا مسلمہ ہے تو اسباب و بیکی تمام روایات اور اس طرح اپنی طوسی  
 صاحب کے تمام روایات واجب القبول ہو کر علاوہ ان کے کافی کلینی جو کتاب اللہ ہے ہی  
 صحیح سمجھ کر جاتے ہیں اسکی روایات تو ضرور ہے واجب القبول ہو کر۔ اور فقہ میں سے  
 جو ایضاً صاحب الطاق وغیرہ بھی مسلم الثبوت ہیں انکی روایات ہی بار دو ہیں برہم و شک و تردید  
 لیکن ہم بحث میں کہ یہ بالکل غلط اور غیر معمول ہے ہر شام میں کہ نے جو البقی اور صاحب الطاق  
 پر د لکھا ہے عالم السیما محمد بن علی بن شہر آشوب میں دیکھ لیں یہی ہر شام میں کہ نے  
 جس جگہ اسکی مصنفات بیان کی ہیں۔ المد علی ہشام الجوالیقی اور یہ لکھا ہے کتاب علی  
 سبطان الطاق اور مدح ہو کہ یہ مبارک لقب ہے اب شہر آشوب کا ہی عطیہ ہے منبہ کے  
 طرف سے نہ خیال فرمادین کہ منبہ نے یہ کتاب تاخیر نہیں کی۔ آپکی امام کلینی جو مسلم الثبوت اور  
 کتاب کافی جو صحاح اربعہ میں اعلیٰ مرتبہ اور امام بڑے ہی گئی ہے آپ کو مسلم ہے کہ اس میں تحریف

واسطافہ آیات قرآنی کی نسبت روایات باسانید صحیحہ مروی ہیں حالانکہ ابن بابویہ نے اون روایات  
 کو موضوع و مفتری اور اذکر فی کل کاذب فرمایا ہے۔ وقال شیخنا الصدوق رئیس المحدثین  
 محمد بن علی بن بابویہ القمی طلبت تراه فی اعتقاداتہ اعتقادنا ان القرآن الذی  
 انزلہ اللہ علی نبیہ ہو ما بین الدہشتین وما فی ابدی الداس لیس اکثر من ذلک  
 قال من سب الینا انا نقول انہ اکثر من ذلک فہو کاذب قطعاً للقمی بسبب صفحہ نمبر ۸  
 ای طرح ابن طغر علی نے حدیث لیلۃ القدر میں اور حدیث ذی الیدین کو موضوع کہا مگر حالانکہ کہنے  
 میں پسند صحیح مروی ہے اذکر فی شریف تفسیری نے اپنی مستادالات شیخ ابن بابویہ کی حدیث  
 جویشان کتاب روایت کی ہے کذب کی ہے اور موضوع کہا ہے باوجودیکہ اسکی سند بھی صحیح ہے  
 لیکن اتنا فرق ہے کہ ہماری اس روایت کی ہے جسکی سند حسب قاعدہ بالاتفاق موضوع تہی کذب  
 کی ہے اور حضرات نے اون روایات کو موضوع و مفتری کہا ہے جنکی سند کی صحت مسلم الثبوت  
 فرق ہے یہرچو جواب ہماری مجیب اپنی روایات کی طرف سے بخوبی فرما دیں وہی ہماری طرف  
 براہ مہربانی قبول فرما دیں۔ باقی رہا رد و انکار کے نسبت پہلی گزارش میں مفصل ہو چکا ہے قولہ  
 چہا ہم یہ کہ اگر یہ روایت جو خواجہ باہر ساو شیخ عبدالحق نے علامات امام میں نقل کی ہے موضوع  
 و مفتری ہے اور ہم جانتی ہیں کہ حضرات اہل سنت کو شاید مجبوراً یہ بھی کہنا پڑے سو لازم آئے گا  
 کہ حضرت خواجہ باہر ساو شیخ عبدالحق صاحب لہائیت بھی صاحب حیا و غیرت ہیں کہ خود ہی اپنی  
 میں اہل حق پر اس گمان دوہم سے کہہ رہے ہیں موضوع و نقل کر کے جناب امیر علی کی افضلیت ثابت کرنے  
 میں نہایت ہی تشبیہات و تشبیہات قبیح وارد کی ہیں یہ کیا اندیشہ ہے کہ بغضی انا کہ  
 الناس یا لیر و تفسیر النفس کہ تم اپنی افادات کو پس پشت ڈالکر اسی امر کی تائید ہو

جگہ ہماری شیخ صدوق رئیس المحدثین محمد بن علی بن بابویہ تفسیر طبرانی نے اپنی اعتقادات میں کہا ہے ہمارا  
 اعتقاد یہ ہے کہ قرآن و حدیث سے یہ امر ہی پر مادل فرمایا ہے اور وہ ہے خود و خود کی دیکھاں ہے اور جو کہ  
 پاس سے وہ ہرگز زیادہ نہیں ہے اور ہماری طرف سے کہ ہم کہتے ہیں کہ یہ زیادہ ہے۔

کہ جس کا طعن اہل حق پر کرتے تھے یعنی ایسی حدیث موضوع دروایت مجعول کہ ان کو زعم میں محض  
 کذب و افتراء ہی حضرت امام رضاؑ کی نام لگا کر روایت کی اور اس کو دینی کتاب میں جو روایت  
 خلق سیم اہل سنت کو ایسی تصنیف کہ یہی لکھی اور کچھ یہی اوس کا رد و انکار نہ کیا بلکہ برعکس اس کو رد و  
 کی توثیق و بخاری کا اعتماد نقل کیا اور تہمتی مسلمانوں کو جو فضیلتوں کی ایسی خرافات سے پاک میں گمراہ  
 کیا کیونکہ جب وہ دیکھیں کہ ایسی عالم ثقہ و جلیل معتقد نے اس حدیث کو اپنی دینی کتاب میں لکھا ہے  
 اور بخاری و رد و انکار کے اوس کی راوی کی توثیق کی ہے تو بیشک اس کو حق سمجھیں اور تصدیق کریں گے  
**اقول** یہ جو شہ و خروش ہماری محیب کا محض انہی اور اپنی اکابر کے خوش فہمی کے سبب  
 ہے کہ عبارت فضل الخطاب و رسالہ مناقب حسین ترجمہ فضل الخطاب بند کو یہی نہیں سمجھتے دینی حقیقت  
 خداوندیت کو انہیں توثیق ہے بلکہ رد و انکار ثابت ہے اور نہ کیوں گمراہ کیا۔ اگر کوئی اپنی کوتاہی  
 فہمی سے گمراہ ہوا اس کا الزام ان کی ذمہ نہیں ہو سکتا نہ راوی آدمی معانی قرآن کے نہ سمجھنے کی  
 وجہ سے گمراہ ہو گئی معاذ اللہ خدا تعالیٰ پر اس کا الزام آپ کے نزدیک نہیں حالانکہ جو بظہر  
 کی ہے آپ قائل ہیں پس بسم اللہ بقول سامی بنی سلمان اب یہی ایسی خرافات سے پاک مندرجہ  
 میں اور اہل سنت کو تشبیحات و تعرضات کچھ مضائل اسے کہی بابت نہیں ہیں بلکہ تمام الہیات  
 و نبوات و اعتقادات و عملیات کو نسبت ہیں اگر آپ ہتھوڑی سے یہی تحقیقات اپنی روایت  
 و روایات کو فرمائیں تو آپ پر یہی واضح ہو سکتا ہے اور مشرح جو اب اس دلیل کا ابحاث سابقہ  
 کو ضمن میں لے کر چکا ہے اس سے آگاہ و مطلع ہو گیا ہو گا کہ کچھ مجبوری نہیں کہ ہم اس  
 روایت کو موضوع و منقہری ہی کہیں گے اس حقیقت موضوع و منقہری ہے پس  
 آپ کا یہ فرمانا حرف ابکی کمالی فہم و نہایت دشمنی کی دلیل ہے۔ باقی کلمات  
 نامائیم کا جواب ہم دانتہ قلم انداز کرتے ہیں قولہ اب فضیلت کے باب میں حضرت  
 حلیفہ اول کی شہادت لیجی۔ کثر العمال کے فرع اول خلافت ابوبکر باب ثانی کے  
 فصل ثانی نے کتاب الامارات حرف ہمزہ میں لکھا ہے عن انس قال لما ابطاء الناس

عن یحییٰ بن یزید قال سأل عن هذا الأمر عن أبي عبد الله عليه السلام فقال: هذا من صفة أبي عبد الله عليه السلام فذكره خلافاً  
 خليفة أولئك فيه كلام ميرزا اسد اللہ کہ سبقت اسلامیہ و حضرات تہذیب و تمدن کو اپنی کو اپنی خلعت  
 کی نفیست پر دلیل لائی۔ اس سے ثابت ہوا کہ خلیفہ صاحب کے نزدیک بھی حق خلافت وہی ہی  
 جو ختم ہوا۔ **اقول** اجماع میر صاحب ہنری یہ کہ کہا جی انفضل حق باخلافت نہیں  
 ہے مدعا کچھ ہوتا ہے کچھ فرمائے مگر مسلسل مدعا جسکی اثبات کا آپ بیڑا اور ہمارا ہر وہی  
 آپکی حافظہ شریف سے نکل گیا ہے پہلی اسکو سوچکر یاد کر لیجی پھر اس روایت سے اس مدعا کا  
 استدلال کجی۔ افسوس کہ جناب نے یہ خیال نفرا کیا کہ نبوت احقیت نسبت استدلال نفیست  
 نہیں ہے بلکہ اگر آپ بظہر نامل ملاحظہ اس دلیل کا کریں تو اس کے یہی دلیل سے اثبات  
 عدم استدلال نفیست ہونا ہے کیونکہ جو وقت ایک فرد کے لیے افضلیت اور احقیت ثابت  
 ہوئی اور ظاہر ہو کہ انفعالت فیض میں زیادتی نسبی ہوتے ہیں جسکو اسکی وضع مقتضی ہے  
 نو افراد باقیہ کے لیے یہی نہ ہے جبکہ افضل حقیق باخلافت ہونا ثابت ہوا پھر اگر خلافت احق  
 کو کسی وجہ سے نہ پونجی اور حقیق کو ہو پونج جادوی تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ منعقد نہ ہو کیونکہ جب  
 حقیق باخلافت ہونا اسکی یہی پایا گیا ترو و خود بالبدانہ مستلزم انفاق و کوہی ورنہ حقیق  
 ہونا باطل ہو گا و ذلک خلف تو اس سے ثابت ہوا کہ نفیست شرط انفاق و خلافت نہیں  
 و نہ انفاق و خلافت۔ **قولہ** چنانچہ حضرت شہ ولی اللہ صاحب ازالہ الحقائق میں اعتراف  
 کرتے ہیں کہ اثبات خلافت خاصہ میں نفیست کو دخل ہے سند ابی بکر افضل رابع مقدم  
 واقع صفحہ نمبر ۲۰ میں یہ عبارت لکھی ہے اما اثبات صد بنی نو خلافت حضرت فاروق را  
 بافضلیت او۔ فقد اخرج الزمردی عن حسان بن عبد اللہ قال عمر لابن بکر یا خیر الناس  
 بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ما طلعت الشمس علی رجل خیر من عمر و اخرج ابو بکر  
 بن ابی شیبہ عن ابن عباس ان ابابکر جین خمر الموت امر لک یختلفہ فقال

الناس تختلف علينا فظا عليظا ولو قدر ولينا كان افظ واغلظ فما تقول  
 لربك اذا القيت واستخلفت علينا عمر قال ابو بكر ابرئ تخوفني اقول اللهم  
 استخلفت عليهم خير خلقك الحديث فاخرج ابو بكر بن ابي شيبة عن محمد بن  
 رجل من بني زريق في قصة طويلة قال ابو بكر لعمر انت اقوى مني فقال عمر انت افضل مني  
 ناظر ونصف دين آنا مرضط ميشود ورنكه اين اوصاف را داخل ميست وراثت خلافت خاصه  
 كه در طبقه او كے بعد والا ذكر اين كلمات در مجت اثبات خلافت خارج از قانون منطبات باشد  
 انتہی۔ دیکھی حضرت خلیفہ اول کے نزدیک انصافیت خلافت کی ایسی ضروری تھی کہ باوجودیکہ  
 اہل کلمہ خلیفہ ثانی کو فطریہ کتب پر ہی اذکی خلیفہ کرنے سے خود امت کے سمجھتے رہے مگر چونکہ خلیفہ اول  
 کو نزدیک وہ افضل تھے کچھ بھی جان لیا اور خلیفہ کر ہی دیا۔ **اقول** یہ دلیل بھی مثل دلیل ثانی  
 کے موافق نہ ثابتیں اور اس سے ہی اشتراط انصافیت ثابت نہیں ہوتا کیونکہ حسب اعتراف قائل  
 محیب اس دلیل سے صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ انصافیت کو اثبات خلافت خاصہ میں داخل کر  
 اور اس کا ہمہ انکار نہیں کیا۔ انکار صرف اشتراط کا ہے اور مطلق داخل ہونا بدائتہ مستلزم اشتراط  
 کو نہیں پس اثبات اشتراط کی ایسی سکوپش کرنا بھی ہے خود نہیں اور جبکہ انصافیت کو داخل ہے تو  
 نہ تمام استخلاف ضرور اس کو ملحوظ رکھا جائیگا اور افضل حق باختلاف ہو گا لیکن اس سے اشتراط  
 انصافیت سمجھنا اور عدم انعقاد کا قائل ہونا خطا ہے اور خلیفہ ہونا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عمر  
 فاروق رضی اللہ عنہ کو باوجود لوگوں کی ڈرائی کے ایسا مثمر خیرات و متبج حسنات ہوا کہ ایک  
 عالم میں خدا تعالیٰ کی وحدانیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا ڈھنگا بج گیا اور  
 حسب ارشاد جناب امیر الدین مجتہد رحمہ اللہ خداوند تعالیٰ کا وعدہ استخلاف ظل ہر سوا اس  
 سے صاف معلوم ہو سکتا ہے کہ فرستہ صدیقی اس ملامتین رضائی خداوند تعالیٰ کے کوئی  
 ہوئی اور جو لوگ اس باب میں مخالف تھے ان کو فرستہ خطا پڑ تھی۔ باقی رہا فظ وغلیظ ہونا  
 یہ وہ صفت ہے جو قبول پسندیدہ جناب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہو چکا اور اس کے برعکس



قصہ میں اسی وصف میں حضرت نوح علیہ السلام کی شبہ عطا ہوئی اِسْتَدْعَاہُ  
 الْمَلَأُوا حِجَابًا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ شَاتِئِ اِدْرِیْہِمْ عَمْرَاضٍ مِّنْ مَّغْیَظٍ بِہِمُ الْکُفَّارُ کہ صدق ہے۔ **قول** اب  
 حضرت خلیفہ ثانی بانی مہدیان خلافت خلیفہ اول کی شہادت لکھی بخاری کی کتاب التہذیب  
 باب الرِّجْمُ الْجَبَلِ مِنْ اِلَا اِذَا احْصَتْ مِنْ حَبِثٍ فَلَنَّهُ مَشْهُورٌ ہے وہ بیت بڑی  
 روایت ہی النفاذ بیعت خلیفہ اول کے کل کیفیت لکھی ہے اس کے شروع سے مطلب کے فقرہ  
 لکھتے ہیں آپ وہ مقام ملاحظہ فرمائیں وہ یہ ہے۔ ولیس وکمر من یقتطع الاعناق المید  
 مثل ابی بکر الخ اب کفر فرمائی کہ باوجود اس بیعت کی فتنہ یعنی کاربہ اندیشہ بدون مشورہ ہو  
 کی چونکہ ابی خلیفہ ثانی کے زعم میں خلیفہ اول افضل تھے بدون مشورہ و اجماع و تامل یہ بیعت صحیح  
 ہو گئی چنانچہ ابی خاتم المحدثین مثلاً عن ابوبکر طعن فہم میں یہ عبارت لکھتے ہیں کہ در آخر ایسا  
 کلام کشیدہ اور باری ترویج شبہ خود نقل کردہ اندہ بن لفظ ہم واقع است و ایک مثل ابی بکر  
 یعنی کیست در شما مثل ابوبکر در فضیلت و خیریت و عدم احتیاج بمشورہ و تامل در حق او۔ انتہی  
 بقدر اجماع ہے۔ **اقول** اسوس ہماری فاضل محبت کے اس استدلال میں یہ وہی غلطی کہانی  
 جو دلائل سابقہ میں کہا چکے ہیں اور یہ دلیل بھی مثل دلائل سابقہ کے مدعا کے ساتھ مربوط نہیں ہو کہوں کہ  
 اس دلیل سے صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ فضیلت کو خلافت میں داخل ہے اور ہم یہ کہتے ہیں  
 کہ فضیلت کو خلافت میں داخل ہے افضل احی باخلافت ہے لیکن اس سے اثبات استثنائے  
 فضیلت خیال محال ہے باقی رائے کے معنی کاربہ اندیشہ بدون مشورہ کے خواہ کہ نفی  
 اجماع کر فرمانا ہم تو کچھ عرض نہیں کر سکتی گستاخی میں شمار ہوگا۔ لیکن جناب ہی فرمائیں  
 کہ یہ کہانی دیا ہے کہ جو مفہوم لفظ کا نہیں ہے اس کا اور سمجھ چکا ہے میں۔ ذرا دیکھو  
 تو سمجھو کہ اجماع کون ہے کیا تعلق ہے آپ اگر نظر انصاف سے ذرا ہی تامل فرمائیں تو وہ فہم  
 ہو جائیگا کہ پہلی سے کام میں تامل مشورہ نہ کرنا دوسرے ہے اور بے تامل مشورہ ایک امر کو  
 بالاجماع قبول کر لیا دوسرے پہلے اول کے نفی سے دوسری کے نفی سمجھنا حضرت کی خوش

السنہ و تصدیق کے انہوں میں کا حال

فہمی کہ دلیل ہے **قولہ تعجب حیرت** ہر کہ آپ کی خاتمہ اللہ شین انضلیت کو شرط خلاف نہیں  
 مانتی بلکہ اس کو ہماری مقابلہ میں خلاف عقل و نقل فرماتے ہیں اور خود ہی اہم مقام میں بحر فرما  
 میں کہ سبب افضل و غیر مجزئہ خلیفہ اول کے مشورہ و نامل کے ہی احتیاج نہیں۔ **اقول**  
 یہ آپ کی حیرت و تعجب خود قابل حیرت و تعجب ہے کیونکہ اس قول سے کہ سبب افضل و غیر مجزئہ  
 خلیفہ اول کے مشورہ و نامل کے بھی احتیاج نہیں ہے ہرگز استطراد انضلیت پر دلالت نہیں  
 بلکہ اس سے صرف اس قدر مفہوم ہوتا ہے کہ افضل احق بالجماعت ہے۔ پس اس سے استطراد مجہونا  
 آپ جیسی منصف و مناظرہ دان و فوکی و زمین سے البتہ لائق سخت حیرت و تعجب کو ہو گا پہرا و  
 اظہار حیرت و تعجب باعث مزید حیرت و تعجب اصناف مضاعفہ ہے۔ آپ کی دلیلیں انضلیت  
 کی یہ کسی سمائی سے کہ آپ کی عادت ہو گئی ہے کہ جب جگہ آپ نے لفظ انضلیت دیکھا ہے سمجھا کہ  
 استطراد انضلیت کی دلیل ہے اور حیث پیش کر دیا سیتا ہے کہ در جان فکر و چشم  
 سیدارم توئی + ہر کہ پیدایشود از دور پندارم توئی + اور یہ نہیں خیال فرمائی کہ مقابلہ خصم  
 ایسی دلائل پیش کرنے سے بجز ندامت و شرم کی کچھ حاصل نہیں۔ **قولہ اصل اجماع**  
 جو حضرات سینہ نے محض اس خلافت کے لیے وضع کی تھی اور اس پر پڑنا نہ ہی اور نہ کچھ  
 خیال فرمایا **اقول** اسی اہل دانش و انصاف خدا کے لیے دلائل سے سبب کے مصلب کو فرمایا  
 اور اس سے تعارض و مخالفت کو جو فیما بین غلہ اور اجماع کے ہماری فاضل سمجھنے کے واقع کیا ہی  
 دیکھنا اور ہماری عجیب البیب کے ہم کے داد دینا کیا لاجل اعتراض طبع و قوادسی ایجاد فرمایا  
 سبحان اللہ۔ ایک طرف مشورہ و نامل کو اجماع کے ساتھ ساتھ دیکھا و نہیں ہے کہ اگر مشورہ  
 و نامل نہ ہو تو اجماع ہی وضع ہو جاتا کہ مشورہ و نامل ہوا اور اجماع نہ ہو یا مشورہ و نامل نہ ہو اور اجماع ہو جا  
 اس میں کوئی استحالہ نہیں ذرا نامل فرمائیے اور سوچئیے۔ **قولہ افسوس** ہر کہ آپ کی خاتمہ اللہ شین  
 اپنا قول مجھ پر یاد نہیں کہنتی اور یہ ہر کہ کچھ ہی مقام میں مختصر نہیں بلکہ تحفہ میں اکثر جا ایسا  
 ہوا ہے اور سبب اس کا آپ جانتی ہی میں ہم کیا عرض کریں **اقول** جہان تک ہم کو علم ہے

دیا اور پھر یہی ہم پر بھیج دیا کہ کیا تو آپ کو اور آپ کی ان بزرگوں کو جو تحفہ پر اعتراض کرتے ہیں خوش  
 فہمی ہو بعض عداوت و عناد ہے جسکی بدولت ع عیب ناید نہرین در نظر مد کا مصداق  
 ہو رہا ہے۔ اے اپنے اعتراض کا حال دیکھ کر لیا ہے اور حضرات کا حال بھی اسی پر قیاس فرمایا گیا  
 پس آپ کا یہ افسوس لائق افسوس کے ہے کہ مطلب خود سبھین اور الزام قائل کے ذریعہ لکھائیں  
 علاوہ ازیں آپ کو سبھم سے کہ زبان عداوت خدا کے لئے اور اسکی کتاب پاک اور رسول پر نہیں  
 بھی تو بقا ملا اور تحفہ و صاحب تحفہ کے کیا حقیقت ہی با اینہم ہم صاحب تحفہ کو سبھو  
 دسیان سے معصوم ہی نہیں سمجھتے قولہ علاوہ اسکی اور ہیبت سے اقوال خلیفہ ثانی کی شرط  
 انضلیت پر دال کرتے ہیں بخوف طوالت اور کو ترک کیا جاتا ہے اقول جبکہ آئے ان  
 احوال سے فرض نہیں فرمایا تو ہم ہی انسی اغراض کرتے ہیں اگر آپ ان اقوال کو ذکر فرمائیے  
 ہم ہی انشاء اللہ تکرار پی استیصال مسئلہ کی ہوتی قسولہ مگر اسقدر گزارش  
 کرنا ضرور ہے کہ خلیفہ ثانی کا انضلیت کو شرط خلافت جاننا ایسا صریح امر ہے کہ محققین اہل سنت  
 کو دوسکا اقرار کیا ہے چنانچہ صدر المحققین ابن حجر مکی شرح الباری شرح صحیح بخاری میں کتاب  
 الاحکام نے اور آخر کتاب باب کیف یباع الامم میں حدیث شوری کی شرح میں  
 ابن ابی اسیر نقل کرتے ہیں فان قبل بعض هؤلاء المسته افضل من بعض وکان ہای  
 عمران الاحق بالخلافتا رضاهم دنیا و اہل لا یصح ولا یتعد المفضل مع وجود  
 فالجواب انہ لو صرح بالافضل منهم لکان قد نص علی استخلا ف وہو قصد ان لا یقلد  
 العہدۃ فذلک فجعلہا فی مستہ متقاربین فی الفضل لانه تحقق انہم لا یجتمعون  
 علی تولیۃ المفضل و لایالون المسلمین نعماً فی النظم والشرع فان المفضل منهم  
 لا یتقدم علی الفاضل ولا یتکلم فی منزلة غیرہ الحق بیامہ و علم رضی الامۃ عنہ  
 یہ المستہ - انتہی اس سے صاف ثابت ہے کہ علاوہ خلیفہ ثانی کے کل صحابہ کے نزدیک  
 انضلیت خلافت کے ایسی شرط تھی کہ وہ مفضل کے خلافت صحیح نہ جانتی تھی اقول

یہ مسئلہ ہمارے فاضل محیب کے لیے مثبت مدعا نہیں کیونکہ جملہ (وکان را عمر ان الحق  
 بالذلا قدرناهم دنیا) بظہر قاس امر کو بیان کر رہا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ  
 یہہ تہ کہ حق باختلاف وہ شخص ہے جو زیادہ دیندار ہو اور آدمی سے بالبدانہ یہہ ثابت ہوتا  
 ہے کہ شتر اہل فضیلت باطل ہے کیونکہ اس میں تفصیل کی صفت واقع ہے اور کسی شہرت  
 فضل میں زیادہ پایا جاتا ہے تو یہہ سرگز اسکو مانع نہیں ہے کہ نفس افضل میں زیادہ کیسی  
 واسطی ثابت ہو بلکہ باعتبار اقتضای اصل وضع تفصیل کے جو ایسی فرد کا ہونا چاہیے جسکی نسبت  
 زیادتی ثابت ہو ورنہ مبالغہ اور تفصیل میں کچھ فرق باعتبار معنی کے نہ دیکھا جاسکے اس جملہ کا  
 مطلب میں نشین ہو چکا تو دوسرے جملہ جو اس جملہ سے منطبق اور استخراج سے ایک مطلب ہونا  
 چاہیے اور اسکا بھی مطلب واضح ہے کہ دلالت اسکا کہ معنی تو یہہ کے ہیں اور لا یصح کہ معنی  
 لایجوز کے حاصل مدعا عبارت یہہ ہوگا۔ وائے لایجوز قولیہ المفضل مع وجود الفاضل یعنی  
 خال کہ ہو مفضل کو متولی امور بنا جائز نہیں۔ پس اس صورت میں یہہ جملہ اور جملہ سابقہ ہم  
 معنی ہو گئی کہ دونوں کا حاصل حقیقہ باختلاف افضل کے یہہ ہے اور اگر اس جملہ کو باوجودیکہ جملہ اولی کے  
 فرع ہو اسکی طرف راجع کیا جاوے گا تو باہم اصل و فرع متعارض نہ ہوگا۔ اسکی بعد یسئی کہ خاتمہ جواب کے  
 عبارت سے جو لازم تحقق سے آخر تک مذکور ہوئی یہہ سمجھا کہ کل صحابہ کے نزدیک افضلیت خلافت  
 کو ایسی شرط تھی کہ وہ مفضل کے خلاف صحیح بخاری تھی سرسری غلط ہے کیونکہ اول تو حضرت عمر  
 رضی اللہ عنہ نے خلافت کو تمام صحابہ میں دایر نہیں کیا تھا بلکہ صرف چھ شخصوں میں منحصر  
 کر دیا تھا جنکا عبارت اعتراض میں صراحتہ ذکر ہے توجہ دھما کر جمع کر اس عبارت میں  
 مذکور میں وہ سب راجع بظرف ستہ متعارفین نے الفضل میں تو اس سے ہماری مثال  
 محیب کا کل صحابہ کو سمجھا کمال خوش فہمی کا شاہد ہے اور دوسری یہہ کہ عبارت اور عبارت  
 سے یہی فاضل کا حق باختلاف ہونا ثابت ہوتا ہے۔ جو نہ ہماری فاضل محیب کو کچھ  
 مفید ہے اور نہ ہو کہ غرض ہے۔ لیکن اس سے شتر اہل سمجھا اللہ تعجب انگیز ہے۔ ہذا اسکا

[illegible]

در تہ حق الیقین کا محصل کر لیا ہے۔ افسوس کہ اتنا بڑا دعوہ کیا اور اس کی ثبوت کہیں ہو گیا  
 پس بجز اس کہ اسکو سہو و سیان بخشہ کر کے ٹال دیا جاوے میں زیادہ کچھ عرض نہیں  
 کر سکتا کا شہ فرما دے چشم الضافت کہو لک ملاحظہ فرماوین۔ علاوہ ازیں ترجمہ عبارت میں جو کچھ  
 غلطیاں واقع ہوئی اذکو ہم بوقت تطویل ترک کرتے ہیں قیلاً بہ تہجیرت ہے کہ آپ کی  
 خاتم المحدثین کے نواب ابونہمہ نے شرح البیاری کو بھی ملاحظہ فرمایا کہ باوجود خلیفہ ثانی کے ہر ایک صحابہ  
 کی فضیلت کو شرط نہ ملاشت جانی کہ اس شرط کو لازم نہیں مانتی اور نہیں تو خلیفہ ثانی کے  
 تقلید تو اذکو لازم تھی اقول یہ تہجیرت سامی اس پر ناشی ہے کہ ابونہمہ اذعالی  
 سہمہ داتی آپ نے شرح البیاری کے عبارت کا مطلب نہیں سمجھا۔ لیکن طرفہ یہ ہے کہ اس  
 بی سبب پر اس سبب پر یہ کچھ نازی کہ خاتم المحدثین رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت فتح البیاری کے دیکھ کر  
 الزام لگاتی ہیں حالانکہ خود ہی علامہ کنوری کے شرح ابن یسلم نہ کجی کے الزام کے جواب میں  
 یہ فرماتے ہیں (کچھ ضرور ہے کہ علامہ نے شرح دیکھ کر یہ یاد کیا ہو اور اس کا مطلب سمجھ کر)  
 افسوس کہ یہاں اگر اپنی غلط فہمی کا خیال نہ آیا ہوتا تو کیا وہ ضرور ہی جو خاطر سامی ہو گیا ہوتا  
 قیلاً ہے آپ نے جو تقلید اپنی خاتم المحدثین کے ان شرائط کو دلائل شرعیہ کی خلاف فرمایا ہے  
 ظن غالب ہے کہ اب تو آپ ہی اس شرط کو مان لیں کیونکہ اگر افتلا ہی صحابہ جلیلہ و خلیفہ ثانی آذکو  
 لازم ہے۔ اقول جو کچھ یعنی ان دلائل کی نسبت گذارش خدمت کیا ہے وہ مختص تقلید  
 ہی نہیں ہے چنانچہ اجاث سابقہ سے جناب کو معلوم ہو ہی گیا ہوگا پس جس کو امید ہے  
 کہ جناب میری محرمات کو نظر انصاف و تعامل سے خالی الذہن ملاحظہ فرمائیں تو انشاء اللہ تعالیٰ  
 آپ خود ان شرائط سے دست بردار ہو جائیں گے و اللہ یہدی بن یشا الی صراط مستقیم قیلاً  
 اور نیز خلیفہ ثانی اور صحابہ کی یہ راہی کہ انضباط کو شرط خلاف جانتی تھی اگرچہ اس راہ  
 سے بخوبی واضح ہے مگر تو عنین اس قدر اور گذارش ہے کہ بخاری کی کتاب انضباط  
 میں حدیث سفیدہ ملاحظہ فرمائی کہ خلیفہ ثانی نے خلیفہ اول کے جواب میں فرمایا۔

بل نبیاعک انت فانت سیدنا وخیرنا واحبنا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 اور خلیفہ ثانی کی یہ کلام صحیح دلیل اس کے ہے کہ جو شخص سیدنا افضل ہو وہ خلافت کا حق ہے  
 اقول ہم یہی کہتی ہیں کہ بیشک وہ شخص جو افضل ہو اس کا حق باخلافت ہے لیکن اس سے  
 آپ کا دعویٰ حاصل ہوا بلکہ وہی غلط ہے جو اکثر استدلالات میں آپ کو واقع ہوئی ہے  
 پس اسکا ہی پیش کرنا حضرت کی کمال فہم پر دلالت کرتا ہے انفس فہم کا یہ حال ہے اور ان  
 ترانہ کا وہ حال۔ قولہ اور یہ بھی ثابت ہے کہ اب اسے رسول ہی اس کا باخلافت ہے اس کو  
 یاد رکھنا اگر اپنے یہ سلسلہ جاری رکھا تو پھر کسی کام آئیگا۔ اقول سیدنا خلیفہ اولیٰ  
 کو بندہ کو پہلی سے ہی یاد ہے لیکن تمہیں کہم یاد کر لیا ہے اور اس وقت کا ہی منتظر ہوں  
 جو وقت یہ لفظ کام آئیگا۔ قیاسیہ غرض کیا اس وقت میں یہ خلیفہ ثانی کے اس قول کو  
 تسلیم کر لیا اور یہ نہیں کہا کہ افضلیت کو خلافت میں کیا دخل ہے شرط خلافت  
 افضلیت نہیں تو معلوم ہوا کہ صحابہ کے نزدیک افضلیت شرط تھی اقول اجماع  
 اہل النہایں ہماری نہ اصل صحیح ہے اس دلیل کی خوبی و متانت و جہت کو دیکھو تو دوا  
 ملاحظہ فرمائیگا کہ سطح اس دلیل سے کل صحابہ کے نزدیک شرط افضلیت ثابت فرمایا ہے  
 حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ افضلیت کو خلافت میں دخل ہے  
 اچھا مسلم لیکن دخل ہونی سے یہ کہنا کہ لازم آیا کہ افضلیت شرط خلافت ہے ہو گئی علاوہ ازیں  
 بحجرات اس قول کے سکوت صحابہ کا کیونکہ شرط اکلہ کر واسطے حجت ہو گیا۔ ممکن ہے کہ یہ  
 سکوت اس وجہ سے ہو کہ جب کہ ہر ایک کے نزدیک اس خلافت کا تحقق ہو گیا تو کہنی اور کسی  
 حقیقت پر کسی دلیل سے استدلال کر کے حق جانا ہو اور کہنی کسی دلیل سے استدلال نہیں کر آتی ہے  
 اسکی حقیقت سمجھو اور بعض نے احادیث سے اور بعض نے ازکمر ساتھ دلائل قیاسیہ یہی منضم  
 کی ہوں۔ تو چونکہ دعا اور طلب ہر ایک کا متحد تھا تو کیا ضرورت تھی کہ اہل دلائل میں  
 اور کہنی جو اپنی ہی دعا کو موید تھی اور نیز باعتبار نفس الامری صحیح تھی اور مطابق واقعہ تھی

پس اس سکوت کو حجت سمجھنا البتہ باعث استعجاب ہو۔ سہمہ انہی سکوت کو تو آپ دلیل  
تسلیم کی تسلیم فرماتے ہیں اور تعجب ہو کہ جناب امیر کی سکوت کو جو زبان خلفائے ثلاثہ فرمایا  
بلکہ سائل ہو اور ان ہی کے موافق بتلاتے رہی اور سامنی ہو کہ یہ کہی فرمایا کہ اہل بیت کے  
سوا کوئی خلیفہ نہیں ہو سکتا ہو تسلیم کی دلیل تسلیم نہیں فرماتے علیٰ ہذا القیاس جناب  
امام حسن رضی اللہ عنہ کی سکوت بکارت تسلیم کو ہی تسلیم نہیں کرتے اور یہ طریقہ ائمہ باقیہ میں سے جنوں  
سکوت فرمایا اور سب کچھ دیکھتے رہے اور کچھ نہ بولے تو اسکو ہی تسلیم تصور کیجیگا۔ ملاحظہ کیجئے  
وجہ فقہ کا جھگڑا وہ خود ایک ابو ذریب بات ہو کہ اصول شیعہ کے موافق ہی کوئی اسکو  
تسلیم نہیں کر سکتا۔ یہ حرف اسلمی عرض کیا ہے کہ آپ نے سکوت کی حجت کو تسلیم کر کے  
استدلال فرمایا ورنہ حضرت عسکری رضی اللہ عنہ کا قول قانت سیدنا و امیرنا واجبتا الی  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم کہ اس اعتبار سے پہلی تسلیم تھا کہ باعث  
واقع کے صدیق رضی اللہ عنہ کو بہادری و صفات حاصل ہے اور اس اعتبار سے ہی تسلیم تھا کہ ان  
اوصاف کو خلافت میں داخل ہے قولہ اگرچہ بعض صحیح جلیل القدر مثل ابن عباس و ابن  
عسکریہ کے یہ راہی کتب معتبرہ اہل سنت مثل ازالۃ الخفاء وغیرہ میں مفصل درج ہو ارادہ  
کہ گذر اس جھگڑا خوف اطاعت باز نہا اگر حضرت مجیب جنابین ازالہ الخفاء ملاحظہ فرمادین اکثر  
علما اہل سنت کا یہ ہو نہ سب ہو کہ افضل امام ہو تا بھی چنانچہ شرح مفاد کے تحت ملاحظہ  
خاتمہ میں تحریر ہو۔ ذہب معظم اہل السنۃ و کثیر من الفرق الی اللہ تعالیٰ للاختصاص  
اہل العصر۔ اقول ظاہر ہو کہ جن دلائل سے جناب استمداد افضلیت پر استدلال  
فرمایا ہے وہ دلائل بہ نسبت ان دلائل کے جو ترک فرمائی اوجہ و اقویٰ ہو نہ کہ موجب  
میں دلائل مذکورہ کو جو اوجہ و اقویٰ تھی دیکھ چکا اور انکو باطل کر چکا تو مشرکہ دلائل کے  
دیکھنے کے کیا حاجت باقی رہی بہر کیف جنکو ترک فرمایا ہے وہ دلائل مذکورہ کی کچھ کم  
درجہ کے ہی ہو نہ کہ توجہ انکا جواب ہو وہی جواب تقریباً انکا ہی ہے چھوٹی چھوٹی شرح مفاد کے



عبارت آپکی مثبت مدعا نہیں اور اسکی مطالبہ کو آپنی نہیں سمجھا افضل اہل العصر کی امت  
 کو یہی ستیعیں ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اگر اہل حل عقد بیعت خلافت کے یہی امام کو منتخب  
 توجہ دار افضل امت ہو اور اس سے بجا ذکر کے کسی دوسری کو امام بنادین۔ افضل کے ہوتے  
 فاضل یا مفضل امام بنا نا نہیں چاہی اور اسکی یہ معنی نہیں ہیں کہ افضل بدون بیعت  
 اہل حل عقد کے امام ہو جائیگا اور اسکی انفا و خلافت کے یہی بیعت اہل حل عقد  
 حاجت ہوگی اور اگر افضل کے ہوتی فاضل یا مفضل امام ہو گیا تو اسکا انفا و ہونگا اور  
 اسکی انفا لازم ہوگی پس اس سے یہی اشتراط کا ثبوت نہیں ہو سکتا۔ قول  
 تعجب ہو۔ عبرت کا مقام ہے کہ آپ کے خاتم الخدین بابائے ہمہ والی ان ہی کتا بوں میں احادیث  
 واقوال صحیحہ و علمایا ملاحظہ فرما کر اس شرط کو مخصوص اور افضل سے فرماتے ہیں اور اسکی لغت  
 کتا ب اللہ سے اپنی نعم میں ثابت کرتے ہیں۔ اقول یہ تعجب اس وجہ سے ہے کہ عباد  
 مطالبہ کہ ذہن رسالہ کی نہیں فرمائی دہ اگر نظر انصاف سے اور دل کو ملاحظہ فرمائیں  
 دہر و عنایت دیکھ کر نظر انصاف دیکھیں گے تو خود اپنی فہم پر تعجب فرمائیں گے اور اسکی  
 عسرت کا مقام سمجھیں گے چنانچہ پیوستہ ہی عرض کیا جا چکا ہے۔ قول اگر یہ اور بیعت  
 یہ بات اسکی ثبوت میں ہیں مگر خوف عداوت ان سب سے قطع نظر کر کے اب کچھ یہاں  
 ایک خاتم الخدین کے والد بزرگوار کے ہیں کہ میں دو کتا ب قرآن عین میں لکھتی ہیں  
 کہ۔ ابن سخن حق است کہ تا اعتقاد و انصافیت مبلغ قرآن و سنت و ہدایت و ہدایت  
 خاطر پر اخذ شرائع جمع نکرد و اور یہ بھی لکھا ہے شیعہ قائل شدہ اند با کلام امام می باید  
 است با سند معصوم و مفسر من الطاعت و منصوب من محمد و رسولہ و این قول متضمن  
 حق و باطل ہر دو شدہ است قول محقق است کہ انصافیت از امت بر نسبت اہل خلافت  
 و نبوت کہ متضمن قوانین و مبلغ شرائع و درجہ دین ایشانند لازم است و الا عتقاد و کلی حاصل  
 نشود و بجا حکمت حفظ الہی و تائید ربانی بحسب عادت می باید انبات کرد و بجا قرآن

طاعت و نسیب من عند الله و رسولہ اختلاف نبض و انوار می باید ذکر کرد تا سخن درست گردد  
 اینهمه اگر چه اس عبارت اسم صفت ظاهر می که محض خلافت خلفاء و ائمه بچانی کے یہوشا حجت  
 یہ تادیل علی بن دن دلیل فرماتے ہیں اور خود انکی اسی قول سے رد ہو سکتی ہے اور عار و عور  
 ثابت ہو کر چونکہ یہ محض صرف انضامیت کی ثبوت کا ہی ایسی ہم اس سے تعرض نہیں  
 کرتے اور انضامیت اس عبارت سے بخوبی ثابت ہے کہ انضامیت از است کو لازم کہتی ہے  
**اقول** چونکہ ہماری محیب اسبے اسجہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی کلاموں  
 استدلال فرمایا ہے ایسی نہایت خوب و نامیہ کہ کثرت ربط و تفصیل کے ساتھ جواب گذارش  
 کریں تاکہ وہ شبہات جو ہماری فاضل محیب کو عبارت از انہ انحضرت وغیرہ سے واقع ہوئی  
 نہیں رفع ہو جائیں اور اس دلیل میں سترۃ العین سے دو جگہ کی عبارتیں نقل فرمائی ہیں لیکن  
 ہم صرف دوسری عبارت کو جسکو ہماری محیب صاحب نے ثبوت عاز زیادہ سمجھ رکھا ہے  
 ہمارے نقل کرتے ہیں اس سے یہ بھی واضح ہو جائیگا کہ بعض مواضع میں نقل عبارت میں  
 شاید سہو و غلط واقع ہوئی ہے نیز این سخن بدان ماند کہ شیعہ قائل شدہ اند با اینکه امام مثنوی  
 افضل است باشد معصوم و معتمد من الطاعت و مضروب من عند الله و رسولہ و این قول  
 مستحسن حق و باطل و دوشدہ است قول محقق نسبت کہ انضامیت از است نسبت اہل خلافت  
 نبوت کہ مقتضی قوانین و سبب منع شرع و مروج دین ایشانند لازم است و الا اعتماد کلی چھل  
 نشود و بجائی نصحت حفظ الہی و تائید رحمانی بحسب عادات اللہ می باید اثبات نمود و بجای  
 اعتراض طاعت و نسیب من عند الله و رسولہ اختلاف نبض و انوار می باید ذکر کرد  
 اہل سنت و جماعت میں قول محقق و منفع دینین بلکہ در خلفاء اربعہ اثبات نمودن تفصیل میں  
 اجماع انکہ انضامیت کہ مکتوبہ در طبقہ اولیٰ مبنی باید کہ ہنگام احکام دین و تدریج شریعت  
 و تقنین قوانین آن بودہ و در ملک عفو ضریب کہ در ملک عفو نفس عامل علم دیگر شدہ و بحسب  
 دولت دیگر چنانکہ فتویٰ ہر قوف بود بر علم شیر بحال اینہم فتوایہ را منفع کردہ نوشتہ اند

اہل عبارت والی می باید و پس اتہم۔ اس عبارت میں لفظ اہل خلافت نبوت تبرکات  
 اضافی واقع ہوا اور ہماری محیب بسبب کی عبارت منقولہ میں دو عاطفہ زیادہ ہو کر اہل خلافت  
 و نبوت منقول ہوئے فرق باہمی حرف اطلاق تقید ہے اور عجیب نہیں کہ اصل نسخہ منقول  
 عنہ میں یہ غلطی کا نسب سی ہوئی ہو غرض کہ ہم اس سے چند ان تعرض نہیں ہے اسکی  
 بعد اگر اس ہے کہ جو کچھ انصافیت کے بارہ میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر  
 فرمایا ہے نہ وہ آپکی مدعا کو مثبت ہے اور اسکی معارض و مخالف ہے جو حضرت خاتم النبیین  
 رحمۃ اللہ علیہ نے تحفہ اتنا عشریہ میں شتم اہل انصافیت کی نسبت تحریر فرمایا ہے وہاں اور  
 یہ ہے کہ خلاصہ مطلب عبارات حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ جو مواقع شتی میں بیان  
 فرمائی ہیں یہ ہے کہ خلافت ایک کلی ہے جسکی سچی ازواج مختلفہ ہیں اور انکے عوارض جدا گانہ  
 اور اس کھوکا اپنی افراد پر صدق بطور تشکیک کے ہے پس محاصل عابہ یہ ہے کہ خلافت جو طبقہ  
 اولیٰ میں پائی جاتے ہے وہ حسب تصریح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک امت  
 متعین تک ہے اور شصت بعض خلافت نبوت ہے اور افراد خلافت میں اکمل ہے ایکلی اور  
 خواص میں ہے چند امور میں مثلاً اول لازم ہے کہ خلیفہ مہاجرین اولین اور حاضران حدیث اور  
 حاضران نزول سورہ نور اور حاضران شاہ عظیمیہ مثل بدر و تبوک میں سے ہو۔ دوسری یہ کہ بشیر  
 با نخبہ ہو تیسری یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی ساتھ لیا میا فرمایا ہو جبکہ اگر  
 منتظر الامارت کے ساتھ مع اللہ کیا کرتا ہے۔ چوتھی یہ کہ جن امور کہ ظہور کا وعدہ حق تعالیٰ  
 شانہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا ہو بعض ائمین سے اسکی باتہ پر بھی تھا  
 ہوں۔ پانچویں یہ کہ اسکا قول دین میں حجت ہو بسبب ترویج و تہذیب حضرت صلی اللہ علیہ  
 وسلم کی۔ ساتویں یہ کہ افضل امت ہو اس کی صفات ظاہر ہے کہ انصافیت گویا شیخ  
 اوصاف دیوانہت سابقہ کا ہے اور وہ خلافت نبوت جو طبقہ اولیٰ میں پائی جاتے ہے  
 وہ منحصر خلفار بعد پر ہے ہی اور مخصوص ائمین کے ذوات متحدہ کے ساتھ ہے اسکی

بعد سنی کرچو لو ازم خلافت خاصہ کند کور ہوئی اگر ادین سے کہی کا حق خلیفہ میں بنایا  
 مثلاً افضلیت ہی منقود ہو تو اس خلافت کی نسبت حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ  
 فرماتے ہیں کہ وہ خلافت منقود ہو جائیگی لیکن مرتبہ اہل سیراؤ کا انحطاط ہوگا اور  
 مرتبہ غریب سے نکل کر درجہ خضعت میں مستقر ہوگی لیکن اس کے خلیفہ کی اطاعت واجب  
 ہوگی اور اس کی تحت حکم جاریاں ہوگا اور اس کا نصب اعمال و قصات و اخذ زکوٰۃ و صدقات  
 صحیح ہوگا حضرات شیعہ فرماتے ہیں کہ افضلیت ایسی شرط خلافت ہے کہ اگر وہ فوت ہو جائے تو  
 مطلق خلافت باطل ہو جائیگی اور اس کی اطاعت و امانت اور اس کی ساتھ ہو کر جہاد و محبت ہوگا پس  
 نشاء ائمہ اہل صاف ظاہر ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب افضلیت وغیرہ کو شرط کمال قرار دیا ہے  
 جس کو فوت ہونے سے نفس خلافت فوت نہیں ہو سکتی اور حضرات شیعہ اس کو شرط نفس خلافت  
 نہیں لیا ہے جس کی فوت ہونے سے ان کی نزدیک اصل خلافت فوت ہو جائیگی یہ لہذا حضرت شاہ  
 عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ سے مخفی نہیں ہو جاتا شیعہ کے اشتراط افضلیت کا انکار کیا ہے تو وہ ہرگز  
 مبارض اور ان کی والدہ ماجدہ رحمۃ اللہ علیہ کے بچہ پر کے نہیں ہے کیونکہ حضرت صاحب تحفہ  
 نے جس اشتراط کا انکار کیا ہے وہ اشتراط وہ ہے جس کی شیعہ قائل ہوئی ہیں وہ یہ کہ  
 افضلیت کو شرط نفس خلافت قرار دیا ہے اور حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ  
 نے جس اشتراط کا اثبات فرمایا ہے وہ اشتراط ہے کہ جس کی شیعہ مثبت ہیں اور صاحب  
 تحفہ نامی بلکہ وہ اشتراط اس سے جدا ہے اور وہ اشتراط راجع الی الکمال ہے نہ نفس خلافت  
 کی طرف سے نفی و اثبات ایرین مختلفین کی طرف راجع ہیں اور ان کو شاید معلوم ہوگا  
 کہ تناقض میں آئے وہ حد میں ماخوذ و معتبر میں جیادین ہو کوئی فوت ہو جائیگی تناقض رفع  
 ہو جائیگا اور اجتماع جائز ہوگا اب اس تقریر سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ جسدہ دینا تین ازالہ خفا یا قوۃ بعینین  
 میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے مثبت اشتراط تحریر میں ہماری عجیب لیب کا ادنی  
 بہ شہاد صحیح نہیں ہے اسلیں کہ ان کی مدعا کی موافق نہیں اور ان کا مدعا اثبات اشتراط

انفصیت کا ہی نفس خلافت کو واسطی اور اذن عبارت تو نکاح عاقبت ہستراتھ فیصلیت کا ذکر  
نفس خلافت کر نہیں ہے بلکہ کلیت خلافت کو واسطی ہے پس اگر یہ باریک شوق نگاہ عباد  
میں تامل کرنے سے واضح ہے تاہم اگر ہر ہی عجیب سبب پر پوچھ دہا تو ہم محدود سمجھتے ہیں  
معاذہ ازین ہم پہلی کلاس کر آئی ہیں کہ آپ کا یہ عاواض اول دین میں ثبوت قطعی کو منقضی  
ہے اور ہماری واسطی اسکی ثبوت کے لیے دلائل قصہ کے اسلی ضرورت نہیں کہ اسکا اصول  
میں کو نہیں سمجھتے تو ہم کو دلائل غنیہ کافی ہوگی۔ لیکن آپ ادنا کو ہماری مقابلہ میں اپنی  
دعا کر ثبوت میں کیونکر ہمیں کر سکتی ہیں اور وہ آپ کے مدعا کو کیونکر ثابت کر سکتے ہیں  
پس ان دلائل کا اپنی دعویٰ کے ثبوت میں ہمیں کرنا صحیح غلط ہے جسکا نشانہ یہ ہے  
کہ آپ ہمیشہ اپنی دعویٰ کو بھول جاتے ہیں اور یا یہ ہے کہ وہ کہہ دہی مد نظر عالی ہے  
**قولہ** اب ذرا از ادخا کو جو کثیر الوجود ہی ملاحظہ فرمائی مقصد اول کے فصل دوم  
واقعہ صفحہ ۱۶ کو دیکھیں یہ عبارت تحریر ہے **و لا و از م خلافت خاصہ انت کو فیہ**  
**است** باشد در زمان خلافت خود عقلاً و نقلاً از انجست کہ در نکتہ اولیٰ تقریر کردیم کہ چون  
خلافت ظاہر ہمارے دین خلافت حقیقیہ است و خلق سنی در محل خود ثابت گردو لیکن ایچا اینج  
باید شناخت کہ یہ بعض خواص ریاست خواص لائن نیست پس خلافت او مطلق نباشد  
نصب غیر افضل حکم رخصت دارد ب نسبت غمیہ و رخصت خالی از ضعفی نیست عود  
مع مطلق نمواند شد و از ان بہت کہ در خلافت خاصہ لیکن دین مرضی میں کل وجہ مطلقیت  
دین نیز استحقاقات نفس صورت نہ بند و جنانکہ حضرت ترقی نزدیک استحقاقات اہل حق فرمود  
**الہ مدد اللہ بالما سخیما ایجمعہم یسک علی خیرہم۔ رواہ الماکر۔**  
بجائے خلافت مارکہ آنجا تکمیل دین رخصتی میں وہ دونوں وجہ مطلقیت لائن کل وجہ اور انجست کہ  
نہایت خاصہ نیست از بہت نیز کہ در حدیث آمد **و خلافت علیہا منہاج النبوة** و نیز آمدہ  
**تکون نبوة و حجة قمر خلافت و حجة و جمع ہر ریاست عامہ است** دین ہرینا ظاہر و باطناً

پس چنانکہ ابتدا شخصی ولایت میکند بر افضلیت وی بر امت تا قبح از مستغنی جل ذکره مرتفع  
گردد همچنان استخلاف شخصی بر امت ولایت می نماید بر افضلیت وی بر امت و از جهت  
که عامل مفسد شخص مفضل است است عن ابن عباس قال قال رسول الله صلی الله  
علیه و آله من استعمل رجلا من عصابة فی قتل العصابة من هو ارضی الله  
فقد خان الله و خان رسوله و خان المؤمنین و عن ابی بکر الصدیق قال قال رسول  
الله صلی الله علیه و آله من استعمل رجلا من عصابة فامر علیهم احدکم بما ماله فطیعه  
لعنة الله لا یقبل الله منه صرفا ولا عدلا حتی یدخله جہنم اخرجهما المحاکم  
از اینجا متوجه شدیم کہ خلافت کبری چه خواهد بود از وی نزدیک تر از هم امور و اختلاف بر و شر و عدم نظام  
اصلی با هو حق و یقین و ان را که شخص پیش گرفت و از انجبت که در وقت مشورت صحابہ را  
استخلاف افضلیت را نماند لفظ الحق بنده الگفتند و همچنین ساقط شد و اشتد در استخلاف  
صدیق اکبر چون خطاری خود بر ایشان ظاهر شد قائل شدند با افضلیت او این متبسی است  
بر آنکه استخلاف افضلیت صادق باشد و افضلیت خلفا را بر بعد ثابت است بترتیب خلافت بهر  
بسیار اینجا بر سه مسک الکفایت هم مسک اول آنکه استخلاف این بزرگواران منجر اجماع ثابت شد  
و اختلاف که لازم است افضلیت را حکم تقریر نهی بقدر حاجت - اس عبارت کو بطر غر و انصاف  
ملاحظه فرمایید کہ عقلا و نقلا افضلیت کو قائلین او بر جس حدیث کا هم و عده که آنی نه  
وہی ہمیں مذکور ہے **قول** قول سابق کے جواب میں جو تقریر مطالبہ حضرت  
شاہ ولی اللہ صاحب کی عبارت کی کہ آیا خون بصر اجماع یہاں جاری ہے خون  
کہ آنی با وجود اس وضع مرام اور ظہور مطلب کہ عبارت کو سمجھا اور مثل لا تقر بوجہ سلوۃ  
کہ استدلال فرمایا پس مختصرا گذارش ہے متوجہ ہو کر سن بھی وہی مدعا یہاں حضرت شاہ صاحب  
فرماتے ہیں کہ جو خلافت بنو کبریتہ کمال میں واقع ہے اور عالی تہذیب و اسلامی  
افضلیت عقیدہ لازم ہے جس جگہ یہ خلافت پائی جائیگر افضلیت ہی ضرور پائے جائیگر

استخلاف افضلیت کی تقریر و مدعا یہاں

اور جبکہ افضلیت فوت ہوگی یہ خلافت باعتبار اپنی اس مرتبہ کے فوت ہو جائیگا۔ دلیل اس کے خود  
 شاہ صاحب کے ہی عبارتوں طاری فرماتے ہیں بلکہ منصب غیر افضل حکم خصیت دارد نسبت  
 نسبت و خصیت خالی از خصی نیست و مورد مطلق متعلق تواند شد (اس سے صاف ظاہر ہے کہ منصب  
 کو اس است و خلافت منعقد ہو جاتے ہے۔ لیکن ترتیب میں نہیں ہوتا اور مطلق مورد مباح  
 نہیں ہوتا تو افضلیت شرط کھیت خلافت ہوئی نہ شرط نفس خلافت۔ اور اس سے کوئی  
 فرماتے ہیں۔ آری نزدیک تر از ہم امور و اختلاط خیر و شر و عدم انتظام علی موجب عنوان از  
 ترخص میں گرفت میجب ہے کہ آپ نے اس عبارت کو نفل کیا۔ اور اس سے استدلال  
 فرمایا اور ان جملوں کو نہ دیکھا اور نہ انکی مطلب کو سمجھا۔ اسی کا ش کچھ اپنی فہم نہ تھا  
 سرکارم لبتی اب ملاحظہ فرمائی کہ آپ اس استدلال ان عبارتوں سے اور جو انکی مبالغہ میں  
 کیونکہ صحیح ہوگا اور حدیث موعود کیا کارآمد ہوگی **قول** حیرت ہے کہ حضرت شاہ  
 صاحب تو اس شرط کے عقلاً و نقلاً قائل ہیں اور انکی خلف رسید یعنی اگر خاتم المحدثین  
 اس عقیدہ کو مخصوص ہر نفس مابین اور کتاب اللہ سے اسکی مخالفت برعم خود ثابت  
 کریں اور کتب احادیث وغیرہ تو خیر۔ کاش یہ کتاب اپنی پور برزگواری سے جکا جا  
 خود فرماتے ہیں ملاحظہ کرتے **اقول** اس فسوس کا مورد ہماری حضرت فاضل مجیب  
 فہم لبت ہی ہے اور یہ امر عبارت از الزام افتخار وغیرہ کو دیکھا اور بندہ کی گذشتہ شکر بخش  
 سمجھ سکتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جسکی عقلاً و نقلاً قائل ہیں حضرت خاتم المحدثین  
 رحمۃ اللہ علیہ اسکی ہرگز منکر و مخالف نہیں یہ معارضہ محض فاضل مجیب کے خوش فہمی سے  
 ناشی ہے کہ حضرت خاتم المحدثین نے اسکی نسبت جو کچھ تحریر فرمایا وہ نہ سرتابا صحیح ہے یہ عقیدہ مخصوص  
 شیعہ کے ساتھ ہی اور مخالفت عقل و نقل کے ہے نہ اسکو کتاب اللہ سے مدعی اور نہ احادیث سے  
 صدق اللہ علیہ وسلم اسکی بویہ ذرا جمع البصر کر تین **قول** حضرت شاہ علی اللہ صاحب اس عقیدہ صحیح  
 کی تقریر اسے مستمم میں نہیں فرمائی۔ بلکہ مائیت افضلیت خلافت میں

ایک حوالہ طویل الذیل لکھا ہے اور کتاب وسنت واقوال صحابہ و دلائل برہین لالی ہر چونکہ  
 وہ عبارت طویل ہے اور اس میں تفسیر میں طول ہو چاہی ہے لہذا ہم نہیں لکھتے اگر حضرت  
 مجیب چاہیں تو ازالہ اشغاک ملاحظہ فرمادیں ہم نے نقد فیصل مقصد صفحہ گذارش کرتے  
 ہیں سہلک رابع و اثبات فضیلت شیخین کے مقدمہ اولیٰ واقعہ صفحہ ۳۲۸ کو ملاحظہ فرمادیں  
 شروع اسکا بیان ملازمت درمیان خلافت خاصہ و فضیلت شخصی کہابین خلافت مکرر  
 ساختہ اند اور ختم پس فضیلت لازم خلافت خاصہ گشت و اللہ اعلم ہر **اقول**  
 سہمی ازالہ اشغاک میں یہی مفہوم ہی دیکھا علاوہ اسکی بہت مواضع میں فضیلت کے  
 اثبات میں تامل کیا ہماری فاضل محلیب کے مفید مدعا نہیں اور اس سے شہرہ فضیلت  
 سلطان خلافت کی یہی ثابت نہیں ہوتا جسک اثبات کر ہماری فاضل مجیب نے ہیں درحال  
 دلائل وہی ہر جو پیشہ گذارش ہو چکا حاجت تکرار نہیں قولہ اگرچہ فضیلت کو ثبوت میں حجتہ  
 گذارش ہوا نصف کریم کی کافی دوائی ہر کہ بقدر طول ہی ہو گیا اگر اس شرط کا ثبوت مختصراً کہی غلام محمد  
 کی تفسیر سے ہی پیش کرتے ہیں وہ اورین بھی ہر اپنی اقوال باقیہ کا جواب گوش لوجہ نہیں اردہ  
 یہ کہ اگر کسی خاتم المحدثین باب نبوت عقیدہ دوم میں یہ بحث فرماتے ہیں عقل نیز صریح دلالت  
 میکند کہ نبی را واجب الطاعت کردن و وحی بسوی او فرستادن و اورا امرنا ہی و حاکم علی الاطلاق  
 ساختن و امام زمانہ و تابع او گردانیدن بدون فضیلت نبی پر صبی تصور نیست و چون  
 اینہ معانی در حق ہر نبی موجود اند و در حق امام معقود و بیع امام اگرچہ ہر نبی فضل نمیتواند بود  
 انتہی بحدزجاجہ نہ کلام صریح دلالت کرتے ہی کہ نبی کا امرنا ہی و حاکم علی الاطلاق ہونا  
 فضیلت کا سبب ہے اور امام کا مبنوع ہونا اسکی مفضولیت کا موجب ہے اور اگر کسی  
 خاتم المحدثین نزدیک ہی ہر عقل صریح دلالت کرتے ہی کہ ہر شخص سمدانہ کہ اگر کسی خاتم المحدثین اسنادہ ہی امام کا  
 فضل ہونا اسکا عیاں نہ ثابت ہو گیا کیونکہ امام ہی امرنا ہی حاکم علی الاطلاق ہونا تمام عیاں اولیٰ تا ہرین اقول  
 مستحاجی حاجت محبت کے عیاں نیز نبوت فہم الاضافہ نامی کو یہاں تک مکرر دیا ہے و سلیس ہر لایاخذ عبارات کو



آپ نہیں سمجھتے تو اوسکی فہم غالب میں سرانجام کی راہ پر چلتی ہیں افسوس آپ جسباذکی  
 الصبح منظر وہاں جسنی تمام سائل غلامیہ میں یہ تکس تحقیقات کی ہو کہ مرتبہ جن تقصیر کا  
 حاصل کر لیا۔ وایسی عمارتوں میں ایسی فحش غلطی کھلائی فیالہجب ولفیضہ کلاب آپ نے اس  
 سے ہند لال نہیں سہہ دیا بلکہ اوسکو مسخ و تحریف کر ڈالا آپ اپنی مختصر الگزارت سے شاہ صاحب  
 رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بنی کا واجب الاطاعت ہونا اور وحی کا اوسکی طرف نازل ہونا  
 اور مردنا ہی وحاکم علی الاطلاق ہونا اور امام کا اوسکی تابع ہونا یہ محجبہ و عدا و صاف جو خداوند  
 تعالیٰ نے بنی میں نصبت رکھی ہیں اس امر کو مستلزم ہیں کہ بنی امام سے افضل ہو اور  
 بہرہن الفضلیت بنی کے امام سے یہ امور مستلزم نہیں اور تیبہ تمام اوصاف ہر ایک بنی میں  
 پائی جاتے ہیں اور امام میں مفقود ہیں تو کوئی امام کسی بنی سے افضل نہیں ہو سکتا ہے  
 آپ نے اس سے استدلال اسطرح فرمایا کہ اگر مردنا ہی وحاکم علی الاطلاق ہونا فضلیت کا  
 سبب ہے اور یہ امر بنی مردنا ہی وحاکم علی الاطلاق ہونا امام میں ہی پایا جاتا ہے تو وہ  
 ہی افضل ہے اگر استدلال میں جنہ و جہ سے بحث و تامل ہی آول یہ کہ شاہ صاحب نے  
 علامہ نے ہر احوال ان امور کے امام میں نہ پائی جائے کو بیان فرمایا ہے آپ نے اپنی تہلال  
 میں اوسکو خلاف اوسکو تحریف کیا اور یہ کہا کہ امام میں مردنا ہی وحاکم علی الاطلاق ہونا  
 پایا جاتا ہے اور باوجود اسکی اس مخالف دعویٰ کو کسی دلیل سے ثابت نہیں فرمایا پس  
 شاہ صاحب کی عیالشی سے کونسا استدلال ہے آنگوشا بد یہ جنال نہیں رہا کہ اس تحریر  
 نام دلیل ہی دیم ہم موب بک اور اصل مدعا سے اوسکو کچھ خلص نہیں رہیگا کیونکہ مدعا  
 یہ تھا کہ کوئی امام کسی بنی سے افضل نہیں ہو سکتا اور جب وہ اوصاف مخصوصہ جن  
 پر بنی کی فضلیت کا امام پر وارد رہتا تھا امام میں ہی پائی جائے تسلیم کر لیں تو تمام دلچ  
 مدعا کو مسخ کر دیا پس آئے تحقیق یہ تہلال شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دلیل سے نہیں  
 بلکہ اپنی مقدمہ مطویہ فی الزاہن سے استدلال ہوا جسکا ثبوت معتقلاً ہو سکر اور نہ نقلاً

ہاتھ ہم ہستی میں کسب انصافیت مجموعہ صفات مذکورہ کا ہی نہ ہو واحد کیونکہ واجب الوجود  
 ہونا علی العموم علت انصافیت نہیں حال انصاف بلکہ والدین واجب الوجود ہیں اور انصافیت  
 شرط نہیں تو یہ حضرت مجیب کی کمال مناظرہ دانی اور نہایت ختم و انصاف ہے کہ  
 اوس مجموعہ میں سے بعض اوصاف لیکر اوس حکم مجموعی محمول فرمایا اور یہ سمجھا کہ مجموعہ کا  
 حکم اجزاء کو حکم سے جدا گانہ ہوتا ہے اس میں نزول بھی کو بھی شامل کیا ہوتا کہ امام کیواسطی  
 ثابت ہے چنانچہ اکی حضرت کلینی نے محدث کو معنی میں ایک قسم کے نزول وحی کو روایت  
 کیا ہے اور جب نزول وحی اور آمدنا ہی و حاکم علی الاطلاق ہونا ثابت ہوتا تو آپکا استدلال  
 شاید صحیح ہو جاتا گو ختم کے نزول صحیح ہوتا یا نہیں۔ مثالاً سلنا کہ آمدنا ہی و حاکم  
 علی الاطلاق ہونا مستلزم انصافیت ہے۔ لیکن ہم کب تسلیم کرتے ہیں کہ امام آمدنا ہی و حاکم علی الاطلاق  
 و حاکم علی الاطلاق ہے یہ تو صرف حضرات شیعہ ہی کے خلاف عقل و نقل تسلیم  
 فرما رہا ہے پس اپنے سلامت سے ختم کو الزام دیتا ہماری مجیب لیب کی کمال  
 دہشتندی اور مناظرہ دانی ہے۔ ہم امام کو آمدنا ہی و حاکم علی الاطلاق نہیں کہتے تو بلکہ  
 علی نقیہ کہتے ہیں کیونکہ وہ متبع قانون شرع ہے بخلاف بنی کے کہ اوسکی اوامر و نواہی خود  
 تشریع ہیں جو کچھ وہ فرمادی وہ قطعاً حکم خداوند تھا لے ہے اوس میں دوسرا احتمال نہیں اور نہ  
 کوئی دوسرا قانون اوسکی لیب ہے کہ جبکہ مطابقت و عدم مطابقت سے اوسکی صحت  
 و غلطی طبع ہو سکتی ہے دوسرے کو آمدنا ہی و حاکم علی الاطلاق کے لیب میزان و قانون ہے۔ راہب  
 اس جہد کا مطلب ہماری تعجب نہیں آیا معلوم نہیں یہ کیا چستان و ہیلی ہے (اور  
 امام کا متبوع ہونا اوسکی مفضولیت کا موجب ہے) ہماری مجیب فرامین تو سہو کہ  
 حضرت از اس جہد میں مطلب رکھا ہے یا نہیں ہماری خیال میں تو یہ آتا ہے کہ متبوع ہم  
 مفعول کا صیغہ تھا تو خیال کیا ہوگا کہ اوسکی لیب مخالف صیغہ اسم فاعل کا (فاضل یا مفضل)  
 تو مناسب نہیں لہذا اعتبار معنی کے مجب ہوگا کہ اوسکی لیب اگر صحیح ہوگا تو اسم مفعول کے مفعول

مفعول کا ہی صیغہ ہوگا اسلیٰ مفضولیت کا اطلاق کر دیا سبحان اللہ ع برین علم برین  
 بیا بگرتیت بلکہ بیا بخندید۔ یہ اس فہم و یقین پر ہے دعویٰ یہ کہ یہ مہندی کی مثل ہے  
 اس برائی پر تباہی قتل اسباب اسید ہی کہ کوئی غنی ہی ہے جائیکہ ہماری مجیب ہوئی  
 دومی ہوش اس شرط کا انکار نہ کیا کیونکہ ہمیں عقل و نقل کتاب و سنت حتیٰ کہ اقوال ائمہ  
 و صحابہ و عترت و علماء اہلسنت و دالہ ما جہد اکی خاتم المحدثین کے قول سے اس شرط کو بخوبی  
 ثابت کر دیا و الحمد للہ علیٰ ذلک اقول جعفر اپنے افضلیت بلکہ شریعت علیٰ ثبوت میں  
 دلائل پیش فرمائی اور برعہ خود عقل و نقل کتاب و سنت و اقوال ائمہ و صحابہ و عترت و علماء  
 اہلسنت سے ثابت کیا وہ فی الحقیقت نشہ پر آب بلکہ لعان مراب تباہ بول اللہ و قوتہ تعالیٰ  
 ہماری موجودات سے جو اوپر متعلق حرج و قدح کے کئی گئی ایک سخت تباہی کہ اوپر شدت الہیہ  
 فی یوم عاصف بہا و مشور ہو گیا اور مثل نادر بود و شکوت کی مہنی او سکوت توڑ پھوڑ کر رکھ دیا اور  
 آفتاب نیروز کو دافع کر دیا کہ یہ ہست لالات محض حضرت مجیب کی اور ان کی بزرگوں کی خوش  
 فہمی سے ناشی میں اب بعد اسکے یقین سے کہ کوئی اجمل و اعنی ہی ہے چاہے جیسے ہمارے فاضل  
 مجیب جیسی ہوئی الصبیح دومی ہوش ان شرط کو تسلیم نہ کیا کیونکہ جو امر عقل و نقل کے ثابت  
 ہوا او سکوت کوئی عامل و نذر تسلیم نہیں کر سکتا اللہ العلیٰ و اللہ العلیٰ و اللہ العلیٰ و اللہ العلیٰ  
 قولہ اور بیان کرنا چاہی کہ مدار و جواب نفس کہ اس اصل پر جو کشف علی اللہ واجب ہے پھر  
 اری نہ سکا اثبات بھی ضروری ہے۔ اقول ہم اکی علماء و صحابہ مقبولہ کے اقوال سے وجوب  
 نفس ثابت کر چکے آپ اپنی عمارت سے دریافت کیجی کہ وجوب نفس کہ مدار اس اصل پر جو یکساں اصل پر  
 یقول البید الفقیہ الی مولادہ الغنی ہماری فاضل مجیب علماء و صحابہ کے اقوال سے جیسا  
 کہ وجوب نفس ثابت فرما کر آئی وہ اصل علم الصفات پر بخوبی واضح ہو چکا اب اس سے  
 صحت طے ہو کہ ہمیں نفس در ذلح الوقتی بلکہ گریز ہے جب ان حضرات کو دار دیگر ایجاد کے  
 شکوہ میں پہنسنی کا خوف ہوتا ہے تو اس طرح راہ قرار دینا ہوتا ہے علماء و ائمہ

یہ کیا ضرور ہی کہ جو چیز وجوب نفس کے لیے آپکی نزدیکی اصل مدار ہو وہ ہی ہماری نزدیک  
 ہی ہو۔ ہماری نزدیک سری ہی وجوب علی اللہ ہی غلط اور غلط ہی لیکن آپکی نزدیک  
 برومی آپکی عقل کے خداوند تعالیٰ تعالیٰ کو کون علو الکیڑا کی ذات پاک پر لطف چاہیے  
 اور وجوب علی اللہ ثابت ہی اور وجوب نفس کا مدار ہے اسی پر ہے۔ لیکن چونکہ  
 وجوب نفس کے دلائل ہی میں ہیبت غلطان و بیجان ہوئے اور ہر اوقات وہ ہی  
 غلط ساطع دلائل نقل کیے تو اب اگر اصل کے دلائل کو چھوڑا جائے تو دلائل ہم ہونچنی تو  
 معلوم نہیں بلکہ المنی عند الفاسد جعفر دلائل ثبوت وجوب نفس میں ذکر فرمائی  
 ہتی وہ ہی لغو اور لاطائل ہوتے اس درمیں پافین ہی قبول اگرچہ یہ عقیدہ وجوب  
 کافی تھا اور جو اعتبار کہ از الہ الحنفی نقل ہوئی ہیں اور میں اس وجوب کا مدار ہی یہ قدر  
 لکھا ہے مگر ہم حضرت مجیب کے ارشاد کی تعمیل کرتے ہیں اور مدار ہی اس وجوب کا عرض کرتے  
 ہیں چونکہ امامت کے لیے عصمت ضروری ہی چنانچہ ثبوت اس کا گزر چکا اور عصمت  
 سوامی اللہ جل شانہ کے کوئی نہیں جانتا ایسی ضرور ہی کہ امام مخصوص میں اللہ و رسول  
 ہو۔ اعتبار از الہ الحنفی ہی یہ بات ثابت ہی گوشہ صاحب نے لفظ عصمت صریح نہیں لکھا  
 اور وہ پاس خلافت خلفائے کرام کے لفظ کیونکہ لکھ سکتی ہی۔ **اقول** کتب عقائد  
 شرح توحید و شرح باب حد عشر المسیم بالنافع یوم الحشر کے دیکھیں یہی معلوم ہوا ہے کہ اصل  
 امامت کا یہی مدار اصل پر ہی کہ لطف علی اللہ واجب ہو اوسکی یہ شرط ہی خواہ بلا  
 خواہ بالواسطہ اسی اصل کی طرف راجع ہو گا۔ لیکن وجوب لطف کا نام کیونکر لیکن ایسی  
 نہ اوسکی امامت کا اقرار کرتے ہیں اور نہ اوس سے انکار ہی فرماتے ہیں اگر اقرار کریں  
 تو اس کا ثبوت کہا نہیں لادین اور انکار کریں تو یہ ہر ہی کہ کل کہ خصم دست گیر بیان ہو گا  
 ایسی آپ نے وجوب نفس کا مدار وجوب عصمت کو ٹھرایا اور اصل سوال (کہ وجوب نفس کا مدار  
 اس اصل پر کہ لطف علی اللہ واجب ہی یا نہیں) کی جواب میں لا ونعم کجید فرمایا یہ منظرہ

و اگر غیر ختم ہو چکی ہے کہ ہندسی نہیں تو کیا ہیں۔ لیکن آپکی ختم ہو چکے ہیں چہاں چورانی والا ہے  
 اور غیر وجوب لطف کو اچھا رہنے دیا اگر وجوب عصمت پر ہی کچھ ناز ہی تو ہمیں اوسکی دلائل  
 پر ہی مختصر کردہ کچھ جرح و قدح کی ہے جو آپ جانیکر اور حضرت شاہ صاحب ہم نے اگر عصمت  
 نہیں لکھا تو سیاسی خلاف و خلفاء نہیں بلکہ سیاسی ثابت نہیں کیا کہ خلاف کتاب  
 و سنت کیونکہ لکھ سکتے ہیں **قول** اور لطف علی اللہ کا جو ذکر کیا ہے اور اسکا ثبوت  
 چاہا ہے اگرچہ یہ اصل ہے اپنی محل پر ثابت کی گئی ہے مگر چونکہ یہ بحث آہیات سے  
 متعلق ہے لہذا اسکی ثبوت کی چند ان ضرورت نہیں **اقول** جناب میر صاحب  
 یوں تو آپ کے جو دل چاہے فرما میں نہ آپکو ثبوت آہیات کی ضرورت نہ ہو انکے حریف ایک  
 امامت سے امامت کافی ہے لیکن پہلے آپ اپنی ختم کے گذارش سنی اور کچھ بعد فرمایا ہے اگر آپکو  
 وجوب لطف کے ثبوت کی ضرورت ہے یا نہیں وہ یہ گذارش حضرت والا کرنا ہے کہ وجوب  
 عصمت لغیر غیر بلکہ تمام محبت امامت کے لیے وجوب لطف علی اللہ اصل ہے یا نہیں  
 اگر جی اور فی الواقع آپکو نزدیک اوسکی امامت مسلم ہے تو یہ اصل ثابت ہے کیونکہ مسلم  
 محال ہے کہ وہ فرع جو اس اصل پر متعلق ہوگی وہ پہلو فاسد و باطل ہو گئے تو گویا آپکی ختم نے  
 اس صورت میں آپ کے مسئلہ امامت کو وہ اوسکی لواحق کے مبادی بحث ہی میں باطل کرنا چاہا  
 اور جن کو کیا کہ ابطال دلائل میں زیادہ تخفیف مسئلہ لالات کی ضرورت نہ پڑی ہے چہاں اب لاا کا  
 یہ فرماتا کہ چونکہ یہ بحث آہیات سے متعلق ہے لہذا اسکی ثبوت کی چند ان ضرورت نہیں  
 آپ ہی الصاف سے فرمادین کہ ہمدی وہ اب مناظرہ کے صحیح ہے یا غلط ہے اور آپکو  
 بحث امامت ہی میں اسکا ثبوت و اثبات کی ضرورت ہے یا نہیں۔ علاوہ ازیں اس  
 بحث کے آہیات سے متعلق ہونے سے اگر یہ غرض ہے کہ اسکا امامت سے کچھ متعلق نہیں  
 تو غلط ہے چنانچہ ابھی واضح ہو چکا ہے اور اگر نفی علاقہ کی امامت سے مقصود نہیں تو پھر یہ  
 ارشاد فرماتا کہ اگر ثبوت کی چند ان ضرورت نہیں میدان مناظرہ سے مرع کر رہی ہے۔ بیست

حرف مطلب کو میری سنگم بھنڈا رکھا ہم سمجھتی نہیں بکتا ہی یہ سودا کی کیا بات  
 انطہ چنان سہی بڑا ملوگا کئی کچھ ضرورت تو ہی لیکن بقایہ شکش کچھ انظار کر کا نہ کم  
 سمجھ گئی قال الفاضل المحیب قولہ۔ اور اختلاف نص کے صورت میں کس کو امام  
 سمجھا جائیگا۔ اقول۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ میں نہیں آتا جبکہ نص کی شرط ہستی ثابت  
 کردی اختلاف نص کے کیسے اگر نص میں اختلاف ہے تو نص ہی کہاں ثابت ہوئی  
 یہ قول العبد الفقیر الی مولانا الغنی۔ حضرت میر صاحب دافعی اسکا مطلب  
 جناب کے فہم شریف میں نہ آیا ہوگا کیونکہ باوجود اینہمہ ادعا کے شجر لکھو اپنی نہایت  
 روایات و مخصوص خبر نہیں ہے لیکن ہم ہی خدمت سامی میں گذارش کرتے ہیں کہ حضرت  
 امام صادق رضی اللہ عنہ کی جو دو فرزند تھے ایک اسمعیل دوسری حضرت موسی کاظم رضی اللہ عنہ  
 آپ کو فرزند کمان اسمعیل تھے جنکو آپ حسب تصریح صاحب تذکرہ الامم سے زیادہ محبوب رکھتے  
 تھے اور بہت پیار کرتے تھے اور قدر و منزلت میں تمام اولاد سے زیادہ برگزیدہ و متمیز سمجھتے  
 تھے اول حضرت نے امامت کو انکو نامزد فرمایا اور انکی یہی امامت کی نص فرمائی یہہر دو وجہ  
 ہوئی کہ ایک جم غفیر اسمعیل کی امامت کا قائل ہیں فرقہ اسمعیلیہ کے نام سے موسوم ہے  
 بعد اسکو حسب آیات حضرت شیخ (دریغ بر گردن اوی) جب اسمعیل معصوم غافل تھے یہ وہ حرکات  
 قبیحہ کا ہوا تو حضرت امام صادق رضی اللہ عنہ نے امامت کو بنام امام موسی کاظم کے مخصوص  
 فرمایا اور اپنی اصحاب کے جواب میں جو بابت اختلاف نص صادر ہوا ابدار کا عذر فرمایا آپ کے  
 رئیس المتکلمین نے نقد محصل میں اپنی پیشوایان دین سے نقل کیا ہے کہ حضرت امام صادق رضی اللہ عنہ  
 عنہ اسمعیل سے خود قائم مقام خویش فرمودہ برنامہ منش نفس نمودند چون امور ناشایستہ اور جملہ  
 یافت امامت را بنام موسی کاظم قرار دادند و بموجب اصحاب عذر بردار آواز نہادند۔ نقل عن  
 از آلہ ائمہ اربعہ کہ امام موسی کاظم فرمود کہ جو شخص کہ اسکا نام اسمعیل ہے وہ میرا  
 از آلہ ائمہ میں نقل کیا ہے بعد از کہ ابی جعفر علی جعفر عالم یکنہ یوسف کہ کجا بداء

بعد مضمی اسمعیل بلکہ روایت کلینی کہ اس اختلاف کے علاوہ دوسرے اختلاف ایک حدیث  
 اب جعفر بن یحییٰ سلم ہوا ہے اس میں ان روایات کو ملاختہ فرمائیے اور ان کا مطلب بھی سمجھیں  
 اور اختلاف نفس کو دیکھیں کہ وہ کی گندارش ہی سمجھ میں آجائے کہ بعد اس کی جواب کا فکر بھی اور اگر  
 پہر ہی سمجھ میں نہ آوی تو بندہ کا تصور نہیں ہے **قول** کیا بارگاہ خداوندی میں ہر مسل  
 مخالف نشانہ جہاں اختلاف واقع ہوتا ہے **اقول** حجاب کیا آپ کو معلوم نہیں ہر جہاں ہے  
 حضرات تبعہ کے بارگاہ خداوندی میں (معاذ اللہ تو بہ تو بہ نقل کفر کفر نباشد) مثل تجاوت جہ  
 صحابہ یکم مثل علوم اختلاف ہوتا ہے اور مقتضی ادوں روایات کے جائز ہے کہ (نعوذ باللہ) خدا  
 تعالیٰ نے عتقاً یقول الظالمون علواً کبیراً اور اختلاف مصلحت نام نہاد حکم سے کوئی ارادہ  
 یا امر فرمادی اور بعد اس کی امر فرین مصلحت اور سپر امر واد کا حکم فرمادی اور اس کو نفیہ بار سے تعبیر  
 فرماتے ہیں جہاں تاخیر روایات سابقہ میں پہلے نادرانگی سے اسمعیل کے نام خلاف مصلحت  
 اس کے کہ نفس ہوئی اور جیسا اس کی اعمال نامہ شائستہ سرزد ہوئی اور معلوم ہوا کہ یہاں شری  
 جو ان کی نام مضمی خلاف مصلحت تھی تو پھر دوسری دفعہ حضرت امام موسیٰ کاظم کے نام پر اس کے  
 نفس فرمائی اور غدر کر دیا گیا کہ پہلی نفس میں خدا تعالیٰ کو (معاذ اللہ) بے پروا قلع ہو گیا تھا۔  
 علیہ العیاس اور بہت بہتین میں جو اس کا کوئی تاب کرنی میں تفسیر صافی سورہ وعدہ تحت قولہ  
**توب** **بسمی** **اللہ** **ما** **ایتنا** **روایت** **نور** **سور** **والعیاسی** **عز** **الباقی** **لہ** **قال** **کان** **علی** **بن** **الحسن**  
**یقول** **لن** **لا** **ایۃ** **فی** **کتاب** **اللہ** **لحد** **کم** **ما** **نکون** **الی** **یوم** **القیامۃ** **فقلت** **لہ** **ایۃ** **قال**  
**قول** **لہ** **ایفخو** **اللہ** **ما** **لنساء** **وینبت** **وینبت** **أم** **الکتاب** **اس** **روایت** **صاف** **حاضر**

صلوہ پر جس کے بھی اور جس میں نہ کو خواہ کو بھی ہیں جہاں تاخیر ہو گیا تھا اسمعیل کے نام پر کہ وہ موسیٰ  
 میں ہو گیا۔ **صلوہ** معنی پیش ہے نام روایت کی جی کہنا نام میں اللہ میں مراد کہ نہ ہنسی ہو کر اللہ  
 میں ایک آیت سولی زمین کو قنات تک موعنے والی مانگی مراد ہے۔ میں پوچھا کہ کون سی آیت ہے مراد کیا  
 بول جس کا ترجمہ ہے مٹا ہے اللہ جو چاہتا ہے اور آیت رک ہے اور اس کی اس ہے اصل کتاب

۳ ۲ ۱ ۰ ۱ ۲ ۳  
 ۴ ۳ ۲ ۱ ۰ ۱ ۲ ۳

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص اس حدیث کو پڑھے اس کا گناہ مٹ جائے





ابد بامین نادانست که اختلاف مصلحت ہوتی ہے بخلاف نسخ کے نسخ میں بیان اتنا کم ہوتا ہے  
 وہیں غرضیکہ بانسخ مراد نہ رہتا بلکہ میں نہیں بخلاف نہیں قولہ اسکو مفصل تحریر فرما کر بھیجا  
 تاکہ جواب گذارت ہو **اقول** ہمیں مفصل گذارش کر کے بخوبی سمجھا دیا ہے جو اب عنایت  
 ہو۔ **قال القائل المحبیب** قولہ اور زمان قدرت میں کیا حکم ہوگا۔ **اقول**  
 وہی جو زمان قدرت نبوت میں ہوتا ہے **يقول العبد الفقير الى مولاه**  
 یہم جواب محل بحث و مائل ہے کیونکہ قرۃ الرسل کے معنی حسب تصریح صاحب تفسیر صانع  
 فتورالارسال اور انقطاع الوحی کے ہیں جس سے مراد وہ زمانہ ہے جس میں رسالت بند ہو جاوے  
 اور وحی منقطع ہو جاوے تو ہماری فاضل نے جو فقرہ **انما تنزل الوحي على رسلنا** کیا ہے  
 قیاس مع الفارق اور غلط ہے کیونکہ شرائع سابقہ کے نسبت خداوند تعالیٰ شانہ کی بظہر  
 حفظ اور بقا کا وعدہ نہیں تھا یہی وجہ ہوتی ہے کہ لوگ اس میں کج متفکر ہوتی تھی  
 اور کتاب اللہ کو تحریف کر ڈالتی تھی بعد اسکی جب کوئی نبی مبعوث ہوتا تھا تو اسکی تجدید  
 کرتا تھا اور جو کچھ اس میں خرابیاں ہوتی تھیں رفع فرماتا تھا کوئی مستقل شریعت جدا گانہ ذکر  
 بھیجا جاتا تھا جب ہماری پہنی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم الی کا قہ العرب والعجم مبعوث  
 ہوئی اور خداوند تعالیٰ شانہ نے کتاب نازل فرما کر دین کی تکمیل فرمائی اور اسکی حفظ وصیانت  
 کا وعدہ فرمایا اور نام ادیان پر دین اسلام کی غلبہ کا شہود سنایا تو اس سے صاف معلوم  
 ہوتا ہے کہ اس شریعت میں تغیر واقع نہ ہوگا اور اسکی کتاب محفوظ رہے گی تو اگر ایسی شریعت میں  
 قرۃ واقع ہو چکا واقع ہونا کچھ ضرر رسان نہیں ہے تو اسکو ابسی شرائع کی قدر رسالت پر قیاس  
 کرنا جو سندرس ہو چکا ہو اور نہ اسکی کتاب باقی ہو اور نہ اسکی احکام اپنی حال پر ثابت  
 رہے ہوں سخت بے ہوشی غلط ہے قطع نظر اس سے قرۃ کا واقع ہونا ہی خود وجوب  
 لطف کے خلاف ہی گویا اگر نبی مبعوث تقریباً ہی یا ائمہ مفسرین تقریباً ہی تو معاذ اللہ  
 آپ کی نزدیک خدا تعالیٰ کے خود تبارک واجب اہد عام ہوگا جسے شانہ عظام مفسرین اور فاضلین



بنی ابی سفیان از یمن مدنی احد من بعدہ عہد اہل کون الامم من بعدہ  
 شوری بین المسلمین وعلی ان الناس امنون حیث کا نوا من ارض اللہ شام  
 وعراتہم وجزائہم وینہم وعلی ان اصحاب علی وشیعۃ متون علی انفسہم  
 واماوہم ولسانہم واولادہم وعلی معویۃ بن ابی سفیان بذلک عہد اللہ  
 ومبتاقہ واما اخذ اللہ علی احد من خلقہ بالوفاء بجا اعطی اللہ من انفسہ و  
 علی ان لا ینبغی للحسن بن علی بن ابی طالب ولا لایخیہا الحسن ولا لایحید من  
 اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غایبہ سزا ولا جہرا ولا یخفی احدہم  
 فی الافاق شہد علیہ بذلک وکنی باللہ شہیدا فلان وفلان والسلام اس  
 صبح نامہ کی کلمات کو غور و فاسر ملاحظہ فرمائی کہ حضرت امام نے امیر معاویہ کو کیا پیغمبر  
 تسلیم فرمائی وہ تو لیتا در ولایت اسر مسلمین ہی جو معاویہ است ہی یا کوئی اور چیز ہے  
 اگر ولایت اسر مسلمین کے سپرد فرمائی ہے تو ہر آپ ہی فرمائی کہ است کو ایسی ہی طرح  
 کیا یا نہیں کیا اب فرمائی آپ کو وہ نفس کہاں گئی جسکو آپ ثابت فرما کر آئی تھی اور  
 علاوہ اسکی وہ جملہ علی ان جیسے مسلمین کہاں اب اللہ سنت بولہ رسیترہ اختلاف اہل حقین  
 اور بل کوین الامم من بعدہ شوری بین المسلمین نہ سب مسلم پر کیسی کجی خرابی و انتہا  
 ہیں اور جبر تسبیح کی نکالتو ہیں چونکہ مقصود اختصار ہی اسلیمی اشارہ کیسی دیتی ہیں اب انہی

اس ابی سفیان کو افسر ہیں کہ اسی بعد کیا واپس آئی تھیں ساری جگہ اسکی ہند اسر مسلمین سے عہد شوری کی ہو گا  
 اور سپر کرک کہ شہر میں جس جگہ کوئی خود شہر میں اس عراق میں اور جمہ زمین اور میں میں امن و مکی اور سپر  
 کو علی کے اصحاب اور اسکی سید اسکی جاؤں اور مالوں اور عورتوں اور بچوں پر اسوں ہو گئی۔ اور اس مسلمین  
 میں عہد۔ یہ وہی سید یا ہند کا عہد اور متفق ہو کر رہے تھے اللہ سے عہد یہاں سے کسی سی ایسی مسلمین  
 وہاں کوئے اس عہد پر جو ایسی سی طوت سے حد کے ساتھ کیا ہے اور مس شوری۔ کہ جس پر بنی بن ابی طالب  
 اور اسکی بہن حسین کہ اور المہبت سے کہ کوئی فریب ہو گا ورنہ شہر اور ہند کوئی دیکھ سکی کسی پر  
 غم کر گئی اس پر اس زمانہ گواہ ہوتے اور ائمہ گواہ کافی ہے۔ ۱۲۔

و کما سجد لیس - بان بیان اس قدر باقی بگیا که حضرت امام نے خلافت و امامت حضرت  
 امیر موعود کو تسلیم تو فرمادی - لیکن بیعت نبوی فرمائی یا نہیں فرمائی سو اسکو ہم جیسے کہ  
 میں نے کہہ چکے ہیں - اس کو معلوم ہوتا ہے کہ امام نے بیعت ہی فرمائی بلکہ اعتبار نہ  
 چون امام ہمارے اہل اسلام بقضیہ آقا کے حکم شام در آمد روزی عشرین العاص موعود را  
 گفت که حسن یا کبر که خطبہ خواند و مزار از دستغفار حق خویش و خلافت تو آگاہ گرداند و چنان  
 نمود که حسن رضی اللہ عنہ از اواز خطبہ عاجز خواهد آمد و خلایق را معلوم خواهد شد کہ او را  
 قابلیت این امر بخودہ متوجہ نیست از قبول این سخن با نموده بالاخر برابر بحاج عشرین  
 امر را از امام حسن التماس نمود آنحضرت بتمسک در اسبذال استہ در مجلسی کہ جمہور اعیان و عوام  
 و شام حاضر بودند بر منبر صعود فرمود و فرمود کہ ایہا الناس بہترین مرا کہب تقوی است  
 و بدترین جہنم فجوہر است و بدترستی کہ اگر شما طلب نمایند از ہا بلقا و جا بجا مردی را کہ بعد از محمد  
 باشد نیاید کسی غیر از من و برادر من نماید کہ خدا تعالی شمارد بہایت و بیکدم و بجات بخشید  
 از غوائت و شمارا بغیر گردانید بعد از مذلت و بسیار سخت بعد از ذلت و بدترستی کہ موعود  
 بامن نزاع کرد و امری کہ حق من بود پس من برای قطع فتنہ و صلاح امت این مهم را  
 بروی باز گذارستم و ترک محاربه گفتم و چنین خون اہل شام را داند استقیم ہر آئینہ شام است  
 کند مرا کہ این امر را بغیر اہل ان و اہل حق را و غیر خود خلعش نہاد و مقصد من صلح  
 است بود و ان ادھر لعلہ فتنہ لکم و متاع الی حین چون سخن بدینجہ رسید موعود  
 بر حالت شدہ گفت پس است ای ابو محمد فرمادی و بر دانیکہ در گفتن فخر و غم  
 از خطبہ مذکورہ موقوف است کہ قد یا بعد و راست ان حقن الدماء خیر من سفکھا و لم  
 ارد بذلک الا صلاحکم و بقاءکم و ان ادھر لعلہ فتنہ لکم و متاع الی حین

طہ حقیقی بیعت کی جو امری را من یہ آبا کر خان نے ہی سہرا کی حفاظت بہتر سے اور بار بار اس سے  
 جو فرائض فرمائی اور اہل کربچہ نہیں جو اہلین جاننا یہ شاید بہاری ہی نشندہ ارک وفت تک نفع نہانا ہو - ۱۲-

او کو تسبیح سمجھنا امام حسن رضی اللہ عنہ کا تخطیہ مرجع ہے میں ہم پوچھتے ہیں کہ عصمت اور خطا  
 یعنی ہے۔ علاوہ ازیں اوائل سالہ زہد میں گذر چکا ہے کہ ایک دفعہ امام حسین رضی اللہ عنہ بیت  
 کی غسل سے ایک ضیف کیلے بعد ایک رطل کے غسل لے لیا بہت اوسپر جناب امیر نے ہدف  
 غیظ و غضب فرمایا کہ مارنے کا قصہ کیا اور ہذا تحقیق بیت المال کا پذیرا فرمایا بلکہ تصرف  
 قبل القسمت کو ناجائز فرمایا اور حضرت امام نے جعفر رضی اللہ عنہ سے بیت المال سے لیا تھا جسے الفور  
 جناب امیر نے قسم اول باز دوسری خرید کر کے اوس ہدف کو میں داخل فرمایا اور ظاہر ہے کہ یہ  
 تخطیہ میں ہے اب فرمائی کہ عصمت اور خطا یعنی ہے۔ لیجی آپ امکان تخطیہ کے یہی تکرار  
 ہتی ہے آپ کو اسکا وقوع ثابت کر دیا۔ اور نیز شروع اس سال میں ہم حضرت فاطمہ رضی اللہ  
 عنہا کا جناب امیر رضی اللہ عنہ کی نسبت تخطیہ کرنا اور کلمات سے تعجب مثل حسین پر وہ  
 نہیں رحم تہ الخ فرمانا بیان کر آئی ہیں آپ کو یاد ہوگا محب کو نظر آتا ہے کہ آپ حصہ اکابر  
 میں محمود ہو کر بجا دامن قصہ حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کو سمجھتے اور الزام اسکو  
 پیش فرماتے لیکن اساحال میں کہ اراد اسکا تخطیہ ہونا باطل ہے علاوہ اسکا ابھی خطا ہونا  
 جس میں اپنا محصور میں غیر مسلم ہے اور برحق محال اگر انبیاء میں تخطیہ واقع ہو بھی تو چونکہ  
 انبیاء باتفاق فریقین محصور میں اور اوکرم عصمت و لائق قطعیت سے ثابت ہے تو ایسی ادھر  
 تاویل ضرور ہوگی بخلاف اللہ کی کہ نہ اولیٰ عصمت مسلم اور نہ اولیٰ سب کوئی دلیل مثبت قائم ہے  
 تو اسکا انبیاء کہ تخطیہ پر تہاس کرنا کیونکر صحیح ہوگا **قول** کہ تم حسب مذاق حضرت  
 محبوب عرض کرتے ہیں کہ بغیر محال اگر یہ ثابت ہی ہو تو اسی طرح سمجھا جائیگا طرح  
 انبیاء ایک دوسری کا تخطیہ فرمادین جو جواب حضرت محبوب مدظلہ کے یہی بیان ہے  
 تصور فرمادین۔ **اقول** ہماری نہ ضل محیب کو فرض محال کے تکلیف اور ہمانی کی کچھ  
 ضرورت نہیں کہ اگر آپ کی ہی روایات سے و خروج تخطیہ ثابت کر دیا اب فرمائیں کہ انبیاء میں  
 کو کس تخطیہ واقع ہوا ہے جو اس تخطیہ کے برابر ہو جسکو مشترک انجواب تصور فرما کہ یہاں

علاوہ ازین اسکا دارد مدار ثبوت عصمت ائمہ پر مبنی اور لوگوں کو ہم سابقین میں شامل کر لینا  
 محض بنا فاسد علی الفاسد ہوگی۔ قطع نظر اس سے اگر اسکو نازل سے دیکھا جا تو یہ مشترک  
 الازام ہی نہیں ہو سکتا کیونکہ جو خطبہ ائمہ میں واقع ہو اسی وہ اسطرح ہے کہ امام باقر علیہ السلام  
 امام بالقوہ کا خطبہ فرمایا ہے اور اگر یہی صورت خطبہ کے ابتدا میں نازل نہ ہو تو جو کہ  
 عصمت انبیاء قبل البعثہ علی مخصوص صغیر سے مختلف فیہ میں اہل نسبت ہی ایسی کہا جاتا ہے  
 کہ بنی بقیل کا خطبہ کرنا بنی بالقوہ کی نسبت صحیح ہے۔ اور جب آپ کی حکم کے بموجب ہمیں اس  
 جواب کو آپ کی طرف سے ائمہ میں ہی تصور فرمایا تو یہ ثابت ہوا کہ جو خطبہ ائمہ میں واقع ہوگا  
 اوس میں ائمہ افضل صواب پر ہوگا اور امام بالقوہ خطا پر تو غسل کے تقدہ میں جناب امیر مومنین علیہ السلام  
 صواب پر اور معاصی میں جناب امام حسن علیہ السلام صواب پر مبنی یہ یحییٰ بن ابی انیس  
 عصمت کو بیان تو خود تسلیم فرمایا قال الفاضل المحمید - قولہ اور نہ عصمت کا  
 محقق ہے مگر میں ہی بعض میں - اقول - نہ سب اہل حق یہ ہی کہ از مہد تا آخر عصمت  
 محقق ہے بقول العبد الفقیر مولانا جو کہ عصمت کی نسبت سابقین  
 میں کہہ بخت ہو چکی ہے جو کافی ہی ایسی اسکی اعادہ کی قدرت نہیں ہمارے ہر سیدزادہ اس  
 سے کہ قطع نظر اس سے کہ ابتدا تا آخر ائمہ صحیح ہی یا نہیں کیونکہ شاید ایک قسم تو ہم نہیں ہوگا  
 کہ اس میں ہی باہم اختلاف ہے ایسی اسکو نہ سب اہل حق فرماتے ہیں۔ بحث ائمہ عصمت  
 میں جس قدر دلائل ذکر فرمائی ہیں ان میں سے کوئی دلیل ہی عصمت از مہد پر دلالت نہیں کرتی  
 اس اثبات کے وقت ہی یہ ہی دعویٰ محفوظ خاطر سامی ہونا قال الفاضل المحمید  
 کہ جب جانتا تھا کہ اسکی تشریح کو دلائل کے ساتھ بیان فرمایا کہ اس پر روح امیر مومنین  
 ہوگی۔ اقول - ہمیں آپ کی کتاب سے یہ تشریح دلائل بیان کر دی ہے اگر آپ دودھ پانی  
 علیہ کی کلام صحیح کہ اقول - یہ کہ اسکی میں تو ہم نے یحییٰ بن ابی انیس کا یہ ہی۔ بقول  
 العبد الفقیر مولانا کہ جان اللہ یہ ہمارے فاضل محمید

تکتہ میں پیکر تیر لڑتے ہیں۔ منها ما اوردہ الرضی فی ہجر البلاغۃ عن ہر اویہ  
 فی کتاب کتبہ الی معاویہ و ہوا ما بعد فان یبغی یا معاویہ لزمک  
 وانت بالشام فانہ بالیغی القوم الذین بالیغوا انا بک و و عمر و عثمان علی  
 ما بالیغوہم علیہ فلم یدکن للشاہد ان یجتاد ولا للغائب ان یرد وانما  
 السورۃ اللہ ہاجرت والا یضاد فان اجتمعوا علی رجل و سمعہ اما ان کان  
 رضی فان یرجی منہم خارج بطعن او بدعت ردوہ الی خارج منہ فان ابی قالوہ علی  
 اتباعہ غور سبیل المؤمنین ولاہ اللہ ما تولى و اصلہ جنتہم و سیاأت مصداقہ  
 ابی اسک جو اب یعنی یہ امیر کو بی ثابت ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے خلیفہ اول کے بیعت  
 بقول انقاد خلافت نہیں کی بلکہ اسکی برہم کرنے کی تدبیر میں فرماتے یہی چاہئے اور کفار  
 کی بھارت ہے کہ بعد ازاں بیت جناب سیدہ علیہا السلام میں نقل ہوئی سو سیدہ شہید  
 اور بعد میں جو بیعت فرمائی وہ یہی بخوشی نہیں کی چنانچہ بروایت بخاری بلکہ صحیحین کے مشرک  
 و حیات جناب سیدہ بیعت نہیں کی اور اس بروایت میں یہ الفاظ ہیں و کان یعلی  
 من الناس و جہ حیات فاطمہ فلما توفیت استبک علی وجہ الناس قال من  
 مصالح الی بکو و صایقہ ہیں اگر اس خطبہ میں جو جناب امیر نے معاویہ کی طرف تحریر فرمایا  
 خلیفہ اول کے صحت خلافت ثابت ہوا اور جناب امیر علیہ السلام اسکی متفقہ ہوں تو لازم آئے  
 کہ معاویہ جناب امیر علیہ السلام خلیفہ برحق و امام مطلق سے تائید سے منحرف نہیں  
 ہوئے اور یہی برحق خلیفہ کے خلاف و امامت برہم کرنے کی یہی مشورہ کرتے رہے ہوں  
 چاہئے کہ کتاب اللہ میں یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأَطِيعُوا  
 حُكْمَ رَسُولِ اللَّهِ مِنْ مَن مَاتَ وَلَمْ يَعْرِفْ إِمَامَ زَمَانِهِ مَاتَ مِيتَةً  
 برتر ہوئی اور جناب امیر علیہ السلام کے شان میں اس کو منع ہے بلکہ اصل بات یہ ہے کہ یہ  
 جناب امیر کو معاویہ کو تحریر فرمایا ہے۔ چونکہ معاویہ خلفا سابق کو برحق خلیفہ جاننا

اور انکا یہی حکم کردہ تھا اسلئے جناب امیر نے اس پر حجت ختم فرمائی چنانچہ اس خطبہ کے  
بیم الفاظ اندہ بالیغ القوم الذین بالیغوا بالبرک و عمر و عثمان علی ما یلویہم امیر صفت  
دلائل کرتے ہیں اگر یہ ہمہ تحقیقی ہوگا تو اسکو لکھنی کی کیا ضرورت تھی اور خصوصاً وہ  
فقہ جو ایک خاتم المحدثین اپنی تحریر سے صریحاً سمجھ گئی یعنی لزمتک وانت بالشارع  
الزاجی تحریر پر دل ہے کیونکہ یہ داب تحریر نہیں ہے کہ اپنی مسلمات کو بیان کر کے  
ختم کر کوئی بات لازم کریں۔ **اقول** ہمیں خبر کا اجمالی طور پر جناب امیر کا  
دالنامہ جو بنام امیر شام تحریر فرمایا مخصوصاً بصرہ تکذیب شترائط ثلاثہ کے لیے اور فی الحقیقت  
اسیصال اصول فروع مذہب شیعہ کے غرض سے گذارش خدمت کیا تھا بجواب اسکو جناب  
اسکی تحقیقی ہونے سے تو انکار کیا اور الزامی ہونا اسکا تسلیم فرمایا گیا اس امر کو تسلیم کر لیا  
کہ اگر یہ کلام جناب امیر رضی اللہ عنہ سے بطور تحقیق کے صادر ہوئی ہو تو شترائط ثلاثہ بلکہ  
تمام اصول فروع مذہب شیعہ کے باطل اور کراہت مند بہ الیحد بہا انشوراء ہو گئے  
میں ان نگاہ یہ تہر ہے فیصلہ دیکھا اب ہم پر لازم ہے کہ اس خطبہ کے الزامی ہونیکا  
بطمان اظہر من الشمس وین من الائن کر کے دکھلا دیں اور ثابت کر دیں کہ خطبہ الزامی  
طور پر تحریر نہیں ہوا بلکہ واقعی واقعی طور پر جناب نے تحریر فرمایا ہے۔ پس افسوس کہ جب ہم اس  
خطبہ کو جانو نہیں اور انکی مضامین میں غور و تامل کی نظر سے دیکھتے ہیں تو عام خطبہ میں ازل  
سے آخر تک کوئی حرف ایسا نہیں پاتے جن میں جو اسکو الزامی ہونے پر دلالت کرنا ہو اسکو  
مناصب دوم ہونا کی اول عام خطبہ کی نقل شرح ابن میثم بحرانی سے کیجا دی اور بعد اسکو اسکی  
جملہ ثبوت ثابت کیا جاوی کہ یہ الزام نہیں بلکہ تحقیق ہے اس خطبہ کی شرح میں جسکا  
شروع یہ ہے۔ ومن کلامہ علیہ السلام وقد اشار الیہ اصحابہ بالاستعداد بحرب  
هل الشام بعد ارساله الى معاوية جردت عنی اللہ۔ شرح ابن میثم تحریر فرماتا ہے  
یہ ایک اور کام میں ہے جسکی ایک اصحاب نے شام کی لڑائی کی یہی شیعہ ہونیکا شہرہ جردت عنی اللہ کہ سوتیہ کوفہ سے لڑا تھا

الزامی تحریر پر ردال ہے کیونکہ یہ دایہ تحریر نہیں ہے کہ اپنی مسلمات کو بیان کر کے  
 ختم ہو کر کوئی بات لازم کریں۔ **اقول** ہمیں تبرعاً اجمالی طور پر جناب امیر کا  
 دالانامہ جو بنام امیر شام تحریر فرمایا مخصوصاً بصرہ تکذیب شرائط ثلاثہ کے لیے اور فی الحقیقت  
 اسے اتصال اصول فروع مذہب شیعہ کے غرض سے گذارش خدمت کیا تھا جو اب اس کے جواباً  
 اس کے تحقیقی ہونے سے تو انکار کیا اور الزامی ہونا اس کا تسلیم فرمایا گویا اس امر کو تسلیم کر لیا  
 کہ اگر یہ کلام جناب امیر رضی اللہ عنہ سے بطور تحقیق کے صادر ہوئی ہو تو شرائط ثلاثہ بلکہ  
 تمام اصول فروع مذہب شیعہ کے باطل اور کراہت مند بہ الیحد سبب انشور اور دیگر  
 میں اس نگاہ یہ تہر ہے فیصلہ دیکھا اب ہمیں لازم ہے کہ اس خط کی الزامی ہونیکا  
 سلطان اظہر من الشمس دین من الناس کر کے دکھلا دین اور ثابت کر دین کہ خطبہ الزامی  
 طور پر تحریر نہیں ہوا بلکہ واقعی و تحقیقی طور پر جناب نے تحریر فرمایا ہے۔ لہذا ختم کر کے ہمیں



٤١  
 فمر كتب مع ما بالجد فان بيعتي بالمدينة لنزمتك وانت بالاسام لانه بالغي القوم  
 الذين يبيعوا ابابكر وعمر وعثمان على ما يبيعونهم عليه فلم يكن للمشاهد ان يجتاز  
 ولا للغائب ان يرد واحدا السورى المهاجرين والانصار اذا حجتهم على رجل فليس  
 اماما كان ذلك لله رضى فان خرج من امرهم خارج بطعن او رغبة فوه الى ما يج  
 منه فان الى قاتل على اتباعه غير مبطل للمؤمنين وولاه الله ما تولى ولتصله  
 جنتهم وساءت مصرا وان طردوا الى بايعانى ثم نقصا بيعتي فكان نقضها كركها  
 مجاهدتها على ذلك حتى جاء الحق وظهر امر الله وصر كارهون فادخل فيما دخل  
 فيه المسلمون فان احب الامور اليك العافية الا ان نعرض للبلاء فان تعرضت  
 فانتك واستعت بالله عليك وقد اكرمت في قتلة عثمان فادخل فيما دخل فيه الناس  
 ثم حاكموا القوم احمالك واباهم على كتاب الله فاما تلك التي يزيد ما فسدته  
 الصبي عن الابر والعري وان نظرت بعثك دون هوالك ليجد في ابر قرايس من دم  
 عثمان - واعلم انك من الطلقاء الذين لا يتجلى لهم الخلافة ولا يتعرض فيهم الشورى  
 وقد ارسلت جبريين عبد الله وهو من اهل الايمان والهجرة فبايع ولا فقه الا بالله

عاقبت مصنف اول اس نام خط کی عبارت کو اجائی غرض یہی کہ کوئی جملہ یا کوئی حرف غلط  
اس خط کے الزامی ہونے پر دلالت کرتا ہے ہرگز نہیں تو اس سے صاف ثابت ہوا کہ یہ خط  
الزامی نہیں اور جہاں کہ یہ ہے کہ خبر فی حقیقت حکایت ہوتے ہی اور اس کا محکمہ یا تو  
حال واقع ہوتا ہے یا اعتقاد منکلم بلکہ اعتقاد منکلم کا محکمہ ہوتا ہے اسی وجہ سے بہتر ہی کہ منکلم  
اپنی اعتقاد کو مطابق واقع کر کے سمجھتا ہے یہ ہے وجہ ہے کہ محدث و کذب کا مدار جہاں  
نزدیک ہے اور نہ عقائد واقع ہوتا ہے پس جب کوئی منکلم کسی خبر کے ساتھ منکلم کر لیا تو سامع مجبوراً  
خبر کے یہ سمجھ گیا کہ منکلم نے حال واقع یا اپنے اعتقاد کی حکایت کی اور عقیدہ سمجھتا  
ہے کسی قرینہ حالیہ یا مقالیہ کا محتاج نہ ہوگا اور ظاہر ہے کہ تباد الی الفہم دلیل حقیقت کی ہر  
لفظ مودعہ کی اطلاقی کے بعد جو معنی کہ بلا احتیاج قرینہ منقاد الی الفہم ہر جگہ اس کو حقیقی  
سمجھا جائیگا اور جو معنی کہ کسی قرینہ سے سمجھ کر جادین کے اور محتاج سمجھتا ہے قرینہ کی طرف  
ہوگا اور اس کو حقیقت نہیں کہا جائیگا بلکہ اس کو مجاز کہتا کہ تو اب اگر اس خط کی مضمون  
کو حقیقی سمجھا جائیگا تو تمام عبارت اپنی معنی حقیقی پر مسمول ہوگا اور بسبب تباد الی الفہم  
ہونے کو کسی قرینہ کی محتاج نہ ہوگی اور سمجھا جائیگا کہ جناب امیر رضو اللہ عنہ حال واقع کی  
حکایت فرما رہے ہیں۔ اور اگر اس کو الزامی سمجھا جاوے اور تصور کیا جاوے کہ حضرت بطور  
الزام کے حکایت حال اعتقاد و محض طبع کے فرما رہے ہیں تو یہ عبارت اپنی معنی حقیقی پر مسمول  
ہوگی اور بسبب تباد الی الفہم کے محتاج قرینہ کی طرف ہوگی اگر کوئی قرینہ پایا جاوے گا  
و اپنی حقیقت سے متباد ہو کر اس سے ہی پر مسمول ہوگا ورنہ نہیں۔ اب تفصیل و نظر سے اہل فہم  
والنصاف ہر ایک جملہ کی مضمون کو بغور ملاحظہ فرمائیں اور دیکھیں کہ اس کلام میں کوئی  
قرینہ پایا جاتا ہے جس سے الزامی ہوتا سمجھا جاوے یا نہیں اور درجہ ہے کہ قرینہ خارجیہ جو  
کلام کو معنی حقیقی پر مسمول کرنے سے مانع ہو وہ ہوتا ہے جو عام طور پر متباد الی الفہم ہو  
اور شخص اس سے سمجھ سکی کہ یہ کلام مصروف عن الفہم ہے اور اعلیٰ فیہ میں یہ قرینہ

معقود ہر ادجکی نسبت اور عا ہر وہ بلا و بیل ہر اور غیر مسلم اول جملہ لایہ داعی المقوم الذین  
 بالیوا ابابک و عمر و عثمان علیہما السلام علیہما السلام ہر اور ظاہری کہ یہ جملہ حال  
 واقع کہ حکایت ہر اور اپنی محکمہ کے مطابق ہر اور یہ اخبار باعتبار واقع کے صحیح  
 کیونکہ جن لوگوں نے خلفاء ثلاثہ سے بیعت کی تھی اور اہل حل عقد تھی اور انہوں نے  
 حضرت سے ہی بیعت کی۔ دوسرے جملہ علمائے کرام للہ الشاہدان یختارونہم لایستأید  
 ہر اس جملہ میں کوئی قرینہ دلالت نہیں کرتا کہ برخلاف واقع کے صرف محاسب کے  
 اعتقاد پر مدار کلام ہر اور اسکی معنی فاذا احدکم لیس للشاہدان مختارین من ارجب  
 کوئی قرینہ جو نہیں تو یہ جملہ اسکی خلاف متبادر ظاہر محمول ہوگا بلکہ اپنی معنی حقیقی  
 پر جو متبادر اسے القہم عند عدم القرینہ ہوتا ہی محمول ہوگا اور وہ یہ کہ بیعت اہل حل عقد کی  
 صورت میں باعتبار واقع و نفس الامر کے نہ تباہ اختیار کر سکتا ہے نہ غائب ہو کر سکتا ہے نہ  
 بیعت اہل عقد کی واقع ہو گئی تو پھر کیونچونچا کی گنجائش نہ ہی تیسرے جملہ وانا الشاہد  
 للہما حین لا یضام ہر اس جملہ میں ہی کوئی قرینہ نہیں جو اسکو الزامی ہونے پر دلالت  
 کرے بلکہ اگر اس عبارت میں شامل کیا جاوے تو صراحتہ ثابت ہوتا ہی کہ اس سے برا  
 تحقیق ہے اور الزام نہیں کیونکہ لفظ انما سفیدہ حصر کہ ہر جسکی سننی یہ ہوئی کہ شوریٰ شہر  
 ہاجرین و انصار ہی میں منحصر ہر اور کسی دوسری کو اہلین و اہل نہیں تو گو باضمانہ اس جملہ  
 یہ ثابت کیا کہ مخاطب کے جو طلقاً اہلین سے ہے شوریٰ میں ہی کیا کہ داخل نہیں تو حذف کا  
 مستحق کہ نہ کر ہو سکتا ہے اور اس حصر کے بموجب یہ تقریر اسی وقت صحیح ہو سکتی ہی جبکہ اسکو  
 تحقیق محمول تیا جائے اور اگر اسکو الزام پر چل گیا جاوے تو باطل ہو کیونکہ امیر معاویہ اس  
 امر کے داخل نہیں کہ شوریٰ منحصر ہاجرین و انصار میں ہے۔ بلکہ اولیٰ نزدیک شوریٰ میں  
 تمام مسلمین کے داخل ہر چاہے اس خط کے جواب میں جو خط امیر شام نے جناب امیر کی خدمت میں  
 بھیجا ہر اور اسکی ظاہری اور اس خط کو ہم آئندہ نقل کریں گے۔ اس جگہ کچھ بے موقع

نہیں ہو اگر ہم اپنی دعویٰ کے ثبوت میں شارح ابن ہشیم کے عبارت جو احسن جملہ کی شرح  
 میں لکھی ہے نقل کریں اہل الضاف و فہم اس عبارت سے بخوبی سمجھیں گے کہ یہ عبارت  
 بلکہ تمام خط تحقیق سے ہی یا الزامی و قطعی عبارت ہے و حصر الشریعہ و الاجماع فی اللہ ہاجرین و  
 الانصار لانہم اهل الحل والعقد من امت محمد فاذا اتفقت کلہم علی حکم من الاحکام  
 کا اجتماع ہم علی بیعتہ و تسمیئہ اماماً کان ذلک اجماعاً حقاً انتہی بقدر الحاجۃ  
 چوتھا جملہ فان اجتمعوا علی حل و سموہ اماماً کان ذلک للہ رضی عنہ ہمیں ہی کوئی  
 قرینہ نہیں جس سے سمجھا جاوے کہ مراد فی الواقع نہیں بلکہ عنہ الخطاب ہی اور صاف عن تحقیق ہے  
 تو اس عبارت کا خلاف واقع اور کذب پر محمول کرنا بلا قرینہ کیونکہ جابر سے سمجھا جائیگا کیونکہ  
 بالضرورت مصیر الحجاز جابر نہیں تو اس سے عبارت محمول اپنی معنی تحقیقی پر ہوگی اور محمول  
 معنی یہ ہوگا کہ اگر لوگ یعنی اہل حل و عقد مجتمع ہو کر کسی شخص کو امام بنا دیں تو وہ شخص  
 فی الواقع عنہ اللہ امام ہو جائیگا اور اسکی امامت خدا تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ ہوگی  
 پانچواں جملہ فان خرج منهم خارج بطعن او بدعت تردده الی ما خرج منه ہے  
 اس جملہ میں ہی کوئی حرف نہیں جو صاف عن تحقیق مواد الزام ہونے پر دلالت کرے  
 تو اپنی معنی تحقیقی پر محمول ہوگا اور تہہ بلاتین واقع نفس الامر کے متصور ہو کر چہاں جملہ  
 فان ابی قاتلہ علی اتباعہ غیر سبیل المؤمنین و ولاہ اللہ ما تولى و احلاہ جہنم و  
 ساتھ صدیر ہے۔ اس عبارت میں ہی کوئی لفظ نہیں جو اسکی الزام ہوے پر دلالت کرے  
 بلکہ یہ عبارت بجا ہے اس پر دال ہے کہ مراد تحقیق سے نہ الزام کیونکہ یہ عبارت بطور اقتضائے  
 کلام اللہ سے ارشاد ہوئی ہے اور اس آیت شریفہ کی طرقت شہیر ہے جو سورہ ناریں ہی  
 و من یشاق الرسول من بعد ما تبین لہ الهدی و یشیع غیر سبیل المؤمنین نوامق  
 و فصلہ جہنم و ساءت مصیرا - اور اس آیت سے استدلال فرما کر اس پر یہ دعویٰ  
 کہ متنبہ کیا کہ یہ استدلال گویا نفس قرآنی کے ساتھ استدلال ہے اور ہمیں بخائش نکال دینا

۲  
 ۱  
 ۲  
 ۳  
 ۴  
 ۵  
 ۶  
 ۷  
 ۸  
 ۹  
 ۱۰  
 ۱۱  
 ۱۲  
 ۱۳  
 ۱۴  
 ۱۵  
 ۱۶  
 ۱۷  
 ۱۸  
 ۱۹  
 ۲۰  
 ۲۱  
 ۲۲  
 ۲۳  
 ۲۴  
 ۲۵  
 ۲۶  
 ۲۷  
 ۲۸  
 ۲۹  
 ۳۰  
 ۳۱  
 ۳۲  
 ۳۳  
 ۳۴  
 ۳۵  
 ۳۶  
 ۳۷  
 ۳۸  
 ۳۹  
 ۴۰  
 ۴۱  
 ۴۲  
 ۴۳  
 ۴۴  
 ۴۵  
 ۴۶  
 ۴۷  
 ۴۸  
 ۴۹  
 ۵۰  
 ۵۱  
 ۵۲  
 ۵۳  
 ۵۴  
 ۵۵  
 ۵۶  
 ۵۷  
 ۵۸  
 ۵۹  
 ۶۰  
 ۶۱  
 ۶۲  
 ۶۳  
 ۶۴  
 ۶۵  
 ۶۶  
 ۶۷  
 ۶۸  
 ۶۹  
 ۷۰  
 ۷۱  
 ۷۲  
 ۷۳  
 ۷۴  
 ۷۵  
 ۷۶  
 ۷۷  
 ۷۸  
 ۷۹  
 ۸۰  
 ۸۱  
 ۸۲  
 ۸۳  
 ۸۴  
 ۸۵  
 ۸۶  
 ۸۷  
 ۸۸  
 ۸۹  
 ۹۰  
 ۹۱  
 ۹۲  
 ۹۳  
 ۹۴  
 ۹۵  
 ۹۶  
 ۹۷  
 ۹۸  
 ۹۹  
 ۱۰۰

نہیں سو کیونکہ جس دلیل کا منبر ملا وہ اجماع کے نفس قطعی پر ہوا وہیں شک و شبہ کو دخل  
 نہیں ہو سکتا اور طاعن بری کہ اشاعہ غیر سبیل کے مذمت حق ثنائے شائد نے بطور الزام  
 نہیں فرمائی بلکہ سببیں متفقین درمیان ہے کہ اس آیت شریفہ سے کسی کی الزام نہیں دیا بلکہ  
 واقعہ لافس اہل کے اعتبار سے فرمایا ہے جس جواب امیر اس آیت شریفہ کو دے کر  
 اپنی مدد کی تہمت میں پہنچا فرمایا تو کیونکہ ممکن ہے کہ اس کا الزام محسوس کیا جائے کہ اگر  
 اس کو الزام محسوس کیا جاوے تو وہ ثابت ہو گا کہ جواب امیر اس آیت شریفہ کے مفہوم  
 منکر ہے نہ اگر یہ واقعہ غلط ہے۔ پس جس جہاد میں مشن میری اولی کے و جنم ہو گیا کہ یہ ہم  
 مارے تحقیق واقعہ پر نہیں ہے اور حضرت علما و متبعہ کہ جس میں ہے کہ اس کلام کو الزام محسوس  
 کر کے اس کو مسدود کر دیا ورنہ میں اور نہ کہیں تو کیا کریں مریج دیکھتی ہیں کہ مذہب  
 تشیع کی سچ و سادہ ادھر ہے جہاں اسلیبی القہر یا تو مارے ہیں تو اس تمام عبارت میں  
 ماہود اس قدر سبب و دلیل کے باوجود عقل و ذہن و فہم و دانسی کو کیا سمجھتا ایک طرف ہے  
 ایسا اختیار فرمایا جو اس کلام کے الزامی ہونے پر دلالت کرتا حالانکہ ہر دو قرینہ کے  
 ہر کو الزام پر حمل نہیں کیا گئے بلکہ جہد ربط کیا اور جہد رجحان ثنائی اونی اس امر کا ثبوت  
 قوی ہو گیا کہ اس عبارت کو بجا تحقیق پر ہی الزام ہو کر ممکن نہیں پس اگر اب بھی اس کو  
 الزام ہی محسوس کیا جاوے تو اس سے یہ ثابت ہو گا کہ معاذ اللہ حضرت امیر کو عبارت  
 نویسی کا کچھ بھی سلیقہ نہیں تھا اور ان کیو یہ بھی خبر نہیں تھی کہ کس مفہوم کی یہ قرینہ کہ جہاد  
 ہے اور کونسی یعنی قرینہ سے تحقیق میں علامہ اس کی جو عبارت کہ اس کے بعد اس خط کو شائع نہ ہوا  
 جس کو حضرت رضی صاحب نے نقل کر دی ہے جس کو ہم اوپر نقل کیا ہے اس میں وہ ہی دلالت کرتے ہی  
 کہ خصوصاً الزام نہیں دیا بلکہ یہ ہیں۔ وان طلحہ والزید بالباقی ثم نقضا بیعتہ مکان  
 نقضہا کہ د تھا فجاہد متما جب حقیقت خلاف اسل اجماعی نفسی سے ثابت فرما چکر  
 اس کے بنا ہوا ہے میں کہ طلحہ اور زید نے بیعت خلاف جو دلائل حقد سے ثابت تھی

توڑی اور یہ نقص مثل بدتک پہ کیونکہ گویا انکار نفس کا ہے اسی کی بنا پر جو یہ دیکھا تو اس سے  
مسلموں کو کہاجاں میں جو کچھ فرمایا تھا وہ تحقیق تھا الزام نہیں تھا اور کب بعد فرمایا کہ  
فادخل فیما دخل فیہ المسلمون فان احب الیہم من الی فیما فیہ العافیتہ  
پھر کہہ رہے ہو کہ ابنا ع سبیل المؤمنین کی تاکید فرماتے ہیں کہ جہاں میں مسلمان داخل ہوئی  
تو وہی داخل ہو کیونکہ وہی حق ہے اور اوس میں عافیت ہے اور جو کچھ پسیدہ وہی امر ہے کہ تمہیں  
عافیت ہو۔ اس سے صحت ظاہر ہے کہ جسکو مسلمان اختیار کریں وہ حق ہوگا اور اوس میں  
عافیت داریں منظور ہوگی تو وہ امر جسکو کبر اہل اسلام نے کیا اور اہل حل و عقد نے نسخہ  
کیا وہ کیونکہ حق ہوگا۔ پس اس عبارت نے بالبدایت ثابت کر دیا کہ تمام دلیل سابق  
تحقیق ہی الزامی نہیں ہے کہ بعد آخر خط میں تحریر فرماتے ہیں واعلم انک من اللطفاء  
الذین لا یجتنی لہم الخلاۃ ولا یتعرض لہم الشورۃ من عبارت کے  
بالکل واضح ہے کہ یہ الزام نہیں بلکہ تحقیق ہے کہ باعتبار واقعہ نفس الامر کے خلافت و شوری  
میں طغیاء کو کچھ دخل نہیں خلافت ہی شوک طغیاء کے اور لوگوں میں ہے اور اہل شوری ہی  
سوائے طغیاء و سرسری آدمی ہیں تو اس سے سمجھا گیا کہ شوری حق ہی پس اس کو اپنی شرط کا  
بہان سمجھ لیں گے۔ اب آپ کی بعد گزارش ہو کہ جو اب اس خط کا امیر معویہ نے تحریر کیا  
اور جو کچھ اس کا جواب لکھا جواب امیر نے تحریر فرمایا ہم اسکو شرح سے نقل کر لے ہیں  
آپ اسکو ملاحظہ فرمائیں اور دیکھیں کہ وہ خط بدیہی طور پر ثابت کر رہی ہیں کہ ان تحریرات کا  
دار الزام پر نہیں اور یہ دلائل اب عبارات انھیں سمجھ کر نہ نہیں بلکہ بیان واقعہ تحقیق نفس الامر  
کا جوابہ معویہ اما بعد فلکم لو بائعکم القوم الذین بائعوا و انت یوم  
من دم عثمان کنت کافی بکرو عمر و عثمان و لکنک اعزبت عثمان و خدا

پس معاویہ نے اسکا جواب لکھا۔ اما بعد بخیر جنہوں نے بیعت کی ہے اگر وہ تمہیں بیعت کرنے اور عثمان کے خون سے بچنا  
نہ تو یہی مثل ابو بکر و عمر و عثمان کے ہوتا لیکن تم نے عثمان پر (فتنہ کی آگ کی طرح) اور اس سے بدکار و مذکورہ کر دیا۔ ۱۲۔

عنه الانصار فاطاعاك الجاهل وقوى بك الضعيف وقذلي اهل الشام  
 الا قتال حتى تدفع اليهم قتلة عثمان فان فعلت كانت ثورى بين المسلمين  
 واحصا ما جئتك على تجتاك على طلبة والذين لا منها بايعاك ولم ابايعك وما  
 جئتك على اهل الشام كجئتك على اهل البصرة لانهم اطاعوك ولم يطعك اهل الشام  
 فاما شرك في الاسلام وقرابتك من النبي صلى الله عليه وسلم ووضوئك من  
 قرين الميثاق فدفعه وكتب في اخر الكتاب قصيدة كسب بن جعيل او بعض روايات  
 اسطر في الفاظ اسطر محسوم مؤمنين من معوية بن أبي سفيان الى علي بن ابي طالب  
 او البدر فلو كنت على ما كان عليه ابو بكر وعمر وعثمان ما قاتلك ولا استجالت  
 ذلك ولكنه الغافل عليك صحنه خطيتك في عثمان وانه كان اهل الحجاز  
 الحكماء على الناس حين كان الحق فيهم فلما تركوه صار اهل الشام الحكماء على  
 اهل الحجاز وغيرهم من الناس ونعم ما جئتك على اهل الشام الخ يا بن خطه كرمه بن  
 ابن النصارى وداش تامل فرما وبن اگر چاہا اب امیر کا خط الزام سو تو باکل لعل اور برحق  
 ہوا چاہا ہر کیونکہ امیر معویہ کے خط سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اس کی وجہ غلبہ خلافت

سے تو باطل ہے تیری اطاعت کی اور ضعیف باب تیری قوی ہو گیا اور اس سے متساوی تیری قوت کی انھوں نے  
 میں نے ان کو عثمان کو قتل کر دیا اور گروہی پر اگر گروہی ایسا کیا تو خدا تعالیٰ بطور مشورہ کے ہند نہ ان میں ہوگی اور میری زندگی کی قسم  
 جیسا کہ میں نے جیت لیا اور میری شہر میں کیونکہ انہوں نے جس سے جیت کی تھی اور ان نے یہ جیت نہیں کی تھی میری جیت پر  
 داروں پر ہی اس شام پر نہیں کیونکہ انہوں نے میری اطاعت کی تھی۔ اور اس شام میں تیری اطاعت نہیں کی اور میں  
 تیری زندگی اس سے ہی تیرا قربت بنی صلی اللہ علیہ وسلم سے اور تیرا تیرا قتل کیسے کر میں میں اور ان کے نہیں اور چاہا اور خط  
 آخر میں کتب بن جعیل کا قصیدہ دیکھا ۱۲۷۰ ہجری کی طرف سے علی بن ابی طالب کی طرف۔ البتہ اگر تو اس میں  
 جس پر ابو بکر و عمر و عثمان تھے تو میں کسی نہ لانا اور تیرا قتل حال حیات میں نہ تھا اور میں تیری خطا سے  
 میری جیت کر تیری سبب نہ تھا اور میرا دلے لوگوں پر حاکم اور سرفراز نہ ہو سکتا اور میں جن را اور جب وہ لوگوں نے  
 حق چاہا تو ان میں شام چاہا اور ان اور میری لوگوں پر حاکم بنی اور میری حیات کی قسم تیری جیت پر شام میری نہیں  
 جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے۔ الخ۔ ۱۳۔

الائق بنو اور جماعت خلافت کو سرانجام نہ کر سکے تو بیعت اہل حل و عقد سے یہ شخص خلیفہ  
 نہیں ہو سکتا ہے تو جب اس کا یہ مذہب ہے تو اس کو یہ الزام دینا کہ ہماری خلافت ثابت  
 ہے کیونکہ ہم سے اہل حل و عقد نے بیعت کی ہے اور جس سے اہل حل و عقد نے بیعت کی  
 وہ خلیفہ ہے بالکل پورچ اور غور ہو گا اسلیں کہ معویہ رضی اللہ عنہ بیعت اہل حل و عقد  
 بدون وجود صلاحیت کے بالکل لغو اور مشغول سمجھتا ہے بلکہ اس پورچ الزام پر  
 کلامی اور تطویل اور یہی زیادہ پیوہ ہے چنانچہ اہل ذوق صحیح اس کو بخوبی سمجھتے ہیں  
 اور صاحب تحف علیہ الرحمۃ نے اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے اس کے بعد اس خط کا جو کچھ جواب  
 جناب امیر نے تحریر فرمایا اور اس کو آپ کی حضرت رضی نے بیج البلاغہ میں نقل کیا ہے  
 لیکن اپنی عادت شریفہ کے موافق حضرت رضی نے اس میں کمی بیشی فرمائی اور سبب  
 اس کا آپ جانتی ہیں کہ حضرت رضی جناب امیر کے خطوط میں ایسا تصرف  
 کیوں فرماتے ہیں اور کس واسطی ان کی تحریف کرتے ہیں اس میں اصل خط شرح ابن سلیم  
 سے نقل کرتے ہیں اور بعد اس کی شارح نے جو کچھ تحریف کی نسبت لکھا ہے نقل کریں گے  
 فکتب جوابہ من عبد اللہ علی امیر المومنین الی معویۃ بن صفحہ اما بعد فاند  
 انانی کتاب امرئ لیس لہ بصر یہدیہ ولا فاید برشدہ قد دعی الہوی  
 فاحامہ وقادہ الضلال فاتبعہ فہجلا عطا و ضل خابطا ان قال رحمت انما  
 علی بیعتک وکتب امر من المہاجرین اور دت کما اور دوا و اصل دت کما اصل دت

۱۔ جناب امیر نے اس کا جواب لکھا اللہ کے بندہ امیر المومنین علی کبریٰ سے معویہ بن صفحہ کبریٰ ابابعد میرے  
 پاس تیرا خط آیا ایسی شخص کا خط تھا کہ نہ اس کی بیانی ہی جو راہ دکھلا دی اور نہ کچھ والا اب جو سیدنا رستہ چلا دے  
 خواہش نفسیہ نے اس کو بلایا اور سنی اس کی اجابت کی اور اگر اسی نے اس کو کچھ بھی تو اس نے اس کا اتباع کیا پس  
 پیوہہ کہ اس کی اور خط میں گمراہ ہوا یہاں تک کہ فرمایا تو نے گمان کیا کہ تیری بیعت کو میری ساتھ  
 لگا دیا۔ میں ہی ایک شخص مہاجرین میں ہی ہوں فاراد ہوا میں جسطرح وہ دارد ہوئے اور ہوا  
 جس طرح وہ لے لے ۱۳۔



وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلٰى ضَلَالٍ وَلِيَصْرِفَهُمْ لَعْنَهُ وَاَمَّا مَا صِيرَتْ بِهِ اَهْلُ الْاَثَمِ اَهْلُ  
 الْمِرَّةِ وَيَسْئَلُكَ مِنْ طَلْحَةٍ وَالزَّيْدِ فَلَعْنَهُ مَا الْاَمْرُ فِيْ ذٰلِكَ اِلَّا وَاحِدٌ لَّاهُ وَوَاحِدٌ  
 الْاِثْنِ فِيْهَا الْمَطْرُ لَا يَتَلَفُ فِيْهَا الْحَيَاةُ وَالْحَارِجُ مِنْهَا طَاعِنٌ وَالْمَرْوِيُّ فِيْهَا مَصْدَرٌ

اس خط سے جیسی کچھ خرابی و مصیبت نہ شیع پر واقع ہوئی ہے بے پایاں اور خارج از  
 بیان ہے اور جو کچھ خواہ و منافع اس سے حاصل ہوتے ہیں اور کما حقہ خارج از  
 محیط امکان ہے لہذا بخوف اطہاب حال اذنان صافیہ الوالابصار البصائر کے صرف  
 اس سبب کہ شیع اس قدر بیان کرتے ہیں کہ یہ خط صریح دلیل ہے کہ جو کچھ مضامین  
 پہلے خط میں مرقوم تھے جنکی نسبت الزامی ہو نہ کا دعویٰ کیا گیا تھا وہ سب تحقیقی تھے  
 اور الزامی ہوا اور کما بالکل باطل ہے پس صنیع ہو کہ جناب امیر نے اپنی پہلے خط میں  
 جہین سبب واقع ہو رہی ہے جو کچھ تحریر فرمایا تھا امیر معویہ نے اس کے جواب میں  
 اس کے مضامین میں سے دو امر کی تردید کی اور ایک امر کو گناہ غیر مسلم رکھا اور پتے  
 کو روک دیا کہ کیا جناب امیر نے دلیل اول یہ تحریر فرمائی تھی کہ میری خلافت اہل حل و عقد  
 کی ہے سب سے کہ جنکی معیت سے ابو بکر و عمر و عثمان کی یہی خلافت ثابت ہو کی تھی  
 واقع ہوئی چونکہ اس خلافت کو حقیقت جو معیت اہل حل و عقد سے واقع ہوئے اللہ  
 وعنه المؤمنین واقعی اور نفس الامر ہی ایسی اوسمیں نہ حاضر کو بدل بدل کا اختیار  
 نہ غائب کو رد کی گنجائش اور اہل شورشی صرف ہمارے ہیں و انصار ہیں جبکہ وہ امام

سے نہ ہوتے اس کو گمراہی پر اکٹھا نہیں کرے گا اور اگر وہ ہی ہیں میں مستند ہیں و انکار  
 اور جو کہ قرنی اہل شام اہل ہند میں اور غزوہ سر اور اپنے زمینوں کیا ہے۔ پس میری وہ گائی کہ  
 قسم اس میں صرف ایک حکم ہی کیونکہ ایک معیت ہی۔ اس میں مکرر نظر ہو سکتی ہے یہ تفسیری ہے اس اعتبار  
 پر مکت ہے اس میں سے کھنسی والا لعن کر کے والا ہی اور اس میں توقف کرنا ملا ہے

بنائیں اور پھر وہ اکہڑی ہو جائیں وہی خدا کا نزدیک یہی پسندیدہ ہوگا امیر معاویہ نے  
 اسکو جواب میں اس امر کو تسلیم کیا کہ بے شک آپ سے اہل حل عقد نے بیعت کی ہے  
 اور جوہر مہاجرین و انصار نے جنہوں نے خلفائے ثلاثہ سے یہی بیعت کی اور انہوں نے  
 آپ کو بھی خلیفہ بنایا گو یا امیر معاویہ نے قیاس کے تحت یہی تسلیم کیا لیکن بکبر سے قیاس کو  
 نمانا اور اسکی کلیت کو باطل کیا اور کہا کہ یہ غلط ہے کہ جس شخص سے مہاجرین و انصار  
 بیعت کر لیں وہ امام برحق ہے بلکہ اگر وہ شخص جس سے اہل حل عقد بیعت کریں صلاحیت حاصل  
 نہ کہنا سو تو وہ بیعت اہل حل عقد سے خلیفہ نہیں ہو سکتا اور آپ خلافت کی صلاحیت نہیں  
 رکھتے کیونکہ آپ خلافت کا سرخویم نہیں کر سکتے اور قومی سے ضعیف کا حق نہیں دلا سکتے بلکہ  
 بلکہ امام برحق کے خون میں شریک ہوئی کہ انکی مدد نہ کی یہاں تک کہ بھاننے انکو شہید  
 کر ڈالا پس اگر تم میں صلاحیت خلافت ہوتی اور جیسی صلاحیت خلافت ابوبکر و عمر و عثمان  
 تھی ایسی ہی تم ہی ہوتے تو بیعت اہل حل عقد تکو بہی فیض اور باعث اتفاق و اتفاق  
 ہوتے اور جب تم مثل خلفاء سابقین کے صلاحیت خلافت نہیں تو تمکو بیعت اہل حل عقد  
 کچھ مفید نہیں اور نہ انکی بیعت سے تمہاری خلافت بسبب عدم صلاحیت کو منعقد  
 ہو سکتی ہے اگر تم مثل ابوبکر و عمر و عثمان کے ہوتی تو میں تمہاری ساتھ ہرگز قتال نہ کرتا  
 جب تم جو رہیشہ ہو گئی تو اب خلافت تم میں سے نکل گئی اسکو جواب میں جو کچھ جواب میرے  
 تحریر فرمایا وہ قابل دیکھنے کے ہے حضرات شیخہ خصوصاً ہمارے محیب البیہ بنور ملاحظہ فرمائیں  
 حاصل جواب یہ ہے کہ تیری کتاب پوچھی ایسی شخص کے کتاب کہ اسکی یہی عقل نادی نہ کوئی قائد  
 رہتا ہے ہوا کا مطیع ضلال کا متبع ہو کر یہودہ گوی کی اور خطبہ کے ساتھ ساتھ ہاتھ ہاتھ ماری جو  
 معاملہ شہادت عثمان میں ذکر کیا اور سقوط صلاحیت خلافت اور فساد بیعت کا سبب  
 سمجھا اور فاروق میری اور خلفائے ثلاثہ کے درمیان حبا کیا سوا نکل بے عقلی اور ضلال اور بہرہ  
 گوئی اور خطبہ ہے۔ کیونکہ میں ہے مہاجرین میں سے ایک شخص نہیں جیسے وہ دار دہوئی میں

میں یہی دارد ہوا۔ اور جیسی وہ عمارت ہوئی میں یہی عمارت ہوا اور خدا تعالیٰ کے انکو عینی  
 مہاجرین کو گمراہی پر اکٹھا نہیں کرے گا۔ اور سبکو اندہی میں میں مبتلا نہیں فرمائے گا۔ حاصل یہ  
 کہ جو جب اعتراف کرے کہ میں صالح الخلفاء ہوں اور بدون میری صلاحیت کی اس صل  
 و عقد نے میرے ساتھ بیعت خلافت کی ہو تو سب اہل صل و عقد وجوہ مہاجرین و اعلیٰ  
 انصار گمراہی پر ہوں کہ خبر صالح یعنی خلافت کو خلیفہ بنا دیا اور مہاجرین و انصار کا گمراہی  
 پر مجتمع ہوا محال ہے کہ یہ بخلاف اس کے ہرگز انکو گمراہی پر مجتمع نہیں فرمائے گا اور نہ انکو اس پر  
 نامید کرے گا تو اس سے ثابت ہوا کہ جب وجوہ مہاجرین و انصار نے میری ساتھ بیعت کر  
 دی تھی صلح و خلافت ہوں اور نہ لازم آدمی کہ تمام مہاجرین و انصار گمراہی پر مجتمع ہوں اور  
 بہ محال ہے اور ثبوت اس سخاوت کا کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ سے ہے اب  
 اس خط کی عبارت میں بالفصحا مفسر اس خط کو عامل مصنف نامل فرما ہوا اور سچی کہا  
 اس کو مفقود وضع نظر فرمائیہ اور عدم قرینہ کے الزام ہے بالتحقیق۔ اس خط کی عبارت  
 مثل روز روشن روشن کر دیا کہ یہ خط میں جس قدر مضمون شوریٰ منقول ہوا وہ  
 سب تحقیقی ہے ہرگز الزامی نہیں تھا کیونکہ اگر اسکو الزامی تسلیم کیا جاوے گا تو یہ  
 جواب بالکل لغو و بھل ہو جاوے گا۔ اسی کہ جب امیر معاویہ نے بیعت مہاجرین و انصار کو  
 بدون صلاحیت لغو سمجھتی تھی تو پھر انہیں مہاجرین و انصار کے بیعت سے الزام  
 اسی صلاحیت مستحق خلافت ثابت کرنا بالکل خلاف عقل ہو گا دوسرا معاملہ یہاں  
 علیہ دزمیر کا کج برزنا یا نہ کہ انہوں نے بیعت توڑی اور اپنی الہی جہاد کیا سو گنا  
 تو یہی مخالف کر لیا تو جیسی یہی جہاد کرونگا۔ امیر معاویہ نے اس کے جواب لکھا کہ میری  
 اور طلحہ و زبیر اور اہل بصرہ کے معاملہ میں زمین و آسمان کا فرق ہے جیسی  
 آپ کی حجت علیہ و زبیر اور اہل بصرہ پر قائم ہے مجھ پر قائم نہیں ہو سکتی کیونکہ طلحہ و زبیر نے  
 آپ کی بیعت کی تھی اور میں آپ سے بیعت نہیں کی اور اہل بصرہ نے آپ کا رشتہ اخلافت

اپنی گردنوں میں ڈال لیا تھا اور اہل شام نے نہیں قبول کیا تو آپ کو معیت میں اجماعت  
جنہوں نے قبول کیے ان ہی پر لازم ہے نہ ہمیں قبول کی ہی اور نہ ہمیں لازم ہو سکتی ہے  
جانب امیر نے اس کے جواب میں یہ مضمون لکھا اور قسم کہا کر فرمایا کہ اس میں کچھ فرق نہیں  
حاضر غائب سب برابر ہیں کیونکہ ایک معیت ہے نہ اس میں کمر سوچ کر کچھ ہو سکتا ہے  
اور نہ اس میں کو کچھ اختیار ہو سکتا جو ایک دفعہ منعقد ہو گیا وہ ہو گیا اور میں بھی نہیں  
جون و چرا کی کچھ نہیں بھی حاضر غائب سب پر لازم ہو گیا جو شخص اس میں سے خارج  
وہ گویا اس میں طاعن ہے اور کسی سائنہ جہاد کرنا واجب ہے کہ سبیل المومنین کا مخالف ہے  
اور جو اس میں متوقف ہو وہ مدافعت ہے اور یہ بھی ایک قسم کا نفاق ہی شارح فرماتا ہے  
قوله الخارج منها الخ قسمه من لم يدخل في بيعته الے قسمين لانه اما خارج عنها  
وهو الطاعن في صحتها ويجب مجاهدته لمخالفة سبيل المومنين وامامهم  
في ذلك فتوقف حكمه انه مداهن وهو نوع من النفاق انتدال لضعف ارجح ان کچھ بھی ملاحظہ فرمائیے  
کہ اہل حق کی معیت کی ثبوت کو جناب الزام فرما رہی ہیں یا تحقیقاً اور قسم اور کسی الزام  
ہوئے پر کہا رہی ہیں یا تحقیق ہوئے پر اگر الزام ہے تو اسنی کب کو تسلیم کیا ہے  
اور اگر تحقیق ہے تو مہولہ اور غرض جواب بجواب کے انتقام سے مثل آفتاب نمیزد روشن ہو گیا  
کہ پہلے خط میں حضرت نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ الزامی طور پر نہیں بلکہ تحقیقی طور پر ہے  
اور جس امر کو کائنات غیر تسلیم کر رہا ہے یہ ہے کہ حضرت فرشتوں کو مہاجرین و انصار میں  
مختصر فرمایا تھا اور فرمایا تھا کہ طاقاً کہ اس میں کچھ دخل نہیں تو اس کے تسلیم کی طرقت کائنات  
قوله الخارج منها الخ جو لوگ ان کی معیت میں داخل نہیں ہوتی ان کو وہ سب سے غیر قسم کیا کہ نہ کہ تو بعد  
معیّت کے اس میں کسی کھنسی والا تھا اور وہ اس کی معیت میں کھن کر گئے والا ہے اور اس سے سرسبز کے رستہ کی  
مخالفت کے سبب جہاد کرنا واجب ہے اور یا معیت میں متوقف ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ وہ مدافعت ہے  
اور یہ بھی نفاق کی ایک قسم ہے ۱۲۔

ایسا کیا اور کہا کہ اگر تم قاتلین عثمان ہو تو ہماری حوالہ کرو تو خلافت شوریٰ بین المسلمین ہوگی  
 گویا مولانا اہل اسلام جسکو خلیفہ بنادین وہی خلیفہ ہو جاوے گا پھر خفیص اہل حل و عقد کی ہنر  
 اب اسکو بعد حسب وعدہ جناب امیر کے خط کی تحریف کی نسبت جو کچھ الزام حضرت رضی  
 کی طرف سے لگے قائم کیا ہے اسکو نقل کرتے ہیں شارح اس جواب انجواب کی شرح  
 میں جسکا شروع یہ ہے ومنکے تالیف الی معویۃ اما بعد فقد اتقیتک منک غلطہ  
 موصلاً کہتے ہیں فلکب جوابہ من عبد اللہ علی امیر المؤمنین لم معویۃ بن صفار  
 اما بعد فانه انا فی کتابک امر الی قوله خابطا لثرتصل به ان قال عمت  
 انما افسد علی بیعتک وکنت امر من المهاجرین اور دت کما اورد واواصد  
 کما اصدروا واما کان الله لیجمعهم علی ضلال ویضربهم بحسم واما ما میزت  
 بین اهل الشام واهل البصرة وبنیک وبن طلحة والزبیر فلهم ما الامر  
 ذلک الا واحد ثم یتصل بقوله لانها بعتہ عامۃ الخ آخر میں صلح کہا ہی  
 واما ینبذ علی هذا ان هذا الفصل المذکور لیس من الکتاب الاول  
 الاول لم یکن فیہ ذکر موغظۃ حتی یدکر ہا فہا فی جوابہ غیر ان السید  
 اضافہ الی هذا الکتاب کما هو عادۃ فی علم ملہات ذلک واما لا انتقم  
 اب تو آپکو تحریف کا یقین ہوا کر رضی صاحب نے اپنی طرف سے خطبہ میں عبارت جو آپ  
 نہیں تھی اضافہ کر دی اور درج ہو کہ یہ عبارت جو عمت کا افسد سے شروع ہو کر بضرہم  
 جمعی پڑھتم ہوئی جو مخالف نہ ہو سکتے تھے یہی حدت فراموشی ہو کہ اسکو موقع ہستہ مال  
 ماتہ نہ آد کی اسکی بعد جو دوسری کتاب نقل کی ہے۔ جسکا شروع یہ ہے

سے اور جہاں سے مر کے من پر مہر کر دیا ہے کہ یہ تسلسل ہو کہ پہلے خط میں ہے ہیں۔ کیونکہ پہلے

خط میں موصوفت کیا کہ تھا یہاں تک کہ وہی جواب میں اسکو ذکر ہوتا ہو کہ یہ۔ یہ سب اس خط میں اضافہ کر دیا۔

جیسا کہ اسکی حدت سے ہی کہ میں یہی سرور کی حدت میں کرتے۔ ۱۲۔

ومنك باله المعوية فاراد قوما قتل الدنيا تارح و سكر شرح من فراتے میں  
 بشر متصل یہ قولہ ولعمر الخ وهذا خبط عجيب من السيد مع وجود  
 كنية في كثير من التواريخ اب اب كچھ بھیجی یہ شرح اگر سید نسبت وق ہو ہو کر کیا کیا  
 کچھ فراموشی میں خیر یہ ایک بطور جملہ معترضہ کی حضرت مخی طرب کو جملہ دیا ہو یا دکر میں  
 اور کچھ اسی جگہ خاص نہیں بلکہ یہ قطع و برید بہت جگہ ہی اب پھر ہم اصل مقصود و کھٹرف  
 جو ہم کرتے ہیں اور گزارش کرتے ہیں کہ جناب امیر کی کلام بلاغت نظام سمی واضح  
 بیان ہو گیا کہ خلفاء راشدین کے بیعت اجماع اہل حل و عقد سمی معتقد ہوئی اور خداوند تعالیٰ  
 اور رضوان کے نورانی اور پتھر روشنی ڈالا اور جس شخص نے اس سے انحراف کیا بغاوت میں مبتلا  
 ہو کر متوجہ جہاد ہوا بلکہ جہنم کا مستحق ہوا اب فرمایا کہ جناب امیر خلفاء راشدین  
 خلافت کو وقت اگر ہمراہ ہا جبرین والٹ مار کے تھی جیسا کہ معتقد اہل حق کا ہے تو فہو المراد  
 اور اگر ہا جبرین والٹ مار سے خارج تھی حاشا ثم حاشا معا وادعتہ جو کچھ لازم آتا ہے ظاہر  
 و باہر ہی آپ کے ہی زبان اور سکر ادائی طاقت رکھتی ہے اگرچہ بعد اس رضوح و تبیان کے  
 حاجت نہیں رہی کہ ہم او خط کا تحقیقی ہونا اور یہی ثابت کریں۔ لیکن تبرعاً حضرت مخی کے  
 مزید اطمینان کے لیے تھوڑی سی اور یہی گزارش کرتے ہیں ذرا متوجہ ہو کر سنیں علاوہ اس  
 کہ جو کچھ نتیجہ البلاغت سے نقل کیا گیا اور جگہ یہی جملہ آیا ہو میں مذکور میں اسپر اول دلیل  
 میں کہ حضرات ائمہ اہل حل و عقد کو تسلیم کرتے تھے اور امامت کو اجماع سمی معتقد اعتقاد کرتے  
 تھے بلکہ ثبوت اجماع کے لیے اجماع جمیع کا شرط نہیں سمجھتے تھے اول ہم ازادہ ائمہ میں  
 نقل کرتے ہیں۔ ولعمر الخ لکن کانت الامامة لا تنعقد حتی یخضرھا عامة الناس  
 ما الخلفاء مبیل ولكن اهلها یحکون علی من غاب عنهم لیس للنشاهدان بیح لا لایفاد

۱۔ پھر اس کے ساتھ متصل ہے قولہ عمری الخ اور یہ سید ۶ سے عجیب قسم کا قطع ہو یا دکر جناب  
 امیر کے خطوط اکثر تاریخ میں مذکور ہیں۔ ۱۲۔

نہایت عزیز و محترم نام

ایہ کیا اور کیا کہ اگر تم قلعین عثمان بنو نہ کو ہمارے چلیں رجلاً ادا دعی ما لبس لہ والخروج  
 کو یا عمو اہل اسلام جبکہ خلیفہ بنا ویرا درای الامیہ کہ علی بن حسن نام دست اہست و  
 اب ویکر بعد جب وعدہ جناب اہ حوقا لکہ حاضر شوند جمیع مردمان بنی اشد بانفقا و امامت  
 کی طرف تاج لے قائم کیا ہے اب انکار جو بہت و اہل شام را رعیت آن امام علیہ السلام مبارک  
 میں جیکہ شہاب ساج است و انفا و جمیع اہل اسلام و انحراب التارست فرمود باہن کلام را جمع  
 امکان ندارد و اگر ممکن باشد عاقل اور اور غایت دستوری دستار و بلکہ معتبر در انفا و  
 اتفاق اہل حل عقد است اس محمد صلی اللہ علیہ وسلم برامری از امور جہاد تارست  
 بدان ولیکن اہل امت حکم میکنند بریکہ غائب است آقان پس از ان نیست سرانہ  
 ہیچو طلبہ دیر کر اوجیت رجوع نماید و نہ غائب را ہیچو معاویہ کردا برای خویش  
 بلفظ اس عبارت کو تامل کے نفسی ملاحظہ فرما دین اور ایک ہی ترجمہ کو جو آپکی زور لری  
 پڑمین اور کہیں کہ اس صراحت کہ ساتھ جناب امیر رصنی اللہ عنہ نے اہل حل عقد کی جس  
 ثابت فرمایا اور انکر اجماع سے انفا و امامت کو تسلیم فرمایا اور انفا و اجماع کے پس  
 نسبت عدم اس شرط حار فرمایا اور حضرت بعض کو کافی فرمایا اور مذہبی ہے کہ  
 لازم نہیں نو وہ خطبہ جوابہ الترام ہی اور ایک ہی ہم معنی ہے وہ ہی الرامی  
 محمد اللہ و ہستہ خود جناب امیر نے اہل حل عقد کی اجماع کی محبت انفا و  
 کو یہی ثابت فرما کر اور ہا جرین و انفا کے اتفاق برتر تب رضا را ہی بنا کر  
 بدست جمیع کو پیچہ دنیا سے طلع و قمع کرڈالا۔ دوسری پنج البلاغت میں  
 مکاتیب میں ہے۔ و منہا فی خطاب اصحابہ وقد بلغتم منی کہ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 اما و کہ خطبہ میں یہ جملہ نہ کو دیکر و کاست امور اللہ علیہ تود و عنکہ قصد روا الیک  
 تاراج ابن میثم ہنی مختصر شرح میں اس جملہ کی شرح اس طرح فرما رہا  
 اس کا نام دے کام ملے اور دوسرے ہی دوسری ہر لے ہیں اردہا ی طرف روشنی

قولہ کہ انت امور باللہ الی قولہ ترجع الی انکم کنندہ اہل الاسلام والحد والعقد  
 فیہ وہم المهاجرون والا لخصاصہا اب ان الفاظ کو ملاحظہ فرمائیے اور دیکھیں  
 کہ حضرت ابنی اصحاب کو اہل حد عقد فرمایا ہیں اور شارح کی تفسیر سے صحت  
 معلوم ہوتا ہے کہ اہل حد عقد ہمارے ہیں و انصار ہیں اور جب اہل حد عقد ہوںات ثابت ہو  
 تو اگر بشرائط ثلثہ باطل ہوئی تو اصل اصول دین آپکا جو امامت ہے وہ بھی باطل ہوا کہ  
 تمام اصول و فروع بھی باطل ہو گئی اور غایب ہو گئی کہ یہ خطبہ بظاہر ابنی خواص اصحاب  
 کی ہے تو اس میں نہ الزامی ہونے کا احتمال ہو سکتا ہے اور نہ تقیہ کے گنجائش ہو سکتی  
 ہے۔ تیسری جگہ نامہ فیما بین حضرت امام حسنؑ اور حضرت امیر مومنینؑ تحریر ہوا تھا  
 اور اسکی نقل ہم منقریب اوپر کر چکے ہیں اسکی چند الفاظ کی نقل اپنی مدعا کی اثبات  
 لینی کرتے ہیں ہماری فاضل مجیب ملاحظہ فرمائیں چنانچہ علی السبیل دلائلہ  
 المسلمین علی ان یحصل فیہم بکتاب اللہ تعالیٰ و سنتہ رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 و سیرۃ الخلفاء الصالحین و سیرۃ الخلفاء الراشدین المہدیین  
 واقع ہوا چنانچہ صاحب ازالۃ الغبن کے مخاطب نے اس طرح ضبط کیا ہے اور دوسرا جملہ اگر  
 متصل مذکور ہو و لیسین ملعونۃ بنی سقیان ان یعمد الی احد من بعدہ  
 بل یوزل الامر منہم شوشہ بن المسلمین الخ و یہ سب جملے اس نامہ کے حقیقت خلافت خلفاء  
 اور صحت و حقیقت اوس بعیت کو جو بطور مشورہ کے بنی المسلمین واقع ہونات کرتے ہیں اور جبکہ  
 یہ امر ثابت ہو گیا تو تمام پیشینہ اصول و فروع باطل ہو گیا اور مذہب اہل حق ثابت ہو گیا  
 علی ذلک بعد اہم اس قدر کہ ارشاد فرما رہی کہ ہماری فاضل مجیب نے اس خط کو الزامی ہونے  
 پر جب اذکار کوئی دلیل ہم پر نہ پہنچی تو آخر بعیت کو قرینہ الزام قرار دیا اور حدیث بخاری کو  
 جو مشرہ ہے کہ جبائے ایمام حیات فاطمہ رضی اللہ عنہا بعیت نہیں فرمائی اپنا استدلال  
 پرایا تو ضرور ہو کہ مختصر علم مسکا بھی جواب کہ ارشاد کریں پس صحت ہم ہو کہ مکتوب ملامت کو



جواب میں یہ قدر کافی ہے کہ یہ فی الحقیقت قرینہ ہی نہیں ہے کیونکہ اولاً تاخیر غیر مسلم ہے  
 چنانچہ یہی عرض ہوتا ہے۔ تاہم اگر تاخیر تھا تو قدح نے الاستحقاق غیر مسلم اور باطل ہے لہذا  
 ممکن ہے کہ تاخیر خطا اجتہادی کے وجہ سے ہو۔ راجعاً اس کی ضرر کی دلالت اس خط کے الزام  
 ہونے پر تسلیم نہیں کیا جاسکتی کیونکہ اگر بالفرض اس تاخیر سے کسی ناخوشی مفہوم  
 ہوتے ہو یہی نو سالہا سا کتاب آجکل خلافت کی ساتھ تمام دنیاوی و دنیوی امور میں نہیں  
 و غلغلہ رہا صریح اور کما بطن ناخوش ہے ان اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خلافت کی وجہ سے تمام  
 عمر ناخوش رہتی اور ادنیٰ کسی کام میں شریک نہ ہوتی اور ادنیٰ امرات نہ کرتے اور دہائی  
 ہجرت کر کے کہیں نکل جاتے اور تمام عمر خلافت کی عداوت میں رہتی تو شاید یہ کلام  
 اس قرینہ سے الزامی سمجھ جاتے۔ علاوہ ازیں یہ قدر واضح گذر رہا ہے کہ جناب امیر کا  
 مذہب دوم ہو چکا ہے کہ انشاء خلافت کو دینی جمیع کی وجہ سے ضروری نہیں سمجھتی تو  
 جب اکثر اولاد اہل دل عقیدے سے بیعت کر لی خلافت منقطع ہو گئی تو جناب نے یہ خیال فرمایا  
 کہ بیعت تو منقطع ہو چکی ہے غلامین بیعت کروں یا کروں اور کبھی دلیلیں بطور ثبوت رکھوں  
 اس لئے اور عدم منورہ کی وجہ سے طالع تھا یہی نہ یہ کہ معاذ اللہ آپ کو استحقاق خلافت  
 خلیفہ اول میں مال ہو سلیبی آپ کی تاخیر فرمایا اور یہ نہیں ہوا کہ آپ نے اطاعت سے  
 انحراف کیا ہو اور اگر کہیں اتفاقاً بالفرض ہو تو ہم کب آپ کو معصوم اعتقاد کرتے ہیں  
 غرض جناب امیر کو استحقاق خلیفہ اول کی نسبت میں کبھی تردد نہیں ہوا اور نہ کہیں  
 استحقاق خلافت کا انکار کیا باقی رہا نقض خلافت کو شور مچا کر بابت ہم شروع  
 رسالہ میں عرض کر چکا کہ ادایت ہی صراحت یہ مفہوم نہیں ہونا کہ نقض خلافت کے شور  
 کیسی ہوں بلکہ چونکہ یہ اجتماع شور می منجر بغض و نفرت تو اسلامی اور کو نقض خلافت کے  
 شور می کہا گیا بعد عذر و معذرت کے صفائی ہو گئی تو بخوشی و طیب نفس بیعت  
 کر لے۔ چنانچہ یہی ہی اوس ادایت میں مذکور ہے جس کی تائید بخاری سے جاری صحیح

بسبت فرمائی عسلاوہ ازین ہم حسب مذاق اپنی تجسید لیسیت یہ بھی کہ سکتی ہیں کہ حسب  
 روایات شیعوہ کے یہ بھی ممکن نہیں کہ جناب امیر لغز الغفا و خلافت صدیقی بعیت کرین  
 اور خلف فرادین بکشدش تا ایک شرف میں کیونکہ کمال تاکید و تشدید آپ سے صحت و سکوت  
 کا عہد لیا گیا تھا اور عدم ساز و مناسبت کا ختمی عقدہ کو ایسا کیا کہ بے محسوم بخوابیم الذی ب  
 اسی دعا کو اہل نازل ہوئی وصیت نامہ آپ کی شہادت و خواہش کے ساتھ مرتب ہوا تھا  
 سابقین ہم شرح ایچ السلاخہ میں لکھ ہی چکے ہیں و کان معہودا علیہ ان کا بیاض  
 فی امر الخلاۃ الہیہ اور صدر روایات اسپر وال ہیں تھیں میں عواہت نقل کے ہی  
 ردی ابان بن عیاش عن سلیم بن فیس الہلالی وغیر عن عیزہ ان عمر قال  
 اعلیٰ ازہی تابع ابابکر لتقتلک قال لہو لا محمد عہدہ الی خلیفہ است اخوانہ  
 علمت ایضا ضعف ناصر اقل عدد القرآن کے تحریف پر ایوہ سے نہ بولے نبات  
 طبعیات کے معاذ اللہ تو بہ توبہ غضب پر ایچ جون و چراو کی صحت احداثات اور تہذبات  
 ہوئی اور چکر اسی باعث سے پیٹھی و یک کیو تو باوجود مصوبت کی کیونکر ممکن ہو کہ حکم  
 آپ کی خلافت فرادین اور وصیت رسالت پناہی پس پشت ڈال دین اور تسلیم خلافت میں  
 چون و چرا فرادین مان یہ ممکن ہو کہ بعد انتقال حضرت علیؑ علیہ السلام غم مفارقت میں  
 مبتلا ہو ہوں اور تہذیب اسکی تبسح صحف میں مشغول رہی ہوں جسکی نسبت اقلیم کہا کرتی  
 کہ جب تک جمع نہیں کرونگا چادر نہیں پہنوں گا۔ تفسیر صفائی میں ہے۔ ردی علی بن ابیہم  
 القمہ باسنادہ عن ابی عبد اللہ قال ان رسول اللہ قال لعلم

۱۵ جناب امیر سے عہد لیا گیا تھا کہ اگر خلافت میں چکر نہ کرنا سہل سلیم بن فیس ہالی وغیرہ کسی روایت سے  
 کہ ستر علیؑ کو کہا اگر تو ابوبکر سے بیعت نہیں کرنا تو بیک وقت قتل کر دیا سب کو حضرت علیؑ نے جواب دیا کہ اگر خدا  
 جو میرے خلیفہ ہے مجھ سے اسکی بیعت نہیں کرے گا تو جو جانتا کہ ہم میں کون خلیفہ ہے تہذیب و کارون والا وہی ہو  
 متاودہ ۱۱۶ امام ابو عبد اللہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 علیؑ سے فرمایا۔ ۱۲۔

یا علیؑ ان القراء حلف مراشی فی الصحف والحریر والقراطیس محدودہ  
واشمعہ ولا تصبغہ کما صنعت الیہود التورۃ فانطلق علی فجمعه فی ثوب اصفر  
لرحم علیہؑ ینتہ وقال لا ابدی حتی اجمعہ قال کان الرجل لیا قیہ یخرج الیہ بنیہ وجمعہ  
اور ظاہر ہے کہ اس جہ سے وہ ایف کر لیں ایک متمدن نامہ جاپانی۔ اس سے فارغ ہونے کی کھڑت  
فاطمہؑ کی زوجہ اور بیمار داری غرض کا مین ستوں و مبتلا ہونے پر نگہ کر ان علیؑ کو مکی وجہ سے  
ست تیجات و ظہر رضی اللہ عنہا منقولہ صحت میں تاخر رہا ہو گا ورنہ بطور منافستہ اور منافستہ  
کر کر ممکن نہیں کہ آپؐ بیس سے تاخر فرمایا ہو بہر حال برخلاف روایات معتدہ اہل سنت  
اگر اس تاخر کے وقوع کو جو روایت منقولہ سے مفہوم ہوتا ہے تسلیم کر لیا جاوے تو فریقین کے  
مزدیک بردایات خود واجب التاویل اور معروف عن انصار ہر اہل سنت کے نزدیک تو ظاہر ہے  
کہ ابو بکر صدیقؓ جذبہ رحن ہے اور ادنیٰ انحراف کبیرہ تھا تو بغرض طہارت ذیل جنابا پر  
تاویل واجب ہے اور شیوہ کے نزدیک اس سے بھی اظہر ہے کیونکہ امام معصوم کا خلافت حکم خدا اور  
کہا محال ہے تو تاویل لازم ہوتی باقی را محض فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وجاہت کا حال  
سو شرح بھیج البلاغہ اور البیانات مجلس سے خوب روشن ہے کہ خطہ ارمیہ کے نزدیک کسی  
وجاہت تھی کیا اس کا نام وجاہت ہے کہ کوئی دقیقہ تدلیس و تفسیر دے جہت میں کا (معاذ اللہ)  
خاک پہن دشمن ان آن پاک نژاد۔) اور پھر نہ کہا تفصیل کے بقدر سابق میں مذکور ہو چکا  
تو جنہوں نے خود حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حقوق غصب کیے اور ضرب و تہمت کے اور  
گھر کو جلاؤ والا تو وہ ادھر وجاہت کی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کیا رعایت کرینگے

اسی علیؑ و ان میرے درن کے بھی مسجد اہل کلام و کلام میں ہر دیکھ کر کہتا کہ بھو اور مانع کیجو  
صلح ہو چکا وراثت کے مانع کر دیا پس علیؑ نے اس کو جمع کیا اور کثرت میں پر راس پر ہر گناہی اپنے  
گھر میں اور فرمایا میں تا قیامت تک اس کو جمع ذکر لوں جاؤ رہو گا۔ کب بعض شخص لکھتے ہیں آہ ہاتھ تو دل  
جاؤ رہا اس کی یہی حکمت سے یہاں تک کہ آئے اس کو مسیح کر لیا۔

ثان اسفند گذارش کرنا دیا جانا ہے کہ یہ روایت بخاری کے جسکو ہماری عجیب سبب نے  
 اپنی اسناد میں پیش کیا ہے دوسری روایت صحیحہ صحیحہ میں ہے جس میں مساف مذکور ہے  
 کہ حضرت علی زبیر نے ابتداء النفاذ خلاف بین بحیث فرمائی اور وہ روایت ابن سعد اور  
 حاکم اور ہیثمی نے ترجیح کی ہے اور الفاظ او سکون مخصوصا معنی سے نقل کرنا ہوں ثبہ بالیہ  
 الہاجرون والا لہمار وصعد ابوبکر المنبر ونظر فی وجہ القوم فلم  
 یزال یزید فد عاہ فجاہ فقال قلت ابن عمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم <sup>اردت</sup>  
 ان تشق عصا المسلمین فقال لا یشرب یا خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 فقام فالوثر نظر فی وجہ القوم فلم یر علیا فد عاہ فجاہ فقال قلت ابن عم رسول  
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فختہ علی نبتہ اردت ان تشق عصا المسلمین فقال  
 لا یشرب یا خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیاہم ازیر اسکی قریب دوسری روایت  
 ابن حجر نے صواعق میں نقل کی ہے واخرج موسى بن عقبہ فی معازیرہ والمناکیر  
 وصحیح عن عبد الرحمن بن عوف قال خطب ابوبکر فقال واللہ ما کنت شریک لہما  
 یوما ولا لیلہ قط ولا کنت راغباً فیہا ولا سالت اللہ فی سر وعلانیۃ ولکن  
 اشتفت من الفتنة وما لی فی الامارة من راحة لقد قلت امرأ عظیماً

۱۱۔ ہر کسی کو ہر چیز میں ۱۲ انفس سے جمعیت کی۔ اور ابوبکر منبر پر چڑھ کر جو قوم میں منفر کی زبیر کو  
 نہ پایا کہ وہ آئی فرمایا میرے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہنچی کا بیٹا اور کچھ خوار سے مسلمانوں کی حاجت کا  
 تفریق کرنا چاہا کہ ای سوال اللہ کے چاشین ہات نہیں ہیں بل ہمارے جمعیت کی ہر وہ قوم میں منفر کی اور میں کو نہ کہا بلایا نہ آئی فرمایا  
 میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چپ کا بیٹا اور کچھ والا تو نہ مسلمانوں کی حاجت کا تفریق کرنا چاہا کہ ای خلیفہ رسول اللہ کے ملاقات  
 نہیں ہر جمعیت کی ۱۲۔ ۱۳۔ ہر کسی بن عقبہ نے اپنی صحت میں اور حاکم نے صحیح کے ہی اور شیخ کے ہی وید حسن  
 بن عوف کے کہا خطبہ پڑھا کہ رسول اللہ کی قسم میں اراستہ پر کہی کسی دن اور کسی رات میں میں تھا اور میں  
 اس میں رعب تھا اور ہر شہید و غار ہر ہر کسی اس سوال کیا ہوں لیکن میں نشتہ سے ڈرا اور مجھ کو اراستہ میں کہ  
 رات میں میں ایک اس غم گئی میں پہنچا گیا ہوں۔ ۱۴۔

تالی بہ منطقتہ ولایہ الا بتقویۃ اللہ تعالیٰ فقال علی والزبیر ما غضبنا الا  
 لاننا نخرع المشوقہ وانا نری ان ابابکر داحق الناس بما انہ لصاحب الخاروانا  
 نعرف شرفہ وخیرہ ولقد امرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالصلوۃ وهو حیا ارجب ہم  
 روایت میں جو ابو حبیہ سے مروی ہوئی اولیٰ روایت میں جو بخاری میں حضرت عائشہ  
 رضی اللہ عنہا سے مروی ہوئی اور بخاری مجیب بسبب اوسکو اپنا مستقل قرار دیا ہی  
 وجہ تعلق کو دیکھتے ہیں تو ظاہر ہے کہ حضرت ام المومنین کا اون مجامع میں شریک  
 ہونا ثابت نہیں بلکہ بخاری نہایت مستعد ہی اور ابو سعید خدری راوی حدیث بیعت  
 ضروران مجامع میں شریک تھے تو وہ جو کچھ بیان کر چکی ہیں اس میں ہر محسوس اور اپنی معافیہ  
 روایت کر چکا اور یہی ہی لیس لکھ کر لکھا ہے تو اسلیں روایت ابو سعید کے جو مثبت بیعت  
 سے نسبت روایت ام المومنین کے جو نافی ہے ارجح ہوگی علاوہ ازیں حضرت  
 ام المومنین کے روایت متضمن نفی کو ہر اور حضرت ابو سعید کے روایت متضمن اثبات کو  
 اور قاعدہ ہو کہ عند الترجیع اثبات نفی بر مقدم ہے اور مثبت نافی سے ارجح و اقویٰ ہر عملی صورت  
 جیسا کہ اسکی تہ اس آیت وحدیث کو بھی متضمّن کیا جاویں جو بخاری میں مندرج ہے  
 لَمْ نَسْمَعْ کَیْفَ یَا یٰ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اطِيعُوا اللّٰهَ وَاطِيعُوا الرَّسُولَ وَاولٰی الامر منکم ومن ان  
 ولیرد علیہ امام زمانہ الخ اور اس ضمیمہ میں خیال کیا جاویں کہ حضرت امیر کے شان ارفع ہو کہ  
 خلیفہ برحق سے تشریف شامخوف زمین۔ چنانچہ سابقہ روایت بجا مجلسی نے لکھا ہے کہ تفسیر  
 امر ابو جریہ میں شمل خدا و رسول کے واجب الاطاعت ہیں اور اول الامر کے زمرہ میں سے ہیں تو ان

سے حکمی بحرانہ کے تفسیر کے بحکومت اور وقت نہیں تو اس پر سے اندر نہیں کہا ہم ہوسکتے ہیں مگر  
 کہ ہم سورہ سے بھی مٹائی گئی۔ اور ہم جانتے ہیں کہ اگر کوئی گنہگار سے زیادہ اوسکی سزا میں کیونکہ وہ گناہ  
 سے زیادہ ان کے بزرگی اور بھائی کو ہم چانتی ہیں۔ اور ایک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی  
 میں مار کے است کا اکر حکم فرمایا ہے۔ ۱۲۔ ۱۳۔ جبر معانہ کی بار نہیں مٹے ۱۴۔

امام  
 زمانہ  
 علیہ السلام

وجوہ مذکورہ سے ابو سعید کے روایت کو حسبِ عدہ رجحان و اعتبار ہوگا تو اب اس صورت میں مرجع نفی بحیثِ اول کا جو روایت بخاری میں المومنین سے ہے یا تو علم از اعلاخ کی طرف ہے کہ آپ کو بیعت سابقہ کی اطلاع نہیں ہوئی اور یا وہ بیعت ہے جس کے بعد کچھ ممال و شکر بخجی نہ ہی ہو چو نکہ بیعت اول کے بعد ہی جسے کچھ ممال رہا تھا اور معاملہ فہرک اس کا ختم ہو کر اور باعث کشیدگی ہو گیا اور بخجی و تیمارداری حضرت زہرا اور بی شغولی اور عدم حاضری بی بی خلیفہ برحق کا سبب ہوا اور اسکی بعد جب آپ نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنی پاس ملا کر تفصیلاً معذرت فرمائی اور انضلیت کا اقرار کیا اور کر بیعت کر تو قلب شریف مالا دل دے کر دست سے بالکل صاف ہو گیا اور عام طور پر سب جہا گیا کہ آپ نے بیعت فرمائی بہر کیف جہا تک روایات میں دیکھا جاتا ہے تو آپ کا مال یا تاخر عدم الخلیفہ و صلاحیت خلیفہ صدیق رضی اللہ عنہ کی وجہ سے نہیں تھا جو قادیان میں فرما کر ہو کہ میں روایت نے اسکو صراحتہ بیان کیا۔ ما غضبنا الا اننا اخرا عن المشركین کما یثیر روایت کیا اور کہا ولکن کان ذی ان لنا فی ہذا لامر نصیبنا از غایر کہ تفرقہ سیاق عبارت ہذا لامر نصیبنا سے مراد مشورہ ہی کیونکہ اقبل اس عبارت کا یہ ہے ہی وحدث اندلہ علی الذی صنع نفاسی علی ابی بکر ولا انکار للذی فضلہ اللہ بہ اور بعد میں کو یہی واستبد علینا تو اس عبارت کے اقبل و بعد کے لحاظ سے ہرگز یہی معنی معلوم نہیں ہوتے کہ نہ فی ہذا لامر نصیبنا سے مراد مستحقان خلافت ہو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہوں کہ ہم جانتی تھی کہ خلافت ہمارا حق ہے یہ حضرات شیعوہ کی خوش فہمی ہے روایت مسلم کی ابو سعید سے جو تاخر بیعت پر دال ہے اسکو ترمذی بخاری نے کتب م

۷ اور لیکن ہم جانتی تھے کہ ہم کو یہی اس امر میں حصہ ہے۔ ۱۱۔ اور بیان کیا کہ ابو بکر اپنی اور اسکی فضیلت کے انکار نے کچھ اس پر بگڑنے نہیں کیا جو کام کیا ہے۔ ۱۲۔

ہمسایہ زہری کی ضعیف کہا ہے اور علو اعق محرقہ میں لکھا ہے قال البیہقی واما ما وقع  
 فی صحیح مسلم عن ابی سعید من تاخیر بیعة حو و غایہ من بنی ہاشم الی  
 موت فاطمة فضعیف فان الذہری لم یسندہ والیضا فالروایۃ الاولی عن ابی  
 سعید ہی الموصولة فیکون اصح انتہے میں بعد اس تحقیق کے ثابت ہوا کہ استحقاق خلافت  
 خلیفہ اول سے جناب امیر کو کہی انکار نہیں ہوا اور روایت تاخیر بیعت کو رجوع ہی ہو  
 اوس سے استدلال ہر اسی ذیل میں مجیب کا صحیح نہیں ہے اور او کی مفید ما تو اس سجدہ کا  
 تحذیر فرما - انہ بالیعنی القوم الذین بالیعوا اما بکرو و عمر و عثمان اسو بہ ہے ہی  
 کردہ خلافت میں عند انہذا در ہمارے نزدیک اور تمہاری نزدیک حق ہی اور بیعت اہل حل عقد  
 سے ثابت ہوئی نہیں اور جس سے وہ بیعت کریں او کی خلافت حق ہی تو اس سجدہ سے ہوا  
 استدلال فرمایا کہ اسکی حقیقت میں کسیکو کی طرح کا مال نہ تھا اور ہمیشہ دشمن و نکاحا قاعدہ ہے  
 کہ ایسی ہی وہاں سے استدلال کیا کرتے ہیں کہ جبکی حقیقت مثل آفتاب نمبر و روشن ہو  
 پس یہ دلیل ہی ایسی قطعیہ حقا سے مرکب ہی کہ جبکی حقیقت عند اللہ و عند ائمہ  
 مسلم ہے اور فی تحقیقت یہ دلیل اس وقت نام ہو سکتی ہے بلکہ لا جواب ہی جیسا کہ  
 تحقیقی استدلال کیا ہو اور مقدمات حق سے مرکب کلمہ جاد کی کیونکہ جب واقعہ اور نفس الامر  
 اور عند اللہ و عند الفرقین صحت حقیقت خلافت کے اجتماع اہل حل عقد سے ثابت  
 ہے اور حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی بھی حقیقت خلافت اس طرح اور انسی دلیل سے ہم ثابت  
 کرتے ہیں تو آپ ہی فرمائی کہ اس دلیل کا کیا جواب ہے اور امیر معویہ رضی اللہ عنہ کیونکہ  
 کہ سکتی ہیں اگر اسکی جواب میں یہ کہیں کہ صحت حقیقت خلافت بیعت اہل حل عقد  
 سے ثابت ہے لہذا ہی کہ جو روایت ابو سعید سے مسلم میں واقع ہوئی ہے موت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا  
 بیعت جناب امیر کو دیگر بنی ہاشم کی ایت وہ ضعیف ہی کیونکہ دوسری نے اسکو مسند نہیں کیا اور نیز  
 ابو سعید ہی رسول ہے تو وہ اصح ہوئی - ۱۲ -

اور سوقت مترتب ہوتی ہے جبکہ بیعت اہل حل و عقد صلاح للخلافت کو واسطی واقع ہو چنانچہ خلافت  
 ٹاٹھ کر لینی ہوئے ہوتی اور اگر غیر صلاح کے لینی واقع ہوگی جیسا کہ جناب کے لینی ہوتی  
 تو وہ بیعت مبثت ہوگی تو ظاہر ہے کہ یہ ترویج بالکل مردود ہے اور اسکا جواب خود جناب امیر  
 زادین خط میں جو اسکی جواب میں لکھا تحریر فرمایا وہ یہ کہ جب خداوند تعالیٰ نے صحت  
 خلافت بیعت اہل حل و عقد پر رکھ دی ہے تو جسکو وہ خلیفہ بنا دینگی اور باختیار خود جسکو ہائے  
 بیعت کرنیکی وہ صلاح للخلافت ہوگا اسلیں اسکی خلافت حق ہوگی کیونکہ خداوند تعالیٰ  
 اوفکر ہرگز گمراہی پر مجتمع نہیں فرمادینگا اور اگر انکی بیعت خلافت باختیار خود کسی غیر صلاح  
 للخلافت کے ہائے مرد واقع ہو جائی تو سب گمراہ اور ضال ہو گئی اور تمام خلافت پر مجتمع  
 ہو گئی اور یہ محال ہے تو اہل حل و عقد کا کسی شخص کے بیعت پر شفق ہونا خود اسکی صلاحیت  
 اور ہائیت کی دلیل ہے اور اس جواب کا کچھ جواب نہیں ہو سکتا نہ امیر معویہ اسکا کچھ  
 جواب دیکھتے ہیں اگر حوصلہ ہو تو آپ ہی اذکر طرف سے اسکی تردید کیجیے اور اگر اس دلیل  
 دلیل الزامی کہا جاوی تو ناقص نام تام ہے اور ہرگز مبثت نہ جانوگی اور اسکی جواب میں  
 جناب امیر ملزم و محجوج ہو جائیں گے کیونکہ جب امیر معویہ نے بجا اب اسکی اہل حل و عقد کے  
 بیعت پر ترتیب حقیقت کر لینی صلاحیت و عدم صلاحیت کا فرق نکالا تو اب  
 فرمائی الزام تو باطل ہو گیا اب جناب امیر کو درجہ ثبوت صلاحیت و اہلیت کا پیش آیا تو  
 اسکو خود اس بیعت اہل حل و عقد سے ثابت نہیں کر سکتی کیونکہ واقعی اور نفس الامر میں  
 تو دوسری کسی دلیل کی طرف مثل بغض و عصمت کے رجوع فرما دینگے اور یہ دلائل ایسی ہیں کہ صحت  
 مواقع و صریح علی پیش آئی لیکن کسی ظاہر نہیں کی گئیں پس انکو نسبت امیر معویہ کو اذکر  
 البطل میں آتا ہے کہنا کافی ہو گا کہ حضرت یہ دلائل خلافت ٹاٹھ کے زمانہ میں کہیں  
 پیش ہو میں جو آج میرے مقابلہ میں کیجائے ہیں اور جب تو ہنوں نے تسلیم  
 نہیں کی تو میں کیونکر تسلیم کروں تو آپ ہی فرمائیے کہ حضرت امیر کے پاس اسکا کیا



جواب ہے اور اس مرحلہ سے کیونکہ خلاصی ممکن ہے بجز اسکی کہ آپ لازم و مجبوج میں اور  
 اگر چاہئے کوئی امر اسوقت تراشا ہی ہوتا اس جواب کہ محفوظ خاطر کہنا ضرور ہوگا جو  
 اسکی جواب میں خود حضرت نے تحریر فرمایا ورنہ وہ بالکل لغو ہوگا اور اس قول میں جواب ہے  
 یہ جملہ تحریر فرمایا (اور خصوصاً وہ فقرہ جو آپ کے خاتم الحمدین اپنی تہجہ عالمی سے اصل  
 سمجھ گئی ہیں یعنی ذمتک وانت بالشام الزامی تحریر پر دال ہے کیونکہ یہ دال تحریر نہیں ہے  
 کہ اپنی ہمت کو بیان کر کے خصم پر کوئی بات لازم کریں) معلوم نہیں آپ کے کس  
 حالت میں یہ جملہ تحریر فرمایا نہ دعا صحیح ہے نہ دلیل دعوی کے مطابق اور نہ کسی مثبت  
 اب سنی کہ حضرت خاتم الحمدین کی سنت الزامی تحریر فرمایا کہ وہ جملہ ذمتک و  
 انت بالشام کو اپنی تہجہ عالمی سے اصل سمجھ گئی تو اس جگہ اصل و فروع کو کیا دخل ہے اور  
 بیان اصل سے کیا مراد ہے اور اسکی اصل ہونے کی کیا وجہ ہے خط مذکور میں چاہے  
 امیر نے اول اپنا دعویٰ ذکر فرمایا اور وہ یہ ہے جملہ ہی بیعتہ ذمتک وانت بالشام  
 اور اسکی بعد اسکی دلیل بیان فرمائی پس جملہ مذکور اس اعتبار سے کہ مکتوب میں ذمائی  
 اصل ہے اور اس اعتبار سے ہی اصل ہے کہ دعویٰ مقصودہ ہے جسکا اثبات نہ نظر ہی  
 ہے حضرت شاہ صاحب کو الزام دینا کہ وہ اپنی تہجہ علمی سے اصل سمجھ گئی اور کیا وہ تحقیق  
 اصل نہیں ہے سر نہ نہیں ہے قطع نظر اس سے جسجگہ حضرت شاہ صاحب نے اس خط  
 نقل فرمایا ہے اور اس پر بحث کی تھی چنانچہ ہماری فاضل مجیب ہی کہ جگہ سے خط کو نقل  
 فرمائے ہیں وہاں اس جملہ کا کچھ نہ کور نہیں ہے اور نہ اسکا اثبات و عدم اصابت  
 فرض فرمایا ہے اور اس جملہ سے تعرض کرنے کے کوئی وجہ بھی نہیں ہے کیونکہ یہ محض دعویٰ  
 ہی دعویٰ ہے اگر بحث و گفتگو واقع ہوئی ہے تو دلیل کی نسبت ہی کہ دلیل مقدمات  
 الزامیہ جہت سے استدلال فرمایا ہے یا مقدمات حقہ نامہ نے نفس الامر سے اور اس  
 جملہ کی اصابت و عدم اصابت کو دلیل کی تحقیقی و الزامی ہونے سے کیا تعلق ہے

تہجہ علمی کا یہ قول کہ انت بالشام الزامی تحریر پر دال ہے کیونکہ یہ دال تحریر نہیں ہے

شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اسکی ابتدا سے تعریض فرمایا اور اگر ہو بھی تو اسکی اصالت میں کچھ  
تردد نہیں نہ حاصل ہوا ہی کرتا ہو۔ پس یہ الزام محض لغو اور پوچ ہے جسکا مدار جاری  
فاضل محکم کے خوش فہمی ہی تحفہ کے جوابات میں کہیں کچھ مضمون دیکھا ہو گا بے سمجھا ہو گا  
کچھ سے کچھ نقل و ترجمہ کر دیا اسکی بعد یہ کہنا کہ جب جملہ الزامی تحریر ہوئی پر دال ہے سرسہر  
پھر اور دایات محض ہو مدعا کو دلیل کے الزامی تحقیقی ہونے پر دلالت سے کیا غلطہ اسکی لپی  
خواہ دلیل الزامی ہو خواہ تحقیقی ہو وہ ہر طرح اپنا سلمہ ہو اور خصم کا غیر سلمہ اگر اور کا ثبوت صحت  
وحقیقت نفس الامری و حسنہ محکم مطلوب ہو گا تو دلیل تحقیقی ذکر کیجا دی ورنہ اگر حرف  
اسکات و الزام خصم مقصود ہو گا تو دلیل الزامی ذکر کیجا دی گی پس یہ کہنا کہ جب جملہ تحریر  
الزامی ہونے پر دال ہو حضرت کے کمال تبحر علمی پر دال ہو ان حضرت کی تبحر علمی سے  
کچھ یہ رہنمائی کہ اس جملہ میں جو لفظ ارتکاب کا واقع ہوا چونکہ مادہ الزام کا تھا تو اس سے  
جہاں نے اپنی تبحر علمی کے بدولت سمجھا ہو کہ یہ مادہ الزام اس تحریر کے الزامی ہونے پر  
دال ہو اسکی بعد اسکی دلیل ارشاد ہوئی کیونکہ یہ داب تحریر نہیں ہے کہ اپنی سمت گویا  
کہ کے خصم پر کوئی بات لازم کریں سبحان اللہ یہ دلیل اور یہی حضرت کے تبحر علمی خصوصاً  
منظورہ دانی پر اس طرح دلیل ہے کیونکہ حضرت یہ دلیل جب جملہ لزمات و انتہا بالکام کے  
الزام ہونے پر وارد فرماتے ہیں اور اسکو کیونکہ مثبت ہو ذرا سمجھا ہی تو یہی کاش  
آپ ان افادات تازہ کو کوئی مصنف لبیب دیکھ کر کہو آپکی علم اور فہم اور منظورہ دانی کی داوڑ  
اس عبارت سے صاف مستفاد ہوا ہو کہ جب جملہ لزمات و انتہا بالکام کو یہی آپ سے  
خصم سے سمجھی ہوئی میں حالاکہ یہ مدعا ہی یہ اگر سلمہ خصم ہو تو وہ خصم ہی کیونکہ بنی اور  
دلیل کے اور اسکی اثبات کی ہی کیا ضرورت پڑی ہی حضرت یہ کہ دعویٰ ہی جو صرف اپنا  
سلمہ ہو اور خصم اسکا منکر ہو اب اس دعویٰ کا دلیل سے ثابت کرنا مطلوب ہو قطع نظر  
اس سے کہ علم پوچھتی ہیں اس قول سے کہ یہ داب تحریر نہیں کہ اپنی سہمات سے خصم پر کوئی

بات لازم کریں (کیا مراد ہے) اگر یہ مراد ہے کہ ایسی اقوال ہیں جو صرف اپنی ہی سلامت  
 میں اور ختم از کوئی تسلیم نہیں کرتا اور واقعہ اور نفس الامر کی اعتبار سے مسلمین ختم پر کوئی  
 بات لازم کرنا دایہ تحریر کہ نہیں تو صحیح مسلم لیکن ایک مفید نہیں کیونکہ اس دلیل کی  
 نسبت ہم کتاب کہتی ہیں کہ صرف جناب امیر کی ہی مسلم ہے اور باعتبار واقعہ کے غیر  
 مسلم ہے اور اگر یہ مراد ہے کہ اپنی سلامت سے گودہ حقدہ واقعہ اور مسلم ختم سے کہیں  
 ہنوں اور کسی ختم پر کسی امر کا لازم کرنا غایب اور اب تحریر سے تو غلط ہے اور اس کی نظر  
 ایسی بدیہی ہے کہ اس پر حاجت دلیل پیش کر چکی ہے نہیں اور ہم اس دلیل کو  
 ایسا ہی کہتے ہیں مثلاً کوئی شخص اہل اسلام میں سے کسی سہانہ پر قرآن کے آیت  
 پیش کرے یا حدیث پیش کرے یا اجماع پیش کرے تو اس کو کوئی الزامی دلیل نہیں  
 کہیگا حالانکہ ادنیٰ اپنی سلامت سے ختم کے الزام دیتا جاوے غرض کہ یہ جب مستحجب  
 و غریب ہے جو حضرت کی سحر مسلمی دشکارا طور پر بیان کرتا ہے اور علم و فہم و مناظرہ  
 دانے کا ہوا پورا اندازہ بتاتا ہے **قول** جناب امیر علیہ السلام جو کہ حجبت قد اتھی  
 ختم پر ایسی حجبت ختم فرماتی تھے کہ پھر جواب کا موقع نہ رہی۔ **اقول** اس دلیل کا  
 ایسی حجبت ہونا جس کو پھر جواب کا موقع نہ رہی و بیوقوف ممکن ہے جبکہ اس کو با اتباع  
 اہل سنت دلیل تحقیقی قرار دیا جادی اور کوہ بکر بموجب حضرت امیر کا حجبت خدا ہونا  
 بھی بقول شیعہ ثابت ہو جائیگا اور اگر اس دلیل کو حسب تقریر علماء اشیعہ دلیل الزامی  
 کہ اس جاد تو پھر بہر دلیل ہی نام نہیں ہے جائیگا عسیر جواب ہوا جو حضرت کا حجبت  
 خدا ثابت ہونا تو نہ مان ملزم منظم ہونا لازم آئیگا چنانچہ مصلحتاً ہم اسے گوارہ میں کر رہے ہیں  
**قول** کیا کہ بعد انفا و سعیت و خلافت خلیفہ اول جب حضرت کو سعیت کر رہی تھیں  
 تو آپ نے فرمایا کہ تمہاری قرابت رسول کے ذریعہ سے انصاف سے خلافت لی ہے اب تم سے انصاف  
 کرو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کون ازب ہے چو کہ تمہنی حق پایا ہے حق دوا

جواب بجز غشی و درشتی حسب عادت خود خلیفہ نامے نے کچھ نہ دیا اور جواب ہی کیا تب  
چنانچہ یہی کل حال کتب معتبرہ تواریخ مثل روضۃ الصفا و غیرہ میں مفصل و مخرج مندرج ہے  
**اقول** اس کلام میں بوجہ چند بحث و کلام ہے اولاً اس قصہ کو اہل سنت و جماعت  
کتابوں میں ثابت کیجی اور اگر بعد جواب لیجی اور کتب معتبرہ کے اندراج کر سکتے ہیں کچھ  
آپ نے تحریر فرمایا اگر معتبرہ سے اپنی کتب معتبرہ مراد میں تو ہم پر محبت نہیں اور اگر ہماری  
معتبرہ مراد میں تو پہلے اعتبار ثابت فرمائی اور روضۃ الصفا کا معتبر ہونا غیر مسلم سے ثابت کیا  
خود آپ ہی کتب معتبرہ میں اس طرح مرزی نہیں انہی البتہ غلط جو بنائیت معتبر کتاب ہے  
اوسمیں لکھا ہے و منکلام لا علیہ السلام لما انتمت الی امین المؤمنین ابنا السقیفۃ  
بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ما قال الا لصادق قالوا قالت  
منا امیر و منکر امیر قال فہذا حجتہم علیہم بان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
وصی بان یحسن الی محسنہم و یتجاوز عن سببہم قالوا و ما فی ہذا من الحجۃ فقال  
لو کانت الامارۃ فہم لم یکن الوصیۃ بہم ثم قال فہذا قال قلت قریش قالوا حجت  
شجرۃ الرسول فقال یتجوز بالشیخۃ و اصناعوا الشجرۃ انتہی۔ و کہو نہ اس مجلس میں خلیفہ  
نامی کا حاضر ہونا ہی نہ حق خلافت کا مطالبہ ہے نہ تلفار سے کلام و گفت گو ہی نہ  
باہم کچھ سختی و درشتی ہے ہمیں صرف اعتراف نہ کہ ہر کسب آپ کو سفید کے خیرین پہنچی تو آپ نے  
حال دریافت فرمایا اور یہ کلام فرمایا اور اگر وہ ہی روایت معتبرہ ہوئی تو اس کا کوئی  
رضی صاحب نقل فرمائے کہ اول علی القصفۃ تہی۔ ثالثاً یہ سہا بہ اپنی حق کا کرنا

اور خافار کے ساتھ معاہدہ خلافت میں چون ہوا کرنا سرسہ خلاف حکم الہی و دینیت  
 رسالت پناہی ناجائز اور راجح تھا تو کیونکر ممکن ہو کہ آپ باوجود عصمت کے کرب  
 معصیت کر سکیں چنانچہ اس کے ایک خطبہ میں جس کا شروع یہ ہے و منکم لادم کہ  
 بیغہ خمان فرماؤں واللہ ما ملین ما ملین المملین ولکن قہا جہر اللہ تو اس سے معلوم ہوا کہ یہ وقت  
 بالکل غلط اور موضوع و مقرر ہی ہے۔ رہنا جب ہم نفس میں الزام میں نازل کرتے  
 ہیں تو اس کو غلط اور راجح پائے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ اس دلیل سے ہرگز احتجاج  
 صحیح نہیں ہو سکتا ہے اور نہ کوئی عاقل اس میں کوئی لائق احتجاج سمجھ سکتا ہے کیونکہ  
 یہ دلیل حضرت نے اپنی حقیقت خلافت کے لیے حسبِ زعم اولیا سامی فرمائی ہے  
 پس ہم دیکھتے ہیں کہ اس سے پہلے جہت خلافت کی طرح ثابت نہیں ہوتے کیونکہ  
 آپ اس قول سے قریش نے شجرہ کو بکڑا اور عمرو کو صنایع کیا یا یہ مراد ہی کہ بعد کیا  
 اور اقرب کو چھوڑ دیا تو اس سے آپ کی خلافت متنازعہ نہیں بلکہ افضل ہرگز ثابت  
 نہیں ہوتے بلکہ اس تقریر سے لازم آتا ہے کہ حضرت عباس عقیل احق بخلافت ہیں  
 کیونکہ حضرت علی علیہ السلام سے اقرب البعثات ہیں اعمام کا درجہ نبی الانس و  
 السم مقدم ہے۔ یا یہ مراد ہی کہ عدل کو لیا اور فروع کو چھوڑا تو اس سے بھی واضح ہے کہ  
 جناب امیر کربلا اپنی آپ کو فرع ہوئے سے تعبیر فرماتے ہیں حالانکہ ابن العم فروغ  
 میں داخل نہیں اور اگر حقیقت بخلاف فروع کے یہی ثابت ہوگی تو جناب نہیں  
 نسبت جناب امیر احق بخلافت ہونگے اور اگر ذریعہ مجازیہ مراد ہی تو قطع نظر اس سے کہ ایسی  
 امور میں مجازیہ کو دخل نہیں اور لفظ شجرہ اور ٹبر اس سے ابا کرنا ہی یہ لازم آتا ہے کہ ہاتھ  
 بن زید احق بخلافت ہوں غرض یہ دلیل کتنی پریشک نہیں بیہوشی اور کسی کل سے  
 نہیں ہوتے۔ ایسی واپسی و لائل کا حضرت کے طرف منسوب کرنا گویا آپ کی حجت  
 خدا ہونے میں قبح کرنا ہی کہ معاذ اللہ حضرت کو سلیقہ مسئلہ لال کا کچھ ہی نہیں تھا

جائے ظاہری کی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جو اس وقت سقیۃ نبی ساجدہ میں ابھڑ کر  
دعویٰ خلافت کے نزدیک میں جو دلیل پیش کی تھی جسکو سب تسلیم کیا اور کبھی چون چرا  
ہنہیں کی اور جو مفتون علیہ فریقین ہے وہ یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
الائمة من قریش۔ صورت استدلال یہ تھی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نص کے  
امامت کا خاص قریش میں ہونا ثابت ہوا کہ جس میں انصار شریک نہیں ہو سکتے نہ انصار کا  
استحقاق باطل اور ان کا مطالبہ بے محل ہوا اور اس حدیث مفتون علیہ شیعہ و اہل سنت سے  
یہ بھی واضح ہو کر جب امامت قریش کا یہی حق ہے تو نفس اس حقیقت میں تمام قریش متساوی  
الاقلام میں کیونکہ الفاظ نص سے کسی تخصیص نہ تھی مفہوم نہیں ہو سکتا اور ظاہری  
کہ خداوند کریم کے نزدیک اور کسی عباد میں سے تفریق نہیں ہے جو زیادہ پرہیزگار ہو اور  
ان اکرم عند اللہ اتقوا۔ ارشاد ہوا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک  
پیارا ہے جو احکام الہی کا زیادہ عمل کرے خواہ عرب ہو یا عجمی عربی یا عجمی چنانچہ شرح  
بھی البدائع میں آپ سے نقل ہوا ہے ان ولی محمد من اطاع اللہ وان لبیت الحمد وان  
عدو محمد من عہد اللہ وان قربت قرابت۔ اس پر ظہر خداوند کریم نے  
حضرت روح کے فرزند کی نسبت اذہ لیس من اہلک فرمایا تو اس سے صاف ظاہر ہوا کہ  
مدار قرب کا قرب قرابت پر نہیں بلکہ اس کی لپی دوسری اور صاف کی ضرورت ہے تو اس سے  
وضوح ہوا کہ اس حدیث میں حضرت نے خاص قریش ہی کو ان میں فضل خاص کے ساتھ  
مخصوص فرمایا کہ الائمة من قریش یہ خصوصیت محض تفسیری ہے عقل کو اس میں دخل نہیں  
ہے اور قاعدہ یہی کہ جو امر شارع علیہ صلوٰۃ سے خلاف قیاس ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے  
ہو سکتا اور شیعہ کے نزدیک تو قیاس سے سہواً یونہی جائز نہیں ہے حضرت خلیفہ اول علیہ

السلام قریش میں سے ہو کر امام کے نزدیک تمام میں بڑے دلاوری جو تمام میں زیادہ پرہیزگار ہو۔

یہ کہ امامت سے جو خدا کا حکم ہے اگر خدا کی قربت پر ہو سکتا ہے جو خدا کا فرمان ہے کہ اگر خدا کی قربت سے ہو سکتا ہے۔

اگر اس حدیث سے ہندو کی نسبت کو رد کیا تو اس میں بعض سیرو کیا جو خلاف قیاس میں محض تفسیر  
ہوتی ہے اگر جناب امیر نے اس کو مستحکم فرمایا ہو جتنوں بالشجرۃ واضاعوا الثمرۃ حبکہ  
شاید کہ زعم ہے اور واقع میں ایسا آیت نہیں فرمایا ہو گا تو گویا آیت خلاف قیاس میں  
میں قیاس کیا اور یہ اسی نظر سے کہ مجتہدین است سی ہی صادر نہیں ہو سکتی آیت شہید  
ناتے معالم الاصول میں تحریر فرماتے ہیں انقیاس ہو الحکم علی معلوم بمثل الحکم  
الثابت لمعلوم اخر لا شرک لکملۃ علی الحکم فموضع الحکم الثابت یسے اصلاً و  
موضع الاخر یسے فرعاً و المشرک جامعاً و علیہ اما مستنبطہ و منصوصہ  
وقد اقبل اصحابنا علی منع العمل بالمستنبطۃ الا من شذ وجہک اجماعہم فیہ  
فیر واحد منہم و قوا تو الاخبار بانکار عن اهل البیت علیہم السلام وبالجمہ  
فمنعہ بعد من ضروریات الدین و اما المنصوصہ فیہ العمل بہا خلاف میں  
فظاہر المرتبۃ المتعینۃ علیہم اور نیز اس متفق علیہ میں سی بات ہی ثابت ہوئی  
کہ تخصیص ائمہ اثنا عشر کے غلط ادبلا دلیل ہے کیونکہ جب ایک حکم ایک بڑی قبیلہ کی طرف  
عموماً نسبت کیا گیا ہے وہ اس کی تمام افراد کو شامل ہو گا اور قبیلہ کی افراد میں جس جگہ  
وہ حکم پایا جائیگا معتبر اور صحیح ہو گا و نہ ظاہر ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امت  
بابت نفس فرماتے کہ ائمہ کے ہی واسطی ہے تو لائے من قریش کی کیا ضرورت تھی میں  
معلوم ہو کہ وہ نفس محض حضرات کی ترغیبی ہوئی ہے الزمن بہ الزام ایسا وہی الزم  
کہ ہو گیا و بلکہ اگر اسی ہی عقل ہوگی وہ اس الزام کا جناب اسیر کی طرف منسوب کرنا نہایت  
مشنع ہے جیسا کہ حضرات شیعہ کو اسی پر کیا کچھ افتخار و ناز ہے اور یہ سیکو لا جواب  
سمجھتے ہیں انہوں نے اسی وقت میں تمام ضرور و صایا حضرت کو زاموش ہو گئی اور یاد آیا  
توبہ ایک ناقص لکھنے لال یاد آیا فاعتبر وایا اولی الالباب **قولہ** اسی طرح اس خط میں  
معمو یہ کو الزاماً تحریر فرماتے ہیں کہ تو خلفا رسالہ کے خلاف کو حق جاننا ہے اور مہاجرین

۲۱۶

والصار کا شوری حجت سمجھتا ہو میری معیت ہی شجر لازم ہے کیونکہ یہ معیت ہی اول  
 اشئ ص نے کی ہے کہ جنہوں نے خلفا سابقہ کی معیت کی تھی **اقول** حضرت  
 خط کے بہتر جو کلمہ مطلب کا خلاصہ ہی تو ذکر فرمایا ہوتا تاکہ بوجہ سامی الزام کو اور  
 زیادہ تقویت ہوتی۔ آخر کس مصلحت سے ان کی مضمون کو ترک کیا ہے ہم سابقین کی  
 سابقہ گذارش کر آئی ہیں کہ یہ دلیل دلیل الزامی نہیں ہو سکتی اور یہ جو ہماری فاضل  
 مجیب اپنی کمال شجر اور دین سے فرما رہی ہیں کہ تو خلفا سابقہ کی خلافت کو حق  
 جانتا تھا اور ہاجرین والصار کا شوری حجت سمجھتا تھا یہ ہرگز اول الفاظ تو  
 مفہوم نہیں ہوتا اگر اس عبارت کے یہ معنی ہوں تو معنی میں لعل المعنی نے بطور اشارہ  
 ہو گا اور کیا ضرورت ہے جو یہ ضرورت خلاف اصل ارتکاب حدیث کا اختیار کیا جاوے  
 پس حالت اور سیدہ با مسئلہ اس عبارت کا یہ ہے جو ہم کہتے ہیں کہ جہاں شجر فرمایا  
 میری تا تدریبہ یالین خلفا نے معیت کی ہے اور میں کسی خاصہ و غائب کو چون چرا  
 کی گنجائش نہیں ہے کیونکہ شوری کا اشتقاق صرف ہاجرین والصار ہی کو ہی حجبہ  
 کسی امر پر مجتہد ہو جاوے اور کسی کو اس میں نہیں خدا کی عنایت ہی سے اور اگر  
 کوئی شخص یا بدعت کر کے اور میں سے نکلی اس کا وہ میں لوٹاؤ اور اگر انکار کرے تو  
 لڑو۔ اور خدا اس کو جہنم میں ڈالے گا۔ آپ اس مضمون کو بھی مخاطب ہیں اصل عبارت کو بھی  
 اور اپنی مدعا کو بھی مطالبی بھی اور انصاف سے دیکھیں کہ کونسا ترجمہ مطابق عبارت  
 کہ ہے ہر ایک میں کہو کہ دیکھیں کہ الزام ہے یا تحقیق واقع ہو مومن **قول** اگر کوئی کہے  
 یہ فرماتے ہیں کہ یہ بدعت ہی ہے کہ معیت ہاجرین والصار کا ہرگز یہ بدعت پرست یہ  
 بنو اگر جوئی حق شجر و حیات حضرت امیر و عباس و عقیب خود کو کہیں کہ  
 ائمہ۔ بقدر حکمت۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ لازم نہیں کہ ہر آدمی اپنے ہر قول  
 و فعل میں ہمیشہ مدعا پر ہی ہو اور اس کو کمال انحال و احوال میں نقص نہ ہو بلکہ اس



و یہی ب دین کا یہی حال ہے کہ حسین اپنا نفع و بہتر میں وہ اختیار کرتے ہیں جب خلاف  
 شانہ کی خلافت میں اپنا دینی فائدہ دیکھنا اور کلمہ صحت و حقیقت خلافت کا قائل ہو گیا  
 اور جب سمجھا کہ بنی امیہ علیہ السلام کے صحت خلافت میں دو فائدہ دینی نہ ہی کا منکر  
 یعنی ہو گیا اور نہ آپ سی فرادین کہ اگر معاویہ خلفائے راشدہ کی صحت خلافت پر مہاجرین و انصار  
 کو جیت کا قائل تھا تو انکی مخالفت اسکو نزدیک کیونکر اور کس دلیل سے ثابت ہوئی تھی کیا  
 معاویہ جو رجال المؤمنین اور یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی اجماع اہل حل و عقد کو حجت بنائے تھے  
 اور وہی مثل و انفس نفس عصمت و فضیلت کا قائل تھا یا اسکو نزدیک خلافت کے  
 اور نیز طین تھیں اگر یہ بات سب سے بھی اجماع حجت نہ ہو اور خلیفہ اول کے خلافت  
 جو اجماع صحیح و سب سے اول سن کا اسیری ناز و رسد نہ ہی اقول اگر اسکا جواب  
 ہماری کلام سابق سے واضح ہے لیکن چونکہ حضرت حجب کو عبارت تحفہ کی فہم میں  
 خطا ہوئی اور ایہ مضمون اس پر بطور اعتراض بیان فرمایا اسلیئے آپ کے خوش فہمی کا اظہار  
 بھی واجب بات سے ہی پس اس پر اسکا اسی حضرت میر صاحب سخن فہم جواب پر ختم ہے  
 جواب تو آپ کے تحریر فرمایا لیکن ہمارے تحفہ کی عبارت کا مضمون تو سمجھا ہوتا ہے سوچی  
 سمجھی نا پسنداب یہ نہیں کہہ دینا کونسی عقل کا کام ہے جو کہ تحفہ عام طور پر جس  
 دستباب ہونا ہی نقل عبارت کے کچھ ضرورت نہیں صرف بیان مضمون پر اکتفا  
 کرنا ہوں اور اسکو بعد آئی جواب کے خوبیان ظاہر ہو جائیگی۔ حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام  
 اس دلیل کے الزامی ہونے کی ابطال میں فرماتے ہیں کہ اگر یہ دلیل الزامی ہو تو الزامی  
 دلیل کے دہائی لازم ہی کہ اسکو مقامات مسلم عند تحفہ ہوں۔ اور میر معاویہ کے نزدیک  
 یہ مقامات کب ہم پر اسکا مذہب جو اسکو خطوط سے جو حضرت امیر کی خطوط کی  
 جواب میں بھیجے اور اسے زید کی کنایہ نہیں مذکور ہیں ظاہر ہوتا ہے وہ یہی کہ جو سلمان  
 پریشی کہ ہم اب امت کو سرسجام کر کے اور ترقیہ احکام و جہاد و کفار و سیاست رعا

میر صاحب سخن فہم جواب پر ختم ہے  
 جواب تو آپ کے تحریر فرمایا لیکن ہمارے تحفہ کی عبارت کا مضمون تو سمجھا ہوتا ہے سوچی  
 سمجھی نا پسنداب یہ نہیں کہہ دینا کونسی عقل کا کام ہے جو کہ تحفہ عام طور پر جس

اور پھر جیوش اور سد فحور پر قادر ہو اور مسلمانوں میں سے ایک جماعت اور سکرانہ بیعت کر لین  
 خواہ وہ جماعت اہل منیہ اور کہ ہون یا اہل عراق و شام وہ امام ہے اور جس کے اندر یہ صفات  
 مذکورہ بنائی جائیں اور ان پر قادر ہو اور درمیان میں نہ کر سکے گو وہ مہاجرین اولین سے ہو  
 اور اگرچہ اس کی مانند پر مہاجرین و انصار نے بیعت کی ہو وہ صحابہ اور اہل الامامہ نہیں اور  
 بیعت اہل حل و عقد سے وہ امام نہیں ہو سکتا پس جناب امیر رضی اللہ عنہ کی خلافت امیر معویہ  
 کو نزدیک اسوہ طرییح نہیں ہے کہ اس کے زعم میں جناب میں یہ اوصاف مفقود تھی  
 بلکہ علاوہ فقدان اوصاف کی کہ جو خلافت کو ایسی شراط میں بوجہ اہتمام قتل عثمان رضی اللہ عنہ  
 اور اس کے قاتلین کے حمایت کے حضرت کو غیر صالح اور ساعی فی الارض بالفساد گمان  
 ہوتا چنانچہ بارہا مجالس میں اس کا ذکر کیا اور طنز و تخریص کے طور پر خطبہ کیا تو اس  
 حالت میں جبکہ اس کی نزدیک معاذاً تھا جناب امیر میں شراط صحت خلافت ہی مفقود  
 ہیں اور آپ اہل اصحاب نے انکساری سے نہیں میں تو بیعت مہاجرین و انصار اس کی نزدیک  
 کیا تحقیقت و وقت رکھ سکتے ہیں اور یہ بیعت اس کی نزدیک کیا نہ صحیح اسلام ہو سکتی  
 ہے اور اس بیعت سے اس کے سپر کو اگر الزام دیا جاسکتا ہے بخلاف خلفائے راشدین کی کہ جو اللہ  
 وقوتہ ان سب صفات کے ساتھ متصف تھے مرتدین کی قوت و شوکت کو ان ہی کی قوت  
 عالمی نے خاک میں ملا کر کسری و قیصر کے بڑی بڑی سلطنتیں ان ہی کی حسن و بزرگواری  
 یا کمال ہو کر اہل اسلام کے قبضہ میں آئی شرق سے غرب تک اسلام کا شیوع ان  
 ہی کی قوت و ایمانی اور نیک نیتی کا ثمرہ ہے اور ان ہی کے نامہ اعمال میں ثبت ہے  
 جناب امیر اسوہ طرییح ہمیشہ حسرت سے فرماتے ہی ابتلیت بقتال اہل القبۃ  
 اور اس سے زیادہ اس کی قوت و شوکت بہت و شجاعت حسن تدبیر کی کیا دلیل  
 ہو سکتی ہے کہ انہوں نے امت کو بڑے بڑے و زبردستی اپنی شخص کے مانند سختی  
 کیا چو شجاعت میں کیا اور تہور میں لائمانی اور جرأت میں بے مثل تمام قوم عاقلین میں

ایک لمحہ میں دارالافتا کو پہنچا دیا اور حضور من اللہ اور غضوب من الرسول تھا ہر سورت وحیت  
 یہی اوسکو علم تھا بلکہ اختیاری تھی اگر تمام روی زمین آدمی یہی اوسکو مفت بدین ہوں  
 تو کچھ پرواہ کر لے مگر تھائی الواقع یہی شخص سے زبردستی غضب کرنا بیجا عباد  
 عقل کی دلیل ہے بلکہ اس سے زیادہ یہی کہ معاذ اللہ تو یہ تو یہ خدا و رسول ہی کے کمال تا کہ  
 دستہ پہنچ انسان سے اس عقل انسان کو فرمایا کرتا تو انکی مفت بدین چون و چرا کچھ نہ کیجوا  
 پہولی سے یہی کہی ایسی عن کا نام نہ کیجوا اور ایسی محبت یہی کر لینا اور حبشہ گزری تھیہ کے  
 پروردہ میں اطاعت و امتی سے گذرنا پس جب ذلکی اندر یہہ کمالات و جوہر ہی تو جب  
 اہل حق نے انکو ہاتھ پر محبت کر لی تو بخود کو اسین کیا چون چرا کی گنجائش تھی اور کسی  
 مستندین عاقل کو اسین چون و چرا انہیں ہو سکتی اب اسسپر آچا یہ فرمایا اگر اسسویہ  
 صحت خلافت خلفا پر محبت ہا جوین و انصار کا قائل نہ تھا تو انکو خلافت اوسکو  
 نزدیک کیونکر اس دلیل سے ثابت ہوتی تھی (بکمل لغو اور بوجہ یہ گیا منسا و اوسکا ہر ہر ہا  
 کہ مطلب عبارت کا انہیں سمجھو اور بعد اسکو یہ فرمایا کہ (کیا عصمت و رضی عنہ علیہ السلام  
 قائل نہ یا اوسکو نزدیک اور شرطین تھی تب یہی ثبوت خلافت باجماع نہ (اوسکو  
 زیادہ لغو اور بیہودہ یہی عبارت تھ کہ سمجھو اوس سے بخوبی واضح ہو کہ اوسکو کون اسر تسلیم  
 خلافت جناب امیر سے مانع تھا اور وہ خلفا و ملتہ میں موجود یہی یا مفقود نہ اوسکی  
 نزدیک شرط ملتہ شرط خلافت تھی نہ کوئی اور شرط تھی بلکہ سعیت اہل اسلام کو مع وجود الہیہ  
 بوجہ عیہ شرط خلافت کہتا تھا جو اوسکی زعم میں جناب امیر میں مفقود تھی اور خلفا  
 ملتہ میں موجود۔ پس بروی اوسکو مذہب کے خلفا ملتہ نہ کی محبت خلافت میں قائل نہ  
 انہیں ہو سکتا تا یہ الزام کہ امیر معویہ نے جب تک خلفا ملتہ کی خلافت میں اپنا دینوی  
 فائزہ و کسب ارا کہ حقیقت خلافت کا قائل نہ ہو جبکہ اوجہا بامیر کی خلافت میں  
 وہ فائزہ نہ رہی گا مگر باعنی ہو گیا تنجیب مذہب ہو گیا آجکی نزدیک امیر معویہ یہی مثل

جانب کی محدث و غیب دان ہوتا کہ وہ اول ہو سچہ گویا کہ حضرت کی خلافت میں وہ خاندانہ  
نرسی لگا گیا امیر معویہ زیاد بن ابی سفيان کی بہی زیادہ برا ہوتا کہ آہستہ آہستہ معاملہ مفر فرمایا اور  
امیر معویہ کو نہ کرتے۔ علاوہ انہیں اگر ان کی نزدیک یہ اس شیعہ ہی تو آپ کو حضرت محمد بن ابی  
جناح سید شہزاد کی رفاقت ترک کی اور یزید کی خدمت اور استمانہ بوسی کا احترام  
باندھا وستان بینما۔ آپ کی صحابہ مقبولین حج جناب امیر کچھ خدمت چھوڑ کر خلفاء کا عامل مہرنا  
قبول فرمایا۔ پس آپ کو نزدیک اگر یہ حضرات مطعون بطلب دنیا میں تو امیر معویہ بھی ہو  
ورنہ جو جواب بیان دین وہ ہی وہان ہی قبول فرما دیں۔ **قولہ** واقعی ہم الزامی  
تجرت جناب امیر نے اس پر ایسی ختم فرمائی تھی کہ اس کا کچھ جواب نہ دیکھا اور صرف وہ کاغذ  
سفید و سادہ چپیدہ کر کے اور ہم عبارت لکھ کر سن معویہ بن ابی سفيان کے علی بن  
ابی طالب بھیج دی جو چنانچہ ابن ابی اسد نے زبیر بن عمار سے جو محدثین اہل سنت سے ہے  
قل کیا ہے کہ اس پر زبیر بن عبد اللہ بن ابی سفيان سے ایک طویل روایت کہ شخص میں روایت کی ہے  
لما جاء هذا الكتاب وصل بين ابى سفيان ثم طوا بها وكتب عنوانهما من معوية  
السفيان الى علي بن ابي طالب ووقعها الى لا اعلم ما فيها ولا اظنها الا جوابا و  
ثم معي رجلا من بني عبس لا ادرى ما صدره فخر جناحه قدمنا الكوفة واجتمع  
س في المسجد لا يشكون انها بيعت اهل الشام فلما فتح على الكتاب لم يجد شيئا الا  
ن جو مذہب اس کا آپ کو خاتم المحدثین نے لکھا ہے اگر وہی ہوتا تو اس خط کی جواب میں کیوں نہ  
و لکھا اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ حجت الزامی اس پر ایسی ختم ہوئی تھی کہ بجز وہ کاغذ کچھ  
ب نہ دیکھا کیونکہ یہی بنوری الزامی حجت ہی میں ہو سکتی ہے ورنہ اس ختم کا جواب تو ہر شخص  
عقل کے موافق دے سکتا ہے **قول** امیر معویہ رض کے جواب نہ دینی اور سادہ کاغذ لکھ کر  
جو کی نسبت جو کچھ لکھا وہ حضرت کے باوجود ادعائی ہمہ دان کے کمال تحریر علمی پر ہوا  
تکرتا ہے اور اس کی نگاہ مذہب جاری پہلے قول سے حسین ہنسے بن شیم سے جواب

بہت سے جواب لکھے گئے ہیں اور ان میں سے بعض صحیح ہیں اور بعض غلط ہیں۔  
بہت سے جواب لکھے گئے ہیں اور ان میں سے بعض صحیح ہیں اور بعض غلط ہیں۔  
بہت سے جواب لکھے گئے ہیں اور ان میں سے بعض صحیح ہیں اور بعض غلط ہیں۔

اور جواب جواب نقل کیا ہے کہ حقہ ہوتی ہے اور ابن ابی کحیدر باوجود معتزلی ہونے کے اگرچہ  
 علما اثنیہ کے نزدیک فی الجملہ معتزلی تھے لیکن بہت بار ابن شہیم اسکا قول بزرگ قابل توجہ  
 نہیں ہو سکتا ہے اور اسنت پر اسکا قول روایت ہے حجت لانا ہماری فاضل محیب جیسی مشہور  
 دان کا ہی کام ہے مفسرین آپ مخرج ابن شہیم دیکھ لیتے ہیں کہ ابن ابی کحیدر کی روایت کہ غلطی  
 معلوم ہو جائیگا اور ثابت ہو جائیگا کہ امیر معاویہ نے ایسا جواب دیا کہ اگر یہ بخیر الزام ہو  
 تو آپ باطل ہوئے اور اگر بالفرض سادہ کاغذ ہے چیدہ کر کے یہی دیا تو اس سے ہماری محیب  
 سبب کا یہ مطالبہ سچنا کہ جو کہ جواب کچھ مذہبی اسکا سببی سادہ کاغذ لپیٹ کر یہی دیا  
 بالکل غلط ہے بلکہ ممکن ہے کہ اس پر سہی سادہ کاغذ یہی ہو کہ اس امر کی طرف اشارہ ہوتا ہے  
 کہ آپ کا دعویٰ مان حاصل شدنی نہیں۔ چونکہ آپ نے جریر کے ہاتھ جو خط یہی بہت اہم  
 بہت کر دہی لکھا تھا تو یہ سادہ کاغذ اس سے انکار کے طور پر بھیجا تاکہ اس میں کمالی  
 پرویل ہو جائی۔ یا ممکن ہے کہ سادہ یہی سہی سے ایسا اس طرف ہی کہ یہ بخیر قابل جواب  
 ہی نہیں کیونکہ پہلے آپ اپنے آپ کو اہل اور صالح لائحہ ثبوت تو ثابت کرین۔ باقی رہا  
 یہ فراماد کہ ایسی عجیب وری الزامی حجت ہی میں ہو سکتی ہے۔ درنا دہ قسم کہ جواب  
 تو بخیر نفس اپنی عقل کے موافق دے سکتا ہے) حضرت کی کمال مشاعرہ دانی پر وال ہے  
 حضرت کو یہ بھی ایسا کہ معلوم نہیں کہ اس مادلہ میں سے کونسی دلیل زیادہ قوی ہے  
 ہوتی ہے۔ حضرت میر صاحب الزامی دلیل کے دیکھ کر یہ لازم نہیں ہے کہ باعتبار واقع  
 اور نفس الامر کے یہی صحیح ہو یا نہیں اگر اس کی صحت ہو تو صرف بزم سئل و سئل  
 ہونے سے ہر خواہ واقع میں اور عند کچھ غلط ہے کیونکہ ہمارے اس بخیر کو جو دلیل نقشی  
 اور قدمات حقہ سے مرکب کہتی ہیں اس سے یہ مراد ہی کہ یہ دلیل عند اللہ حق ہے  
 اور باعتبار واقع کے صحیح تو ہر ایک مسلمان کو اسکا اتباع واجب ہے کیونکہ اسکا حقیقت  
 اصول شرع و ثابت ہو رہا ہے تمام اہل اسلام کو واجب القبول ہے اور استدلال دیکھنے کے

نزدیک مسلم ہوگی اب حینال فرمائی یہ تحقیق قوی ہو جو سب کے سامنے زیادہ الزام قوی ہے  
 جو صرف خصم کے ہی زعم مسئلہ مسلم ہو۔ اگر بالفرض اس پہلی امیر معویہ کی طرف سے یہی  
 اعتراض فرادین جو انہوں نے کہا ہی سوا دسکا جواب دہی ہی جو جناب امیر نے تحریر  
 فرمایا کہ جب خلافت کے اہل سبیل المؤمنین کا حکم فرمایا اور اس کے مخالفت سے ڈرایا  
 اور حضرت علیؓ علیہ السلام نے خبر دی کہ میری امت اگر ایسی مجتمع نہ ہوگی تو اب یہ کہنا  
 کہ سبب اہل حل و عقد کی غیر صالح للامت کے واسطی ہوئی گویا سب کے تفصیل ہے جو تلخ  
 لکھنا یہ خط اندر وقت کے شانہ ہو چیا پھر اسکا جواب امیر معویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے ہماری نظر سے نہیں  
 گذرا اور اگر کوئی اسکا جواب ہو گا یہی تو غالباً اسی قسم کا جیسا پہلی جواب دیا تھا جسکے  
 تردد ایک مجلس میں کر دی گئی تو اب آپ حینال فرمادیں کہ اگر اس تحریر کو الزامی سمجھا جائے تو  
 امیر معویہ کے اعتراض کا کچھ جواب نہیں ہو سکتا اور جب تک اسکو تحقیقی تسلیم فرادین  
 اور وقت تک یہ خط لاجواب نہیں ہو سکتا لیکن اسکا تحقیقی ہونے میں بد نہایت شکی ہے  
 و مستحضر ہوا ہونا پڑ گیا کیونکہ یہ خط قلع اساس شیعہ بالبدیہ کر رہا ہے۔ **قولہ**  
 جب یہ ثابت ہو گیا کہ یہ خط اسکو الزام لکھا گیا ہی تو یہ فقرہ انما الشوری الخ ہی الزام  
 ہی ہی آپ کے خاتم المحدثین یہ جو فرمائے ہیں کہ باز چشم پوشی نمودن از اطراف وجوہ  
 کلام کہ زائد برت الزام است الخ انکو اس تحریر سے سخت تعجب ہو کہونکہ دلائل الزام  
 اس طرح بیان کرنے چاہیں کہ مخالف کے نزدیک انکو قدر و منزلت ہو اور یہ بدون ربط کلام  
 و تکرر و ثبوت ہو نہیں سکتا۔ **اقول** جو کچھ آپ نے زعم خود نامت سمجھا تھا کہ یہ خط  
 الزام لکھا گیا ہے وہ محض کسب لکھنکبوت تھا اور سپہنہ کے نے جو کچھ گزارش کیا  
 اس سے کمال و روشن واضح ہو گیا کہ اس خط کا الزامی ہونا غلط اور باطل ہی بلکہ تحقیقی ہونا  
 ثابت ہے خاتم المحدثین کی تحریر سے اگر آپ کو سخت تعجب لاحق حال ہو تو کچھ تعجب  
 نہیں عموماً آپ کو فہم عبارت میں یہ حال ہے کہ سبیل عبارت میں غلطان و بیجا

ہوتی ہیں اور نہیں سمجھتے اگر اس عبارت کو یہی نہ سمجھیں تو کچھ تعجب نہیں اس کلام میں  
 قدر الزام سے جسد زیادہ بڑھ گیا ہے وہ صاف طور پر اسکی سختی ہوئے پر دال ہے  
 تو جب اسکی پہلی بڑھائی جائیگی جو الزامی ہوئے کو باطل کرے گی تو کیونکر مخالف کفر نزدیک  
 باعث قدر و منزلت دلیل کے ہوگی تو شاہ صاحب رحمۃ اللہ فرماتے ہیں پہر چشم تو بہی  
 کر اطراف و جانب کلام سے جو زیادہ قدر الزام سے ہے الزام صرف ہیئت سے حاصل  
 ہو سکتا ہے کہ ذکر بیعت فرمادیتی اور باقی عبارت کو قاذ اجتمعوا ہلے جل سے آخر  
 تک الزام میں کچھ دخل نہیں ہے ترک کرے امام معصوم پیغمبر کیوں جہوت بولی اور وہی  
 خدا تعالیٰ کے برگزگانان للہ رہی ولیمہ جہنم و ساکن مصیر کمال نشاط و تحسین و تہکب  
 و تکریر کے ساتھ معاذ اللہ غرض کلام کی اطراف و جانب جو زیادہ قدر الزام سے ہیں وہ  
 میں جگہ الزام میں کچھ دخل نہیں بلکہ کذب بھی حاصل اور الزام کے مخالف اس میں نہیں  
 بسط و نشاط کرنا سرسری جی اور ناجائز ہے۔ افسوس کہ کلام میں اسقدر بسط و نشاط ہو  
 اور ایک لفظ ہی ایسا نہ فرمادین جو اس الزام ہوئے پر دال ہو بلکہ جسد بسط کریں وہ  
 اور اسکی تحقیقی ہونے پر زیادہ دلیل ہوتا جائیگی آپ ہی کہ اعتقاد کے بموجب جہنم  
 کی ایسی کلام ہو سکتی ہے کہ ارادہ کچھ کریں اور زبان سے اسکی خلاف کچھ ظاہر ہو معاذ اللہ  
 سن سورنظیر **فصل** در معجزہ الہیہ کلام کو بطور الزام فرمائے مگر واقع میں عین صلیق  
 و محض حق ہے اور اسی سے بطلان خلافیت خلیفہ اول ثابت ہے کیونکہ خلیفہ اول کی حجت  
 پر سب مہاجرین و انصار کا اجماع نہیں ہوا کیونکہ جناب امیر مدنی اثنا عشر و غیرہ و  
 بن عبادہ نے بیعت نہیں کی چونکہ اسمین ذات ستودہ صفات جناب امیر ہی  
 داخل ہے کیونکہ آنحضرت ہی جسد مہاجرین بلکہ نہیں مہاجرین ہی فی نفسہ  
 ہماری ہو یہی اس تقریر پر چاہیے کہ ششاد تک خلیفہ اول خلیفہ امام بنون اور  
 الحسد اللہ تم محمد اللہ کہ اسوقت ہماری فاضل محبت سے اس دلیل کی تحقیقی ہونا

قبول فرمایا شہر اسی بجا میرے آیام پہلے آئی کہ جب ابن بلالی میرے گھر آپ  
 چلے آئے۔ ہماری فاضل مجیب فرماتے ہیں کہ یہ کلام بطور الزام کے ہے لیکن واقعہ  
 میں عین صدق اور محض حق ہے اور ہم تحقیقی اوسکی کو کہتے ہیں کہ جو باعتبار واقعہ اور  
 نفس الامر کے عین صدق اور محض حق ہو تو جب یہ کلام باعتبار واقعہ کے عین  
 صدق و محض حق ہے تو ہر ایک جملہ اوسکا مطابق واقعہ کے ہے اور صفوی و کبری  
 قیاس کے عند اللہ حق ہیں تو صفوی قیاس اقتراہی کا جو اس لیل سے مستنبط ہوتا ہے  
 یہ ہے لاندہ یا یعنی القوم الذین بايعوا ابا بكر وعمر وعثمان علیہم السلام یومئذ  
 اور اس کا کبری یہ ہوگا وکل من بايع هؤلاء القوم فليس لمن شهد بيعتهم ان يحل  
 حلال من بايعهم ولا الغائب عنها ان يرددها اور یہ ہر دو صفوی و کبری حسیباً متعارف و متفق  
 مجیب عین صدق و محض حق ہیں تو نتیجہ اس کا بھی حق ہوگا وہ یہ کہ انہ لیس لاحد من  
 حضرا و فابان بردہ بیعتہم لی اندیدہ اسلام کو مستلزم ہے کہ ہر دو غائب سبب پر بیعت لازم  
 ہوگی کیونکہ جب اللہ حق ہوئی تو کسیکو جان نہیں دغا نہیں میں سے چون چراگی  
 نتیجہ میں ہو سکتی عبارت شرح ابن میثم کی اگر مؤید عرض کرتا ہوں فقوله اما بعد  
 لی قوله الشام صورة الدعوى وقوله لاندہ یا یعنی الی قوله علیہ صورة صفوی القیاس  
 یا من الشکل الاول لنتیجہ منہ ملزوم تلك الدعوى لغایت صدقہا بصدق و ملا  
 تقدیرا الکبری وکل من بايع هؤلاء القوم فليس لمن شهد بيعتهم ان يحل  
 لغوی ولا للغائب عنها ان يرددها نتیجہ انہ لیس لاحد من حضرا و فابان بردہ بیعتہم  
 ذلك مستلزم کو تھا لازماً من حضرا و فابان و هذه النتيجة هی قوله فاما ان الی قوله  
 لاندہ یا اما بعد سی قوله الشارک دعوی کے صفوی ہی تو قوله یا یعنی سے قوله علیہ کہ شکل اول صفوی کا  
 غری ہی تاکہ اس ہی اس دعوی کے ملزوم کا نتیجہ حاصل ہو جائی کہ وہ کہ اسکی ملزوم کے بعد کو منفع ہے اور کبری کو تقدیر  
 ہی کہ اس کا یہ ہوا لیس لمن شهد بیعتهم ان یغیر غیر من بايعه ولا الغائب عنها ان یرددها تو نتیجہ یہ ہوگا لیس لاحد من  
 ابان بردہ بیعتہم۔ اندیدہ ملزوم ہوگی کہ بیعت حاضر و غائب کو لازم ہوگا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم  
 در بیان بیعت اہل بیت علیہم السلام  
 و بیعت اہل بیت علیہم السلام  
 و بیعت اہل بیت علیہم السلام



یہ قولہ وانما الی قولہ تو فی تقریر لکبری القیاس وحرر الشوری والاحجام فی  
 المهاجرین والانصار لانهم اهل الحل والعقد من امة محمد صلی اللہ علیہ وسلم  
 فاذا اتفقت کلماتہم علی حکم من الاحکام کاجتماعہم علی بیعتہ وتسمیۃ اسامائہ  
 ذلک اجماعا ودرہنی للہ ای خیرالہ و سبیل المؤمنین الذی یجب اتباعہ فان  
 امرہم ورجح عند الطبع فہم اذ من اجمعوا علیہ کخلاف معویہ وطفہ فیہ یقبل عتقا  
 ونحوہ او بیدہ کخلاف عذاب الجبل ویدعتہم فی نکتہ بیعتہ مردوہ الی ماخرج عندہ فان  
 الی قائلہ علی اتباعہ غیر سبیل المؤمنین حتی یرجع الیہ وولاہ اللہ ما تو لی واصلاہ  
 جہنم و سادات مصیدا اگرچہ اس عبارت سے اس دلیل کا تحقیقی ہونا صاف دیکھ  
 مفہوم ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ بمقابلہ اعتراف سامی اس عبارت سے اسکی تحقیقی ہونے  
 پر کسی شاہد و برہان کی ضرورت نہیں تو یہ عبارت صرف بطور تنبیہ و تشریح اختصار لیا  
 عرض کی گئی ہے تو جب اس کلام کا حسب اثرات فاضل مجیب عین صدق اور  
 محض حق ہونا ثابت ہوا تو اس کلام میں ابو بکر و عمر و عثمان کے حقیقت خلافت کو تسلیم  
 اپنی خلافت کے حقیقت پر استدلال کیا ہے اگر ان کی خلافت کے تحت حقیقت کسی دلیل  
 سے باطل ہو تو آپ کے خلافت ہی ثابت نہو گی اور اگر ان کی خلافت میں حق ہو گیا تو جو ذکر یہ مثلاً  
 بھی ان ہی پر متفرع اور ان ہی کی قدم بقدم ہے یہ ہی حق ہو گا تو اس کلام کے  
 عین صدق و محض حق ہونے کی صورت میں یہی حقیقت خلافت خلفاء ثلاثہ کا

سلطہ اور پیشہ فرائض کمین سے قولہ ربک ہر اور نور اناسی قولہ لی یکبری قیاس تقریر ہی اور شوری اور اجماع کو رہا رہا  
 اور انصار میں مگر کہ ان کو کہتے تھے سلطہ علیہ وسلم میں وہ ہر اہل حل و عقد میں جب اتفاق ہو کر کسی حکم پر احکام میں سے  
 ہر پانچوں جیسا کہ ایک ہییت ان کی امام بنانے پر تو یہ اجماع صحیح اور اللہ کا پسندیدہ اور یقین کی رستہ جسکا اتباع واجب ہے جو کہ  
 اگر کوئی ان کی امر کی مخالفت کری اور ان میں سے انہر عن کر کے کچھ جیسا کہ سوئے سے خلاف کیا اور شباب میں متعلق  
 کا عین کیا مثل اسکو کہ کوئی شخص دعوت کر کے کچھ جیسا اصحاب جس نے حدیث کیا اور بہت نکال دیا کہ تو ان کو تو ان میں سے  
 کہ میں اور اگر انکا ذکر سے تو ان مسلمانوں کو سو اس پر رستہ کی پیروی کرنے سے بچنا کہ اس طرف کوئے اس کو جو کچھ کہہ کر کہ  
 یہ ہر ہر ہر آتی اور جنہم میں اسکو داخل کرنا اور وہ بری مگر ہے۔ -۱۲-

اولا یہی اور ثبوت حقیقت خلافت جناب امیر ثانی کیونکہ اولاً اجماع و بیعت اس حل عقد  
صحیحیت ثابت ہوئی بعد اوسکے صحت و حقیقت خلافت خلفاء ثابت ہوئی اوسکے بعد  
حضرت کی خلافت کی حقیقت ثابت ہوئی امیر ہمارے فیاض مجلس کا یہ ارشاد کہ اسی سے  
اطمان خلافت خلیفہ اول ثابت ہے کیونکہ خلیفہ اول کی بیعت پر سب مہاجرین و انصار کا  
اجتماع نہیں ہوا الخ قابل تماشائے مصنفان روزگار الالباء و الابصار ہے کیونکہ اس  
قول میں کہاں ہے کہ انعقاد خلافت کے لیے تمام مہاجرین و انصار کی بیعت کی ضرورت ہے  
اور اس کلام میں کہ جس جگہ شرط اجتماع جمیع اہل حل عقد حقیقت خلافت کو یہی لکھا ہے  
اس میں توصیف و صریح مثل آفتاب روشن ہے کہ سیری نا تہ پر بیعت اہل لوگوں نے  
کی۔ جنہوں نے ابوبکر و عمر و عثمان کی نا تہ پر کی تھی خواہ وہ تمام مہاجرین و انصار تھے  
اور خواہ وہ بعض تھے اور خواہ وہ دس تھے یا پانچ تھے یا نہر تھے یا دس نہر تھے  
جس قدر تھی اذکر بیعت کرنے سے انعقاد و خلافت ثابت ہوا اور حقیقت خلافت متحقق ہوئی  
خواہ جناب امیر دینی ہاشم و سعد بن عبادہ شریک تھے یا نہیں تھے حضرت امیر نے اس  
قول میں صدق و محض حق میں یہ تسلیم فرمایا کہ جنہوں نے خلفاء سے بیعت کی وہ  
کوئی بھی اور اگرچہ بالفرض وہ مہاجرین بھی نہیں تھے کیونکہ معرفت حجت جو شرط ہجرت  
علیٰ مزیعوم الامامیہ ہی مفقود تھی تاہم انکا بیعت کرنا موجب حقیقت خلافت تھا پس  
بر دعویٰ عدم ثبوت خلافت خلفاء کو ذرا سوچی اور دیکھیں شرعی حفظ منشیاء و  
غایت حکم انشیاء خود اس خط کا یہ جملہ فلم یکن للشاہدان یختار ولا للغائب<sup>۱</sup>  
اور شارح کا یہ قول فلیس لمن شہد بیعتہم ان یختار غیر من یبعو ولا للغائب<sup>۲</sup>  
عثمان پر دھا اور یہ فرمانا وذلک یستلزم کوہذا لازمة لمن حضر او غائب

۱۔ اور شخص کو انکی بیعت میں حاضر ہوا اوسکو یہ امر حاصل نہیں ہے کہ اوسکی سوا کسی کو اختیار کری  
جس کو سب اہل حل عقد نے بیعت کی ہے اور نہ ثابت کر حاصل ہے کہ اوسکو رد کرے ۲۔  
اور یہی حاعر و غائب پر لازم ہوئی کہ مستلزم ہے ۱۲۔

بدلتا تھا یعنی اس امر کو ثابت ہو کر بعد ازاں لوگوں کے جہنوں نے خلفا و ملتہ سے یہی  
 ہنسی کسی باب کے عیدیت اور کسی تحلف کا کو قاضی نہیں ہو اور اسکی نفی  
 کو مانع ہے بلکہ جب انہوں نے بیعت کر کے چونکہ ادیکھا ضلالت پر اکٹھا ہو جائیں  
 اور سب کا حق سے انکار ہوتا ناممکن نہیں وہ خلافت راستہ ہوتی ہے اور سب خیرین  
 پر لازم ہو جاتے ہیں تو جیسا ظہیر و زبیر و سعید و حمید اہل شام پر ہوا جو انکی تحلف کی لازم  
 ہو گئی ہے اس طرح جابا بایر و زبیر و سعید و حمید بن عبیدہ پر لازم ہو گئی تھی پس  
 جبکہ حسب اقراران سامی یہ کلام عین صدق اور محض حق ہوتی اور فی الواقع یہی ہے  
 اور اس سے چوتھے اپنے اپنے حق سے بھلان خلافت ضعیف سمجھا ہوا وہ بالبدلتا ہوا  
 ہو اور اس سے ملاحظہ فرمایا بھی کہ اس کے شرک و ملتہ کیا تمام است بلکہ تمام اصول و فروع کا  
 کیا حال ہو اس پر کفایت دینی یہ کیا اور معنی حیت گئی اور اگر کہ جناب سیر کی عزت  
 سے محض و حیت نہ سب اہل حق ثابت ہوتی کہ محمد اللہ علی ذلک مضمون آیت -  
 ہوالدی ارسل رسولاً بالهدی و دین الحق لیطہر علی الدین کے لیسادق آیا  
 باقی رہا جس تحلف کی نسبت گذار میں ہے کہ جناب امیر حضرت زبیر کے تحلف کے نسبت  
 پہلی مفصلہ عرض ہو چکا ہے - بعد بن عبیدہ کا بیعت سے تحلف کرنا  
 مرجوح اور محض ہے چنانچہ بعض اور مواقع اور منہم کلام وغیرہ سے معلوم ہوا ہے اور ان میں  
 بجز ان کے ہی اپنی کبیر شرح پنج البلاغہ میں اکی طرف لفظ قیل سے اشارہ کیا ہے و کل  
 سعد بن عبیدہ و ہون مرابین و ادخل مرہ و قیل اذ بقی متعاصر البیعت حتی ما  
 بکو رائد فی طریق الشام - علاوہ ازیں حسب اقرار سامی اگر فیصلہ حال  
 حلیغہ اول چہ ماہ تک نام نہوں اور بعد چہ ماہ کے نام سے پہلے اذ خلیغہ برحق

سے اس میں عداوت کی حالت میں تھا کہ گھر میں لگتی اور کبھی عین کسی کو وہ بیعت سے ہار دیتا تھا  
 راکت میں اس دور میں کسی اور کسی نام مال - و -

ہو جاوین تو آپ خیال کر لیں یہی کہ مذہب شیعہ کی اہمیت حال کے واسطے تو یہ بھی بہت کم ہو  
 پہر آپکا بعد چھ ماہ کے خلافت کو جس شیعہ کے کرنا خود آپ کی حق میں باعتبار آپ کی مذہب کے  
 سہم ہو گیا۔ اچھا اگر آپ کی دین و ایمان و عقل و انصاف کے روشنی خلیفہ اول چھ ماہ تک  
 خلیفہ نہون اور چھ شش ماہ دیگر خلافت ثابت ہوتی ہو تو آپ ازسی وقت سے آپ کی  
 حقیت خلافت کے قائل و معتقد ہو چکی ہستش ماہ کے لیے یہ پر ہم آپ سے سچو بیٹو  
 نان خوب یاد آیا اگر تو ہم ان کی بنیاد شکر گزار ہیں کہ آپ اپنے اس کلام کو باعتبار واقعہ النفس  
 الامر کے عین صدق و محض حق تسلیم فرمایا۔ لیکن آپ نے اس کو ساتھ یہ کیا فرمایا  
 کہ (یہ کلام اگر بطور الزام فرمائی) اگر اس سے یہ مراد ہے کہ یہ کلام دلیل الزامی ہے  
 لیکن باوجود اس کے کہ واقعہ میں عین صدق و محض حق ہے تو ظاہر العطلان ہے  
 کیونکہ دلیل الزامی صرف اس کو ہی کہتی ہیں جو صرف مسلمہ فیہ ہو اور بطور محازات  
 مع خصم ذکر کی جی وی اور اگر یہ مراد نہیں ہے تو اس کی ذکر کئے کیا ضرورت تھی اور کیا  
 اس میں فائدہ تھا۔ ظاہر ہے کہ دلیل تحقیقی سے یہی مقصود یہی ہوتا ہے کہ خصم پر  
 مدعا کو لازم کریں اور آپ کا تسلیم کرنا واجب ہو۔ غرض الزام و تحقیق کا اجتماع اس جگہ ذکر فرمانا  
 صرف حضرت مجیب کے مناظرہ و انی کے اوضح دلیل ہے۔ ہم نے یہ جب مدعہ صرف آپ پر  
 دعویٰ مناظرہ دانے کی ہے وجہ سے ذکر کر دیا ہے وہیں۔ قولہ اور نیز یہی ہے  
 میں اس خط سے چند ورق پہلے ایک خطبہ موجود ہے جس میں یہ عبارت ہے لا یصح اسم  
 المهاجر علی احد الامم فترت المجتہدین عرفہا و اقرہا نفو مهاجر و ارجح  
 فی امر شیعہ کہ ہاں لا یصح اسم الامم لان الانسان من المهاجرین الامم فترت  
 زمانہ و هو معنی الامم فترت المجتہدین فی الارض قال نفی عن الامام و اقرہا  
 نفو مهاجر۔ انتہ۔ جناب امیر علیہ السلام کے اس فرمان کے بموجب خلیفہ اول کی  
 بیعت کرنے والی ہا جریں بھی نہ رہے کیونکہ اس وقت سے جو ائمہ و امام و قوتہ جناب

امیر علیہ السلام تھی کہ وہ انہوں نے نہ پہچانا اور اگر موافق اہل سنت کی اسکی معنی ہی چاہیں  
 تو معاذ اللہ جناب امیر علیہ السلام دینی ہاشم وغیرہ ہاجرین نہیں تھے **اقول**  
 اس قول میں بوجہ چند بحث ہے۔ اولاً افسوس کہ ہماری فاضل محیی نے شرم و حیا کو  
 بالامی لٹ کر بکھر مٹتی دینی اور ابن ابی الحدید معتزلی بلکہ شیعہ کے اقوال سے ہمہ گیر لال  
 فرمایا ہم نے کتب تسلیم کیا ہے کہ یہ خطبہ قول جناب امیر علیہ السلام کا ہے ہم اسی بوجہ کہ  
 اقوال کو جابجا اعتبار لغت در اصطلاح کے ہرگز صحیح نہیں کہ جناب امیر کی طرف منسوب  
 کرتے ہیں تا نیا کہتے ہیں کہ کہا ہے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ یا حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ  
 حجۃ اللہ اور امام مطلق تھی جنکی نہ پہچانی سے آدمی ہا ہاجر نہیں رہتا۔ ثالثاً ہمیں ہرگز  
 نہیں کہا ہے کہ ثبوت ہجرت کے واسطی معرفت خلیفہ وقت شرط ہے۔ رابعاً ہم ہرگز  
 نہیں کہتے کہ جناب امیر دینی ہاشم وغیرہ کو امام وقت کی معرفت نہیں تھی خاص  
 ہم کہتے ہیں کہ اس قول میں امام سے مراد خلیفہ نہیں بلکہ رسول ہی اور اسکی معرفت کہ  
 مراد اسپیہ ایمان لانا ہے یعنی ہا ہاجر انسان اور وقت ہوتا ہے جبکہ رسول پر ایمان لاکر  
 ہجرت کرے ورنہ ہا ہاجر نہیں ہوتا۔ سادسا اگر ہا ہاجر ہونا معرفت خلیفہ پر ہی تھو  
 تو تو ہم کہتے ہیں کہ حسب مذاق شیعہ خلفائے ثلاثہ اور اہل سنتی معیت کرنے والی سب ہا ہاجر  
 تھی کیونکہ انکو معرفت حجۃ اللہ فی الارض حاصل تھی ایسی کہ وہ انہوں نے رسول اللہ صلی  
 علیہ وسلم سے علی غرور الامامیہ جناب امیر کی خلافت و امامت کی نسبت ہزار ہا دفعہ صریح  
 تھی صمد طرکب تاکیدات و تشدیدات قارع صراح ہوئی اور یہی انہیں تو ختم غذیر کا  
 خطبہ تو خیر و زیادہ تھا جواب تک ایسنت کی بھی کتا برین مروی ہے علاوہ اذین  
 روایتیں شیعہ کی ہر حال میں کہ صحابہ نے نکتہ عہد کیا اور مہایا کو پس پست  
 ڈال دیا خلاصہ یہ کہ اس میں کسی شیعہ کو چون و چرا نہیں ہے کہ صحابہ حضرت امیر  
 امام برحق و خلیفہ مطلق جانتے ہی لیکن باوجود امام برحق جاننے کے بطمع نفسا

ماہرین نے اور اسکی معیت کی گواہی نہیں

مستعدی خلافت ہوئی اور جن جناب امیر کا غضب کیا غرض اس ساری گفت گو  
 یہ ثابت ہوا کہ علی زعم ہم تمام صحابہ جناب امیر کو خلیفہ برحق پہنچانتی تھی۔ لیکن  
 معاویہ طمع نفسانے کے نااہلہ کی لاچار ہو کر مخالفت اختیار کر رکھی تھی پس اس کو ثابت  
 ہوا کہ وہ ہمارے ہیں ہوں کی کیونکہ ہمارے ہونے کے جو شہرہ معرفت امام کی ہی وہ اوغین پائی  
 گئی اور چونکہ ہمارے ہونے کے واسطی صرف معرفت شہرہ پر تسلیم و انقیاد کا ہونا اس کو  
 مفہوم نہیں ہوتا اسلامیہ امام انقیاد و تسلیم ان کو ہمارے ہونے کو مضر اور فادح نہ ہوئی  
 چنانچہ خداوند تعالیٰ شانہ نے اس معرفت کو جو کہ کفار کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 کو حاصل ہے جس کو ان الفاظ کے ساتھ تعمیر فرمایا ہے یَعْرِضُونَ مَّا يَتَعَفَّوْنَ اَبْنَاءَهُمْ وَ  
 اَحْجَادَهُمْ اَسْتَغْفِرُ لَهُمْ فَاَعْلُوا اِيْمَانَكُمْ کے تحقق کے واسطی  
 کافی نہیں فرمایا اور ان میں صرف معرفت ہی ضروری ہے اور وہ متحقق ہے تو ہمارے  
 ہونا صحابہ کا متحقق ہوا۔ سابقہ آپ کی صحابہ مقبولین ہی جنہوں نے خلفاء ثلاثہ کی  
 بیعت کی اور ان کی حکم کے موافق خدمات بجا لائی کوئی عامل ہوا اور کوئی حاکم ہوا نہ ہوا  
 نہ ہی جو جواباً کو طرف سے دیکھا وہی ہماری طرف سے قبول کر لیا گیا تھا با اختیار  
 نصت کو ہمارے ہی جو ایک جگہ سے چوڑ کر دوسری جگہ چلا جاوی اور اصطلاح شرع  
 میں وہ ہی جو موسن دار الکفر سے قطع تعلق کر کے اور جدا ہو کر دار الایمان میں آکر  
 مستوطن ہو پس معرفت خلیفہ کی ہجرت کے لیے نہ لغت ہی نہ اصطلاحاً تا سغا اگر اہل  
 کوئی شخص دار الکفر میں ایمان لاوی اور اس کو چھوڑ کر دار الاسلام میں توطن اختیار کری  
 تو ہی ہرگز اس وقت بعد عینت کبریٰ کے امام کی معرفت شیعان اخلاص کو  
 ہی حاصل نہیں ہے چچ جائیکہ ایک پیچارہ نو مسلم کو حاصل ہو تو اسی حالت میں شعیان  
 اس کو پہنچاتی ہیں جیسا اپنی بیڑوں پہنچاتی ہیں۔ اور انہوں نے اس کا انکار کیا براہ مسلم  
 اور ظاہر کے اور ان کو دلوں نے اس کا یقین کر لیا تھا۔



متحقق اور ظاہر ہو کر رسول کے زمانہ میں جن لوگوں نے بعد ایمان لانے کے دارالکفر کو  
چھوڑا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں توطن اختیار کیا تو ان کو حضرت صدیق  
علیہ السلام کی معرفت اور تسلیم و انقیاد حاصل ہوئی تو اس اعتبار سے وہ لوگ مہاجرین ہی آ  
ایسی خداوند تعالیٰ کے لئے جا بجا اور ان کو مہاجرین کے نام سے ذکر کر کے شرف فرمایا  
تو جب ان کا مہاجر ہونا پیشخص ہو گیا تو سیراد کی ایسی کسی حالت متفقہ کی ضرورت نہ رہی  
نہیں یہی اور نہ اور کوئی موقوف علیہ ہے لیکن اس قرن کے بعد کے لوگ جو امام کے  
زمانہ میں ہجرت کریں گے اگر ایسی بموجب اس قول کے اس امام کے معرفت ضرور  
ہوگی ورنہ لیکن اگر نظر دقیق سے دیکھا جاوے تو تخصیص اس امر کی کہ معرفت امام موجود  
شرط ہجرت ہے یا نکل غلط ہے کیونکہ مشاہدہ و شرط نہیں اخبار بکافی ہے تو جس گزشتہ  
امیر میں سے بھی کسی کو سچائی کی بلکہ سچی ہی کو پہچان کر ہجرت کی جاوے کہ مہاجر ہو  
اور سب سے ولایت نخل کا حدیث میں اللہ صغیر نے تخصیص مسمیٰ الحجۃ المہاجرین  
ولایت کرتا ہے کہ معرفت لا اعلیٰ بسبل التہدیین کی ہوئی جاوے علاوہ ازیں کیا ضرور  
کہ حجت سے مراد تعلیم ابن ابی حنیفہ علیہ السلام ہو بلکہ حجت سے مراد حکم خداوندی ہی جو بنی  
اور خلیفہ نے پونچھا اور ایمان کی طرف دعوت کی جو شخص اس حکم خداوندی کو جو اہل  
کرد و اطاعت پونچھ پانچانی اور ایمان لا کر دارالکفر سے قطع تعلقی کر کے دارالاسلام میں آجائے  
وہ مہاجر ہے چنانچہ عبارت آئندہ اس میں دلالت کرتی ہے ولا یجہل مسلم الاستیغاث  
علاء من بلغۃ الحجۃ بس سچا حجت سے خلیفہ مراد لینا خود غلط ہے۔ ان حسب  
اصل حجت خط انہ بالیعنی القوم الذین الحنفیین صدق و محض حق ہے جو مثبت حقیقت  
ملافت خلفائے ثلاثہ ہے اور بجائی خود امام کو حجت عطا کر دی رکھا ہے جس کی نہ بچانی سے  
باجر ہونا باطل ہوتا ہے اور یہ ہی اعتراف ہے کہ جناب امیر نے خلفائے ثلاثہ کو خلفاء  
استغاثان کا نام دیا ہے واقع نہیں ہوتا جسکو حجت پہنچائی ہو۔ ۱۲



نہیں مانا تو لادیم کیا حضرت امیر مہدی ہاشم و زبیر و غیرہ مہاجر تھے اور میں کم بعرف  
 ادم زمانہ کی دعید میں زیادہ نہیں تو شش ماہ تک حسب اعتراف فاضل مجیب اظہار  
 ہوئی۔ شجب یہی کہ مہاجرین ہونے میں تو یہ تصرف کیا لیکن انصار ہونے  
 میں کچھ کیوں نہ تراش گیا۔ شارح ابن ہشیم کی کلام سے جو اس خطبہ کے متعلق ہے  
 سب اوم ہونا ہے کہ اس جملہ میں یہی آکر حضرت رسی نے قطع و برید فرمائی ہے یہی تشریح  
 البہرین والکلمہ وما قبلہا وما بعدہا وھو قولہ یقیر اسم الحجۃ الی قولہ قبلہا  
 ملقطہ منقطعہ رب آپ نے اس کو بھی ملا خط فرمایا پھر اور اپنی سند لاکھت بھی پھر **قولہ** جناب  
 امیر علیہ السلام حجت خدا تھی اسی کلام جامع مانع فرماتے تھے کہ مخالف کو چون و چرا  
 کی گنجائش ہی نہ رہی **اقول** یہ تو حضرات کا محض زبانی دعویٰ ہے دعویٰ ہے  
 جس قدر اس ثبوت میں تشریر فرماید وہ فی تحقیق اس دعویٰ کو تو مثبت نہیں ان اس کی  
 نفیس کو مثبت ہی چنانچہ جو کچھ محسلاً و مفصلاً گذارش ہو چکا منصف بسبب کے یہی وہ  
 ہی کافی دہانی ہے۔ **قولہ** انا الشوری الخ اصل میں موقعہ میں قانع میان خلقت  
 خلفار سابقہ میں اور ظاہر میں اوکے مذہب کے موافق ہے سو اسی حجت الہی یہ ہر کی کیا کام  
 نہیں **اقول** معاذ اللہ توبہ توبہ اصول شیعہ میں حجت الہی اور مکا نام میں جو ظاہر  
 میں کچھ اور باطن میں کچھ اور اس کا قول خود وہ ہیں ہو اسی حضرت امیر کی کلام میں یہ  
 اعجاز ہے جیسا آپ کا ظاہر و باطن کیسا نہ تھا ظاہر میں خلفار سابقہ کے ساتھ خلا و ملا  
 و محبت و لغت رکھتے تھے اور باطن میں خلاف و عداوت اوسیکا انترگو یا حسب انعم  
 مجیب بسبب آکر کلام میں ہی کہ اس کا لفظ اور باطن یہاں ہی ہے لیکن سو اسی مخلصین کے  
 کہ دوسرے کو اس کا سمجھنا محال ہے اہل فہم اس تشریح سے اس قول کے لغو اور واپس ہونے  
 کو علاوہ یہ بھی سمجھ کر ہونگی کہ اصول شیعہ رجناب امیر معاذ اللہ و حاشا عن ذلک

سبب حجت سابقہ کا کلام ظاہر میں خلا و ملا و محبت و لغت رکھتے تھے اور باطن میں خلاف و عداوت اوسیکا انترگو یا حسب انعم

صفت نفاق میں تمام منافقین سے بڑھ کر تھی انکار از تو فاش ہی ہو گیا ہوتا لیکن یہ  
 عقدہ کھل سہ نہیں سکتا لغو ذلت من ذلک۔ ان حضرات دشمن دوست نامہدیت  
 سے کوئی پوچھی کہ یہی نامیہا سے باتوں سے جن سے علاوہ تو میں اہمیت کی خود اپنی عقل و فہم پر  
 دیکھ لے اور الزام آدمی کیا حاصل ہے اس کے بعد دولت ہماری فاضل مجیب اپنی ادب و ادب  
 کی صحت سے ناہید ہو بیٹھیں جن میں تودہ تودہ منافق شجاعت و شوکت بمقابلہ خلفاء  
 روایت کی جاتے ہیں کہ نہ جب جناب امیر کو یہاں تک اخفا منظور ہوا اور یہاں تک  
 رعایت فرمائی تھی کہ نقصان نہ ہو شہودی کے واسطی ایسی کلام فرمائی تھی جو بظاہر  
 ان کو موید ہوا اور نے حقیقت ان کو خلافت کی قانع بنیان ہو تو کیونکہ ممکن ہے کہ اگر  
 امور جو باعث انارہ و بیجان فتن ہوں بر ملا عمل میں لاوین ہوں ہماری فاضل  
 صحت اپنی زبان شریعت سے بیان ہی اس قدر اعتراف فرمایا کہ یہ کلام بظاہر خلاف  
 کذب و مبالغہ سے موافق ہے اور اس میں ہمارا مدعا ہے کیونکہ جب ہم کو ظاہر کا ہی مامور اور پابند فرمایا  
 اور یہ کہ ہم نہیں کیا کہ لوگوں کی دل چیر کر دیکھیں تو جب ظاہر کے اعتبار سے حسب اعتدال  
 سامی ہمارے موید ہے تو ہمارے مستعد لال کے حقیقت کے لیے بس ہی خداوند تعالیٰ کو بیان  
 ہی ہماری لیے یہی ہے اگر حجت الہی کا قول سند کافی ہوگا اور اس سے بھی کہ ظاہر میں  
 اس خط کا خلفاء کے مذہب کے موید ہونا اسی وقت ممکن ہے جبکہ اس کو دلیل حقیقی  
 قرار دیا جاوے اور عدم وجہ ان اجماع سے بطلان خلافت پر حجت لایا جاوے اور اگر  
 اس کو دلیل الزامی قرار دیں جیسا کہ علماء اشیئہ نے تو ہم فرما کر کہا ہے تو ہر بظاہر موید  
 ہونا ہی غلط ہوگا تو اس صورت میں آپ نے اس کو حقیقی کرنے کا اعتراف فرمایا  
 و الحمد للہ۔ باقی رہا اس قول کے حقیقت قانع بنیان خلافت خلفاء و ہونا ہو  
 بحول اللہ و قوتہ بخوبی ہم اس کا قلع بنیان کر چکے ہیں ضرورت ایجاد نہیں قال  
 الفاضل المجیب۔ قولہ۔ اور دوسری جگہ مذکور ہے۔ و انہ کا ید اللہ من

ائید براد فاجر لعل نے اس وقت المؤمنین دستمق یہاں لکھا ہے۔ اقول۔ حضرت  
 اہل سنت کے فہم و عقل پر عجیب سے اہل مطلب کو نہیں سمجھتی فحوائی کلام کو ہر  
 دیکھتے ہیں اہل بعد کا کچھ خیال نہیں کرنے جہاں لفظ امیر و خیرہ دیکھا اور فوراً سند ان  
 نقل کر دیا اور شیخ زعم میں اہل حق کو جواب دیدیا آدمی کو چہ تو عقل و علم سے ہی کلام  
 چاہیے انصاف بالامنی طاعت شہد ہے یہ قول اللہ تعالیٰ ہے مولانا  
 اس کو جواب میں ہم اور کچھ نہیں جرت اس قدر بادب گذارش کرتے ہیں کہ اہل علم و انصاف  
 فریقین کے مذہب کی تحقیقات کا اصولاً و فروغاً عموماً اور ہماری اور ہماری فاضل  
 مجیب کے تقریرات کا حضور سوا نہ کر کے دیکھیں اور جو کچھ امیر و اجبی انصاف سے اور  
 سمجھ میں آدے فراوان۔ **قول** اب ذرا انصاف فراوان کر اگر آپ یہ تو ہم صحیح ہو  
 تو اس سے لازم آتا ہے کہ معاذ اللہ جناب امیر علیہ السلام کے نزدیک عدالت ہی شرط  
 امامت نہ تھی کیونکہ آپ کی عرض اس نقل کرنے سے یہ ہے کہ انجانب سے فرمایا ہے کہ آدمیوں کو  
 امیر نیک یا فاسق و فاجر سے چارہ نہیں پس اگر عصمت شرط امامت ہوتی تو فاجر کی امامت  
 امامت کیوں صحیح ہوتی حالانکہ جناب امیر نے فاجر کی امامت صحیح فرمائی و فاجر معصوم  
 نہیں اگر یہ بات درست ہے تو باوجود ادعائی متک اہل بیت حضرات اہل سنت عدالت  
 کو قید کو وقت انصاف ہی کیوں ہو کیوں لگائی میں چنانچہ آپ کی خاتم المحدثین متحدہ میں تحریر  
 میں آئی وقت انصاف باید کہ ترکب کیا پور مصر بر صغیر ہوا کہ کس عدالت است  
**اقول** مناظرہ و مانان روزگار و رباب قانون توجیہ دست لال کہاں ہیں جو ہماری  
 فاضل مجیب کے ادعائی مناظرہ وانی کا تماشا دیکھیں کہ حضرت کو اپنی منصب کا بھی  
 ہوتے نہیں رہا بندہ نے ابھال غلط امامت کے لیے الزام بیع المذاقہ کی ایک عبارت  
 سے اور بہرہ مراد ہے کہ لوگوں کے لیے امیر جو ایک ہو یا فاجر مفسد اس کی ادارت میں مسئلہ کر  
 اور گوارا نہیں مانہ اور شک و۔

قتل کے تھی جس سے صاف متحقق ہونا چاہیے کہ امامت کے لیے عصمت وغیرہ تو ایک طرف  
عدالت ہی شرط نہیں ہے کیونکہ فاسق و فاجر کی امامت کو جناب امیر نے بزرگ شیعہ شہر درہی  
سلیم فرمائی اور فرمایا کہ میں واللہ لا بد للنا من ان امیر بدو فاجر اس کے جواب میں پہلے حضرت  
فاضل مجیب ارشاد فرماتے ہیں (کہ اگر آپ کا یہ تو ہم صحیح ہو تو لازم آتا ہے کہ معاذ اللہ  
جناب امیر علیہ السلام کے نزدیک عدالت ہی شرط امامت نہ ہو) میں کہتا ہوں کہ یہ تو ہم  
نہیں بلکہ وہ مضمون ہی جو اس عبارت سے مفہوم ہونا ہے کہ بزرگ شیعہ جناب امیر کی  
نزدیک عدالت ہی شرط امامت نہیں پس اس کا لزوم آپ کی مخالفت و مضرت ہی نہ ہوگا اور  
آپ ہی اس کو جواب دہ ہیں نہ ہم تو اس لزوم سے آپ کا ہکو ڈرانا یہ آپ کی منظرہ دے اور کمال عقل  
دفعہ کی دلیل ہے۔ ہم ہی خود اسی لزوم کے لیے نقل عبارت کی ہے رہا اہنت الزام  
دینا کہ جب تم ہی مدعی شک اہنت ہو تو یہ الزام درباب تعارض عدالت منہا ہی  
ہی مخالفت ہے اور زیادہ عقل دفعہ سامی کا اندازہ بتانا کیونکہ جب یہ لزوم محض نہج اہنت  
کی عبارت سے ہے تو اس سے اصل حق کو الزام دینا سر اسر خلاف عقل ہے ہم کہتے ہیں  
کہ جو آپ کو رضی صاحب نے نقل کیا ہے وہ صحیح ہے قولہ اگر فرمایا کہ ہم نے الزام یہ روایت  
پیش کی ہے جو اعتراض امیر ہوگا اور اس کو جواب دہ شیعہ میں نہ اہنت **اقول** یہ  
توصاف ضیح تھا کہ یہ الزام عرض کیا گیا ہے ہر سانی میں اس حشو و تطویل سے کیا فائدہ ہو  
ماں اس کلام سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ پہلے تو بزرگ خود جواب لکھا اور اس کے بعد منہ ہوا  
اور ان کے پہلی تو کلام ہوا کہ یہ جواب تو کچھ ہی نہیں ہے کیونکہ خصم الزام دی رہا ہے  
تو اس کو اس طرح پھر اسوا سکے بغیر ہی آئندہ ملاحظہ ہو۔ **قولہ** اس کو جواب  
میں گذارش ہے کہ اول تو کتاب نہج البلاغۃ ثقات اہنت شل و شجی و تقنازلہ و بعض  
لاہوری دگا فردنی کے اعتراف سے جناب امیر کی کلام سے ہے **اقول** سبحان  
ثقات اہنت کے اعتراف سے نہج البلاغۃ کا کلام جناب امیر ہونا اب ضرورت

یہ کتاب ہے جو حضرت امیر کبیرؒ نے لکھی ہے اور اس میں  
 ہے کہ جو شخص اس کتاب کو پڑھے وہ اپنے دل سے  
 گناہوں کو دھو کر لے گا اور اس کی مدد سے  
 وہ اللہ کے راستے میں چلے گا۔

اور ہیکر حالانکہ ہم نے اس کتاب کو فاضل شہید ابن ہشیم شارح فتح البیان کے احتراف سے ثابت کر دیا کہ  
 کہ اس میں جا بجا حضرت رضی صاحب کے طرف سے خط و خط و حدت و احکام و محو اثبات ہے  
 پس کیونکر ممکن ہے کہ اس سنت جو کلام حق و باطل کے امتیاز کے لیے ثقافت و معیار میں اس  
 خاص کلام جناب امیر کا تسلیم کر لیں اس سنت کے ہول حدیث کا عام قاعدہ ہے  
 کہ جس روایت کے سلسلہ سند میں کوئی راوی اگر غیر ثقہ واقع ہو تو اس کو صحیح نہیں  
 سمجھتے پس فتح البیان کی روایت جو صرف بواسطہ حضرت رضی صاحب کے ہی  
 اس کو کیونکر کلام جناب امیر کا بار کرین گے۔ علیٰ خصوص اس میں حدیث جگہ اس کی عقیدہ کا  
 کہ صرف دعوت باکی جائے ہے۔ مان نہیچہ اہل غلطہ کو جناب امیر کی ایسی کلام مجاہدین تو  
 کچھ یہ نہیں جیسا کہ نورات و تحیل کو جو آب یہود و نصاریٰ کے پاس ہے یا بعد  
 تعریف کے بھی کلام خدا و تعالیٰ کی سمجھت میں۔ اور اگرچہ یہ تسلیم کچھ پیچیدہ نہیں ہے  
 قولہ ثانیاً اس سنت کے اور کیا زمین یہ کلام جناب امیر علیہ السلام سے وارد ہے  
 چنانچہ شہرستانے کتاب تلخ ترجمہ خارج حکیمین لکھا ہے ولما سمع امیر المؤمنین  
 علی رضی اللہ عنہ ہذا الکلمۃ قال کما عدل یراد بجا و الفایقولون الامارۃ و  
 لا بد من امانۃ بقاء و اوجہ اور مشورین فی آیت اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اطیعوا  
 لکبریٰ اخرج الیہ فی علی بن ابیطالب قال لا یصلح الناس الا امیر بر او فاجاب  
 اور اس کو جو یہی بیان فرماتا ہے ہم نے صرف اشارہ کر دیا ہے آپ سیر مذکورہ کا یہ قسم  
 بلا خدشہ فرامین ثانیاً اس سنت نے مثل اسی کلام کے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 سے ہی نقل ہے یہی چنانچہ کنز العمال کے کتاب الامارۃ حرف الالف میں تحریر ہے۔ لا یدلنا  
 من الامارۃ و اوجہ فاما البیرو فعدل فی القسم و تقسم بیک بالموت و اما الفاجرة  
 بیئتہ فیہا المؤمن و الامارۃ فیر من المرح فیل یا رسول اللہ و ما المرح قال القبل و  
 الکذب طیب عن ابن مسعود۔ انتہی اب فرمائی کہ اگر کوئی ان دو باتوں سے دلیل لائی

کہ جناب امیر علیہ السلام و جناب سولہ خدایہ علیہ السلام نے فوج کے امارت و مملکت  
 جائز فرمائی اور تم عدالت کی قید کو وقت نصیب ہی ہو کیونکہ لگائی ہو تو آپ کیا  
 جواب فرمائیں گے کیونکہ یہاں باب تاویل خود جناب نے ہی بند کر دیا ہے جب سید جو جو  
 اب عدالت کے شرط قائم رکھنی کے واسطے فرمائیں وہی ہماری طرف سے عصمت  
 میں قبول فرمائیں۔ **اقول** اللہ کے بعد ہر چیز کے خاطر منجھوٹ ہے آئندہ انزلیں  
 پردہ تقدیر پدید ہو جائیں تو ہماری فاضل محبت نے اپنی شرط عصمت کو خود اپنی ہاتھ  
 جڑ کاٹ ڈالی۔ تفصیل اس جہاں کے یہ ہے کہ اس جگہ امارت برادر فاجرہ ہماری روٹیاں  
 سے ثابت کر کے فرماتے ہیں کہ یہ جیسا عصمت کی سنانی ہے ویسا ہی عدالت کی  
 مخالف ہے جو معتقد علیہ السنت ہی پس جو جواب عدالت کی طرف سے اس سنت دیوین  
 وہی جواب سنیہ کی طرف سے عصمت کے بارہ میں قبول فرمادین۔ اس کے معلوم ہوا کہ وہی  
 جواب ہماری فاضل محبت کو عصمت کے بارہ میں تسلیم ہو گا خواہ اس جواب اس عصمت  
 باقی ہی یا نہ ہو۔ پس واضح ہو کہ جو مذہب اہل سنت کا استرطاح عدالت کی نسبت ہے۔  
 اس کو یہ روایات ہرگز مخالف نہیں ہیں اول روایات کے الفاظ میں شامل کرنا چاہیے اور  
 یہ مذہب السنت کو سمجھ کر اس کے مطابق کرنا چاہیے روایات کے الفاظ سے صاف ظاہر  
 ہو کہ امارت ضروری خواہ برہ ہو یا فاجرہ اور امیر ضرور ہونا چاہیے خواہ برہ ہو یا فاجرہ اور وقت  
 ضرورت و احتیاج اگر امیر برہ ہو سکے تو فاجرہ ہی ہونا چاہیے مثلاً کوئی شخص فاجر اپنی غلبہ  
 و ستیلائی جو سہ امیر ہو گیا یا اہل حل و عقد نے کسی برکو امیر بنایا ہے اور بعد امارت کے  
 وہ فاجر ہو گیا اور جو پیشہ ہو گیا تو ایسی وقت میں اس امارت فاجرہ کو ہی تسلیم کیا جاوے گا  
 کیونکہ اس کو رفع میں نافرہ قتل و قتال متضمن افتاد نفوس تغل ہو گا جو بہ نسبت اس  
 امارت کے مفاسد کے اسد ہے۔ جب سید اس وقت اس امارت کو لایہ بیت جو لفظ لایہ ہی  
 مفہوم ہوتی ہے صادق ہے پس اب ہم مذہب اہل سنت میں استرطاح عدالت کی

سب اہل مذہب جو جواب ہم عدالت میں دے رہے ہیں ان کی ہر ایک بات  
 قبول کرنا نہ ہر مذہب میں داخل کرنا ہے۔

سبب تامل کرے ہیں تو معلوم رہتا ہے کہ شتر اطاعت الیٰ سنت کر دیکھ ہو وقت  
 کر ساتھ معصوم سے جبکہ اہل اہل و عقد ماحیاتا خود دستہ کسی شخص کو امیر بخاویں اور اگر یہ بدو  
 ہو تو انعام و امارت کے یہی شتر اطاعت نہیں ہے بلکہ وہ امارت فاجرہ ہی منعقد  
 ہو جاوے گی اور انواع ترک و غش و خراج او سکوا و اگر لئے سے اور ہو جائیگا او سکے ساتھ  
 ہو کر جیاد و چسپا کہلائیگا او سکے غنائم و لہو الیٰ و سپایا وغیرہ سبب حلال ہوگی غرض  
 اس تقریر سے یہ ثابت ہوا کہ یہ روایات نہ سبب اہل حق کے در باب شتر اطاعت  
 سنائی ہیں اور نہ اہل حق کے نزدیک شتر اطاعت بالعموم ہے بلکہ صورت اور ای  
 وقت میں شتر اطاعت موقوف ہو جائے ہی اور امارت عمر عادلہ منعقد ہو جائے ہی خلیفہ  
 شتر اطاعت و شریعت کے بار میں یاد آتا ہے کہ امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں یہ بھی  
 لکھا ہے۔ پس حسب کما جب بحسب جب ہم اس جواب کو جو ہم نے شتر اطاعت کے بار میں  
 السنہ کی طرف سے دیا ہے حضرت محیب کی طرف سے قبول کرتے ہیں تو اس کا حاصل  
 یہ نکلتا ہے کہ ہمارے اہل حق محیب کے تمام یہ عصمت کی مسئلہ میں اس امر کے معتقد ہیں  
 کہ شتر اطاعت عصمت علی العموم ثابت نہیں بلکہ اگر کوئی شخص بنفس خداوندی بلکہ چنانچہ  
 اہل حق ہوں یا وہ معصوم ہوگا اور اگر کوئی شخص بدون نفس یا بعیت اختیار ہی اہل  
 حلال و حلال ریاست ہو اور دارالاسلام پر اپنا تسلط و سبب لا کرے تو اس کی امارت  
 موقوفہ عصمت کے ہی منعقد ہو جائیگی اور باوجود عدم عصمت کے اس کی امارت منعقد  
 ہو سکے لہٰذا سبب اعمال و تقاضا و عقد و خراج و صدقات و شتم غنائم وغیرہ حلال ہوگی  
 اور ظاہر ہے کہ عصمت کے لیے ہی نفس کی ضرورت ہے جب شتر اطاعت عصمت منفعہ ہو گیا  
 تو نفس بھی منفعہ ہوئی پس حسب ارشاد الیٰ فاضل محیب کے شتر اطاعت عصمت میں اس  
 جواب کو ہم نے اس کی طرف سے نہایت شکر گذاری کے ساتھ قبول کر لیا اور اگر اپنی اس  
 قول مستقیم ہوگا اور اس سے نہیں ہو سکتا کہ مذہب نفع سے یہ حکم اور اس کا فاضل

تسلیم کر چکے اور نے الواقع وہ مذہب اسی لائق تھا قولہ یہ جواب تو الزامی تھا  
اب بطور حل گوش توجہ سے مینے یہ کلام باغت نظام خوارج کلام کے مقابلہ میں رو  
لغو تھم کہ بارادہ باطل کہتے تھے لاکھم الا للہ صادر ہوا ہے کیونکہ الحج البلاغۃ میں اسکا  
عنوان اس طرح مسطور ہے ومن کلامہ علیہ السلام فی معنی الخوارج لما سمع  
علیہ السلام قولہم لاکھم الا للہ فقال کلمۃ حق یراد بها الباطل نعم لاکھم  
الا للہ ولكن هو لاکھم یقولون لا امرأۃ وانه لا بد للناس  
من امیر یدروا فاجری الخ جناب امیر نے جب اسکا یہ قول لاکھم الا للہ سنا  
تو فرمایا کہ یہ کلمہ حق ہے مگر اس سے باطل مراد لی گئی ہے خوارج نے اسکی اصل معنی ہی نہیں  
سمجھی اور باطل مینے سمجھ کر لگان کیا ہے کہ ہکو رئیس کی متابعت درکار نہیں اسکے جواب میں  
فرمایا لا بد للناس غرض اس سے یہ ہے کہ چونکہ انسان مدنی الطبع ہے اور بدون مشارکت نبی  
نوع اسکے کام تمام نہیں ہوتے اور مشارکت واجتماع بدون سیاست منجر بفساد و افساد ہوتا ہے اور  
جانوں مالوں کی ہلاکت کا سبب ہوتا ہے پس انسان کی جلی یہ بات ہے کہ بدون رئیس و امیر کو خوا  
نیک ہو خواہ بد زندگی بسر نہیں کر سکتا اور مطلق امارت اسکا انکار بدیہی امر کا انکار ہے چنانچہ یہ  
ہی سبب تھا کہ باوجود اس انکار زبانی کے عبداللہ بن وہب کو اپنا امیر کر لیا اور بدون امیر و  
کام نظم نہوا چنانچہ ابن ابی الحدید نے لکھا بھی انھم کا انوائفہ بدوا امرھم یقولون ینذہبون  
الے انہ لا حاجۃ الی الامامۃ ثم رجعوا عن ذلک القول لما امروا  
عبداللہ وھب الراسی انتہی قول اب ہم اس حل کی بھی قلعی کہولی دیتے ہیں ذرا گو  
توجہ سے مینے کہ شیعہ کے نزدیک حسن و قبح عقلی ہیں عقل جسکے حسن کی شہادت دے وہ  
حسن ہے اور جسکے قبح کی شہادت دے وہ قبح ہے چونکہ آپ کو اسکا اعتراف ہو کہ شروع  
بسالہ میں اہل حق پر حسن و قبح شرعی ہونے کی نسبت طعن فرمایا ہے تو اسلئے  
حاجت نقل روایات و تقریحات تلایفہ نہیں ہے اب ہم مطلق امارت کو بدکتی ہیں تو برکت عقل

ارشاد جناب امیر لا بد للناس من امیر  
نظام عدلیہ کی تقریر



نہایت ضروری معلوم ہو چکا ہے اور چونکہ انسان مدنی الطبع ہی اس کے امور کا ہر مقام  
 و اجتماع بدون متارکت ایسی نوع کے ممکن نہیں اور متارکت و اجتماع کو جو اختلاف طوائف  
 منہج بفساد ہی تو سیاست لایہی ہی جو بدون امارت حاصل نہیں ہو سکتی تو امارت  
 خواہ جائزہ ہو یا عادلہ انسان کے لیے لایہ اور ضروری ہے اور واجب عقلاً اقسام حسن میں  
 داخل ہے بلکہ اقسام حسن میں ہی اعلیٰ قسم ہے کیونکہ اس کی اقسام میں سے مندوب و غیر  
 ہی میں پس جبکہ امارت مطلقہ خواہ عادلہ ہو یا فاجرہ حسن ہو لی اور حسن میں ہی اعلیٰ درجہ کے  
 یعنی واجب ہوتی تو پھر خلاف حکم عقل کے حکم شرع سے وہ قبیح اور ناجائز اور مہمل نہیں  
 ہو سکتی اور نہ حکم شرع بمقتدا حکم عقل کے جو بد بھی ہے حسب احوال قوم مسموع ہو سکتا ہے  
 ان ہمیشہ ہی چونکہ مرتبہ تشکیک کو بہت گنجائش ہے تو اس کی اعتبار سے یہ ممکن  
 ہے کہ فیہ میں ہر دو قسم امارت یعنی عادلہ و فاجرہ کی تشکیک ہو اور امارت عادلہ امارت  
 فاجرہ سے اولیٰ و احسن ہو چنانچہ عقل اس کی استحقاق کے لیے بالبدست تہدات دیتی ہے  
 جس کا کسی سائل کو انکار نہیں اور اگر فاضل منجیب پاؤں کو کسی جمہور سب کو یہ شبہ ہو کہ امام  
 برحق کے ہونی امام جائزہ کے ضرورت اور اس کا لایہی ہونا غیر مسلم ہے اور جب ضروری  
 ہوتی تو قبیح ہوتی تو اس کا جواب یہ بھی ہے کہ اول تو اس صورت میں بلکہ عبارت خطبہ کے  
 لغوار میں ہو چکا ہے کیونکہ ہم پوچھتی ہیں امارت مطلقہ خواہ عادلہ یا فاجرہ ضروری ہی  
 یا غیر ضروری۔ اگر ضروری ہی تو دعا حاصل اور اس کی ضرورت سے انکار باطل ہے اگر غیر ضروری  
 ہے تو خطبہ میں مطلق امارت برہ یا فاجرہ کو ضروری کہنا غلط اور گنہگار ہوا اور نیز اس کی  
 ضرورت کا ابھی اعتراف کر چکے ہیں اس کے منافی نہیں ہو گا دوسری یہ کہ امام کے غیبت میں  
 علی الخصوص جبکہ غیبت کبریٰ کے حاصل ہو تو اور وفات بدست عباد امام برحق کی بیعت  
 کرنے میں عاجز ہیں اور اس کو کسی تدبیر و حیلہ سے حاصل نہیں کر سکتی چنانچہ اس نے  
 اس میں وہ نہیں لکھو کہ امام منہج کے گناہ و الا یہ ان کے منکر ہیں اور ایت ایسی

لایہی ہی کہ بدون اوسکے مدت قلیل ہی گذارنا دشواری تو اگر امارت فاجہ کی لہی دقت  
 میں ہی ضرورت نہ ہوگی تو کس دقت ہوگی اور ثابت ہوگا کہ مطلق امارت سیاست کے کچھ  
 ضرورت نہیں علامہ ازین اگر بالفرض نام ہی موجود ہو لیکن کوئی شخص کسی جیلہ و پیر  
 سے کوئی نہ کوئی اپنی طرف رابع کر لے اور امیرین جہاد کے اور نہ امارت پر ایسا استحکام پیدا کری  
 کہ اگر اوسکی غزل کا نام ہی لیا جائے تو بیجاں فتن و فوران حوادث و فسادات کے فتن  
 ہوں تو ایسی دقت میں کوئی سلیقہ عقل اوسکے ضروری ہو چکا انکار نہیں کر سکتا تو جب امارت  
 مطلقہ عقلاً لایہی اور جن ہوئی تو محالہ شرعاً ہی حسن ہوئی کیونکہ برخلاف حکم عقل  
 شرعاً قبیح نہیں ہو سکتی اور جب عقلاً و شرعاً لایہی اور جن ہوئی تو کم از کم نسبتاً ضرور ہوگا  
 کہ ضرورت کی دقت میں منعقد ہو جاوے اور شرعاً و عقلاً اوس پر احکام است کے جاری  
 ہوں اور جہاد و قسمت غنائم وغیرہ میں اوسکے حکم شرعاً نافذ ہو اور شرعاً اوسکی اطاعت  
 واجب ہو اور عیسویوں و اولی الامر میں شمار کیا جاوے چنانچہ مذہب اہل سنت کا ہی اس بارہ  
 میں یہ ہے کہ ایسی امارت ضرورہ منعقد ہو جائے میں میں اور شرعاً اوسکے امارت جاری  
 ہوئی ہیں اور انکے اطاعت واجب ہو گئی اور اگر خود ان ہی انفاذ میں جو انجم لیا جائے  
 میں میں ناکل کیا جاوے تو مفہوم ہوتا ہی کہ جناب میرے اس کلام میں تاکید اللہ تعالیٰ من  
 اعداء و فوجہ فرمایا اسلام و کافرین کے لئے کیا حالانکہ انسانی ضرورت ہوتی میں امارت مسلمہ  
 اور کافروں و نو برابریں برباست اوس کے حاصل ہوتے ہی کافروں ہی ہی حاصل ہوتی ہی  
 اور نظام و اجتماع و دفع فساد و فساد جیسی اس سے مقصود ہی اس سے ہی تصور ہی باوجود  
 اسکی حضرت امیر نے کافروں میں فرمایا کیونکہ کافروں کے لامست کی طرح صحیح نہیں ہے  
 و لا یجوز علیہم اللہ لکافری علی المؤمنین سبیلہ و ارشاد ہی اور اسلام کے است کو فاجہ و  
 ضرورہ منعقد ہو جائے اور یہی مذہب اہل سنت کا ہی جو موافق ارشاد جناب امیر کے  
 ہی مخالفت نہ ہو سکتا ہے کہ اگر کوئی نزدیک کسی ہو سکتا ہے است کیسا ہی متفق ہی ہو میرا کارکہ

اور اگر کوئی کہ نہیں  
 کر سکتا کہ نہ ہو  
 ایمان دارانہ  
 ۱۰۵۱

قرشی فاطمی حسنی ہو اوسکی امامت علاوہ ایہ اثنا عشر کے ہرگز صحیح نہیں اور کیسے  
 ہی ضرورت کے وقت میں ہو منعقد نہیں ہو سکتی سوائے ایہ اثنا عشر کے کوئی شخص  
 واجب الاطاعت نہیں ہو سکتا اور نہ اُس کے ساتھ ہو کر جہاد جائز ہے اور جو سپاہیا و اموال  
 کفار کے اوسکی جہاد سے حاصل ہوں نہ وہ حلال ہیں اسلئے حنفیہ وغیرہ وغیرہ کی  
 بابت علما شیعہ قبلائے تشویش ہیں بہر حال اس تقریر سے ثابت ہوا کہ یہ مذہب  
 حضرت م کے ارشاد کے سراسر منافی و مخالف ہے اور جناب امیر کے اس ارشاد سے  
 بلحاظ عصمت واضح طور پر ثابت ہے مگر اوسکے سمجھنے کے لئے بھی عقل بنایا جائے۔  
 واللہ التوفیق قولہ بالجہاد اس قول سے جناب امیر کی غرض یہ ہے کہ انسان  
 کو باعتبار اسکے مدنی الطبع ہونے کے امیر سے چارہ نہیں نیک ہو یا فاجر اس سے کچھ تپا  
 نہیں کر سکتے کہ امام مصطلح شرعی جو نایب رسول سے مراد ہے وہ بھی فاجر ہو سکتا  
 یہ کلام بلاغت نظام جناب امیر لغیش انسان کے بیان میں ہے نہ حکم شریعت میں  
 اقول ہمارا مدعا یہی اسی غرض سے جو جناب امیر کی اس کلام سے جو حاصل  
 ہے کیونکہ جب کوئی فرد افراد امامت میں سے ایسی ثابت ہوئی کہ جو باوجود عدم  
 کے بھی منعقد ہوئی تو آپ کا دعویٰ عصمت باطل ہوا اور ہمارا مدعا ثابت ہوا باقی رہا  
 خلیفہ راشد اور امام مصطلح کا فاجر نہ ہونا سوائے ہم ہی معتقد ہیں بیشک ناسق و فاجر خلیفہ  
 راشد ہو گا لیکن یہ کہ مستلزم نہیں کہ معصوم ہو کیونکہ عصمت اور فسق و فجور کے درمیان میں  
 مراتب کثیرہ ہیں اور نہ خلیفہ راشد کا فاجر نہ ہونا اسکو مستلزم ہے کہ غیر راشد امام بامامت عامہ  
 نہ ہو سکے مگر یہ ہے کہ علی سبیل التمرل ضرورۃ اوسکی امامت منعقد ہو جائے اور اوسکے منافع دینی  
 و دنیوی حاصل ہوں اور کچھ نہ ہو تو انتظام و سیاست و شوکت اسلام تو ضرور حاصل ہوگی غرض  
 انسان کو باعتبار مدنی الطبع ہونے کے جب امیر نیک یا فاجر سے چارہ نہیں تو جناب امیر کا یہ ارشاد  
 اگرچہ لغیش انسان کے بیان میں ہو لیکن تاہم مستلزم حکم تشریع کو ہو گا اور تشریع اس امر کی

جو بروئے عقل انسان کو لازم و مستحکم ہے مخالف عقل نہ ہوگی چنانچہ فی الواقع ایسا ہی ہے کہ  
تشریح اسکے خلاف واقع نہیں ہوئی بلکہ جا بجا روایات سے اسکی تائید و تقویت ثابت ہوتی  
ہے اسوقت صرف ایک ہی روایت پر اکتفا کرتا ہوں ابن بابویہ قمی نے خصال میں روایت  
کی ہے عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال ثلثة یدخلہم اللہ الجنة بغیر حساب  
وثلثة یدخلہم النار بغیر حساب فاما الذین یدخلہم الجنة بغیر حساب  
فامام عادل و تاجر صدوق و شیخ افندی عمرہ طاعة اللہ عزوجل و اما  
الثلثة الذین یدخلہم اللہ النار بغیر حساب فامام جابر  
و تاجر کذب و شیخان اس روایت سے صاف واضح ہے کہ آئین جزا و سزا کو عدل  
و جور کے ساتھ جو بعد امامت کو فصل خصوصیات و غیرہ میں پیش آتے ہیں متوط و مربوط فرمایا گیا  
اور اصل بنیاد یعنی انصاف و امامت جائزہ کی نسبت کچھ نہیں فرمایا اول واجب تھا کہ اسکی  
نسبت عدم انصاف و بیان فرماتے اور لوگوں کو ہدایت کرتے کہ اس سے منع و خلع کرادیں اور امام  
جائزہ پر ترجیح کریں جب یہ نہیں فرمایا تو معلوم ہوا کہ امامت جائزہ جیسی کچھ ہتی ضرورتہ متعقد  
تو ہوگئی اب اُسکے مفاسد سے جو آئندہ متحمل ہیں کہ امام جائزہ سے صادر ہوں اُسکو تحریف  
و ترہیب ضروری ہوئی۔ علاوہ ازیں یہ جو حضرات شیعہ کی عادت ہے کہ جہاں  
کہیں لفظ امام کا اپنے مذہب کے مخالف دیکھا اُسکے معنی لغوی لینے پر تیار ہوتے  
اس حدیث سے وہ بھی باطل ہو گیا اور ثابت ہوا کہ امام فاجر ہے یا امامت عامہ نہ یا امامت  
خاصہ را شدہ لفظ امام اصطلاحی کا مصداق ہے۔ کیونکہ لفظ امام اپنے معنی اصطلاحی شریعی  
میں حقیقہ شریعی ہے اور عدول حقیقہ سے تا وقتیکہ کوئی قرینہ صارفہ نہ ہو جائزہ نہیں ہوتی کہ امام  
امام ابو عبد اللہ رحمہ سے مروی فرمایا تین شخص ہیں جنکو اللہ تعالیٰ بلا حساب جنت میں داخل کرے گا اور  
تین ہیں جنکو دوزخ میں بلا حساب داخل کرے گا جنکو جنت میں بلا حساب داخل کرے گا وہ ایک امام عادل و دوسرا سچا و دلا  
تیسرا دیکھنے اپنی عمر و کلمات میں فدا کردی ہو اور جن کو دوزخ میں بلا حساب داخل کرے گا وہ امام ظالم اور ہٹ دھرم اور گمراہ و گمراہ

مخصوص اپنی خواہری پر محمول ہوتے ہیں پس ظاہر ہے کہ اس جگہ بالمقابل اول لفظ امام  
 عادل اور امام جائز واقع ہیں پس ان دونوں لفظوں سے یا ہر دو جب کہ معنی لغوی برابر ہیں اور یہ  
 باطل ہے کیونکہ اول تو کوئی قرینہ نہیں جو حقیقت شرعیہ سے صاف ہر علامہ اورین جو سلاسل  
 و خلاصہ کے عادل گزری ہیں جسکا اب تک عدل ضرب المثل ہے مثل کسریٰ انوشیروان و غیر  
 بن خطاب صریح اللہ عنہ و غیر من جب العزیز رحمۃ اللہ علیہ وہ سب بر خلاف مرسوم امامیہ  
 اس و عدل کی سختی ہونگا اور اگر ایک جگہ معنی پہنچا دی اور دوسرے جگہ معنی لغوی مراد لی جائے  
 تو یہ بھی صحیح نہیں کیونکہ وجود قرینہ جو صاف عن حقیقت ہو غیر مسلم اور علامہ ازین مقابل  
 صحیح نہیں ہو گا بلکہ خود مقابل قرینہ ہے اور اس سر پر مال ہے کہ جو معنی لفظ امام اول کے ہونگے  
 وہی ناسے کہ ہونگی اور مقابل کے اطلاق سے کلام درجہ فصاحت سے ہی نہیں کر سکتا بلکہ اصل  
 ہو جائیگا تو اب متعین ہو اگر ہر دو جب کہ معنی پہنچا دی ہی مراد ہیں۔ چونکہ اور کوئی محتمل ہے  
 ہیں اور ہیں ہر دو جب کہ معنی پہنچا دی ہوئے پر بوجہ الفقا و خلافات ائمہ جو کہ جو کچھ نہایت  
 آفت مذمت شیعہ پر واقع ہوئی ہے محتاج بیان نہیں چونکہ اس تحریر میں اطناب ہونا جاتا ہے  
 ایسی ہم اس کے شرح و ربط کو کسی دوسری وقت پر منحصر کرتے ہیں۔ **قول** اور اگر  
 معاذ اللہ یہ بات جائز ہوتی تو فرمایا کہ جناب امام حسین علیہ السلام نے یزید کی بیعت  
 کیوں نہ کی اور کیوں شہید ہوئی بلکہ پہلی بات یہ ہے کہ انسان کو حاکم سے چار زمین  
 اہم مقصود کہ جب رعایا برابری امور میں ممکن نہیں اور اس سے منازعت کر کے اس کے  
 اصلی مقام سے طاعت کرین تو اس صورت میں حفظ نوع انسانی حصول انتظام امور  
 کی گویا وہ کیسا ہی ہو اور حاکم سے گریز نہیں **اقول** کیوں حضرت اور اگر معاذ اللہ  
 یہ بات جائز نہ ہوتی تو اول اللہ و ثانی اللہ کہ کون خلاق اللہ کے ہاتھ پر بیعت فرمائی  
 اور کیوں ان سے مثل امام ثالث رضی اللہ عنہ کے مناقشہ کر کے جھگڑا کرنا کریم نہ کرنے  
 یہاں تک کہ یا اپنی حق کو پہنچتی یا مثل جناب امام ثالث کے شریعت شہادت چکا ہوتی

اور نیز اگر معاذ اللہ یہ بات جائز نہ ہوتے تو کیوں جناب امام ثانی رضی اللہ عنہ امیر موعود  
 خلافت تسلیم کر دیتی اور کیوں اس سے بیعت کر لیتے اور باوجود عدم دروغد کہوں  
 جہاں قتال نہ کر کے یا اپنی حق کو ہاتھ سے نہ دے یا درجہ شہادت پر چھوٹے اور بعد  
 اس شعر کے ہوتے بیعت و رشایہ دوست اردو زبان میں نہ عقبت و طلب رن  
 ح حفظت شیئا وغالب عنک اشیار۔ افسوس کہ ایک ایک امام ثالث کا یہی  
 قصہ یاد رہا اور امام اول ثانی کا فراموش ہو گیا یہی ہم ہی انگو یاو دلا دیا یا کیننگ  
 مثل خبیث علاوہ ازین جبکہ دلائل و بنیات واضحہ سے اس بات کا ضرورہ جائز ہونا  
 ہمیں حسب احوال ائمہ ثابت کر دیا تو اب اس کی ہی جواب دہ اہل تشیع ہی ہونگے  
 معہذا حاصل اس دلیل کا جو ہماری فاضل مجتہدین عدم انعقاد بیعت امام جائز کی  
 نسبت بیان فرمائی ہے یہی کہ معاذ اللہ اگر امامت جائز نہ ہوتے تو امام  
 حسین رضی اللہ عنہ ضرور بیعت فرماتے اور شہید نہ ہوتے اور جب اوہوں نے بیعت  
 فرمائی اور یہاں تک کہ اسے شہید ہو گیا تو اس سے معلوم ہوا کہ امامت یزید جہاں  
 جائز تھی صحیح ہوتی تو کوئی امامت جائز نہ ہوتی نہ امامت یزید جہاں  
 عرض کرتا ہے کہ خود اس دلیل سے بالبدلت یہ امر ثابت ہو کہ امامت میں جیسا قشہ  
 کرنا امام معصوم کا دلیل اور قریبہ اس کے بھلان اور عدم انعقاد کا یہی اس طرح تسلیم  
 امامت اور منافقہ نکرنا دلیل اس کی صحت کی ہے علی الخصوص اپنی حالت میں ترک  
 مناقشہ کرنا کہ حالت عدم عجز اور خوف کی ہو۔ اب ہم ائمہ کی حالات کو درپاٹ دیکھیں  
 خلافت کو نظر تقصیر سے دیکھتی ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ جناب امیر نے زمانہ خلافت راشدہ  
 میں ان کو خلافت نہ تسلیم کیا اور پیغمبر و انبیاء و سبب عجز و بیچارگی و خوف کے نہیں تھا  
 بلکہ ان کے لئے یہاں تک کہ خلافتیں مطاہر و رضا و خداوندان کے لئے واقع تھیں چنانچہ یہاں  
 آپ کے اول بعض خطبہ میں جو فریم البلاغ میں شریف جلی نے جمع کی ہیں بطرح درج کردہ

وہ خطبہ یہ ہے ومن کلام کہ لما عرفوا علی سبغۃ عثمان لقلہ علمتم الحق ونبھا  
من غیرہ واللہ لا سلمن ما سلمت امور المسلمین ولہم بکین فہا جورا لہا علی  
خاصۃ التماسا لاجہادک وفصلہ وزہدا فیما تافستوہ من خرفہ  
وزہجرہ۔ اتھے اس خطبہ سے مثل آفتاب روشن ہے  
کہ جناب امیر نے باوجود اپنے دعوے حیثیت الخلفاء کے جسکا مدار حسب فرہم امیر وجود  
نفس و عصمت و انصافیت پر ہے خلافت غیر اہل کو تسلیم فرمائی اور قسم خدائے پاک کی کھاکر  
فرمایا کہ میں جن تک مسلمانوں کے کام درست رہینگے اور بجز میری ذات خاص کے کسی پر جور و ظلم  
نہوگا اور سوت تک خلافت کو تسلیم کر دینگا اور اوسین چون و چرا نہ کرونگا تو اس سو مان  
جو آپ کا منشا ظاہر ہوتا ہے یہ ہے کہ اگر مسلمانوں کے اوپر اس خلافت میں جور ہوا اور انکی  
حق تلفی ہوئی تو اس وقت مناقشہ کرونگا اب دیکھا چاہیے کہ جناب امیر کے اس ارشاد سے  
مذہب تشیع پر کیسی کچھ آفت دہانا زل ہوئی کیونکہ ظاہر ہے کہ جناب امیر نے اخیر زمانہ خلافت  
اوسین مناقشہ اور منافہ نہیں فرمایا اور کچھ چون و چرا نہیں کی اور پہلی دو نوں خلافتوں  
میں خلافت کا ہی نام نہیں لیا اور ہمیشہ سر تسلیم خم نہ کیا اور یہ تسلیم کچھ عجز اور بیچارگی اور قوت  
کے وجہ سے نہ تھی کیونکہ اگر عجز اور بیچارگی کے وجہ سے ہوتی تو ما سلمت امور المسلمین  
ولہم بکین الخ بالکل مہمل ہو جائیگا بلکہ یہ سکوت و تسلیم حقہ خلافت کی وجہ سے تھا اور اس وجہ  
تھا کہ خدا اور رسول کی طرف سے حکم سکوت و تسلیم تھا چنانچہ فاضل سجائی نے اپنی شرح  
میں دوسرے جگہ لکھا ہی وانہ کان معہودا علیہ ان لا ینزع فی امر الخلافۃ پھر اگر  
مجدد آپ کی کلام کے جبکہ لوگوں نے عثمان کی بیعت کا قصد کیا بیشک تم جانتے ہو کہ میں بہت  
دوسرے کسی شخص کے احق بالامامت ہوں اللہ کی قسم میں تسلیم کر دینگا جب کہ انوں کے امور  
رہینگے اور اوسین بجز میری ذات خاص کے کسی پر ظلم نہوگا اسکے اجر اور بزرگی کی طلب کے لئے اور  
جبکی زینت اور خوش آئندگی میں تمہنی رغبت کی ہے اوسین بے رغبتی کے سبب سے ۱۲۔





نہیں کی تو معلوم ہوا کہ یہ احداثت محض اہل جیسی حضرات کے محدودہ ہمنام میں جو انکو  
 دلائل میں اور جہان کو منہ پر کھینچتے ہیں کیا تھا اور نے الواقع ایسی کذابت کے ہاں  
 ایسی ہی ہونے چاہیے اور شام ابن میثم نے اسکا کب قدر نسبت کیا اور بعد بیان  
 کھڑے ہوئے کہ وہ قد جالب الناصرین لعنان عمرہ الا حدان باجوبہ  
 مستحسنة وھی مذکور فی الموطا ابیہم علیہم کذا فی رجوع کرتے ہیں اور گزرتی کرتے  
 ہیں کہ ابن میثم نے دوسری خطبہ کے ترجمہ میں جسکا عنوان یہ ہے - ومنکلام  
 لما ارید قل البیعة لعد قتل عثمان دعونی والقسم غیر الخ فرماتے ہیں  
 قولا وان ترکتمونی فاناکا حدکم ولعلی اسمعکم والطوعکم لمن ولیتیوم امرکم ای  
 کست کا حدکم فی الطاعة لانی لعلی اکون اطوعکم لہ ای بقوة علیہ لوجوب  
 طاعة الامام - خدا کے ایسی کوئی حالت منصف ان مخصوص صریحہ کو کہہ کر جناب امیر  
 حسب تقریر اختلاف ابن میثم کس وضاحت کے ساتھ فرمایا ہے میں کہ جبکہ چوڑ کر جسکو ہم نام  
 بنا میں ہی ہم میں کا ایک ہوں جیسی تمہارے کو اطاعت واجب ہوگی دوسری ہی مجاہد ہی واجب  
 ہوگی بلکہ امید ہے کہ میں نسبت تمہاری زیادہ مطیع و فرمانبردار ہوں کیونکہ جب ہم  
 واجب اطاعت ہوں تو میں ادائی ما جب میں زیادہ ساعی ہو گیا یہی کہ اطاعت امام  
 کو وجوب کا علم اگر سب سے زیادہ ہوا اب فرمائی کہ اگر امامت منفقہ ہی نہیں ہوئی  
 تو وجوب اطاعت اور وہ ہی امام مخصوص معصوم مقرر من الطاعت پر کیا اور امام معصوم  
 کی اطاعت میں مثل عوام کے ہونے کو کیا معنی بیان بھی فرما دیجیگا کہ حضرت نے تفسیر  
 صلی اللہ علیہ وسلم کے حلقوں کے علاوہ دوسری ہوں جو وہی شریکوں میں نہ کہ میں  
 قیام نہ کرتے مجاہد کہ تم کہ چوڑو گے تو میں تم کا ایک جیسا ہوں ارشاد میں زیادہ سی الاموال کما  
 دلوں کہ تم ہی پر سزا سزا بنا یعنی میں تم میں کا ایک جیسا ہوں تمہاری امر کی دلوں میں کبھی میں  
 تم کہرا ہوں میں جیسا کہ اگر امامت کی وجہ کوئی ہم سے

بیان کیا کہ میری شہر علی جوہان اللہ فہم انصاف ہمارے فیاض محبوب پر بس ختم ہو چکا ہے  
 امیر کے اس ارشاد سے ہر سترہ سترہ اٹھ نفر غصہ و غضب و انتہایت کا یہی نسخہ دہن سے ہوتا ہے  
 کر دیا اور پھر آخر ثابت کر دیا کہ اصل دل عقدہ جسکو امام بنادین دہی نام سے اور واجب الاعت  
 اور شہر ہے کہ حسب احوال امیر زمین امامت بارہ اور امامت فاجرہ کے اور کوئی واسطہ  
 نہیں ہے بلکہ جو امامت کہ غیر مخصوص و مخصوص کے واسطہ ثابت ہوگی کا ٹھکانہ کان وہ امام  
 فاجرہ ہو گئے کیونکہ امام معصوم کا حق اچھین غصب ہو اور جب اب امیر اپنی ارشاد میں  
 امامت اور امیر کو حضرت دو شخصوں میں مجبور فرمایا ہے لہذا بنی اس میں فاجرہ اور امیر ایک  
 شخص کا ہے اور امامت بارہ راشدہ خلافت عادلہ ہوگی اور امامت فاجرہ امامت جابرہ ہوگی  
 اس طرح امیر یا خطیفہ راشدہ امام عادل ہوگا اور فاجر جابر ہوگا اس طرح امامت میں بھی ہم  
 فاضل بنی اس نے کو کسی حکم مقرر کرتے ہیں وہ اس خطبہ یا سخن میں کی شرح میں فرماتے ہیں  
 وما یؤید ذلک ان اکثر الخلق متفقون علی ان امر ابن امیۃ کا فاجر اعدا  
 رحلین اولئذ کعثمان و عمر بن عبد المخریق اور جب یہ فاجر بنین تو بارہ ان کی امامت  
 امامت بارہ ہوئی جو امامت راشدہ کے برابر ہوں گے غصہ و غضب و انتہایت کا یہی نسخہ باطل ہوئی  
 اگر چہ اس میں مرض ہیں کہ یہ خطبہ باطل ہوگی مگر اس قدر اور گزارش ہے کہ امامت مطلقہ کہ  
 خواہ عادل ہو یا فاجرہ آپ ہی اس کو راشدہ و رسمی ہونے کے قائل ہیں کہ نہ امامی معصوم  
 عباد کے اس کی سادہ منوط و شرط ہیں بدون اس کے متفق ہم ممکن نہیں ہوا اس کی حالت  
 یہ ہے کہ اگر اس کی نزاع و فلع کا نام ہے لہذا وہی تو اس میں ایسی ایسی نوآوری و کاشت و  
 ہونا یقینی ہے کہ جس میں کثرت میں دنیا کے ضرر و نقصان ہے اور دین کے خیریت کو  
 یہی جب ہم نظر کرتے ہیں تو اس میں بسنت ضرر کے فائدہ زیادہ ہے اگر نقصان ہے

امام اور اس میں سے جو اس کو نایک کرنا ہے یہ بھی کہ اکثر مخلوق اس پر متفق ہیں کہ امر ابن امیہ مجرور بنین  
 شخص کو مثل عثمان اور عمر بن عبد العزیز کے فاجر ہے۔ ۱۱۔

تو خاص انکی ذوات کو دیکھتی ہے اور جبکہ ائمہ اور مجتہدین و علما احیاء اسلام میں داخل ہوتے ہیں  
 اسلام میں شمول ہیں تو انکی فسق و فجور سے اسلام میں غرر کا اندیشہ نہیں چنانچہ خود فضل  
 علی نے اپنی شرح میں انکی یہی شہادت دی ہے میں و ما یؤید ذلک انک فی الخلق  
 متفقون علی انہم فی امیۃ کاواجار اعدا رجلین او ثلثۃ کعثمان و عمر بن  
 عبدالعزیز و کان الفی یجمع بھم والبلاد تمنع فی ایا مہم والثور الاسلامیۃ  
 محرمہ والصلامۃ والقوی ما خوذہا لضعیف ولہو یضر جملہم شیئاً فی ذلک  
 اکامور ہا پس جب فجار کے است میں یہ امور مثل ثور و بناء قناطر جو تھو پھیر چوسنے و فتح  
 بلدان و قلع و جمع کرنے دامن طرف و فصل حضرات علی الحق ہوتے ہیں تو انکی وجہ سے  
 اسلام میں کوئی ضرر شدید نہ پہنچا تو انکی است کو وہ فاجر ہی سمجھی باعتبار دنیا کے  
 وجہ اعتراض و فصل مجیب لایہی ہے لیکن باعتبار دین کے یہی اسکی منافع  
 اسکی مضامین سے بہت زیادہ ہیں تو یہی ضرورت کی حالت میں جبکہ وہ لایہی ہوا اور اس  
 گزیر نہ ہو برودی عقل پر گزیر جائز نہیں کہ اسکو غیر منفعد کہا جاوے اور اسکی ساتھ چھاؤ  
 نہ جائز اور اسکی ختم کو حکم اور اسکی اطاعت کو جو امور موافق شرع میں ہو معصیت اور  
 ناجائز قرار دیا جاوے سبجا نکند بہت اہم ان عظیم و جب برودی عقل اسکا واجب ہونا  
 ثابت ہوا تو حسب قاعدہ الامیہ اگر شرع سے اسکی حرمت اور عدم جواز کا حکم صادر ہو تو  
 لازم آوی کہ معاذ الخلفائے قبیح کا حکم کیا اور ترک اسکی و لطف و نایا کیونکہ اسوقت صلح  
 و لطف یہ ہے کہ اگر اسکی جواز و خصوصیت انتقاد کا ضرورۃ حکم دیا جاتا ہے کہ شائد عن  
 ذلک علواً کبیراً پس اس تمام گفتگو سے ثابت ہوا کہ حضرت نے اس خلیفہ میں کم تفسیر ہی

اس اور مسجد کی حرمت کا یہ ہے کہ اکثر ممکن ہر معنی ہی کا اور یہی امیہ جو اہل حق و شیعہ و غیر  
 عثمان و عہد امیر و جابر ہی اور انکی سبب اہل بیت سے ہوتی اور انکی ایام میں ہم ہوتی ہی اور انکی  
 کہاں کہ وہ حق ہی اور قوی صیحت کے حق کے عین میں گزرا جاتا تھا اور انکی جہت سے ہمیں کہ نقصان نہیں پہنچا یا ہمارا۔

نہیں فرمایا بلکہ حکم شرعی پر چلنا فرمایا ہے تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عصمت امامت کو  
 شرط نہیں مگر خدا واجب ہم ان ہی الفاظ میں ظاہر کرتے ہیں اور قطع نفی دوسری تو اس  
 وعبارات سے جو اوپر بیان کر لی ہیں تو یہ ہیں تو بدلتے ہیں میں آتا ہے کہ عصمت امامت کے  
 ایسی شرط نہیں کہ جو کہ جناب امیر مفسر نے منکر فرمایا کہ امام نیک ہو گا یا امام فاجر ہو گا سلمنا  
 فاجر کے امامت ناجائز اور غیر معتقد ہے لیکن امامت برزخ کے تو ضرور جائز اور مثلاً ہی کہو کہ  
 خلوان و دوفس جائز نہیں اور ظاہر ہے کہ نیک کے دوسرے ہیں کہ لازم نہیں ہے کہ وہ معصوم  
 ہو یا تو مطلق برے کے امامت جائز و معتقد ہوئی جو معصوم و غیر معصوم کو شامل ہے تو اگر بالفرض  
 فاجر کے امامت صحیح ہو تا ہے ہمارا استدلال اس عبارت سے ہے بخاری اور اس عبارت سے  
 بطحان عصمت کا شمس فی الفہام الہدایۃ فی شرح علیہ ذاک اس بحث کے تفصیل  
 میں کہو اور یہی گنجائش ہے امرضائین زمین میں ہیں لیکن خوف تظویل اجازت نہیں  
 دیتی اگر موقع ہو تو انشاء اللہ کہ کسی موقع پر عرض کریں گے یا باقی صحبت ہے  
 قول جناب امیر علیہ السلام کے اس قول کے مثال یہ ہے کہ لایہ الناس میں قوت اور قوت  
 عام ہے حلال اور حرام سی اگرچہ شرع حرام کی اجازت نہیں دیتی مگر انسان کو قوت ہے اگر وہ  
 حلال سے حاصل کرے شرع کی پابندی کے ہو اور اگر وہ حرام سے ہو تو خلاف شرع ہے اس طرح  
 امام شرعی کے عصمت وغیرہ شرع بطریقہ لائل شرعیہ و عقلیہ ثابت ہیں اگر اسی امام کی اطاعت  
 کریں اور اس کو امام نہیں تو شرع کی پابندی کی ہو ورنہ چونکہ حاکم سے چارہ نہیں کسی نہ  
 کی کو ضرور حاکم امیر کریں گے جیسا کہ خوارج لیام نے باوجود انکار نہ کرنے آخر کو حاکم کیا  
 اقول اس موقع پر ہماری فاضل مجیب نے مثال قوت کی تحریر فرمائی اور قوت کو شمس  
 علیہ قرار دیا یہ یعنی ہماری دعا کی موید ہے اور فاضل مجیب اس نقل میں مصداق مثل مشہور  
 کا لبحث عن حقیقہ بظلفہ کے ہیں تفصیل اس اجمال کے یہ ہے کہ امام مطلق کا لایہ  
 ہونا جناب امیر کی شہادت اور جناب مجیب کے اعتراض سے ثابت ہو چکا ہے کہ لوگوں

و اگر امام لایبھی نیک ہو اگر نیک بیس نہ ہو سکر تو فاجر ہی ضرور ہی کیونکہ احادیث میں گزیر  
 اوجب اسکا لایب ہونا ثابت ہوا لاجرمی اور ضرورت گرفت میں اسکا انفا و بطور  
 شخصیت بلکہ حسب آیات امامہ اسکا شخصیت اور اسکا جواز انفا و بطور وجوب غریبہ  
 ہوگا کیونکہ تفسیر علیہ اسکا قوت ہے کہ لایب للناس من قوت من حلال کان ادرام ہیں اگر  
 انسان کو قوت حلال میں بیس نہ ہو اور بشرط مو قوت حرام کی طرف تو بشہادت میں فرج  
 قرآنی جو چند جگہ کلام میں ارشاد ہے متادل حرام اسکی الہی شخصیت کی بنا پر ایسا کہ قسین اضطر  
 عَزَّوَجَلَّ وَلَا عَادِ فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ - قسین اضطر فی تَخَصُّصِ غَايَةِ مَجَابِ اِثْمٍ لَا اِثْمَ  
 فَإِنَّ اللَّهَ عَزَّوَجَلَّ بَلَّغَ حَسْبَ تَفْسِيرِ اَبَاتِ شَعْبِ اِیسی حالت میں اوپر فرض ہے کہ حرام کو  
 قوت بناوی اور اگر اسی حرام سمجھ کر ترک کیا اور کر گیا تو کافر کیونکہ حق تعالیٰ نے جس شخص کو  
 اسکا حق حلال فرمادیا تھا اسکو اسی حرام سمجھ کر تفسیر سافہ میں سخت تفسیر فرماتا تو  
 فمن اضطر جواریت لکھی ہے اسی پر لکھا کرتا ہوں فی الہدایہ عن الصادق فمن  
 اضطر الی المیتۃ والدم ولحم الحمر نہ فلم یأکل متیام ذلک حتی یموت فهو  
 کافر اب ہم سی حکم کو جو تفسیر علیہ میں موجود ہے تفسیر بغیر اس میں جاری کر رہے ہیں جو  
 وکذلک من اضطر الی الامارۃ الفاجرة فلم یقبلها ولم ینقلد لها حتی مات  
 فهو کافر - یعنی اگر کوئی شخص ارب ناجرہ کی طرف مضطر ہو اور اسکو حرام سمجھ کر اسکا مصیع  
 و منقاد نہ ہو اور غنائے بہانہ کہ مر جاؤ تو وہ شخص کافر ہی کیونکہ جس چیز کو خداوند تعالیٰ نے  
 اسکو لیبی حلال فرمادیا اسکو اسی حرام سمجھ کر اور بغیر حکم خداوندی اپنی عقل کو دخل دیا تو سختی کفر ہوا  
 ۱۷۔ ہر شخص مضطر ہو۔ بے حکمی کرنا ہے۔ راوی قلد سیر نہ بنین ۱۸۔ ہر شخص لایب ہو کہ میں دیکھتا ہوں  
 و بیس نہ ہو کہ کسی لایب ہی پران۔ ۱۹۔ قیہ میں امام متاوی سے مروی ہے جو مراد از اول حضرت کے گوشت کھان  
 مضطر ہو اور اسکا کچھ نہ کھا دی۔ یہاں تک کہ وہ مر جاوے وہ کافر ہے۔ ۲۰۔ یہ صریح جرات ناجرہ کیلئے  
 مضطر ہو اور اسکو قتل کر دیا۔ یہ صریح نہ یہاں تک کہ وہ مر جاوے وہ کافر ہے۔ ۱۲۔

تو اس سے ہدایت ثابت ہو کہ ضرورت و اضطرار کے وقت میں شرعیتنا دل فوت حرام  
 رخصت و اجازت دینی ہی بلکہ فرض فرماتے ہو اور اس کے تارک نہ کرنا کو کا فکر کرتی ہی تو اسنی  
 جب اپنی حالت میں فوت حرام سے کیا تو عین اتباع شرع کیا اور اگر حلال کے ہنقدار  
 و تلاش میں رہا اور کوئی نہ کیا تو اس میں مخالفت شرعیت کے اور کیا قدر اور ظاہری حکم  
 است بہ نسبت اکل کے اگر وہ اعم ہی تو امامت کی ضرورت کے صورت میں اس کا انکار بالاد  
 منہ کفر ہو گا پھر ہماری حسیب کا یہ ارشاد کہ اگر وہ حرام سے ہو تو خلاف شرع ہو بخیر  
 میں اس میں غلط ہو نہ اس کا یہ یہ کہ آگاہ یا ایضہ او عامی ہمہ دانے اپنی گہر کے بھی خبر  
 نہیں ہے۔ محمد اللہ کہ جو مثال آئے اپنے مدعا کے ثبوت میں پس کے تہرہ ہی  
 اس کے مکذیب اور خود جناب پر منقلب ہو گئی کہ محمد اللہ اولاً و آخر اولاً مر دبا طبا -  
 قال الفاضل الحسیب قولہ - اگر شک ہو تو بیع البیاعۃ نکال کر دیکھ لیجی اور انصاف  
 سے فرمائی کہ آپ کا دعویٰ سچا ہی یا امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کا ارشاد سچا ہو۔ اقول - ے شک  
 یہ بیع البیاعۃ میں ہی اور جناب امیر علیہ السلام کا یہ ارشاد سر نہ شاد عین صدق و محض  
 حق ہے کہ آپ اس کا مطلب نہیں سچا کہ سماخی معات کلمہ میرا دہا الباطل کا ضمیر سچا  
 صادق ہے بقول العبد الفقیر الی مولاه الثنی جب یہ ارشاد جناب  
 امیر جو بیع البیاعۃ میں منقول ہے محض صدق اور عین حق ہے اور سنی بالاسل ضحی ثابت  
 کر دیا کہ اس کا مطلب ہی وہی ہے جو ہم سمجھتے ہیں اور چہ آپ کے سمجھا تھا وہ غلط اور آپ کو  
 اصول کے برخلاف تھا تو انصاف سے فرمائی کہ کلمہ حق ارید ہا الباطل کس پر صادق آیا  
 اور اس کا مصداق کون ہو چنانچہ اگر اس کے ارشاد میں کہ بروی عقل و انصاف ملاحظہ فرمائیں  
 تو آپ کہہ ہی سکتے ہیں تقدیر ہو جائیگا۔ فقیر اور چونکہ سارا دعویٰ جناب امیر  
 رسول خدا و کرامہ علیہم السلام کے اقوال سے مقتبس ہو شک سچا ہی اقول  
 شک ہے سچا دعویٰ آپ کے عنہم میں اقوال جناب امیر و رسول خدا و کرامہ علیہم السلام سے مقتبس ہو سچا

دود لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ فی الواقع آپ کا اقتباس صحیح ہو بلکہ نئے محققین کا  
 اقتباس غلط ہے چنانچہ ہم دلائل سے ثابت کر چکے اگر کسی طرح ہر ایک فرقہ کے دعویٰ  
 اقتباس کو صحابی واقع سمجھا جاوے تو حواج ہی بہترین کہ ہمارا دعویٰ خدا و رسول خدا  
 کا ارشاد اس سے مقتبس ہے بلکہ یہود و نصاریٰ و مجوس وغیرہ تمام اہل مل سے بہترین کہ ہمارا  
 دعویٰ خدا و رسول کے کلام سے مقتبس ہے یہ معلوم نہیں کہ جناب کو ان کی تسلیم کر سکیں  
 کیونکہ انکار ہے پس جو جناب اپنی انکار کے دلائل و دلیل قائم کریں وہی دلیل بیان  
 بھی سمجھ لیں۔ ان جناب میر صاحب آپ نے شروع جواب میں یاد آتا ہے کہ ہم  
 اعتراض فرمایا تھا کہ ہم نے اپنے خطبہ میں جو نقد عمال کے صلوة و سلام میں اصحاب پر کی تھی  
 تو آپ نے فرمایا تھا کہ یہ خلاف مذہب اہل سنت کے ہے کیونکہ باعتبار ذیاب السنہ کے  
 تقدیم اصحاب کے آل پر ہونی چاہیے اور جو آدمی یہ بھی کہ آپ کے نزدیک مقدم ہے اللہ  
 مستلم مقدم ہے الرقبہ کو ہی پس سمجھ جا آپ نے رسول خدا پر جناب امیر کو مقدم فرمایا  
 کیا آپ کے نزدیک جناب امیر رسول خدا سے بر حیت الرقبہ افضل ہیں جیسا کہ یہ مقدم  
 حسب زعم سامی مقتضی ہے اگرچہ آپ کی ہیبت سے روایات سے مستنبط ہوتا ہے کہ جناب  
 امیر جیسا تمام انبیاء سے حسب اعتقاد شیعہ افضل ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 سے بھی افضل ہیں لیکن چونکہ نبیانی طور پر خاص حضرت کی نسبت اسکا انکار کیا ہے  
 عبارت اس مضمون کے متعلق ہم پہلے نقل کر چکے ہیں تو اس لیے دریافت کر لیا گیا  
 تھا کہ اور عا شا کہ ہمارا دعویٰ اور اس ارشاد میں کسی قسم کی مخالفت ہو مردی جی  
 نہ دوسرے میں **اقول** یہ صورت جناب کا زعم ہے کہ واقع میں جناب امیر  
 ارشاد اور دیگر دعویٰ میں سرسہر تناقض و مخالفت ہے کیونکہ جناب امیر کا ارشاد  
 ضرور مطلق امارت کی صحت کو مقتضی ہے اور آپ کا دعویٰ اس کی عدم صحت کو مقتضی  
 پس عا شا و کلام اگر اگر دعویٰ اور جناب امیر کے ارشاد میں باہم توافق نہیں ہونے کا

اجتماع باتفاق وحدات ثانیہ محال ہے اور جناب امیر کے ارشاد میں تو کچھ تر و تہیں  
ہوئے ان آپکا دعویٰ باطل ہے کیونکہ اگر آپکا دعویٰ صحیح ہو تو جناب امیر کا ارشاد غلط ہوگا  
ہاں ہر دو بیانی خود درست کی طرح نہیں ہو سکتے۔ **قول** آپ عقل سے ہم سے ہفتا  
سے کام لینا **اقول** بھول اللہ فضیلت سنی تو اسے عقل و علم انصاف خدا اور  
کام لینا تھا مگر افسوس کہ آئینہ اس پر نظر آیا اور سنا مٹی جانتا آیت اما صرف اللہ  
بالذکر و تنسوا أنفسکم کا مضمون اس کی صداقت آیا اور ہم یہ بھی بشک گزار رہی ہیں  
عالمین اور جو کچھ عرض کرتے ہیں وہ اپنی علم و عقل و انصاف سے کچھ ٹیکر عرض کرتے ہیں  
اور دھا کرتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ جناب کو یہی توفیق عطا فرمادی کہ ان کے علم میں رہنا فتح  
بینا دین قومنا بحق و انت غیر الفاضلین **قال** الفاضل الحسب - **تولد** - اس کے بعد فرمایا  
حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم نے کسکو ظیفہ مقرر فرمایا یا اس باب میں کیا ارشاد فرمایا اگر اس  
کلام کے موافق ہے تو مر جانا بالوفاق اور اگر مخالف ہے تو کسکو حق کہیگا اور کسکو باطل کہیگا  
باب نادیدہ دوسرے - **اقول** کلام بلاغت نظام جناب امیر علیہ السلام کے معنی  
اور اصلی مراد عرض ہوئی آپکا شبہ رفع کیا گیا اور اپنی دعویٰ شرط ثلثہ کو ان کی ہی علم  
مستند کی کلام سے ثابت کر دیا یہ **قول** العبد الفقیر الی مولاه الفقی  
جناب امیر رضی اللہ عنہ کی کلام کے معنی اور اس سے اصلی غرض جو کچھ اپنے سمجھی  
وہ جناب کے مرقوم پر ہی منحصر ہی صحت اور قطعیت کو کچھ ماس ہی نہیں اور اس  
کلام سے سنی مذکورہ کو اصلی غرض سمجھنا قبیلہ ترجیحہ بقول بالایضہ منی بہ قائم ہے ہر دو  
ثلثہ کا ابطال تو ایسا جلدی و بدیہی ہے کہ کسی عاقل و مجتہد نہیں رہ سکتا علی الخصوص  
جناب کے جلیلہ شہوت گہرا تو نہایت ہی لوح تھا بخندہ سے جو کچھ اس پر گزارش  
کیا ہے اگر اسکو بغیر انصاف ملاحظہ فرمائیے اور انصاف ملاحظہ فرمائیے کہ تو خود ہی دلیل  
اور اگر نہ ملاحظہ فرمائیے ہند ہ ہر ہی دلیل مستحبابہ سے خطہ کہیں تو ہم ہر ہی تقریر و تقریر



حاضرین و اللہ ہوا فوق **قول** آپ جانتی ہیں کہ جو عمر بنی سوال میں دریافت کیا ہے  
وہ ہمیں ہی چھین اور اس سے غرض انکی بھی معلوم ہوئی ہے کہ اس طرح بحث میں ملوث  
ہو کر آپ انہیں شہادت کرتے ہیں اصل سوال کے جواب ہی سے بچ جائیں  
**قول** جب ہم نے جناب امیر کی ارشاد است مسلمہ سامی سے انکی شرارت اور ستم  
ابطال کر دیا تو وہ سوال جو آپ ہم سے کرتے ہیں آپ پر ہی منسوب ہوا اور انکی ہی اور اسکا  
جواب دینا لازم ہوا پھر اگر ہم نے آپ سے دریافت کیا کہ حضرت نے کسکو خلیفہ مقرر فرمایا  
یا اس باب میں کیا ارشاد فرمایا تو آپ اس سے کیوں گھبرائے ہیں اور اگر آپ تو میرا  
و مشہدات سے ڈرتے ہیں اور طوالت پسند نہیں فرماتے تو قصہ مختصر بھی اور زبانی ہوتا  
تھا کہ اگر یہی جلد فیصلہ ہو جائیگا اور جب ہم نے انکی شرارت کا ابطال مثل آفتاب نمودار فرما  
کر دیا اور مسئلہ امت مسلمہ سامی باطل ہو گیا تو ہمارے سوال کے جواب ہی کی کیا ضرورت  
رہی اور جواب دی سے بچنے کی کیا حاجت اگرچہ ہمارا سب یہ تھا کہ ہم انکی سوال کا جواب  
دوسو قتل کو ہتھ کر جب آپ اپنی مسئلہ امت کو اور اسکی شرارت کو بدنام کرنا چاہتے  
حالانکہ اسوقت تک جعفر دلائل مثبت شرارت کو تحریر فرمائے ہیں وہ دلائل اور شرارت کو اپنے  
اصول پر ہی ثابت نہیں کرتے اور ہضم کے اصول پر تو ادھر تک ثبوت از قبیل محالات ہی  
لیکن ہم انشاء اللہ تعالیٰ کے حسب قوانین ایسا پس خاطر سامی خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی  
خداوند کا ثبوت عقلی و نقلی دلائل سے خدمت میں اپنی جہت پر کرنا ہوتا کہ اگر آپ بھی حسرت  
اعتراضات باقی نہ رہے جادو و سحر و اذکار و انکس و امثالہ من المستحیل **قول** اگرچہ ہم  
اس سوال کا جواب بھی مفصل و مدلل دے سکتے ہیں اور جب موقع آئیگا انشاء اللہ تعالیٰ اگر  
بخوبی معلوم ہو جائیگا اور اگر آپ کچھ انصاف و غور کریں گے تو سمجھ جائیگا کہ ہمارا یہ  
دعویٰ زبانی ہی نہیں ہے یہ جواب جو لکھا گیا ہے نمونہ ہے مگر اسوقت صرف خیال  
نمودہ بالا اسکا جواب عرض کرنا مصلحت نہیں جانتی **قول** جعفر جناب

تحریر فرمایا یہ وہ بے شبہ نمونہ ہی جس سے بخوبی آپ کے مناظرہ دانے اور باریہ علم معلوم ہو سکتی  
 ہیں یہ یہی درجہ ہوئی کہ جب اس حسیہ مدان نے آپ کو علم و فہم کا اندازہ کر لیا تو آپ کے جواب  
 کو لپی بکراست قلم ادا نہایا اور نام دلائل کو فجعلنا اھل تصدیک کا نذر نقض بالاحسن کا حصہ بن  
 کر دیا بلکہ نہ اس تحریر کو قافیہ جواب اور نہ جواب سامی کو احسن شدہ سے لائن بھٹک سب جہاں جانتا کر  
 یہ یہی درجہ تھی کہ آپ کے تحریر کا دوسری حضرات نے جواب تحریر فرمایا جس سے داغ سامی کا  
 بہت سمایا کہ بچوں بیکر مریست اگر وہ حضرات پہلو تھی نفرماتے تو جواب کو یہ حوصلہ  
 کبھی انہماک پس مینی جہاں تک انصاف سے دیکھا اور غور کیا مجھ کو تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ  
 اپنی ضروریات دین اور اصول سب کو بھی ثابت نہیں کر سکتی تو آپ کا یہ دعویٰ محض  
 زبانی اور تقلیدی ہے جس قدر مواقع آئی کہ جنہیں آپ نے بہت کچھ زور لگا کر جھگڑا  
 ہی آپ سے کچھ نہ ہو سکا تو اور کونسا موقع ہے کہ جس میں آپ کچھ کر کے دکھلاؤ مگر آپ  
 کسی مصالحت سے اور کسی خیال سے جواب میں غفلت کچی اور جان بچا مینی لیکن جب بھی  
 آپ کچھ فرمائیے انشاء اللہ نقالے ایسی کچھ اجاث میں کہ بچی جانتی کہ روادار تک ہو کر  
 الا ان حرب الله هم المفلحون وان جندنا لهم الغالبون **قول** آپ کے ارشاد  
 کو ہم نے تعمیل کر دی اب آپ براہ ہر گاہ ہماری ہی عرض قبول فرما دین **اقول**  
 آپ نے تو کیا ہماری گذارش قبول فرمائی اور کیا قبول فرما سکتی تھی لیکن ہم آپ کے حکم کی  
 تعمیل کرتے ہیں اور خلافت خلفاء رضی اللہ عنہم کو بدلائل حقیقہ الزامیہ و عقول  
 و تقلید ثابت کرتے ہیں ذرا تھوڑی دیر کے ایسی انصاف دوست ہو کر سنیں اور یہ یہی  
 اخلاقیات ہی کہ چاہی دشمن انصاف ہو کر ہر منیر کے زور پر خاک افشانی کریں جب ہم نے  
 بیکر نمونہ سے آپ کی ذخیرہ علم و فہم کا بخوبی اندازہ کر لیا ہے تو ہماری نظر میں آپ کا اعتراضات  
 طبعیہ و ذہنی سے زیادہ وقت نہیں لے کر ہم شہرہ ذہنات و اجلیب علینا رجالت و خیال  
 آپ بیشک دل کو لگا کر اعتراضات قدیم و جدید و طریقہ و نصیحت و تمجید جعفر بن ابی ہریرہ

جستار مشائخ خلافت خلافت حق الحق الحق

چنانچہ ہر ایک اس سادہ میں جس قدر دلائل کو ہم مواتع مختلفہ میں لکھتے آئی ہیں ان میں سے بعض  
 ایسی ہیں جو خلافت خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کو واضح طور پر ثابت کرتے ہیں  
 چنانچہ بعض جگہ ہم نے صرف اشارہ ہی کر دیا ہے لیکن چونکہ ہماری فاضل نجیب کے فرائض  
 یہ ہیں کہ ہم ہر جگہ ثبوت خلافت جداگانہ مستقل طور پر ہو چکی ہے ہم حسب  
 ارشاد سامی اس بحث کو مستقل طور پر لکھنے کے لیے اور جو میں پس سنی کے علم ازل  
 معاملات فیما بین جناب الخیر ثلاثہ کو دیکھتے ہیں اور سچتے ہیں تو ازل میں حلال ہے  
 باہمی محبت و عداوت کا ہی اس حدت کہتے ہیں کہ یہ حضرات باہم کبھی دل و دل سے شکر  
 ہی نہایت محبت و الفت تھے اللہ اور تواضع تعظیم رکھتے تھے اور ہمیشہ فضائل  
 و محامد بیان فرماتے تھے ہر ایک دوسری کا خیر خواہ دلی تھا۔ اور اگر مقلد عام بشریت  
 کہتے ہیں کہ اس میں دوسرے تہذیبی برتری تھی تو وہ زائل ہو جاتے تھے اور اس کو ظاہر میں  
 ہرگز نہ دیکھتا تھا کہ یہی خلاف جو چوتھے خلیفہ تھا وہ نہایت ہوا تھا جو ان کی مراتب عالیہ کو کم  
 نہ کرتا تھا حضرات شیعہ فرماتے ہیں کہ جناب امیر کے ساتھ ان کو کمال عداوت تھی بلکہ  
 تمام اہلیت نبوت کے ساتھ ہی حال تھا بکا حق منصوص خلافت غصب کیا اور کوئی  
 دقیقہ تکلیف رسائی اور تفصیل کا ادھار نہیں رکھا یہاں تک کہ قتل کا بھی قصد کیا تو لا محالہ  
 کو ہی ایسی ہی بغض و عداوت تھی لیکن جناب امیر مظلوم و مخدوم راجے اور ان کے اتالی  
 ایسی ہی شیعہ تھے کہ پر وہیں ان کو کم ساتھ خلا ملتا رہتا ہے تھے تقبیہ کے طور پر کہیں بھی  
 ان کی تعزین بھی فرمائی تھی اور خلا ثلاثہ ہی زمانہ سازی کے طور پر ان کو اپنی شامل کر کے  
 اور ظاہر ہی مدارات و تواضع و تنظیم سے دریغ نہیں کرتے تھے۔ لیکن جب ہم کمال  
 کو دیکھتے ہیں اور روایات و واقعات میں غفلت کرتے ہیں تو دعویٰ اہل سنت کا حق اور دعویٰ  
 شیعہ کا باطل ہونے میں۔ آہ آیات پس اولاخذ اذ علام الغیوب فیما ہو خیر است  
 ارشاد فرماتا ہے اور ظاہر ہی کہ ان کو کمال غلبہ تھی جو چاہتے ہیں جن کو حضرات شیعہ کرام

یہاں تک کہ ان کے ساتھ عداوت ہو کر رہے ہیں

سمجھتے ہیں بلکہ خطاب تمام صحابہ پر جو دین و دقت نازل آیت کو عام ہو پس اگر یہ امور آیت  
 اولیٰ و فرضاً صادر ہوں جنکو صدور کا خیرات شیعہ دعویٰ فرماتے ہیں تو صحابہ خیر است نہیں  
 بلکہ شر است کہ باوجود صدور معجزی و کجی کے اور سب سال فیض صحبت بنو ہاشم و بنو  
 مکرّم الیسی اعمال شنیعہ کے ہوئی۔ تاہم موقع مدح و امتنان میں ارشاد فرمایا ہو کہ  
 آتِیَ لَکُمْ مِصْرُہٗ فَاِیُّهَا الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَلْفَ بَیِّنٍ فَلَوْ لَیْسَ لَکُمْ مَعَالِیْہِمْ اَمَّا  
 بَیِّنٌ عَلَیْہِمْ وَلَکُمُ اللّٰہُ اَلْفَ بَیِّنًا اَلَا کَیْفَ یُنْفِیْہُمْ عَنْ ذٰلِکَ اَمَّا  
 قَاعِدَہُ الْعَبْرَۃُ لَعَلَّہُ لَا یُخْصَرُ عَلَی السَّبَبِ تَام صحابہ کو عام ہے اور کمال مدح و امتنان  
 کو ہی زیادہ مناسب اور چہاں یہ ہی ہے علاوہ ازیں بفضل سلیم کب یقین کرتے ہو  
 کہ خداوند متعال انصاری کے تو کفیدہ و شیعہ کہ رسول کے اعانت کے واسطے کمال سی اور قریش میں  
 جو ہم استدراج و ربا نہ تھی دعویٰ کے خد دل کرنے کے واسطے بغیر حد و است کے آگ بھڑکاو  
 جتنا کہ بڑا ہی عظیم و جب خدا تعالیٰ نے ہام او کو دلو نہیں الفیت دال می تو اب یہ کہنا  
 کہ ثابت اور بنیاس جالیہ کے او کو دلو نہیں کا سن تھی جو وقت غضب خلافت  
 پر ہوئی کا آئی سرسبز اندھا کے کو چھٹانا ہو اور سب پر ملامت کمال الدین ابن مہریم  
 شیعہ و زعم البیانات میں بہت بقیہ کی بارہ میں جو چہرہ لکھا ہے مقام بشر بعد احسن  
 و کان یحسد سعد بن عبد اللہ از یصل الیہ ہذا الاحی البتہ قابل و اعظم اہل دین و دوا ہو تا  
 حق نبی کے شانہ سورہ حجرات میں فرماتا ہے اَوْجَعَلَ الدِّیْنَ کَفَرًا وَاٰتٰی فُلُوْہِمْ  
 اَلْحِیَۃَ حَیْۃَ الْکَافِرِیْنَ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیۃً عَلٰی رُسُلِہٖ وَعَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْزَہٰدِ  
 کَلِمَۃُ الشُّعْرِیِّ وَکَانَ الْحَقُّ بَیْہَا وَآخَاہَا وَکَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا۔ اس آیت شریفہ

۱۰۱  
 اوسے نے جو کچھ دیا اپنی دعا کا اثر منوں کہ ارادہ کر لو فیض الفت والی اگر تو خود کرنا چاہو کہ پھر ماری دنیا میں سے یہ کیا سنت کیجی کہ اگر  
 دین میں کہن اللہ الفت والی اور فیض الفت والی کے لئے کہ اگر تو خود کرنا چاہو کہ پھر ماری دنیا میں سے یہ کیا سنت کیجی کہ اگر  
 کوسا اور کہن کی طرف اگر تیرے پاس ہے جب کہ یہی منکر لانا ہے اپنی آئینہ کا والی کہ منہ پر مارا کہ اللہ نے اپنی شرف کا جین اپنی ہوا  
 اوسے کو ان پر اور کہن کا ادب کی بات پر اور وہی ہے اوس کی بات اوس کا اللہ پر جہنم سے جہنم دار۔ ۱۰۱

خداوند قائلے نے مع صحابہ اس طرح فرمائی کہ جب کفار نے حمیت جاہلیہ اختیار کی تو اللہ نے  
رسولؐ اور مومنینؑ پر نازل فرمائی اور کلمہ تقویٰ ان کو لازم کر دیا اور وہ اس کو ساتھ لے کر  
اس کو اہل تہی اور خدا پر خیر کو چاہتا ہے پس غیر ممکن ہے کہ جب وہ ایسی اوصاف کے ساتھ  
ممدوح نہی تو ان میں حمیت جاہلیہ موجود ہو۔ غایتہ کہ شش خضر شیعہ کی ان خصوص  
میں یہ ہے کہ یہ کہیں کہ عموماً ان خصوص کے مخصوص نامہ میں ان بعض مقبولین صحابہ  
جو مکہ ایسی احتمالات جو ناشی عن غیر دلیل ہر ایک نص میں پیدا ہو سکتی ہیں اور خارج ہے  
بالمقالبہ یہ ہے کہ احتمال پیدا کر سکتی ہیں اور خود خصوص کے عموماً ان کو رد کرتے ہیں  
لہذا ہلکوا انکرا ابطال کے طریف توجہ کرنے کی کچھ ضرورت نہیں۔ اور روایات پس اولاً شیخ  
ابن بابویہ قمی لمقب بصبہ و من خصال میں روایت کرتے ہیں حدیث ابی و محمد بن الحنفیہ  
بن احمد بن الولید بن محمد بن یحییٰ العطاس رضی اللہ عنہم قالوا حدثنا سعد بن عبد  
عمر محمد بن الحسن بن الخطاب عن الحسن بن علی بن فضال عن علی بن عقیق عن  
الحرب بن المغیرہ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال جاز ابو بکر و عمر رضی  
لہما عنہم الی امیر المؤمنین علیہ السلام حین دفن فاطمہ علیہا السلام فی حد  
طویل قال لہما فیہ اما ما ذکرتم انی لم اشہد کما اصرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ و سلم  
فانہ قال لا یری لی عورتہ غیر لک الا ذہب یصفہ فلم کن لا و ذی کبابہ انتہی بقیہ الخ  
ابن جریرؒ کو دیکھی اور آخر جملہ کو ملاحظہ فرمائی اس سے کہ محمد حبیب شیعین کے ساتھ  
ہوئے ہوں اور کیسی الفت شکستہ ہی جناب امیر کو یہ گوارا نہ ہو کہ ان کو بیانی جائے

۱۔ ابن بابویہ نے بسند خوار اسم ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہم امیر المؤمنینؑ کی بار  
جبکہ غمنا کو افسوس۔ قول بیست میں۔ اور سید بنی ان دونوں فرمایا تہی در پیر ذکر کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ و سلم  
کو چہ نکو کہیں میں نہ بلایا سو کہ وجہ یہ ہے کہ حضرتؐ فرمایا کہ میری برہن پہنچی کہ مجھ سے کوئی نہ دیکھی گا کہ میری کوئی نہ  
جانی چکر نہیں ہوں کہ انکو اسکی ایثار پہنچاؤں۔

اگر با ہم عداوت ہوتے اور شیخین نے حق خلافت غضب کیا ہوا تو اس سے بہتر کوئی موقع  
 عداوت نکالنی کا اور اپنی حق کے لینے کا نہیں تھا شیخین کو حضرت کے چھتر غسل میں ان کو  
 خواہش کے موافق شرک کر لیتی اور جب وہ نابینا ہو جائے تو اس وقت اپنا حق  
 بے حسوت حاصل کر لیتی نہ کہ کسی کے نوبت آتی نہ جدال و قتال کا ہنگامہ ہوتا بلکہ  
 کسی حیلہ و تدبیر کے ہی ضرورت نہ پڑتی وہی حضرت عباس جو اہل بیت کے لیے  
 اداہ ہوئی تھی اب بھی وہی ہیبت کر لیتی اور وہ بارہ آدمی جنہوں نے فرمایا تھا ابوبکر کو  
 منبر سے اُتار دینا چاہی اور خلافت سوامی جناب امیر کے اور کیا حق نہیں چاہتے طاعت  
 روایت صدوق کے سب پر ملا جلا کر خلافت میں ابوبکر سے جھگڑی اور برابر کہیں  
 اس وقت سب موجود تھے جب تراجم سے یہ ان صاحب دیکھتے ہر کسی کو سوامی جناب امیر  
 کیوں مقدم ہونے دیتے اگرچہ روایت طویل ہے تاہم اس کی نقل خالی از فائدہ نہیں ہے  
 اس لیے ہم اصل روایت فضال سے نقل کرتے ہیں ابن الذین ابکر و علی ابی بکر  
 جلوسہ فی الخلافۃ اثنا عشر عن زید بن وہب قال کان انکروا علی ابی بکر  
 جلوسہ فی الخلافۃ و تقدّم علی بن ابیطالب علیہ السلام اثنا عشر رجلاً من  
 المهاجرین و الانصار کان من المهاجرین خالد بن سعید بن العاص و المقداد  
 ابن الاسود و ابی بن کعب و عمار بن یاسر و ابو ذر الغفاری و سلمان الفارسی  
 و عبد اللہ بن مسعود و بريدة الاسلمی و کان من الانصار خزيمة بن ثابت  
 ذو الشہادین و سہل بن حنیف و ابو ایوب الانصاری و ابو الہیثم  
 زید بن دہب سے روایت ہے کہ تین بن کر کن ۲۰ ابوبکر پر سند خلافت پر پیشی اور علی بن ابی طالب  
 پر سبقت کرنے کے باہین انکار کیا تھا بارہ آدمی مهاجرین و انصار سے تھے (مهاجرین میں سی خالد بن سعید بن العاص و مقداد  
 بن اسود۔ ابی بن کعب۔ عمار بن یاسر۔ ابو ذر الغفاری۔ سلمان فارسی۔ عبد اللہ بن مسعود و بريدة اسلمی تھے اور انصار میں سے  
 خزيمة بن ثابت۔ ذوالشہادین۔ سہل بن حنیف۔ ابو ایوب انصاری۔ ابو الہیثم ۱۲۔

ابن التيهان وغيرهم فلما صعد المنبر ثابروا بدينهم في امره فقال هلا تأسية  
 فتنزل عن منبر رسول الله صلى الله عليه وآله قال آخرون ان نعلم ذلك عظم  
 على انفسكم فقال الله عز وجل ولا تلقوا بها يديكم في التهلكة ولكن  
 امضوا ما الى علي بن ابي طالب عليه السلام فنتبهره ونستطلع امره فانوا  
 عليا عليه السلام فقالوا يا امير المؤمنين ضيعت نفسك وتركت حقانت اولي  
 وقد اردنا ان نأتي الرجل فتنزل عن منبر رسول الله صلى الله عليه وآله فان الحق  
 حقك وانت اولي بالامر منه فكهنا ان نزل دون منا ورتك فقال لهم  
 على عليه السلام او علمت ذلك ما كنتم الاحرار بالهم ولا كنتم كالكل  
 في العين وكالمخ في العين وكالمخ في الزاد وقد انفقت عليه الامة التاكيد  
 لقول نبيها والكاذبة على ربها عز وجل ولقد ثابرت في ذلك اهل بيتي  
 فانوا الا السكوت لما يملكون من وغرصد وراقوم ولغضهم لله عز وجل  
 ولا اهل بيت بفيه عليهم السلام يطلبون ثارات المجاهلية والله لو فعلتم  
 ذلك لشهر واسيوفهم مستعدون للحرب والقتال كما فعلوا ذلك حتى قهرتم

سلسلہ میں تہاں دیکھ رہے تھے۔ جب ان کو کہنے پر چڑھی اور ہوں تو ہم اس کے معاملہ میں مشورہ کیا بعضوں نے کہا  
 کہ ہم کیوں نہ آکر اس کے حضرت کے منہ سے امانہ دیں۔ دوسروں نے کہا کہ اگر تم ایسا کرو گے تو تم لوگ اپنی جانوں پر  
 اسے کر دے گی اور اللہ تعالیٰ سے فرمایا ہی ایسی باتوں کو نہ کہی میں نہ ڈالو لیکن جولوہی میں ایسے طے لب سے مشورہ کریں وہ ایک  
 امر دیکھتے ہیں علیؑ کے پاس آئی اور کہنے لگی اے امیر المومنین تو نے اپنی نفس کو مباح کر دیا اور تو نے اپنی اوس جان کو جیسا  
 تو نے مستحق ہونا چاہا میں اس کا اس شخص کے پاس حاکم اور اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برہمن اور اہل دین  
 کیسے کہیں جن تیرا حق ہی اور ان کے زیادہ مستحق ہے۔ دست اس کی اور میں نے اپنے سہوہار کو اس کو علیؑ میری مشورہ ہے اور ان کو  
 علیؑ اپنے ہدم نہ دیا اگر تم ایسا کرو گے تو تم اہل بیعت کے لئے عذر بنائے گے اور کچھ ہونے کی اور تم اپنے پیغمبرؐ کی جیسا کہ میں سرہانہ کہتا ہوں کہ  
 تحقیق امت ایسی کے لئے دھوکہ دینا چاہتی ہے۔ مددگو یہ جو بیعت ہوئی دینی سپر شرف چاہی اور دین بیعت ہی اپنی اس بیعت  
 سے دیکھا اور بے شک کی تھی۔ ہاں ان کو تو تم کے دین کی سنو اور اللہ تعالیٰ اور اہل بیعت ہی کے ساتھ ہونے کی کو مانتی تھی اور ان کی  
 کو خدا میں ایسا کہہ گی نہ تم نے ایسا کر دیا تو وہ لڑائی کے دھوکہ دینے کے لئے اور دین کے لئے چاہی کہ وہ دین میں ایسا کہہ کر ان کو شکستہ

و غلبونی علی نفسی و لبونی و قالوا لی بائع و الا قتلناک فلما وجد حیلہ الا ان  
ادفع القوم عن نفسي و ذلك انی فکرت قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ یا علی  
ان القوم نقصوا امرک و استبدوا ببها و ذلک و غصبونی فیک فعلیک بالصبر  
حتی ینزل اللہ الامر الیہ و انہم سیعدونک لا محالة فلا تجعل لہم  
سبیلا الی اذلالک و سفک دمک فان الامر ستعقد ربک لعیسی  
کذلک اخبرنی جبریل علیہ السلام عن ربی تبارک و تعالیٰ و لکن استیوا الرجل  
فاجبرہ بما سمعتم من نبیکم علیہ السلام لا فی الشبهة فی امرہ لیکون  
ذلک اعظم الحجة علیہ و ابلغ في عقوبته اذا الی ربہ و قد عصی نبیہ و خالف  
امرہ قال فانطلقوا حتی خفوا بمنزل رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ یوم الجمعة فقال  
المهاجرون و الانصار ان الله عزوجل بدأ بکم فی القرآن فقال لقد تآب  
الله علی النبی و آلہما جریتم و الانصار فیکم بدأ لکان اول من بدأ و قام  
خالد بن سعید بن العاص باداء النبی امیة فقال یا ابا بکر اتق الله فقد  
علمت ما تقدم لعلی بن ابی طالب من رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ لا تقلان

۱۰ مغلوب کیا میری نفس پر اور مجھ کو غم کیا اور کہا کہ بیت کرے ورنہ ہم تجھ کو مار ڈالیں گے پس میں نے سچ بھائی کوئی حیلہ نہ پایا کہ نرم کر  
اپنی نفس سے دفع کروں اور وہ یہ کہ کہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ اس قول میں فکر کیا کہ اسی عمل قدم نے تیرا سرو توڑ دیا اور بدو  
تیری اور سپر تفل ہو گئی اور تیری باہر میں تیری نافرمانی کی تو مجھ کو صبر کرنا لازم ہی پہنچا تک کہ اللہ اپنا ارادہ نازل کر ہی خبر دے وہ لوگ  
میری بعد جزو تیری ساتھ عذر کریں گے تو ان کی ایسی کوئی راہ اپنی دلیل کرنے اور خن پہا کی کثرت نہ کچھ کہ نہ کہ امت میری بعد  
خدا کر کے مجھ کو جبریل نے پروردگار تعالیٰ سے اس طرح فرمادی ہے لیکن اس شخص کے پاس جاؤ اور جو کچھ اپنی نبی  
علیہ السلام سے سنا ہوا دے سکو جتنا کہ یقینی طور پر اس کی امر میں تاکہ یہ اس سپر جیکر وہ اپنی رب کی نافرمانی اور اس کی مخالفت  
کر کے اس کو پس آئیگا بڑی حجت اور ابلغ نے العقوبت ہو کہ اس دہ چلی پہا تنگ کہ حضرت کی گھر کو جو کہ دن گیارہ  
انصار نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں پہلی تم کو ذکر کیا ہی اور فرمایا لقد تاب اللہ علی البین و المہاجرین و الانصار تو تم ہمارا  
پس پہلے ذکر کیا ہے پس چینی اول ابتدا کی اور نبی امیہ پر ناز کر کے اور ہا خالد بن سعید بن العاص یہاں کہا ہی ابوبکر خدا  
ڈر تو جانتا ہے جو کچھ علی بن ابیہ خالد کے نبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑ چکا ہے کیا تو نہیں جانتا





اسی طرح زبانے حضرت صدوق شیوعہ کے ہر ایک اپنی اپنی بولیوں میں۔ اس حدیث میں  
جو کچھ خیال کیا ہو یا مین میں ان کی استخراج کو جو الہ اذمان صافیہ اذکیا کر کے جس کے ہم درجے  
میں اس کو کہتے ہیں روایت سابقین میں سید اللات واصحہ ثابت ہوتا ہے کہ جناب امیر کو  
شیخین کے ساتھ گماں محبت الوقت تھی اور کسی قسم کی عداوت و دشمنی نہیں تھی نہ خلافت  
اپنی ہی خاص حق سمجھتی تھی اور شیخین کو غاصب خلافت سمجھتی تھی ورنہ اس سے بہتر خلافت  
یعنی کا کوئی موقع نہ تھا کہ بدوین شہر سیوف ثوران فتن پہلوت مانتہ آتی تھی۔ ثانیاً حضرت  
شیوعہ کے صدوق نے حصال میں روایت فرمائی ہے حد ثنا احمد بن جعفر الحمد  
رضی اللہ عنہ قال حدثنا ابراہیم بن ہاشم عن ابیہ عن ابن ابی عمیرہ عن ہشام بن  
سالم عن ابی عبد اللہ قال کان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
اثنا عشر الفا ثمانیۃ الاف من المدینۃ والفاق من غیر المدینۃ والفا من الطلاق  
لیریدیم قدرہی ولا مرجی ولا حرمہ ولا معتزلی ولا صاحب رای کا فواید کو  
اللیل والنہار ویقولون اقبض ارواحنا قبل ان ناکل الخیر الحماض  
اس روایت میں معلوم ہوتا ہے کہ کسی بکر حکم کے اندر بھی ان کی یہی بار نہ رہتی اب ہم پہنچتے ہیں  
کہ جو وقت بعیت سقیفہ واقع ہوا اور خلافت غصب ہوئی اور وقت بیعت حضرت کہاں تشریف  
رکھتے تھے کیا معاذ اللہ یہ حضرات ہی ان ہی میں سے ہیں جو بعد وفات سرور کائنات صلی اللہ  
علیہ وسلم کے مرتد ہو گئے تھے اور سوامی ابو ذر و سلمان اور عمار اور مقداد کے روت سی کوئی نہیں سمجھتا  
بلکہ سوامی مقداد کے کوئی ہی ایسا نہیں ہے کہ جس کو شک ہو ہوا ہوا اور اس کے بعد کچھ شبہ ہو  
پس اگر یہ مرتدین میں سے ہیں تو یہ طویل عرصہ مناقب و محابا بکل غلو و بیجا ہو کر جب انہوں نے  
ام حق سے انحراف کیا اور امام باطل کے اعانت و تائید کی تو ان کو تمام اعمال صالحہ جط و باطل  
ہوئی اور غصب خلافت کی اوزار اذکیا نہ ہو و رقاب پر رہی اگر یہ لوگ امام بحق کو مخدول  
رہنے اور اس کی اعانت و تائید کرتے تو حق اپنی مرکز سے کیوں متجاوز ہوتا تو جب امام

حصوم کے ذبانی جو امور باطن ہمارے حق تہی اور اس قدر مدح و ثنا ہوئی تو قطعاً معلوم ہوا کہ یہ  
 لوگ وہ ہیں جو کمال صحابین سے ہیں اور جو کمالین فی الایمان ہیں تو اسی خیرات موصوفین و ممدوحین  
 کی نسبت محال ہے کہ وہ اہل بیت نبوت کے دشمنین اور لامر حق کو بخند و کفرین قہر و غضب سے  
 یا خود غضب کریں یہ بعد اس کے کہ اگر حضرت شیخین رضی اللہ عنہما کہیں داخل ہیں جیسا کہ تعریف  
 و توصیف ائمہ سے جو خصوصیات ساتھ فرمائی درج ہوئی کہ کہیں ان کو ان عاقلان فرمایا اور  
 کسی جگہ ان کی عظمت و ہدایت میں بیان فرمائی اور کبھی صدیق کے لقب سے یا کبھی کلمہ فہم  
 اگر وہ نہیں داخل ہیں تو ہمارا مدعا حاصل ہے اور اگر بغرض محال تنجین ان بارہ تنہا میں داخل ہیں  
 ہیں تاہم ہمارا مطلب حاصل ہے کیونکہ یہ سب یہ جماعت ہی ان کے معاذین ہیں سہمی اور جو  
 ان کا یہ جماعت ممدوحہ کی وہی نامی نہ ممدوح ہو کہ جو ایسی مجاہد کے ساتھ موصوف ہوں ان کی  
 نسبت بروی عقل سلیم خیال کر لیا جائے کہ ان کو اہل بیت نبوت کے ساتھ ولا و دوستی کس قدر  
 ہوگا اور اہل بیت کو ان کے ہتھ نظر عنایت و محبت کدہ ہوگی تا ان کا جگہ حضرت فاروق  
 غزوہ روم میں خود بنفس نفیس جانے کا قصد کیا اور آپ سے مشورہ کیا تو آپ نے یہ مشورہ دیا جو  
 بیخ البلاء ائمہ میں موجود ہی۔ و مصلح لہ و قد تادروہ غیر الخطاب فی الخرج  
 الی غیر الروم و قد توکل اللہ لا ھل ھذا الدین باعزاز الحوزة و ستر العوزة و اللہ  
 نصرہم و ھم قلیل لا ینصرون و معہم و ھم قلیل لا یجتمعون حی لا یعوت انک  
 متى تھر الی ھذا العد و بنفس قتلہم فتکب لا یکن للمسلمین کافتدو  
 اقصى بلادہم و لیس بعدک مرجع یدعون الیہ فالت الیہم رجلاً خراً و ھما  
 معدا ھل البلاء و النصیحة فان اظهر اللہ فداک مانج و ان کن الاخری  
 کت رداع للاس و مثابة للمسلمین۔ انتہی اب اس سورہ کے الفاظ میں غور  
 کرنا چاہی اور اس سے اندازہ کر لیا جائے کہ باہم کدہ و سختی و وضع تھا اور جناب امیر جناب  
 فاروق کو کافتدو کہیں اور و الیاس اور مثابة کہیں سمجھتی تھی اند آپ یہ بھی خیال

و قد تادروہ غیر الخطاب فی الخرج  
 الی غیر الروم و قد توکل اللہ لا ھل ھذا الدین باعزاز الحوزة و ستر العوزة و اللہ





ضرور پورا فرمایا گیا اور اپنی لشکر کو جہم موجود ہی بے شک منظور منظور کر چکا چنانچہ جلیغ خلیفہ  
 امیر نے فرمایا تھا اوسکو مطابق واقعہ مواخذہ اور مذاقے لئے دین اسلام کو اپنی خلفاء کے ہاتھوں  
 تمام ادیان پر غالب کیا اور تمام ادیان مغلوب ہوئی اور اپنا وعدہ پورا فرمایا اور بواسطہ خلفاء کے  
 دین برافضی کو نگین دی اور اہل اسلام کے خوفناک حالت کو اس سے بدل دیا دو سٹھستین عظیم  
 کسریٰ و قیصر کے جو پہلو دین تھی جیسا سخت خوف تھا اور ہر وقت کشاکش کرتا تھا پامال  
 ہو گئی اور اہل اسلام کے قبض و تصرف میں آ کر اسلام کے نور نے شرق مغرب میں اطراف کرات  
 عالم کو منور کر دیا اور ظلمت کفر و سبکی پس یہ سب کچھ اگر خلاف تھا سہی راستہ کا شرہ  
 نہیں ہے تو کیا ہی اوسکی بعد حجاب امیر نے خلیفہ فاروق کو قیم بالا فرمایا کہ اگر تم شہید  
 ہو گئی تو یہ جہنم میں گر رہو سکیا اوسکے بعد فرمایا کہ ہم زمانہ گذشتہ یعنی حضرت صلی اللہ  
 علیہ وسلم کے زمانہ میں کثرت فوج و سپاہ پر نہیں اڑاتے تھے بلکہ خداوند تعالیٰ کی امداد و اعانت  
 کفار سے اڑاتے تھے اور اب بھی چونکہ وہی حالت ہی وہی اسلام کے سپاہ ہی جسکے خداوند  
 تعالیٰ نے ملائکہ سے امداد فرمائی ہی اور وہی کفر و اسلام کا مقابلہ ہے۔ وہی احکام و کلمات اللہ اور جہا  
 مقصود ہے۔ تو یہاں کیوں خدا تعالیٰ کی نصرت کے بہرہ و سہ پر قتال کیا جاوی پس جو  
 کچھ حضرت امیر نے اچکے فرمایا عاقل منصف اس میں غور فرمائی کہ حضرت نے خلفاء کے  
 اور ان کے خلاف کے کس قدر تعریف و توصیف میان فرمائی اور کس قدر ان کی حقانیت  
 بدلائل ثابت فرمایا اور طرفہ بہرہ ہے کہ اوسکی نقل بھی حضرت شریف رضی جیسی غالی  
 شیعی ہیں۔ کہو اچکے خوف و اضطراب و طویل سیر و رہنمائی نصیحتیں کے ایسی تمام کمال اعتبار  
 کمال الدین بچرانے کی شرح سے جو اسکو متعلق ہے نقل کرتے اب بھی جسکو تفصیل کا ثبوت  
 ہو وہ علامہ بچران کی شرح کہ سیر کو مطالعہ فرماویں۔ راجعاً فیج البلاغہ کی اوس خط  
 کی شرح میں جسکا عنوان یہ ہے وہی وصی کے کتاب الہ معنویہ فاراد حق و منافق  
 بیننا الخ علامہ ابن میثم بچران نے خط کی ذمہ عیادت نقل کی ہے میں جو اگر شریف صاحب

نفع البلاء آخر من جنت فرمای۔ وہی اندرہ ذکریت ان اجتہد لا من المسلمین اعولاً  
 ایدہم بہ کائناتے مازلہم عندہ علی قدر فضائلہم فی الاسلام وکان  
 افضلہم فی الاسلام بکاز عمت والضمیم لہ ولرسولہ الخلیفۃ الصدیق و خلیفۃ  
 الخلیفۃ الفاروق ولعمری ان مکاتہا فی الاسلام لعظیم وان المصاب  
 لہما لخرج فی الاسلام سند یدید رحمہما اللہ وجزا ہما باحتساجہما۔ انتہی  
 بسبب جناب امیر کی اس کلام کو بنال دیکھی اور سوچی کہ جناب نے تیجین کے فضائل و مناقب  
 کس درجہ تکبہ شدید کے ساتھ قسم کیا کرنا والی اور فرمایا کہ جبکہ وہی عمر زندگان کی قسم  
 تحقیق تیجین کا رتبہ اسلام میں بسبب عظمت والا ہی اب اس جملہ کو دیکھنا چاہیے کہ  
 حضرت رضی اللہ عنہ نے مزید تاکید کے غرض سے تمام اقسام تاکید کی اس جملہ میں ختم  
 فرمادی اور اس جملہ کو قسم کے ساتھ اور جملہ اسیہ کی ساتھ اور ان کے ساتھ اور علم کے ساتھ  
 کہ وہ کیا تاکہ منکرین کو گنجی لیں انکار کی کسی راہ سے باقی نہ رہی جمیع جہات سے انکار کا راستہ  
 مسدود ہو جا اور فرمایا کہ اونکا انتقال اسلام میں سخت زخم ہی خداون دو نو پر رحم  
 فرمادی اور اونکو نیک کاموں کی اذکار و خیرات عطا فرمادی جنیال کرنا چاہیے کہ جناب امیر تیجین کے  
 انتقال کو اسلام میں سخت زخم فرماتے ہیں پس اگر معاذ اللہ تیجین موصوف اور انشا  
 کی تہہ ہوں جو حضرات تبعہ فرماتے ہیں اور صدر راہون اعمال کے ہوں جنکو حضرات تبعہ علی  
 ہیں تو جناب امیر کا بہر ارشاد سرسیر کہ نب ہوگا اور اونکا انتقال ہرگز اسلام میں زخم نہ سمجھا جائیگا  
 بلکہ اونکا وجود اسلام میں زخم نہ ہوگا۔ لیکن جناب امیر کے ارشاد کا کذب ہونا تو محال ہے  
 ذہبت سو کہ جو کچھ حضرات کشید فرماتے ہیں وہ نقائص کے مخالف ہیں اور ضلالت اور  
 جو کچھ اہلسنت کہتے ہیں وہی حق اور موافق نقائص کے ہے خاصاً جناب امیر نے اپنی  
 حد جزا دی اسم کہتے ہم (جو حضرت فاطمہؓ کے بطن مبارک سے تھیں) کا نکاح حضرت  
 عمرؓ کے سب سے پہلے کیا اور انکا نکاح و مجاہدہ کرنا سب سے پہلے ہے اگر حضرت فاروقؓ ہیں

بحیثیت دین ذرا سی کوتاہی ہوتی تو ممکن نہ تھا کہ جناب امیر سے جبراً و ظماً حبس کیا شیعہ کا  
 زعم ہی اس کام کو کر سکتا اس عقد نکاح کی نسبت جو کچھ ہماری محبت کے تحریر کیا گیا  
 اور اس کا جواب مفصل ہم آئندہ انشاء اللہ نقائے اوسے موقع پر عرض کریں گے ساتھ حضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے شیخین کہ بمنزلہ سمع و بصر کے فرمایا صاحب آیات نبی است مقرر ہے  
 میں شیخ ابن بابویہ قمی نے کتاب معانی الاخبار میں امام موسیٰ رضا سے روایت کی ہے  
 عن الحسن بن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان ابابکر صنی بمنزلہ  
 السمع و ان عمر بنی بمنزلہ البصر ان عثمان بنی بمنزلہ الفؤاد و نفس میرا حسن عسکری سے نقل  
 کرتے ہیں کہ پیغمبر خدا نے ہجرت کی شب میں ابوبکر صدیق سے کہا کہ جہاد صنی بمنزلہ السمع  
 و البصر و الراس من الجسد و بمنزلہ الروح من البدن حضرت صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے ان کلمات ہدایت آیات کے صاف واضح میں شیخین کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
 وسلم کے نزدیک کیا مرتبہ تھا اور اسی سے قیاس کر لینا چاہیے کہ خدا تعالیٰ کی جانب میں  
 ان کی کبھی قدر و منزلت ہوگی تو جیسا کہ پہلے مرتبہ ہی تو اہل بیت کو ان کے ساتھ کس قدر محبت ہو گئی اور  
 ان کو طبیعت کے ساتھ کیسی الفت ہو گئی اور اس سے ثابت ہوا کہ جو کچھ فقہاء اہل مذاہب ایک دوسرے  
 کی نسبت فرماتے ہیں وہ حق اور واقعی اور نفس الامری ہوئے نہ لڑا رہے تھے کہ اب ان کے درمیان  
 مشکوکین مولانا مولوی حمید علی رحمۃ اللہ علیہ نے خواجہ الامامی ابن جہور وغیرہ سے نقل کیا ہے  
 ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اخذ سبعین اسیراً یوم بدر و فیہم العباس بن عبد  
 ابن عمہ فاستشار ابابکر فیہم فقال قومک و اهلك استقیہم لعل اللہ یتوب علیہم  
 وخذ الفدیۃ یقوی بہا اصحابک فقال عمر بن ذک و اخرجک فخذ بہم  
 و اضرب اعناقہم فانہم ائمة الکفر و لا تأخذ منہم الفداء مکن علیا من عقیل  
 و حمزہ من العباس و مکن من فلان فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ  
 یلیق قلوب رجال حتی یکون الین من اللین یقسی قلوب رجال حتی یکون اشد

ع  
 ابن ابی عمیر  
 عن ابی ہریرۃ

ع  
 ابن ابی عمیر  
 عن ابی ہریرۃ



من الحجارة مثلك يا اياكومئذ ابراهيم اذ قال فممن تبعني فانه مني ومن غصني  
فانك عفو رحيم ومثلك يا عمرئذ نوح اذ قال رب لا تدن علي الا ارض من  
الكاثرين بيשראל ان تدبرهم يضلوا عليك ولا يلدوا الا فاجرا كفارهم  
قال ان شئتم قتلتم وان شئتم فاذمهم ويستشهد منكم بعد تهم قالوا بل نأخذ  
القد انما سئتم بعد لقم باحد كما قال صلى الله عليه وسلم حضرت صلى الله عليه وسلم  
کر اس ارشاد سے دیکھا جا ہی کہ شیخین کا مرتبہ کس قدر عظیم و جلیل ثابت ہوتا ہے جس شہادت  
سید الانبیاء و الرسل علوم مرتبہ شیخین کا یہ ایک پوچھی کہ اپنی ذاتی اوصاف میں اولوالعزم  
رسل کے ساتھ تشبہ حال ہوا تو پھر اس کے بعد کو لفظی فضیلت بتا کر کہیں۔ اور جب شیخین کے اوصاف  
و کمالات و کمالات نفسانی اس قدر رفیع المنزلت ہوئی اور ان کا اسلام میں یہ رہنمہ ہوا  
تو اس سے قیاس کر لینا چاہی کہ ان کو الہییت نبوت کی مانند کیا غلط ہوگا اور ان سے کونسا  
کو ساتھ کیسا ارتباط ہوگا اور کوئی عاقل با در کر سکتا ہے کہ جنگلی کمالات کے ساتھ نبوت کی ساتھ  
مشابہ ہوں وہ منافق و فاجر ہوں یا وہ خاص صلب خلافت ہوں یا وہ الہییت کے  
نوصین و انبیا کریم اگر وہ حق الواقع ایسی ہوں تو معاذ اللہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا  
ارشاد خلاف واقع ہوگا اور آپ کے ارشاد کا خلاف واقع ہونا محال ہے ہاں حضرات کا  
بھی منافق و فاجر ہونا محال ہوا قطع نظر اس ارشاد سے کہ جس میں شیخین کی نسبت انبیاء کا تمغہ  
خطا فرمایا مطلق مشورہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شیخین سے اس ساری مہر کو پہن  
اس امر پر واضح دلیل ہے کہ حضرات خلفاء کو جناب سالت میں کمال قرب حاصل تھا اور  
بہرہ و ذریعہ کی تھی کہ آپ جس ارشاد و تشاہد و امر و نہی میں ان سے مشورہ لینے ہی پس  
جن حضرات کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ قرب منزلت حاصل ہوا ان کو یہی  
کی ساتھ یاد کرنا اور دشمن الہییت نبوت عقائد کو ناکستہ اسلامی طریقہ سے تعبیر  
نمودہ باللہ من ذلک۔ تا من نفیر مجمع البیان میں سورہ واللہ کے تفسیر میں

تحت قولہ تعالیٰ وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّىٰ کہہا ہی

وعن ابن الزبير ان الائمة نزلت في ابيه بكر لائمة اميرى المماليك الذين

اسموا مثل بلال وعامر بن فهيد وغيرهما فاعقبهم والاولى ان يكون

لَا يَأْتِ حِسْرَةً عَلَى عِزِّهَا فِي كُلِّ مَنْ يُعْطَى حَقَّ اللَّهِ مِنْ مَالِهِ وَكُلِّ مَنْ يُنْعَمُ

حق سبحانہ تا سعا آیات نبیات میں جس طرح البیان سے نقل کیا ہے قال اللہ تبارک

وَالَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِصْدَاقِ وَصَدَّقُوا بِمَا أُوتُوا كُفَرُوا هُمْ الْمُنْقَلَبُونَ قِيلَ الَّذِينَ

يا والصدق رسول الله صلى الله عليه وسلم عز ابى العاليه الكهنه ثم ارجب خضره المومنين عايشه

سے اللہ تعالیٰ کے برکت نازل ہو لی اور مسیح جلد ادن لوگوں میں جنہوں نے ان کے باپ یسوع مسیح کی پیروی کی

سُخْرَ بْنَ الْاَسَمِ لَا اَبُو بَرْصَةَ فِي رَأْسِي اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى اَدْنَسِ بْنِ اَوْسٍ فَقَدْ كُوِّجَ سَطْحٌ مَرَّ بِكَ

یہ کہد کرو یا لوگو! اس پر حق تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وہ یائے اولوا الالباب

وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولَى الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَالِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَ

هو وليصلي الا يكون ان يعجز الله لكم والله عفو رحيم اس آيت شفاء

حق تعالیٰ نے ابوبکر صدیق کو اور انصاف ہونی سے شریف بخشی اور خلعت

فرمایا کہ اسی چہرہ پر حضرت صدوق کا جو ان ہر آیت کے جواب میں ہے

[illegible]

ہے اور اہل فہم و تصاف کے روبرو پیش کر کے اور اگر یہ سلسلہ جاری رہا۔ تو

۱۰۲

یہ ہیں کہی اندھہا خدا اور رسول خدا کی نزول و قرب اور صاحب مرتبہ

مع علیہ السلام اور اہلبیت کے ساتھ با محبت و صلح رہتی تھی چنانچہ حسب نقل

مولوی سید ارشد علی رحمۃ اللہ علیہ اپنا مولانا باقر مجلسی سجادین فرماتے ہیں

کہ جناب امیر نے بارہ قسم شرعی کہا کہ فرمایا کہ میری اہمیت کوئی عداوت یا عبا وصال  
 ستیجین کے نسبت نہیں ہے تو حقد راؤ کی مناقب و افتخار مل کر باہمے ائمہ کے بیان کر  
 وہ نفس الامری اور طبعی واقع کے ہیں فقہ پر پرگز معمول نہیں ہو سکتی اور یہ بھی ہوتا  
 سوا کہ جو کچھ قبائح و ذمائم سے حضرات متبعہ اذکر ائمہ ہائے پاک کو ملوث کرتے ہیں وہ  
 سب مرد اور سوان ائمہ کے تکذیب اور دین اسلام سے خروج ہے پس جب خلفاء و حضرات  
 عظیم کے فضائل و مناقب و علوم و مرتبہ عند اللہ و الرسول اور محبت و اہست یا ہم المہمیت کے  
 ساتھ گناہت ہو چکی جو بظاہر اثبات خلافت کے لیے تہدید اور فتنے و تحقیقات ثبوت  
 خلافت کے لیے بران مولیٰ اور مزید تقویت و تائید دیتی تو اس بات ثبوت و حقیقت خلافت  
 خلفاء کے دلائل عقلیہ و نقلیہ کتاب سنت و اقوال ائمہ سے محقق کر بیان کرتے ہیں  
 لیکن چونکہ ہماری فاضل محبت کے نزدیک اذکر عقل سب پر قاضی و حاکم ہے اس لیے ہم اول  
 دلیل عقلی ہی ذکر کرتے ہیں جس سے مسئلہ یہی اولیٰ کے ثبوت حقیقت خلافت ہو جائے  
 پس اس سے پہلے کہ اس مسئلہ ثبوت کے اصول دین میں سے ہے اور تالی ثبوت ہے جن اور  
 خاصہ اور خواص اہمہ کے ساتھ ثبوت مخصوص و متصف ہے اور نہیں اور صاف و خواص  
 کے ساتھ اس سے بھی متصف ہے یہی وجہ ہے کہ عصمت و نفیث و نفس شرط  
 ثبوت ہے تو شرط اس سے ہے چنانچہ عموماً تمام امامیہ کو اس پر اتفاق ہے اور خواص  
 ہماری فاضل محبت کے شروع جواب میں اس کے اعتراف فرمایا ہے اور فرمایا ہے (اور ان  
 مرتبہ شرائط کی دلائل کے نسبت اگرچہ ہند ہے گذار سن کافی نہی کہ جب اس تالی مرتبہ  
 ثبوت ہے اور نیابت نبوی ہے مراد ہے پس جو دلائل عصمت اُبیاء پر دال ہیں وہی عقیدہ  
 یا کچھ عقیدے عصمت ائمہ پر دال ہونگے) اور نیز یہو اس امام اور نبی میں کچھ فرق نہیں  
 تمام احکام میں متحد ہیں اگر فرق ہے تو صرف اہم ثبوت اور نزول وحی میں فرق ہے  
 چنانچہ آپ کو شہید ثالث قاضی نور اللہ ثبوت شرعی مجالس المؤمنین میں تقریب ذکر

محمد بن طریح ابن حسین بن موسی بن بابوی قمی در حق نمبر ۱۲۴ پر فرما سے ہیں بزرگوار امام  
 قائم غائب ہی است در جمیع امور و کردار ہم نبوت و نزول رحمتی۔ اس سے یہ حالت بر طاعتی  
 ثابت ہے کہ امام بنی کے تمام اوصاف میں شریک ہے سوائے آئم نبوت اور نزول رحمتی  
 ہر اہمیت است جیسا بنی کے ساتھ منوط ہے ویسا ہی امام کے ساتھ مربوط ہے اور حفظ شریعت  
 جس طرح بنی پر موقوف ہے اسی طرح نبی کے امام پر بھی منحصر ہے اور جس طرح نبوت لطف  
 خداوندی اور خدا تعالیٰ پر ہے اسی طرح امامت بھی لطف خدا تعالیٰ پر ہے اور اس پر  
 و احبہ ہے اور جیسی نبوت کسی شخص کے واسطے بدون نص خداوند تعالیٰ کے کسی کی بنیائے  
 نہیں ہوتی اسی طرح امامت بھی بدون نص خداوند تعالیٰ کو کوئی اجتماع سے نہیں ہو سکتی  
 اور جیسا بنی کے ساتھ معاہدہ اور عقدی بین کوئی شخص اس پر غالب نہیں ہو سکتا  
 اسی طرح امام کے ساتھ معاہدہ و عقد بھی کر کے کوئی اس پر حیرہ دست نہیں ہو سکتا  
 بلکہ قطع نظر اور ان اوصاف کے چونکہ ہر ایک شرعاً نبوت اور امامت کے ساتھ ہے بعض  
 حیدر ہوتی اور جیسا اوصاف میں ہی شریک درجا وہی چنانچہ جیسا بنی کا دل حیدر  
 اور نگہ خفته ہوتی ہے اسی طرح امام بھی بیدار دل ارجمند و خواب ہوتا ہے جیسا بنی کے  
 سایہ نہیں ہوتا امام کے بھی سایہ نہیں ہوتا جیسا بنی کی آنکھیں سے کیساں کو ہوتا ہے  
 اسی طرح امام بھی اگر نیچے سے برابر دیکھتا ہے جیسا جوہ اور محبت استعجاب اللہ تعالیٰ  
 حاصل ہوتی ہے امام کو بھی حاصل ہوتے ہیں جیسا بنی محکم نہیں ہوتا امام بھی محکم  
 نہیں ہوتا۔ علی القیاس ہر ایک اوصاف و خواص میں کہ جن میں بنی و امام باہم  
 شریک ہیں اور وہ اوصاف کہ جن کا تعلق بحسب است عامہ دنیوی و دنیوی و خلق کے ساتھ  
 ان کے ساتھ ہر دو میں کوئی عطف ایسا نہیں کہ جن میں باہم اتحاد و اشتراک نہوا الاطلاق  
 ہم نبوت سو یہ ایک لفظ امری کہ جو راجع الے الاطلاق ہے ورنہ لفظ یہ اطلاق بھی صحیح ہو  
 لفظ امام تو قطعاً عام ہے جس کا اطلاق لسان شریع میں ایسا ہے ہی کیا گیا ہے

اور دوسری نازل وحی کا جو حسب دعا حضرت شہید ثالث بنیاد کے ساتھ مختص ہو کر میں  
 نہیں پایا جاتا ہے لیکن حضرت شہید ثالث کا یہ زعم بطل ہے کہ چونکہ انہ کو خصوصاً جناب الہی کے  
 آخر محمدؐ تو فرما ہی ہیں اور حضرت حسب تصریح محمد بن یعقوب انکلیسی سے کیا نام ہے  
 کہ نازل فرستے کہ ہو اور اس کا اور نسخہ لیکن اس کی خبر کو نہ بھیجی پس اگر اس کا نام دعوی  
 نہیں ہے تو یہ ہر بی راجح اس کے لفظ اصطلاح ہے اندر نزاع لفظی سنو میں بہر کفایت  
 بہر دو ضعف اس میں کہ جن میں ابنہ رسوائی انہ کے مستقر ہیں۔ اور حسب اتجاہ و دشمنی  
 فی الاوصاف ثابت ہوا تو ہم کہتی ہیں کہ تجسید اوصاف مبنی کے ایک یہ بھی ضعف  
 ہے کہ انہ کے ساتھ عادت اللہ باری ہے کہ نبی کے مقابلہ میں مبتنی نبوت کا چھوٹا دعوی  
 کرنا لاپرواہی دعوی میں کامیاب نہیں ہو سکتا ہی بقایا معجزات نبوی کے ایک  
 سب استدراجات متغایب اندر عکس ہو جاتے ہیں نبوت کا چھوٹا دعوی کرنا لاپرواہی  
 انجام کا نذرانہ بدھو ہونا ہے اور ہرگز فروغ نہیں پاسکتا حضرت آدم علیہ السلام سے  
 آج تک کوئی نظیر ایسی نہیں ملے گا کہ کسی شخص نے بقایا کسی نبی کے نبوت کا چھوٹا دعوی  
 کیا ہو اور وہ اپنی دعوی میں کامیاب ہوا ہو سید لکڑا بابا رسوہ عسلی اور سجاج وغیرہ کے  
 قصص و حکایات تاریخ کے واقف و مخفی نہیں اور کیونکر ممکن ہے کہ خداوند تعالیٰ بقایا  
 اپنی نبی رسول کے چھوٹی دعوی کو غالب اور کامیاب کری اگر ایسا ہو تو محض تمہیں ہی خداوند  
 تعالیٰ شانہ سورہ مؤمنین ارتقا فرماتا ہے **وَإِنْ يَكَادُ بَاغْتَالِيهِ كَذِبًا يُكَذِّبُ ۚ صَاحِدًا**  
**يُضِلُّكُمْ بَظُنُ الذِّينِ يَعْبُدُكُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الضَّالِّينَ ۚ** **مُسْرَفًا كَذَّابًا**  
 جس کا حال یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ چھوٹی مسرت کے دھمائی بنیات اور معجزات کی مدد  
 نہیں کرتا کہ نبوت کا چھوٹا دعوی کر کے کامیاب ہو جائے تو اس طرح سلوم ہر حضرت موسیٰ

سے اور گروہ چھوٹا ہو گا تو چلی اور سپر اسکا جہت اور اگر وہی ہو گا تو تمہرے چلی کوئی وعدہ دے کر ہے دیکھ ان میں  
 کہا اسکو جو سوئی کرے دانا چھوٹا۔

دعویٰ کذب نہیں ہو سکتا کیونکہ اگر یہ دعویٰ کذب ہوتا تو یہ معجزات الٰہی کی سی اور مبینات  
ظاہر نہ ہوتے اور خدا تعالیٰ ان پر قدرت نہ دیتا۔ اجماع صحابہ و صحابی کے تفسیر میں لکھتے ہیں  
قبل احتجاج ثالث ذو وجہین احدہما اندلوا کائناتاں دسرفا کذا اباما ہداه  
اللہ الی البینات ولما عضدہ بتلک المعجزات اور حسیب نبوت اس میں صدف کو ساتھ  
متصف ہی اور نبی کے ساتھ غارت اللہ جاری ہے کہ متنبی ہمیشہ مخدول ہوتا ہے تو چونکہ  
اس متنبی ہی جمیع اوصاف ہمہ بین نبوت کے ساتھ متحد ہی اور مقاصد بین اس کی شراکت ہی  
تو اس متنبی ہی لامحالہ اس صفت کے ساتھ متصف ہوگی اور امام کے ساتھ ہی یہی عبادت  
اللہ جاری ہوگی کہ اگر کوئی شخص نہایت بڑا اور اس کا چہرہ دعویٰ کرے وہ ہرگز اپنی  
دعویٰ میں کامیاب نہ ہوگا اور مخدول و مقہور ہوگا اگر ایسا نہ ہو تو قطع نظر ان مفاسد بیشمار  
و قبیح غیر متناہی کے جو اس تکلیف سے لازم آتی ہیں بہتر کہنے والا صاف اور اتحاد  
و انحصار جو نبوت کے ساتھ ہی وہ فوت ہو جائیگا تو ضرور ہوا کہ اس متنبی ہی یہ  
وصف لازم ہو اور امام میں یہی ہم خاصہ پایا جاوے بعد ازاں ہم جناب سالتم بملکات اللہ  
علیہ وسلم کے خلف میں جو جب اس کا عدسے تامل کی طرح دیکھتی ہیں بعد اس امر کے کہ ہم  
فرما حسب رغبت شیخ سلیم کہ ہمیں کہ بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلا فصل امام برحق  
اور خلیفہ راشد جناب امیر تہی ثوبہ تہتہ یہ بات پیدا ہوتی ہے کہ حسب عدہ اگر جناب امیر  
بلا فصل نائب رسول اللہ علیہ وسلم اور امام برحق اور خلیفہ راشد ہوں تو جو لوگ بالحق بل کذباً  
و عدوئاً مدعی خلافت ہوئے وہ مخدول و مطرود ہوں اور ان کی خلافت ہرگز مسلم نہ رہی  
بلکہ ان کا انجام خواری و ذرا بی و تباہی ہو لیکن جب ہم واقعات میں نظر کرتے  
ہیں تو معلوم بالکل پاتی ہیں اور قطعہ منقطع کہتے ہیں اور وہ یہ کہ بعد وفات جناب سرور  
عالم کبریٰ میں کہ تیسرا مسئلہ لایعنی نہیں ہے ایک تو یہ کہ اگر کسی صرف کتاب ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس کو نبی نہ کرتا  
ہر ایک نہ کرتا اور ان معجزات سے اس کو تقویت نہ دیتا۔ - ۱۲ -

کائنات علیہ علیٰ آلائس احمیات و استیسات جناب امیر کے سامنی اور اگرچہ جنگی میں نہیں شخص  
 میکل بعد دیگری مدعی خلافت ہوئی اور اس وقت کا دعویٰ کیا اول انہیں سے ابو بکر صدیق  
 ہیں۔ دوسرے عمر بن خطاب۔ تیسری عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم پس ارجاع  
 سے خالی نہیں کیا یہ تینوں حضرات اپنی دعویٰ میں کاذب تھے باصداق اگر کاذب  
 تھی تو واجب تھا کہ وہ اپنی دعویٰ میں کامیاب ہوتے۔ بلکہ بخود دل ہوتے۔ لیکن ہم  
 روز روشن دیکھتے ہیں کہ وہ اپنی دعویٰ راست میں اسے کامیاب ہوئی کہ امام مہجرت سے یہی  
 خواجہ سبط بڑھ گئی اور انہوں نے اپنی اس دعویٰ کی تشہید اسلام کے نمایان ترقی  
 کر کے اسی طرح کہلائی کہ اپنی دعویٰ کو بیلہ دیران کر دیا اور خداوند تعالیٰ نے ان کا وہ  
 قدرت دی کہ دنیوی اور دنیاوی ترقیات اسلام میں اپنی سبک کا جارح ہوئی تفصیل سے  
 یہ کہ اسلام کے دو تفسیر اور دو زمین ہیں ایک جہت ترقیات اور دوسری جہت ترقیات  
 ترقیات ترقیات ہیں تو اس صورت سے ہے کہ مثلاً شریعت کا شیوع و درواج جو جدید  
 و قصاص جاری ہوں۔ عالم میں کتاب انجیل کا درس ہو کفر و کفر و کفر و کفر و کفر و کفر  
 کلمہ اللہ ہی العلیا صداق آدمی شعار اسلام کا زور و شور ہو اور علیٰ القیاس اور ترقیات  
 جہت دنیاویہ کے یہ صورت ہے کہ مثلاً مال دولت کے اہل اسلام میں شریعت ہو اور نبات و  
 فراش اورانی اہل اسلام ہوں سلطانین باجگہ اسلام ہوں قریٰ انصاریہ اب اور قشامح  
 و جاگیر اہل اسلام کے بکثرت قبض و تصرف میں ہوں وغیرہ ذاک اب ہم دونوں اسلامی  
 حالتوں کی ترقی جو زمانہ خلفائے ثلاثہ میں ہوئی نظر عمیق سے دیکھتے ہیں توصات حکم ہوتا ہے  
 کہ اہل اسلام کے دونوں حالتوں کی ترقی زمانہ خلفائے ثلاثہ میں اوج کمال پہنچ گئی تھی پہر  
 ہم دعویٰ خلافت کو ساتھ وجود خلافت میں خیر کرتے ہیں تو تین طرح سے پائی ہیں  
 اول یہ کہ خداوند تعالیٰ نے ان خلفاء کو واسطیٰ ہی گویا تمام عالم میں شعار اسلام کو  
 پہلایا اور دین اسلام کو ان کے ذریعہ سے تمام ادیان پر غالب کیا کثرت جہاد سے

کفر و کفار گونہ شمار ہو کر کلمہ آئندہ ہی العلیا کا صدق ان ہی خلافتوں کا ثمرہ اور ان ہی  
 سعی و نتیجہ ہی غرض جو اصلی غرض اسل و اسبب خلفا ہی تھی کہ دین اسلام کو  
 شیوع و دروایح بنو نجوبی خلفانہ کی خلافتوں سے حاصل ہوں اور خداوند تعالیٰ نے  
 ان کو ان مہمات کے تمکین عطا فرمائی اگر یہ حضرات اپنی دعویٰ خلافت میں کامیاب  
 ہوتی تو ممکن نہ تھا کہ وہ بمقامہ خلیفہ و امام برحق کے اپنی دعویٰ میں کامیاب ہوتے  
 اور حق تعالیٰ نے ان کو بمقامہ خلافت کے حصول پر تکمیل دیتا۔ دوسری یہ کہ اسلام  
 پر شق دنیاوی کے ترقی ہی خلفا کے ذریعہ کمال کو پہنچ گئی اور خزانہ کسری  
 فیض حیات و وعدہ حصول جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کے پہرے  
 وقت فرحت و انبساط کے ساتھ فرمایا تھا ان ہی خلافتوں کے بدولت اس اسلام کے  
 آئندہ آئی بلکہ ہر چار طرف سے سوال ٹوٹ پڑی اور خزانہ کے موندہ کہولی گئی اگرچہ صرف  
 دنیاوی ترقی حقیقت کی عسوا دلیل نہیں ہو سکتی۔ لیکن چونکہ حصول وعدہ خداوند  
 کو نقصان ہو جو رسول کے زبانی ہوا اور نیز یا نقصان ترقی دنیوی البتہ قطعاً ثبوت حقیقت  
 خلافت کی دلیل ہو سکتا ہے۔ تیسرے یہ کہ ان کا زمانہ خلافت میں ان کی خلافتوں کو  
 تمام آقا صبی داد الی نے ابا بکر غزنی اور ذیل سب نے حق تسلیم کر لیا جس سے  
 ہمارا مدعا یہ ہو کہ خداوند تعالیٰ نے ان کو وہ قدرت و تمکین ہی تمام عجزہ اسلام ان کی مطیع  
 و سحر و نقاد ہو گیا اور یہ سحر و نقیاد اور یہ بجا آوری و حصول مہمات خلافت آخر تک  
 لیکن ان ہی تمکین اللہ تعالیٰ ہی بلکہ الی یوم القیمہ جماعت عامہ اسلام کے حکمران بنیں یہی البتہ  
 میں ہو وان ید الله على الجماعة وایاکم والفرقة فان الساذجن الناس للشیطان  
 اور ہوا و اعظم است محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جیسی شائین ہی فالزمو السواد الاعظم سوا  
 لا یشیک اللہ کا تہ جماعت پر ہی اور اپنی آپ کو تقریباً ہی سے بچاؤ کیونکہ جدا ہونے والا اور مین سے  
 شیطان کا ہر طور پر ۱۲۔



چند ہی متشعین کے حقیقت خلافت خلفائے ثلاثہ کے معتقد اور قائل رہیں گے پس اس سے زیادہ  
 خداوند خدائے کی طرف سے اور کیا ممکن دے عطا ہو قدرت ہو سکتی ہی تو اس سے مثل آفتاب کے  
 ظاہر و باہر ہو اگر یہ حضرات خلفائے ربی دعوی خلافت میں ایسی صادق تھی تو اس سے زیادہ کبھی  
 حاصل نہیں ہوا ان امام غائب کے لیے دعوی کیا جاتا ہے اور میں یہ بیات اولیہ کی ثابت ہوا  
 کہ یہ دعوی جو حضرات متبعہ فرماتے ہیں کہ بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے  
 امام بنو فضل جناب امیر ہتی اور ابو بکر عسکری عثمان رضی اللہ عنہم ظالم اور غاصب خلافت  
 ہتی کہ جن جناب امیر کا بڑے غضب کر کے منتقص خلافت ہو گئی کذاب اور باطل اور لغو اور  
 لا طاعۃ لہ ہے کیونکہ اگر بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امام بنو فضل جناب امیر ہوتے  
 اور خلفاء محض جائزہ غاصب اور چھوٹی بدعی خلافت بمقام خلیفہ برحق ہوتے تو ہر گز اپنی  
 دعوی میں کامیاب نہ ہوتے اور وہی سنت اللہ جو مدعیان نبوت میں جاری ہوتی  
 ہے ان مدعیان خلافت میں بھی جاری ہوتی تو اس سے مثل آفتاب شہید و زناست ہوا  
 کہ حضرات خلفاء رضی اللہ عنہم امام برحق اور خلیفہ راشد ہتی۔ اب مجھ کو یہ خیال ہوتا ہے  
 کہ بعض کم فہم سوچنے والے لوگوں مقدمات دلیل کے پوری طور پر ذہن نشین نہ ہوئی شاید یہ  
 انکار اٹھ کریں کہ بہت سی ملوک اسلام مثل امیر معاویہؓ کے ایسی ہیں کہ جن کو خداوند تعالیٰ  
 بمقام امامت کے کامیاب فرمایا اور ان کو ممکن دی اور صد ہا قریبی و درمستار ان کی سعی و کوشش  
 سے مفتوح ہوئی تو اس دلیل کے اعتبار سے ان کو بھی امام برحق اور خلیفہ راشد کہنا چاہی  
 حالانکہ وہ سلاطین باقوان و رفیقین خلفاء راشدین میں سے نہیں ہیں۔ تو اس کا جواب  
 اور گواہ یہ ہے کہ اس دلیل کے مقدمات کا مبنی صرف مذہب خصم پر ہے اگر یہ اعتراض وارد ہوتا  
 تو اصول شیعہ پر ہی وارد ہوتا ہے اس کا جواب بھی وہی دیوین ہم کب کہتی ہیں کہ نبوت  
 و امامت فتنہ کار و الاوصاف و الخواص میں ہم کب قائل ہیں کہ امام قائم مقتدر و ناجی  
 النہر۔ اور جب یہ مقدمات مسلم خصم میں تو جو اوپر ایراد ہوا اس کا جواب یہ کہ ہم سے نہ ہم

ثانیاً سنا لیکن ہم کہتے ہیں کہ بعد خلفائے ترقیات اسلامی بروحیت دینی اور دنیاوی  
 میں کامل طور پر کسی کو نگین نہیں ہوئی اور اگر قدرت رنگین ہوئی ہے تو صرف دنیاوی  
 ترقی میں جو خاصہ سلطنت ہوئی ہے اور دینی ترقی جو اہم مفاد خلافت سے ہی  
 بزرگ حاصل نہیں ہوئی اسکو ہی ہم بحوالہ اللہ تعالیٰ کے وقوت آپکی کتب معتبرہ سے ثابت کر سکتے  
 ہیں علامہ کمال الدین ابن شیم بحوالہ بیج البلاغہ کی اپنی شرح کبیر سنی بمصباح السالکین  
 میں اس خلیفہ کو شرح میں جس کا عنوان یہ ہے ومن کلام لہ فی بیعت عثمان لہذا  
 علمتم انی احق بہا من غیرہ واللہ لا یسلم من جاسلمت امور المسلمین ولہم  
 لیکن یہ باجود الاعلیٰ خاصۃ الخ فرائض ہیں فان قلت السوال من وجہین  
 الاول با وجہ منافستہ فی ہذا الامر الخ الثانی کیف سلمہ ہنا عند حق  
 الفتنہ ولہ یسلم لغویہ وطلحہ والزیر مع قیام الفتنہ فی حربہم قلت الجواب  
 عن الاول ان الخ وعن الثانی ان الفرق بین الخلفاء اللثۃ و بین معویہ  
 اقامتہ ود اللہ والعمل بمقتضی اوامرہ ونواہیہ ظاہر انتہی ملخصاً ثانیاً  
 ہم کہتے ہیں کہ اگرچہ ہم کہتے ہیں کہ کامیابی کے لیے اپنی دعویٰ امامت پر جیسی ترقیات  
 اسلامیہ کے بروہ شق کے ضرورت ہی اس طرح یہ بھی ضروری ہے کہ جماعت عامہ امامت محمد  
 صلی اللہ علیہ وسلم اور سکو خلیفہ راشد اعتقاد کر سکتے ہوں اور سوا اعظم امامت محمد صلی  
 اللہ علیہ وسلم تسلیم کر لیا ہو تاکہ اس جماعت کا اتفاق جیسے یہ اللہ ہی اور حکامین  
 و ما کان اللہ لیجمعہم علی صلاۃ و یضربہم بعصی فرماتے ہیں اس خلافت کے  
 لئے اگر تو اعتراض کری سوال دو وجہ سے ہی اول تو یہ کہ امامت میں آپ کو رغبت کی کیا وجہ ہو۔ الخ  
 دوسری یہ کہ بیان تو وقت خوف فتنہ کے تسلیم کر لیا اور عویہ وطلحہ و زبیر کے ایسی باوجود قیام فتنہ کی تسلیم کیا  
 میں کہتے ہوں پہلے اعتراض کا جواب یہ ہے الخ اور دوسری کا جواب یہ ہے کہ خلفائے ثلاثہ میں اور عویہ میں اللہ کے حکم  
 قائم کرتے ہیں اور اسکی امر دینی کے مقتضی کی موافق عمل کرنے میں فرق ظاہر ہے ۱۲۔

حقیقت کی دلیل ہو جاوی پس جس قدر سنا حسین السلام گذری میں اونکو کسینی خلیفہ راشدین  
 تسلیم کیا نہ اونکو سواو اعظم امام برحق اعتقاد کرتا ہی بلکہ وہ خود ہی مدعی خلافت  
 نہیں ہو گئی اور اگر ہوئی تو اول اہل اہل بیت میں غلطی ہوئی بعد اوسکو آخر اپنی ملوک  
 اسلامی میں ہونے کا اعتراف کیا ہی تو اوسنی یہ دلیل منقوض نہیں ہو سکتی سب  
 دلائل نقلیہ میں لچر دلیل پانچ حق سچا نہ تھا لے سورہ نور میں اوسوقت کے مومنین  
 خطاب کر کے ارشاد فرماتا ہی ۔ وعد اللہ الیامنوا منکم و عملوا الصالحات  
 لیستخلفنکم فی الارض کما استخلف الذین من قبکم لیکن یشتمونہم الذین انزلنا علیہم  
 من بعد خوفہم امنا لعلہم لا یشرکون لی شیئا ومن کفر بعد ذلک  
 فاولئک ہم الفاسقون حاصل یہ ہر کسے خدا کے لئے ان لوگوں کو ساتھ شتم میں سی  
 جو ایمان لائے میں اور عمل صالح کی ہیں وعدہ فرماتا ہی کہ اونکو میکائیل میں میں خلیفہ بنادیا  
 جیسا اوسنی پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا اور البتہ شر اور گناہوں میں اس کو جو پسندیدہ ہے  
 انکو دلائی اور یہ شبہ انکو خوف کو میں سی بدل گیا میری پستش کر گئے اور کسکو میری ساتھ  
 شریک نہ کریں اور اکی بعد جنہوں نے اس نعمت کو ناشکری کے پس میں ہی فاسق ہیں اس آیت  
 شریفہ میں چند فوائد حاصل ہوئی اول تو یہ کہ حق تعالیٰ نے بعض مومنین حاضرین عند نزول اللہ کو  
 ساتھ ہم وعدہ فرمایا سن اگر بتضییہ ہر قضا ہر ہی اور اگر بیانیہ ہی تو اول میں بیانیہ منہیر  
 مخاطب محدود ہو داخل نہیں ہوتا پانچ مسائل میں یہ دیکھا ہوگا کہ حق بیانیہ کی علامت صحت و دفع  
 لفظ اللہ کی اسکی جگہ ہر اور ظاہر ہی کہ اسکی لفظ اللہ ہی نہیں داخل ہو سکتا اور اگر نہ کہتے  
 بتا دیں بعد اسکو بیانیہ کہا جاوی تاہم من طہیر کے استخلاف سے بعض کا استخلاف ہر ہر  
 اور چونکہ اسکا نفع تمام کو شامل ہوتا ہی سب پر اطلاق کیا گیا عرف میں شائع ہو گیا  
 کسی قوم میں سلطنت ہوتے ہی تو بادشاہ جو دیکر ایک ہی بادشاہ ہوتا ہی لیکن تمام قوم کے  
 سلطنت کہلاتی ہر کیونکہ اسکا نفع ان سب کے طرف عائد و راجع ہوتا ہی اور فی الجملہ

منازلت علیہم و انما انزلنا علیہم لعلہم لا یشرکون

وہ بھی حاکم ہوتی ہیں اب آپ کی دیکھتے ہیں اولیٰ اولیٰ گوری کیسی حکومت کرتے ہیں  
 اور اپنی حکومت سلطنت سمجھتے ہیں۔ علاوہ ازیں اگر من تعجبیکہ کے آپ بطل کے ورپی ہوں  
 اور تبیین ثابت کریں تو خفارت شیعہ اس آیت سے امام مہدیؑ کا اختلاف مراد لیتی ہیں  
 وہ باطل ہو گا جو اب اس کے حرف و دیوین دہی ہماری طرف سے ہی قبول فرما دیں اور حاضرین  
 عند نزول آیت اعلیٰ خاصہ گردین کہ ہولیدین شیعہ نے تشریح فرمائی ہے کہ کلام خطاب  
 شافہہ کے لیے موضوع ہر وہ خاندین کے ساتھ ہی شخص ہوتی ہے اگر کسی علامہ شیعہ ثانی معلوم  
 الاصول ہیں صفحہ ۶۷ پر فرماتے ہیں۔ وما وضع الخطاب المشافہة تحویا ایھا  
 الناس ویایھا الذین اصنوا لایم بصیفة من تاخر عن فمن الخطاب وانما ثبت  
 حکمہ لہم بدلیل اخر وهو قول اصحابنا واکثر اهل الخلاف۔ اور خاتم کہ یہ عبارت  
 موضوع المشافہہ ہی تو حاضرین کے ساتھ مخصوص ہو گی دوسری یہ کہ خداوند تعالیٰ نے وعدہ فرمایا  
 کہ میں ہر بعض کو خلیفہ بناؤں گا اور اس وجہ سے کسی خداوند تعالیٰ کی وعدہ میں بدار اور خلف محال ہے  
 لامحالہ یہ وعدہ واقع ہو گا نہ خلف وعدہ لازم آئے گا۔ جو محال ہی اور جو امر مستلزم محال کو نہ  
 خود جو محال ہے اب وقوع اختلاف موعود کی ضرورت محال میں اول یہ کہ وعدہ اختلاف سے  
 یہ مراد یہ کہ ہم نفس بالاختلاف کریں گے اور جب بعض بالاختلاف فرماوی تو وعدہ پورا ہو گا  
 دوسری یہ کہ موعود یہ ہی کہ ہم خلیفہ بناؤں گے اور نفس اختلاف واقع کریں گے لیکن  
 احتمال اول بوجہ باطل ہے اگر لایم معنی اختلاف ایقاع فعل خلافت ہے اور بدیہی ہے  
 کہ امر بالشی عین شی نہیں اور نفس بالاختلاف عین اختلاف نہیں تو اس صورت میں  
 لازم آتا ہے کہ وعدہ تو کچھ فرماوی اور کری کچھ اور یہ ہی خلف وعدہ ہی۔ ان بعض جگہ

لے اور جو الفاظ خطاب فقہ کیسی موضوع ہیں مثل یا ایہا الناس اور یا ایہا الذین امنوا کے اپنی مینتہا  
 انکو مل نہیں ہوتے۔ جو دوسرے خطاب سے پیچھے ہیں اور اس کے حکم ان کی بھی حرف دوسری سے ثابت  
 ہوتا ہے اور ہماری ہجاء کا اور اکثر اہل خلاف کا یہ ہی قول ہے۔

محی الزمیرین خارجیہ اختلاف کی نفس بالاختلاف ہی مراد ہوتا ہے اور یہ اصل کو کچھ معامین  
 نہیں۔ ثانیاً بعد اختلاف کی جو امور کو حق تعالیٰ شانہ نے بمنزلہ نتائج و ثمرات اختلاف  
 کی بیان فرمائی ہیں مثل نکلین دین رضی کے اور تبدیل خوف کے اس پر وہ بدلتہ مستلزم  
 کردہ اختلاف ہی مراد نفس اختلاف ہی نفس باختلاف کیونکہ وقوع ان امور کا متفرعاً  
 علی الاختلاف اس وقت ضروری ہی جبکہ وعدہ نفس اختلاف ہوا کہ اگر نفس باختلاف  
 ہو تو وقوع ان امور کا ضروری نہیں کیونکہ جب نفس باختلاف وقوع نفس باختلاف کی  
 مستلزم نہیں تو ان امور کو جو نفس اختلاف پر مرتب ہیں کیونکہ مستلزم ہوگی کیونکہ اگر  
 حق تعالیٰ اختلاف پر نفس فرمادی تو یہ ضرور نہیں کہ وقوع ہی ہو بلکہ جائز ہے کہ عباد  
 اوسکو مانیں اور اوس پر عمل کریں چنانچہ حسب نزع و مبیعہ ایسا واقع ہوا تو پھر ترتیب ان اثرات  
 و نتائج کا کیونکر ہو سکتا ہے اور ظاہر ہی کہ یہ ثمرات و نتائج ہی داخل وعدہ ہیں تو خلف وعدہ  
 انہیں لازم آیا اور یہ محال ہے کہ اس سے نایب ہو اگر احتمال ثانی متعین ہے۔ ثانیاً حق تعالیٰ  
 شانہ نے اس سورہ کو اس فصل کے ساتھ تشبیہ ہی ہی جو گذشتہ لوگوں میں پہلے ہو چکا  
 اور ظاہر ہے کہ پہلے لوگوں میں حرف نفس بالاختلاف نہیں ہوا بلکہ نفس باختلاف ہوا  
 تفسیر صافی میں ہے وعد اللہ الذین امنوا منکم و عموا الصلحۃ لیست مختلفہ  
 فی الارض لیجعلہم خلفاء بعد نبیکم مکا اختلاف الذین من قبلہم  
 یعنی وصاۃ الانبیاء بعدہم تو اس تشبیہ سی صاف ثابت ہوا کہ وقوع  
 نفس اختلاف مراد ہی۔ رابعاً حضرات شیعیہ اسی آیت کو امام جہدی کے اختلاف مجہول  
 فرماتے ہیں اور ظاہر ہے کہ اگر احتمال اول مراد ہو تو وہ مستلزم نفس اختلاف اور اس کی

۱۔ وعدہ اللہ تم میں سے جو ایمان لائی اور نیک کام رہی ہے علیہ بنا گیا اذکو مکہ بن رسولہ  
 بنا گیا اذکو علیہ تمہاری ہے کہ چھپی احباب مسرگلی لوگوں کو خلیفہ بنایا رو یعنی لینا کے  
 اور میرا کہ اذکو چاہتین کیا ۱۱۔

نتائج کو نہیں تو یہ دلیل خود جناب امام مہدی کی امامت وغیرہ شواہد و ثبوت میں ناقص و ناتمام ہوگی۔ خائبہ! سنا بعض بالاختلاف ہی مراد ہو لیکن لایسے کہ بعض سی وہی بعض مراد ہو کہ جس خصوصیت کو ساتھ اور بہتہ کذا المیہ سی حضرات شیعہ فرماتے ہیں بلکہ بعض سے مراد بعض جلی ہو یا بعض کسی ہیت کی ساتھ اور کسی طریقہ کو ساتھ ہو چنانچہ اہلسنت خلفائے ثلاثہ کی خلافت کے لیے بعض کے قائل ہیں آئیے ازالۃ الخفا کا مطالعہ فرمایا ہے اس پر چونکہ یہ امر ثابت ہو سکتا ہے لیکن بہرہی وعدہ نگین دین برعنی اور تبدیل اس بعد کجوف میں کوئی احتمال نہیں اور اسکو وقوع میں ہو خود ہم کے لیے کچھ شک و تردد نہیں ہے تو ثابت ہوا کہ اگر وعدہ بعض سے تاہم مستحسن وعدہ اختلاف کو ہی اور اسکا وقوع لازم و متحقق ہے۔ تیسری یہ کہ اس اختلاف سے مراد وقوع سلطنت جاریہ جیسی منافی و مجاریا شدہ و کفار کرتے ہیں مراد نہیں ہے بلکہ مراد وہ خلافت دریاہ راستہ راشدہ و امامت و سلطنت حقہ ہے جو اجرائی شرائع دین و احیاء و ثبات اسلام کے لیے ہوا جس سے عالم میں احیاء و سلام پایا جاویں اور اس پر جوہ چند ولالت کرتے ہیں اول یہ کہ جب حضرات شیعہ کے مفسرین نے اس آیت شریفہ کو حسب روایات خود حضرت امام علیہ السلام کے اختلاف پر محمول فرمایا ہے چنانچہ محمد بن رقیصی صاحب تفسیر صافی اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ والقسم نزلت في القائم من آل محمد والجمع المروى من اهل البيت انها في المهدى من آل محمد قال وروى العياشي باسنادہ عن علي بن الحسين انه قرأ الآية وقال هم والله سيقتنا اهل البيت ليعمل

لہ تفسیر تفسیر میں ہی کہ یہ آیت فاکم آل محمد (امام مہدی) کے بارہ میں نازل ہوئی اور تفسیر مجتہدین میں ہے کہ اہل بیت سے مروی ہے کہ یہ آیت آل محمد کے مہدی کے باب میں آئی ہے اور درجہ شہی بخدا اپنی اسناد کے ساتھ امام زین العابدین سے روایت کی ہے کہ آیت یہ آیت پر کہ فرمایا کہ حق الی تم یہی ہے امام علیہ السلام کی شیعہ میں۔

ذلک علی یدی رجل منا وهو معدی هذه الامة وهو الذی قال رسول الله  
 لا یسبق من الدنیا الا یوم یطول الله ذلک الیوم حتی یدل رجل من هذه الامة  
 استیلا الارض عدوہ وقسطا کما ملئت ظلما وجورا قال روى مثل ذلک  
 عن ابی جعفر والی عبد الله وفي الکمال عن الصادق فی قصة نوح وذكر  
 اشطار المؤمنین من فوق من الفرج حتی اراهم الاستخلاف والتکلیف قال  
 وکذلک القائل فان تممت ايام غیبتہ لیصر الحق عن محضه ویصفوا الایمان  
 الکبار بداد کل من کانت طینتہ حیث من السیف الذین یخشی علیهم النفاق  
 اذا احسوا بالاستخلاف والتمکین لهم والامر المنشر فی عبد القاهر الی  
 غیر ذلک من الروایات توفا ہر سحر اذ کی نہایت تو حضرات شیعوں کے نزدیک  
 مخصوصہ راشدہ ہر تو اگر اس نسبت سے اختلاف حق مراد ہی نہیں اور خلافت راشدہ  
 پر یہ آیت دال ہی نہیں تو اس کا نزول امام مہدی کے نبی جبکہ خلافت راشدہ ہی  
 ہو سکتا ہے اور یہ سب آیات تہمین نزول آیت کا امام غائب عن اکابر اہل بیت علیہم السلام  
 کو یہی بیان کیا گیا ہے اور دعویٰ کیا گیا ہے کہ اس اختلاف سے مراد اختلاف

ہے دعدہ ہم میں ہی ایک شخص کا تہ پر پورا ہوا اور داس امت کا مہدی ہوگا اور وہ ہر جگہ نبی رسول اللہ  
 فی دنیا اگر دنیا سی پہنچے ایک دن کے باقی نزدیک فوذاقی اس کے قبول کر گیا یہاں تک کہ ایک شخص میر کا حق سے  
 حکم ہوگا میر میں ہوگا جیسا وہیں سلم و جہ سے پر ہوگی اس طرح عدل انصاف سے ہر جگہ کہا اور یہی  
 روایت امام ابو جعفر اور ابو عبد اللہ سے ہے۔ اور کمال میں امام صادق سے نوح کے قصہ میں ہر سوسوں  
 اس کی قوم میں سے کسی کس نے نہ تھا کہ وہ کر گیا یہاں تک کہ ان کو اختلاف دیکھیں کہ لایا فرمایا اور اس طرح قائم ہی  
 کو ان کی غیبت کا زمانہ اور ان کو ان کا خالص حق خالص ہو جاوے اور ایمان کدورت سے صاف ہو جاوے اور علیہ السلام  
 کی جہنم نفاق کا خوف ہر ایک کے لئے نہ ہو کہ ساتھ جسکی غیبت مٹی ہے جب اختلاف دیکھیں ان کو یہ  
 دیکھیں گے اور اس پر سیلا ہوا قائم کے زمانہ میں ہوگا۔ ۱۷۔

امام مہدی ہی سب انجود و لا طائل ہو جائیگا تو ثابت ہوا کہ مراد اختلاف ہی تھا اختلاف حق انجوت  
 و امامت حق مہدی اور اس سے پہلے ہی ثابت ہو کر بعض لوگوں میں جو حضرات شیعہ ائمہ سے  
 تشکیک سے ہیں کہ مراد اختلاف ہی تھا اختلاف و تمیز کے لئے مہدی سے مراد نہ کہ اختلاف و فقر ہی  
 صحافی میں نقل کیا ہو و فی الکافی عن الصادق اے مسئلہ عن هذه الآية فقال هم  
 الامم و عن الصادق و لقد قال الله في كتابه ان الامم من بعد محمد بن عبد الله  
 و من بعد الله الذين امنوا منكم اے قولہ فَاُولَٰئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ یقول اختلافکم  
 فیسلف و حینی و عبادتی بعد نبیکم کا اختلاف و صاء آدم من بعدہ حتم  
 پر پیش البقی النبی علیہ السلام و نبی لا یشترکون لہ شیئا یقول بعد نبی ہا ایمان  
 لا نبی بعد محمد فحضرت خیر ذلک فَاُولَٰئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ فقد مکن  
 و الامم بعد محمد العلم و نحن ہم فاسکین فان صدقنا کہ فاقدر و ما  
 انقول بفا علیہن اور وہ اس کے ہم سے کہ اول اختلاف جو عقیدہ عقیدہ فی الارض ہوا اور اس کا  
 حیرت انگیز سلسلہ اس کے واسطے ہی ہے فی الارض چلے نہیں ہو سکتا و دوسری ایہ کہ  
 حکام اس آیت کے و حکومت کی مہدی کو مستلزم ہو رہی ہیں کہ اس کا حصول بدون سلطنت  
 کی مہدی اس کے صرف اختلاف فی نفس میں نہیں ہے بلکہ وہ ازین مخالف اون روایات  
 جو سابقہ گذارش ہو چکی ہیں جن سے ثابت ہوا ہے کہ آیت کا نزول امام مہدی کی حق  
 میں ہی اور اس اختلاف سے اختلاف امام مہدی مراد ہی افسوس کہ یہ حضرات نہ خدا

سے کافی میں امام صادق سے مروی ہے اے نبی آیت اسی پر چہا فرمایا کہ میں اور امام باقر سے مروی ہے کہ بعض  
 ائمہ نقالی نے اس کی تفسیر کی ہے کہ بعد محمد علی اللہ علیہ السلام کے جس اماموں کے یہی فرمایا۔ و بعد الله الذين امنوا منكم اے اماموں کے  
 قرآن کے حلیہ بناؤ گے مین کچھ اپنی علم اور دین اور عبادت کے دہشتی مہدی ہی کے بعد جیسا خلیفہ بنایا آدم کے  
 اور جیسا کہ اولی عجمی پر بنا تک کہ اس کے چھوٹا نبی مبعوث ہو میری عبادت کریں گے اور سیکو میرا ایک  
 نہ کریں گے فرمایا میری ایمان کے ساتھ پرستش کر دے محمد علی اللہ علیہ السلام کے چھوٹی کوئی نبی نہیں آئے گی جس کی ہوا  
 وہ فاسق ہیں عقیدہ تمیز ہی ولایہ امر کو محمد علی اللہ علیہ السلام کے علم میں اور وہ ہم میں ہیں ہم پر جو اگر علم کسی صحیح کہیں ہے ہر



در سول سر در تنی بین نہ ائمہ سی جیاد شرم فرمائے ہیں اور جو دل چاہتا ہی جسمیں اپنی مخلصی  
 و بجات کی اجازت علماء رسمی صورت دیکھتے ہیں خدا و رسول امر پر اقتدار با مذہبتی ہیں اور دوسری  
 یہ کہ حق تعالیٰ شانہ نے اس عہد کو مؤمنین عالمیں صیاحات کی ساتھ فرمایا ہے اور  
 قاعدہ ہر حکم سے امتثال علیہ ماخذیر دلیل ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ کمال ایمان اور غایت  
 صلاح و عمل اس اختلاف کو عود کے علت واقع ہو اور نہایت بدیہی ہو کہ جس عود  
 خداوندی کا موقوف علیہ اور جس علت ایمان اور اعمال صالحہ ہوگی وہ امر خیر اور حق اور رشد  
 محض ہوگا اور خداوند تعالیٰ کے نزدیک مرضی اور پسندیدہ ہوگا تو جب اختلاف کو  
 بھی حق تعالیٰ نے ایمان اور اعمال صالحہ کے ساتھ منوط و مربوط فرمایا ہے تو یہ اختلاف  
 اختلاف حق اور پسندیدہ و جناب باری جل و علا شانہ ہوگا۔ تیسری یہ کہ حق تعالیٰ شانہ  
 فراموشیت شریفہ میں صرف اختلاف ہی کا تو وعدہ نہیں فرمایا کہ اس کو سلطنت کے  
 اور پرستی محمول کرے یا گنجی پیش ہو بلکہ اس کی ساتھ یہی وعدہ فرمایا کہ اس کی ساتھ ہیں  
 ہم اس دین کی بھی نگاہیں انکار لیں گے جو دین کہ ہماری نزدیک مرضی اور پسندیدہ  
 ہے اور یہ وعدہ فرمایا کہ ہم ان کی خوف کو جو کفار و منافقین سے لاحق حال ہے اس  
 کو ساتھ بدل نیکو اب ان وعدہ و نسی صاف ظاہر ہے کہ جو اختلاف کو ان نواہد کو شرم و متوجہ  
 و قضا خلافت جاریہ ہوگی ہر بعد بطور اخبار کے فرمایا کہ جب اختلاف پر وہ غیب ہو  
 نہ خود ظہور پر جلوہ گر ہوگا اور اس کی ثمرات و نتائج کمال تکمیل دین اور ذوال خوف و حیرت  
 اس نام عالم میں شیوع پذیر ہوگی تو لوگ میری عبادت میں مشغول ہوگی اور یہ کہ  
 میری شریک نہیں کریں گے تو معلوم ہوا کہ وہ وقت ایسا وقت ہوگا جس میں شیوع  
 کمال طور پر مروج اور شایع ہوگی اور یہی ہے کہ جو خلافت اس کو متضمن و متعل ہوگی  
 وہ راستہ اور حق ہوگی۔ اس کی بعد ارشاد ہوا کہ ومن بعد ذلک فاولئک  
 هم الفاسقون یعنی بعد اس نعمت عظمیٰ کے جو شخص اس کا کفران کریں پس وہ ہی

فاسق ہیں ظاہر ہو کر حق تعالیٰ شانہ نے اس سے انکار و کفران اور اس پر پورے  
 طغیان اور کمال فسق سے تعبیر فرمایا جس سے اس کا بڑی نعمت اور کمال احسان  
 خداوندی ہونا مفہوم ہوتا ہی اسلیبی موقع امتنان میں اس کو بیان فرمایا پس اگر یہ  
 خلافت محض سلطنت اور خلافت جارہ ہو تو اس کا انکار تو بجائی خود عند شیعہ و اہل بیت  
 اور اس کی نفی کے تدبیر لازم و متفق میں جو جیکہ خداوند تعالیٰ اس کو موقع امتنان میں  
 بیان فرمادی اور اس کا انکار کو فسق سے تعبیر فرمادی تو اس سے صریح طور پر معلوم ہوتا  
 کہ جب یہ اختلاف ہند یہ جناب باری ہی کہ اس کو موقع احسان و امتنان  
 میں بیان فرمایا اور اس کی انکار کو فسق کے ساتھ تعبیر فرمایا تو وہ اختلاف کمال حقیقت و رستہ  
 کی ساتھ متصف ہوگا۔ چوتھی یہ کہ حق تعالیٰ شانہ نے اس اختلاف کو اپنی ذات  
 پاک کی طرف منسوب فرمایا کہ ہم خلیفہ بناؤں گے اور ہم تمہیں ہینگے اور ہم تمہیں خوف کی  
 اس کے ساتھ کریں گے اور جب اس کا متکفل خود خداوند کریم ہوا اور اس کا ذمہ دار ہوا  
 پھر اوستی جب وعدہ پورا کیا اور خلیفہ بنایا اگر وہ خلافت جارہ ہتی تو یہ فعل خداوند تعالیٰ  
 کا قبیح ہوا تعالیٰ عن ذلک علو الکریم علیٰ ذلک یہ صدوقیہ نسبت جناب  
 باری لازم آیا وہو محال تو معلوم ہوا کہ یہ اختلاف سلطنت و خلافت جارہ ہونگی بلکہ ان  
 حقہ و خلافت راشدہ ہونگی۔ علامہ طوسی بخیرین لکھتی ہیں واستغناء و علمہ یلک  
 علی انتفاء القیم عن الفاعل اس کی بعد گزارش ہی کہ جب خداوند تعالیٰ نے خلیفہ بنایا  
 وعدہ فرمایا تو لایزال یہ وعدہ واقع ہو نہیو الا ہی اسب باقی ہوتا یہ کہ یہ وعدہ کس زمانہ میں  
 واقع ہوا اور موعود الہم اس وعدہ کی کون ہیں اور یہ خطاب کس کو ہے سو اس میں عین احتمال  
 ہیں و لا رابع لب بالتفاوت الفریقین۔ احتمال اول یہ ہے کہ اس وعدہ کا وقوع زمانہ  
 اس اور اس کی بے پردائی اور اس کا علم اس کی افعال سے جبرانی کے دور ہونے پر دلالت  
 کرتے ہیں۔ ۱۲۔

حیات جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ایسا مستحکم بن ہوا کہ اختلاف سرسرا  
 اختلاف مومنین کا ہی بجائی کچھ کے اور موعود الہم اور مومنین میں جو اس وقت  
 موجود تھے اور ان ہی کو خطاب ہی تو سر احتمال یہ ہے کہ کسی موعود الہم حضرت امام مہدی  
 رضی اللہ عنہ اور ان کے اتباع میں اور یہ وعدہ دادن ہی کے زمانہ خلافت میں اور ہوا کہ  
 تیسرا احتمال یہ ہے کہ یہ خطاب صحابہ حاضرین عند نزول الائمہ کو ہی اور ان کی موعود الہم  
 خلفا و اربعہ میں رضی اللہ عنہم اور یہ وعدہ جناب خلفا و اربعہ کے زمانہ خلافت میں اور ہوا کہ  
 اور خداوند باری کے بعد دفات جناب سالتماب صلوٰۃ اللہ علیہ وسلم کو ان کی جگہ خلافت  
 اربعہ کو خلیفہ بنایا لیکن ان پر ہم چنانچہ ان میں ہمیشہ ہم غور کرتے ہیں اور اپنی ایمان اور  
 سر تامل کرتے ہیں تو ہم دونوں احتمال کو غلط پاتے ہیں اور تیسری احتمال کہ متعین و مکتوب  
 میں اگرچہ ابطال احتمال اول سب سے کم ہے چند ان تجسم مستدلال کی ضرورت نہ تھی کہ نہ  
 مقصود محمد بن شیعہ نے اس کو امام مہدی پر حصول کے کے اور ان کو نزول کا سورہ متعین کر کے  
 خود اس احتمال کو باطل کر دیا لیکن اگرچہ بعض شیعہ جب تک کہ انظار غماہت میں گرفتار  
 ہو کر میدان فرار تنگ و بخت میں تو ایسی پوچ احتمال اور وہی تو حسین پیش کرنے لگتے  
 ہیں ایسی مناسب ہی کہ مختصراً اس احتمال کے ابطال کی طرف ہی اشارہ کیا جاویں اور غمنا  
 و بتنا اور اسکا ابطال ہی مومن اثبات میں لایا جاویں پس اس طرح ہو کہ ہر دو احتمالات کا  
 بطلان ایسا آسان ہے کہ اگر زلات میں تامل کیا جاویں تو انکا ابطال ان کے تکلف ہم  
 میں آسکتا ہے احتمال اول کے ابطال کے لیے پس یہ ہی وجہ کافی میں کہ اولاً حق تعالیٰ  
 شانہ نے یہ وعدہ مومنین کے ساتھ فرمایا ہے۔ اگر اور اس کے مستحکم ہو تو یہ وعدہ حضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہونا اور مومنین ہی اس میں داخل ہوتے تھے یا نہ کہ خداوند  
 تعالیٰ نے مستحکم کو کہ بصورت رویا کی کہ ہلا دیا تھا اور چونکہ انشاء کے خلاف ہی  
 دی ہوئی ہے تو سبلی اسکا وقوع قطعی تھا ہی چنانچہ خداوند تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

كَتَبَ صَدَقَ وَاللّٰهُ مُرْسُوْكَ الرُّوْا بِاَلْحَقِّ كَتَبَ خَاتَمُ السَّيِّدِ الْحَكَامِ اِنْشَاءَ اللّٰهُ  
 اٰمِيْنِ خَلْقِيْنَ رُوْسُكُمْ وَمَقْصَرِيْنَ كَالْمَخَافُوْنَ اَوْ زِيْرًا وَسُكُوْفَتِجِ كَيْتِهٖ تَعْبِيْرُ فَرَايَا  
 وَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فِتْحًا قَرِيْبًا - اور اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ - تو اس سے پہلے  
 ذوقِ سلیم صاف سمجھدین آتا ہی کہ یہ واقعہ دوسرا ہی - ثالثاً ممکن ہو کہ اس آیت کا  
 نزول پہنچتا کہ کے ہو - رابعاً ممکن کہ نزول اس آیت کا قبلِ فتح کی ہی تاہم  
 عندِ فتح کہ چھمل کر نا صحیح نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں وعدہ اختلاف کو الذین  
 امنو عہدِ صلح کے ساتھ مقید کرنا اور تفصیل سے خود وہم کے اہل ایمان و صلح کو  
 ساتھ کرنا بالکل لغو ہوگا - اور قبہ الذین امنو عہدِ صلح کی سرکارِ فضول ہوگی کیونکہ  
 حسبِ تصریحات قوم یہ امر بخوبی ثابت ہی کہ بعدِ کفارہ کے اختلاف حبس کا دین  
 فی الایمان اور عالمین صلح کے نصیب ہوا اس سے زیادہ ان صحابہ کو نصیب ہوا  
 کہ بزعیمِ شیعہ بدراز کفارہ ہی لغو باد شد من ذلک - اور اگر سب مومنین اور عالمین صلح  
 ہی تو کجایا بالوافق ہم ہی یہ ہے کہ ہستی میں یہ تھا ممکن نہیں کہ اس آیت کا سورد  
 فتح کر ہو سکی کیونکہ اس آیت میں بعد اختلاف کی جو دو صفتیں ذکر فرمائی ہیں ان کا  
 مصداق ہرگز فتح تک کا زمانہ نہیں ہو سکتا اول ارشاد فرمایا کہ خدا تعالیٰ ان کو اپنی دین  
 پسندیدہ کو ممکن اور اسخ کر گیا اور دوسری فرمایا کہ ان کو مطلق خوف کو امن سے  
 بدل دیا اور امن نام حاصل ہو جائیگا اور یہ دونوں فتح تک کے زمانہ میں حاصل نہیں ہوئی  
 کیونکہ جب دو سطین عظیمہ کسری و قیصر کی جو بالکل مخالف سلام کے ہی پہلو پہ پہلو  
 لگی ہوئیں جبکہ کسری قوت و شوکت اور وعدہ وعدہ کے مقابلہ میں اس سلام کو  
 کچھ نسبت نہ تھی تو ایسی دشمنوں کی محاصرہ میں جب تک وہ مغلوب نہ ہوں اور ان کو شوکت  
 و عظمت نہ ٹوٹی کیونکہ کہا جاسکتا ہی کہ دین کو تکلیف و استقرار حاصل ہو گیا اور خوف  
 امن سے بدل کر امن نام حاصل ہو گیا بلکہ تمام عرب میں ہی اسلام شائع نہیں ہوا

بلکہ علیٰ غم حضرت کہ احباب اکثر منافقین و کفار و منافق تہی تو ایسی حالت میں کیونکر ہو سکتا  
 دین اور اس نام حاصل ہو سکتا ہے تو اس سے یہ ثابت معلوم ہوا کہ اس آیت کا سورہ فتح  
 مکہ نہیں ہو سکتا۔ شاید سب سے بجا یہی فاضل مخلص کہ یہ شبہ واقع ہو کر حق تعالیٰ نے  
 فتح مکہ کے بیان میں ہی فرمایا ہے اُنہیں مخلقین ہو سکے و مقصر نہ لایا تھا کہ جس سے  
 ثابت ہوتا ہے کہ ایام فتح مکہ میں اس حاصل ہو گیا اور خوف نازل ہو گیا تو اس سورہ میں  
 صدق و لیسہ انہم من بعد خوفہم اُنہا کا یہی واقعہ فتح مکہ ہو گا جو اب اس  
 شبہ کا یہ ہے کہ یہ شبہ عدم تدبیر اطراف و جوانب کلام اور نظم کے اقبل و بعید میں غور  
 نہ کرنے سے ناشی ہوا ہے ورنہ فی حقیقت آسمان اور زمین فرق از بین و آسمان کا ہر  
 کیونکہ آیت سورہ فتح میں اس طرح واقع ہے لَمَّا حَلَزَ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ انْشَاءَ اللَّهُ  
 اٰمِنًا مِّنْ مَّخْلِقِينَ رُوْسُكُمْ وَمَقْصَرٍ نَّيْلًا تَخَافُ جِسْمَ سَبَّحَ اسْمُ رَبِّكَ  
 خوف دخول مسجد کی قید واقع ہو رہی ہے جس کو معنی یہ ہیں کہ جو خوف ہو گا دخول مسجد  
 کو دقت کفار کہ کسی سبب اپنی ضعف و قلت اور کفار کے شوکت و اکثریت کے ہونا و دخول  
 ہو گا دخول مسجد حرام کے دقت ہو گا اور اس خوف سے تم آمن ہو گی نہ یہ مراد ہے کہ تم کو  
 اور وقت اس نام اور عدم خوف کامل حاصل ہو جائیگا یہ کہ تو مسہم واقع کے اور عقل کے  
 خلاف ہے جب تک دو سلطنتیں مخالف ذات قوت و شوکت برابر موجود ہیں ہرگز خوف  
 نازل نہیں ہو سکتا اور اس نام حاصل نہیں ہو سکتا تو بقرینہ سیاق و سباق اقبل میں آتے  
 تامل سے مفہوم ہو سکتا ہے کہ سب سے بجا اس میں عدم خوف سے وہی مراد ہے جو کفار کے سے کفار  
 ہوا اور آیت سورہ نور میں ارشاد فرمایا ہے۔ لِيَسْخَرُوا مِنْكُمُ فِي الْاَرْضِ وَلِيَكُونَ  
 لَكُمْ يَوْمَ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُم وَلِيَدْلَهُمْ يَوْمَ ذٰلِكَ فَمِنْ اَمْنًا فَمِنْ سَمٍ سِيَّاق سے یہ ثابت واقع ہے  
 کہ حق تعالیٰ نے شانہ سے وعدہ فرمایا ہے کہ وعدہ تھا لے تم کو پائشیں فرمایا جسکی سبب سے  
 تمہارا دین تمام اویان پر غالب ہو گا اور ہمدی دین کو مستقر و متکون فرمایا اور حقیقت

کفو کفار کی شوکت ہو سب ٹوٹ جاگیر اور تھو خوف کے ہدی امن و مسکن ارزانی فرمایا  
 جسکو تھوڑی سی ہی فہم ہو وہ اس غلہ کے سیاق سے اور اطراف و جوانب میں پھیر  
 کرنے سے سمجھ سکتا ہی کہ اس آیت شریفہ میں حق تعالیٰ کے شانہ نے حصول امن اور  
 زوال خوف کی نسبت ارشاد فرمایا سی وہ امن تمام اور خوف کامل ہے جو بعد زوال سلطنت  
 کسری و قیصر کے ہو گا چنانچہ حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم نے اسکی طرف اشارہ فرمایا  
 و سنبلیخ ملک امنی و روی منہا امن کوم ہوا کہ یہ حصول امن اور زوال خوف دوسری  
 اور وہ امن اور عدم خوف دوسرا اسکو اور تحیر قبول نہیں کر سکتی تو اس موعود کا فتح مکہ پر  
 حاصل کرنا باطل ہوا اور احتمال ثانی کا بطلان بھی غلط کلام سے صاف مٹا دیا کیونکہ  
 اولاً حق تعالیٰ نے یہ وعدہ الدین امن و امان فرمایا جو حقیقہ جمع ہو اور باعتبار معنی حقیقی جسکے کم  
 کلم اور معدوم کے لیے نہیں فرد کا ہونا لابد ہو تا کہ معنی حقیقی جمع کما حقہ اور صحیح ملام اصول کے گہوار  
 قائمہ اقل مراتب صیغۃ الجمع المثلثۃ علی الاصح و قبل اقلہا اثنان  
 بہر کیف اقل مراتب صیغۃ جمع کے لیے ایک فرد ہونیکا کوئی قائل نہیں پس اگر ایک فرد پر  
 محمول کیا جاوے گا تو معنی مجاز ہی پر محمول ہوگا اور اصل علی مجاز جب تک اصل علی حقیقہ  
 مستند ہو جائز نہیں ہے اور یہاں کوئی قرینہ قائم نہیں ہے کہ جو معنی حقیقی سے صاف  
 ہو صیرورت الی مجاز کو مقتضی ہو تو اسکا محمول نام مہدی رضی اللہ عنہ بر جو ایک فرد میں  
 جائز نہوا ثانیاً یہ وعدہ حق تعالیٰ کے شانہ نے حاضرین عند نزول الایۃ کے ساتھ فرمایا  
 چنانچہ ارشاد وعد اللہ الذین امنوا منکم و عملوا الصالحات لیسئلنکم عنی فخذن  
 وعدہ فرمایا ہے تم میں بعض اون لوگوں کی لیے جو مومنین اور عاملین صالحات میں کارندوں  
 اپنی رسول کا جانشین و خلیفہ بناوے گا تو یہ خطاب حاضرین کو ہی اور سابقین میں مجاہد سے  
 کہ ایش ہو چکا ہی و ما وضع لخطاب المشافہۃ لایتم بصیغۃ من تاخر عنین الخطاب

اور یہی ہے کہ امام مہدی حاضرین عند نزول السورۃ سحر مخین میں اور انکی خلافت کے مسئلہ پر  
 پرینہ کوئی دلیل دلائی گئی ہے تو یہ آیت انکی خلافت پر حسب قاعدہ محمول نہیں ہو سکتی  
 ثالثاً خداوند کریم جل علائہ نے اس اختلاف کو اس اختلاف کے ساتھ تشبیہی ہی  
 جو انبیاء سابقین کے زمانہ میں سنت اللہ جاری تھی کہ بعد انبیاء کے انکی خلافت انکی جانشین  
 ہوتی تھی اور انکی شریعت کی ترویج کرتے تھے اور امور باقی ماندہ نبوت حق خالصہ انکی  
 ماتہوں پر پوری فرماتا تھا اور ظاہر ہے کہ جب انبیاء سابقین کے جانشین انکی جگہ  
 خلیفہ ہوتے تھے اور جماعت خلافت کو سرجام فرماتے تھے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام  
 کے بعد حضرت یوشع اور انکی خلیفہ اور جانشین ہوئی پس اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 کی خلافت انکی بعد گزرنی دہزار سال کے ہو تو قطع نظر اس سے کہ مستند نقصان مرتبہ  
 رسالت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نسبت انبیاء سابقین ہے تشبیہ انھیں انکا نام ہوگی  
 کیونکہ بعد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جب خلافت داہدہ ممکن ہوئی اور آخر کائنات  
 و نجد کا غلبہ رہا حالانکہ انبیاء سابقین کے خلفاء انکی بعد ہی ممکن گئی تھی تو اس سے بدتر  
 ملاحظہ ہوتا ہے کہ انکی قوت نبوت اور مرتبہ رسالت پر نسبت انیا گنہ گشتہ کے کم ہی اگر اس  
 واضح سال امام مہدی نے خلافت فرمائی اور اسی رسول کا جو فضل الہی اس جو تمام راہ امتداد  
 نبوت ہیں محدودی حیدر سال کے داخل ایک خلیفہ کو تکمیل عطا ہوئی اور باقی تمام راہ امتداد  
 و شقان و کفر و فسق سے مملو نہ تو وہ استخلاف کیا وقت رکھ سکتا ہے اور ان انبیاء کے  
 کیونکہ ہم ملے ہو سکتا ہے کہ جب تک خلفاء و اوصیاء انکی متتابع پیدا ہوئی اور وقتاً فوقتاً مجتہد  
 دین اور ارجحائی شریعت کرتے رہی اور یہ تشبیہ کیونکہ تشبیہ تام ہو سکتی ہے اور باقی ان  
 جب انکی تکمیل ہی عطا نہیں ہوئی اور ہمیشہ حائل و محقق رہی وہ خود میں سے قطع  
 ہو گئی کیونکہ انکا وجود و عدم برابر ہو گیا تو اس تشبیہ میں صاف بدلتہ ثابت ہوا کہ اس  
 استخلاف سے اختلاف مہدی مراد نہیں ہے بلکہ وہ استخلاف مراد ہی جو بعد رسول اللہ صلی

علیہ وسلم کے متعلق متشابہا ہوا اور خدا تعالیٰ نے اس کو تسلط اور حکم عطا فرمایا اور اس سے  
 عالم بین زمین و آسمان پر مہر ہوا اور وہ اختلاف بجز اختلاف خلافاً و رابعہ کے اور کسی نہیں  
 اور اس کی افضال و قرب پر وہ روایت ہی دلالت کرتے ہیں جو صفائی میں ہی آیت کے  
 تفسیر میں مذکور ہے۔ و فی الجوامع عن النبی علیہ السلام قال نزدیت لی الا  
 فاربت عشار تھا و مغاربہا وسیلہ ملک امتی ماروی ہے منہا اچھے ٹھوکی  
 چوٹے چوٹے رسائل میں ملاحظہ فرمایا ہو گا کہ میں استقبال قریب کا قادمہ دیتا ہی جس سے  
 معلوم ہوتا ہے کہ مقرب اسلام شائع ہونے والا ہے اور یہ تمام مشرق و مغرب  
 زمین کے جو حضرت کو کہلاتی تھیں اس میں وہ مقرب مملکت اسلام کہیں داخل ہونگی  
 اور وہی روایت جو صفائی میں مروی ہے وہ ہی اس کا گویا مصداق ہے قال وروی  
 المقداد عنہ انه قال لا یبقی علی الارض بیت مدبر ولا جبر الا اذ دخلہ اللہ  
 الاسلام یعنی یہ لو ذل ذلیل امانت لیزہم اللہ فیجعلہم من ابہا واما انزلہم فی  
 لہا وضمک انش یہی اس آیت کا امام مہدی کی نسبت جس میں کہنا صحیح ہوا۔ رابعاً حق تعالیٰ  
 شانہ اس آیت کے خاتمہ پر بعد بیان اس نعمت کے ارشاد فرماتا ہے و من کفر بعد  
 ذلک فاولئک ہم سفوفہ بعد اتمام اس نعمت کے جو لوگ اسکی ناشکری کریں گے وہ سب  
 میں اس سے ارشاد ہر طرف ہو کہ بعد حصول استخوان بعض اہل ایمان و صلاح میں بھی  
 احاطہ میں عند نزول الایۃ جنگی تعداد حدیث تک پہنچیں گی اور تمکین و استقرار میں اور  
 بعد تبیل خوف از اس نعمت کا کفران واقع ہو گا تو خداوند تعالیٰ شانہ نے

اس تفسیر جامع میں بنی علیہ السلام سے مروی ہے۔ فرمایا سمیع بنی سیری اہل زمین اور اسکی طرفی و مغربی  
 کہنا کہ کہلایا گیا اور مقرب سیری امت کا ملک و ملک پہنچے گا جہاں تک سیری اپنی سمیع گیا ۱۲۔ ۱۳  
 روایت کی ہے کہ فرمایا زمین پر کوئی گہر مٹی اور نائن کا باقی رہے گا۔ مگر ہمیں خدا تعالیٰ اسلام کو داخل کرے گا کسی بزرگی عزت کی شانہ  
 کسی ایک خراجی ساتھ یا انکو خدا عزت و جلال کا کوئی اسکی اہل میں ہی کرے گا اور یا انکو ذیل کے کچھ کچھ اور کو مبیع ہو جائے گا۔



بطور تحریف اور بصورت تحذیر کے اون کو گونگی و صدف کی خبر دی کہ جو صدر اس کفر میں  
 ہو گئی اور چونکہ خلافت امام مہدی میں اس طرح نہیں پایا جائیگا۔ تو اس واسطی اس آیت کو  
 خلافت مہدوی پر محمول نہیں کر سکتی اور ظاہر ہی کہ یہ کفران مجریہ زمانہ مختلف اور بعد  
 رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں جس طرح جناب رب الفرت غر اسہ نے خبر دی تھی کہ اول اس خلافت  
 ہوگا۔ پھر تکمیل میں اور تبدل میں خوف ہوگا پھر کفران کے وقوع کی طرف ایسا فرمایا تھا اور  
 واقع ہوا اول اس خلافت ہو کر تکمیل میں اور تبدل میں خوف واقع ہوئی بعد اس کفران نعمت کا  
 قائمین عثمان رضی اللہ عنہم سے واقع ہوا تو اس سے بدلتا ثابت ہوا کہ صدر  
 اس آیت کا خلافت مہدویہ نہیں ہو سکتی بلکہ خلافت خلفا رضی اللہ عنہم پر خاصا  
 ہو سکتی ہے ان اہل کے بیان کہ تکمیل کچھ ضرورت نہیں کہ یہ آیت سوائی خلافت کمال  
 یہ کہ کسی دوسری خلافت پر محمول نہیں کیونکہ جناب سیر رضی اللہ عنہ خود اسکا فیصلہ فرمادیا اور اسکا  
 قضیہ چکا دیا آپ نے فرمادیا کہ اس عہد کا زمانہ مہدی ہی جو خلافت خلفا کا زمانہ ہے اور  
 اسکی سبب ہم ہی خبرات خلفا رضی اللہ عنہم میں کیونکہ وہ صدر اوق تا ہم اور صدر تا کر  
 فی الایات کے میں اور طریقہ یہ کہ اسکا شریف رضی اللہ عنہم علیہ السلام نقل فرمایا ہے چنانچہ  
 ہم وہ خطبہ شرح النج البلاغہ سے نقل کرتے ہیں اور جو چند جگہ شارح ابن اثیم نے اپنی شرح میں  
 اس آیت کی طرف اشارہ کیا ہے اسکو نقل کر کے خطبہ میں بھی ذکر کیا ہے اور قد  
 بتشارہ عمر الخطاب فی الشیخو ص قتال الفرس فی غزوات ہذا الامام لم یکن نصر  
 ولاخذ لاند بکثرة ولا یقلہ وھو دین اللہ الذی اظھر وجبہ الذی اعدا  
 وامدہ حتی بلغ ما بلغ وطلع حیث طلع ونمض علی صعد وصر اللہ واللہ متبرک  
 وناصر جبندہ و مکان القیم بالامر مکان النظام من الخیر فی جمیعہ و فیہم مدبران  
 نقطعت النظام نفق و فھب شر لھم یجمع یجد اویک ابد او العرب الیوم وان  
 کانوا قلیلا فھم کثیرون بالاسلام عزیز و بالاجتماع فکن قطبا و استبدل لرجی

خلافت مہدویہ پر محمول نہ ہو سکتی ہے اور اس آیت کا زمانہ مہدی ہی ہے اور اسکا فیصلہ فرمادیا اور اسکا  
 قضیہ چکا دیا آپ نے فرمادیا کہ اس عہد کا زمانہ مہدی ہی جو خلافت خلفا کا زمانہ ہے اور  
 اسکی سبب ہم ہی خبرات خلفا رضی اللہ عنہم میں کیونکہ وہ صدر اوق تا ہم اور صدر تا کر  
 فی الایات کے میں اور طریقہ یہ کہ اسکا شریف رضی اللہ عنہم علیہ السلام نقل فرمایا ہے چنانچہ  
 ہم وہ خطبہ شرح النج البلاغہ سے نقل کرتے ہیں اور جو چند جگہ شارح ابن اثیم نے اپنی شرح میں  
 اس آیت کی طرف اشارہ کیا ہے اسکو نقل کر کے خطبہ میں بھی ذکر کیا ہے اور قد  
 بتشارہ عمر الخطاب فی الشیخو ص قتال الفرس فی غزوات ہذا الامام لم یکن نصر  
 ولاخذ لاند بکثرة ولا یقلہ وھو دین اللہ الذی اظھر وجبہ الذی اعدا  
 وامدہ حتی بلغ ما بلغ وطلع حیث طلع ونمض علی صعد وصر اللہ واللہ متبرک  
 وناصر جبندہ و مکان القیم بالامر مکان النظام من الخیر فی جمیعہ و فیہم مدبران  
 نقطعت النظام نفق و فھب شر لھم یجمع یجد اویک ابد او العرب الیوم وان  
 کانوا قلیلا فھم کثیرون بالاسلام عزیز و بالاجتماع فکن قطبا و استبدل لرجی

بالعرب واصابهم دونك نار الحرب فانك ان شخصت من هذه الارض انتقصت  
 عليك العرب من اطرافها واقطارها حتى يكون ما تدع وراك من العوثر احم  
 اليك مما بين يديك ان الامام اجم ان ينظر واليك غذا يقولوا هذا اصل العرصه  
 فاذا قطعتموه استرحتم فيكون ذلك اشد لكلهم عليك وطمعهم  
 فيك فاما ما ذكرت من مسير القوم الى قتال المسلمين فان الله سبحانه هو  
 اكرم لمسيرهم منك وهو اقدر على تغيير ما يكره واما ما ذكرت من عدد دهم فانهم  
 تمكنون في ما مضى بالكثرة وانما كانا نقاتل بالنصر والمعونه انتهي - اگرچہ اس رشتہ  
 سے پہلے کے شمار فوائد حاصل ہوتے ہیں لیکن بسبب خوف تطویل انہی اعتراضات کا جواب  
 اپنی مدعا کی طرف جسکے ہم پر ہے میں رجوع کرتے ہیں وہ یہ کہ جناب امیر نے اس خطبہ  
 میں نہانہ حصول موعود آیت سرایا بدایت کو زمانہ خلافت کا قرار دیا۔ اور اس دین کو وہ  
 دین فرمایا جسکا غلبہ موعود ہی اور اس شکر کو وہ شکر فرمایا جو اللہ کا شکر ہی اگرچہ اس  
 خطبہ سے ہی یہ مضمون واضح ہو لیکن علامہ ابن میثم کے شرح کبیر سے یہ مدعا آشکارا  
 طور پر ثابت ہوتا ہے۔ پہلی جہم جو چہ شرح ابن میثم اس خطبہ کے شرح میں تحریر فرماتے  
 میں کہ میں نے سنا کہ **قَوْلُهُ** اِنَّ هَذَا اَمْرًا لِّقَوْلِهِ **لِلْاِجْتِمَاعِ** صدر الکلام یعنی علیہ  
 الراي فقرہ فیہ اولا ان هذا الامر ای امر الاسلام لیس نصرہ بکثرۃ ولا  
 خذلۃ کثیرۃ وبنہ علی صدق هذا الدعوی بانہ دین الله الذی اظہرہ وجنودہ  
 ہی جنبدہ الذی عدہ وامدہ من الملائکۃ والناس حتی بلغ هذا المبلغ  
 سے **قَوْلُهُ** ہن ہذا امری **قَوْلُهُ** للاجتماع تک کلام کا صدر ہی تاکہ سپہ راہی قائم کری۔ تو پہلی جہم ثابت کیا  
 کہ اس امر یعنی امر اسلام کی فتح نہ کچھ کثرت چہی اور نہ اسکی شکست کچھ قلت چہی اور اس دعوی کے صدق  
 پر اس طرح متنبہ کیا کہ اللہ کا دین ہی جسکو غالب کیا اور اسکی شکر اللہ کا شکر ہے جسکو تیار کیا جسکی شکر  
 اور آدمیوں کی مدد کی یہاں تک کہ اس مرتبہ میں پہنچا اور شہرہ دلی کنہ روینن نکلا۔ ۱۲۔

[illegible]

۱۵۔ ہر مہم سی و عدد و ناما اوستا اور فلک بدین کچھ شین کرنا ہی چنانچہ فرمایا وعدہ اللہ بن اُمّو اس کے علم و علما  
 اوستا سے تسلیم ہے اور من کا مختلف الدین میں تسلیم اللہ ہے۔ اور اوستا کا جو وعدہ ہے جو درود پڑھ کر گنا گنہگار کی خیرین میں  
 ہے۔ جو کہتا اور قول نامہ صبحہ و شجر کے قائم ام ہر گنہگار جو جسدا اسکی وعدہ کے ایسی تسک کی مدد ہی اور اسکا  
 لشکر و سولین تو سون پر حال ضروری خواہ تہذیبی ہوں یا بہت پر امام کے مرتبہ کو لڑی کچھ دیا کہ سنی تنید دی اور پچھلے  
 قول کو یہ تسلیم ہی تو رہا بد آنک ۱۶۔ ۱۷۔ خوارا ناما کرت جس دیم الفم وہ یہی ہے کہ ستر تکریم کثرت قدرا بلمان کر گیتا ہوا  
 صدر اسلام میں سما اور خوارا ناما دیکر اور کثرت نہیں سمجھتا کہ اسکی مدد اور اسکا بہت توبہ ہی اسکی مال ہوا ان میں جو قائم

۱۰  
 ۱۱  
 ۱۲  
 ۱۳  
 ۱۴  
 ۱۵  
 ۱۶  
 ۱۷  
 ۱۸  
 ۱۹  
 ۲۰  
 ۲۱  
 ۲۲  
 ۲۳  
 ۲۴  
 ۲۵  
 ۲۶  
 ۲۷  
 ۲۸  
 ۲۹  
 ۳۰  
 ۳۱  
 ۳۲  
 ۳۳  
 ۳۴  
 ۳۵  
 ۳۶  
 ۳۷  
 ۳۸  
 ۳۹  
 ۴۰  
 ۴۱  
 ۴۲  
 ۴۳  
 ۴۴  
 ۴۵  
 ۴۶  
 ۴۷  
 ۴۸  
 ۴۹  
 ۵۰  
 ۵۱  
 ۵۲  
 ۵۳  
 ۵۴  
 ۵۵  
 ۵۶  
 ۵۷  
 ۵۸  
 ۵۹  
 ۶۰  
 ۶۱  
 ۶۲  
 ۶۳  
 ۶۴  
 ۶۵  
 ۶۶  
 ۶۷  
 ۶۸  
 ۶۹  
 ۷۰  
 ۷۱  
 ۷۲  
 ۷۳  
 ۷۴  
 ۷۵  
 ۷۶  
 ۷۷  
 ۷۸  
 ۷۹  
 ۸۰  
 ۸۱  
 ۸۲  
 ۸۳  
 ۸۴  
 ۸۵  
 ۸۶  
 ۸۷  
 ۸۸  
 ۸۹  
 ۹۰  
 ۹۱  
 ۹۲  
 ۹۳  
 ۹۴  
 ۹۵  
 ۹۶  
 ۹۷  
 ۹۸  
 ۹۹  
 ۱۰۰

یقیناً توکل اللہ لا اهل هذا الدين باعرا الحوزة وستر العورة والذي نصرهم وهم  
 قليل لا يتصرفون ومنعهم وهم قليل لا يمتنعون حیث لا يموت انك منى ستر الى هذا  
 العدد وبفسك قتلهم فتنبك لا یکن للمسلمین کافه دون اقصى بلادهم ویس  
 بعدك مرجع یدجون الیه فالبت الیهم رجلا بحربا واحضر معه اهل البلاد والصیحة  
 فان اظهر الله قذالك ماتحب وان یکن الاخری كنت اردو للناس ومثابة  
 للمسلمین کما شرح من شرح ابن شیم فرماتے ہیں۔ قوله وقد توکل الله الى قوله لا يموت  
 صدر لهذه الصیحة والرای ینہ علی وجہ التوکل علی الله والاستناد الی الله  
 هذا الامر فخلاصتها انه ضمن اقامة دينه واعزاز حوزة اهله وكنی بالعورة عن  
 هتك السترة في النساء ويحتمل ان یكون استعارة لما يطر عليهم من الذل والقهر  
 لو اصابوا فضمن ذلك سبحانه ستر ذلك بافاضة النصر عليهم وهذا المحكم من قطع  
 تعالى وعد الله الذين امنوا منكم وعملوا الصالحات لیستخلفنهم في الارض كما استخلف  
 الذين قبلهم ولیمکن لهم دينهم الذي ارتضى لهم وليبدلنهم من قبل ذوقهم  
 امنا۔ انتهى بقدر الحاجة اس سے صاف ظاہر ہے کہ صدق اس بیت کا زمانہ خلفاء و خلیفہ  
 عباسیہ ہی اور اس وعدہ کے بموجب وہ خلفاء و خلیفہ ابوبکر و عمر و عثمان و علی و اس وعدہ کا زمانہ خلفاء و خلیفہ عباسیہ  
 اور مثلاً آفتاب نیمروز روشن ہے کہ جب ایک امیر خلافت خلفاء کو حق اعتقاد فرماتے تھے  
 کہ تو اورد توکل اللہ سے تو لا یموت کت اس رای الصیحة کا صدر ہے حسین اللہ پر توکل کرنے اور اس  
 حرف سہارا لگانے پر متبذہ فرماتا ہے اور خدا صدرا کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس دین کے قائم رہے اور دین الکوئی  
 دین کا فتن ہو اسی افسوس عورت کی شہ عورت کی بد پرگی کو کیا کیا اور احتیال ہے کہ یہاں اسکی ایسی استعارہ ہو جو عزت  
 و سختی الکی پوچھی گئی اگر مغلوب ہوں تو خدا تعالیٰ اسکی پردہ پوشی کا فتن ہو گا۔ اپنی مدد کے پہنچنے کی شہ  
 اور یہ کہ تو اورد وعد اللہ الدین امنو منکم و عملوا الصالحات لیستخلفنکم فی الارض کما استخلف الذين من قبلکم و یمکن  
 لهم و ینہم الدین ارتضى لهم ولیدلہم من بعد فوفهم امنا سے ماخوذ ہے ۱۱

اور آپ کو یقین تھا کہ جو کچھ وعدہ خداوند تعالیٰ نے مومنین کے ساتھ تمکین میں اور تبدیلی میں  
 اور حفظ و حمایت اور غلبہ و نصیحت کی فراہمی میں ان سب کے انجام کا وقت یہی ہے ان  
 خلفاء کا ہے اور جو کچھ مفسرین و محدثین شیعہ نے اس کے خلافت مہدویہ پر حمل کر کے  
 کی کوششیں کی ہیں وہ بالکل مسکنی مخالف ہی اور جعفر تو بیچاریات لاف لاف اس آیت کے  
 خلافت مہدویہ پر کرنے میں کی ہیں وہ سب کہہ رہے ہیں کہ یوں ہو گئیں بلکہ یہ بھی ثابت ہوا  
 کہ وہ سب تودہ تودہ ردایات جو جناب امیر سیدی اور بابائے ایت غضب خلافت خلافت کی  
 نسبت کے گئیں ہیں وہ سب محض افتراء و اختلاق ہیں۔ اور خلافت خلفاء  
 امامت حقہ اور خلافت راشدہ ہر دو حضرات خلفاء امام برحق اور خلیفہ راشد ہیں جناب  
 امیر کے اس ارشاد سے تمام شکوک و شبہات و غیباں و احتمالات رفع ہو گئی اور الحمد للہ  
 ملی مذاکرے کیلئے ثالث ثبوت حقیقت خلافت خلفاء رضی اللہ عنہم پر وہ خط ہی  
 جو سابقین میں بھی بھیج البلاغتہ اور اسکی شرح سے تعبیر سے نقل کیا گیا ہے امام بعد  
 فان بیعتی بالمدینۃ لرمک وانت بالمشام کاحۃ باعینہ القوم الذین بالیعوا الیابک  
 وھم و عثمان علی ما بالیعوھم علیہ فلیریک الشاہدان یختاروہا للغائب ان یر  
 ورضا الشوری المعاجز والاک نصار فاذا اجتمعوا علی رجل وسموہ اماما کان  
 ذلک اللہ رضی فان خرج من امرھم خارج بطعن او بدعة ردوہ الی ما خرج منہ  
 فان ابی قاتلو علی اتباعہ غیر سبیل المؤمنین و وکادہ اللہ ما تولى و یصلہ جہنم  
 و صاءت مصیرا وان ظلمتہ والزیم بالیعانے ثم نقضنا بیعتہ فکان نقضہا کرمہا  
 فجماعہ بقضا علی ذلک حتی جاء الحق و ظہر لہم اللہ وھم کارھون فادخلہم فی  
 فیہ المسلمون فان احب الامور لک فیک العاقبة الا ان تعرض للبلاء فان تضرع  
 قاتلتک واستغنت باللہ علیک وقد اکثرت فی قتلہ عثمان فادخلہم فیما دخل  
 فیہ الناس فخر حاکموا القوم الی احکام وایاھم علی کتاب اللہ فاما تلک التي تری

خلافت خلفاء راشدہ ہر دو حضرات خلفاء امام برحق اور خلیفہ راشد ہیں جناب  
 امیر کے اس ارشاد سے تمام شکوک و شبہات و غیباں و احتمالات رفع ہو گئی اور الحمد للہ  
 ملی مذاکرے کیلئے ثالث ثبوت حقیقت خلافت خلفاء رضی اللہ عنہم پر وہ خط ہی  
 جو سابقین میں بھی بھیج البلاغتہ اور اسکی شرح سے تعبیر سے نقل کیا گیا ہے امام بعد

خذنا الصبی من اللبن ولعظم وان نظرت بعقلك ذون هواك لتجد  
 ابو قریس من دم عثمان واعلم انك من الطلقاء الذین لا یحیی لهم الخلق  
 ولا یعترف بهم الشوری وقد ارسلت الیک جری بن عبد الله وهو من اهل  
 الامیة والهجرة فبالع ولا قوة الا بالله اسلمت شہوت خدافت خلفا لثمة  
 مثل آفتاب کے روشن ہی۔ اور غایتہ کو شمش علیا شیخہ کے اسکی تاویل میں یہ ہے کہ اسکو دلیل  
 کہہ کر اپنی ہڈی کے جان بچا ہوں اور ظاہر ہو کہ ایسی ہی داسی اور بوج تاویلات بلکہ توحیات  
 نہی ناموس نہ سب گیر و دار علما ہی معلون دامون انہیں رہ سکتا ع کف محال است  
 کہ ہر لب دریا گرد بہ چونکہ ہم بوج اللہ وقوۃ اس دلیل کے تحقیقی ہو گا اثبات اور اراہی ہو گا  
 ابطال باہین بن غفریب کر انی بن سلیبی حاجت ادا وہ وفوریت تھوین بحث نہیں  
 دیکھو دلیل راجع فہم البسلافت میں ایک خط اگر شریف رضی نے اپنی عادت  
 شریفی کی موافق کلام مولیٰ سے ملنے نقل کیا ہے جس کا عنوان یہ ہے۔ ومن کلام  
 لہ یجری مجری الخطیہ فقیرت بالامرین فسلوا اللہ اس خطبہ کو خاتمہ کی عبارت  
 یہ ہے فقیرت امری فاذا اطاعتہ قد صدقت بیعتہ واذا المیذاق فی  
 عنقہ لغیرک عاقل ان جہلو کو نظر غور سے دیکھی اور عجیب قدرت خداوندی کا ثبات  
 لری اب سنی کرنا رہا ہوں میں اس سے واضح تر اور صاف فرما رہی ہیں ان کی عبارت نقل  
 کرتا ہوں فوجہ غفرت فاعلم انہیہ احتمالاً ہی احدهما قال بعض  
 لشارحین انہ مقطوع من کلام یدکر فیہ حالہ بعد وفات الرسول  
 علیہ السلام علیہ وسلم وانہ کان معہودا الیہ ان لا ینزع فی امر الخلاق قبل ان

اثبات حقیقت غلات مظہر انہی ہم ہی ہیں دلیل صحیح حقیقت

۱۵ میں اپنی امرین سوچا ناگاہ میری طاعت میری بیعت سے سابق ہو چکی تھی اور غیر کا بیعت میرا  
 نہ تھا بلکہ قولہ غفرت مافی امری اللہ امین ہوا احتمال میں ایک دہرہ ہی کہ بعض شارحین نے کہا کہ یہ  
 سے کلام میں سے منقطع ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات کی بھیجی کا حال اور یہ کہ آپ ہی  
 نے لکھا کہ آپ کے امر غفرت میں ہو گا اور کہہ رہی ہیں۔



الخلافہ بل ان حصل لہ بالرفق والایقانیمسا۔ ولات کرتے ہی کہ حضرت  
 صلوات اللہ علیہ وسلم کو طمانیت تھی اور معلوم تھا کہ بعد وفات شریف کے خلافت اہل جمال  
 ہو گئے اور چونکہ اس وقت بہت سے علماء حیات خلافت چند اشخاص میں دوا کرتی جنہیں  
 جناب امیر ہی اس صف التیہ الخلافہ میں شریک تھے اور حسب تصریح علامہ ابن میثم  
 کہ شرح خطبہ نقشبندیہ میں ثابت ہے کہ حضرت امیر کو مستشار اہل الخلافہ تھا اور دوسرے  
 بہت جگہ سے بھی شرح پنج البلاء اختہ میں یہ امر ثابت ہے چنانچہ وقت بعیت حضرت  
 عثمان رضی اللہ عنہ کے فرمایا۔ لقد علمتم انی اہتی بھامن غیرے اور شارح  
 اسکو شرح میں بطور اعتراض وجوب کے لکھا ہے فان قلت السؤال من وجہین الاول  
 ما وجہ منافستہ فی هذا الامر مع انہ منصب متعلق بامور الدنیا والآخر  
 مع ما شہر عنہ من الزہد فیما والاخر ارض عنہا ودفعہا ورفضہا قلت الجواب  
 عن الاول ان منصب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس منصباً دیناً ویا  
 ان کان متعلقاً باصلاح احوال الدنیا لکن لا لکونہا دیناً ویا بل لانہا  
 منضما لآخرۃ وضرعہا الیہ تو اس سے صاف ثابت ہے کہ اگر غور و غت ہو مستشار اہل  
 الامارت تھا تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؐ عہد لیا تھا کہ اگر خلافت کسی دوسری  
 حاصل ہو تو نہ ساز غہ نہ کرنا کیونکہ جبکہ حاصل ہو گئی وہ اہل الخلافہ ہو گا اور جس بغیر اہل الخلافہ  
 کی یہ امر اگر شیعہ نہ کر سکیں جب وہ خلافت حقہ اور امامت راشدہ ہوئی تو اسکو ساتھ  
 مبارک و محبت ممنوع ہوئی چنانچہ آپؐ ارشاد فرمایا لقد علمتم انی اہتی بھامن غیرہ  
 سلمہ اسبجک انما من وجہ سے پہلی یہ کہ منصب خلافت باوجودیکہ متعلق باصلاح امور دینا ہے اور آپؐ اہل  
 زہد اور اعراض اور ترک مشہور ہیں۔ بہرہ دین میں اگر غت کی کیا وجہ ہے یہی علیہ اعتراض کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ  
 منصب اگرچہ احوال دنیا کے متعلق ہے تاہم منصب دینا ہی نہیں ہے لیکن اسکا تعلق دنیا کے ساتھ  
 بحیثیت دینا ہی ہے نہ کہ دین ہی بلکہ اس حقیقت سے کہ وہ آخرت کی کینٹی کے جگہ سے ہے۔



والله لا ملحق ما ملحت امور المسلمين شارح اگر شرح میں کہتا ہے کہ وہ اشارۃً  
ان غرض من المناقشہ فی هذا الامر هو صلاح حال المسلمين واستقامۃ  
امورهم وسلامتهم عن الفتن وقد كان بهم من ملف من الخلفاء  
استقامۃ امر الخ ما قال۔ تو آپ نے خلافت کو اسی شرط کے ساتھ تسلیم کیا کہ جو  
شرط خلافت راشدہ کی ہے گویا یہ فرمایا کہ اگر یہ خلافت راشدہ ہوگی تو تسلیم کروں گا اور نہیں  
اور اگر مطلقاً عدم منازعت کا عہد لیا گیا ہے تو یہ آپ کا ارشاد تھا واللہ اسے سر لے لے  
ہوگا اور خلافت حبلیت رسول کے ہوگا اور یہ بھی وجہ یہی کہ آپ نے زمانہ خلافت میں منازعہ  
و مناقشہ نہیں فرمایا اور امیر معاویہ کے ساتھ منازعہ فرمائی اور فقہ کا کچھ خوف نہ فرمایا۔ اگر  
مطلقاً عدم منازعہ یہودی تھی تو آپ کا یہ عہد مناقشہ امیر معاویہ کے ساتھ منازعہ خلافت  
یہودی اور باعث توڑان فتن تو اگر خوف فتن کی وجہ سے خلفاء کے ساتھ ترک منازعہ  
کو تو بیان ظاہر وقوع فتن ہے تو معلوم ہوا کہ آپ نے عدم منازعت اسی وجہ سے نہیں  
فرمائی کہ وہ خلافتیں شدہ نہیں اور حضرت کا ارشاد یہی عدم منازعت کی بابت گواہی دیتا ہے  
اسی شرط کے ساتھ ہے کہ اگر امیر معاویہ اس میں عدم منازعت یہودی یعنی اگر  
خلافت راشدہ ہو تو عدم منازعت یہودی حاصل ہوگی یہی شرط ان کی وجہ سے عہد  
منازعہ لیا گیا ہے اور اس لیے کہ جو خلافت واقع ہوگی وہ راشد ہوگی اور اگر یہ منازعہ  
ہوگا اور اس کی نقض کے تدبیر کرتا بلکہ ہماری یہی اگر اس کا حصول یا رفق ہوگی تو فیہا  
کیونکہ جب تک میں مخالفت کر ایک آپ ہی میں اور اگر حصول آپ کا برفیق نہ ہو اور اہل  
حل و عقد آپ بیعت کریں بلکہ کسی دوسری بیعت کر لیں تو اس پر منازعت سے باز  
رہنا چاہی اور اس عبارت سے یہ بھی صریح مستفاد ہے کہ اس وقت تک خلافت مکمل  
نہیں اور اس میں ہفتوں اشارہ ہے کہ آپ کی عرص خلافت میں رعیت سے مسلمانوں کی حالت کی رہی اور ان کی کوئی  
استقامت اور ان کو فتنہ سے مدد نہ تھی ابھی اگر گذشتہ خلفاء کی بھی یہی استقامت اور مدد تھی امر کی مثال ہے۔ ۱۲۔

جناب امیر کو نہیں ہوا تھا ظاہری کہ ضمیر حاصل کے امر خلافت کی طرف راجع ہی اور یہ جملہ  
 مدخل ان شرطیہ کا ہے جو باعتبار اپنی اصل و نفع کی مشکوک پر داخل ہوتا ہے معنی یہ ہے کہ  
 کہ اگر تہا ری یہی حصول امر خلافت ہے جو کہ ہو سکتی تو فہم اور اگر حصول نہ ہو تو  
 سنا زعمت سے باز رہنا چاہی عرض حصول امر خلافت حضرت کی یہی مشکوک ہی اور جو خوف  
 اس پر ہے کہ اگر محبت اہل حل و عقد کے آپ کے ساتھ واقع ہو گئی تو حصول خلافت ہو گا  
 ورنہ نہیں تو اس سے صاف منصوصیت خلافت جناب باطل ہو گئی اور حصول امر خلافت کا  
 دار مدار محبت اہل حل و عقد پر ہوا خیر یہ ایک جملہ معترضہ تھا جو در میان میں مذکور ہوا اہل  
 مقصود یہ ہے کہ اس عبارت سے بظہار عبارت خطبہ ثانیہ واللہ کاسلمن ماسلمت  
 امور المسلمین مثل آفتاب روشن ہے کہ عہد عدم منازعت صرف اسوجہ سے تھا کہ جو خلافت  
 واقع ہو گئی وہ خلافت راشدہ اور راست حقہ ہو گئی اور اسکی ثبوت سے جو آفت کہ مذہب شیعہ پر پڑا  
 ہوئی بے پایان اور اسکا بیان خارج از حد امکان ہے اسکی بعد دوسرا جملہ جو جناب امیر  
 کی کلام میں ہے ترجمہ البلاغت میں مذکور ہے یہی حضرت نے امرے فاذا طاعتہ قد  
 سبقت بیعتہ یعنی بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معنی اپنی امر میں قال  
 کیا اور سوچا تو ناگاہ میری طاعت میری بیعت سے سبقت کر چکا تھی جس جملہ کی تکریم  
 ملاحظہ ہو واضح ہے کہ لفظ طاعتی اور بیعتی میں مصدر مضاف طرف یا مستلزم ہو رہا ہے اور  
 اس میں دو احتمال ہیں اول یہ کہ مصدر مضاف الے المفعول ہو اور اسکا فاعل مخدوف ہو  
 اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ مصدر مضاف الے الفاعل ہو اور مفعول مخدوف ہو احتمال اول چند وجوہ سے  
 باطل ہے اولاً یہ کہ صاف الے المفعول خود قلیل ہے چنانچہ رسائل نحو میں مذکور ہے شرح  
 جامی میں ہی وقد یضاف الے المصدر الے المفعول سواء کان مفعولاً یا  
 سلف کہی مصدر مفعول کی طرف مضاف ہوتا ہے خواہ مفعول یہ یا غیرت یا مفعول الے ہو نا علی کے بسبب

او طرفاً و مفعولاً علی علیہ بالنسبتا الی الفاعل اور بنی شرح کا فاعل مفعول و مفعول  
 و انما یضاف الی المفعول اذا قامت القرینۃ علی کونہ مفعولاً اما بحی نالہ لاد  
 منصوب حملاً علی المحل نحو اعجبینہ ضرب بنید الکریم و بحی الفاعل بعد و ضمناً  
 لقولہ امن رسم دارمربع و مصیف لعینیک من الثون و کیف او بقرینۃ  
 معنویۃ نحو اعجبینہ اکل الخنزیر توجب یہہ فلیس ہے تو اسکو کثیر الاستعمال ہے اور ضرب و ضرب  
 باؤنیہ ترجیح دینا باطل ہے۔ ثانیاً یہ کہ حسب تفسیر شارح جب اس کلام کو اس حال کے  
 بیان پر محمول کیا جاوی جو بعد حضرت علی علیہ السلام کے واقع ہوا تو بالکل واقع  
 کی اور بیان کلام کے مخالف ہوگا کیونکہ بعد وفات حضرت علی علیہ السلام کی سبقت  
 علی علیہ الناس لہ علیہ بیت واقع ہوئی ہے نہ میں اور خدشت مثل علی علیہ السلام و غیرہ تسلیم کرنا  
 خود خلافت خارجہ و خلافت اصل ہی۔ ثالثاً یہ کہ یہ کلام بطور تحسین صادر ہوئی اور  
 یہی ہے کہ اصناف الی المفعول کی صورت میں صحیح و صحیح کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ جناب  
 مطاع ہوئے ہیں جبکہ اصناف و اس میں بہترین تھا کیا تحسین لاحق ہو سکتا ہی مان جبکہ  
 اصناف الی الفاعل ہو اور آپ مطاع ہوں اور اس وقت محسوس کا اظہار دینا اور شایان ہر  
 راہ۔ اگر اس میں باریت کو جناب امیر کے اور محسوس چھو لیا جاوی جو مدلول اجتماع ماننے کا ہے  
 کہ آپ اپنی زمانہ خلافت میں ان اعبار خلافت کے تقابلاً سے دلالت ہے کہ یہ فرمانا تو یہ ہے  
 اس کو ہی زیادہ ہی ہی میں شارح میں بہترین پس بوجہ مذکورہ ثابت ہوا کہ الفاظ صحیح  
 اور بنی بن اصناف مصدر کے الی الفاعل ہے اور اس وقت اس کے المفعول نہیں ہے جو صحیح  
 شارح ابن تیمیہ ہی اس کا قائل ہوا کہ مصدر جناس الی الفاعل ہے اور مفعول محذوف جو نہیں  
 ملے جبکہ اسکی مفعول ہے بے قرینہ قائم ہو یا کوئی اسکا قیاس مفعول حملاً علی المحل نہ آجائی جیسا کہ بنی  
 ضرب بنید الکریم و فاعل بنید صریح واقع ہو جائی جیسا قول شامی یا کوئی قرینہ معنیہ ہو جیسا  
 اعجبینہ اکل الخنزیر۔

اب گفتگو اس میں ہو کر دو نو مصنفہ فرمایا مفعول کیا مخذوف ہی سو اس میں تو ہمارا اور شارح ابن  
 نمین کا اتفاق ہو جو لفظ بمعنی کا مفعول مخذوف کیا ہی شارح فرماتا ہی فاذا اطاعتی قد  
 سبقت بمعنی للقوم فلا سبیل ۱۰۱ متنازع منها اور ہم بھی یہی کہتی ہیں کہ جب  
 بیعت اہل حل و عقد سے ہو تو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ راشد اور امام برحق ہو گئی تو عموماً  
 حاضر و غائب کو اور اس کو کہ جس بیعت کے تھے اسی بیعت میں ہیں کی تھی ابو بکر صدیق رضی اللہ  
 عنہ کی اطاعت جب لازم ہو گئی تو اس کو آپ فرما رہے ہیں کہ میں نے اپنے امیرین کو کیا  
 ہوئے ہم ہوا کہ اس سے پہلے کہ میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بیعت کروں میرا  
 ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اطاعت کرنا سابق ہو چکا تھا ہاں صرف ہماری اور شارح  
 ابن نمین کے درمیان میں در باب اہل خلافت یہ مفعول لفظ بمعنی اس قدر فرق ہے کہ شارح صاحب  
 کول قول لفظ قوم کا فرماتے ہیں اور صاحب لفظ ابی بکر نہیں کہتے اور ظاہر ہی کہ مراد شارح  
 کی لفظ قوم سے ابو بکر ہی ہے چنانچہ جماعہ آئمہ کے شرح میں بھی اگرچہ لفظ قوم کا فرمایا  
 لیکن ابو بکر کا نام نامی بھی لیا جس سے بصرحت معلوم ہوتا ہی کہ قوم سے مراد  
 ابو بکر ہیں کیونکہ مطلق قوم کے معنی میں نہیں اگر تھکی تو بیعت ابو بکر کی تھی  
 اور شارح ہی یہ معذوری ابو بکر کا نام کیونکر لے جانتا ہی کہ تمام مذہب کا استیصال  
 ہوا جاتا ہے لیکن تاہم جو بکر ایسا لفظ لکھا جو تہذیب نام کہہ کے ہی لیکن لفظ  
 طاعتی کے مفعول میں ہمارا اور شارح صاحب کا باہم فیہ جملہ اختلاف ہو شارح  
 صاحب لفظ طاعتی کے مفعول کی تقدیر یہ ہے کہ طاعتی میں فاذا اطاعتی لرسول اللہ صلی  
 اللہ علیہ وسلم فیما امرت به من ترک القتال اور ہم یہ کہتی ہیں فاذا اطاعتی لابی بکر  
 لا یخل افتقاد خلافتہ ولو کہ اماماً حقیقاً کی تقدیر ہے لیکن ہماری تقدیر صحیح ہو  
 اور تقدیر شارح کی خلاف صواب ہے کیونکہ اولاً اس تقدیر سے جو شارح نے پیدا  
 کی ہے او اس کا جائزہ نہ لگا کر کیا ہی آسانی کہ او اس کا جائزہ نہ لول تو یہ ہی کہ وہ

وہی ہے کہ شارح صاحب نے لفظ قوم سے مراد ابو بکر ہی فرمایا ہے لیکن لفظ قوم کا عام معنی ہے اور شارح صاحب نے اس کو خاص کر ابو بکر ہی سے مراد فرمایا ہے

جملہ جو مدخل اذاکا ہی اور اسکی مضمون کا حصول بعد حصول مضمون جملہ سابقہ کے بغیر  
 ازینجہ ہوا کرتا ہی ہوا اسکی اسکو مفاہیثہ کہتی ہیں شرح جامی میں بھی بقال ناجا  
 الامر مفاہیثہ من قولہم فحیثہ فجارہ بالمضم والمدا اذ القیہ وانت کاشف  
 خرجت فاذا السبع واقف اسکی مثال رسائل بخونین مذکور ہی اور اس سے بخوبی یہی معلوم  
 فہم میں آسکتا ہی اب ہم باخفیہ میں اسکو دیکھتی ہیں تو بوجہ تقدیر شارح کے حصول  
 مضمون جملہ کا جو مدخل اذاکا ہی مفاہیثہ صاف نہیں آتا کیونکہ نہایت بدیہی ہی  
 کہ جس امر کی نسبت خداوند تعالیٰ کے کیفر فرما احکام بنا کید نازل ہوئی ہوں اور رسول علیہ  
 الصلوٰۃ والسلام نے اسکی بابت عہد و موثقت اور موثقت ہو کہ وہ ایسی ہوں وصیت آ  
 یا یا ان وشہادات لکھا گیا ہو کتاب مختوم بخواتیم خاص اسی مطلب کے لیے نازل  
 ہوئی ہو اور وہ پاس بطور حزر جان موجود ہو تو ایسی حالت میں کیونکہ ممکن ہے کہ کوئی  
 عاقل اس امر کا قائل ہو کہ حصول مضمون ایسی جملہ کا جسکا نزل ایسا موثقت ہو کہ وہ ہی  
 لغتہ اور مجاہدہ ہو چھل ہذا الاکن بصریح دین بواج ان بوجہ ہمارے نقد  
 کلام کے بہتہ حصول مضمون جملہ پر مجاہدہ اور لغتہ ہو یا تصحیح اور درست عداوت  
 آتا ہی کیونکہ دفعۃً بیعت اہل حل و عقد سے خلافت صدیقیہ منعقد ہو گئی اور ایک  
 عام و خاص پر اسکی اطاعت لازم ہو گئی تو جناب امیر نے اسکی نسبت فرمایا کہ اپنی  
 اپنی امر میں سوچا تو اچانک اطاعت ابو بکر کو جو ذرا پیشتر لازم نہیں تھی اپنی بیعت کرنے سے  
 بھی پہلی اپنی اور پر لازم پایا پس اس صورت میں یہی تقدیر اذامفاہیثہ کو نہایت چسپا  
 اور اسکی بہت نہایت مربوط ہی اور بخوبی حصول مضمون جملہ بطور مفاہیثہ کے  
 ہونا ہی۔ علاوہ ازین جسکے فہم کلام کا ذوق ٹھیک ہے وہ سمجھ سکتی ہیں کہ اسکی مدح و  
 سبت بولتی ہیں فاجاہ الامر فجاہ الخ و قول عرب سی فحیثہ فجارہ بالمضم والمدا جب تو درست ملے

مصنف فاعل کی طرف جو بیہما متحرک ہو اور وہ ضمیر مکلم کی ہر واقع میں واجب اور متحد فی حکم  
 میں کہ دونوں وجوب اطاعت کو مقتضی میں اور متحد فی الفاعل میں کہ دونوں کا فاعل  
 مکلم ہے تو اس کو مناسب اور پابانِ تقدیر ہی ہے کہ مفعول بھی دونوں کا متحد ہو اور یہ  
 امر عامی تقدیر کی صورت میں ہے نہ شارح صاحب کے تقدیر کی تو اس سے ثابت ہوا  
 کہ تقدیر کا کام یہی ہے فاذا اطاعتی لاجبی بکو قد سبقت بیعتی لہ اور ظاہر ہی کہ لزوم  
 وجوب اطاعت بدون صحت و حقیقت خلافت منصوص نہیں تو اس سے ثابت ہوا کہ جب  
 امیر کے نزدیک خلافت صدیقہ حقیقہ اور خلافت راشدہ واجب الاطاعت ہو وہو الطوبی  
 قطع نظر اس سے اگر صحت تقدیر شارح کو تسلیم بھی کر لیں تاہم اس کا حال بھی وجوب لزوم  
 اطاعت الی بکر بھی کیونکہ شارح کی تقدیر یہی ہے فاذا اطاعتی لرسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم فی تہ الامناۃ والقتال اور ظاہر ہے کہ اس میں یہی ہے فاذا اطاعتی لرسول  
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی اطاعتی الی بکر اور نہایت بدیہی ہے فاذا اطاعتی  
 لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی اطاعتی الی بکر اور فاذا اطاعتی لاجبی بکو  
 کا مدعا اور ال ایک ہی پس اس تقدیر میں بھی عامی اور شارح کی تقدیر میں صرف لفظی فرق ہوا  
 اور باعتبار معنی کے ان کا وہی باقی رہا اس امر کا ثبوت کہ اطاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 کی ابو بکر کی اطاعت کو بارہ میں محض وجہ مصلحت عدم ثورانِ فتن تھی یا یہ کہ یہ اطاعت  
 وجہ حقیقت خلافت الی بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی عقلی سو حکم سے ہے اللہ تعالیٰ  
 بھی جملہ سابقہ کی شرح میں بیان کر چکا ہے کہ جب امیر کا خلافت کو تسلیم کرنا اور نہایت  
 کہ نہ صرف اسی وجہ سے تھا کہ خلافت کو حقد اور راشدہ سمجھتے تھے بعد اس کے تیسرا جملہ جو آخر میں  
 مذکور ہو چکا ہے واذا الملتاق فی عنقی لہرک یا یہ جملہ ثبوت حقیقت خلافت میں  
 ایک میری فرمان برداری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ابو بکر کے فرمانبرداری میں ہے  
 میری فرمانبرداری ابو بکر کے لیے ہے

گو یا جس طرح معنی اور شارح پہلی اس جملہ کی شرح میں اسکو مثبت خلافت تسلیم فرمایا ہے اور شارح  
 ابن تیمیہ اسکی شرح میں فرماتے ہیں قوله واذا الميثاق في عنقك لتخيرك اميناً في  
 رسول الله صلى الله عليه وسلم وعهد الى ابد الميثاق وقيل الميثاق  
 ما لم يمت من بيعته الى بكر بعد الفاعل اي فاذا اميناً في القوم قد لزم مني فلم  
 يمكنه المخالفة بعده شارح نے اس جملہ کی دو تفسیریں لکھی ہیں اور دوسری بیان کی ہے  
 ظاہر وہ یہی ہے کہ اس عبارت کے معنی ثانی جو شارح نے بیان کی ہے وہ سراسر تاریخی  
 مدعا کی مثبت میں اور فاعل اس تسبیح کیونکہ لزوم جیت الی بکر معنی اللہ عنہ بخیر اسکی  
 ممکن نہیں کہ اوکے خلافت حقہ راستہ ہو کیونکہ بحسب اصول تشیع کی کوئی شخص بخیر  
 برحق کے واجب الطاعت نہیں اور جو شخص منعیاً وعدہ وانا متقمص خلافت ہوا اسکو  
 اطاعت اسکی عامت اسکی حمایت حرام ہے اور اسکی اطاعت نہ کرنے والے ائمہ  
 اور تکب حرام کے اور اسکا خذلان واجب ہے۔ پس جب ابو بکر رضی اللہ عنہ کی  
 معیت جناب امیر پر لازم ہو گئی اور عہد لزوم منصب رسول بنا۔ اور بدو خلافت راشدہ  
 ہونے کی لزوم ہو نہیں سکتا تھا تو معلوم ہوا کہ حضرت ابو بکر کی خلافت خلافت حقہ  
 اور راست راشدہ تھی اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جناب امیرؓ اس وقت نہ خلیفہ تھے  
 اور نہ امام تھے اور جس شرط اللہ عصمت ونبوت و افضلیت ہی بالکل مطلق ہو گئی اور خود اکمل علیہ  
 ابن تیمیہ کا یہ پیرایہ رضی بکے فرو جناب امیرؓ نے ان دو جو معین مذہب تشیع کے استعمال  
 کر دیا علیٰ اجماع صریح بعد ایتھا جو شارح نے بڑھایا ہے عہد قدرت اطمینان کا تھا کہ پہلا ناچار  
 شارح نے توحید قیہ جس عن غرض سے لگائی ہے وہ شخص سمجھ سکتا ہے لیکن وہ بالکل لغو اور  
 بے اور نگاہ قیہ کہ میں میرے گمان میں ہوتا یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عہد ميثاق اور  
 سنا عہد میں اور بعض کہتے ہیں ميثاق وہ ہے جو ابو بکر کی بیعت کا ميثاق اسکو واقع کرنے کی بدتاً یہ کہ نہ  
 ہو گیا جس قوم کا ميثاق مجہول نام ہو گیا اور بعد اسکو بحسب مخالفت نہ ہو سکی ۱۲۔

باطل ہے اگر جاری محیب لبیب اوسکو در پی ہوئی تو ہم انشاء اللہ اقلے بدلائل اوسکو بطریق  
 ثابت کر دیا بیگو حق یہ ہے کہ جب جملہ جاری نہایت سفید مدعا ہی اودھاری نہایت  
 کار آمد ہی اور تقدیر اس جملہ کی یہی واذامینا اتبعنا یہ ہے کہ بعد ایقاع القوم  
 آیا ہاے عنقے اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ جمیت کے انعقاد کا دار مدار جمیت  
 اہل حل عقد پر ہی اور شارح نے باعتبار تقدیر اول کے جو اول معنی بیان فرمایا ہیں  
 وہ غلط ہیں چنانچہ اس سے پہلے جملہ کے تحت ہی اذکم بطلان بخوبی ثابت ہوتا ہے علامہ  
 اسکو جو پہلے گذارش ہوا کہ لفظ اذامینا جاتیہ اس تقدیر سے ابا کرتا ہے یہ اللہ اس سے  
 کہ اس جملہ کے لیے مقدور و محذوف کی کچھ ضرورت نہیں اور ظاہر ہے کہ حذف و تقدیر کا  
 ارتکاب اوس جگہ کیا جانا ہی جس جگہ بدون حذف و تقدیر کے تصحیح عبارت ممکن نہ ہو ہو سکتی  
 حذف خلاف اصل ہے اور یہ جملہ کبھی صریح اجزاء المذکورہ نام ہی محتاج کسی خبر کی حذف یا تقدیر  
 کا نہیں ہو سکتا کہ اس جملہ کے اصل عبارت اس طرح ہے فاذا امینا ان الخیر فی عنقے  
 اور یہ خود جملہ نام ہے جو اپنی نامی میں محتاج کسی جز کا نہیں بخیر اسکو کہ خبر ظرف مستقر  
 جو محتاج متعلق کا ہو سوا و تقدیر خارج از بحث ہے پس اس عبارت میں بحر تقدیم و تاخیر حذف  
 کا قائل ہونا بالکل بے ضرورت و خلاف اصل و ناجائز ہے تو اس صورت میں معنی صاف واضح  
 ہیں کہ مینسی اپنی امر میں نہ کر گیا ناگاہ مینا غیر کامیری گردن میں ہوتا اور یہ شارح  
 کی تفسیر جو معلوم ہو چکا ہے کہ لفظ غیر سے مراد قوم ہے جس سے مراد ابوبکر مینا اور بیان  
 حذف مصنف الیہ یعنی لفظ رسول کا بطلان ثابت کیا گیا تو اسکو معنی ہیہ کی فاذا امینا  
 الی بکرم من لزوم بیعتہ بعد ایقاع القوم آیا ہاے عنقے فلم یکتب الخ لہ  
 بعدہ اور وہ تقدیر جو شارح نے بیان کی ہے غلط ہو گئی اور دونوں جملہ یا ہم خوب  
 سے ناگاہ ابوبکر کا مینا اس کو جمیت کے لازم میں بعد واقع کرنے کے اوسکو میری گردن  
 میں تو بعد اسکو جمعی مخالفت نہ ہو سکتی۔



مترجم ہو گئی اور اذامہ جاتیہ کے یہی مناسب ہو گیا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وفات کو بیان حال کے ساتھ بھی نہایت چسپان ہو گیا اور اصل عبارت یہ ہے ہوا  
فخرت فی امرے فاذا طاعته لابی بکو قد سفت بیعتہ لا واذ امینا ق الغیر  
وہو ابوبکر من لزوم بقیعہ وجوب طاعتہ علینا بعد ایقاع القوم ایاھا فی  
عنفۃ فلا سبیل الی الامتناع منها ولا ہمکنی مخالفتها۔ علامہ ابن کثیر الشرح  
کی اس تفسیر کو صحیح تسلیم کر لیا حادی تو بھی ہماری مدعا کی منتقض نہیں چنانچہ پہلے  
جملہ کے متقدّمین گذارش ہو چکا ہے بلکہ ہماری مدعا کے موید یہ کیونکہ ہمیشہ رسول اللہ  
وعہدہ الے بعد الملتاق کا حاصل اور ميثاق رسول اللہ فی لزوم بیعتہ  
ابی بکر وطاعتہ کا حاصل ایک ہی رہا ہم معنی۔ ميثاق ایسے بکرنے لزوم بیعتہ داعیہ  
کا ہے بلکہ ذکر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہہ دیتا ہے کہ اور زیادہ سو کہہ ہو گیا اور پھر  
دعویٰ آشتی مبنیہ برائے ہو محمد تقدّر اخذ جناب امیر رنہ کی اعتراف اور انکم جناب  
رضی کے نقل اور جناب شارح ابن ہشتم کی شرح سے صحت تحقیق خلافت خلفاء راشد  
ہوئی اور چونکہ ایک بیت کیا لطف جو غیر پردہ کہولے جاد وہ جو سر پر شہ  
بولے دلیل خاص۔ شریف رضی نے نمج البلاء غنت میں ایک خطبہ نقل کیا ہے جس میں نام  
وہ مناقب واصناف بیان فرمائی ہیں جن کا سمندر شیخیں کچھ سو ممکن نہیں کہ کوئی دوسرا  
شخص خطبہ میری ومن کلام اللہ بلاء فلان فلقن قوم الاولود واولاد  
العمد امام السنہ وخلف الفتنہ وذہب فقہ الثوب قليل العیب صاحب خیار  
وسبق شرہا دی الى الله طاعته والقاء بحقر رجل وتوکهم فی طرق متنبعة  
فلان شخص کثرت رائش خدا کے یہی ہی خدا کی قسم اسنی کمی کو رسید تا کیا اور یاری کا علاج کیا ایسے  
رہا کیا اور مستندی جوڑ اور مارا کہ میں عیب کیا صافت کی پہلائی کو پہنچا اور برائی سے گذر گیا خدا کا صلہ  
درین نقوی را کیا اور کو کسی مجید پیوستن جوڑ کر گویا اگر آدمین گزارہ باب

بہارِ حقیقت خلافتِ صالحانہ (۱) (پاکیزہ و دہلی)

三

لا یمتدی فیہا الضال فلا یتقن الا ھتدی۔ انتہی بندہ کھنڈین عرض  
 کرتا ہے کہ مدوح ان اوصاف مدائح کی یا ابوبکر بن عیسیٰ مداح جلالت لیکن جاؤ نہیں  
 کہ مراد جلالت ہو کیونکہ جو جلالت کہ مراد ہے یا ابوبکر و عیسیٰ سے پہلے ہی یا عیسیٰ  
 ظاہر ہے کہ عیسیٰ بن مریم رضی اللہ عنہ کی اور کوئی نہیں اور ظاہر ہی کہ حضرت عثمان  
 مراد نہیں اور نہ کوئی اسکا قاتل ہوا تو انحالہ یہ مدوح وہ جل ہو گا جو ابوبکر و عیسیٰ سے پہلے  
 زمانہ حیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں رہا اور اسی زمانہ میں دفات باگیا لیکن  
 چند وجوہ سے ممکن نہیں کہ یہ توصیف کسی شخص کے ہو جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 کے زمانہ میں ہے دفات کر گیا ہو کیونکہ اولاً جب وہاں جو جناب رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم کا موجود ہی وحی نازل ہوتے ہی تو ظالم و جوی خداوندی سر انجام پاتے ہیں  
 اور جو جناب امیر بھی موجود ہیں ان پر غضب لیتا ہے آپ کو بوجہ قرب منزلت رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم امر کے رفق و رفیق میں دست اندازی ہے اور بغض و تعالے اس وقت آپ  
 محمد زلزلہ و کڑک بھی نہیں میں تو اسی حالت میں کسی ایسی شخص کے جو نہ امام ہوا نہ بالقوہ خلیفہ  
 راشد ہو اسی اوصاف کے ساتھ موصوف کرنا جو خاص امام کے واسطی بیون سیر کذب  
 و خلاف واقع ہے علاوہ ازیں ثابتاً اس خطبہ کے الفاظ خود اس سے ابا کرتے ہیں کیونکہ  
 اصحاب خیر و سبب شریعت کی بنیادین خلاف کی طرف راجع میں شارح ابن ہشیم فرماتے  
 میں والضمیر فی خیرھا و شرھا للخلافة وان لم یخیرا ذکرھا لکونھا  
 معبودۃ او لتقدم ذکرھا۔ انتہی۔ اور اس سے صاف ظاہر ہے کہ جو شخص موصوف  
 ان صفات کا ہے اوسنی خلافت کو یا ابوبکر بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمات  
 خلافت سر انجام کر کے تمام برائیوں سے بچا کر تمام خوبیوں کو سمیٹ کر اپنی شان  
 لگیا پس یہ شخص بنجر حضرت ابوبکر یا عمر رضی اللہ عنہما کے اور کوئی نہیں ہوا تو اس  
 متعین ہوا کہ وہ جل جو موصوف ان صفات کا ہے یا ابوبکر رضی اللہ عنہ یا عمر رضی اللہ عنہ

کوئی نہیں ہو سکتا۔ ثانیاً اگر سوای ان دونوں کی کوئی تیسری اسی لفظ کے قطب صاحب  
 راوندی اور آپ فرماویں تو بھی دو کون ہے اور اور اس کا نام تو لین بہ بلا جو  
 ایسا نام واد شخص ہو جس کے ایسی اوصاف ہوں عقل سلیم تکلیف کرتے ہے  
 کہ وہ ایسا مجھل لکسم وچم مختلف ہو کہ جس کو کوئی بھی نہ پہچانے اور کئی ہر سے  
 کہ حضرت امیر نے جو اس کا نام نہیں ذکر فرمایا تو اس کو وجہ یہ ہی ہوگی کہ بوجہ اس کی شہرت  
 کہ اوصاف کی ذکر کو نام کے ذکر سے معنی سمجھا اور صرف اوصاف کی ذکر پر اکتفا  
 کیا اور جب کوئی آگاہ اور اگر راوندی صاحب کو ایسا شخص جو موصوف ان اوصاف میں  
 نہیں معلوم ہوتا تو شخص یہ تحصیل دروسہ ہی اور اگر قطب صاحب کے سکا شہ کی غلطی ہو  
 اگر بعد ازیں ان اوصاف کا حضرات کو دستیاب ہو جاتا تو زمین آسمان کو باہم ملا دیتی  
 اور کیسا کچھ غل شوریہ پڑتے تو معلوم ہوا کہ مجھ ابو بکر و عشر کے تیسرے شخص مودوں  
 ان اوصاف کا نہیں ہو سکتا ہے۔ ابنا معلوم کچھ اسی موقع پر مختصر نہیں ہی بلکہ جناب  
 امیر نے بعض اور مواقع میں ہی حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہم کی قریب قریب اسی  
 تعریف و توصیف فرمائی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہاں ہی جناب امیر تعریف و توصیف  
 انہیں کی فرما رہی ہیں نہ شخص ثالث کی جیسا کہ اگر قطب صاحب نے تو ہم فرمایا چنانچہ  
 بجا اب خط امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے تحریر فرماتے ہیں جس کو علامہ ابن میثم نے اپنی شرح  
 کبیر میں نقل کیا ہے و ذکر ان الله اجبت له من المسلمين اخوانا ایدلہم  
 لک انوائے منازلہم عندہ علی قدر فضائلہم الاسلام وفضلہم فی الاسلام  
 لکما زعمت والضحہم لله ولنولہ الخلیفہ الصدیق و خلیفۃ الخلیفۃ الفاروق



ہونا یعنی اذکار و فرائض اسلام میں سخت زخم ہی یا بون کہی کہ خلیفہ کے دو تین مرتبے  
 میں ایک زمانہ حیات کے کہ جو اپنی رزاد حیات میں خیرات و حسنات کا حقوق اللہ اور  
 حقوق العباد کو بجا لا کر ذخیرہ جمع کرے دوسری صفہ کہ بعد اذکار و فرائض کے امت میں اس کی  
 وفات کا کیا اثر پیدا ہوا اور اس کے فقدان سے امت کو کیسا صدمہ پہنچے پس ظاہر ہے کہ پہلا  
 جملہ زمانہ حیات کے حسنات کو حقوق اللہ اور حقوق العباد سے اشتکاف بیان کر رہا ہے  
 جس کا حاصل یہ ہے کہ ادنیٰ ایسی اعمال حسنہ ظہور پذیر ہوئی جو اذکار و فرائض غنیمت منیبہ کے  
 عند اللہ تقا کے ہو گئی اور دوسرے جملہ واقعات بعد وفات کو بجا کر کہہ رہا ہے کہ اذکار و فرائض  
 کی سبب سے اسلام کو سخت زخم پہنچ گیا ہے چنانچہ شاہد و محسوس ہے کہ عیان یا چہ بیان  
 کہ شیخین کے انتقال سے اسلام کو ایسا سخت زخم پہنچا جو پہرہ ستم مل نہوا اب ہم ان  
 دو جملہ کو مضمون کو باعتبار پہلے دو حالتوں کی اوصاف عشر و سابقہ سے مقابلہ و موازنہ  
 کر کے دیکھتے ہیں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اوصاف عشرہ میں سے پہلا اوصاف خلل  
 کو اوجہ حاج اور بھی کو سیدہ اکرا اور دوسرا اوصاف اپنی مواظبات لغہ کے ساتھ امر ان  
 نفسانیر عباد کا مواظبہ اور بد او کرنا۔ تیسرا اوصاف سنت نبوی کا قائم کرنا جبکہ اس سے  
 مراد ہو کہ خود موافق سنت کے عمل کرنا۔ چہاں اوصاف دہا سے قبیل العیب اخصص ہونا  
 یعنی معاصی تقلید کے ساتھ جانا قلت کا لفظ اسی واسطے فرمایا ہے کہ معصوم نہ بنی یا آجوا  
 و صف خداوند تقا کے لئے پوری طور پر بندگی بجالانا نوان و صف اتقا کرنا خدا  
 تقا کے حقوق کے ساتھ اور اس کے حقوق کو اس کی عقوبت کے لحاظ سے بجالانا یہ  
 چہ اوصاف گویا اس جملہ کے شرح اور تفصیل میں جو اس خط میں اول مذکور ہوا یعنی  
 ان مکاتیبہ نامہ الاسلام تعلیم جو چھٹا ان سب صفو نگاہ جامع سے اور عیسرا و صف  
 اگر اس سے مراد یہ ہے کہ سنت نبوی کا لوگوں میں جاری کرنا اور لوگوں کو اس کا پابند کرنا  
 اور اعمال اس سے بنانا اور جو بہا و صف سنت کو چھپی چھوڑنا یا بچوان و صف دھما

پاک صاف لوگوں کی خدمت میں اپنی حقوق کی نسبت جانا ساقیان خلافت کے پہلے  
 عدل و انصاف و اقامت دین حاصل کرنا اور سب کے شر و برائی فتن اور غریبوں سے محفوظ رہنا  
 و سوان ایسی حالت میں دنیا سے رخصت ہونا کہ بعد میں لوگ جہالت کی چیدہ رستوں میں گمراہ  
 ہو گئی ہوں کہ جن میں گمراہ کو راہ یابے دشوار ہو اور راہ یاب کو اپنی راہ یابی پر پورا اعتماد ہو  
 یہ پانچوں وصف متعلق حقوق العباد کے ہیں اور گویا شرح جملہ ان المصائب ہلما فی  
 الاسلام لشرح شدید کی میں کیا چوٹا اور سوان و صف تو گویا اس جملہ کا ہم  
 اور اوست ہی ہے چنانچہ ظاہر ہے معنی بنجوت مظلوم اچھا لا ذکر کر دیا ہے اور تفصیل اور  
 وصف کو جدا گانہ اور سب کے شرح کر کے جملہ کے اندر داخل کر کے نہیں بیان کیا اگر ایسا  
 کیا جاتا تو زیادہ طوالت ہوئی اہل فہم خود سبب علیہم اور جہل اوصاف و صف و مذکورہ  
 دونوں چلوں کی ساتھ باعتبار دوسری دونوں احتما لوں کے مقابلہ کرتے ہیں تو درجہ ہو تا ہے  
 کہ مظلوم کی سرکشت کا ان مکاتبات المدوح کے اور اعمال حسنہ کی جو اپنی زمانہ حیات  
 میں کیا اور میری حقوق اللہ یا حقوق العباد سے کی ہو گویا تصویق کی ہوئی ہے اور جملہ ثانیہ  
 ان المصائب لہما الخ اور حالات اور واقعات کو ظاہر کر رہا ہے جو مدوح کے وفات کے  
 وقت کو پیش آئی اور ان صدقوں کی خبر دی رہا ہے جنکی سبب سے مدوحین کے تقال کے  
 بعد اسلام رضی اور جبروح ہو گیا اور یہی دونوں میں کہتے کہ شرح اور تفصیل اوصاف و صف  
 بن مذکور ہے چنانچہ ہلما و صف اور دوسرے اور پانچوان اور چھٹا اور سوان اور ان  
 سوان جملہ اولی کے شرح ہے جہلین اور سنات کا ذکر کیا گیا ہے جو کہ مدوح  
 زمانہ حیات میں کیا اور میری حقوق اللہ یا حقوق العباد سے کی ہو گویا تصویق کی ہوئی ہے اور جملہ ثانیہ  
 نزدیک پیدا کر کے لیکھا اور چوٹا اور سوان و صف جملہ ثانیہ کی شرح ہے اور ان میں  
 تفصیل کا بیان ہے کہ جو وفات مدوح کے سبب سے اسلام اور اہل اسلام کو پہنچی  
 یہ تفصیل اور یہ اجمال با ہم پوری طور پر سابق ہیں تو اس تقریر سے ثابت ہوا

کہ جس وقت کسی میری شخص کے نہیں بلکہ یا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہی یا جناب  
 عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی۔ خامسا سلامہ ابن میثم نے بھی اس کی ترجیح دی ہے کہ رسول  
 ان اوصاف کا یا ابوبکر ہے یا عمر بلکہ انہی میں حضرت ابوبکر کو بہ نسبت جناب عمر  
 کی ترجیح دینا صحیح علم کی علامت کی علامت کی شرح کتب میں نقل کرتے ہیں ان نقل و اوصاف  
 ما خطہ امین والمنقول ان المراد بفلان عمر وعز القطب الراوندی مائتہ اضافہ  
 بعض الصحیحین من الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من مات قبل وقوع  
 الفتن وانتشارها وقال ابن ابی الحدید ان ظاہر الاوصاف المذكورۃ في الکلام  
 يدل علی انه اراد رجلا ولی امر الخلافة قبلہ لقوله قوم الاعداء وداوی العمد  
 ولم یرد عثمان لوقوعه في الفتنة وتعمها بسببه ولا ابوبکر لتقصده خلافة  
 وبعد حمده عن الفتن وكان الاظهر انه اراد عمر وقوله ان اراد قتلا  
 شبه من ارادته لعمر لما ذكره في خلافة عمر ودمها به في خطبتها المعروفة  
 بالمشقة كما سبق في الاشارة اليها انتهى بقدر الحاجة من عبارات  
 صاف ظاہر ہے کہ تاریخ کے نزدیک لفظ فلان سے سوائے ابوبکر و عمر کے شخص ثالث  
 مراد ہو نہ مروج ہے کیونکہ اول بطور نقل کے بیان کیا کہ مراد لفظ فلان سے عمر میں قسماً  
 اور لفظ فلان سے عمر بن خطاب سے مراد قسماً اور قسماً سے مراد عمر بن  
 صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو فتنة کی واقع ہوئے اور پہلی ہی پیشتر انتقال کر گیا مراد کہا ہے کہ وہ اس کی کتب  
 کہا کہ ہر اوصاف میں ہر حال میں کہہ شخص مراد ہے جو آپ سے پہلے خلافت کا متولی ہو بسبب اس قول کے کہ  
 کیا اور چاری کا علاج کیا۔ اور عثمان کو مراد نہیں ہے کیونکہ وہ تنوع میں اور اس کو سب سے فتنی پہلے اور  
 ہی بسبب کی حد خلافت الی بسبب اور ہونے زمانہ خلافت کے فتن سے راہ نہیں ہے کہ اب انہر میں  
 کہ عمر بن خطاب کے مراد کہا ساد میں کہت ہوں ابوبکر کو آپ کے مراد کہ بہ نسبت عمر کے زیادہ استیعجیل  
 لفظ فلان خلاف عمر کی خدمت کی ہے چنانچہ اس کی طرف اشارہ کر چکا۔ ۱۱-

[illegible]





کسی میں پائی جاکرتی ہن حاشا وکلا اور خلفائین سے جب ایک کربھی خلافت ثابت ہوگئی تو سبکی  
 ثابت ہوگئی اور اس سے ثابت ہو کہ خلفاء خلیفہ راشد تھا اور یہی مذہبات اور یہی تعلیمات قول قطب  
 راوندی کے جو کہ گئی ہی بشرط تسلیم اس امر کی ہے کہ راوندی کا مذہب یہی ہو کہ مراد جل سے وہ جل  
 ہے کہ جو زمانہ حیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تھا اور یہی نامہ میں قبل از وقوع فتنہ فاس  
 پاکیا ورنہ علامہ ابن تیمیہ نے جو عبارت متضمنہ یہاں باب دہدہ نقل کی ہے اور اس سے صرف  
 اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ اصل سے مراد ایک صحابی ہے جو وقوع اور انتشار فتنہ سے پہلے فوت  
 ہو گیا اور ظاہر ہے کہ یہ عبارت ہرگز اس امر پر دلالت نہیں کرتے کہ مراد جل ہے کوئی شخص  
 ثالث یا سوای ابوبکر رضی اللہ عنہما کی ہو بلکہ یہ عبارت صاف دلالت کرتے ہی  
 کہ مراد ابوبکر رضی اللہ عنہ ہے یا عمر رضی اللہ عنہما کیوں کہ اولادہ شخص جو موصوف ان صفات کا ہو یہ ممکن نہیں  
 کہ زمانہ حیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں صدر ان اوصاف کا ہو سکی۔ اور ثانیاً  
 نمونہ مات قبل وقوع الفتنہ وانتشارہ ہرگز اس امر پر دلالت نہیں کرتا کہ زمانہ حیات  
 جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اسی وفات پائی ہو بلکہ اس سے صاف مفہوم  
 ہوتا ہے کہ بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی زندہ رہا۔ مان وقوع  
 اور انتشار فتنہ سے پہلے حلت کر گیا اور ایسا شخص سب سے ابوبکر یا عمر رضی اللہ عنہما کے  
 اور کوئی دوسرا نہیں۔ ابن ابی الحدید سے خلاصہ ابن تیمیہ نے صاف طور پر نقل کیا ہے  
 کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ خلافت شیخین بعد شواہب فتنہ سے بالکل پاک اور صاف  
 ہی زمانہ فتنہ بعد وفات جناب فاروق شروع ہوا ہے پس عبارت شیخین مضمون  
 عبارت راوندی۔ اللہ انما اراد بعض الصحابة في زمن رسول الله صلى الله  
 عليه وسلم من مات قبل وقوع الفتنه وانتشارها بخوبی صادق آتا ہے اور  
 اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ راوندی کے نزدیک ہی مراد جل سے یا ابوبکر نہیں  
 یا عمر رضی اللہ عنہما نامہ نہیں سیتا اور نام لے تو کیونکر لے اوسکو اپنی مذہب کے

ہر شخص ہمیں یہی کہہ رہا تھا کہ انہوں نے اپنی مذہب کا استیصال کر لی۔ پس جب  
 بقول قطب الاقطاب شیعہ و علامہ ابن بیثم و ابن ابی الحدید ثابت ہوا کہ مراد ابو بکر میں  
 بسم اللہ علیہ ووضوح الحق ووضوح الماثل اب وہ جواب بھی  
 ضرور سنی جاوے گا حضرات شیعہ نے اس کلام کے جواب میں فرمائے ہیں۔ جواب  
 اول یہ ہے کہ ممکن ہے کہ یہ مدح اور ان کو کوئی دجھوٹی و اسلحہ کے لپی فرمائے ہو کہ جو  
 صحت و حقیقت خلافت شیخین کے معتقد تھے اور بدیہی ہے کہ یہ جواب نہایت وہی  
 ہے کیونکہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ آپ یہ مدح و دجھوٹی کے طور پر فرمائی تھی لیکن ہم یہ نہیں  
 ہیں کہ یہ مدح مطابق واقع و نفس الامر کے تھی یا نہ تھی اگر مطابق واقع نہ تھی۔ تو  
 سب افسوس اپنی لوگوں کو دجھوٹی کے واسطی شتم کیا کہ دس جھوٹ بولی اور جھوٹ  
 و فریب کے ساتھ لوگوں کو مکارا سنی کرنا چاہا اور خدا تعالیٰ کے کی ناراضی کے ساتھ لوگوں کو گمراہ  
 چاہی اور اس جھوٹ کا نتیجہ صرف یہ ثابت کہ لوگ شیخین کے مدح و ثنا حضرت کے  
 زبان خلافت کے بارہ میں نہ کہ ان کی حقیقت خلافت کے معتقد ہوں اور زیادہ گمراہی  
 میں پڑیں پھر اگر بقول ابن بیثم کے اگر آپ کو اسبابی جھوٹ ہو لکہ کام کانا تھا تو  
 بمقابلہ امیر معاویہ کے اس طرح کیوں جھوٹ ہو لکہ کام نہ نکالا۔ ومان لہذا امیر معاویہ کی مہمت  
 اور اپنی مدح میں فرمائے ہیں کہ وہ فریب کرتا ہے اور ہم دعا اور فریب نہیں کرتے  
 پس آفرین ہی حضرات شیعہ کے دلاور متکبر پر کہ ان پر وہ میں کیا کیا خوبیاں حضرت  
 ان کی طرف منسوب فرمائے ہیں اور اگرچہ مدح مطابق واقع کے ہی تو ہمارا مدعا ثابت  
 اور یہ جواب تو اور باطل ہے۔ دوسرا جواب اسکا یہ فرمائے ہیں کہ یہ مدح بطور  
 ظن و قریض عثمان اور ان کے تو بیخ کے تھی یا نہ تھی کہ بعد اس شخص کے جو ان صفات  
 کے ساتھ متصف تھا جو شخص خلیفہ ہوا وہ ان صفات کی افادہ کے ساتھ متصف تھا  
 اسی کی خلافت عثمان میں تھی اور انہوں نے سب اس سال کو بجا صرف کیا جسکو

سبب سے اذن پر ہوا ہوا یہ جواب بھی ویسا ہی ضعیف اور اسی طرح جیسا کہ پہلا جواب تھا  
 کیونکہ اس میں بھی وہی کلام ہے کہ جو اس جواب میں کی گئی ہے علاوہ اس کے اس انصاف  
 نظر انصاف سے دیکھیں کہ اس کلام میں کوئی ایسا لفظ نہ ہو کہ جو اس کو طعن و تعریض یا  
 تو بیخ پر دلالت کرے یا ہو۔ سہہ ایہ سب ڈھکوسلہ ہوا ہے کیونکہ جناب میرے خدای قسم  
 کہا کر فرمایا تھا کہ واللہ لا ملین ما ملعت امور المسلمین ثم لیکن فیہا جو کچھ اعلیٰ صحت  
 ظاہر ہے کہ آپ نے باوجود اس جوڑ و سلم کے سکوت فرمایا تو یہ قول شدید اس میں جو طعن و  
 اتحرارٹ ہوئی اور عاصی۔ علاوہ ازیں یہ جواب خود ہماری سرمدی اور صاف دلالت  
 کرتا ہے کہ مراد جن سے قطعاً یا ابوبکر رضی اللہ عنہ بنی عیسیٰ رضی اللہ عنہ کیونکہ طعن و تعریض  
 جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی گئی تو یہ نسبت کسی خلیفہ سابق کے کی گئی گویا یہ کہا  
 گیا کہ فلان خلیفہ تو ان مجاہد و اوصاف کے ساتھ متصف تھا اور نہ خلیفہ اذن اور نہ  
 سہ متصف نہیں اور ظاہر ہے کہ پہلے کوئی خلیفہ بخیر ابوبکر و عمر کی نہیں ہو کہ وہ ان  
 کو ساتھ متصف ہو اور اگر واقع میں وہ خلیفہ جسکی نسبت عثمان رضی اللہ عنہ کی گئی ہو  
 ایسا ہو تو طعن و تعریض کے غلط ہونے کی علاوہ عثمان رضی اللہ عنہ اور انکی اولیاء کہہ سکتی ہیں  
 کہ آپ نے غلط فرمایا پہلے ایسا کون ہوا ہے جو موصوف باہین صفات ہو آپ خود مقتد  
 نہیں ہیں کہ پہلے ایسا کوئی ہوا ہو تو جو بڑے الزام نہیں ہو سکتا۔ پس ثابت ہوا کہ یہ  
 طرح و صفت عثمان و منقبت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ہی عیسیٰ رضی اللہ عنہ کی اور واقعی اور نفس الامری ہی اور جب یہ  
 ثابت ہو تو محقق خلافت کا ثبوت اسکی گویا فرج ہے وہ یہی ثابت ہوئی باقی اسکی  
 بحث اور جو کہ گئی ہو جبکہ ہماری فاضل جمیع کے بہت کچھ جوش و خروش فرمایا ہے۔  
 دلیل سادہ۔ اگر امام الائمہ امام کلینی نے شروع کلینی میں باب من یحب علیہ السلام و من لا  
 یحب میں ایک طویل حدیث نقل کی ہے جسکو خاتم المسکونین مولانا مولوی عبید اللہ علی  
 رحمۃ اللہ علیہ نے اول الائمہ میں نقل کیا ہے کہ وہ حدیث مشہور خلافت خلفاء

نائبہ رضی اللہ عنہما بھی اس حدیث کو ازاتر نہیں سے نقل کرتے ہیں علی بن ابی حمزہ  
عزابیہ عن بکر بن صالح عن القاسم بن یزید عن ابی عمیر الزبیری عن  
ابی عبد اللہ قال قلت اخبرنی عن الدعاء الی اللہ والجمہاد فی سبیلہ اھو یقول  
لا یجمل الا لہم ولا یقوم الا من کان منہم ام ھو مباح لكل من وحد اللہ  
عز وجل وامن برسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ ومن کان کذا قلہ ان یشتر  
الی اللہ عز وجل والی طاعتہ وان یجاہد فی سبیلہ فقال ذلک یقوم لاجل  
الا لہم ولا یقوم ذلک ان من کان منہم قلت من اولئک قال من قام بشروط  
اللہ عز وجل فی القتال والجمہاد علی المجاہدین فھو الماذون لہ فی الدعاء الی اللہ عز وجل  
ومن لم یکن قائماً بشروط اللہ عز وجل فی الجمہاد علی المجاہدین فلیس بما دون  
فی الجمہاد ولا الدعاء الا اللہ حتی یشکر اللہ فی نفسه ما اخذ اللہ علیہ من شرائط الجمہاد  
قلت فین لی رحمک اللہ تعالیٰ لان اللہ تبارک وتعالیٰ اخبرنا کما یبارک اللہ فیہ والذی اللہ الخیر  
ذلک لہم درجات یعرف بعضہا بعضاً ولیس تدل ببعضہا علی بعض تاخیر

سے ابو عمیر زبیری امام ابو عبد اللہ سے روایت کرتا ہے کہا جیسا کہ میں نے کہا ہے کہ حضرت مجاہد کی شرط یہ تھی کہ اگر کسی نے  
جمہاد کرنے کی خبر نہ سنی ہو تو کسی قوم کے ساتھ نہ مخصوص ہے کہ بجز ان کی کسی اور سرگروہ والے نہیں ہے اور اس  
بجز ان کو کوئی دوسرا برائ نہیں کر سکتا یا وہ ہر ایک شخص کو جو وحدت الہی کا قائل اور رسالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
کا عقیدہ ہر مباح ہو کہ اللہ کے اور اس کے بند کی کثرت بتائی اور اس کو کئی میں جمہاد کرے تو ایسا یہ ایک قوم کے ساتھ نہ ہو  
اور اگر ایک کو جو حال نہیں اور وہ ایسا ہو کہ اس کو اور کوئی برائ نہیں کر سکتا یعنی عرض کیا وہ کون لوگ ہیں فرمایا جو شخص  
شرائط کے ساتھ قتال جمہاد میں مجاہدین پر قائم ہو۔ وہ اللہ عز وجل کی رحمت کا حامل ہو۔ اور جو ان شرائط  
کی سادہ جو جمہاد میں ہر جمہاد میں ہر قائم ہو۔ تو وہ جمہاد کا اور خدا کی رحمت دعوت کا  
نہیں ہے تا وقتیکہ اللہ اس کی نفس میں شرائط جمہاد کا جو وہ ہر مقرر کی میں حکم کرے۔ میں نے  
کیا۔ تو بیان فرمائی خدا آپ پر رحمت کرے فرمایا اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اپنی  
دعوت کی خبر دی اور اس کو بیان کیا۔ اور ان کو یہی اس کی درجہ مقرر کیے جنہیں بعض کو بعض  
جانیں اور بعض پر بعض سے استدلال کریں پس خبر دی ۱۳۔

تبارک وتعالیٰ اول من دعا الى نفسه قد دعا الى طاعته واسباغ امره منبذاً  
 بنفسه فقال والله يدعوا الى دار السلام ويهدي من يشاء الى صراط المستقيم  
 ثم تلى بمرور فقال ادع الى سبيل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة وجادلهم  
 بالتي هي احسن يعني بالقرآن ولم يكن داعياً الى الله عز وجل من خالف امر الله  
 يدعوا اليه بغير ما امر في كتابه والدين امر لا تدعى الابه وقال في نبی صلی اللہ علیہ  
 وَاِنَّكَ لَمِّنْ دُعَى الْوَسْطِ مَسْتَقِيمٌ يَقُولُ لَا تَدْعُوهُمْ نَزَلَتْ بِالْاِذْنِ اَلَيْسَ بِكَ  
 اَنْ هَذَا الْقُرْآنُ يَهْدِيكُمُ الْاْتَى هُوَ اَقْوَمُ اِيْ يَدْعُو وَيُنْشِرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ثُمَّ ذَكَرَ مِنْ اَذْنِ الْاَلِ عَاجِلُ  
 وَاحِدٌ مِنْهُ كِتَابُهُ فَقَالَ وَلَكِنْ مِنْكُمْ طَائِفَةٌ يَدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ يَمُرُّونَ بِالْمَرْءِ وَيَمْنَعُوْنَ  
 عَنْ الْمُنْكَرِ وَاولئك هم المفلحون ثم اخبر عن هذه الامة ومنهم من هم وانها  
 من ذرية ابراهيم ومن ذرية اسمعيل من سكان الحرم ثم لعبد واعلم الله قطب الدين  
 لهم الدعوة دعوه ابراهيم اسمعيل من اهل المسجد الذين اخبر عنهم كتابه انهم اذهب عنهم  
 وطهرهم تطهير الذين وصفناهم قبل هذا في صفة الله ابراهيم الذين عنها هم الله تبارك وتعالى في اول دعوه

الله تبارك وتعالى في سنة پہلی اپنی دعوت کو اور اپنی زندگی اور فرمانبرداری کی طرف بلایا پہلی اپنی  
 آپ کو رکھا اور فرمایا (انہ جنت کی طرف بلاتا ہوں اور جہنم کو چھوڑتا ہے سید ہی راہ دکھاتا ہوں) دوسری اپنی سزا  
 منکر اور فرمایا (اپنی پیروی و نگار کی رستہ کی طرف بلاتی اور اچھی نصیحت کے ساتھ علماء اور دینی جیسے اچھی  
 طریقہ سے) یعنی قرآن کے ساتھ اور جو اللہ کے حکم کا مخالف ہو اور قرآن حکم کو سوا اولیٰ طریقہ بلاتی تو وہ اللہ کی طرف سے  
 اور دین کے امر کو بجز اولیٰ دعوت نہیں کہی تے اور اپنی ہی مسرت اللہ علیہ وآلہ کے باب میں فرمایا (اور میں ایک سید ہی راہ دکھاتا ہوں  
 یعنی بلاتا ہوں) سید ہی اپنی کتاب کی دعوت کو بیان کیا اور فرمایا (یہ قرآن حکم کی طرف راہ دکھاتا ہوں) یعنی بلاتا ہوں اور  
 سنتا ہوں یہ ہر زمانہ کا کیا جگا اپنی اور اپنی سزا کو اپنی کتاب کے بعد دعوت کی اجازت دی ہے اور فرمایا (میں کسی ایک ایسی جماعت پر  
 چاہی جو بعد ازیں کی طرف بلائیں اور ابراہیم دعوت اور نبی علیہ السلام کو کہیں اور یہ لوگ فلاح باب میں پہلے اس امت کی خبر دی کہ وہ کون سے  
 اور یہ ابراہیم اسمعیل کے اولاد کے کہ سنی والے نبی سے پہلے تھے خدا کی سوا کوئی کلمہ نہ تھا نہ نہیں کی اور ان کو نبی ابراہیم اسمعیل  
 کی اعدا وجہ پہلی اور ان مسجد والوں کی جتنی خبر اچھی کتاب میں دی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی دور کے اور کوفہ کا گویا اور ان کے  
 اس کی پہلی صف بیان کیا ابراہیم کے صفت میں اور جو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی اس قول میں اور دعا کے اللہ ۱۲۔



المؤمنین فقال قد اقم المؤمنون ثم حذرهم ووصفهم كيلا يطمع  
 في الحياق بهم الا من كان منهم فقال فيما حذرهم ووصفهم الذين هم  
 في صلواتهم خاشعون والذين هم عن اللغو معرضون الى قوله  
 تعالى اولئك هم الابرار الذين يرتنون الفردوس هم فيها خالدون  
 ثم حذرهم ووصفهم كيلا يطمع في الحياق بهم الا من كان منهم فقال  
 فيما حذرهم به ووصفهم وقال في وصفهم وحيثهم ايضا الذين لا يدعون  
 مع الله الها اخر الاية ثم اخبر انه اشترى من هؤلاء المؤمنين ومن كان  
 على مثل صفاتهم انفسهم واموالهم بان لهم الجنة يقاتلون في سبيل  
 الله فيقتلون ويقتلون وعدا عليه حقا في التوراة والانجيل والفرقان  
 ثم ذكر وفاء الله له بعد ذلك ومبايعته فقال ومن او في بعد من الله  
 فاستبشر بالبيعكم الذرية بالعتق به وذلك هو الفوز العظيم فلما نزل  
 بعد الآية ان الله اشترى من المؤمنين انفسهم واموالهم بان لهم

یعنی یہو مؤمنین اور فرمایا (بی شک کامیاب ہو کر ایمان دہا) پھر ان کو ذریت بخشی اور ان کا وصف کیا تاکہ  
 بڑا ان کی جو اولین سے ہو اور مؤمنین اس کے طمع کرے تو ان کی بہت اور صرف میں فرمایا (جو اپنی نماز میں خشوع کرتے  
 ہیں اور جو معبود کے سوا عرض ہیں۔ الی قولہ) لے۔ یہ جو ہیں دارش ہیں جو بہت فرسوس دارش ہوگا ہمیشہ اس میں  
 رہیں گے پھر ان کو ذریت بخشی اور ان کا وصف کیا تاکہ بڑا ان کو جو ایمان سے ہو اور ان کی طمع کرے تو ان کی وصف اور حید میں فرمایا  
 جو نہیں بچا رہے ہیں اللہ کے ساتھ دوسری معبود کو الیقہ پھر خبر دی کہ اوسنی ان سوسنشی اور جو ان کی صفت  
 میں اس کے جانوں اور مالوں کو اس کے عرض میں کر ان کی اپنی جنت ہوگی اللہ کے راہ میں ان میں ہیں  
 رہیں اور میں اللہ کا سچا و عدل ہے۔ تو رات اور انجیل اور قرآن میں پورا ان کی عہد کے پورا کرینکا۔ اور  
 جنت کا ذکر کیا (اور جو پورا کرے اپنی عہد کو اللہ سے تو مشرود ہو تمہاری بیعت کا جو دشمنی کی ہے اور  
 بیٹے کا سیالی ہے) جبہ یہاں آیت۔ ان اللہ استغفری من المؤمنین انفسہم واموالہم بان لهم



الجنة قام رجل الى النبي صلى الله عليه وسلم فقال يا نبي الله اريدك الرجل  
ياخذ سيفه فيقاتل حتى يقتل الا انه يعرف من هذه المحارم اسهيد صور  
الله عز وجل التائبون العابدون الحامدون الساجدون الراكعون  
الساجدون الامرؤن بالعرف والماهون غير المنكرو والمخافون  
لحدهم الله ونسرا المؤمنين فخر الله عليه وسلم المجاهد من  
من المؤمنين الذين هذه صفتهم وحلتهم بالشهادة والجنة وقال  
التائبون من الذنوب العابدون الذين لا يعبدون الا الله ولا يشركون  
به شيئا الحامدون الذين يمدون الله على كل حال في السدة والرخاء والهم  
وهم الصائمون الراكعون الساجدون الذين يواظبون على الصلوات  
الحسن الحافظون لها والمخافون عليها بركوها ومجودها في الخشوع  
فيها وفي اوقاتها الامرؤن بالعرف بعد ذلك والعاملون بها والراغبون  
عن المنكر والراغبون عنه قال ثبت من نسل وهو قاتل بهذه الشرط والله

والجنة ثم انهم تبارك وتعالى انه لم يامر بالقتال الا اصحاب هذا الشرف  
فقال عز وجل اِنَّ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَكَ بِالْهَمِّ ظَلَمُوا وَاِنَّ اللّٰهَ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ  
اقتدي الذين اخبروا من ديارهم بغير حق الا ان يقولوا ربنا الله فذلك  
ان جميع ما بين السماء والارض لله عز وجل ورسوله ولا تباعه من  
المؤمنين من اهل هذه الصفه فيما كان من الدنيا في ايدي المشركين و  
الكفار والظلمة و الفجار من اهل الخلاف لرسول الله صلى الله عليه  
وسلم والمولى عن طاعتها مما كان في ايديهم ظلموا فيه المؤمنين من  
اهل هذه الصفات وغلبوهم عليه ما افاء الله على رسوله فهو حقهم  
افاء الله عنهم وهذه اليهم وانما معنى الله كلما صار الى المشركين يخرج  
فما قد كان عليه او فيه فصار جميع الى مكانه من قول او فعل فقد افاء مثل  
قول الله عز وجل فان قاتلوا فان الله عفو رحيم واي رجوعوا ثم قال وَاِنْ  
عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ وَقَالَ اِنَّ طَائِفَتًا مِّنَ الْمُؤْمِنِ

۱۵۰ ارجعت پر خدا تعالیٰ خبری کہ اپنی بچران شہرہوں انوکھی سی کوتاہی حکم نہیں دیا یا یہ خبر سے عزوجل نے فرمایا  
(اذا نزل الیہ انوکھی جنسی لوگ کرتے ہیں اس میں کسی کو اور نہیں سمجھا ہی اور اللہ انکو اور یہ قادر ہے جو لوگ  
کا کہ گئی اپنی گھر و منی ناحق لیکن یہ کہتے ہیں کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے) اور یہ کہ اس کو کہ تمام جو کچھ آسمان اور زمین  
میں ہو اللہ قاسمے اور اس کی رسول اور اس کی پیروی کرنے والے مومنوں کا ہے جسکو یہ صفت ہے تو جو کچھ دنیا  
میں رسول علی اللہ علیہ وسلم کے مخالفوں اور اس کے مخالفانوں مشرکین اور کافروں اور ظالم اور فاجر و فاسق  
نفسدین ہے اوسمیں اس صفت کے ایمان والا نہیں کہ اس پر اور نہ غلبہ کر کے لیجیے۔ جو کچھ اللہ نے اپنی رسول کو  
بطور نفع کے دیا وہ انکا حق ہو کہ اللہ کے اوپر نہ لڑایا اور کھربے کے معنی ہر وہ شئی جو مشرکوں کے طرف  
چلی جائے پر لوٹ آئی جس حال پر تھی۔ تو جو چیز اپنے مکان پر لوٹ آئی تو اس کی یہی صفات فار ہے  
جیسا کہ اللہ عزوجل کا قول ان فار افان اللہ عفو رحیم۔ یعنی اگر لوگوں پر فرمایا۔ فان غفر لہم  
فان اللہ سمیع علیم اور فرمایا۔ فان طائفتان من المؤمنین ۱۲۔

اقتتلوا فاصلحوا بيهما فان اختلفا على الاخرى فقاتلوا الله يتبع  
 حتى تقى الى امر الله اى ترجع فان فارت اى رجعت فاصلحوا بيهما بالعدل  
 واقسطوا ان الله يحب المفسطين يعنى بقوله تفرج فذلك الدليل على  
 ان الله بكل راجع لمكان قد كان عليه اوفيه ويقال الشمس اذا زالت قد فاست  
 الشمس حين تفرج الله عند رجوع الشمس الى زوالها وكذلك ما افاء الله على المؤمنين  
 من الزكوات فانما هي حقوق المؤمنين رجعت اليهم لئلا يظلمهم يا لهم  
 وذلك لو لم اذن للذين يقاتلون بانهم ظلموا ما كان المؤمنين احق به  
 منهم وما اذن المؤمنين الذين قاتلوا لئلا يظلموا وصدقها ما اذن ذلك  
 انه لا يكون ما دون الله القتال حتى يكون مظلوما ولا يكون مظلوما حتى يكون  
 موصيا ولا يكون موصيا حتى يكون قابلا لشرائط الايمان التي شرط  
 الله عز وجل على المؤمنين والمجاهدين فاذا تكاملت فيه شرائط الله عز وجل  
 كان موصيا واذ كان موصيا كان مظلوما واذ كان مظلوما كان موصيا بالجهاد

سنة اقتتلوا فاصلحوا بيهما فان اختلفا على الاخرى فقاتلوا الله يتبع حتى تقى الى امر الله  
 اوت - ايسى لوطي فاصلحوا بيهما بالعدل اقتتلوا ان الله يحب المفسطين - ذموا نعمي سے یہ سب کو روئے  
 وہ دہل ہے کہنی ہر دہشی ہے جڑا ہی پہلے حال میں لوط آدمی اور یہ کہ بہتر میں پیش نظر تھا تو اس  
 حکم آنا ہے کہ نال کی طرف رہتی کے وقت سارہ پر آئی اور یہ سبلی جو کچھ مومنوں کو اللہ نے کفار سے بلورنے کی  
 دلایا ہے وہ صرف مومنوں کا حق ہے جو ان کو صرف اللہ کفار کے ظلم کے اوپر واپس آگیا - اور یہ اللہ کا قول ہے  
 (اذاں دیا گیا انکو جسکی کفار لڑتے ہیں سبب اسکو اور ظلم ہوا ہے) مومن - سبب انکو کہ داد و حق دار  
 نہیں تھی اور صرف ان مومنوں کو اذن دیا گیا ہے جو ایمان کے شرائط کے ساتھ مستحق جنگ ہیں میدان کو پہنچ  
 اور یہ سبلی کہ اذن لڑنے القتال نہیں ہونا یہاں تک کہ ظلم مبرا اور ظلم نہیں ہوتا - یہاں تک کہ مومن  
 ہوا اور مومن نہیں ہوتا یہاں تک کہ ایمان کے اذن شرائط کے ساتھ ظلم ہو جو اللہ کے مومن اور مومن کے ساتھ  
 شرط کی ہے جس جب ایمان اللہ تعالیٰ کے شرائط پر مبنی ہو مگر مومن ہو کہ اگر جب مومن ہو گا مظلوم ہو گا  
 اور جب مومن ہو گا اذن نے الجہاد ہو گا - ۱۳ -

بقوله عز وجل اذن للذين يقاتلون بانهم ظلموا وان الله على نصرهم  
 لقدير الآية وان لم يكن مستكملا بشرائط ايمان فهو ظالم من بني  
 وحب جهاد حتى يتوب وليس مثله ما دونه في الجهاد والدعاء الى الله  
 عز وجل لانه ليس من المومنين المظلومين الذين اذن لهم في القتال فلما  
 نزلت هذه الآية اذن للذين يقاتلون بانهم ظلموا في المهاجرات  
 الذين اخرجهم اهل مكة من ديارهم واموالهم اهل لهم جهادهم لظلمهم  
 اياهم واذن لهم في القتال فقلت فهذا الآية نزلت في المهاجرات بظلمة  
 اهل مكة بهن فاما اهلهم في قتال كسرى وقيصرو من دونهم من مشركه قاتل  
 العرب فقال لو كان انما اذن لهم في قتال من ظلمهم من اهل مكة لسم  
 يكن لهم في قتال جموع كسرى وقيصرو وغير اهل مكة من قبائل العرب سبيل  
 لان الذين ظلموهم غيرهم وانما اذن لهم في قتال من ظلمهم من اهل  
 مكة لا اخرجهم اياهم من ديارهم واسوالهم لغير حق فلو كانت الآية اما

سبب قول عز وجل اذن للذين يقاتلون بانهم ظلموا وان الله على نصرهم لقدير الآية ان  
 كى قتالهم كى مستكمل فلو دونه ظالم ہے اور سپر ہوا کرنا واجب ہے یہاں تک کہ توبہ نہ کری اور ایسا شخص جہاد کرنے اور  
 اذن گرفتن بالی نہیں اور انہیں کیونکہ وہ اور مومن مسلمانین سے نہیں ہے جنگ جہاد کا اذن ہوا ہے جیسا  
 آیت اذن للذين يقاتلون بانهم ظلموا اور انہیں جہاد کے باہرین کے باہرین جنگ اہل مکہ نے ان کو مشہور دن اور مالوسی نکال  
 دیا ہے اور یہی تو سبب تم کفار کے ان کو جہاد حلال ہوا اور قتال کی اجازت ہوئی یعنی عرض کیا یہ تو ہمارے  
 میں سبب تم شرکین کو کہے نازل ہوئی ہے کسری وقیسرو وغیرہ مشرکین قبائل عرب سے دشمنی کا کیا حال ہے یہاں اگر  
 ان کو کی زنی کا اذن ہوتا تو یہ کسری اور قیسرو کے لشکر اور قبائل عرب غیر اہل کسری اور قیسرو کوئی راہ نہیں کیونکہ ظلم کرنے والا  
 اور غیر مومن اور ان کو صرف اہل مکہ کے قتال کا اذن تھا جنہوں نے انہیں مومن کی کسری اور مالوسی نکالنے کا حکم  
 کیا تھا اور اگر اس آیت سے ۱۲ -

عنتم المباحرين الذين ظلمهم اهل مكة كانت الالية مرتفعة العرش  
لعدوهم اذا لم يبق من الظالمين والمظلومين احد وكان فضا منقوا  
من الناس بعد هم اذا لم يبق من الظالمين والمظلومين احد وليس  
مكلمت ولا كما ذكرت ولكن المهاجرين ظلموا من جميع طائفتهم اهل  
مكة باخراجهم من ديارهم واموالهم فقاتلهم نادى الله تعالى لهم  
في ذلك وظلمهم كسرى وقيصرو من كان دواعيهم من قبائل العرب والهم  
ما كان في اديهم ما كان المومنون احق بهم منهم فقد قاتلوه هم نادى  
الله عز وجل لهم في ذلك ونجى هذه الالية قاتل مومنون اكل زمان واسماد  
الله عز وجل المومنين الذين قاموا واصف الله عز وجل من الشرايط التي  
شرطها الله على المومنين في الايمان والجهاد **فتركان** قائما بآيات الشرايط  
فهو مومن وهو مظلوم ومادون له في الجهاد بذلك المعنى ومن كان  
على خلاف ذلك فهو طائر وليس من المظلومين وليس كاذون له في القتال

۱۔ مرتبہ ہجری ہی مرادوں جہاں کے لئے ظلم کیا تو پھر اس سے اس آیت کا مدعا ہر مرتبہ ہو گا  
اوں ظالموں اور مظلوموں سے کوئی فانی نہیں اور اگر کسی یہ وہیں ہی اویٹھ جائے جہاں ظالم اور مظلوم کوئی  
فانی نہ ہو یا وہیں پہنچے تو لے گا کیا اور کیا کیا لیکن جہاد میں دو طرح سے ظلم میں ایک  
تو اگر کوئی اور مالوسی کا لیس ظلم کیا تو ایسی حد کی اس کے ساتھ لڑے اگر کسری و قیصر و غیرہ قبائل عرب  
اس قبیلہ کے ہیں ظلم کیا جو مومنوں کا حق تھا تو ایسی ہی حد سے عذر صل کے اجازت سے لڑے اور اس کے  
محنت کے ساتھ ہر زمانہ کے مومن لڑیں گے اور اللہ نے عرصہ ان مومنوں کو احار سامی پر جو اللہ کے اور  
کے ساتھ قائم ہوں جو اللہ نے مومنوں کو ایمان اور جہاد میں کہیں اور جو ان شرائط کے ساتھ قائم ہو رہے ہوں اور  
اور وہ ان کے انجذاب ہوں ہی سبب اور جو ان کے خلاف ہو وہ ظلم میں ظالم جو ان کے اس کو قتل کرنے والوں پر

ولا بالتمنى عن المنكر والامر بالمعروف لانه ليس من اهل ذلك ولا ماذون  
 له في الدعاء الى الله عز وجل لانه ليس بجاهد امثله وامر به عام ولا يكون مجاهدا  
 من قدام المومنون بجهاد<sup>۱۰</sup> وخطر الجهاد عليه ومنعه منه ولا يكون داعيا  
 الى الله عز وجل من امر به دعاء مثله الى التوبة والحق والامر بالمعروف والنهي عن  
 المنكر ولا يامر بالمعروف من قدام ان يوجهه ولا ينهى عن المنكر من قد  
 امر ان ينهى عنه فمن كانت قد تمت فيه شرايط الله عز وجل التي وصفه  
 بها اهلها فترى اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم وهو مظلوم فهو ماذون  
 في الجهاد كما اذن لهم لان حكم الله عز وجل في الاولين والاخرين وقرآن<sup>بعضه</sup>  
 عليهم سواء الا من علة او حادث يكون والا ولون والاخرون ايضا في  
 منع الحوادث شركاء والفر ابيض عليهم واحدة لیسال الاخرون من اذوالقرنین  
 عما یسال عنه الاولون ويمحاسبون عما يحاسبون ومن لم يكن على صفته  
 من اذن له في الجهاد من المومنین وليس من اهل الجهاد ليس ماذون له فيه

صلح اور نہ پہلائی کی حکم اور اگر اسے روکئی گئے اور مکمل اجازت ہو کہ وہ اسکا اہل نہیں ہے اور نہ خدا کے  
 غرض کی طرف بلائے کا مجاز ہے کیونکہ وہ ان جیسے لوگوں میں سے جن سے جہاد کرنے اور حکم خدا کے طرف  
 بلائے کا حکم ہے اور وہ شخص مجاہد نہیں ہو سکتا جسکو جہاد کا مومن کو حکم ہو یا جسکو جہاد ممنوع ہو اور  
 شخص خدا کی طرف اہل نہیں ہو سکتا جسکو وہ اور حق اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی طرف بلائی کا  
 حکم ہو اور وہ شخص پہلائی کا حکم نہیں کر سکتا جسکو پہلائی کے حکم کے جانے کا حکم ہو اور نہی عن المنکر نہیں  
 کر سکتا جسکو خود باز نہی کا حکم ہو اور جس شخص میں اللہ کے شرائط پوری ہوں جنکو اللہ کی محبت بنی رسول  
 علیہ وسلم سے وصف فرمایا اور وہ منکولوم ہو تو وہ اذن نہ ہے بجہاد ہے جیسے اوکو اذن تھا کیونکہ اللہ کا حکم اور نہی  
 ورائض ہیں پہلے اور پچھلے برابر ہیں مگر یہ کہ کوئی غایت یا حادثہ پیش آوی اور پہلے اور پچھلے ہی حوادث کے منع  
 میں ترکیب ہیں اور ورائض میں مقتد میں جن ورائض سے پہلے پوچھی جاتے ہیں پچھلے ہی سوال کی جاتی ہیں  
 اور جبکہ پہلے نہی کا حکم ہو گا پچھلے ہی ہو گا اور جو شخص ان کے صفت پر نہ ہو مومنوں کی جنگ جہاد کی اجازت ہے تو وہ

حتیٰ یقی بما شرط الله عز وجل علیه فاذا تکاملت فیہ شرائط الله عز وجل علی  
المومنین والمجاهدین فهو من المأذونین لهم فی الجہاد فلیستق الله عز وجل  
ولا یغتر بالامانی التي ینهی الله عز وجل عنہا من ہذہ الاحادیث الکاذبۃ  
علی الله التي یمکن بہا القرآن ویبرء بہمہا ومن حملہا وروایتہا ولا یقدم  
علی الله عز وجل بشیء فلا یقدم بہا فائدہ لیس وراء المتعرض للقتل فی سبیل الله  
مرلۃ یرقی الله مرفسہا وہی غایۃ الاعمال فی عظم قدرہا فلیکن امر  
لنفسہ ولبرہا ثواب الله عز وجل ولبرہما علیہ فائدہ لا احدا عرف بالمر  
من نفسہ فان وجدہا قائمۃ بما شرط الله علیہ فی الجہاد فلیقدم علی الجہاد  
وان علم تقصیرہ فی صلحہا ولیقما علی ما فرض الله علیہا من الجہاد فلیقدم  
بہا وحی طاهرۃ مطہرۃ من کل دنس یحول بہما وسیر جمادھا نقول  
لمن اراد الجہاد وهو علی خلاف ما وصفنا من شرائط الله عز وجل علی  
المومنین والیما ھدین لا یجہدوا ولکن نقول قد علمنا کرم ما شرط الله عز وجل

پہنایا کہ اندھے شرط کو پورا کری پس جب دسین اللہ کی شرائط جو مومنوں کو مجاہدین پر ہیں اور اگر  
تو وہ ایسے کسی حکو جیہ کا اذن ہے ذمہ خدا سے دہی اور ان جیوٹی با تو کئی امید دن سپہ سچ جسکو  
قرآن چیلانا ہے اور جس سے اور جسکو اور ہائے والوں سے اور جسکی روایت سے بیزار ہو یا ہی فریب نہ  
کہا دی اور اللہ عز وجل پختہ کے ساتھ ہیں قہمی نگر کی کیونکہ اللہ کے راہ میں تعرض کرنے کی سزا  
کوئی مرتبہ نہیں ہے کہ اس سے پہلے اللہ دیوی اور وہ امید و نگر منتہا ہی اپنی قدر کی عظمت میں پس  
چاہی کہ کتاب اللہ کو اپنی نفس کے جیسی کج بنا دی اور اس پر ہیں نگر کیونکہ اپنی آپکو اپنی نفس سے زیادہ کوئی  
بجائی والا نہیں اگر اپنی نفس کو اللہ کی آٹھ نہر قائم ہادی تو جہاد پر پیش قدمی کری اور اگر کوتاہی  
سمجھی تو اسکی اصلاح کری اور دن شرع پر قائم کری جو اللہ نے جہاد میں مقرر ہے بین پہر میں کھیل سے جو  
ادسین اور جہاد میں حاصل ہتا ہا کہ صاف ہنک پیش قدمی کری۔ جو لوگ کہ جہاد کا ارادہ کرنا لے دن انصاف  
پر نہیں ہیں جو مومنین مجاہدین کے ہیں ہم انکو یہ نہیں کہتی کہ وہ جہاد نہ کریں لیکن ہم کہتے ہیں کہ ہمیں  
نکو کے ملادیا ہی جو اللہ نے ۱۷

علی اهل الجہاد الذین بايعهم واشترى منهم الفسهم واموالهم بالجنان فصل  
 امر ما علم من نفسه من تقصير عن ذلك ولم يعرفها على شرائط الله فان رأى انه  
 وفي بها ولو كانت فيه فانه ممن اذن الله عز وجل في الجهاد وان ابى ان لا يكون  
 مجاهدا على ما فيه من الضرر على المعاصي والحكام بالانذار على الجهاد والتجبد واللعن  
 والقدر وم على الله عز وجل بالجمل والروايات الكاذبة فلقد عمره جماعة لا تفرق  
 فيمن فعل هذا الفضل ان الله عز وجل يصر هذا الدين باقوام لا خلاق لهم بين  
 الله عز وجل امره ليتجدد ان يكون منهم فقد بين لكم ولا عذر لكم بعد البيان  
 في الجمل ولا قوة الا بالله حسينا الله عليه توكلنا واليه المصير انتهى جزوه  
 اس حیات کی عبارت سے اس طرح بیان حاصل مطلب نہیں ان میں سے خوف طوبت  
 ترجمہ در حال طلب بیان کرنا ترک کر دیا ہو اسلی ہم ترجمہ در حال طلب نہیں کہتی لیکن چند فوائد  
 جو بدلتے اس حدیث سے صحیح بیان کر کے اس پر مدعا کی ثبوت پر جو اثبات خلافت سے  
 استدلال کر سکتے ہیں اس واضح ہو کہ راوی کہتا ہے کہ یعنی امام جو جو صدق رضی اللہ عنہ  
 سے سوال کیا کہ جہاد اور دعوت کے لئے ایک کسے خاص قوم کے ساتھ مخصوص ہے یا ہر مومن سے  
 کہ سب سے فرمایا کہ ایک قوم کے ساتھ مخصوص ہے کہ بجز ان کے کسی کو حلال نہیں یعنی عرض کیا  
 ان دن اہل جہاد سے شرط کی ہے جنگی جانور اور انسان کو جنت کے بدلے خرید پس آدمی اپنی نفس میں اس  
 جو کوئی نامی دیگر اس کی اصلاح کرے اور اس کو اللہ کے شرائط پر پیش کرے پھر اگر دیکھیں کہ وہ ایمان پوری ہو گئی  
 میں تودہ نہیں ہے جنگو جہاد کا اذن ہے اور اگر باوجود معاضی اور حراموں پر اصرار کے اور خطر اور اندیشی پان  
 کہ ساتھ جہاد پر اللہ کے اور نادانی اور جہوشے روایتوں کے ساتھ اللہ عز وجل پر پیش قدمی کی اس کو  
 غائی کہ مجاہد ہو جس کو اپنی زندگی کی قسم جو یہ کام کرے اس کو باہمیں حدیث وارد ہوئی ہے (محققین ہند  
 عز وجل اس دین کی اسی قوم کے ساتھ مدد کرتا ہے جنگو آخرت میں حصہ نہیں ہے پس آدمی کو چاہیے کہ خدا  
 سے دڑی اور خوف کرے کہ ان میں سے ہو۔ بہت سی روایتیں بیان کر دیا ہے اور بعد بیان کے جہل میں ہتھاری کیا  
 کہہ دینے والا بافت حسينا الله عليه توكلنا واليه المصير —



وہ کون لوگ ہیں فرمایا کہ سب کی شراٹھ ہیں جو لوگ جمع شراٹھ ہوں وہی ماذن نے الجہاد  
 ہو کر مینی ہرم کیا بیان کیجی فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے اسکو درجات مقرر فرمائی ہیں اور درجہ بدرجہ  
 بیان فرماتا کہ آخر میں حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم کے اتباع کو عزمین بیان فرمایا اور فرمایا کہ یہ  
 لوگ صدق آیت محمد رسول اللہ والذین مع استواء علی الکفار  
 رجاء بینہم الابرار ہیں پھر انکو اوصاف نذر جہ آیت قد اظلم المؤمنین الذین  
 ہم فی صلوٰتہم خاستون الا یہ کے ساتھ متصف فرمایا کہ انہیں بھون کے طمع کر کے  
 مگر جو انہیں ہی ہو پھر انکو اوصاف آیت والذین لا یدعون مع اللہ العائن کے ساتھ  
 بیان کیا پھر خبر دی کہ خدا تعالیٰ نے انکو النون اور جانو کو جنت کے بہرہ خرید لیا راہ  
 خدا میں مامورین اور مرین جب یہ آیت نازل ہوئی ان اللہ انتہری من المؤمنین  
 انفسہم الا یہ تو ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ ایک شخص اسکی ماواریس کر رہا ہے کیا  
 یہاں تک کہ مقتول ہو جائے کیا وہ شہید ہے تو یہ آیت نازل ہوئی المانیون  
 العابدون الحامدون الا یہ حضرت نے اس آیت کی تفسیر فرمائی اور یہ شراٹھ  
 شہادت اور جنت کا واسکو ہے جو ان اوصاف کے ساتھ متصف ہو کر مقتول ہو پھر خداوند  
 تعالیٰ نے خبر دی کہ خدا نے کیونکو قاتل کا امر نہیں کیا مگر جو لوگ کہ ان شراٹھ کے ساتھ  
 متصف ہوں چنانچہ ارشاد ہے اذن للذین یقاتلون باہم ظلموا الا یہ اور یہ شراٹھ  
 کہ نام ہستیہ و امین لہما والارض خدا و رسول کی اور ان مومنین میں جو ان اوصاف کے ساتھ  
 موصوف ہوں پس جو کچھ کفار کے قبضہ میں ہے وہ سب مومنین موصوفین میں سے ہیں  
 کا ہے لیکن کفر نے مومنین پر ظلم کیا اور انہیں غالب ہو گئی اور جب ظلم ہوئی  
 تو مافون نے الجہاد ہوئی اور ظلم نہیں ہوتا جب تک کہ مومنین نہ ہوں اور مومنین  
 اور وقت ہو گا جب شراٹھ ذکرہ کے ساتھ متصف ہو۔ پس جو شخص شراٹھ  
 ذکرہ کے ساتھ متصف ہو گا مومن ہو گا اور جو مومن ہو گا مظلوم ہو گا اور جو مظلوم

۱۔ فون نے اجماع و موکا بیل قولہ تعالیٰ اذن للذین یقاتلون بانہم ظلموا اللہ  
 جب یہ آیت مہاجرین کے لیے نازل ہوئی جنگ کو کفار کے لئے اذن کی گہرونی نکال دیا ہوا  
 تو اذن کی یہی سبب اذن کی نصاحی کے جہاد حلال بنا۔ یعنی مومن کیا کہ یہ آیت مہاجرین  
 کو لینے تو اس وجہ سے نازل ہوئی کہ اذن پر اہل مکہ نے ظلم کیا تھا یہ کیا وجہ ہے کہ سری و قیصر  
 اور اذن کی مسٹرکین عرب سے کیوں لڑے نہ اذن ہونے کے ظلم کیا نہ گہرونی نکالا۔ فرمایا  
 کہ اگر اذن بالقتال خاص ہے تب علم اہل مکہ کے ہو تو یہ واقعی کسری وغیرہ کی جواز قتال  
 کی کوئی سبیل نہیں اور یہ فرض قتال ہے تو گوئی اذن جانی لیکن اس طرح نہیں جیسا  
 تو نے گمان کیا بلکہ کفار کا ظلم و طرح ہے اہل مکہ کا ظلم تو یہ ہے کہ مومنین کو اذن  
 گہرونی نکالا اور کسری وغیرہ کا ظلم اس طور ہے کہ جو کچھ اذن کی قبض و تصرف میں ہے  
 وہ مومنین کا حق ہے جو کفار ظالمینا سب سے گئی تو خدا کے حکم اور اجازت کے موافق  
 مومنین نے کسری و قیصر وغیرہ سے مقابلہ کیا اور اس طرح ہر زمانہ کے مومن اس آیت کے  
 دلیل سے کفار کے ساتھ مقاتلہ کرینگے پس اس حدیث سے بدلتا و نسخ ثابت و محقق ہے  
 کہ جن لوگوں نے کسر کے قیصر و جہاد کیا وہ ماذن نے اجماع و تہی اور وہ خلفائین  
 رضوان اللہ علیہم اجمعین پس جیسا وہ ماذن نے اجماع و تہی تو مستند ہوا کہ مظلوم  
 کھتی اور مظلوم نہیں ہو سکتا جب تک مومن کامل ہوں تو ثابت ہوا کہ مومن کامل ہی  
 اور جب مومن بھی تو ثابت ہوا کہ متصف بشرائط و اوصاف مذکورہ ہی کہ رسول کی  
 رفتار و مصائب میں کفار سخت مومنین کے ساتھ نرم عبادت میں سرگرم بارگاہ خداوندی  
 میں اسکی غفل و ضلوان کے طالب آؤں کی خلوص ارادت و حسن عبادت کی وجہ خداوند  
 تعالیٰ نے کتب مقدسہ و تورات و انجیل میں اذن کی مدح و توصیف کو بطور مثل کے بیان فرمایا  
 اذن دینی وعدہ مغفرت اور عظیم کا دار آخرت میں فرمایا اور یہ دنیا میں رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم کے یار غار اور رفیق غمسا رہی آخرت میں بھی اسکا نتیجہ اذن کو یہ ملے گا کہ

نورانی آگے آگے جہنم میں ہنگامہ آریا کی ساتھ جنت میں داخل ہوگا۔ اور نیز فلاح باب  
 کامل الایمان خشتون نے لکھا کہ یہود کی سختی اور مرض زکوٰۃ دینی والی عقیقت  
 امامت ادا کرنے والی عہد کی بودا کرنے والی اپنی پیچستہاد فونہر قائم اور ان حضرات  
 بسبب ان اوصاف کے جنت الفردوس میں لائیں یا یا نہیں گناہوں کی کوتاہی کرے وہ  
 خدائی وعدہ لاشرک کی سبب کرے والی ہر ایک حال میں خدا تعالیٰ کی حمد کرنی والے  
 روزہ رکھنے والے۔ تہذیب و ادب کی اوقات پر پوری طور پر ادا کرنے والے کو کوئی  
 معرفت کا حکم کرنے والی اور آپ بجا لائے والے مستکر میں رکھنے والے اور خود با  
 ہنی والی۔ اور خدا کی حمد و کی محنت کرنے والے پس یہی صفات ہیں جنکو درجہ سے  
 حق تعالیٰ نے مومنین کے جہنم اور انکو جنت کے بدلے خیرہ لیا خدا کی راہ میں لڑنے  
 تو مومنین اور مومنین خدا کا عہد ہے تو راست اور ایسے قرآن میں جس نے خدا کے ساتھ اپنا  
 عہد لیا کیا خوش ہو جائیں گے ساتھ اور یہ پیری کام یابی ہے پس یہ اوصاف ہیں جنکو ساتھ  
 وہ مہاجرین متصف ہیں جنکو کفار نے کوسہ نکال دیا اور ان اوصاف کے ساتھ وہ مہاجرین  
 موصوف ہیں جنہوں نے باجواز سے نامہ خداوندی۔ اذن للمدین لیتا لولن الایہ کسری  
 وقیصر کے ساتھ کہا اور انہی ایسا حق واپس لیا پس اگر خداوندیہ حضرات جنکو بہتاد  
 امام جعفر صادق علیہ السلام جو مہاجرین تھے یہ اوصاف ہیں کہ فریب فتن ہوں  
 اور عصب خلافت تصویب اور مذک فاطمی ہوں یا محرف قرآن اور محرف سب امت  
 ہوں یا مہیب کی تدلیس کہیں یا معاذا اللہ بنات کو عصب کریں یا جانب فاطمی کو  
 حمد و غریب ہو چنچ دین جس سے اسقاط محسن ہو کہ مرد و خات با دین مہاجرین مقبول کو زکوٰۃ  
 اور تدلیس و دہین کریں اسے بغیر ذلک من الافراطات تو لازم آتا ہے کہ معاذا اللہ امام  
 جعفر صادق نے جو کہ فریادہ جوڑ ہے اور اس باب میں آپ بیوی ہوں اور یہ  
 محال ہے تو ثابت ہو اگر تین مہاجرین مہاجرین اوصاف مذکورہ کے ساتھ قطعاً و یقیناً

متصف ہوا اور ثابت ہوا کہ خدا رسول کے نزدیک صاحب برکت فیض اور مدارج عالیہ تھی  
اور ان کی امامت خدا اور خلافت راشدہ تھی و کسم اللہ علی نذاک اور نیز اس سے بالبدانہ اوسکا  
بھی بالبدانہ پہنچا ہو گیا جو انکی علامہ رضی نے فیج البلاغتہ میں ہجاء پر پونے سے لکھا ہے  
حجت یعنی امام کی شرط کی ہے۔ کہ لیل **س** مع جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
ایام مرض الموت میں باوجودیکہ تمام صحابہ کبار و مہاجرین و انصار و انوفت حاضر و موجود تھے  
مگر جبرئیل میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنی جابجا پیشوا کی نماز سقر نہ پایا اور تمام  
حاضرین پر امامت نماز میں تسلیم کیا اور سب کا امام بنایا تو اس سے صاف ثابت ہوا کہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک تمام حاضرین پر اور صاف مستحق امامت میں  
فضیلت اور تقدم کہتے تھے جیسا کہ جب تخریر خاتم المشکلیں مولانا مولوی حمید علی ریح  
درجہ نے لعلین اکبر مولائی مجلسی غیرہ نے بجا و غیرہ میں اسکو روایات نقل فرما کر  
جواب دی ہیں قطع نظر اس سے اگر جیسے بابین کو اسکا انکار ہی تو فرما دیں کہ حضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اشتداد مرض میں جو شب جمعہ سحر سیکھنے و شنبہ تک مسترد  
ہوئے ہیں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بجز ایک دو بار کے مسجد میں نہیں تشریف لیا سکا کہ کون  
امام سدا اور کسی نماز پڑھائی ظاہر ہو کہ بلا اجازت تو نماز نہیں پڑھائی ہوگی اور ضرور آپ نے  
کسی کو امام مقرر فرمایا ہوگا اور جس سادۃ کو جس نہیں پہنچا ہوگا تو آپ نے کسی کو نماز کی ایسی  
امام مقرر فرمایا اور یہ واقعہ ایسا نہیں ہو کہ یاد نہ ہو۔ قریب وفات کا واقعہ ہے جان اگر بعض  
روایت شیعہ نے منظر حفظ مذہب اس کو نشان یا تاں سحر فرمائی ہو کہ کچھ عجیب نہیں لیکن  
ان تاریخ کو کو بھٹا چاہی وہ اس قصہ کو کچھ نہ بیان کرتے ہیں غیبات الدین بن ہمام الدین ہنری  
صاحب حبیب امیری کتاب میں لکھتا ہے نفقت کو ایام جاری کی آن ہشتہ اس زمانہ  
درمیں در وقت آدمی سہل و یک نوبت سجدہ شریف پر وہ شراط امامت بجا آوری  
آاور اخراجات مرض تہ روز میرون فتولست آمد دوران ایام بموجب اشارت حضرت

صلی اللہ علیہ وسلم المیر المؤمنین ابو بکر رضی اللہ عنہ پیش نماز غلامی ہو رہا سیطرح اور مومنین نے  
 بھی تصریح کر دی ہے اس سے انکار گویا آفتاب کو شست خاک سے پوشیدہ کرنا ہی اور حضرت عمار  
 رضی اللہ عنہ سے ہی پس باوجود اس کے کہ آپ پر واقعہ غضب خلافت منکشف ہوتا اور جانتی تھی کہ  
 بعد ازاں یہ لوگ خلافت رضوی منصب کو سب کو ایسی حالت میں کہ سب اکابر مہاجرین  
 و انبیاء انصار موجود ہوں اور آپ کا بھر وقت طاعت قریب ہو ایسا فعل کہ ناجو موبہ لوگوں کو  
 حقیقت خلافت کو پہونکہ ناسخ لفظ خلافت رضوی ہو بہت بے حسب روایات منکر و حرب  
 کمال استعجاب و الا بالباب سے ادا تو خود ایسی شخص کہ اکابر مہاجرین و انصار پر امام مقرر  
 فرمانا جن شخص عشق و عاشقی کی وجہ سے کہ جو کہ کر نکلا ہو اور صرف ظاہر میں سے کہ کہہ کر ہو حال  
 سورہ بارات وغیرہ نارل ہو چکر تھی دین کی تکمیل ہو چکر تھی ماکاد اللہ لیتہ المومنین  
 علی ما انتم علیہ حتی یمید الخلیفۃ من الطیب کا وعدہ ہوا ہو چکا تھا اور حضرت کہ  
 ہر ایک کا حال معلوم ہو چکا تھا البتہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو افضل الابداء و الکر  
 میں حیرت خیز اور تعجب انگیز ہو پھر غضب خلافت کے کہنے لگے اور زیادہ قابل حیرانی  
 و تعجب کر دیا تو اس سے صریح معلوم ہوتا ہے کہ جن مہول پر یہ لازم ہے تو تحقیق وہ  
 اصول ہر موضوع و مقرر اور مخالفین اسلام میں اور فی الواقع حضرت صلی اللہ  
 علیہ وسلم کو آخر وقت میں ابو بکر رضی اللہ عنہ کو امام مقرر فرمانے سے یہ ہی غرض  
 تھی کہ ان کی خلافت کی طرف انما جو قریب تخصیص کے ہی ہو جاویں چنانچہ سقیفہ بنی ساء  
 میں جس مسئلہ دلائل کے ایک دلیل بھی پیش کی گئی تھی جبکہ انصار نے برسر و حسم قبول  
 کر لیا چنانچہ کتب اہل سنت میں مذکور ہے اور جب انصار نے اسکو قبول کر لیا اور کچھ رو  
 حق و چون چہ انہیں کی تو اور اسکو تائید و تقویت حاصل ہو گئی اور موم ہوا کہ انہیں  
 امانت کبریٰ کے لیکر توطیہ و تمہید نہیں ہم اس وقت سے تدریجاً قلیل سے ایک تفرقہ کر کے  
 بعد اس کے اگر ہماری فاضل محبت کے پہونچیں ان کے واسطے کہ ان کو انشاء اللہ فاضل

گزارش کرینگے وکیل ثامن حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ جو مامور باظهار حق

ہو اور قیام دیکھ جائیں نہ تھا بلکہ حسب وصیت نامہ انکو چھوٹا کر دیا۔ حدث الناس وافہم

ولا تخافن الا الله والشر معلوم اهل بیتک وصدق آیات الصالحین

فانک فی حزن وامن اور برگز خطا کی پاسداری نہ فرماتے تھے شیخین رضی اللہ عنہ

کی تحقیق فرماتے ہیں ہما امامان عادلان قاسطان کان علی الحق ومانا علیہما

رحمۃ اللہ یوم القیمہ۔ نقلا عن کشف۔ ارباب عقول اربعمائت کو ملاحظہ کریں کہ اس کلام

ثبوت حقیقت خلافت شیخین کے لیے نفس میری جو چونکہ جناب امام جعفر کو سکھاتا تھا۔ وصدق ابابکر

العاصمین میں ہو چکا اس کے آچہ یہ کلمات ارشاد فرمائی جو مصدق کلام جناب امیر

جناب امام حسن رضی اللہ عنہما میں چنانچہ ہم سب میں کیسے قدر گزارش کر چکے ہیں یہاں بطور تذکرہ

کر اس قدر گزارش کریں کہ پہلے عرصہ میں ہو چکا ہے کہ جناب امیر نے شیخین کی نسبت ارشاد فرمایا

ولعلکم ان مکاتھما فی الاسلام لعظیم وان المصائب لہما فی الاسلام

شیخ شدیدیہ رحمہما اللہ جنتہما باحسن عیال اب ہم نفس جعفر کی اس کلام سے

مطابق کرتے ہیں اور اسکو تصدیق اس سے کرتے ہیں چنانچہ کہ شیخین کے لیے اس حد

کا ثابت ہونا متفقین ثبوت عدل اور ضبط کو ہی اور نیز ستائز اسکو ہی کہ حق پرستی اور یہ

گویا شرح ان کا نہیں ہے الاسلام لعظیم وان المصائب لہما فی الاسلام صحیح شیعہ

کو ہی اور اس سے پوری تصدیق اور دونوں جملوں کو ملتی ہے۔ بعد اسکی تعلیم ہما

رحمۃ اللہ یوم القیمہ اور علیہم چچ ما وجرہا باحسن عیالہا ظاہر ہے کہ یا کھل

ہم معنی ہیں اس میں کچھ حاجت بیان ہی نہیں ہے علاوہ ازیں خطبہ فدک بلاؤ فلاں

کو ہی مصدق ہو علی الخصوص فلقد قوم الاود ودلوی احمد اصحابہ

سے لوگوں سے حدیث بیان کر اور انکو فتویٰ دے اور نیز خدا کے کسی سے نہ اور اپنی اہمیت کے

علوم کو پہلا اور اپنی امامان میں کہ تصدیق کر و حفاظت اور ان میں ہی۔ ۱۲۔

یہ حدیث صحیح ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے

و مسبوحتہ جہا۔ کی حیا امامان عادلان قاسطان کا نام علی الحق گویا حق معنی  
 اور ارادہ میں اور گویا جناب امام صادق نے جناب امیر کی کلام کے شرح فرمادی اور جناب امیر کے  
 اس کلام میں جو حمد و عاتقہ نہیں لیکن اوصاف مذکورہ قطعاً مستند و مفید ہیں جو حمد اللہ دوم العتقہ  
 کو میں اس طرح جناب امام صادق سے حضرت امام حسن یعنی امام حسنہ کی کلام کے بھی تصدیق فرمائی  
 کیونکہ حضرت امام حسن بہرہ اللہ عنہ نے جب خلافت امیر حیدر رضی اللہ عنہ کو تسلیم فرمائی تھی ار باہم  
 صلح نامہ تحریر ہوا تھا تو اول شرط یہ تحریر ہوئی تھی بسم اللہ ولایۃ المسلمین  
 علی اربع مائینہم بکتاب اللہ و سنتہ رسولہ و سیرۃ الخلفاء  
 الراشدین۔ اور یہاں ہر کو حضرت امام حسن سے پہلے خلفاء راشدین پر جو خلفاء راہبہ کے اور کوئی  
 نہیں جب انکو ارشاد فرمایا اور انکی یہ دینی کا حکم فرمایا تو وہ اگر نے الواقع لازم برحق اور خلیفہ  
 راشد ہون تو امام معصوم کے کلام میں کذب لازم آوی تو معلوم ہوا کہ وہ نے الواقع خلفاء راشدین  
 اور انہ برحق تھی اور جو کچھ انہوں نے کیا وہ عدل و قسط تھا چنانچہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ  
 فرمائی تصدیق فرمائی در اپنی اس کلام میں حضرت امام حسن کے ارشاد کی گویا تسبیح کر دی تو اب  
 مطابق وصیت نامہ کہ حضرت امام جعفر رضی اللہ عنہ پر پوری طور سے صادق آیا۔ و صدق اباءک  
 الصالحین اور واقعی آپ نے مطابق حکم وصیت نامہ کے اپنی ابا صالحین کے پوری تصدیق  
 فرمائی۔ اور علاوہ ابن چونکہ حضرت امام جعفر نامور راہبہ ہوا حق تھی اور خلیفہ جائزہ بہت  
 اسی جو کچھ ظاہری طور پر آپ نے ارشاد فرمایا وہ قابل قبول ہوگا اور جو کچھ یہ خفیہ طور پر دیکر  
 خلاف بیان کرنا جو عبت باللفظ معنی کے نہایت لغو اور بوج ہے اس کو یہ منضم کیا جانا چ  
 وہ حضرات کا ایجاد و اختراع محبت ہوگا چنانچہ بعض علما شیعہ کے بعض کی نسبت یہ  
 ثابت ہو تا و محکم نے صدوق کی نسبت ایک حدیث میں یہ امر فرمایا ہے و انما افضل  
 ذلك لیوافق اهل العدل۔ خود شریف رضی اللہ عنہ نے جناب امیر کے کلام میں کیا کیا کہہ  
 ابھری کی ہی کردہ تحریفات یہود و نصاری سے بھی بڑھ گئی پس ایسی حالت میں یہ





روان کو صحیح تسلیم کر لیا جاوی تو اس میں بت میں الہام میں کے تصدیق ہونگی بلکہ کذب پہلی  
 اب ہم اس زیادتی کی کذب پر دلائل قائم کرتے ہیں گو ہماری گذارش سابقہ سے اس کی کذب پہلی  
 ہو چکی ہے اور علماء کے مخصوص اس زیادتی کی راہیت کو جو وہاں کرتی ہیں جس طرح ہو کر اولاً  
 دوسری ان مکاتبات فی الاسلام عظیم الخ اور کلام - فتح بلا و فلان صحیح اس کی اور اس کے راست کے  
 کذب کرتے ہیں - ثانیاً غلام کجانی نے جو جواب اس اعتراض کو دیا ہے کیف ستم ہمسام  
 یسالموہ و لظاہر و البیر مع قیام الفتۃ فی ہریم - اور وہ یہ ہے - انشاء ان الفرق میں  
 اللہ میں معویہ نے اقامہ دہ دہ اللہ دہ لہل متبعض اور وہ دہ لہل متبعض - اس کے صحیح  
 ثابت ہوا ہے کہ راوی جو عادلان فاسطان کے معنی جابران ظالمان کے کٹری میں بخش ہوئے ہیں  
 کیونکہ خلفائے کاحہ و شہ کو قائم کرنا اور جو جب دہ لہل متبعض اور وہ دہ لہل متبعض  
 کہ جب کاشیہ کو بھی اعتراف ہو اور وہ دہ لہل متبعض اور وہ دہ لہل متبعض اور وہ دہ لہل متبعض  
 اور جو جب دہ لہل متبعض اور وہ دہ لہل متبعض اور وہ دہ لہل متبعض اور وہ دہ لہل متبعض  
 نقیبہا حجتہ اللہ یوم القیمہ کا بھی اسی پر گواہی ہو اور جب یہ وصف سخین میں ہے  
 اعتراف علامہ بخانی پالی جاتے ہیں اور ہم جانتی ہیں کہ سیدہ میں کسی کو بجز خاص  
 وقت کے اسکا انکار نہیں اور برائے کو جو ہما نہیں سمجھتے تو معلوم ہو اگر حضرت امام نے جو کچھ  
 فرمایا وہ اپنی ظاہر معمول سے اور راوی جو اس کے بعد میں تحریف فرمائی وہ کذب و رادع ہے  
 - ثالثاً ہم اس سے زیادہ صریح دلیل اور دلائل سے عرض کرتے ہیں جس سے پوری کذب اب  
 زیادت اور اس کے روایت کے ہر جاوی - فیج ہلا غت میں ایک خطبہ کو کہہ چکا عند ان یہ ہے  
 واللہ لا سلمہا سلمت امن المسلمین و لہم یکن فیہا جمل الخ یہ خطبہ  
 صریح دلالت کرتا ہے کہ جناب امیر نے تسلیم خلافت اس شرط پر فرمائی تھی کہ اس میں سیدہ دہ لہل  
 اور اس میں کسی پر جو جو جملہ علم و زیادتی ہو چنانچہ آخر خلافت خاندان رنگ جناب اس  
 تسلیم کو قائم رکھا اور کوئی امر ایسا واقع نہیں ہوا جس سے جناب امیر کو گنجائش نہ تھی

و احیاناً شرح این شیخ را که نقدی بر نواسه بنی ابراهیم بن محمد بن کثیر بن قله و الله لا علم  
 ما سلمت امور المسلمین ای لا تری المناخه فی هذا الامر ما سلمت امور  
 المسلمین من الفتن و فيه اشاره الى ان عرضه من المناخه في هذا  
 الامر هو صلاح حال المسلمین و استقامت امورهم و سلامه قلوبهم عن الفتن  
 و قد كان لهم من سلف من الخلفاء اس سبب بالاسم سابقی ثابت می که خلافت او خلافتش غرض  
 غرضش بود که روشی باطل را بر روشی حق و در حقین معنی الله علیه و آله و سلم  
 قاسطان کا تا علی الحق و ما تا علیه فحیما هجده الله یوم القيمة کی بین او و اجماع  
 بعد از او که بگوید من تلقی النفس انفسه فی ده می کند و در دفع و او جناب امیر علیه السلام کی کلام  
 ادب الی کی تصریح کرده که در کذب و ربا و خاتم المشکوکین و مولوی حیدر علی رحمته الله علیه و سلم  
 اخباری کی جواب ایشان می دهد عبارت نقل فرموده من اگر انصاف کامل نماید در حق است که بناظر  
 فرموده الامامیه از خلفائش که نسبت امیر المومنین علیه السلام و فاطمه سلام الله علیه ناقص است و نسبت  
 بیعت که در غضب است که بگریخته اعمال و ان بر عباد و سروده ابابکر علیه السلام و در طریق معاشرت ایشان  
 با اینست یعنی اگر از او کلام باتفاق فرستیم و او را بر او شفاعت سلام بر بجز افعال احدی که در کتب کلامیه و سایر  
 موجود و منشا حق در کتب و شایان است و بالمره و زوالا میسر از میان بر نهشته بودند و پایش بر زمین  
 نصب العین خاطر خود با میبشینه و یکسری فاضل اخباری می تصریح کرده اند فرماتے ہیں کہ خلفائے کرام علیہم  
 معاشرت الی نسبت که ساتھ عین اگر از او کلام باتفاق فرستیم بشیبه اصل سنت که تنها اند اخباری شفاعت سلام  
 کو با میبشینه نزدیک ہی او تھا نہیں دیا تھا اور پاشیخ بر زمین کو گرفت اپنی اگر آنگاہو کی سامنی کہستی کہ  
 پس جنگا بخلاف فاضل اخباری و یہ اجماع ہوں انکی نسبت تھا معلوم ہوتا ہے کہ یہ زیادتی کہ  
 و در دفع سحر او یہ جو فاضل اخباری کا بعض اعمال معذ و وہ کی نسبت ذکر کیا یہ ہی جناب امیر کی  
 تصریحات سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت کا کذب و افتراء ہی چنانچہ ہم بارگاہ ایش کر چکر اور اہی  
 گدازش کیا ہی کہ جناب امیر کا تسلیم خلافت کو مشر و حکم کا اجماع امور اہل اسلام کے ساتھ

پیرائیں سیم پر آخر تک قائم رہا اور چون چلا کر نالوں انحال کہ جو کتب کلامیہ اور سیم میں موجود ہیں مثل  
 کتب معیت نقض علیہ غضب فکد وغیرہ بکتابت کرتا ہے کہ وہ ضعیفہ مضمرہ ہیں کیونکہ ہوا شیعہ  
 کوئی فعل یا سرزد نہیں ہوا جس کا اثر خاص یا سیر کے ذات یا بارکات تک محدود ہو بلکہ جو فعل صادر  
 ہو جسکو حضرات شیعہ مومن طعن و قدح میں بیان کرتے ہیں وہ علاوہ جناب امیر کے دوسری  
 حقوق پر ہی موثر ہے مثلاً غضب خلافت پر یا فعل بھی کہ اس سے زیادہ دینی اور دنیاوی حقوق  
 اصل اسلام کو کوئی چیز زیر سان نہیں ہے چنانچہ خود ظاہر و بدیہی ہے غضب فکد خاصیت  
 جناب سیدہ معصومہ کا بلکہ زندہ تمام بنی فاطمہ کا تھا جو تلف ہوا اور اس سے آئندہ ایک حصہ کا  
 نقصان چند روز جناب امیر کے بھی صحیح علیہ السلام علیہ السلام اس پس اگر انکار وقوع صحیح ہو تو مستند  
 جناب امیر نے جو کچھ - واندلاسلن باسلک انور سلیمین - انہ - فرمایا وہ جہوت تھا اور اگر  
 وہ سچ تھا تو ان لوگوں کا کذب ہی لیکن ہم کہتے ہیں جناب امیر کا ارشاد ہی تھا وہ مرکز کذب  
 نہیں لیکن یہاں جو محض ان جیسی لوگوں کو تراشی ہوئی ہیں جو لاعلم و معیون اندھے تھے جسکو نہ  
 پرستی پیشاب کرتے تھے جسکی صراحت ائمہ کندیہ فرماتے تھے جو ائمہ پر افتراء و بہتان باندھتے  
 تھے پس انکو کندیہ کہنا البتہ ذہن قیاس ہے - عرض یہاں اس زیادتی اور اسکی ہدایت کے کندیہ کرتے ہیں  
 کرتے ہیں اور علاوہ انکو اور بھی دلائل عظمیٰ ہیں زیادتی اور اسکی ہدایت کے کندیہ کرتے ہیں  
 کہ جو خیال قبول ازبغیر اس خیال سے کہ ہر شخص جسکو ذرا ہی عقل و ذہن و علم و انصاف سے  
 حصہ ملا ہو گا وہ مجروح و بیکسہ اس زیادتی کی بدانتہا یقین کر سکتا ہے کہ یہ شخص بناوٹ اور جھوٹ  
 ہے انکی انتہا پکڑ کر ترک کر دیا ہے و لیل تا مع جناب امام حسن رضی اللہ عنہ نے جب  
 خلق خلافت فرمایا اور میر جو یہ سے مصاحبت کر کے انکو تسلیم فرمائی اور صلح نہ کرنا گیا جو علماء  
 تاریخ نے نقل کیا ہے اور ہم سابقین میں اسکی نقل کر چکے ہیں کہ اوسیں چند شرط قرار پائی تھی  
 چنانچہ اول شرط یہ تھی کہ کتاب و سنت و سیرت خلفاء راشدین پر عمل کرے اور دوسری  
 شرط یہ تھی کہ وہ کو یہاں احتقاق نہیں ہے کہ اپنی جگہ بلکہ خلیفہ مقرر کرے بلکہ بعد اسکی

خلافت شوری کی جو پیر میں اس میں ہوگی چنانچہ عبارت صحیحہ میں ہے **بسم الله الرحمن الرحيم**  
 الحیوہ هذا ما صالح علیہ الحسن بن علی بن ابی طالب ومعویتہ بن  
 ابی سفیان صالحہ علیہ ان یسلم الیہ ولا یدفع امر المسالحتین علیہ ان یعمل  
 فیہم بکتاب اللہ تعالیٰ وسنتہ رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم وسیرۃ  
 الخلفاء الصالحین وليس لمعویتہ بنی سفیان ان یعمل الی احد من  
 بعدہ بل یكون الامر من بعدہ شورى بین المسلمین انتہی نقل کیا  
 ہے دو نو شرطیں بدلتی ہیں جو ہماری مدعا کی مثبت ہیں اور ہول شیعہ کو بھل کر غلام  
 ساز ہیں شرطیں بدلتی ہیں بلالت مطابقتی ہماری ادوی کا ثبوت جو جو ہم ادوی معویہ سے بدلتا ہے وہ فرمایا کہ  
 خلفاء صالحین پر عمل کرے اب فرمائی کہ خلفاء صالحین کون ہیں جنکو جناب امام صاحبین  
 یا راشدین سے تعبیر فرماتے ہیں اس سے پہلے بجز خلفاء رابعہ کے اور کوئی خلیفہ نہیں ہوتا  
 تو بجز اس کے کہ خلفاء صالحین سے خلفاء رابعہ مراد ہو اور کوئی صورت نہیں اور خلفاء صالحین  
 اور بیوت ہو سکتے ہیں جبکہ انکو امامت حقہ اور خلافت راشدہ سونہ امارت فاجرہ تو یہ شرط  
 چند وجوہ سے مثبت مدعا سے اول یہ کہ جناب امام علیہ السلام نے انکو خلفاء صالحین سے فرمایا  
 اگر نے الواقع وہ خلفاء صالحین ہیں تو ہمارا دعائے ثابت ہے اور اگر اعتبار فرض وہ خلفاء صالحین  
 نہیں ہیں تو خدا و اللہ امام معصوم نے چوٹ بولا دوسری یہ کہ گناہ سنت کو ساتھ نہ لے کر  
 سیرت کو بھی ہم اہل شرط قرار دیا جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ انکی سیرت اتباع سیرت  
 میں یہاں تک راستہ ہو کہ جو اسکا اتباع کریگا - نے تحقیقت شریعت کا ہی اتباع ہوگا  
 اور انہوں نے یہاں تک اجرائی شعائر شرع کیا اور پاس شرع کو اپنی افعال و اقوال میں  
 یہاں تک ملحوظ خاطر رکھا کہ جو شخص انکا اتباع کریگا وہ اتباع کتاب و سنت و سبیل شریعت  
 سے جدا نہ ہوگا اور یہ تلامذہ کہو کہ وہ خلفاء راشدین تھے اور انکی خلافت خلافت  
 راشدہ تھی - دوسری یہ کہ جناب امام حسن نے ویرت خلفاء صالحین اب القدر فرمایا

جو خلفاء را بدو کوئل ہو جس میں جناب امیر و شہنشاہ خلفاء و ملکہ مبارک ہیں اور اگر کسی  
 سادہ کا اہلک جناب امیر و شہنشاہ ہر سکن اور بدو ان امتیاز و فرق کے سبک پیرت کر اتباع کو شرط  
 گردانا جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ صلاح میں جسے ان کی نزدیک جناب امیر تہی دسی  
 خلفاء و ملکہ تہی اور جسے اتباع سیرت جناب امیر کا پسندیدہ ہونا دسی ہی اتباع سمیت و خلفاء  
 ملکہ و پسندیدہ ہوتا اور یہ عین مدعا ہے کہ اس کا یہ دقت و تقیہ کا نہیں اور  
 تقیہ کی یہاں گنجی پیش ہو اور کہ یہ بہت کامی ذکر و مانا کافی تھا یہ جو آپ نے بڑایا اس سے  
 حراست معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ آپ کا عقیدہ قلبی تھا اور دوسری شرط بھی ہماری مدعا کو  
 ثابت کرنی ہے دوسری آپ نے یہ شرط کی کہ عویہ ابن ابی سفیان کو جنتیا نہیں ہے کہ اپنی بد  
 کسی کو طبعیہ بنادی بکا اور خلافت کا میں اب میں طبعیہ مشورہ کے ہوگا اس شرط میں  
 کرنا چاہیے کہ نسخہ طور پر یہ شرط مشوری سب سے کہ تقویہ اور جہم کرتی ہے اور اس سے  
 ثابت ہوتا ہے کہ جو خلافت بطور مشورہ کے واقع ہو وہ صحیح ہو اور جب اصل حل و عقد متفق  
 ہو جاوین وہ امام حق ہے پس اس میں مرجع حقیقت خلافت و خلفاء و ملکہ ثابت ہوتی اور  
 ہوا کہ جو حضرات شیعہ نے نفس کو شرط امامت قرار دی رکھا ہے یہ باطل ہے و اصل  
 عاشر شریف رضی نے بیحساب لغت میں ایک خطبہ نقل کیا ہے جو صراحتہً مثبت نہایت  
 و سبطل مدعی شیعہ ہے ہم اس کو شرح نہیں کیا جنت سے نقل کرتے ہیں جو کویش شیعہ اس کی ترجیح  
 میں تحسیر فرمایا ہے اپنی مدعا کا ثبوت میں اس کو بھی نقل کرتے ہیں و منکر لہما  
 اداہ الناس علی البیعة بعد قتل عثمان دعویٰ و التمسوا غیری فانما  
 مستقبولت امرالہ وجوہ والواہ لا تقوم لہ القلوب ولا یثبت علیہ العقول  
 وان الامان فدا غامت والنجہ قد تنکرت واعلموا انی انجبکم و کبت  
 بکم ما اعلمو لہ اصغر الی قول بالقتل و عتب العاتب وان ترکتمو  
 فاناکم و لعلی اسمکم و اطوعکم لمن ولیتمو امرکم وانا لکم وزیر اخر لکم

صبر امیر۔ انتہی عامل منصف اس کام کو بخیر کرے اور اس کا مطلب یہ ہو خصوصاً جو کچھ بایں  
 آخرین قول ان ترکوں سے ارشاد فرمایا ہے یہ تین سب مل میں اور ایک جملہ این کا گویا کچھ نکلا  
 ہے یہ سب جو جناب امیر نے ارشاد فرمایا ہے یہ سب ہے۔ فان ترکوں فان کا حکم  
 یعنی اگر تم مجھ کو چھوڑ دو اور مجھ پر سمیت نکرو تو میں تم میں کا ایک جیسا ہوں جیسی تم پر  
 ادا هست اہم واجب ہو اور اس طرح مجھ پر واجب ہو یعنی اگر تم سمیت کرو تو میں اہم واجب  
 الاطاعت ہوں اور اگر تم سمیت نکرو تو میں نہیں ہوں جیسا تم سمیت ہو گا یہ معنی اگر اسی صاف  
 و صریح ہیں جو خود الفاظ و سیاق و سباق سے ثابت ہوئے ہیں اور شارح ابن ہشیم اس معنی کے شہادت  
 دیتا ہے اور اللہ اعلم انہیں نے اصل جیسا کہ تحریر فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ حضرت امیر نے  
 اس کلام سے کوئی حکم شرعی نہیں بیان فرمایا بلکہ یہی حالت جو واقع ہوئے والی تھی لہذا  
 فرمائی پس اگر جواب میں قبل اس کے کہ تم اس کی تکذیب ابن ہشیم کے قول سے کریں  
 یہ کہ ارشاد کرے میں کہ یہ تو حضرات کو بھی معلوم ہے کہ ترک کی حالت میں حضرت کا حال  
 انوار کے ہونا صرف اس وجہ سے ہی کہ امت میں ختم شدہ نہ کھڑی ہوں۔ حالت اس سکوت  
 کہ محض خوف اور ان فتنہ ہی سے وہ بھی کہ جب ابوسفیان نے اور حضرت عباس نے  
 درخواست نبوت کی تو آپ نے مانع فرمائی اور باوجود اس قوت و شجاعت و غرہ  
 کی سب سے بڑا طمع و منقاد و خلفاء بنی ہاشم کا کہ وہ خوف ترک جو کچھ جائز رہا جائے کیا پس جب آپ کا  
 سکوت اور عدم مناقبہ بوجہ خوف فتنہ ہمیشہ رہا ہے اور یہاں بھی فتنہ کے خوف سے  
 یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر تم مجھ کو ترک کرو تو میں تمہاری میں سے مثل ایک کی ہو گا  
 اور اگر تم تمہاری شریک حال ہو گا یہ کہ یہ ہے کہ امیر یہی معنی مناقبہ کیا اور چکر  
 کیا باوجودیکہ فتنہ یقینی ہے جب اہم ثانی کی طرح صحابہ کرام کی طرح اور خلافت تسلیم  
 کر کے مطیع بن جاتی نہ تو کوئی جھگڑا ہوتا اور نہ کوئی فتنہ اٹھتا اسپر اگر آپ  
 مثل ابن ہشیم سیرت کا جیسا چہرہ بیگی تو یہ یہ خیال فرمیں کہ انفس جناب اہم

تائی کو کھنڈ سوچی جو لاکھوں مسلمانوں کو دین دنیا کی بربادی اپنی ہاتھ سے فرمائی اور اگر کچھ  
 فرمائیں کہ بقاء خوف فتنہ کی سیرت کا لحاظ ضروری نہ ہوتا تو ہم گذارش کر سکتے کہ ہنایت  
 افسوس ہے کہ جناب امیر نے ایک غیر ضروری امر کے لیے ہزار مسلمانوں کی جانیں ضائع  
 کرائیں تو معلوم ہوگا کہ محض ظاہری حالت ہی کو نہیں بیان کیا بلکہ حکم شرعی ہی پر  
 فرمایا علاوہ ازیں اس صورت میں جبکہ لاحقہ اولو کی ترقی صحیح ہوئی پھر ابن بیثم کی  
 شرح جبکہ ہم جلا آئندہ کی شرح میں نقل کریں گے۔ بالخصوص اس کی کتاب ہو اور نیز ترک  
 بیعت اور عدم ترک کے حالات کا امتیاز سب سے زیادہ اصول شیعہ پر لغو اور بطلان ہو پس  
 ہماری فاضل تحبیب کا یہ نسخہ اس مسئلہ کی تادیل میں محض لغو اور لاطائل ہوگا دوسرا جسٹس  
 جناب امیر نے یہ فرمایا کہ علی اس حکم و اطوع حکم من اللہ و تیموہ امرکم گو یا جبکہ سابقہ  
 بطور ترقی فرمائے ہیں اور شاید میں تم سے زیادہ اس کی حکم کا فتنی والا اور اس کی حکم کا  
 مطیع ہوں جبکہ ہم اپنے امر کا دلی بناؤ اور اپنا نام مسترد کر دو۔ اب ہم جو چہتریں میں کہ جناب  
 امیر کی فیادتی سمیع اور زیادتی اطاعت کی وجہ کہا ہو۔ جو لوگ ایسی ہیں کہ جنہوں نے  
 ادن خلق کو کہ جنکو اہل حق و عدل نے خلفاء بنایا ہو امام برحق سمجھ کر کہا ہو مودہ  
 تو اپنی غلطی کی وجہ سے سیدر معذرت نہ ہوگی لیکن جناب امیر نے بھی اگر انکو امام برحق  
 اور خلیفہ راشد اعتقاد کر رکھا ہو تو چوں المراد اور اگر آپ نے غلطی و غصب اور فتنہ کاٹ  
 سمجھ کر کہا ہو تو یہ کیا وجہ ہے کہ اپنی سمع و اطاعت کو یہ نسبت عوام کے زیادہ فرمائی  
 ہیں حالانکہ عیناً ہی سمیع اور اطاعت محض ضروری ہیں جو نیز مضامین وقت بیان نشان  
 کہ خوف سے اختیار کی گئی نہ ضروریات سے بقدر بقدر اور قدر ضرورت سے مستحاج نہ نہیں ہوتے  
 پس اگر ضرورت اختیار کی گئی تھی تو وہ کسی قدر ہوئے جس سے ضرورت وقت رفع ہو جاتی  
 یہ سنہ مانا آپ کا کہ جبکہ ہم اپنا دلی امر بناؤ گی میں اس کا اعتبار ہی بہ نسبت زیادہ مطیع  
 ہونگا تو یہ زیادتی سمیع و اطاعت کی بجز اس کے ممکن نہیں کہ اپنے اس شخص کو

جس کا اہل حل و عقد نے امام بنا یا ہو شرعاً واجب الطاعت سمجھ کر کہا ہو اور جب آپ بروی حکم شرع  
 واجب الطاعت اعتقاد کریں تو بے شک بہت دوسرے لوگ آپ زیادہ اتیان مانو بریں کرم  
 ہو کر اور یہ بھی ہے کہ کسی شخص کا شرعاً واجب الطاعت ہونا اور جناب امیر کا اس کو طبع ہونا بدون  
 اس کی ممکن نہیں ہے اگر بروی شرع اس کو امام است و خلافت صحیحہ منعقد ہو چنانچہ ہم اس عالم کی  
 ثبوت میں اس سالہ بجزائی کی عبارت کو اس کی شرح سے نقل کرتے ہیں اہل فہم انصاف  
 ملاحظہ فرماویں قولہ و از ترک کتب و از ای کنت کا حد کہ فی الطاعة  
 لامیر کہ بل لعل اکون اسمعکم و اطوعکم کہ ای لقوة علمہ یوجب طاعة  
 الامام و انما قال لعل لانه علی تقدیر ان یولو احد ایخالف امر الله  
 لایسکن اطوعہم کہ بل اعصاہم و احتمال تولىہم لمن کذلک تابع  
 فاحتمال طاعتہ کہ تابع فحق ابراد لعل انتہی بقدم الحاجۃ بجزائی صحت کی عبارت  
 اور از کتاب تصریح قابل ملاحظہ اولو اہل بارہی و غرض ہے کہ جناب امیر کا اسمع و اطوع ہونا اس وجہ سے  
 کہ آپ حکم شرعی جو واجب الطاعت امام کے اعلیٰ ہیں اور آپ جانتی ہیں کہ امام کے طاعت بروی حکم  
 شرع واجب ہے اور خدا ہر ہی کہ امام است ثابت ہے کہ شرعاً منعقد ہوا اور امام بروی شریعت امام  
 صحیح ہو واجب الطاعت نہیں ہو سکتا تو اس سے صاف ثابت ہوا کہ اہل حل و عقد جس کو  
 امام بناویں وہ شخص عنہ اللہ امام اور واجب الطاعت ہے اور جناب امیر ہی اس کو  
 واجب الطاعت اعتقاد فرماتے ہیں اور جب شرعاً امام اور واجب الطاعت ہوا تو آپ کیوں نہیں  
 اس کو امام سمجھیں لیکن شارح بجزائی نے اس قدر قید اور لگائی کہ یہ حکم عام نہیں بلکہ لفظ لعل  
 سے یہ بات پیدا ہوئی ہے کہ احتمال ہے اہل حل و عقد ایسی شخص کو امام بنا دیں کہ جو مخالف  
 امر اللہ کے ہو تو اور موت آپ اطوع ہو مگر بلکہ زیادہ مخالفت اور نافرمان ہو مگر اگرچہ بجزائی  
 یہ نہ سنا غلط ہے کیونکہ اس احتمال کی وقوع کے ممکنہ تغلیط خود جناب امیر بجاواب  
 امیر معویہ کے فرما چکے امیر معویہ نے کہا کہ اس خط کے جواب میں حسین آپ امیر معویہ سے



بیعت طلب کی تھی اور پھر فرمایا تھا کہ میری ماہیت پر ادوں لوگوں نے بیعت کی ہے جنہوں نے ابوبکر  
 و عمر و عثمان کے ماہیت پر بیعت کی تھی تو تم ہی ایسا کر قیل کر دو۔ لکھا تھا کہ اگر آپ ہی مثل ابوبکر و عمر  
 ہو گئے تو انکی خلافت بیعت اہل حل و عقد سے صحیح ہوئی اور میں آپ سے ہرگز نہ لڑتا لیکن جنس  
 مثل ابوبکر و عمر کے نہیں بلکہ وہ دو فقہاء جاری نہیں کر سکتے یا قاتلین عثمان کے حامی ہیں  
 تو اس حالت میں بیعت اہل حل و عقد سے انکی خلافت منع نہیں ہو سکتی اور اہل حل و عقد خلافت  
 پر آپ پر جو حق بیعت خلافت کے جو مقامات خلافت کو میرے پیچھے نہیں کر سکتا اور اسکی جواب میں  
 جناب امیر کے تحریر فرمایا کہ وزعت اضافہ علیہ بیعت خطیبتک فی عثمان  
 گنت امر من العاجزین اور دت لکھا اور دوا وادرت لکھا اور دوا  
 ماکان لہ لجمہم علی ضلال و یقربہم یجمع فاعل جواب یہ ہے کہ تو جو چہرہ الزام خندان قتل  
 عثمان کا لگاتا ہے اور جو ہے مجھ کو صالح اور اہل خلافت نہیں سمجھتا اور گمان کرتا ہے کہ اہل حل و عقد  
 نے خطا کی ہے جو غیر اہل کے ماہیت پر بیعت خلافت کے گویا بالکل غلط اور غور سے کیونکہ میں ہی ایک  
 رجل ہاجرین میں سے ہوں جو اب تک حال تھا وہی میرے حال تھا اگر میری ذمہ الزام ہے تو سب  
 ذمہ الزام ہے اس میں ہر کوئی خاص کام کر جو سب جہادین سے علیحدہ ہو نہیں کیا پس  
 اگر اہل حل و عقد نے مجھے بیعت کی اور میں غیر صالح لایخلافت تھا تو لازم آتا ہے کہ وہ سب گری  
 پر مجتمع ہوں اور سب کے سب حق سے اندھی ہوں اور یہ حال ہے تو اس سے صاف ثابت ہوا  
 کہ بیعت اہل حل و عقد کی صحیح لایخلافت کے ساتھ نہیں ہو سکتی ہے اور علامہ بقرانی نے  
 جو بیعت خالی نہیں کیا کہ اہل حل و عقد سے شخص کہ امام بناوین جو مخالف امر اللہ کے ہمدیہ غلط ہی  
 اور جناب امیر کا جواب سرسرا سکا و مذکور لیکن یا ابیہم ہم اسکو علی سبیل التسلیم کر کے  
 دین اور کہتے ہیں کہ اچھا اوسے امام کو وہب المظاہرت اعتقاد کرو جسکو اہل حل و عقد  
 امام بناوین اور وہاں شہر اور تبریز شریع میں مخالف امر اللہ کی نہو اور خالص سی  
 فی عین جناب امیر کے ارشاد کو مانو اور اپنے مسئلہ سحرانی کو سچا سمجھو اور ظاہر ہے کہ

جناب امیرزاد خلافت خلفا و خلفین اسمع و اطوع رہے کہ کسی قسم کی چوٹی پر اپنی کی  
 باوجود کہ حضرت فاطمہ رضوان اللہ علیہا جن کے شاہین میں انھیں پہاڑی ہیست کہ نہ خوش و نہ اڑ  
 ہونے اور کلمات قبیح و بیجاں مثل ترین پر وہ نہیں شدہ و خائنین درخمانہ کہ خدیجہ الخ الی آخر  
 الکفریات و فانی بلکہ اسمع ہما جوین و انھما زمین جا کہ دادیلا اور فواد و فغان کے  
 مگر آپ کو خوش نہ آیا۔ بروایت محدودی استیعین جالین اوسون چنگار جہا تبسیرین و انھما  
 سہو آپ سی امجد اخلافت صلیبی ہیں درخواست کی کہ ہم ابو بکر کو مسند خلافت سے  
 اوتار دیں آپ نے منکر و نہ فرمایا۔ حضرت عباس اور ابو سفیان کے درخواست بحیث کہ  
 قبول فرمایا۔ قسم قسم کی اوتھیں اوصیہ یسین ارسلیں طرح طرح کی تہذیب و تہذیب  
 لیکن اسمع و طاعت کی عودہ الالٹی کو نہ تہ سے ندیا پس جب باوجود ان باتوں کو بھی  
 آپ نے کسی چوٹی پر اپنی تہ سے زیادہ کون اسمع و اطوع ہو سکتا ہے کہ نہ امام کے واجب  
 ہو گیا آپ کو بے شہادت بکرائی قوی علیہا اور جب امام بھی خدائے کے حکم سے کسی چوٹی پر  
 ہو تو اسکی اطاعت سے انحراف گویا خدا کی حکم سے انحراف ہی جو معصیت ہی قطع نظر  
 اس سے ہم پہلے بروایات شیعہ ثابت کر چکے ہیں کہ سیرت خلفا و خلفین مثل سیرت ملوک  
 و سلاطین جائزہ کے نہیں ہے بلکہ ترویج محالہ میں اور احیاء اشعائے اسلام میں سرگرم ہی  
 اور بیٹ پاس شہر و شریف نصیب العین اور نہ حضرت طہر کہتی تھی۔ توجیب ایسی خلافت  
 کو دینی اسمع و اطوع ہو گا تو یہ کہ ہوگی۔ بہر کیف خلفا و خلفین کے زمانہ میں انکی حکم  
 کی مطیع و منقاد رہو اور امین کے لیے جو بھی بعد شہادت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے  
 فرمایا کہ ہم جب کو امام بنا لو میں اسکا مطیع و منقاد ہو گا اور یہ ثابت ہو چکا کہ آپ کی  
 دیادنی اطاعت و منقاد ہو جیسی کہ آپ کو وجوب اطاعت امام کا حکم زیادہ معلوم  
 و یقین تھا پس جب کوئی دوسرا شخص امام حق اور صاحب اطاعت ہو اور آپ اسکی  
 بروی حکم شرع مطیع ہوئی۔ تو آپ کی امامت منقطع و حق باطل ہوئی اور اس شخص کے

اہم ثابت ہوئی اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ امام برحق وہی ہے جس کی امت کو اہل حل عقد تسلیم کر لیں اور متفق ہو کر اہل حل عقد جس کو امام مبالغہ اور غلط فہمی کے تحت امام برحق تسلیم کر لیا ہے اور ان کو امام بنا لیا ہے تو وہ واجب الاطاعت اور امام برحق اور خلیفہ راشد ہوئی۔ تیسرا جو جناب امیر نے ارشاد فرمایا۔ دانا کلمہ وزیر اخیر لکھنؤ امیر۔ یعنی تمہارا لیویں وزیر ہوں یہ بہتر ہے اس سے کہ میں تمہارا امیر ہوں حاصل یہ ہے کہ میری اہمیت تمہاری لیویں وزیر کے اہمیت اور اخیر ہے اور ظاہر ہے کہ جس اہمیت کے آپ وزیر پیشتر اور جن امرا کی آپ معین تھے ان سے کہ وہ اہمیت بھی غیر ہوگی اور یہی ہے کہ خلافت تمہارے سابقہ میں جناب امیر وزیر مستیر صحیح جہات میں آپ سے شورہ لیا جاتا تھا اور آپ کے مشورہ پر عمل کیا جاتا تھا تو وہ غلافین جن کو آپ وزیر تھے وہ حق اور خیر ہوئی باقی رہا یہ امر کہ یہ خیر تہ کس امر کے طرف راجع ہے آیا صرف ظاہری دنیاوی سہولت حال کی طرف راجع ہے یا مطلق باعتبار دینی دنیاوی امور کے سببے طرف عالمی لیکن ہم کہتے ہیں کہ احتمال اول بعید ہے اور قابل اعتبار نہیں اور احتمال ثانی نے بروی اول لامل صحیح و درست ہوگا کیونکہ ظاہر ہے وہ ظاہری سہولت حال کہ جس میں دین دنیا کا نقصان ہو اور اس پر خیر کا اخلاق کی سطح صحیح نہیں ہو سکتا ہے دین اور دنیا کی اہمیت عامہ ہے جبکہ نسبت دین اور دنیا کی اہمیت حال منوط و مربوط ہے اور امام نہیں کہہ سکتے کہ ہر کامت کے احوال دینی اور دنیاوی کے اہمیت کرتا ہے لیکن تیسری نسبت خود شارع علیہ صلوٰۃ والسلام کو مقرر ہے ایسا طور و سلی شان میں۔ غرض علیہ خاتم۔ ارشاد ہے خود خداوند تعالیٰ است و فرماتا ہے۔ یرید اللہ بکد اللہ و لا یجوز بکد الحس۔ اذ فرماتا ہے و ما جعل علیک فی الدین من حرج۔ پس جب شارع کو یہ نسبت مذکور ہو تو اس کو کون انکار کر سکتا ہے ان امام امت کا مطلق ہو جاوے گی کہ جو کچھ اذکر مرصی ہو وہ کرسی یہ ہے اگر پہلی کرسی امام نے کیا ہو تو اس وقت جناب کو اس کا فرمانا شایان ہے اور جب کسی امام نے

ایسا نہیں کیا اور نہ لوگ اسکو عادی پتی ہمیشہ امام اپنی رای و مشورہ سے سرکجام مہمات  
 کرتے رہے تو ایسی حالت میں آپکا پیرا شاد صرف سہولت حال کی طرف راجع نہیں ہو سکتا  
 علاوہ ازیں مطلق خبر سے بلا قرینہ فرد ناقص بلکہ انقص مراد لیا یہ خود خلافت قاعدہ عرف اور غلط  
 ہے تعجب ہی کہ امام مخصوص میں فتہ و منصوب میں الرسول بالفعل ہو اور وہ کہہ ہی اپنی حق کا  
 نام نہ لی اور اگر لوگ اسکو چاہیں تو مدفعت اور تعطیل فرمادی اور شہادی کی میری وزارت  
 تہا ری لمی بہتر ہے امارت بقدر بہتر نہیں۔ خبر۔ دعویٰ و التمسوا غیرے تاک مصفا  
 نہ تھا لیکن یہ سب سے منصوصیت خلافت کو چل کر رہا ہے اور ثابت کرنا ہے کہ انعقاد خلافت  
 بیعت اہل حل عقد پر موقوف ہے چنانچہ ان جملوں میں جملہ صریح دلیل ہے واعلموا ان اجبتکم  
 لکنتم بکما علمہ ولما صنع الی قول القائل یدعی العاتب اس میں آپنے اجابت کو  
 ضمیمہ کی طرف ثبوت فرمایا ہے یعنی اگر تہا ری میں جس کے اجابت کر لوں گا تو پھر کو اپنی رای پر عقائد  
 اور قسم سے اپنی غلطی کے موافق کام لوں گا تو آپنے اپنی عمل و تصرف کو اپنی اجابت میں منحصر فرمایا ہے  
 تو معلوم ہوا کہ جب آپ اہل حل عقد کی التماس کو قبول فرما دیں گے خلیفہ بالفعل اور قیست  
 ہو کر گویا انعقاد طرفین کے ایجاب و قبول اور رضا و تسلیم سے ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ آپ  
 بالفعل امام و خلیفہ نہ تھے ورنہ خلیفہ کو جو خدا تعالیٰ کے کی طرف مقرر ہوا اجابت کے سوا چارہ  
 نہیں ہے۔ ان جملوں میں یہ سننی نہیں رہتا اگر اجماع اور خلافت اسوجہ سے نہ ہا کہ امت کے  
 طرف سے اجابت و تسلیم میں کو تا ہی ہے تو پھر ان اجتمعات سے فرمانا مناسب تھا یعنی  
 تہا ری طرف سے تقصیر ہے اگر قسم اجابت و تسلیم کر کے۔ الحج۔ پس اس سے حرج و جہد نہ ہوتا  
 کر دیا کہ داردار انعقاد خلافت کا بیعت اہل حل عقد پر ہی اور جناب امیر مرگہ خلیفہ  
 منصوبہ صریح ہے جیسا کہ حضرات شیعوں کا وہاں پس محاسن مطالب تحقیقی طور پر اس عبارت کا  
 یہ ہے کہ آپ صریح ہوتا کہ ابتداء زمانہ خلافت نبوت میں کاروائی کا بیان اور اسلامی ترتیب  
 بی بیان ہونے والی ہیں تو تعجب نہیں کہ کہیں آپکی خواہش ہوئی ہو کہ یہ کام میری

ماتہ سے کچھ نہ ہو اور یہ جسات میری نامہ اعمال میں درج ہوں پس جس کو بہر عقیدہ نہ تھا  
 اور اس کام کے لیے کارروایاں قضا و قدر نے اور لوگ مقرر کر رکھے تھے تو آپ کا دست بٹھا کر  
 لوگوں کو اس سے گمراہ رہنا بعد شہادت عثمان رضی اللہ عنہ ایک سو سو سال کا زمانہ خلافت نبوت  
 قریب الاختتام ہو چکی اور قریبات اسلام کا شباب بڑھ چکی کے ساتھ بدل چکا ہو گیا۔ اب باہم  
 خانہ جنگیوں کی گرم باز آ رہی ہوگی تو یہی آپ کے بیعت کے قبول کرنے میں حقل و شویف  
 فرمائی اور یہ الفاظ صاف صریح طور پر اس مدعا کو ثابت کر رہے ہیں فانما مستقبلون  
 امر الہ وجہ واللوان لا یقوم لہ القلوب ولا تثبت لہ العقول وان الامان  
 قد اغاصت والمجید تنکرت چنانچہ آپ کی زمانہ خلافت میں ایسا ہی واقع ہوا اور شویف  
 متن سے پاکہ ہوا اپنا ترک کرنا خلافت نبوت مقرر فرما دیا اور ملک عضو من کے زب  
 آل ہدیہ اس حسرت کو ساتھ جناب امیر نے فرمایا۔ انتبلیت لقال الی شہبہ غرض یہ کہ  
 اسکی شہبہ ہو گیا غرض اور اسکی غرض سے کیا مطلب ہمارا مدعا جسکو ہم اثبات کے لیے  
 میں یعنی نبوت حقیقت خلافت خلفائے ثلاثہ وہ بحول اللہ و قوتہ اس کلام سے بخوبی ثابت ہو چکا  
 چارویں عشر۔ امام ابو الفرج اصفہانی نے اپنی کتاب انغالی میں روایت کی ہے کہ  
 عن ابی الاحیر الاکبر قال قال جابر الیوسفیان الی علی بن ابیطالب فقال یا ابا الحسن  
 ما بال هذا الامر فی اضعف قریش واخلها فواللہ ان شئت لاملانا فاعلمہم  
 خیلا ورجلا فقال علی بن ابیطالب طال ما عادیست اللہ ورسولہ والمسلمین فافہم  
 ذلک شیدا انا وجدنا ابا بکر لہا اھلہا اس روایت سے نبوت حقیقت خلافت صریح  
 ابو الدیجر اکبر سے مروی ہے کہ ابو سفیان علی بن ابی طالب کے پاس آیا اور کہا اے ابو الحسن  
 امر خافت کا کیا حال ہے کہ تو بنی ہاشم کو ضعیف تر سے نہیں دیکھتا۔ خدا کی قسم اگر تو چاہی تو میں میدان  
 سوار میدان پر دروں علی بن ابی طالب سے درایا تو ہمیشہ اللہ کا اور رسول کا اور منور نگاہ دشمن راہ راست  
 اور کو پہنچتا ہوں پہنچا ہمتی راہ کو خلافت خلیفہ ثلاثہ سے۔

یہ روایت صحیح ہے اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ  
 نبوت حقیقت خلافت صریح ہے

بدلتی ثابت ہوتا ہے اور دوسری افلاکین ایسی جو کہ اس پر متفرج ہیں تو جب اگر  
 حقیقت ثابت ہوئی تو اور دوسری بھی صحت و حقیقت ثابت ہو گئی اور کچھ شک و شبہ نہ رہا  
 مگر ان سے اس قدر کہ ارس ہے کہ جواب اگر صاحب اعانی البوالشج طلی بن حسین اصطفائی  
 کو درم اعتبار کا خفیہ پیش کرینگے تو ہم کو بھی یہی روایت در دست کی حالات اور ان کے علماء کے  
 تحقیقات عرض کر کے متنبہ کریں گے کہ اس میں ضرورتاً میں آپ کو صحاح کی خبریں  
 اور غائب روایات قابل اخراج ہو گئی ہیں اور معتد ضعیف اعتبار فرما کر کہا ہے چونکہ  
 اس میں ہمیشہ میں کسی قدر اختلاف ہو گیا ہے ہمیں آپ کو اس کے ختم کر کے میں اور اقوال آئندہ  
 جواب دہ ہیں۔ **قول**۔ جبکہ ہم نے اپنی شرائط ثلاثہ کو آپ کے کتبہ معتبر سے  
 دراصل بہت کر دیا اور ہم نے اس کا اہم الہامات ہونا بھی ثابت ہو گیا اور کچھ دیگر قول آئندہ  
 ثابت کیا جائیگا تو اب فرمائی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کس کو خلیفہ مقرر فرمایا۔ یا  
 اس باب میں کیا ارشاد فرمایا۔ **قول**۔ دعویٰ اثبات شرائط ثلاثہ بدلیل  
 محض سنیہ اربعہ سے ناشی ہو کر غلطی کہ ہم نے شرائط ثلاثہ دلائل سے ثابت کر چکے ورنہ  
 فی الحقیقت اوکا ثبوت محال ہو گیا کہ جو امور کتاب اللہ و سنت کے خلاف ہوں اوکا  
 ثبوت کتاب و سنت سے کیونکر ممکن ہو چنانچہ آپ کی دلائل کے جواب میں گذارش ہو چکا اور ہم  
 الہامات ہونا جو بار بار آکر زبان سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو اپنی عادت قدیمہ کی  
 موافق یہ بھی یاد نہیں کہ اس مسئلہ میں امتیاز کو فیہ کیا ہے چنانچہ ہم آئندہ قول میں  
 جیسے میں آپ کے اس بحث کی ہر گذارش خدمت کریں گے اور جب شرائط ثلاثہ کا آپ سے اثبات نہیں  
 ہو سکا تو یہ سوال آپ کا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کس کو خلیفہ مقرر فرمایا یا اس میں  
 کیا ارشاد فرمایا ہے موقع ہے ہاں یہ جو تعہد ہماری سوال کا ہے کہ جب شرائط ثلاثہ باطل ہیں  
 تو فرمایا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کس کو خلیفہ مقرر فرمایا یا اس باب میں کیا ارشاد فرمایا  
**قول**۔ رہا آپ کا یہ قول کہ اگر اس کلام کے موافق ہے تو ہم جیسا ہاں موافق رہے جیسا

کلام کہ پہلی معنی بیان کی گئی اور ثابت کیا گیا کہ جو آپ سمجھ سکتی تھی وہ ہرگز اسکا مطلب نہیں کہنا  
 شبہ رفع ہو گیا جو کچھ جناب سالت تھے اس باب میں فرمایا ہو گا فی ہر کسی کہ ہمیں اند اس  
 کلام میں کچھ فرق نہ ہو گا اور گزشتہ خط نہ ہو گی اور درود ارشاد بجا ہی خود حق و درست ہوئے  
**اقول** بحوالہ اللہ وقوتہ سر ثابت کرائی میں کہ جو معنی آپ نے اس کلام کے ہمیں سمجھ سکتی تھی وہ  
 غلط تھی اور تاہم بلکہ دوسری معنی کلام میں کیسے بتا دی تھی پس اس تخلیق سے محقق ہو چکا ہو  
 کہ اس پہلی معنی اور دوسری مطلب ہی تھا کہ جو سمجھ سکتی تھی پس بالآخر اس کی طرح آپ کو حصول سے منع شدہ  
 نہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس باب میں جو کچھ فرمایا وہ اس کی گزشتہ  
 نہیں ہو گا **قول** تعجب ہے کہ باب تائیل آپ نے کس دلیل سے مسدود کر دیا ہے حالانکہ یہ پہلی  
 وہ عرض ہوئی میں جو معلوم و دہائی میں دہا کرنا دلیل کجائی تو تائیل کی بہت گنجائش تھی  
 باب تائیل نہایت وسیع ہے **اقول** حرج لائن سے سمجھنی باب تائیل کو سمجھ نہ کیا ہے  
 دو دلائل وہ ہیں کہ جن سے ہمیں آپ کی معانی کو ٹپل کیا ہے اور اس میں مذکور ہو چکا ہے کہ میں  
 یہ بھی ثابت کیا گیا ہے کہ یہ معنی جو آپ نے بیان فرمائی میں محض خیالی میں اور دہائی آپ کی معانی  
 تائیل نہیں کہا جاتا بلکہ یہ تحریف معنوی ہے پس جس جگہ عبارت بجز ایک معنی لکھی دوسری  
 معنی کو مختل ہی نہ ہو اور بجز ایک معنی ہر ضوع کے کسی دوسری معنی کے ثبوت پر کوئی توجہ  
 قائم ہو بلکہ نفی احتمالات پر قوانین دلالت کرتی ہوں تو ایسی حالت میں باب تائیل مسدود  
 ہوا کرتا ہے پس اس قاعدہ سے کہ باب تائیل واسع ہے یہ استخراج کرنا کہ ہر جگہ جاری ہو سکتا ہے یہ فرض ہے علم  
 فضل پر زیادہ ہو بلکہ اگر ایسا ہی تائیل واسع تو خصوص ہر چیز میں مثل اللہ العتاق محمد بنیاد میں  
 تو تائیل کچھ تعجب ہے کہ باوجود اس خطہ مذکور میں کت مولانا کو بعض چیزیں تنافی میں سمجھتے ہیں اور  
 قابل تائیل نہیں سمجھتے معلوم نہیں کہ کس دلیل سے باب تائیل مسدود فرمایا پس باب تائیل کے تحت ایک  
 مقتضی نہیں کہ جس جگہ جاری ہو سکی۔ **قال الفاضل** بحسب۔ **قولہ**۔ باقی رہا۔  
 اہست سے یہ سوال کہ خلافت انکو نزدیک اردین میں۔ الخ سو آؤ لا انکی کچھ ضرورت نہیں

کیونکہ جیسا کہ امر ثابت کو مولا کی شرط کے بدلائل ثابت فرماؤ گے تو اس کا اہم الہامات ہونا ہی ثابت  
 ہو جائیگا اسلئے کچھ ہی کہا کریں بمقابلہ بدلائل متبرہ کے ان کا قول کو ٹیکر بغیر ہوگا۔ اقول۔ جبکہ  
 بہت بڑا اختلاف اور مابہ النزاع اسلئے شیعہ میں امر خلافت ہی ہوا جیسا کہ ثابت کیا گیا  
 اور ایک نزدیک بھی جو امینی مطلق اختلاف کا ہے وہ بھی بالآخر منہج بحث امامت ہی ہوتا ہی تو آپ  
 سوال کی شد ضرورت تھی کیونکہ جب تک وہ امر علم الہامات اور مسائل شرعیہ میں سہ عمدہ مسئلہ ثابت ہوگا  
 تب تک یہ اختلاف موجب بدعت و ضلالت و گمراہی وغیرہ ہوگا جو طرفین ایک دوسری لگا رہی  
 ہیں یہ قول العبد الفقیر الی مولاہ العفی ایل انصاف و یکھین کہ  
 ہم نے کیا عرض کیا تھا اور جاری مجیب ایک اس کو جواب میں کیا فرما رہے ہیں یہ جو کچھ فرمایا ہے اسی  
 دلیل عامہ کے ساتھ کہ ہم نے یہ بھی یا نہیں یہ شخص حضرت کی سخن منہج ہی آپ نے سوال کیا تھا کہ اس  
 امر میں سے یا نہیں اگر یہی تو اصول سے ہے یا قروع سے اس پر بھی عرض کیا تھا  
 کہ اس سوال کی کچھ ضرورت نہیں ہے کیونکہ جب مسئلہ امامت مع اس کی شرط کے بدلائل آپ  
 ثابت فرمائیں تو اس مسئلہ کا امر میں سے ہونا بھی ثابت ہو جائیگا اور اصول سے ہونا بھی  
 ثابت ہو جائیگا اس کو جو اپنی آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ جب فیما بین اسلئے شیعہ بہت بڑا اختلاف  
 امر امامت میں جو اور ایک نزدیک بھی مطلق خلافیات راجع بحث امامت ہی تو اس سوال کی شد  
 ضرورت تھی اور اس کو دلیل بھی ارشاد ہوئے کہ ہے کیونکہ جب تک وہ امر علم الہامات اور مسائل  
 شرعیہ سہ عمدہ مسئلہ ثابت ہوگا تب تک یہ اختلاف موجب بدعت و ضلالت نہ ہوگا پس اس  
 تقریر سے ہماری انتہا عرض کیا گیا جواب ہوا اور اس دلیل کو اپنی مدعا سے کیونکہ ربط ہوا اظہار ہے کہ جب  
 یہ مسئلہ بہت بڑا مابہ النزاع ہے اور جب تک اس کا اہم الہامات ہونا ثابت نہ ہوگا تب تک  
 یہ اختلاف موجب ضلالت نہ ہوگا تو اس سے صرف یہ بات ثابت ہوئی کہ اس کو اور اس کی شرط  
 کی اثبات کی ضرورت ہے جب وہ مع اپنی شرط کی بدلائل سے ثابت ہوگا تو اس وقت یہ  
 اختلاف موجب ضلالت ہی ثابت ہو جائیگا پس اس کے مع اس کی شرط کی اثبات کی ضرورت ہے



نہ سوال کی اور بندہ نے ہی یہی عرض کیا تھا کہ اس سوال کی کچھ ضرورت نہیں ہے آجکے  
 محض دعویٰ ہلا پس فرمایا کہ دلائل سے اذکو ثابت فرمائیجی دین میں اور اصول میں ہی ہونا  
 خود ثابت ہو جائیگا تو اس عبارت سے ہماری اکثر اس کے تقویت ہوئی نہ ہماری اکثر اس کا  
 جواب ادا اس سے بھی جی نہیں خواہ ہو گیا کہ دعا تو اسے ضروری ہونا سوال کا تھا اور دلیل سے کہ  
 ضروری ہونا اثبات امر خلافت کی مع اس کے شرائط کے ثابت ہوا۔ رہا اثبات امر خلافت  
 مع اس کے شرائط کے سو اس کی بحث گذر چکی۔ اصل انصاف ملائمہ فرامین سارہ انصاف سے کہ  
 بدل اہلین اور بحث اہل الہامات ہونی کی عنقریب آتی ہے اس کی منتظر رہیں **قول**  
 محمد بن احمد بن ابی امامت کو مع اس کے شرائط کے بدل ثابت کر دیا **قول** ابن ابی  
 آپ نے امامت کو مع اس کے شرائط بمع خود دلائل ثابت فرمایا ہر ادن دلائل کی کیفیت است  
 بندہ بخوبی متوجہ کر چکا ہے اور بجز الہامات ثابت کر چکا ہے کہ یہ دلائل ایسی والہی یا وضعیہ  
 ہیں کہ اگر کوئی ممکن نہیں کہ قیامت تک ہی ثبوت مدعا ہو سکے **قول** میر جوئےب سزاوارہ انصاف  
 سے نقل ہے کہ میں اور کین ہی لفظ یعنی اہل الہامات بلکہ اس سے بڑے مسئلہ اس کی کہ اگر حضرت علی  
 علیہ وسلم تقریب عبادت ان ورضیہ مخمورہ کمنہ ادا نہی تا جب تک مدعا باشد حاشا من ذلک  
 جوئےب یہاں اس آیت دانی ہایت کا ترجمہ ہے کہ وان لم یفعل فما بلغت رسالتہ موجود  
 آپ ان عبارت کو نظر فرمیں انصاف سے ملاحظہ فرمادیں۔ **قول** آپ کی ان سے  
 اور نیز تقریبات سابقہ ولاحقہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جو فیما بین اہل سنت وجمیعہ سماء است کہ  
 اہل الہامات ہونیکہ بارہ میں تمام اہل تفسیر و ترویج اور اہل اہل سنت میں اختلاف ظاہر ہو چکا ہے اس میں  
 آپ یہی نہیں سمجھ کر اصل امر النزاع کیا ہے اور کس چیز میں نزاع و خلاف ہے۔ آپ کو خواہی کہ  
 مترشح ہوتا ہے کہ آپ خلافت کے اہل الہامات ہونے اور ہونیکیا وہ النزاع سمجھ کر ہوئی  
 میں اور یہ سمجھ کر کہ نزاع اس کی ضرورت اور ہمیشہ میں ہے ایسی اہل سنت کی کہ ان میں  
 جیسا کہ لفظ ہمیشہ یا اس کو ہم معنی مل گیا وہی ثبوت مدعا کیلئے یہ ہم خود رض سے حالانکہ یہ

اہل سنت اور جمیع فرقہ کے اہل الہامات ہونے کی نسبت  
 بالذات ان کی کیفیت

خیال بالکل غلط اور سرفروغ کیونکہ جس شخص نے حکام کو خصوصاً شیعیہ کا متبع کیا ہے وہ سمجھ سکتا ہے کہ اہم  
اور ضروری ہونا کسی حکم کا اس امر کو ستائز نہیں ہے کہ وہ اصول میں سے ہو۔ ممکن بلکہ بہت حکام ایسی  
ہیں جو فرعی عمل میں اور نہایت اہم اور ضروری ہیں کیا آپ کے نزدیک صوم و صلیق اہم ضروری  
نہیں کیا آپ انکو وزیر باقی ارکان اسلام کو اہم اور ضروری نہیں سمجھتے۔ پس اہمیت شیعیہ  
کچھ ایسی مندرجہ نہیں ہے کہ وہ اصول میں سے ہو بلکہ ہو سکتا ہے کہ اسکی اہمیت بوجہ وجوب اور  
الثبوت ہونی کے ہو چنانچہ امتیان بالقرآن فی وجوب احتساب عن المحرمات اسکی سی شاہد عدل  
کافی میں اور غیر ممکن ہے کہ اہمیت کسی حکم کی باواسطہ اور بامستقیم کسی دوسری ضروری امر کی ہو جیسو  
وسئل تو حکم مقاصد کا دیا جاتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ مقدمہ الواجب واجب قاعدہ قرار پایا  
چنانچہ معنی ہوا حفظ اہم الہامات کا لکھا ہے وہ اسی اعتبار سے لکھا ہے اور یہ امر سیاق عبارت سے بخوبی  
ظاہر ہے اور ہر شخص اسکو سمجھ سکتا ہے بشرطیکہ فہم سے کام لے پس یہ ضرور نہیں کہ جو بردستی  
شرح اہم ہو وہ اصول میں ہی داخل ہو مان یہ ضرور ہے کہ جو امر اصول دین میں سے ہو گا وہ ضرور  
اہم اور ضروری ہو گا پس ہم مسئلہ است کو اہم اور ضروری کہہ رہے ہیں لیکن چوں کہ دین میں سے نہیں سمجھتے  
اور حضرات شیعہ اسکو اصول دین میں داخل کرتے ہیں تو منشا از ترابع فیما بین اہل سنت و شیعہ  
ام خلافت کا اہم اور ضروری ہونا نہیں ہے بلکہ اصول میں ہونا ہے۔ یہی ہماری حق بات ہے  
وہ دلائل پیش کرنا جنکا مدلول صرف اہمیت خلافت ہو بالکل وادعیات اور پوچ میں جنکا منشا  
یہ ہے کہ مسئلہ الزام کو یہ نہیں سمجھا اور تعین مجمل نزاع کا اسکو معلوم ہوا نہ وہ دلائل اس  
قابل میں کہ ہم انکو نظر التفات سے دیکھیں اور اصل وجہ اس نزاع و خلاف کے فیما بین اہل  
و شیعہ نہ خلافت میں ہے بلکہ اصل مسئلہ ہے کہ عباد پر واجب ہے کہ یکو اپنا خلیفہ بنا دیں اور اہم  
مقرر کریں اور شیعہ کے نزدیک اس میں عباد کو کچھ دخل نہیں ہے بلکہ کہتے ہیں کہ خدا پر واجب ہے  
کہ وہ خلیفہ و امام کو مقرر فرادی المسئست کے نزدیک جب استخلاف عباد پر واجب ہے تو اسکا  
وجوب متعلق انکو عمل کے ہو یہی فرعی عملی ہوا۔ پس یہ مسئلہ بہت اہم ہے اسکو ابطال کے لیے وہ

دلیل قاطع اب ہوگی جو اس سارے فرعی ہونے کو باطل کر دے اور اصولی ہونا ثابت کرے اور اس کے  
 کو جو دلیل ازادہ نقیض نقل کی ہو وہ ہر مفید مدعی جیسے نہیں ہوگی کیونکہ اس کے اثرات ہوتا ہے نہ پہنچتا ہو  
 کہ خلافت و زلیفہ مختوم ہے وہیں اور یہ سب لازم اس کی اصولی ہونے کو ہرگز نہیں بلکہ عام ہونا ثابت ہو  
 کہ زلیفہ مختوم ہی عباد پر ہی اور ان کی عمل کے متعلق ہے تو اس سے یہی اس کا فرعی عملی ہونا ثابت  
 ہونا اول میں ہی ہونا۔ روائے آیت دان لم نقل فمالجعت رسالۃ صریح ہونا لال اس معیار پر  
 اس سے ہی زیادہ قوی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو احکام و جوہر حضرت  
 و نہ ب ملاحت و کرامت اور علی بن القیاس قصص و امثال و نشاہات وغیرہ سے نازل ہو  
 اور جنکی نسبت حکم سے کہ عباد کو پہنچا دو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب ہو کہ ان سے  
 تبلیغ فرادین اور کسی میں اختلال کو نہ ہو نہ فرادین خواہ وہ اہم اور غرضی مثل فرانس کے ہوں یا ہون  
 ہرگز اگر بعض محال جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان میں سے کسی امر کی تبلیغ میں اختلال نہ ہو  
 خواہ وہ امر فریادین میں ہی ہو یا ہو تو یہی تبلیغ رسالت میں کو نہ ہوگی اور مضمون آیت  
 دان لم نقل فمالجعت رسالۃ صادق آویگا۔ پس اس آیت شریفہ سے اثبات اہمیت کیستہا  
 لانا راہر الاخلال کہ پس ان ہمارے کو ہماری فاضل محیب لیغور ملاحظہ فرمائیں اور عقل و بظاہر و کلام  
 معنی انہی پر جتنا اور یہی ثبوت ہے جو صحابہ کرام کے آپ فضاہیت کے مستند ہیں اور یہی  
 معظمت اختلاف کا ان کا فضائل کو ہی مفہاد کرتے ہیں وہ ہی ایک ایسا اہم الہامات سمجھتے ہی کہ یہ  
 کائنات و غیر موجودات کی نسبت اظہر بدون پتہ و تحقیق کی ہو رہی اور اس کی طرف آپ کی  
 صحابہ کرام تو چہ ہی نہ ہوں اور عقیدہ بنی ساعدہ میں تالی نے اول کو خلیفہ عباسی دیا اب فراموشی  
 کہ اس میں یہ جلد ہی عجائبات کہ اسے محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال اور عظمت الہامات  
 کی ہمدی اور ہوت پر وال سے اس خلافت کے اہم الہامات ہوں کی غرض سے کہ یہی با کسی اور غرض سے  
 مفصل ارشاد ہو اور یہ حال کل کتب احادیث و تارخ و سیر میں درج ہے اور ہمیں تو  
 طابع الہوت کو ہی ملاحظہ فرادین اس میں جیسے یہ ہی لفظ یعنی اہم الہامات تحریر پر

**اقول** اس مسئلہ میں یہی وہی خرابی موجود ہے کہ ہماری فاضل نجیب نے استدلال غریبیہ کو  
 اثبات مطلوب پر اپنی عادت قدیمہ کے موافق پس پشت ڈال دیا اور اس کو دیوگ لکھی اور حضرت  
 لفظ اہم الہیات کو بھیجی ہو یہی اور یہ نہ سمجھا کہ یہ التزاع کیا ہے اور اگر یہ ثابت ہو گیا تو اس  
 خصم کا کیا نقصان ہوگا آفرین ہے اس علم و فہم پر اور شاہ اس حیاد و شرم کو سقیفہ نبی علیہ  
 الرحمۃ کی وجہ سے ہند لال فرمایا ہے بالکل لاطائل لوح ہے کیونکہ غایتہ مانے الباب اگر اس سے  
 لازم آتا ہے تو یہ لازم آتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے امین خود میں ہیں کہ جو ہم  
 متعارض پیش کی ایک امر کو جو زیادہ اہم تھا دوسری معتکم فرمایا۔ پس اس سے جو بجز اس  
 کہ یہ ثابت ہو کہ خلاف اہم اور ضروری اور واجب ہے اور کیا ثابت ہوتا ہے سوا اس کا کوئی منکر  
 نہیں ہے چنانچہ فرائض و واجبات علیہم وہ سب اپنی اپنی مرتبہ میں اہم اور ضروری ہیں کہ یہ ثابت  
 نزاع میں ہے کہ خلاف اصول میں سے ہے یا فرع میں سے پس اس کی کیا حثیت ثابت ہو  
 کہ خلاف اصول میں سے نہیں ہے بلکہ فرع میں سے ہے کیونکہ جو لوگ شریک حثیت سے  
 بنی ساعدہ تھے وہ سب علم انصوح بن خلیفہ اول بن خلیفہ ثانی رضی اللہ عنہما واجب اور خلاف کو  
 منکر و مخالف است اعتقاد کرتے تھے تو اس سے صاف ثابت ہوا کہ یہ واجب اور منکر نزدیک  
 داخل فروعات تھا۔ رہا یہ امر کہ خلاف کار انجام بخیر و تکفین فحش اطہر و اقدس صلوات اللہ  
 علیہ وسلم سے اہم اور اقدم تھا یہ خود ظاہر ہے کہ خلاف ایسا مقدم ہے کہ اس پر حکام  
 بنار دین و اسلام اور تقاضا میں موقوف تھا اگر اس میں تزلزل آتا تو خدا کا ہواستہ تمام دین  
 ہی درہم برہم ہو جاتا اور بخیر و تکفین کی تاخیر کو کوئی خرابی لازم نہ آتی تھی اور ہمیشہ فائدہ  
 کہ ہم الامین کو دوسری پر مقدم کیا جاتا ہے مگر غیب یہ ہے کہ جناب امیر رضی اللہ عنہ نے زمانہ خلافت  
 خلفائے راشدہ رضی اللہ عنہم میں اس خوف سے کہ اگر میں اور خلاف کا مطالبہ کروں اور وہ میں منقشہ  
 کروں تو یہ تمام لوگ جو ظاہر کلمہ کو اور بیاطن کا فر میں ظاہری اسلام سے ہی پھر جاوے گا  
 اور تنہا اور کھڑی ہوگا اور خلاف کا مطالبہ فرمایا اور اس کو ترک کیا اور جو امر کر

توحید و نبوت کے اصول بن میں ہوتا اور کچھ ہی ذرا لے کر گویا جناب میرضی اللہ عنہ نے موت  
 اصول شیعہ کے کفر و نفاق کو اصل اصول الین سے مقدم فرمایا اور کفر و نفاق کو نسبت اصول بن کے اہم الہامات  
 سمجھا تو اس سے معلوم ہوا کہ معاذ اللہ اگر نزدیک کفر و نفاق اصل اصول بن سے اہم اور ضروری تھا  
 معوذہ باللہ بن ذلک۔ اور یہ طعن کچھ بے فتنش الظہر کی تیغ بن کھین کا طیرت متوجہ نہ ہوئی  
 اسکا جواب ہم ابحاث سابقہ میں مفصل گذار میں کہ چار میں حاجت اعادہ نہیں۔ پس اگر اربع  
 النبوة وغیرہ میں خلافت کو نسبت لفظ اہم الہامات درج ہو تو وہ ہماری سرگزشت نہیں ہے  
 اور نہ ہماری محبت مفید مدعا بلکہ وہ اویضی معنی کے اعتبار سے ہے کہ جو ہم گذار میں کہ حکم میں  
**قولہ** شرح عقائد نفسی میں یہ عبارت موجود ہے دلالت الائمة قد جعلوا  
 اہم الہامات بعد وفات النبی عم لصب الامام حتی قدموا علی الدفن  
 ولکن العدد موت کل امام ولان کثیرا من الواحات الشرعیۃ یتوقف علیہ اخر  
 شرح عقائد نفسی تو شاید اس مسئلہ میں کتب و رسد میں سے اور حضرت مجتبیٰ علیہ السلام میں مخرج غایت  
 کہ یہ کتاب سے سابقا پڑی ہوگی یہی تعجب ہے کہ حضرت امامت کو اہم الہامات نہیں سمجھتے۔ **اقول**  
 عبارت منقولہ شرح عقائد نفسی سے پسند لال کا شمار ہی وہی خطا ہے جو ہماری فاضل محاسب کو  
 واقع ہو گئی ہے کہ ابہ التذاع کو فراموش فراد یا ہے اور لفظ اہم الہامات کے بھی ہوئی ہیں جب  
 یہ لفظ ملکہ فرط خوشی سے جامہ سے باہر ہو گئی اور انہیں انہر کے کہ تجھ پر جو بھی مل  
 کر دیا اور سمجھ کر میدان مار لیا یہ اس فہم پر کہ قدر دعویٰ اور کیا کچھ ناز و نفرت را عبارت  
 میں بجز اس کہ لفظ اہم الہامات مذکور ہے جو مفید مدعا نہیں اور کون لفظ جس سے ثبات  
 ہوتا ہے کہ امامت اصول بن میں ہے۔ اور پہلے گذارش ہو چکا ہے کہ لفظ اہم الہامات  
 سے ثبوت اس امر کا ممنوع ہے کہ یہ کم اصول بن میں ہے اور فروع میں سے نہیں  
 شرح عقائد میں کہ کسی کتاب ہو لیکن اگر کچھ مفید نہیں بلکہ اس نائنہ ہدال کا سطر تو گراست  
 ہی ہو تو ہی ثبوت مدعا محال ہے۔ پس اگر آپ ہماری امر امامت کو اہم الہامات

یہی چیز سے تعجب فرمادین تو کچھ تعجب نہیں لیکن تعجب یہ کہ خود ہی سوال فرمادین اگر اہل  
 نزدیک خلافت امروزیں میں سے ہو یا نہیں شق اول میں اصول میں سے ہو یا فروع  
 سے (اور خود ہی پہول حادین یا پہولا دیوبند فقہاء جو امر واقعہ میں اہم ہی وہ کسی  
 مانع نہ ماننی شیخ حضرت امیر اہم ہی ہے مگر حضرات اہل سنت کا عجیب حال ہے کہ خود ہی کہا  
 امیر کو اہم المہات کہتے ہیں بکا اور سکا ایسا ہونا بدلائل ثابت کرتے ہیں اور باہمیہ خصم  
 صف اب میں اور سکو نہایت ہی اخف سمجھتے ہیں **اقول** بے شبہ جو امر واقعہ میں اہم  
 ہے اور سکو کوئی مانے یا نہ مانے فہرط اہم ہے لیکن اگر اس سے یہ مراد ہے کہ خلافت  
 یا سنت بدار غل اصول ہونے کے اہم ہے تو یہ ہر سہ غلط ہے سو قہ کہ آئیے اسکی ثبوت  
 کر لیں نہ کوئی دلیل پیش کی نہ کوئی حجت بیان فرمائی تو اسکو دھتہ بدلیل کیونکہ تسلیم  
 کیجا دی۔ اور اگر اہمیت خلافت اسطرح ملحوظ ہے جسطرح فرعیات بالواسطہ اہم ہوتی ہیں  
 تو اسکا کوئی مستکر نہیں پس یہ اہل سنت کا حال نہیں ہے جسپر آکاؤ تعجب ہے  
 یہ حرف حضرت کے علم و فہم و فضل و کمال کی خوبی ہے کہ اہم ہونے اور اصول میں  
 ہونے میں امتیاز نہیں فرماتی اور باہم تفرق نہیں سمجھتے اہل سنت کے نزدیک اہمیت  
 وغیر اہمیت باعتبار حجت و نفہ ہے لیکن آیت حضرت شیخ کی حالت عجیبہ قابل کہن ہے کہ  
 ہو کہ خود ہی اسکو اہم المہات اور اصول دین میں سے کہتے ہیں اور خود ہی فرماتے ہیں کہ ائمہ نے  
 کبہر خلافت کا نام ہی نہیں لیا بلکہ بعض نے تو خلعت خلافت جو مالی نبوت ہے  
 ایک کاؤ و منافق کو سنے زعمائے مجتہد یا ان نڈلاشی عجاب **قول** جب ہم کو اسکو  
 اہم المہات بدلائل ثابت کر دیا تو اب ابکی ہی قول کے موافق اہل سنت کچھ ہی کہا کریں یہ ہم  
 اہم المہات ہی ہے ہر بقا بدلائل معتبرہ کہ وہ بالار کا قول معتبر نہیں **اقول** بے شک اگر آپ  
 دلائل معتبرہ شرعیہ سے امر خلافت کا اصول میں ہونا ثابت کر دیں تو اہل سنت کا قول  
 معتبرہ دلائل شرعیہ کے کیونکہ معتبر ہونا لیکن دلائل شرعیہ سے اسکا ثبوت کہ امر خلافت

اصول میں ہے کہ مجال ہر ایک سلف بزرگ و دانش تو یہ ثابت ہو ہی نہیں سکتا تو آپ  
 کی ثابت کرنا کہ اور حکم و آیت اپنی زعم میں اثبات ہو گیا کہ وہ ہمہ قسم کر ہی حکم میں کہ وہ  
 ایک شخص نے فرمایا کہ قال الفاضل الحسب قولہ منہذا خلافت اہل سنت  
 نزدیک فروع دین سے ہے چنانچہ خاتم الشکاکین مولانا مولوی حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ نے  
 ارادہ الفین میں تصریح کی ہے۔ اقول اگر واقعی امر خلافت فروع دین سے ہے تو منکر ترتیب  
 خلافت متنازعہ کیوں ہے حالانکہ مسائل فروغیہ میں ائمہ اربعہ المسنت میں اختلاف  
 کثیر ہے اور باہینہ جاردن برحق میں کوئی ایک دوسری کو مبتدع و ضال نہیں کہتا  
 یقول العبد الفقیر الی مولانا الفاضل الحسب کہ اس کی حقیقت کی خوش فہمی  
 کمال انوس ہو کہ حضرت کو یہ بھی معلوم نہیں کہ کون سے مسائل و احکام میں جگہ نکار سے  
 مستحق تکفیر و تنزیل ہو تا ہی اور یہ بھی سمجھ کر جو ان میں کہ سنہ فروع کو مطلقاً ضال نہیں  
 کہا جاسکتا بلکہ صرف اویسوت تکفیر و تنزیل کیجا و دیگر جب انکار اصول دین کا ہو گا۔  
 حالانکہ یہ اختلاف بالکل سطر اور طیل سے کیا یہ بات آپ کو معلوم نہیں کہ کون اور کون سے فروع و احکام  
 انکار سے مثل وضو و نیم کے مستحق تکفیر و تنزیل کی ہو سکتا ہے حاصل یہ ہے کہ ضروریات دین کا انکار  
 خواہ فروع ہی کیوں نہ ہو مستوجب تکفیر نہ کہ ہو گا چنانچہ خود یہی ہے اور مسئلہ ترتیب خلافت  
 باوجودیکہ فروع میں سے ہے لیکن چونکہ ضروریات دین سے ہے اور قطعی الثبوت ہے پہلی اور  
 منکر ہی مستوجب تنزیل ہو پس اختلاف تنزیل منکر منکر کی اصول دین میں سے ہے  
 دلالت نہیں کرتا علاوہ انکہ وہ مسائل جن میں اجتناب کو منع ہے اور ایک نوع کا خفا یا انکار  
 یا اجمال اور کم وضو و دلائل میں پایا جاتا ہے اور محتملات ناشیہ عن دلیل کی اور نہیں گنجائش  
 ہے تو ایسی خلافات موجب حیرت میں اور یہ اختلافات مستوجب تکفیر یا تنزیل کے نہیں ہیں  
 چنانچہ ائمہ اربعہ اہل سنت میں جعفر و اختلافات میں وہ اسی قسم کے ہیں اور جب یہ  
 موجب توسعہ حیرت میں چنانچہ ارشاد ہے اختلاف امتی رحمۃ اللہ علیہ تو یہ حتمی خلاف

خلافت کوئی اختلاف ہو نہ کہ یہ اصل

مستحق تقلید کے نہیں ہو سکتے اب ہم اپنی اس دعا کو ثبوت پر آگے منتقل کرتے ہیں کہ علیہ السلام شیعہ نامی ہو  
 دلیل لاکر ہیں وہ بحث کرتے ہیں صفحہ ۱۲۴ پر تحریر فرماتے ہیں اتفاق الجہود من المسلمین  
 علی ان المصیب من المجتہدین المتساقلین فی العقلیات التی وقع التکلیف بہا  
 واحد وان الآخر مخطئ انما لان الله تعالیٰ کلف فیہا بالعلم ونصیہ علیہ ولیاۃ فالخطئ  
 لا مقصر فینقی فی العمدۃ وخالف فی ذلک سذوذ من اهل الخلاف وهو بمکان من  
 الضعف واما الاحکام الشرعیۃ فان کان علیہا دلیل قاطع فالمصیب فیہا ایضاً  
 واحد والمخطئ غیر معذور وان کان مما یفتقر الی النظر والاحتیاد فالوجہ  
 علی المجتہد استقراغ الوسم فیہا ولا اثم علیہ حیثین قطعاً بغیر  
 خلاف لیسار یہ۔ پس اپنی شہادت کی شہادت کو ملاحظہ فرمائی اور اپنے  
 استدلال کو چیک کر لیں تو شرمیلی نہیں پسند کرنا باقی لکھا کہ تمام فرق شیعہ کو نہیں  
 جو کچھ اصول دین میں نکاذب و تجاہد و خصوصاً فرق شیعہ امامیہ میں جو کچھ درباب است  
 اختلاف ہو اوسکی نسبت ہم پوچھتے ہیں ہماری فاضل عجیب فرماتے تو سہو۔ قطع نظر اس سے  
 آپ کو اکابر و اسلاف مثل شام ابو یوسفی اور حرمین الطوق جیسے مشاہیر کھم بنے ان کے رد و الجالی

۱۔ جہود ان اسلام پیغمبر (ص) میں کچھ بدین میں جو باہم ان عقیدت میں مختلف ہیں جیسے عجیب  
 واقع ہوئی ہو ایک مصیب یسوا یہ ہے اور دوسرا خطا ہے اور گنہگار کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس میں علم کی تکلیف  
 دی جو درجہ ذیل قائم کی جو۔ پس غلطی اوسکو لپی کڑنا ہی کرے والا ہے تو اوسکو ذمہ پابقی رہیگا اور میں  
 اہل خلاف میں کے چند لوگوں نے خلاف کیا ہے اور وہ صنف کے نہایت مرتبہ میں ہے اور لیکن  
 احکام شرعیہ اگر ان پر کوئی غلطی ہو پس اوس میں ہی ایک ہی مصیب ہے۔ اور غلطی  
 معذور نہیں اور اگر وہ ان احکام میں ہو جو نہ نظر و اجتہاد کی طرف محتاج ہیں تو مجتہد پر نہیں  
 کوشش کیے جاتے اور یہ وہ خلاف کے جو ذیل بتا رہا ہوں اس وقت اس پر یقیناً گناہ نہیں ہو سکتا۔



میں کہ جو صریح ضروریات دین کے منکر تھے اور اصول میں میں جمہور فرق ہمارے کے خلاف  
 تھے اور خداوند تعالیٰ نے شانہ علیہم القیون ملو کہ میرا جسم کے قاتل تھے اور ان کی نسبت مفصل لڑنا  
 فراموش۔ اچھا فرق منیہ اور فرق ہمارے کو اور ان کی اختلافات کو دینی وجہ اب امین ہا میں  
 ثانی دلائل در باب تسلیم خلافت امیر مویہ جو اختلاف ہوا اگر ہم مسئلہ اصول میں میں سے ہے  
 اور اصولی اختلاف مستوجب تفصیل ہے تو معاذ اللہ اپنی اصول پر کس کو کفیر و تکفیل سمجھیں گے  
 نیز اہم رابع شیعہ اور مسند بن حنفیہ میں باہم امامت میں اختلاف ہوا اگر ایک شخص امین سے  
 اپنی امامت کا دعویٰ اور دوسری کو امامت کا منکر ہوا تو فراموشی کر اپنی قاعدہ کے موجب  
 کہ کفر و تکفیر و تکفیل سمجھیں گے اور کہ کتب متبع اور منال کیسے اور جو کچھ اختلافات کہ فروعات میں ہوا  
 اور کہا تو کیا ذکر کردن قول اس فروعی مسئلہ کے یہی ان کی غیہ ثانی نے خلیفہ اول کے  
 بیعت کو ٹھکرانے والا لکھو کہ انہیں جناب امیر علیہ السلام دینی ہاشم اور ان کی عشرہ و بشترہ میں امیر  
 ہی تھے گھر جلانے کی دہلی کیوں دی اور ان حضرات کا کچھ پاس لیا تو کیوں تکفیر و تکفیل  
 اختلاف میں اس تشدد کے کیا معنی اقول اگر فروعی اختلافات کو نزدیک کیا تو  
 تشدد نہیں ہو تو جناب امیر جناب امام حسین پر ان کو عسل بیت المال سے بقدر ایک رطل کے  
 دینے پر کیوں اس قدر تشدد و غضب فرمایا اور کیوں ان کو مارنے کا قصد کیا اور ان کا پاس لیا  
 کیوں لکھا آپ ہی فرمائی کہ فروعی اختلافات میں اس قدر تشدد کے کیا معنی۔ اور نیز جبکہ خلیفہ  
 بیستم شیعہ محلی فحش کے ڈر سے گھر میں ایک کریمہ گیارہ اور اپنی حقوق و فرائض وغیرہ کا نام  
 لکھ لیا اور جناب معصوم حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام نے حضرت کی (برداشت تو مہربانہ) سے  
 عسلہ نہیں لیا کیا کچھ تذلیل و تہنیت کی اور کسی سی لکھمات نامہ امام سے متکرر فرمائی پس اگر  
 فروعات مستوجب تشدد نہیں ہوتے تو آپ نے جناب امیر کی کیوں ذلیل و تہنیت  
 عرض فروعات کر لیں فرمائی اور کیوں حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم کی وصیت اور حضرت علی رضی اللہ  
 عنہ کی امامت و عصمت اور افضل الناس ہونے کا کچھ لکھا تو پاس فرما کر فروعات میں

فرمایا اعلیٰ مراتب میں تشدد ہو سکتا ہے۔

اس قدر تشدد و کرمی حسی۔ اسی ہی ایک طرف کہ جناب بن عمر بنی فہمہ الناس ابن عباس  
 جبکہ بشہادت روایات قوم بیت المال صبر سے کچھ مال لیکر آجی اور جناب میر کو اس امر کی  
 اطلاع ہو کر اور اپنے ایک سخت تشدد کا خط لکھا جو پنج البدین میں درج ہو اور ہم بحاث  
 سابقین کو کوفل کر اگر میں اوس میں یہاں تک لکھا۔ فان لم تفعل شرما مکتبی اللہ  
 لا عذر من اللہ فیک وکثر ہذا یسیف پس اگر فدوی اختلاف مستوجب  
 تشدد نہیں اور جناب میر نے فروعات میں کیوں اس قدر تشدد کیا اور کیوں پابن کمال کچھ  
 لکھا اور یہاں تک فرمایا کہ اگر حسن و حسین ایسا کام کرتے تو میں اولیٰ ہی مصاحفہ لکھتا اور باطل  
 کو اولیٰ مظلوم سے دور کرتا پس اگر فدوی اختلاف مستوجب تشدد نہیں ہوتا تو اگر اس تشدد کو  
 کیا معنی اور اس کا علاوہ جناب میر نے اپنی محال پر فروعات میں تشددات فرمائی وہ بھی اگر  
 نزدیک مسلم اور ناجن ہو کر۔ قطع نظر اقل سے یہ سب یہ بھی ایسی نزدیکی پایا گیا کہ حدود و قصاص  
 کا اجرا اور کیا گستاخ و تفریر کا عمل سب ظلم ہو اور ناجان نہ کیونکہ یہ مسورہ بالاتفاق قریش میں ابوہریرہ  
 میں ایسا تشدد جائز نہیں ہے تو یہ بھی جائز ہو کر پس اگر اس قدر تشدد نے شریعت کا ایک بہت  
 بڑا حصہ ہی ہندم کر دیا اور بنیاد اسلام کو ہی گرا دیا۔ آپ کے اس علم و فہم پر نہایت افسوس  
 اور برا افسوس اس وجہ سے کہ آپ نے تمام عمر مناظرہ دانی اور موافق و مخالف کی گفتگو کی  
 اور اراق گردانی میں گزار دی ہے علم مخصوص تحفہ اثنا عشریہ تو ازیر ہوگا پیراوسہ پیرہ حال ہی  
 اب خط گزاریں کہ کہ تحفہ میں جواب بقصد اخلاق بیت سفید افکہ کہ ضمن میں لکھا ہے  
 کہ جناب فاروق کا یہ بقصد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد و سبب بنط می کہ حضرت  
 صلوات اللہ علیہ وسلم نے متخلفین عن الجماعۃ کہ حق میں عید کٹرین فرمایا تھا حالانکہ جماعت  
 فروعات میں یاد جب ہی یا سنت ہو کہ پس اس کی ترک کے وجہ سے جب اپنے عید احراق  
 خدا پر فرمایا تو معلوم ہوا کہ فروعات میں ہی تاکید تشدد جاری ہوتے ہی اگر کو  
 فن حدیث سے کچھ ہی مس ہوتا تو صد ہا احکام اس مضمون کی ہم ہو چنتی مثلاً چند ہی مقرر

کہتا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ترک صلوات کو کفر و تقییر نہ پایا نہ حجر کی رکنے کو  
 یہودیت و نصاریت کی تعبیر فرمایا۔ جس شرط کو الی نسبت اتہام تھا کہ اسنی انجلی لوڈ ہی کے ساتھ  
 نہ کیا ہو حضرت علیؓ کو اس کا قتل حکیم فرمایا نہ اپنے فرمایا نہ ان فاطمہ بنت محمدؓ سرت  
 (اما ذما اللہ من ذلک) نقطتہ بیا علیؓ نہ القیاس بل سب بالغہ صدہ اسی واقعات  
 فریقین کی کہ بونین نکلیں گے جہاں اس پر پندسج دلیل ہوگا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے اور جناب امیر نے فروعات میں پندیدات و تشدیدات فرمائے ہیں۔ پس لہذا  
 یا اصول دین میں داخل سمجھو یا اپنی قول سے رجوع کجی اور قائل ہو جی کہ یہ الزام خطہ ہما نوہم  
 فروعات میں تشدیدات شرعاً وارد ہوئی ہیں سہو اس وقت مخوف التحویل چند اشعار پر کہ انتفا  
 کیا در نہ اگر میری ہا رہی جناب مئی طلب کو شک رہیگا تو ہم انشاء اللہ تقالہ اسکی بہت فریاد  
 فیشین کی کہ بونین نکال دے گا دیکھی قشور فروری سائل سے کہ جہاں موت جاہلیہ و غیب  
 سراسر حالانکہ یہ حدیث ومن لم یحرف امام زمانہ فقد مات متہا حلیہ متفق ہا یہ  
 سے جہاں امام زمانہ موت جاہلیہ سے مرنا ہے اگر یہ بات ہو کہ جہاں سائل فروریہ کا یہ حال ہو  
 تو اگر خلفائے ثلاثہ بعض مسائل نہیں جانتے تھے حتی کہ بعض الفاظ قرآنی کے معنی سے آگاہ نہ ہو  
 انکا کیا حال ہوگا۔ **اقول** اس مسئلہ میں بوجہ چند بحث ہے۔ اول قرائن بات کو  
 انہست کہ سب پر صحت ثابت کرنا چاہی۔ دوسری یہ کہ بیثبات کرنا چاہی کہ سب کا لفظ  
 امام سے مراد خلیفہ ہی ہے ہم کئی ہیں ممکن ہے کہ امام سے مراد بنی یا کنن اللہ ہو جہاں بچہ احادیث  
 لفظ امام کا کنن باری بنی پر کنناب اللہ میں وارد ہے۔ تیسری یہ کہ جب است پھر نزدیک  
 اصول دین میں ہے اور اصول دین کی اثبات کو یہی دلائل ظنیہ کا ہونا ضروریات سے ہے کہ  
 او یہ خبر بعدت سے صحت خبر واحد ہے اور ظنی تو اس سے اصول دین کا اثبات ممنوع ہے جو چاہی  
 یہ کہ جن سچا نہ تعالیٰ نے معرفت بنی کو کافی نہیں سمجھا اور اس امر کی خبر دی کہ کف ہو کہ  
 حضرت مسلمان اللہ علیہ وسلم کی کمال معرفت حاصل تھی اور ارشاد فرمایا کہ یہ سچا ہے کہ

حدیث دوم حضرت امام زکریاؑ سے روایت ہے کہ جو شخص اپنے حق پر ایمان لائے

اَبْسَالَهُمْ اور بد جو اس کمال معرفت کے انکشاف میں تحقیق ایمان کے لیے کافی اور معتبر نہیں ہے۔  
تو امام کے حق میں یہ معرفت کیونکر معتبر ہو سکتی ہے جس میں اس معرفت سے یا وجوب ایمان ضرور ہو  
یا وجوب طاعت اول باطل ہے کیونکہ خداوند کریم نے اپنی کتاب مجید میں جس جگہ ایمان مذکور  
فرمایا ہے یا ایمان باللہ ہے یا ایمان بالرسول یا ایمان بالکتاب ہے یا ایمان بالبعاد کی جگہ ایمان بالنامہ  
نہیں فرمایا اگر راستہ ہی ذیل اعتقاد یا ست ہوتی تو کہیں تو خداوند کریم تعالیٰ نے شانہ پر  
کتاب میں مذکور فرمایا اور جب کی جگہ اس کی نسبت ایمان کا ذکر نہیں کیا تو معادوم سے اس کا یہ مسئلہ  
اصلی واقعہ تھا دی نہیں ہے تو فرضی عملی ہو چکا کہ کتاب اللہ میں دوسری شق یعنی حجت  
ذکر فرمایا اور وہ ہے اس طرح ہر اعمال و قضات و نواب علیا کو شامل ہے اور ظاہر حکم وجوب اعتقاد  
امیر کا جو فرعیات سے ہے اور مطلق بافعال عباد ہی تو معادوم سے اس معرفت سے اس راویان  
تو نہیں ہے اگر کسی تو ادا غت سے کیونکہ خداوند تعالیٰ نے ایمان بالنامہ کی تکمیل نہیں فرمائی  
بلکہ ان کے ادا غت کو ماحورہ فرمایا تو اس حدیث کے اس صورت میں یہ معنی ہو گا کہ من لم یطع  
امام نہ مان فقد مات متیۃ جاہلیۃ اور یہ معلوم ہے سوچنا ہے کہ حکم وجوب اعتقاد  
فرداع میں سے ہے تو یہ نیز لا دن فروعات کو ہو گا جنکی منبلیت تاکیدات فریقین کے ہدایت  
میں مذکور ہیں مثلاً ترک مصلحت سے کفر کے ساتھ تحریف مذکور ہو ترک حج سے موت پیوست  
و نظر اہل بیت سے ڈرایا گیا ہے ترک تقیہ کو خس رج دین سے تعبیر کیا گیا ترک متعہ کو خروج از اہل بیت  
بیان کیا گیا ہے حالانکہ اولین سے کوئی مسئلہ اصلی اعتقادی نہیں ہے سب فرعیات میں ان کے  
اس مسئلہ فرضی میں ہی تخلیط و تشدید کے طور پر اپنے پیدار شاؤں سے لایا۔ اس وجہ سے کہ بہت سے  
والفین و واجبات کا موقف علیہ ہے بلکہ اجرائی شرائع اسلام و شعاؤں دین اس پر منحصر ہیں  
اگر اس میں خلل ہو تو تمام دین میں برہمی پیدا ہوگی اسی واسطے کہ نبی شیعہ جناب امیر نے ہی  
سکوت فرمایا تھا تو ایسا مسئلہ فرضی جو موقف علیہ تمام دین کا ہو بہت زیادہ تحقیق  
ہو گا کہ اس کو ترک داخل سے موجب تشدید و اوج غلیظہ کے ساتھ عباد کو ڈرایا جادری

پس یہ دیکھی محسب کہ خلافت کے اعلیٰ مقام پر پہنچنے پر دلیل لایا اور خوش فہمی کا یہی  
 ثبوت ہے۔ پانچویں محل طعن درجہ لال میں ثبوت جاہلیہ سے کیا مراد ہی اگر موت علی الکفر مراد ہے  
 و ختم سیدنا ثبوت دیکھی اور اگر موت جاہلیہ کے ساتھ شیعہ مراد ہے کہ جیسی کہ جاہلیہ  
 میں لوگ خود میرے تھے اور ان کا کوئی امام عام نہیں ہوتا تھا ایسی ہی یہ شخص بھی جو امام  
 کو نہ جانے اور اس کا منقاد و ہدف و سر مشرک نہ تھے جاہلیہ کی مرگ تو کوئی دوسری شخص طعن  
 درجہ لال کی نہیں ہے۔ باقی رہا خلفائے رضی اللہ تعالیٰ عنہم نسبت یہی کہ بعض سائل  
 بخیلتی تھی اور ان کا کیا حال ہوگا سوال تو اس طعن کی منہا ہے کہ اس سے کسی کو نہ کہ اول نہایت  
 کرنا چاہی کہ ہمارے نزدیک جمیع سائل جزیہ کا علم شرط ہے و ورنہ خطر الفتا و واجب نہایت  
 نہیں تو یہ ہر طعن بعض غرض علی الفاسد ہے دوسرے یہ کہ ہم کہتے ہیں کہ بعض مسائل حجاب  
 امیر میں بخیلتی تھے چنانچہ جناب امیر نے قوم مرتدین کو جلویا حالانکہ شریعت میں شرعی  
 اسرار نہیں ہیں اور نیز جناب امیر نے مخفی جلویا اور جناب امیر نے عثمان دجولہ کی وجہ  
 جاری فرمائی من الامیر من ہر درجہ ابوالیوب علیہ السلام  
 قال انک ان کتابک انہ کان یفر ببالسوط و یضیف السوط و یصعق  
 فی الحد و اذا اتی بسلام او حادیۃ لمرید مرکا و لم ینکس یعط  
 حد امن حد و د الله - تاکہ رفع القلم عن ثلثہ صریح حدیث متفق علیہ  
 ابوہریرہ جناب امیر نے حد مرقع صاف کر دی من الامیر من ہر و جاء رجل الی امیر  
 المؤمنین علیہ السلام فاقرب بالمرقۃ فقال لہ امیر المؤمنین انقرض عنک  
 کتاب الله عز وجل قال نعم سورة البقرۃ فقال و هبت ید الی سورة البقرۃ لانک لا تسمی  
 سکت امام الامیر علیہ السلام ہر دیکھی حضرت علی کی کتاب میں تھا کہ آپ پوری کڑی سے اور دہی کڑی اور بیش کڑی سے  
 یعنی حد و میں مار لیتے تھے جب کوئی نہایت لڑکا یا لڑکی لڑتے تھے اور اللہ کے حد کو کوٹھل نہیں کرتے تھے -  
 کہ ایک شخص امیر المؤمنین کے پاس آیا اور چوری کا اقرار کیا تو اس سے جواب دیا گیا تو چھپ کر آن پہنچا اور  
 کہ ایمان سورۃ بقرہ نہایت عظیم و شریفہ ہے کہ بدولت بخش دیا - ۱۲ -

ثبوت سیدنا ثبوت دیکھی اور اگر موت جاہلیہ کے ساتھ شیعہ مراد ہے کہ جیسی کہ جاہلیہ

حدود میں یہ ہندو تھا کہ جہاں پر جاری کجیاں تھیں اور عقل نہیں سمجھتے تھے تو یہ کہ عقل  
 بالغ پر جاری تھا کہ اور عقل فرما کی اور خلافت شریعہ ایک قاعدہ گہر و پاکر حسب تکریر خدایت  
 اوار کر کے تو امام کو اخذ و عشق کا اختیار بھی لیکن حسب بنیہ قائم ہو تو امام کو عشق کا اختیار نہیں  
 علاوہ ازین کہ امام ابو جعفر سے من لایحضر من اسی قسم کی روایت بھی وارد ہے  
 عن محمد بن مسلم عن ابی جعفر علیہ السلام قال سالت عن الصبیہ قال  
 ان کان لیسع سنین او اقل وقع عنہ فان عاد بعد السبع قدامت بناتہ او  
 حتی یدعی فان عاد قطع منه اسفل من بناتہ فان عاد بعد ذلک وقد بلغ سبع سنین  
 قدامت یدعی ولا یضیع حد من حدود اللہ۔ اور یہی شرع ہے جو ہم پر جاری  
 حدود کا جہاں پر عقل نہیں سمجھتا تھا کہ خلافت شرع سے اور حکم و لایضیع حد من حدود اللہ وغیرہ  
 سے یہ بھی ثابت ہوا کہ یہ نفس یا سیاست اور تفریق نہیں تھی۔ بلکہ یہ القیاس سے روایت مسائل  
 میں کچھ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اگر کوئی حکم نہ تھا پس جو حل خیرا میر و دوسری ائمہ کا ہو گا وہی  
 خلفہ راشد کا ہو گا۔ **قول** اگر کوئی زمین خیرا میر علیہا السلام سے روایت کیا ہو تو  
 نہ زمین اگر کیا کیفیت ہوگی **افعال** اور اگر کوئی جاری نہ ہوگا وہی کیفیت ہوگی جو کہ  
 جہاں میر و دیگر ائمہ کی ہوگی اور جو کہ خلفہ راشد کی ہوگی۔ **قول** اسے اہل المعصومین سے ہونا ثابت  
 کیا گیا ہے اگر کوئی فراموشی سے نہ ہوتا تو حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اس نسبت الیہی انفرادیہ  
 نقلی جو عبادت میں موجود ہیں **اقول** یہ تم کو اسے یاد ہے جو عنقریب یہ اسد اللہ اچھے انداز  
 چکا ہے اور اس کا جواب بھی عرض کیا جا چکا ہے کہ یہ عبادت پر اس سے ملنے کی اہلی ہو سکتی ہے  
 دلیل نمونہ ہو سکتی ہے محض حضرت کے خوش فہمی پر دس **قول** اگر کوئی اس سے عبادت میں  
 ملے محمد بن امام ابو جعفر سے روایت کرتے ہیں کہ اپنی اپنی اہلی سے پوچھا جو چوری کرے فرمایا اگر سات برس تک  
 ہوا دس سے حد دفع کی گئی۔ پھر اگر بعد سات برس کے پھر کرے تو نو دس کی پوریان کئی یا جیسے جائین جہاں تک کہ  
 خوان آلودہ ہو جائیں اگر پھر بھی کرے تو بارہ پستی چھبہ سے گنا جاسے پھر اگر نو برس کی ہو کہ پھر بھی کرے تو اس کا  
 ہاتھ کاٹ جاری اور اللہ کے حدود میں سے کسی حد کو نہ لے لیا جاویں۔

صحابی اسکو ایسا ہم اور ضروری سمجھتی تھی کہ بڑی پاک کی محبت کر لے اور خلع محبت سخت  
 انہ ہوں۔ آپ صحیح بخاری کی کتاب فتن بابا ذوال غنہ قوم شیعہ صحیح مسلم کی کتاب  
 الاماۃ باب من فرق اہل البیت کو ملا ختم فرمائی **اقول** بہان ہی اہل  
 دینی تدبیری غرض ہمیں موجود ہی کہ ضرورت مطلقہ سے آپ اصلی اعتقاد ہی یہ ہوتا سمجھتے ہیں  
 حالانکہ ہم بدلتے غلط ہی چنانچہ چند بار عرض ہو چکا ہے ضرورت ہرگز مستلزم اصلی ہونے کی  
 نہیں ہے بلکہ صد افروغات ہی ضروری اور لازمی ہیں اور یہ جب ہو کہ ہم تسلیم کر لیں  
 کہ ابن سیرین نے یزید سے محبت یہنا ضروری سمجھ کر کی تھی ورنہ ہم کہتی ہیں کہ اول یہ افواج  
 ستانیم تو مع محبت ابن عمر کو نہیں ہیں بلکہ کو ہی تو ممکن ہو کہ بکر ابن جعفر سب  
 نقوس نہ ہا اموال وغیرہ مفاسد کی ہوا خدشہ مع محبت سے ہی ہو سکتا مانع آئی ہوں  
 پس اچھا ہوتا لال اس سے باطل ہے آخر چاہا امیر وہ بیکہ صحیحہ معنولین لئے ہی تو خلف  
 ثلثہ کے ساتھ محبت کی تھی چاہا بے عقیل حضرت امیر کو جو پڑ کر امیر معاویہ کی خدمت میں پہنچ کر  
 چاہا بام حسن لئے امیر معاویہ سے محبت فرمائی محمد بن جعفر یزید کو مشیع ہو گئی اور محبت کر لیا  
 غرض بکر بن عقیل ابن عمر یا کسی کی ضروری سمجھتی ہے اس مسئلہ کو اصلی اعتقاد ہی اعتقاد  
 کہ اس سے خلاف ہی اور وہ ہم سے ناشی ہی **قولہ** ابن عمر تو اسکو ایسا ضروری سمجھتی  
 تھی کہ ایک رات بدن امام رہنا جائز نہ تھی تھی حتیٰ کہ وقت شب حجاج کے گھر پر تشریف  
 لائی تاکہ محبت عبد الملک بن مروان فرمادین۔ چنانچہ ابن ابی الجعد یہ شرح فرماتا ہے  
 و صاحب حیوۃ الحیوان وغیرہ یہ لکھتے ہیں۔ ان عبد اللہ بن عمر طریق علی الحجاج  
 بابا لیلایا لیسالیج لعبد الملک کیلایا بیعت ثلاث اللیلۃ بلا امام لانہ مروی عن  
 النبی لانہ قال مات ولہ عرف امام زمانہ مات مشیۃ حیاتہ خلاۃ علیہ علیہ اسکا پہلو لکھا گیا  
 اور بعض کتب میں یہ بھی ہے کہ حجاج نے محبت کے لئے اپنی پیر بنیاد دیا کہ ماتہ خالی نہیں ہے  
**اقول** بعد یہ ہم سخت روایت مقتضی اس روایت کا یہ ہوگا کہ ابن عمر رضی اللہ

بدون امام کے ایک رات بھی گزارنا جائز نہ جانتے تھے جیسا کہ ہمارے فاضل حبیبیؒ نے سمجھا اور بہت ضروری سمجھتے تھے لیکن اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ ابن عمرؓ کے ضروری سمجھنے سے امامت اصول بن بن سے ہو چاہیے محض غلطی کیونکہ ضروری طور پر کسی کام کرنے سے اور سب کا ضروری ہونا بھی ثابت نہیں ہوتا چاہے ایک اور سب کا اصول بن بن سے ہونا ثابت ہو محتاط اور متور عین کا قاعدہ ہے کہ آداب اور سن کو بھی التزام کے ساتھ ضروری طور پر مشیل واجبات کے ادا کیا کرتے ہیں حالانکہ وہ فی الواقع ضروری نہیں ہوتے پس ابن عمرؓ کے اس فعل سے جو بظاہر ضرورت کو موثر خلافت کا ضروری ہونا بھی مفہوم نہیں ہوتا اور خاتمانے اباب بعد رو قح اگر بطور متزل تسلیم کر لیں تو اچھا اس سے یہ ثابت ہوا کہ بیعت امام ابن عمرؓ کے نزدیک ضروری اور اہم الواجبات سے تھی لیکن اس سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا ہے کہ خلافت مسائل علیہ اعتقاد و بین سے ہو یہ تو اوس وقت ثابت ہو گا جب ضروری ہو تا مسائل علیہ اعتقاد و بین میں مختصرت ثابت ہو جائے اور مسائل فرعیہ علیہ سے ضرورت مرتفع ہو جائیگی اور یہ حال حق قطع نظر اس سے اس روایت کے الفاظ خود اس قصہ کو مؤید نہیں ہو کیونکہ حدیث کے الفاظ سے تو حراتہ ترقب موت جاہلیہ کا عدم معرفت امام پر ہے تو اس حدیث کے الفاظ سے معرفت کی ضرورت ثابت ہوتی ہے پس معرفت سے یا مراد معرفت ہی یا ایمان ہے اور یہ دونو صحیح نہیں پہر یا وجوب بیعت و اطاعت مراد ہے اور ظاہر ہے کہ وجوب اطاعت نصاً ثابت ہو اور وجوب عقد بیعت بشرط تسلیم فوری نہیں ہے کہ بدون اس کے ایک رات بھی گزارے چنانچہ خود ظاہر ہے پس اس سے واضح ہوا کہ ابن عمرؓ نے اللہ عنہ کا یہ فعل اس حدیث سے مستنبط نہیں ہو سکتا تو نفس اس روایت میں ایک علت قادحہ موجود ہے علاوہ ازین بخاری کی حدیث صحیح اس قصہ کی کتب صحاح و مسند و حدیث ایچی عن سفیان زحدا عبد اللہ ابن دینار قال شہدت ابن عمرؓ حیث اجتمع الناس علی عبد الملك کتب انی اقر بالسمع والطاعة لعبد الله عبد الملك اصل المؤمنین علیہ سنتہ اللہ وسنتہ رسول اللہ ما استطعت وان بنی قداقر و امثل ذلک عبد اللہ ابن دینار نے کہا کہ جب لوگ عبد الملك کی خلافت پر مجتمع ہوئے میں ابن عمرؓ کے پاس حاضر ہوا و سنتی لہا کہ میں بقدر اپنی استطاعت اللہ اور رسول کے طریقہ پر امیر المؤمنین عبد الملك کے حکم سن کر اور اطاعت کرینگا اقرار کرتا ہوں اور میری بیٹون نے بھی یہی اقرار کیا ہے ۱۱۔



اس روایت سے واضح ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے عبد الملک کی بیعت بذریعہ خط کی تھی نہ یہ کہ مشرک روایت عجیب لیبیک کے جو ابن ابی الحدید معتزلی شیعہ وغیرہ سے نقل کی ہے ابن عمرؓ حجاج گہر پر رات وقت بیعت کے واسطے گئے ہوں اور اس نے پانچ سو پھیلا دیا ہوا اور اس روایت بخاری سے یہ بھی واضح ہے کہ ابن عمرؓ کی خطی بیعت عبد الملک کے ساتھ ابتدا خلافت میں نہیں ہوئی بلکہ بعد اجتماع و رفع عثمانؓ اس واقعہ ہوئی اور جب تک خلافت رفع نہ ہو گیا کسی سے بیعت نہیں کی اور بلا بیعت رہے چنانچہ حضرت علیؓ و امیر مویہؓ کے بعد میں بھی انکا یہی طریقہ رہا جو رہا یہ طعن کہ حجاج نے بیعت کر لیا تو پھیلا دیا اگر حجاج پر طعن ہے تو اس نے صد ہا مسلمانوں کو بیگناہ قتل کیا وہ کیا کہہ کم ہے اور اگر مقصود طعن ابن عمرؓ سے تو یہ بھی بیجا ہے کیونکہ اس میں ابن عمرؓ کا کیا تصور ہے جناب امیر کو ابن عمرؓ نے شہید کیا جناب امام حسینؓ کو نیز یونین نے شریعت شہادت چکھایا تو کیا اس سے انکے شان میں خلل آگیا اسلئے اگر حجاج نے بیعت کے واسطے پانچ سو پھیلائے تو اس سے ابن عمرؓ کا نقصان نہیں ہوتا ہاں حجاج کے خشت پر دلالت واضح ہوتی ہے بس قتل اور نیز اگرچہ اس مسئلہ کو اہلسنت فروعی کہتے ہیں مگر سب کتب اعتقاد و تکرار میں ہی ذکر کرتے ہیں چنانچہ شارح مواقف اسپر تنبیہ پر کہ یہ تحریر فرماتے ہیں کہ انما ذکرنا ہاہی فی علم الکلام ناسیا من قبلنا اذ قد حوت عادة المتکلمین بذکرھا و آخر کتبہم المذکور فی صدر الکتاب اس غزو کا ضعف ظاہر ہے کیونکہ مال اسکا یہ ہے کہ اکثر اہل سنت دور کر کے علماء یقین کے ذمہ لگنا ہے وہ فائدہ جسکا حوالہ صدر کتاب پر دیا ہے یہ ہے فانھا وان كانت من فروع الدین الا انھا الحققت باصولہا فاعلم انھا اهل البدع وصوالا لامة الجہتہ دین عن مطاعنہم کیلایفشی بالھا صریح الیٰ صواعق اعتقاد فہم یہ کلام ہی کچھ مفید نہیں کیونکہ دو حال سے خالی نہیں یا تو مسئلہ امت معرفت و امتنا قلبی سے تعلق رکھتا ہے یا نہیں مگر تعلق نہیں رکھتا تو اسکا الحاق علم کلام سے کہ مراد ایسے ملک سے ہے کہ اس سے تعلق و فیہ ثابت کریں کیون ہے سادہ اگر متعلق ہے چنانچہ ظاہر ہے کہ معرفت حد و شرائط و فضیلت امام غیر تصدیق حسن اعتقاد یا لمن یروی عنہا دایمہ علم کے قسم سے ہے نہ احوال جماع کی قسم یہی

مسئلہ کو فروغی کہنا کس لئے ہے شاید یہ بھی وجہ ہے کہ شارح نے اس تو جہیہ و تاویل پر اعتقاد نہ کر کے  
تخلیہ اسلاف کا عذر کیا ہے اور اسکا ضعف ظاہر ہے **اقول** یہ مسئلہ لال بھی مثل اور مسئلہ لال  
کے ہمارے عجیب لبیب کی خوش فہمی سے ناشی ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ایک کے انہم میں یہ بھی نہیں  
آیا کہ فیما بین اہل سنت و شیعہ کے وجہ اس نزاع و اختلاف کو کہ اہلسنت امامت کو فروغ میں سے  
کہتے ہیں اور شیعہ اصول میں قرار دیتے ہیں کیا ہے اگر یہ بات آپ کو معلوم ہوتی تو ہرگز یہ مسئلہ  
ہمارے مقابلہ میں تحریر فرمائے اگرچہ کسی قدر رہنے پہلے ہی عرض کر دیا ہے لیکن مناسب معلوم ہوتا ہے کہ  
یہاں ہی ظاہر کریں تاکہ واضح ہو جائے کہ اس قسم کی آپ کے مسئلہ لالات بے اصل و بے بنیاد ہیں پس  
واضح ہو کہ مسائل فرعیہ وہ مسائل علیہ میں جنکا ایتان متعلق اعمال عباد کے ہو اور مسائل اصلیہ وہ  
مسائل اعتقاد دیر ہیں جنکا ایتان متعلق اعتقاد عباد کے ہو اب ہم مسئلہ امامت کو دیکھتے ہیں اور فریقین  
کے مذاہب کو اوسمیں خیال کرتے ہیں تو علمائے شیعہ نے اُسکو اعتقادات میں داخل کیا ہے اور اہل عباد  
کو اوسمیں کچھ دخل نہیں دیا اہلسنت کہتے ہیں کہ یہ مسئلہ فروغ میں سے ہے کیونکہ اسکا ایتان متعلق  
اعمال عباد کے ہے پس اور یہ بھی جاننا ضرور ہے کہ فریعات اگرچہ فی حد ذاتہ عملیات ہوتی ہیں لیکن  
بجب قوت و ضعف ثبوت کو اُنکا اعتقاد و وجوب و مذہب و اباحت و حرمت و کراہت علی قدر نیاز و  
لازم ہوتا ہے مگر چونکہ وہ مسائل فی حد ذاتہ متعلق اعمال عباد کے ہیں اور اعتقاد ہی ہونا اُنکا نتیجہ  
اور بالواسطہ ہوتا ہے اسلئے وہ مسائل فروغ سے خارج نہیں ہوتے اور اصول اعتقادات میں  
داخل نہیں کئے جاتے ظاہر ہے کہ صوم صلوٰۃ وغیرہ تمام عبادات و معاملات فقہیات باتفاق فریقین  
عملیات ہیں اور کوئی اُنکو علم کلام میں داخل نہیں کرتا مگر باوجود اسکے پہر ایک حکم کا اپنے اپنے مقرر  
کے موافق اعتقاد ضرور ہے اور ترک اوس مرتبہ میں اور اعتقاد و خلاف میں اوسقدر خرابی و برائی  
ہے مثلاً اعتقاد عدم فرضیت صلوٰۃ و صوم میں لزوم کفر ہے و علی ہذا القیاس پس ہمارے مقابلہ میں کوئی  
دلیل تک کہ اُس امر کو ثابت نہ کرے کہ خلافت کو فعل عباد سے کچھ تعلق نہیں اور اُسکے ایتان میں  
عمل عباد کو کچھ دخل نہیں اور وہ محض اعتقاد ہی ہے مفید نہ ہوگی اب بعد اس تقریر کے ملاحظہ فرمادین

بہت اہل اس مسئلہ امامت کے تالیف میں ذکر اس اعتقاد میں چنانچہ فریقین میں اختلاف ہے

کہ ہمارے قاضی مجیب کا یہ استدلال کس قدر راہی اور ضعیف بلکہ باطل ہو گیا اس استدلال کا مدار اس امر پر ہے کہ چونکہ متکلمین اہل سنت نے مسئلہ امامت کو علم کلام میں جو عبارت مسائل عقائد سے بت ذکر کیا ہے تو یہ مسئلہ اس امر کو ہے کہ یہ مسئلہ ہی اعتقادی ہو اور یہ نہیں سمجھتے کہ نشاء اختلاف بین الفرقین کیا ہے وہ یہاں صادق آتا ہے یا نہیں آتا اور یہ خیال نہیں فرماتے کہ ذکر کرنا مسئلہ اس امر کو نہیں کیونکہ جائز ہے کہ اس ذکر کی کوئی علت خاص جا آگاہ ہو چنانچہ خود نتائج موافق و اوس ملت کو ظاہر کر دیا اور بالفرض اگر کوئی ہی علت ہوتی تاہم جب نشاء اختلاف قائم تھا اور صراحتہ اہل سنت نے امامت کے امتیاز کو متعلق بافعال عباد قرار دیا ہے اور بالتفصیح اس مسئلہ کو فروغی کہا ہے تاہم اس ذکر کی تاویل و توجیہ ضروری تھی کیونکہ جب تک بناء اختلاف قائم ہے اور وقت تک اس مسئلہ کو صرف اس وجہ سے کہ علم کلام میں ذکر کیا گیا ہے اعتقادی قرار دینا سراسر غلط تھا اور نشاء اختلاف سراسر کو کذب ہو رہا دلیل اس امر کی کہ مسئلہ فروغی علی ہے اہلی اعتقادی نہیں ہے یہ ہے کہ خداوند کریم تعالیٰ شانہ اپنی کتاب مجید میں احکام علیہ اعتقاد یہ کو جو متعلق علیہا بین الفرقین علیہ اعتقاد یہ ہیں مثل توحید و نبوت و معاد و جابجا عبارات مختلفہ و عنوانات شتہ بیان فرمایا کہ جس میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش نہ رہے اور تمام احتمالات کے عرق کو متاصل کر دیا اور مسئلہ امامت کو کیسے ہی واضح اور صاف طور پر بیان فرمایا صرف ایک جگہ اولوالامر کی اطاعت کا ارشاد فرمایا جو محتمل بہت سے محال کو ہے چنانچہ فریقین کے مفسرین نے تفسیر فرمائی ہے علاوہ ازیں اطاعت خود متعلق باعمال عباد اگر یہ مسئلہ اصلی متعلق باعتقاد و عباد ہو تا تو خداوند کریم تعالیٰ شانہ اپنی کتاب میں مثل اہل اعتقاد کے اسکو ہی کیوں ذکر فرماتا اور بزعم شیعہ اپنے اس فرض سے کیوں سبکدوش ہوتا اور ظاہر ہے کہ خداوند تعالیٰ شانہ عجز سے تو مستند ہے پس جب دُسنے اسکا ذکر کہیں نہیں فرمایا اور یہ مسئلہ اس قبل سے نہیں کہ عقل اسکا ادراک میں مستقل ہو اور ہمارے نزدیک حق و قبح شرعی ہے تو ہم یقیناً کہہ سکتے ہیں کہ خداوند کریم کا اسکو ذکر فرمانا احوال فریقین پر صریح دلیل ہو کہ یہ مسئلہ

مسئلت کوئی نہیں دلائل

اصلی اعتقاد ہی نہیں ہے اور اگر یہ نہیں تو اصول شیعہ پر لازم آتا ہے کہ معاذ اللہ خداوند تعالیٰ  
 شانہ عاجز ہے یا تکمیل دین کی جو خبر دی ہے وہ کذب جو اور نے الحقیقت اب تک تکمیل نہیں ہوئی  
 سبحانہ و تعالیٰ علو اکبر ایگر یہ کہ برو عقول حاکمہ خداوند تعالیٰ شانہ کو ہی موبالتقیہ کریں تو البتہ  
 اس اشکال عصال ہی شاید کچھ ٹھنکھی ممکن ہو علاوہ اسکے اثبات کے لئے اور ہی دلائل ہیں لیکن  
 خوف تطویل اور عجلت وقت ہکواؤ نکے بیان کی اجازت نہیں تھی اب ہم اصل بحث کی طرف پہنچو  
 کرتے ہیں جب یہ امر ثابت ہو گیا کہ باعتبار اپنی ذات کو مسئلہ امامت فروع دین میں سے ہے  
 اور متعلق باعمال عباد ہے تو متکلمین نے اگر اسکو کتب کلامیہ میں ذکر کیا ہے اور محقق  
 بالاعتقادات کیا ہے تو لا محالہ اسکے لئے کوئی علت اور وجہ خاص ہوگی شارح موقت  
 اسکو بیان کیا کہ اپنے اسلاف کی پیروی کر کے امامت کو علم کلام میں ذکر کیا ہے  
 اور انہوں نے اسوجہ سے علم کلام میں اسکو ذکر کیا ہے تاکہ اہل بدع و اہواؤ کی خرافات  
 ایسے دین اور خرافا وراشدین ہدیین سے دفع کریں پس اپہر ہمارے فاضل مجیب جو یہ فرماتے  
 ہیں کہ اسکا ضعف ظاہر ہے کیونکہ مال اسکا یہ ہے کہ اعراض کو اپنے سے دور کر کے علمائے سابقین  
 کے ذمہ لگایا ہے یہ سراسر ضعیف ہے کیونکہ یہ عذر او سوقت ضعیف سمجھا جاتا جبکہ عذر میں  
 صرف تعلید سلف ہی کی بیان کی جاتی اور جب علاوہ اسکے اسکی علت ہی بیان کی اور  
 کہا کہ سلف نے دفع خرافات اہل بدع کی غرض سے اسکو ملحق بالاعتقادات کر کے علم  
 کلام میں ذکر کیا ہے تو اب اس عذر میں کوئی ضعف باقی نہیں رہا اسکے بعد ہماری فاضل  
 مجیب جو اس علت کی نسبت اعراض فرماتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ یہ کلام ہی مفید نہیں  
 ہے کیونکہ اگر امامت کا تعلق اعتقاد قلبی سے نہیں ہے تو الحاق بالاعتقادات کیوں ہے  
 اور اگر تعلق ہے چنانچہ اسکے حدود و شرائط و حسن اعتقاد و سودا اعتقاد کے ملاحظہ سے  
 ظاہر ہے کہ از جنس علوم ہیں نہ اعمال تو فروعی کہنا کس لئے سراسر پوچھ و لغو ہے اور پوچھ  
 چند باطل ہے (۱) اجمالی طور پر جو دوشق قرار دیئے ہیں کہ مسئلہ امامت یا تو معرفت

اور اعتقاد قلبی سے تعلق رکھتا ہے یا نہیں یہ بالکل غلط ہے کیونکہ کوئی دینی مسئلہ خواہ  
 اسلامی اعتقاد ہی ہو خواہ فرعی علی ایسا نہیں ہے جسکا تعلق اعتقاد قلبی سے نہو بقدر مسائل  
 دینیہ میں ان سب کا تعلق اعتقاد قلبی کے ساتھ ہے (۲) شق اول جس میں یہ وجہ سے  
 کہ اگر اسکا تعلق اعتقاد قلبی کے ساتھ نہیں ہے تو الحاق کیوں ہے بدیہی بطلان ہے  
 کیونکہ الحاق غالباً ایسی ہی جگہ مستقل ہوتا ہے جبکہ غیر جنس کو کسی کے ساتھ شامل کیا جاتا  
 شاید آپ کو ملحق برابری اور ملحق بنجاسی کتب صرفیہ سے یاد ہونگے اور علاوہ اس معنی میں  
 کثیر الاستعمال سے تو مسئلہ امامت فی حدوۃ فروعی ہے اور ایک وجہ خاص سے ملحق  
 بالاندر کیا گیا ہے اور وجہ اسکی کہ کیوں ملحق کیا گیا وہ خود شارح مواقف نے ذکر کی ہے  
 اگر یہ مسئلہ اصلی اعتقاد ہی ہوتا تو پھر الحاق کے کچھ معنی نہ تھے (۳) ہم اس شق کو اختصاراً  
 کرتے ہیں اور الحاق کی وہی علت بیان کرتے ہیں جو شارح مواقف نے بیان کی ہے  
 آپ اوپر اعتراض فرمائیے بعد اؤ کے فرمائیے کہ یہ کلام مفید نہیں جب تک آپ کو بلل  
 تکریم ایک ایسا یہ فرمانا کہ یہ کلام مفید نہیں آپکو کچھ مفید نہیں ہے (۴) شق ثانی کا  
 بطلان مثل روز روشن واضح ہے کیونکہ حسبدر مسائل دینیہ فرعیہ عملیہ میں انکی معرفت  
 حدود و شرائط و اعتقاد فرضیہ و وجوب وغیرہ علوم کے قسم سے ہے نہ اعمال و افعال  
 جو ارجح کے قسم سے ہیں ان مسائل کو بھی فروعی کہنا کس لئے انکو بھی اعتقادات میں داخل  
 کیئے سبحان اللہ ہمارے فاضل مجیب علم و فضل کا یہ حال ہے کہ جو شے نے الجملہ از قسم  
 علوم ہوا اسکو بھی فروعی ہونے سے خارج فرماتے ہیں اور اعتقادات میں داخل کرتے  
 ہیں۔ حالانکہ تمام مسائل فقہیہ معرفت اور علم میں داخل ہیں اگر زیادہ نہیں تو کیا آپ نے  
 علم الفقہ ہی کہیں نہیں سنا ہو گا اور یہ بھی بخانتے ہونگے کہ فقہ علم ہے پھر معلوم نہیں  
 اسکو اعتقادات میں کیوں نہیں داخل کرتے (۵) کسی مسئلہ دینیہ کا اعتقاد قلبیہ  
 فی الجملہ تعلق ہونا ہرگز اسکو مستلزم نہیں ہے کہ وہ مسئلہ اعتقادات سے ہے۔

بلکہ مسائل اعتقاد یہ وہی ہونگے جنکا تعلق محض اعتقاد و عباد کے ساتھ ہو ورنہ علمیہ ہونگے  
تو انکا تعلق نے الجملة اعتقاد قلبیہ کے ساتھ ہی ہوگا بشرطیکہ وجدانیات ہوں پس شق  
ثانی سے جو یہ مفہوم ہوتا ہے کہ جن مسائل کا تعلق اعتقاد قلبیہ سے ہوگا وہ اصلیت اعتقاد  
ہونگے محض غلط ہے پس اس توجیہ میں جو تکلیف اہلسنت نے مسئلہ امامت کی نسبت کتب کلام  
میں ذکر کرنے کے بارہ میں فرمائی ہے کسی قسم کاہن وضع نہیں اور یہ اعتراضات ضعیف  
ہمارے فاضل مجیب کے خود ضعیف ہیں۔ ہاں استقدر ضرور ہے کہ یہ توجیہ و تاویل شرح طلب  
جسکی وجہ سے شاید آپکو شبہ واقع ہوا ہو پس شرح اسکی یہ ہے کہ تکلیف کا منصبی کام یہ ہے کہ وہ  
اپنی اعتقادات کو دلائل کو ثابت کریں اور مخالفین کے اعتقادات کو رد نکرو دلائل کو باطل  
باطل کریں اور انکا جواب دیویں اور ظاہر ہے کہ مسئلہ امامت ایسا مسئلہ ہے جو شیعوں کو نزدیک  
داخل اعتقادات اور اہل سنت اسکو داخل فروغ اعتقاد کرتے ہیں اور جب شیعوں کو نزدیک  
اعتقادات میں سے ہے تو لامحالہ تکلیفین شیعہ اسکو اور اسکی دلائل کو اپنی کتب کلامیہ میں  
ذکر کریں گے۔ اہل سنت اگر اسکو اپنے اصول کے موافق اپنی کتب کلامیہ میں ذکر نہ کریں تو اس  
مسئلہ کا اصول مخالفین پر ابطال اور اسکی دلائل کا جواب کیونکر دیویں اور ائمہ متہدین کی  
مطاعن مخالفین سے کیونکر صیانت و حمایت کریں اور اس اپنے منصبی کام سے کیونکر سبقت  
ہوں اور اگر ذکر کریں تو لازم آتا ہے کہ علم کلام میں جو عبارت مسائل اصلیت اعتقاد و عباد سے  
فروغ میں بحث ہو اور یہ بھی بظاہر ہے الجملة خلاف قاعدہ ہے۔ لیکن یہ نہایت بدیہی  
ہے کہ علوم میں تبعاً اور مستطرداً اون اشیاء کو ذکر کر دیتے ہیں جو اون علوم اور ان کے  
اغراض سے بالکل بجانہ اور غیبی ہوتے ہیں اگر آپ تامل کریں گے تو علوم میں ایسے  
بہت مسائل معلوم ہونگے ورنہ نجائیے چھوٹے چھوٹے رسائل منطق میں ابتداً بحث  
الفاظ لکھتے ہیں اور پھر عذر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ گو اس علم سے بحث الفاظ کو  
تعلق نہیں ہے لیکن ایک ضرورت خاص کے وجہ سے ہم نے ذکر کیا ہے اور اس

یہ لازم نہیں آتا کہ بحث الفاظ داخل اصول مقاصد منطق ہو جائے اور کوئی شخص یہ تو  
 سے بیوقوف ہی یہ اعتراف نہیں کرتا کہ تمہارے اس ذکر کرنے سے بحث الفاظ داخل  
 اصول منطبق ہو گئی تو پس مسئلہ امامت کا یہی یہ ہی حال ہے کہ وہ ہی ملحق بالکلام ہے جو  
 ایک وجہ خاص سے کلام میں ذکر کیا گیا ہے اور اس سے ہرگز نہیں سمجھا جاتا کہ وہ  
 داخل اصول ہو اور متکلمین کا عذر ضعیف ہو یہ صرف ہمارے فاضل مجیب کی خوش فہمی کا  
 ثمرہ اور علوم کی واقفیت کا نتیجہ ہے قول اگرچہ اسباب میں اور یہی گفتگو ہو سکتی ہے  
 مگر نظر اختصار میں کیا جاتا ہے اقول بقدر گفتگو فرمائی وہ بھی غلط تھی اور  
 اس قابل نہ تھی کہ کسی کے سامنے پیش کی جاتی اور بقدر اور گفتگو فرماتے وہ بھی ایسی ہی  
 یا اس سے کم درجہ ہوتی پر معلوم نہیں کہ آپ نے ایسی گفتگو میں کیا فائدہ سمجھ رکھا ہے  
 بجز اسکے کہ چند ناواقفوں کے نزدیک وقعت ہو اور یہ سمجھیں کہ ہمارے مولانا مسیدنا  
 نے بقدر طول طویل جواب لکھ دیا اور بقدر مضامین کا جوش ہے لیکن علماء کے  
 نزدیک تو ایسی لغو باتیں آیکی تحقیق کی باعث ہیں آئندہ جناب کو اختیار ہے قول  
 صرف اس قدر گزارش ہے گستاخی معاف ادعائے علم یہ کہ امتحان لینے کو موجود  
 اب تک یہ معلوم نہیں کہ مسئلہ امامت فروعی ہے یا اصولی یہ مسئلہ کتب متداولہ عقائد میں  
 مشرح موجود ہے خاص خاتم المتکلمین کی تقلید کی کیا ضرورت تھی اور ان کے حوالہ کی  
 کوئی حاجت اقول امتحان لینے کی درخواست سے ہرگز ادعائے کمال علم نہیں  
 سمجھا جاتا اور نہ امتحان لینے کے لئے بہت علم کی ضرورت ہے۔ یہ حضرت کے کمال عالم کی  
 خوبی ہے غایت سے غایت یہ ہے کہ بقدر امتحان کے علم کا ہونا کافی ہے یہ دعویٰ کہ  
 اب تک یہ معلوم نہیں کہ مسئلہ امامت فروعی ہے یا اصولی صریح کذب و دروغ و ظاہر  
 ہے کہ جتنے لکھا تھا کہ مسئلہ امامت فروعی مسائل سے ہے جس کا خود آپ کو اعتراف ہو لیکن  
 اس میں جو حوالہ خاتم المتکلمین کا دیا گیا تھا اس کی نسبت یہ طعن ہے یہ یہ کہنا

اب تک یہ معلوم نہیں کہ مسئلہ امامت فروغی ہے یا اصولی جھوٹ ہوا یا نہیں کیا مسئلہ کا  
 علم اسی پر منحصر ہے کہ کتب متداولہ عقائد کا حوالہ دیا جاوے تو جب علم ہو ورنہ ہوا اگر اسکا ثبوت  
 آپ کی دلیل سے کر سکتے ہیں تو ہم اللہ رائے حضرت مسئلہ کے لئے ہمو لا محالہ قلبہ کی  
 ضرورت نہ تھی کہ متکلمین میں سے کسی کی تقلید کرتے۔ پس جسکو ہم اس بحث کا خاتمہ متکلمین  
 سمجھتے ہیں اگر کوئی مسئلہ ہننے اوس سے نقل کر دیا تو کیا خلاف قاعدہ کیا اور اس سے  
 کیونکر لازم آیا کہ ہمو اس مسئلہ کا علم نہیں۔ پس مجملہ حضرت کی خوش فہمیوں کے ایک  
 اور یہ بھی ہے ہی ع این ہم اندر عاشقی بالائے غمہائے و گرفتار افاضل الحبيب قولہ  
 اور کتاب اللہ میں اوسکی نسبت وعد خیریت ہو چکا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 اوسکی مدت بیان فرمائی اور آیات سے جنکی قدرت ترک تصریح تک پہنچی ہے  
 اوسکی ترتیب وقوع تک بیان کی گئی اقول لفظ وعدہ کے آگے جو لفظ لکھا ہے  
 بخوبی پڑھنا نہیں کیا معلوم نہیں کہ حضرت نے خیریت جو بمقابلہ شریعت ہے تحریر فرمایا اگر  
 یا خیریت جو بمقابلہ کلیت ہے لکھا ہے یقول العبد الفقیر الی مولاه الغنی ہننے  
 یہ لفظ خیریت بخائے معجزہ منقوطہ بنقطہ من فوق و بعد یامی منقوطہ بنقطتین من تحت  
 و بعد ہاراد مہملہ بمقابلہ شریعت لکھا ہے قولہ بہر حال ہر دو احتمال کا جواب گذارش  
 ہے اگر خیریت بمعنی نیکی ہے تو حضرت مجیب نہایت تعجب ہے کہ اس لفظ کا یہ کون موقع  
 تھا کیونکہ غرض اس خلاف سے اطلاق ہے جو نیابت رسول سے مراد ہے اسکی  
 نسبت لفظ خیریت کہنے کے کیا معنی نیابت رسول تو خیر ہی ہوگی اقول یہ اعتراض  
 سراسر خلاف عقل و نقل ہے کیونکہ قاعدہ مقتولین اگر یہ موقع لفظ خیریت کا نہیں صریح اور  
 یہاں خیریت صادق نہیں آتی تو لا محالہ عدم خیریت جو اوسکی نفیض ہے اوسکا موقع  
 ہوگا اور وہ صادق ایسی استحالہ ارتفاع نفیضین تو لازم آئیگا کہ خلاف را شدہ عدم  
 خیریت کے ساتھ جامع ہو اور یہ خلاف صریح کیونکہ یہ مسلم فریقین ہے کہ خلاف را شدہ ہوا



خیریت اور ایمان شریعت ہی تو ثابت ہو کہ اس لفظ کا یہی موقع ہو اور یہاں خیریت  
 نہ ادا ق آتی ہے اور اس لفظ کا اطلاق آجگہ غلط نہیں بلکہ صحیح ہے قطع نظر اس سے  
 جبکہ اپنے نہ مثل مجیب کا ادا کمال علم سے نہایت تعجب ہو کہ وہ ہم پر ایسا اعتراض فرماتے  
 ہیں باوجودیکہ اس قسم کے الفاظ چنیر ایسے مہمل اعتراضات وارد ہو سکتے ہیں کتاب  
 اللہ اور اقوال ائمہ میں لکھی بہت موجود ہیں چنانچہ ارشاد ہے **وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي**  
**الْأَرْضِ وَلَا طَائِرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا أُمِئًا لَّكُمْ**۔ ظاہر ہے کہ دابہ اوسی کو  
 کہتے ہیں جو مایہ بعلے الارض ہو چنانچہ ابتدائی چھوٹے چھوٹے رسائل میں  
 اسکو منقول عربی کی مثال میں لکھا ہے نہر علی الارض کی قید آپ کے نزدیک  
 کون موقع تھا اور طائر وہی ہے جو جنحیں سے پرواز کرے یہ بطیر بجا جہ کا  
 لفظ آپ کے قاعدہ کے موافق بالکل لغو اور فغول۔ یہ معاذ اللہ خدا کی جناب میں  
 عرض کیجئے کہ حضرت آپ سے نہایت تعجب ہو کہ ان الفاظ کا یہ کون موقع تھا تو یہ  
 پر چلا ہی کرتا ہے اور طائر دو نوباز دون سے اور راہی کرتا ہے یہ ان الفاظ کے  
 فرمائے کی کیا معنی یہ ہو چکا اوسکا جواب ملے اسی قسم کا جواب ہمارے طرف سے ہی  
 قبول ہو۔ علاوہ ازیں وہ خلافت جو ماخن فیہ سے متعلق ہے جسکو ہم راشدہ اور ہائے  
 فاضل مخالف جائزہ سمجھتے ہیں یعنی خلافت خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم سکوا اوسکو  
 راشدہ وغیرت کے طرف اور اوسکی دلیل کے طرف اشارہ کرنا مد نظر تھا کہ جناب  
 کو متنبہ کر دین کہ جن خلافت کو ہم راشدہ وغیرت کے متفقہ ہیں وہ خلافت وہ جو جسکی  
 خیریت کا وعدہ کتاب اللہ میں ہو چکا آپ کا اوسکو جائزہ سمجھنا مخالف کتاب اللہ  
 کے ہے پس آپ انصاف سے ملاحظہ فرمائیے کہ اس لفظ کا آجگہ اطلاق کس قدر لغو اور

۱۵ اور ہمیں کسی ملنے والا نہیں میں اور نہ کوئی پرند جو اور نہ ہے اپنے دو نوباز دون  
 مگر گروہ میں تم جیسے ۱۲۔

بجائے خود سے قولہ اور چونکہ اسکے تعین باتقادربانی فوجی یزدانی بذریعہ رسول  
 علیہ السلام کے ہوگی جیسا کہ ازالہ الخفا کے عبارت منقولہ سے ظاہر ہے پہر کی نسبت  
 کتاب الدین وعدہ خیریت کے کیا معنی اقول چونکہ اسکی تعین باتقادربانی فوجی  
 یزدانی بذریعہ رسول علیہ السلام کے ہوگی جیسا کہ عبارات ازالہ الخفا سے واضح ہے۔  
 اور وہ خیر محض ہوگی ایسا کہ کتاب الدین اسکی خیریت کا وعدہ ہوا اور اصلاح و فلاح  
 کی خبر دی اگر وہ غضب وعدوان و ظلم و طغیان ہوتی تو اسوقت اسکی خیریت کی اخبار  
 کی کچھ معنی نہ تھی اور جب وہ خیر محض ہے تو ظاہر ہے کہ اسوقت اسکی خیریت کا اخبار تو  
 نفس الامری کا اخبار ہے اور صحیح و بجا پر ہیہ فرمانا کہ پہر کی نسبت کتاب الدین وعدہ خیریت  
 کے کیا معنی گنجائش نہیں رکھتا اور اسکی کچھ معنی نہیں۔ آپ اسکو سوچیے بہت مولیٰ ثابت ہے  
 قولہ اور اگر خیریت بمقابلہ کلیت مراد ہے تب بھی سمجھ میں نہیں آتا کہ اسوجانہ تھا لے  
 ایسی اہم الہیات کی جزئیت کا وعدہ فرمائے اور کلیت سے اعراض کرے جس سے تمام  
 مصالح امور دینی و دنیوی امت مرحومہ کے وابستہ ہیں حالانکہ اور احکام مفصل و شرح  
 ارشاد ہوں اقول یہ شوق محض ہمارے فاضل عجیب کی حدت ذہن و تیزی فکر کا  
 ناشی ہوئی ہے ورنہ اول تو یہ ہی خیال کرنا چاہیے کہ اس لفظ کا اسجگہ طلاق کیونکر  
 اور کس معنی کے اعتبار سے صحیح ہے اور اگر شککفات و تاویلات اس لفظ کو طلاق  
 کو اہجگہ بنایا بھی گیا تو پہر کتاب الدین اسکی جزئیت کا وعدہ کہاں مذکور ہے  
 اور کلیت سے کیونکر اعراض ہے خلافت کی جزئیت کے وعدہ کا قرآن شریف میں  
 وجود تو اسوقت صادق آئے کہ خلافت مطلقہ کلید میں سے ایک فرد خاص کا وعدہ  
 مذکور ہو اور ظاہر ہے کہ اسکا فرد خاص جزئی نہیں پایا جائیگا مگر جب تک کہ اسکا فرد  
 مذکور نہ ہو اور اس کے طرف اضافہ کر کے بیان نہ کی جاوے لیکن تمام قرآن شریف میں  
 ایسی خلافت کیسجگہ مذکور نہیں اور نہ کہیں ایسی خلافت کا وعدہ ذکر فرمایا تو اس سے

صاف ثابت ہوا کہ کتاب الہدیین خلافت کی نسبت وعدہ جزئیت ہونے کی کچھ بحث نہیں رہا یہ کہ اس سبب از تقالے نے ایسی اہم الہیات کی کھیت سے اعراض فرمایا جسکی ساتھ تمام مصالح امت وابستہ ہیں یہ وہ اعراض ہے کہ اگر آپ مائل فرمائیں گے تو تمام کوششیں کہ اصول اہل تشیع پر ہی وارد ہوتا ہے کیونکہ اگر خداوند کریم نے اپنی کتاب میں مسئلہ خلافت کو کلیتہً یا جزئیتہً اور اسکی شرائط کو بیان فرمایا ہے تو فرمائیے کب تک اور کس صورت میں بیان فرمایا ہے اور اگر نہیں فرمایا تو ترک واجب کیا کیونکہ اسکا بیان کرنا مثل اور فروع و اصول کے لطف تھا جو بزرگم آچکے خداوند تعالیٰ شانہ عن ذلک پر واجب تھا تو ترک لطف فرمایا اور نیز اخبار تکمیل دین اور تمام نعمت آپ کے اصول پر کذب ہوا اور ہمارے نزدیک جب اسکا خود خداوند تعالیٰ متکفل ہو گیا اور اسکی ایقاع کا وعدہ فرمایا تو بعد اسکے پر کسی بیان کی حاجت نہ رہی معذرا ہمارے نزدیک اور ہمارے اعتقاد میں حق تعالیٰ شانہ پر کوئی چیز واجب نہیں اسکی ذات پاک اس کو کوئی چیز اس پر واجب ہو منفرہ و مبرا ہے اور اسکی شان یعلیٰ جائنا و یجکرا یلہ ہے اور نیز مسئلہ خلافت اصول میں سے ہی نہیں ہے جسکا ثبوت کتاب الہدیٰ پر موقوف و منحصر ہو تو ہم پر کوئی اعتراض لازم نہیں آتا قول اللہ حضرت مجیب نے جس وعدہ کا ذکر کیا ہے اس میں غور و تامل سے کام نہیں لیا اور اصطلاحی و لغوی معنی میں تمیز نہیں فرمائی اگر اس وعدہ کو ذکر فرمائیں گے تو اسکا جواب بھی تفصیل سے گزارش کیا جاوے گا اجمالا اسی قدر کافی ہے اقول ہاں سمجھ میں نہیں آیا کہ خداوند کریم کے دو وعدہ ہیں اصطلاحی و لغوی وعدہ اصطلاحی و لغوی کیا مفصل ارشاد فرمائیں ہم اسکا ذکر مختصر دلائل اثبات خلافت میں کر چکے ہیں اور تفصیلی جواب کے منتظر ہیں قال القاضی المجیب - قولہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی مدت بیان فرمائی الخ اقول شاید اس مدت خلافت اسی سالہ حضرت مجیب کی مراد ہوگی اگرچہ عقلاً کسی طرح اس حدیث کا رسول مقبول سے

جو عقل کل تھے صادر ہونا سمجھ میں نہیں آتا کیونکہ سنی سالہ کی قید کی کوئی ضرورت معلوم نہیں ہوتی امت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس تین سال میں ختم نہیں ہوگئی کہ بعد میں خلافت کی ضرورت نہ رہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دین ناقص نہیں چھوڑا کہ اس مدت میں کامل ہو گیا یقول الجسد الفقیر الی مولانا الغنی ہمارے فاضل مجیب نے اس حدیث کے مقدوح اور غیر معتبر ہونے کی جو علت بیان فرمائی ہے عجیب و غریب ہی فرماتے ہیں کہ قید سنی سالہ کی کوئی ضرورت معلوم نہیں ہوتی کیونکہ حضرت بیان واقعہ اور اخبار نفس الامر میں ضرورت اور عدم ضرورت کو کیا دخل جس طرح واقع ہو نیوالا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بالقاء ربانی و وحی یزدانی اس کی خبر دیدی کہ خلافت علی مہناج النبوة اس زمانہ تک ممتد و متصل رہیگی اور بعد اسکے منقطع ہو جائیگی پھر یہ فرمانا کہ مدت کی قید بے ضرورت ہے عدم فہم مراحمہ ناشی ہے اسکے بعد یہ اعتراض کہ اس مدت میں امت ختم نہیں ہوگئی جو بعد میں خلافت کی ضرورت نہ رہی اس سے بھی زیادہ تعجب انگیز ہے ہم کب کہتے ہیں کہ اس مدت میں امت ختم ہوگئی اور ہم کب کہا ہے کہ خلافت نبوة کی ضرورت نہیں رہی لیکن ہاں یہ ضرور کہتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں اور اس کو اختیار ہے جو چاہتا ہے کہ راسخ جب سمجھانے والے نے چاہا خلافت علی مہناج النبوة رہی اور جب اُس نے چاہا منقطع ہوگئی اور عجیب نہیں کہ یہ قتل خلیفہ ثالث کو پادشاه اور اس کا وبال ہو پھر یہ کہنا کہ امت ختم نہیں ہوئی یا ضرورت باقی نہیں رہی سراسر لاطائل ہے۔ علاوہ ازیں اگر ہم اپنے فاضل مخالف کے اصول کے لحاظ سے ضرورت کو دیکھتے ہیں تو دوازدہ کی قید کی بھی کچھ ضرورت معلوم نہیں ہوتی کیونکہ اولاً جب اونکو تکمیل نہ دی تو اونکا وجود و عدم برابر ہو گیا اور تکمیل دینا بھی ایک قسم کا لطف تھا جو واجب تھا اوسکو بھی ترک فرمایا اور نیز اکثر زمانہ وجود امام سے بسبب غیبت کے خالی رہا تو ایسے امام کے جو محض عفو و صفت ہو جس تک

حدیث الفہرست تفسیری میں تو سن سنی کی تحقیق اور اس طرح کا جواب۔

کوئی نہ پہنچ سکے نہ اُس کو کوئی دریافت کر سکے نہ وہی کے ہاتھ اُس کے کیا ضرورت  
پس ایسے شخص کو امام بنا کیا اسوجہ سے کہ امت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ختم ہو گئی یا  
سے سے کہ امت کی ضرورت نہیں رہے یا کسی اور وجہ سے جو جکا اور اک خارج از حق و  
پہر اگر واقعی وہ ایسی ہی ہے کہ اُس کا درک عقل سے محال ہے تو بقول سامی عقلا کے  
نزدیک ایسی امامت کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معذور ہونا جو عقل کل سے محال  
ہوتا ہے پہر اسکے بعد جو یہ ارشاد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین ناقص نہیں  
چھوڑا جو اس مدت میں کامل ہو گیا یہ اُن دونوں سے طرفہ تماشہ ہے ہم کہتے ہیں کہ معاذ اللہ  
حضرت نے دین ناقص چھوڑا جسکی اس مدت میں تکمیل ہوئی ہم تو خود خلافت علی مہاجرت  
کہتے ہیں جسکے صاف یہ معنی ہیں کہ خلفا قدم بقدم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم چلتے رہے اور  
اُن تو ان میں کو جو حضرت نے جو حی ربانی مہمہ فرمائے تھے اور اُن طرق کو جس پر حضرت نے  
الہیہ کی بجا آوری میں چلتے تھے اپنا امام سمجھتے رہے معذرا باوجود اسکے کہ دین میں کوئی  
کمی و کوتاہی باقی نہیں رہی تھی اور ہمہ جہات تمام و کمال اُس کا ہو چکا تھا پر وعدہ  
حقہ خداوندیہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درباب غلبہ دین اسلام و شیوع  
شعائر ایمان اور فتح بلدان اور زوال خوف بالکلیہ اور حصول امن تام وغیرہ  
ہوئی تھی اور ابھی تک حیر عدم میں تھی وہ سب خلفاء حقہ راشدہ کی سعی و کوشش  
سے بروکار آئی اور اُن وعدوں کے حصول میں خلفاء راشدین رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم کا جارجہ اور وہ انکی خدمات نمایان اور فتوحات بے پایان حضرت صلی اللہ  
علیہ وسلم کی طرف ہی منسوب ہوئیں اور گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں  
سے ظاہر ہوئیں پہر بعد اسکے جب کہ گون نے اس نعمت عظمیٰ اور عنایت کبرے کی ناشکری  
کی اور وہ خلیفہ ظالم شہید کئے گئے اور اوپر خروج و بغاوت ہوئی تو خداوند تعالیٰ نے بحکم  
ذَٰلِكَ بِمَا كُنتُمْ اِيْدِيكُمْ وَاِنَّ اللّٰهَ لَيَبْزِطُ لِمَنْ يَّعْبُدُہٗ بِمَقْصَدٍ ذَٰلِكَ اِنَّ اللّٰهَ

لَكَ مُعْتَرِكَةٌ نَعْمَ اَنْعَمَ عَلَيَّ قَوْمٌ حَتَّى يُغَيِّرُوا مَا بِالْقِسْمِ۔ اپنی اس نعمت کو  
اُدھال لیا چنانچہ اس مضمون کو بھی اشارۃ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا اور  
اہلسنت کی کتابوں میں موجود ہیں اس ظاہر ہوا کہ جب مہمات خلافت علی وجہ الکمال  
اس خلافت کو زمانہ میں حاصل ہوئی تو یہی ہی خلافت حقہ راشدہ تھی اور اس خلافت سے  
مقصود سرانجام ان مہمات موعود کا تھا لیکن حضرات شیعہ کے اصول پر البتہ یہ لازم آتا  
کہ دین ناقص تھا جسکی تکمیل کو واسطی امامت راشدہ مقرر ہوئی اور مکمل دین ہوا تھا جسکے واسطی  
ائمہ معجوث ہوئے اور اس سے بصراحت و بداہتہ لازم آتا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم  
النبیین نہیں ہیں اور آپکا وصف ختم رسالت باطل ہے کیونکہ جو اوصاف خاصہ نبی کے ہوتے  
ہیں مثل عصمت و نقی و فضیلت وغیرہ کے انہیں کثرت ثابت کیے تو گویا ائمہ کی نبوت کو معنی بدعی  
ہوئی اگرچہ اطلاق اسم نبوت اور نزول وحی سے تخاصی کرتے ہیں لیکن یہ ایک محض  
لغو بات ہے کیونکہ اصطلاحاً لفظ نبی کا جبر یا اطلاق کیا جو جبر یا نہ اطلاق کیا اس  
اصطلاحی اطلاق سے نزاع نہیں رہ سکتا۔ اور نزول وحی کا انکار صراحتہ غلط  
جب حدیث کے قائل ہیں تو لامحالہ وہ مشتمل نزول وحی کے ثبوت کو پس پر اعتقاد فضیلت  
ائمہ کا تمام انبیاء و رسل اولو العزم وغیرہ اولو العزم پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے  
باوجود ہر قدر ان کے الاوصاف کے بداہتہ ثبوت نبوت ائمہ کو مستلزم ہے اور نیز انبیاء علیہم  
السلام کا ائمہ کے مراتب پر حد کرنا اور انکی امامت کا انکار بھی صیبتوں میں مبتلا ہونا اور  
ائمہ کے واسطی جناب میں دعا کر کے یہاں سے رہائی پانا غایت تقرب جناب الہی کی دلیل ہے  
جو درجہ نبوت سے کم نہیں بلکہ کہیں بڑیکہ ہے۔ علاوہ ان سب باتوں کے بڑی دلیل ہے  
کہ ائمہ کا قول کتاب سنت کا نسخ اعتقاد کرتے ہیں جو بداہتہ ائمہ کے ثبوت نبوت اور  
حضرت کی ختم رسالت کو بطلان کو مقتضی ہے اور اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے  
کہ دین ناقص تھا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اسکی تکمیل نہیں ہوئی تھی

جو او میں نسخ و تبدیل کی ضرورت ہوئی اور حضرت علیؑ علیہ السلام نے دین کو ناقص نہ چھوڑا تھا جسکی زمانہ ایسی میں تکمیل ہوئی پس معلوم ہوتا ہے کہ جبکہ آیت الیوم اکملت لکم دینکم تکمیل دین کا وقت کے زمانہ میں ہونا حضرت شیعہ نے اعتقاد کر رکھا ہے وہ اپنی اسول کی ناقصی کے وجہ سے جو اس وقت تک مکہ میں تھا اور حضرت اہلسنت یہ حدیث بیان کر کے مشکل میں پڑ گئے اور اس مسئلہ کی بعد کی خلافت کی شہادت کو یہی قائل ہیں چنانچہ شرح عقاید نسفی میں بعد ذکر اس حدیث کے شرح لکھتا ہے وھذا متکل لان المحل والعقد من الامة قد کاوا متفقین علی خلافة الخلفاء العباسیة ولعصر المروانیة کھم رب عبد العزیز مثلاً ولعل المراد ان الخلافة الكاملة التي لا یتوبھا شیء من الخلفاء ومیل عن المطابقة لیکون ثلاثین سنة وبعدھا قد یكون وقد لا یكون۔ انتہی **اقول** یہ ہمارے فاضل مجیب کی منظرہ دانی ہے کہ قرآن میں کہ اس حدیث کو بیان کر کے اہلسنت مشکل میں پڑ گئے حضرت کو یہ بھی معلوم نہیں کہ علماء اہلسنت کو اشکال اور تشکیک اور مشکل سے تعبیر کیا ہی کرتے ہیں آپکی آیت پر صد ہا اعتراضات وارد ہوئے ہیں اور محدثین نے شرح بیان کرتے میں شرح نہج البلاغۃ میں جناب امیر کے اقوال میں نہایت کتنے اعتراضات شائع لکھتا ہے اور باوجود اس کے کہ کوئی نہیں سمجھتا کہ ہم مشکل میں پڑ گئے اور نہ میں تو جلد اول بہار الانوار باقر مجلسی کو ہی ملاحظہ فرمائیں کہ صفحہ ۱۱۱ پر ایک آیت طویلہ مالی صدوق سے نقل کرتے ہیں کہ بعض جملے یہ ہیں فلما اصبح قال له الملك ان مکانک لنزھة قال لیت لربنا بھمة فلو کان لربنا حمارا لرعیناه فی ہذا الموضع فان ہذا الحسیس یضیع علانہ علی اکی شرح لھا کہ بعد کہ ہمیں وہی الخیر اشکال من ان ظاہرہ کو زوال العائد قال لا بالجسم ہونا استحقاقہ للثواب مطلقاً و ظاہر الخیر کو نہ معہذا العقیدۃ الفاسدۃ مستحقاً للثواب

۱۔ صحیح ہوئی تو اسکو دیکھ لے کہا کہ تیری جگہ تو نہایت ستر ہے کہ کتنی کا شہار رب کا جو باوجود ناگاہی رب کا گناہ تو ہم سکو اسجہ جراتے کیونکہ یہ کہ اس ضائع ہوئے ہے اس خیر میں کمال ہی ہے کہ اسکا ظاہر دالالت کرتا ہے کہ عائد جسم کا قائل تھا اور یہ مطلقاً مستحق ثواب کے منافعی ہے اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ خیر سبب کی محض اور جو توفی کے باوجود اس عقیدہ فاسدہ کے ثواب کا مستحق ہے۔ ۱۲۔

لقلۃ عقلہ و بلا بعد اسکے علامہ مجلسی تاویل کر کے فرماتے ہیں و علی القادیر کا  
امامزاد کتاب تکلف تام فی الکلام وال التزام فساد بعض الاصول المقر  
فی الکلام اب اسکو غور و انصاف سے ملاحظہ فرمائیں اور جو شوق دل پہا اختیار کریں  
ہمارا اوسین مدعا حاصل ہے علاوہ ازین شارح و ہین کا جواب بھی جو شارح کی رائے میں  
مقدم تھا لکھ دیا اور اشکال مرتفع ہو گیا قیلاً آپ کے پیروستگیر صاحب غنیۃ الطالبین  
میں صرف تین پر ہی اکتفا نہیں فرماتے اس حدیث کی مدت مختلف بیان کر کے  
حضرت معاویہ کو بھی خلیفہ راشد فرماتے ہیں اقول آپ عبارت غنیۃ الطالبین کا  
مطلب یا غلط سمجھتے ہیں مقصود وہو کہ وہی ہے اب ہم اصل عبارت نقل کر کے اپنا مدعا ثابت  
کرتے ہیں حضرت پیروستگیر رحمۃ اللہ علیہ شروع فصل میں تحریر فرماتے ہیں و یعتقد  
اہل السنۃ ان امۃ محمد خیر الامم اجمعین و افضلہم اہل القرآن الذین  
شاہد وہ و امنوا بہ و صدقوہ و تابعوہ و تابعتوہ و تابعتوہ و تابعتوہ و تابعتوہ  
بالنفسہم و اموالہم و عذر وہ و لضر وہ و افضل اہل القرن اہل الحدیث  
الذین یابغوہ بیعة الرضوان فہم الف و اربع مائۃ رجل و افضل اہل بدین  
ثلث مائۃ و ثلاث عشر رجلاً عدد اصحاب طالوت و افضلہم اربعون اہل دار  
الخبر ان الذین ملکوا بصر بن الخطاب و افضلہم العشرۃ الذین شہد لہم النبی  
بالحیۃ و ہم ابو بکر و عمر و عثمان و علی و طلحہ و الزبیر و عبد الرحمن بن عوف

سلسلہ اہل سنت اعتقاد کرتے ہیں کہ امام محمد کی تاسم امتوں کی بہتر ہے اور بادین میں افضل اوس ترقی والے میں جنہوں نے حضرت کو گویا اور آپ پر ایمان لایا اور تصدیق کی اور تبعیت کی اور آپ کے ساتھ لڑی اور راجی جانوں اور مالوں کو آپ پر قربان کیا اور ان کی امداد دیا تاکہ ان کو اوس قرن والوں میں افضل درجہ دیا میں جنہوں نے بیعت خیر کی اور وہ چودہ عوام ہیں اور ان میں افضل بدرجہ ہیں اور دین میں وہ ہیں جنہوں نے کلمہ کے برابر اور ان میں افضل چالیس آدمی ہیں داخیر بران اول جو عمر بن خطاب کے ساتھ ہو سکتے ہیں اور ان میں افضل آدھ میں ہیں جنہوں نے جنت کی شہادت دی اور وہ ہیں ابوبکر عمر عثمان علی طلحہ زبیر عبد الرحمن بن عوف سعد سعید ابو عبیدہ بن الجراح



رسول و سعید و ابو عبیدہ بن الجراح و فضل بن ہولاء العسری لا بار الخلق  
 الراشدون الاربعۃ الاخیار و افضل الاربعۃ ابوبکر و عمر  
 عثمان ثمر علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم و ہولاء الاربعۃ الخلفاء لیسوا  
 علی اللہ علیہ وسلم ثلاثون سنۃ و فی منها ابوبکر سنتین و شیعۃ و عمر  
 و عثمان اثنا عشر و علی سائر و لہا معویۃ تسع عشر سنۃ و کان قبل ذلک  
 ولادۃ عمر الامامۃ علی اہل الشام عشرین سنۃ پہر کے بعد دو ورق آگے  
 بڑھ کر تحسیر فرماتی ہیں۔ ثمر خلافت معویۃ بن ابی سفیان ثابۃ صحیحہ  
 بعد موت علی و بعد خلع الحسن نفسه عن الخلافۃ و تسلیم ہا لمعویۃ لوائی  
 الحسن و مصلحت عامۃ تحققت و وہی حق دماء المسلمین و تحقیق قول  
 اللہ فی الحسن بنی ہذا سید یصلح اللہ تعالیٰ بہ بین فتنین عظیمین فوجبت  
 امامتہ بعقد الحسن لہ فیہ عامۃ عام الجماعة لا ارتفاع الخلاف بین  
 الجميع و اتباع الكل لمعویۃ لانه لم یکن هناك منازع ثالث  
 فی الخلافۃ و خلافتہ مذکورہ فی قول النبی و ہولاء عن النبی انہ قال تدور

۱۵ اور ابن عسیر ابراہیم بن فضل جاردان خلفا و شیعہ بن ہولاء جاردان جاردان بن فضل ابوبکر و عمر و عثمان پہر علی بن اور ابن جاردان  
 کی خلافت بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تیس برس بن حسین کو ابوبکر اور پندرہ برس اور پندرہ برس اور عثمان پانچ برس  
 اور علی چھ برس پہر بعد کونویہ انیس برس کا رسول تھا اور اس کے بعد دو عمر بنہ لہ ماتہ تمام پہر رسول کیا تھا میں برس ۱۲۔

۱۶ پہر معویہ بن ابی سفیان کی خلافت بعد ذات علی اور بعد جد کرنے امام حسن انوکے انوکے خلافت کو اور بعد کرنے خلافت کو امیر کو  
 بسیدہ کے جو حضرت شمس نے سوچی اور بسبب تحقیق و تباہی و فساد کے حسن انوکے بارہ دین کہ یہ میرا فرزند مراد اللہ تعالیٰ انکو سبب دو برس  
 چار ہفتوں میں اصلاح کر لیا ثابت اور صحیح ہے پس اسکی امامت امام حسن رضی اللہ عنہ کو لائقہ کرنے سے انوکے لازم ہو گئی پس انوکے برس کا امام  
 امام الحجاز کہہ لیا گیا انوکے سبب خلاف ارادہ گیا اور سبب معاویہ رضی اللہ عنہ کے تلخ ہو گئے کہ انوکے اور وقت کو کسی تیسرا شخص خلافت میں نہ لگا کر انکی  
 ولایتی زمانہ اور اسکی خلافت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قول میں مذکور ہے اور وہ وہ ہے جو حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں نے ابوبکر و عمر

الاسلام خمساً وثلاثين سنة اوستا وثلثين سنة اوسبعا وثلثين والمراد  
 بالرحی فی هذا الحديث القوة فی الدین والحسب السنین الفاضلة  
 عن الثلثین فی من جملة خلافة معویة الی تمام تسعة عشر سنة و  
 شہود لان الثلثین مکتب لعلیٰ کما بدینا اب اہل النفاق اس عبارت کو ملاحظہ فرمائیے  
 اور دیکھیں کہ ہمارے فاضل مجیب کا دعویٰ کہ حضرت پیر و مستگیر رحمۃ اللہ علیہ نے امیر معویہ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ  
 راشد فرمایا ہے غلط معنی صحیح میں کہتا ہوں کہ ہمارے فاضل مجیب کا دعویٰ بالکل غلط ہے  
 حضرت پیر و مستگیر فرما رہے تھے کہ حضرت امیر معویہ کو خلفاء راشدین میں نہیں شمار کیا اور کسی جگہ  
 خلیفہ راشد نہیں لکھا ہمارے فاضل مخاطب کو لفظ خلافت سے اشتباہ پڑ گیا اور  
 وجہ اسکی اول یہ ہے کہ پہلی عبارت میں صرف خلفاء الہدیٰ کو خلفاء راشدین لکھا  
 حضرت امیر معویہ کی خلافت کا بھی اگرچہ ذکر کیا ہے لیکن نہ اُس خلافت کو خلافت راشدہ  
 لکھا اور نہ امیر معویہ کو خلیفہ راشد فرمایا تو اس سے معلوم ہوا کہ حضرت امیر معویہ کو خلیفہ  
 راشد نہیں لکھا دوسری یہ کہ حدیث الخلافة لکھتے ہیں کہ ثلاثون سنة لکھتے ہیں کیونکہ صلکاً  
 کے موافق اوس کا مصداق خلافت خلفاء اربعہ کو ہے قرار دیا ہے اور ظاہر ہے کہ اس حدیث  
 میں لفظ خلافت سے مراد خلافت نبوت سے پہلے اور اس کے بعد جو خلافت امیر معویہ کو ذکر  
 فرمایا اور اوس سے اُس کو خارج کیا تو معلوم ہوا کہ وہ داخل خلافت راشدہ نہیں بلکہ  
 خلافت بجنے ملک و سلطنت ہے۔ تیسری یہ کہ امیر معویہ کی خلافت کی نسبت  
 لکھا کہ اُس کا ثبوت وصحت اُس وقت سے ہے جب سے حضرت امام حسن  
 نے خلافت تفویض فرمائی تھی اور ظاہر ہے پہلے اس سے اپنی اجتہاد کی خطا کی وجہ سے

۱۷ سیسئیس برس اسلام کی چکی چلیگی اور اس حدیث میں رجحان مراد دین کی قوت ہے اور پانچ  
 سال جو تیس سال سے زائد ہیں وہ بخلاف خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہیں۔ تیس برس اور کچھ مہینے پورے ہونے تک  
 کیونکہ تیس برس حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ پورے ہو گئے چنانچہ ہم بیان کر چکے ہیں ۱۲۔

جو سبب طلب قصاص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ واقع ہوئی تھی بقاء میں سر تھے چاہا  
 الامام حسن رضی اللہ عنہ نے خلافت تفویض فرمادی <sup>لیکن</sup> ایسی حالت میں اور خلافت راشدہ  
 نہیں کہہ سکتے تھے یہ کہ خلافت حضرت معویہؓ کو مصداق حدیث تدوررجی الاسلام کا  
 قرار دیا اور اس کی تفسیر میں لکھا کہ مراد رجی سے قوت اسلامی ہے اور ظاہر ہے کہ قوت  
 و شوکت اسلامی بقابلہ کفار کے غایت درجہ کو تھی کیونکہ امراء کا ایک شخص پر مجتمع تھا  
 لیکن یہ مسئلہ اس امر کو نہیں ہے کہ وہ خلافت علی منہاج النبوت بھی ہو غایت  
 سے غایت یہ ہے کہ سلطنتوں میں عہدہ سلطنت ہو پس اس سے ثابت ہوا کہ خلافت  
 امیر معویہؓ مراد خلافت راشدہ نہیں چنانچہ محشی نے بھی اسکی تفسیر کی ہے تو لہٰذا رضی اللہ  
 اما خلافتہ معویہ رضی اللہ عنہ الخ المراد منہ الامامۃ لا الخلافتہ التي كانت  
 للخلفاء الراشدين الاربعۃ لانها خلافة النبوة  
 كما قاله قاضی وغیرہ من المحققین كما نقله  
 الامام النووی مفصلاً فی شرح صحیح مسلم زہدایہ اطلاق لفظ خلافت  
 یا خلیفہ کا امیر معویہؓ کے حق میں اول تو سلطنت ہی بسبب واجب الاطاعت ہونے کو  
 اہل سنت کے نزدیک خلافت میں داخل ہے چنانچہ خلافت مطلقہ کے نیچے دو عین ہیں  
 ایک خلافت خاصہ سری خلافت عامہ اور ظاہر ہے کہ خلافت ملک سلطنت محو تو اطلاق  
 خلافت کا سپریمج ہو علاوہ ازیں خلافت مطلقہ دو عین ہیں ایک خلافت بنوت  
 اور دوسری امارت و سلطنت ہیں اور دو نو نو عین میں تشکیک محو اور ہر دو کی مشککہ  
 ہیں چنانچہ ظاہر ہے کہ باعتبار حصول قوت و شوکت و حصول ہمت خلافت و ابلع سیر  
 بنویہ علی وجہ الکملیہ اور باعتبار ثوران عہد ثوران بعض افراد خلافت خاصہ کے  
 خلافت معویہ الخ خلافت مراد امامت ہے نہ خلافت چاروں خلفائے راشدین کو حاصل تھی کیونکہ خلافت بنوت تھا  
 جیسا کہ میں نے قاضی وغیرہ نے کہا ہے چنانچہ امام نووی نے مفصل شرح مسلم میں نقل کیا ہے ۱۲۔

بہ نسبت بعض کے اکمل کامل و ضعیف و قوی کا تفاوت کہہتے ہیں خود خلفائین فضیلت  
 علی ترتیب الجہاد و دفع ہوتا نبوت مرتبہ تشکیک کی ایک بدیہی دلیل ہے امارت و سلطنت  
 صدیقین اپنے افراد پر مستدر تشکیک تو وہ محتاج بیان نہیں جو ایسی واضح اور ظاہر ہے  
 کہ اس کے اثبات کی دلیل سے کچھ ضرورت نہیں اور ظاہر ہے کہ نوح ثانی کا فرد علی  
 نوح اول فرد سافل کے ساتھ باوی النظرین ملحق و مشتبہ ہوگا کیونکہ درمیان  
 دو نون فردوں کے بجز ایک باریک حد فاصل کے کوئی واسطہ نہیں ہے اس لئے کہ  
 خلافت کی بنیاد و اصولوں پر ہے اول اتباع سیرت بنوہی صلی اللہ علیہ وسلم  
 دوسری انتظام دفع اور سرانجام مہات لیکن محض خلافت کے لئے اصل دل کو  
 بہ نسبت اصل ثانی کے مرتبہ ہے کہ اول بمنزلہ موقوف علیہ کے اور ثانی کو کھانے الجسد  
 مدخل ہے کیونکہ جو ایک مرتبہ حصول اجر و ثواب کا ہوتا وہ فوت ہوا اور رسول کو لئے  
 ایجاز و عدا ہائے خداوندی میں جارحہ نہ تھی۔ افراد عالیہ خلافت میں دو نواصلوں کا  
 تحقق اکمل وجہ سے ہوگا اور افراد سافلہ میں اصل دل علی وجہ الکمال ہوگی اور  
 اصل ثانی میں نے الجملہ نقصان ہوگا سلطنت کو خلافت نبوت سے اگر امتیاز ہے تو اصل  
 اول کی وجہ سے ہے کہ او میں مرتبہ کمال سے علی حسب المراتب انحطاط ہوگا اگرچہ اصل ثانی  
 علی وجہ الکمال پائی جائے پس جو افراد عالیہ سلطنت کے ہونگے عجب نہیں کہ افراد سافلہ  
 خلافت نبوت سے اصل ثانی سے بڑھ کر ہوں لیکن اصل اول میں البتہ کمی ہوگی۔ تو جب باعتبار  
 حد الامیلین کے مرتبہ ہوئی اگرچہ باعتبار اصل آخر کے کمی ہو اور وہ کمی بھی ایسی بدیہی  
 اور بین کمی نہ ہو جس کا امتیاز ہر شخص کر سکے تو لا محالہ باوی النظرین ہر دو نوع میں کمی  
 افراد سافلہ و عالیہ میں ایک ملحق پایا گیا تو اگر باعتبار اسکے کسی نے قرب مجاورۃ  
 و وجہ سے مجاز افراد علی سلطنت پر ایسا لفظ اطلاق کر دیا جو مہم خلاف نبوت  
 ہو تو کیا بجا کیا اور اوس پر کیا طعن ہے۔ ہا یہ کہ اگر آپ حضرت پیر و شکیہ رحمت

قول سے استدلال فرماتے ہیں و خلافتہ مذکورۃ فی قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم تو یہ  
استدلال بالکل غلط ہے کیونکہ امین بلکہ کسی روایت کو اس خلافت کا خلافت نبوت ہونا  
مستحق نہیں ہیں آپ کا یہ فرمانا کہ حضرت پیر دستگیر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ راشد فرمایا  
ہے سراسر غلط اور کذب جو علاوہ اکود و سدا کذب اور وہ کہ وہی یہ ہے کہ تحریر فرماتی  
ہیں اس حدیث کی مدت مختلف بیان کر کے تحریر فرماتے ہیں حالانکہ یہ محض غلط ہے  
کیونکہ لفظ اس کا مرتجع یہ ہے حدیث ثنثون سنتہ ہے اور ظاہر ہے کہ اس حدیث میں شیخ  
حضرت پیر دستگیر رضی اللہ عنہ نے کہیں ذکر نہیں فرمایا یہ حدیث ہرگز اپنی مدت کو متجاوز نہیں  
اور وہ حدیث جس میں زیادتی مذکور ہے اس سے جدا گانہ اور وہ بالکل دوسری  
حدیث جو اس کا دلول و مامدق علیہ کچھ اور ہی چیز ہے **قول** اور نیز اگر یہ حدیث  
صحیح ہو تو وہ دو ازودہ خلیفہ جنگی بشارت اکثر احادیث میں ہے کیسے ہونگے اقول  
پہلے ہم اس حدیث کی الفاظ کو جو بشارت درازدہ امام میں بطریق شتہ وارد ہوئی ہے حاصل  
ابن بابویہ قمی سے نقل کرتے ہیں بعد اسکے اپنے فاضل مخاطب کو بتلانیگے کہ دو ازودہ امام  
کیسے تھے اول حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی ہے جو بواسطہ شعبی اور قیس ابن عبد اللہ اور جریر  
ابن اشعث اور مسروق کی روایت کی گئی ہے وہ یہ کہ عبد اللہ بن مسعود نے ایک سائل  
کے جواب میں فرمایا - نعم عهد الیاس نبیا صلی اللہ علیہ والہ ان یکون بعدہ اثنا عشر  
خلیفۃ بعدہ نقباء بنی اسرائیل - دوسری روایت جابر بن عبد اللہ  
رضی اللہ عنہ سے بواسطہ شعبی اور سماک بن حرب اور عامر بن سعد وغیرہ کے بالفاظ  
مختلفہ وارد ہوئی ہے عز جابر بن سمرۃ قال کنت مع ابی عند البی صلی اللہ علیہ  
والہ قال فسمعہ یقول یکون بعدہ اثنا عشر امیرا ثم

روایات بشارت درازدہ امام

۱۵ ہاں ہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے عبد کبار کو کبارہ خلیفہ ہونے کی خبر سنائی کہ بنی اسرائیل کے نبیوں کی تعداد کے موافق ۱۲  
۲۵ جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے حضرت کو سنا تو فرمایا کہ تم میرے بعد بارہ امیر

انحرف صوتہ فقلت لا بی ما الذی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ قال کلہم من قریش  
وعن الشعب عن جابر بن سمرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ لا ینزال ہذا  
الدین عن ابنی امیہ انہم من علی من فاوہم الی اثنی عشر قال ثم قال کلہم من قریش  
الناس قال فقلت لا بی اولا بنی ماکلہم اصمتہم الناس قال کلہم من قریش  
وعن جابر بن سمرۃ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ لا ینزال ہذا الا مۃ مستقیمۃا  
لہا ہرۃ علی عدوہا حتی یمضی اثنا عشر خلیفۃ کلہم من قریش فانتہی فی منزل لہ  
قلت ثم لیکن ماذا قال المہج - وفی روایۃ عن جابر لا ینزال ہذا الا مۃ  
امہا لہا ہرۃ علی عدوہا - وفی روایۃ عن عامر بن سعد قال کتبت الی جابر بن  
سمرۃ مع غلامی رافع اخبرنی بشی سمعہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ فکتبت  
سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ یقول اجمعة عشیۃ رجم الاسلام لا ینزال الدین  
تا بلحۃ تقوم الساعۃ ویکوز علیکم اثنی عشر خلیفۃ کلہم من قریش تیسری تروا شرح برکی شی  
عن شرح البرکۃ قال فی الکتاب ہذا الامۃ فیم اثنا عشر فاذا وقت لعلہم لغوا ولغووا کما بان سہم

۱۵ پر کہیہ آہستہ فرمایا میں نے اپنے باپ سے پوچھا حضرت م نے کیا فرمایا کہا سب قریش سے ہو گئے جابر بن سمرہ مروی ہے کہ فرمایا  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دین ہمیشہ غالب مضبوط اپنے مخالفوں پر فتح مند رہیگا بارہ خلیفوں تک پہنچے ایک کلمہ فرمایا  
جو لوگوں کی جوڑنے جکڑنے دیا تو میں نے اپنے باپ یا ثیر سے پوچھا کون کلمہ ہے جو لوگوں کو جکڑے گا کہ فرمایا کہ قریش سے ہو گئے اور جابر بن  
سمرہ سے مروی ہے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ امت ہمیشہ اپنے امین مستقیم اور دشمن پر غالب رہیگی یہاں تک کہ بارہ خلیفہ گذریں  
جو سب قریش سے ہو گئے یہ سنیے ان کو یہ چاہئے کہ عرض کیا یہ کہ فرمایا قتل - اور ایک روایت میں جابر سے ہے ہمیشہ اس امت کا  
امر درست رہیگا اور ان کو دشمن پر غالب رہیگی اور ایک روایت میں عامر بن سعد سے ہے کہ میں نے جابر بن سمرہ کے پاس اپنی غلام رافع کے  
ہاتھ لکھ کر بھیجا کہ جو کچھ بتا جو تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو پس اذکر جواب میں لکھ کہ میں نے حضرت علی اللہ علیہ وسلم سے  
کے روز سنا جب کہ شام کو اسلی سنگ سا ہوا فرمایا کہ ہمیشہ یہ دین برپا رہیگا قیامت تک اور تیر بارہ خلیفہ ہو گئے سب سب قریش سے ہو گئے  
شرح برکی سے کہ کتاب میں کہا کہ اس امت میں بارہ خلیفہ ہیں جن کی تعداد پوری ہو جائیگی تو کسر کرے اور بقاوت کرے اور اگر کسی نے اس میں کس

چوتھی روایت ہے کہ جب قال کان ابوالخالد جاراً فسمعہ یقول ویحلف علیما نھنہ الامۃ  
 لا یتکلم حتی یکون فیہا انا عشر خلیفہ کلہم یعلی بالہک و دین الحق ہنحوین روایت  
 عن سفیان بن یزید بن مکیول انہ قیل لہ ان النبی صلی اللہ علیہ الد قال یكون اخر  
 انا عشر خلیفۃ قال نعم و ذکر لفظہ اخری عن معمر بن سمیع و ہب بن منبہ یقولون  
 انا عشر خلیفہ ثم یكون الہرج ثم یكون کذا چٹھی روایت عن عمر البکائی عن کعب  
 الاحبار قال فی الخلفاء ہم اتی عشر اذا کان عند القضا ئہم و اتی طبقة صالحة  
 عند اللہ کلہم العمر کذلک وعد اللہ الذین امنوا منکم و حملوا  
 الصلحت لیستخلفہم فی الارض کما استخلف الذین  
 مرسلہم و کذلک فصل اللہ بنی اسرائیل و لیس یغزبان  
 یجتمع ہذا الامۃ یوما و یقف یوم و ان یوما عند ربک کالف سنة مما تعدون  
 اور صحیح مسلم میں جس قدر روایتیں درباب ائمہ انا عشر وارد ہوئی ہیں وہ تقریباً ان روایت  
 میں سے بعض کے مطابق ہیں لیکن غالباً ابو داؤد کی روایت میں لفظ کلہم یجتمع علیہ الامۃ  
 الی آخر ہے مروی ہے کہا ابو خالد میرا ہماری تہائیں اس سے سناتے ہیں کہ کہتا تھا کہ یہ امت ہاں کہ نہو گی  
 یہاں تک کہ اس میں بارہ خلیفہ ہونگے کب سب ہدیت اور دین حق پر عمل کرینگے سفیان بن یزید بن مکیول سے  
 روایت ہے کہ اس شخص نے کہا کہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا ہے کہ میری بعد بارہ خلیفہ ہونگے کہ ان - اور داؤد  
 لفظ ذکر کیا - معمر بن عمر سے اس سے جس نے وہب بن منبہ سے سنا کہ تھا کہ وہ بارہ خلیفہ ہونگے پھر نقل ہو گا کہ  
 یہ ہر ہر کا عمر و کجائی کعب احبار روایت کرتا ہے اس سے کہتا کہ وہ بارہ ہیں اور جب ان کو گزرتے کا وقت قریب ہو گا  
 اور طبقہ صالحہ عبد اللہ آئیں گے تو ان کی عمریں زیادتی ہو گی اسی طرح وعدہ کیا ہے اللہ ان کو جو ایمان لائے اور انک  
 کام کیے کہ ان کو ملک میں جائیں گے کہ جیسا طرح جائیں گے یہاں کو اور اسی طرح اللہ بنی اسرائیل کو ساتھ لائے  
 اور اللہ پر کچھ دشوار نہیں کہ اس امت کو ایک دن یا آدھن جمع کر دے اور ایسا تیری رب کے نزدیک  
 مثل ہزار برس کے ہے تمہاری گنتی سے ۱۲۔

زیادہ وارد ہوا ہے۔ اب گزارش یہ ہے کہ جس روایت میں تنقید خلافت کی تلمیحات کے ساتھ وارد ہوئی ہے وہ خلافت نبوت صلی علیہ السلام سے جو علی الاصل اس قدر زمانہ تک تمتد نیکی چنانچہ بعض روایات میں صریح خلافت نبوت وارد ہوا اور نیز اس قسم کے الفاظ سے ہی ارشاد ہوا ہے **انھذا اکابرہ** بدانبوۃ ورحمۃ لہم خلافت جو غرض اس قسم کی روایات سے صریح معلوم ہوتا ہے کہ یہ خلافت جبکی مدت تیس سال ارشاد ہوئی ہے خلافت نبوت و رحمت اور وہ روایت جو بشارت دوازده امام میں وارد ہوئی ہے وہ عام ہے اس سے کہ خلافت نبوت ہو یا ملک سلطنت ہو علی الاصل ہو یا بالقطاع کیونکہ جب قدر اوصاف دوازده ائمہ کی نسبت بیان ہوئے اُن سب کا حاصل یہ ہو کہ اُس خلافت کو قوت و ثبوت ہوگی اور اوس میں اضطراب و تزلزل و وقوع فتن نہ ہوگا وہ اپنے اعدا پر غالب رہیگی اور بقابلہ اُس کے کفار مغلوب و مشکوس ہونگے اور امت او نہ پر مجتمع ہوگی اور یہ اوصاف کچھ خلافت خاصہ پر ہی منحصر نہیں ہیں بلکہ یہ عوارض عامہ ہیں جو خلافت کے دونوں میں پائے جاسکتے ہیں خلافت خاصہ ہی ان کے ساتھ متصف ہو سکتی ہے اور امت و سلطنت کو بھی ان صفات سے حظ و نصیب ہو پس ان دونوں روایتوں میں کسی قسم کا تعارض نہیں ہے ہاں یہ بات باقی رہ گئی کہ قمری کے بعض روایات میں جو یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں کلمہ تحمل بالہدئے و دین الحق شاید ہمارے فاضل مجیب کو خلیان میں ڈالیں اور یہ خیال فرمائیں کہ یہ وصف مستلزم خلافت خاصہ کو ہے لیکن یہ زعم اگر ہو تو بالکل باطل ہو کیونکہ اس وصف میں ہی صریح مرتبہ تشکیک ہے اور اُس کو صدق میں اپنے افراد پر اولویت اور اشدیت کا فرق بدیہی ہے خلفاء راشدین ہی عالمین بالہد و دین الحق ہیں اور سلاطین میں ہوا تو انکو افراد عالیہ اور افراد متوسطہ ہی عالمین بالہد و دین الحق ہیں لیکن ان میں اور اُن میں باعتبار اس وصف کو امتیاز اور فرق ہے خلفاء



راشدین میں اس وصف کا صدق اُسے اور اشد ہو اور سلاطین کے افراد عالیہ و متوسطہ  
 میں اُس کی عبید اور ضعیف ہو لیکن صدق اس وصف کا گوئی الجملہ کم ہے تاہم پایا جاتا  
 بلکہ سلاطین جاوید جو سلاطین کے افراد سافلہ میں اُنہیں ہی نے الجملہ پایا یا بیگا اگر وہ  
 کفار کے ساتھ جہاد کرینگے جو باعث تقویت دین ہو لیکن اُن افراد کا اس وصف کو ساتھ  
 اتعاف ایسا قبیلہ ہوگا کہ اگر اُس کو کان لم یکن اعتبار کریں تو کچھ مضائقہ نہیں ہے  
 غرض یہ وصف بھی مثل دوسری اوصاف کے حوادث عامہ میں سے ہے جو خلافت نبوت  
 اور امارت کو عام ہے اور ہرگز مستلزم خلافت خاصہ کو نہیں پس جب یہ امر ثابت ہو گیا  
 کہ وہ یقین و تحدید خلافت خاصہ کے لئے ہی تھی اور یہ بشارت عام ہے تو دونوں  
 حدیثوں میں باہم کچھ تعارض و متناقض نہیں رہا کی تو جمیات اور ہی ہو سکتی ہیں لیکن  
 ہم بخوف تطویل اور تکثر کمرتے ہیں اب تمکیم یہ خیال ہے کہ حضرت ابن بابویہ قمی صاحب  
 نے ان روایتوں کو جو بشارت و دوازہ امام میں وارد ہوئی ہیں اپنے مذہب کی تائید اور  
 تقویت میں نقل کیا ہے اور اپنے روایات مذہب کو موافق سمجھا ہے چنانچہ اسکی بعد وہ روایتیں  
 نقل کی ہیں جو اپنے روایات بشارت و دوازہ امام میں منقول ہوئی ہیں اگر اُن روایات  
 کو بلا رد و انکار قبول کر لیا ہے ورنہ شیخ نے جسجگہ مخالفین کے روایات فصال میں نقل  
 کی ہیں وہ نقل کی بیان کر دی ہے چنانچہ روایت رکعتین بعد صلوٰۃ العصر عن عبداللہ  
 ابن الاسود عن ابیہ عن عائشہ میان کر کے آخر میں لکھتے ہیں قال مصنف هذا الكتاب  
 مرادی بایراد هذه الاخبار الرد على المخالفين لانهم لا يرون بعد الخلفاء  
 وبعد العصر صلوة فاجبت ان يبين انهم خالفوا رسول الله صلى الله عليه وآله في قوله فخلوه  
 پس جب اشیخ کے بعد نقل روایات سکوت کیا بلکہ سکوت نہیں اپنی روایا جو بشارت و دوازہ  
 امام اس کتاب کا مقصد کہتا ہے کہ حدیثوں کے ذکر کرنے سے میری غرض مخالفین پر رد کرنا ہے کیونکہ وہ جو بشارت  
 حدیث کے غرض سے یا غیرت سے کہتے تو میں نے چاہا کہ اس امر کو بیان کروں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول نقل میں غلطی  
 کی ہے

روایات صحیحین بشارت و دوازہ امام مذہب شیخ احمد رضا بن

امام بن تہمین وارو کہیں تو معلوم ہوا کہ یہ روایات شیخ کے نزدیک مقبول و معتد بہین قطع نہیں  
 اس سے اگر بالفرض شیخ قمی کے نزدیک یہ روایات مقبہ نہ ہوں تاہم حسب شہادت امام صادق  
 و امام کاظم مقبہ و قابل قبول ہیں کیونکہ ہم معنی اور مشابہ روایات اہل بیت کو بہین تفسیر صافی  
 میں منقول ہو قال الصادق فما جاءك في رواية من راو فاجر توافق القرآن فخذ به  
 وما جاءك في رواية من راو فاجر يخالف القرآن فلا تأخذ وقال الكاظم اذا جاء  
 الحديثان المختلفان فقسهما على كتاب الله وعلى احاديثنا فان اشبههما فهو  
 حتى وان لم يشبههما فهو باطل۔ ان ذو نور وایتوں سے ثابت ہو کہ جو روایت موافق  
 کتاب اللہ اور مشابہ احادیث ائمہ ہو وہ حق اور واجب القبول ہو اور یہ روایات منقولہ  
 صدوق ہی مشابہ اُن روایات کے ہیں جو ائمہ سے وارد ہوئی تو یہ بھی واجب القبول نہ ہوگی  
 اور بعض روایات میں اگرچہ روایات اہل بیت ہیں اور بواسطہ روایات اہل بیت کے منقول ہوئی  
 ہیں لیکن یہ اس قراح میں الروایۃ نہ ہوگا تو اب معلوم نہیں کہ ان روایات کو موافق و وارزہ  
 امام کو ہمارے فاضل مخاطب کیا سمجھینگے اور ان روایات کے صد سے مذہب کی بنیاد کی  
 انہدام سے صیانت کیونکر کریں گے۔ اور ان روایات سے مذہب تشیع کو چند وجوہ سے  
 صد سے پہنچتا ہے۔ اول یہ کہ ان روایات سے صریح ثابت ہوتا ہے کہ امت کو زمانہ  
 ائمہ اثنا عشر میں استقامت امر اور غلبہ علی الاعدا اور ظہور دین اور اصلاح امر میں  
 ہوگا پس اگر ان کو ائمہ اثنا عشر حضرات شیعہ پر محمول کیا جاوے تو یہ وعدہ اور اجابہ  
 جھوٹ اور کذب ہوگا کیونکہ ائمہ کے زمانہ میں برعکس اسکی اضطراب امر اور غلبہ اعداء اور  
 اختصار دین اور فساد امر حاصل ہوا اقل اعظم کا نام و نشان تک صفحہ گیتی سے گویا محو کیا گیا

صلیہ امام صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو کچھ تیرے پاس کسی رشتہ میں کسی ناجرادی سے آوے جو قرآن کے موافق ہو  
 تو اسکو لے اور جو کچھ تیری پاس کسی روایت میں درائے فاجر آوے جو قرآن کے مخالف ہو تو اسکو نہ لے۔ امام کاظم  
 نے فرمایا جب تیرے پاس دو متخالف حدیثیں آئیں تو اسکو کتاب اللہ اور ہماری حدیثوں سے مقابلہ کر اگر وہ ادنیٰ شائبہ  
 باطل تو وہ حق ہے اور اگر اُن کے مشابہ ہو وہ باطل ہے۔ ۱۲

جیسی حالت رہی وہ محتاج بیان نہیں دوسری یہ کہ یہ غلبہ استہلا جو زمانہ اثنا عشر  
 بن موجود ہے یہ مختصر کوئی زمانہ تک ہو اور اسکے بعد ہرج و مرج و فساد و ہلاکت ہو اگر بعد ائمہ  
 کے ہیں تو حضرت علیؑ ہیں اور وہ خود ائمہ سے کم درجہ ہیں تو معلوم نہیں کہ یہ امامت جو ائمہ  
 اثنا عشر ہیں ہو مختصر اور ختم ہو چکی تھی کیا بعد اوسکے جب ارشاد فاضل مجیب امت محمدی  
 صلی اللہ علیہ وسلم ختم ہو چکی کہ بعد ائمہ اثنا عشر کے پھر امامت کی ضرورت نہیں رہی حضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے مواذ اللہ دین ناقص چھوڑا تھا جو زمانہ ائمہ اثنا عشر ہیں مکمل ہو گیا  
 تیسری یہ کہ یہ زمانہ مصداق آیت شریفہ و علی الذین امنوا منکتم کا ہے کہ خداوند  
 تعالیٰ زمانہ بعض ائمہ میں انجام دے اختلاف و تمکین دین و ازالہ خوف و حصول امن و فراہم  
 اور یہ بھی بقدر رگ و گیر مذہب شیعہ ہے کسی دانشمند پر روشیدہ ہیں قولہ ای شد متخلف  
 اور مضطرب و مسلمہ خود کو ہمارے سامنے پیش کرنا مجیب کی مناظرہ والی کے کمال پر وال  
 اقول ہم ابھی عرض کر چکے ہیں کہ بشہادت امام صادق جو روایت کہ موافق قرآن  
 کے ہو گو کیسے ہی راوی سے ہو واجب القبول ہوگی پس جب ہم اس سے پہلے اشارہ  
 کر چکے تھے کہ یہ خلافت کتاب اللہ سے ثابت ہو تو یہ روایت جو موافق کتاب اللہ  
 کی ہوئی قابل قبول ہوگی رہا اختلاف و اضطراب جو اس روایت کی صحت کو مانع ہو  
 اگر آپ ثابت فرماتے تو جواب ہی گزارش ہوتا البتہ یو نہیں بے دلیل و دعویٰ کرنا ہمارے  
 فاضل مجیب کی کمال مناظرہ والی پر دلیل سے قال الفاضل المجیب - قولہ - اور  
 آیات س الخ آپ کے علماء کی کلام اور ساری کے اقوال و افعال سے اوسکا اہم الہامات  
 ہونا ثابت ہو یہ تعجب ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسکی تصریح کیوں نفرمایا  
 مسائل روزہ و نماز و غسل و وضو و تیمم جتنے کہ آداب بیت الخلا وغیرہ وغیرہ تک تو صاف  
 مشرح و مفصل بیان فرماتے اس اہم الہامات کو ہی کیوں چھپا کر دیا  
 کہ امت اللہ کو کچھ نہ دیا اور انہیں اپنے حق پر مجبور کر دیا اور انہیں اپنے حق سے محروم کر دیا

العبد الفقیر الی مولانا الغنی جب ہانت کا اصل مذہب آپ کو معلوم ہو چکا  
 کہ اُن کے نزدیک خدا تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
 وسلم اُسکی تبلیغ فرماتے ہیں جو اُن پر خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی تو پھر یہ  
 اعتراض بالکل بعید از عقل ہے علاوہ ازیں جب خداوند کریم خود اسکی اقتضائے تکفل  
 ہو چکا تھا تو پھر کچھ ضرورت باقی نہیں رہی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسکو اس  
 ہیئت کذابی کے ساتھ بیان فرماتے جسکو حضرات شیعہ پسند فرماتے ہیں اور ممکن ہے کہ اگر تصریح  
 کے ساتھ اختلاف افراد معینہ کا کیا جاتا اور اسوقت بغاوت اور بلوہ اور قتل غایبہ پیش آتا  
 عجیب نہیں کہ باعث نزول عذاب کا ہونا اسی امت کیسہ دیکھا گیا اور اوصاف و عوارض  
 بتا کر منزلہ تصریح کے کر دیا گیا اور یہ بھی ایک نوع کی تشریح و تفصیل ہے لیکن ہمارے  
 مجیب فرمایا کہ جب یہ مسئلہ اہم المہات اور اصول و مقاصد دین میں سے تھا اور خدا  
 تعالیٰ پر واجب تھا کہ اسکو بیان فرما دے یا جو دیکھ اُس نے اُس نے فرمایا کو بیان فرمایا  
 اس اہم المہات کو ہی کیوں جیستان و پہلے کر دیا کہ جو کتاب اللہ میں سے کہیں بوجہی سے  
 نہیں جاتی ہو تو غور و انصاف کا حکم ہوتا ہے جو بسرِ چشم ہے لیکن کچھ آپ ہی غور و  
 انصاف سے حصہ لیوین قال الفاضل المجیب قولہ - یہ بھی امر باعث ہوا کہ اہل سنت میں  
 درباب نص و عدم نص اختلاف واقع ہوا پس یہ دعویٰ ہے کہ اہل سنت اس باب  
 میں نص کے قائل نہیں علی الاطلاق صحیح نہیں چنانچہ ملاحظہ صواعق سے یہ  
 معلوم ہو سکتا ہے - اقول - اگرچہ اس قول کے جواب میں گفتگو ہو سکتی تھی مگر چونکہ  
 چندان مفید نہیں نظر احتصار کچھ عرض نہیں کرتے مگر اسقدر ضرور گزارش ہے  
 آپ کے خاتم المحدثین تحفہ کے باب ہفتم عقیدہ پنجم میں فرماتے ہیں - زیر کہ خلفا

بظاہر الفاظ میں کوئی قید معلوم نہیں ہوتی افسوس کہ آپ کے خاتمہ الحمد میں  
 صواعق کا ملاحظہ نہیں فرمایا ورنہ یہ سادہ جو جی کی آپ ہی تکذیب فرماتے ہیں نہ فرما  
 یقول العبد الفقیر الی مولاه الغنی جناب میر صاحب گستاخی معاف تحفہ کی بار  
 کے مطلب کو تو آپ نے سمجھا ہی نہیں تھا بندہ کی گزارش کو بھی قبول فرمایا اور سمجھا  
 لیجئے اب پر گزارش کی جاتی ہے مگر تحفہ کا ملاحظہ فرمائیں اور چھپیں مسئلہ منصوصہ ام  
 جو فیما بین اہلسنت و شیعہ مختلف فیہا ہے اوسمین دیکھنا چاہیے کہ محل نزاع کونسا اثر  
 کہ جبکہ اہلسنت منع کرتے ہیں اور شیعہ اوسکو تسلیم کرتے ہیں چونکہ تحقق نزاع کے لئے  
 ضرور ہے کہ وہ مسئلہ جس میں نزاع واقع ہو رہی ہے باتحاد الاعتبارات و فقیہین کے نزدیک  
 ماخوذ ہو تو اسلئے وہ نفس کہ جسکا اشتراط حضرات شیعہ تسلیم فرماتے ہیں اوسکو حضرات اہلسنت منع  
 کرتے ہیں اور اگر وہ ہو بلکہ وہ نص جسکو شیعہ تسلیم کرتے ہیں جدا ہوا و جبکہ اہلسنت  
 تسلیم نہیں کرتے ہیں دوسری تو نزاع ہی متحقق نہ ہوگی پس وہ نفس جسکو حضرات شیعہ  
 امامت کے لئے شرط قرار دیتے ہیں یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 بتصریح اسطرح استخلاف فرمایا کہ عام طور پر سب کو جمع کر کے آپ نے ارشاد فرمایا ہو کہ اے لوگو  
 فلاں شخص کو تمہارا دیرین اپنا خلیفہ اور امام مقرر کرتا ہوں میری بعد وہ میرا خلیفہ  
 اور تمہارا امام ہے اوسکی اطاعت کیجو اور اوسپر ایمان لائیو اور اسکا اہلسنت انکار کر دو میں  
 اوسکی نسبت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا زیر کہ خلفائے ثلاثہ نزد اہل سنت  
 اندنہ منصوص علیہ یعنی منصوص علیہ نہیں تنادع فیہ نہیں ہیں چنانچہ سیاق عبارت کو  
 متبادر لے الفہم اور پہلے انتفاء نفس کو مستلزم نہیں بلکہ جائز ہے دوسری قسم کے نفس۔  
 جو مثل روز روشن واضح کر دی کہ استخلاف کسطرح واقع ہو نیوالا ہے بطور اخبار کے  
 جو حال واقع پر دلالت کرے واقع ہو جن حضرات نے نفس کو خاص پہلی صورت کے  
 ساتھ مختص سمجھا خلفاء کو غیر منصوصہ فرمایا اور یہہ باعتبار عرف اقرب الی الفہم ہو



کچھ تو فہم و انصاف کو کام لین قال الفاضل الجیب۔ قولہ۔ اور حدیث تمسک ابیہن  
 اور قصد احراق کا ذکر عجب سبحان اللہ۔ اپنے گہری تو خبر لیجئے۔ قول۔ امور دینی ہن  
 حدیث تمسک کا ذکر انکو کیون عجب معلوم ہوتا ہے اگر آپ اس قول کو ہی کہ اہلسنت  
 نزدیک خلافت فروع دین سے ہے تسلیم کر لیں اور اس کو فروغی مسئلہ اور نہایت  
 خفیف سمجھیں تب بھی حدیث تمسک کا ذکر ضروری ہے تعجب ہے کہ آپ کو کیون عجب  
 آتا ہے یقول الجید الفقیر الی مولانا الغنی حدیث تمسک کا ذکر اسوا  
 عجب معلوم ہوتا ہے اور اسلئے تعجب آتا ہے کہ اوس حدیث کا ذکر بطور طعن و  
 تشنیع کے کیا گیا ہے اور طعن دہ کر سکتا ہے جو پہلے خود عامل بالحدیث ہو  
 اور حدیث پر جب تک عمل ہی نہیں اور خود بھی اوس سے برا حل بعید ہیں تو اس  
 صورت میں بمقتضائے امام ذوالنورین علیہ السلام کے ہر زوی مقل و شاعر کو اسکا  
 ذکر عجب معلوم ہوگا اور ایسے شخص کے ذکر سے تعجب کر لگا زبان و دعوون سے تمسک  
 نہیں ثابت ہو سکتا حضرات شیعہ نے تو مشائخ اور زرارہ اور ابو بصیر وغیرہ کے  
 ساتھ تمسک کیا ہے جبکہ نامہ اعمال مابقی میں مذکور ہو چکی ہیں اگر اسکا نام تمسک  
 بالثقلین ہے ایسے تمسک کو سلام عرض ہمار فاضل مجیب کی اس تحریر سے یہ بھی  
 معلوم ہوا کہ آپ کے نزدیک جو فروغی مسئلہ ہوتا ہے وہ نہایت خفیف ہوتا ہو حالانکہ  
 یہ مسئلہ اسر غلط ہے فردعیات کو خفیف ہونے کے کیا معنی قول آخر آپ کے خلفاء امام  
 بہ تمسک ہی رہتے ہیں اقول خلفاء رضی اللہ عنہم بحکم حدیث نجوم مقتدا اور بموجب آیات  
 اطاعت اولوالامر تھے اور مطاع اور اولوالامر کو جس طرح تمسک کرنا چاہئے کیا  
 قول اگر بیٹے یہ سوال کیا کہ بعد وفات آنحضرتؐ مینا مقدمہ خلافت کا ہے پیش  
 آیا آپ کے خلفاء نے اس باب میں اہل بیتؑ کو کیا تمسک کیا تو کون سے تعجب کا  
 محل ہے تعجب اور حیرت تو یہ ہے کہ باوجود اسکا کمال نیداری اس باب میں

تک ہو اور قصد اہراق کیا اقول مقدمہ خلافت میں جب تک نقل اٹھم اور تک نہ ہو تو لا محالہ نقل اس قدر ہی  
 اوسیکامتیغ ہے تو یہ سوال کہ خفا نے اس باب میں اہل بیت سے کیا تک کیا ہے یہ محل تہجیر  
 پہر اگر پہننے اس پر حضرت شیخ کے تمکانات ہیبت سے ہم جتنا تو ناخوش ہونے کی کوئی بات ہے لیکن ہم یہی  
 مقدمہ میں جو بعد وفات سرور کائنات سے دنیا مقدمہ پیش آیا سوال کرتے ہیں کہ جب یہ حادثہ پیش آیا  
 اور آپ اس دار فانی سے رخصت ہوئی تو اس وقت تک حضرات شیعہ کا وجود نہ ہوا تھا یا نہیں ہوا تھا  
 اگر اس وقت تک ان کو خلعت وجود عطا ہو چکا تھا تو فرمائی کہ اس وقت ان حضرات نے کیا تک  
 بالتقین فرمایا کیا اس وقت تک آیت **يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ**  
**وَأَعْلَظْ عَلَيْهِمْ** نازل نہیں ہو چکی تھی یا یہ کہ نازل ہو کر پہر منسوخ ہو چکی تھی اور یا **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا**  
**الْأَعْتَقُوا قُلُوبَكُمْ** ما غضب الله علیکم کا حکم بروقت باقی نہیں رہتا اور اگر ان کا وجود ہی  
 نہیں تھا تو یہ فرمائی کہ ان کا وجود اس وقت حادث ہوا ہے۔ راقصہ اہراق اس کی بابت ہم پہلے  
 ہی گذارش کر چکے ہیں اور اب یہی مختصر گذارش کرتے ہیں کہ اولاً حضرات شیعہ نے نقل اہراق کا  
 دعویٰ فرمایا۔ چنانچہ ان کی شیخ محقق طوسی بخوید کے مطاعن صدیقین میں تحریر فرماتے ہیں **وَأَنْدَلَعَتْ**  
**إِلَى بَيْتِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَا اسْتَمَعَ مِنَ الْبَيْعَةِ فَاحْضَرَمَ فَيْدَ النَّارِ**  
**فَاطِمَةَ وَجَعَلَهَا مِنْ بَيْنِ شَمَامٍ** اور علاوہ حضرت طوسی کے دوسری حضرات نے بھی یہ دعویٰ فرمایا  
 پہر جب دیکھا کہ یہ کاغذ کی بنا و نہیں ہوتی اور نقیدین کی غلطی پر متنبہ ہوئی تو پچھلون نے اس دعویٰ  
 چھوڑ کر قصد اہراق کا دعویٰ کیا اور دین میں جو جاری فاضل مجیب ہی ہیں اور تک اپنا اوس دلیل  
 قرار دیا جو از الہ الخفا میں منقول ہے جسکو الفاظ یہ ہیں **وَأَيَّدَ اللَّهُ مَا ذَاكَ بِأَنْغَىٰ** اجتماع ہوا  
 المنصر عند **أَزْأَمْرِهِمْ** ان الیہ و علیہم البیت اب عاقل **إِنَّ الْفَاطِمِينَ غُورَ كَرَمِهِ** اور جنات شیعہ  
 اسے ای نبی کا فردن اور نہ نقون سے جہاد کردار فرمائی کہ یہ اسی ایمان والو دوستی و نکر واد نہی چیز خدا نے غصہ کیا کہ  
 ۳۵۰ ادا اوس نے امیر المومنین علیہ السلام کے گھر کی طرف جب اوسنی بیت سے اٹھا کر کیا بھا تو اوسین  
 اگل لگا دی حالانکہ اوسین فاطمہ رضی اللہ عنہا اور نبی ماکثر کی جماعت تھی ۱۲۰ اور خدا کی قسم ہمیں جھکو کچھ مانع  
 نہیں ہے اگر یہ جماعت تیرے پاس اکٹھی ہوئی کہ میں گھر جلائیگا اور ہر ملک کو ان ۱۲ - ۱



دعویٰ کو دیکھ کر ان الفاظ کو ثابت ہوا ہے یا نہیں ظاہر ہے کہ ان الفاظ پر اگر قصد اوراق جبکہ ہماری  
فاضل مجیب مدعی میں ثابت نہیں ہوتا کیونکہ قصد اوراق ایک ایسی شے کی غرض ہے کہ متقاضی کو جس میں  
بجہ شک و تردد نہ ہو اور ظاہر ہے کہ اس روایت میں لفظ مذکور ایک باطنی مذکور ہے جبکہ جس میں کہ  
یہ مجبور و کئی والا نہیں ہے جو میرے عدم قصد پر دال ہے اور محض تخوین کو نسبت ہے اور نیز جبکہ لفظ  
ان شرطیہ متصل ہے جو باعتبار اپنے اصل وضع کے اسو شکو کو عمدہ کے واسطے متصل ہوتا ہے اور  
بابتہ قصد و غریہ کی منافی ہے۔ علاوہ ازیں اس قسم کی عبارات عرف عام میں محض شہرہ کی پیش  
ہوئے جاتے ہیں اور اس سے مقصود محض تنبیہ و تہدید ہوتی ہے اور ہرگز قصد اقیان و فعل نہیں ہوتا  
چست پنجاب امیر نے حضرت ابن عباس کی نسبت جبکہ وہ بیحد و کایت المال لوٹ کر بیحد حضرت  
شیعہ کہ آیتھی تھے اور جناب امیر نے ان کو ایک جناب امیر خط تحریر فرمایا جسکی متن ہم پنج الہامت  
اوپر کرچکے ہیں اور میں تحریر فرمایا ہے فاتر الله واردد الی ہولاء القوم اموالہم فانك  
ان لم تفعل لثا ملکی الله منك لا عددن الی الله فیک ولا ضرربا لیقی  
الان ما ضربت به لحد الادخل الی ان الفاظ کو ملاحظہ فرمائی کہ یہ الفاظ آپ کی زندگی کے ہوتا  
ابن عباس کے قتل کے قصد پر دلالت کرتے ہیں پہر ہم پوچھتے ہیں اگر یہ مقصد قتل ہے تو قتل کی کفایت  
سلسلہ کا لانا حد ثلث النفس بالنفس الثیب الزالی والذاتک لدینہ جائز ہے یا نہیں  
علاوہ اسکے ابن عباس نے وہ اموال پس کیے یا نہیں اگر واپس کر دیتے تھے خود ابن عباس نے  
جو اسکے جواب میں تحریر کیا اور لکھا کہ بیت المال میں میرا حق اس سے زیادہ اسکے مخالف ہے  
اور نیز کہیں کہ ہوا ال کا ثابت بھی نہیں ہوا اور اگر واپس نہیں کیا تو پہر حضرت رو کو گویا اور نیز  
قدرت ہوئی یا نہیں اگر نہیں ہوئی اور پہر اس کے ساتھ کہی نہیں ہے تو تبعیان یا کہ میں کہو کہ  
داخل ہوئی ہاں صورت میں تو قتل اور محابہ کی ان کو بھی کافر و مرتد فرمائی ورنہ کم سے کم حبش  
محقق طوسی جو یہ میں بخلافہ فسخہ و محار بوجہ کفر۔ فاسق کو ضرر ہے کہی ورنہ اور

سے کہ بیک اس میں میں نے کہا اور اب شہرہ اور مرتد ۱۲۔ اسکے مخالف فاسق میں اور ویکر محاب کا ۱۰۔

صحیح ہے ہی ایسا کیا مقرر کیا ہے اور یہ ترجیح بلا مرجح کیوں ہے اور اگر قدرت ہوئی تو پھر جواب ہے  
 اوسکے ساتھ کیا معاملہ فرمایا اپنا مقصد پورا کیا یا نہیں اور اپنی قسم میں بات ہوئی یا حاشیہ  
 ارشاد ہو قولا کہ عجب نہیں کہ آپ کو یہی ارکان عجب ہو ورنہ ضرور ہے کہ کچھ جواب دیتے اور یہ  
 ہی وجہ ہے کہ جب آپ کو با اہمہ جو دست طبع کچھ جواب نہیں سکا تو ناخوش ہو کر چلا کر شیخ فرمائی  
 اقول افسوس کہ آپ نے ہماری گزارش کو نہ سمجھا ہم نے اجمالاً و مختصراً دہان ہی جواب دیا تھا  
 اور لکھا تھا کہ مقصد امور قلبیہ میں سے ہے جس سے ظاہر معلوم ہوتا تھا کہ اوسکا ادراک دشوار ہو  
 اور جو الفاظ سے مفہوم ہوتا ہے وہ گہر گزرا قیاس پر دلالت نہیں کرتا۔ پس یہ حضرت کی خوش  
 فہمی ہے کہ آپ تحریر فرماتے ہیں کہ کچھ جواب نہ دیا اور کچھ جواب نہیں سکا۔ چنانچہ اس جواب میں  
 ہم نے اوسکو کیفیت تفصیل کے ساتھ عرض کیا آپس اگر آپ اب ہی نہ سمجھیں تو اس میں فرمایا ہے  
 کہ ہمارا کیا مقصد ہے۔ باقی الفاظ نا ملائم کام ہم جواب نہیں دیتے۔ قولا کہ ہم نے شک ہے  
 گہر کی خبر لی ہوئی ہے۔ آپ کو اس سے کیا بالفرض ہم اپنے گہر کی خبر لین یا نہ لین مگر آپ کے  
 گہر کی خبر نہیں کیونکہ اگر آپ کا گہر سلامت ہوتا تو اوسکے سلامتی ثابت کر کے اور اوس سوال کا  
 جواب دیکر ایسا تحریر فرماتے تو مضائقہ نہ تھا۔ اقول چونکہ یہ عبارت محض خوش فہمی سے  
 ناشی ہے کہ آپ نے میری تحریر کو سمجھا ہی نہیں اور اسکا جواب خالی از ہزل و ظرافت نہوگا اسیلئے  
 ہم اس عبارت کے جواب میں سکوت کرتے ہیں۔ قولا کہ فرض محال اگر آپ کا یہ وہم صحیح ہی ہے  
 تب ہی آپ ہم جیسے ہو گئی پھر طعن کے کیا معنی اقول یہ حضرت کی منظرہ دانی ہے  
 جو آپ فرماتے ہیں کہ آپ ہم جیسے ہو گئی پھر طعن کے کیا معنی ورنہ نے حقیقت جب ہماری گزارش کو  
 صحیح تسلیم کر لیا تو گویا اپنے آپ کو غیر مستحکم بالثقلین تسلیم کر لیا اور نیز بر عہد خود ہمارے  
 اکابر و اعلا فہم کو یہی غیر مستحکم سمجھ رکھا تھا تو ہمارا آپ جیسا ہونا یہ محض بر عہد سامی ہے  
 اور طعن کا مدار بر عہد سامی پر نہیں ہے تو یہ فرمانا کہ پھر طعن کے کیا معنی بالکل لغو ہوا اور یہ کہنا  
 کہ آپ ہم جیسے ہو گئی سراسر غیر مفید ہوا۔ علاوہ ازیں یہ طعن محض آپ کے طعن کی تردید کو چاہتا

جس کے حاصل میں ہر کچھ ہو کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ مشغول فرماتے ہیں اور ہماری طرف سے ہم تک  
 ہفتین کا الزام لگاتے ہیں آپ خود اس قسم کے سامعین کے ساتھ مشغول ہیں اور ایسی لذات کے  
 ساتھ ملزم ہیں تو آپ کا ملن جی اور الزام نازیبا ہے کیونکہ جو شخص کسی طعن کے ساتھ خود مشغول ہو رہا  
 کیونکہ وہی عقل اس طعن کا کیونکہ الزام دیکھتا ہے۔ مثلاً شراب خوار شراب خوار کو ذرا لائق نہ کہے  
 اور ساقی ساقی کو شراب خوری اور زنا اور چوری کے ساتھ مشغول نہیں کر سکتا ہے اور ایسا  
 کر گیا وہ عوامیہ ہی ہے اب باوجود کہ میان تو خود ترکیب میں نہیں کا ہے پھر تو کسی کو نہ ہو کہ طعن  
 کر سکتا ہے پھر اگر وہ طاعن اس کے جواب میں کہے کہ آپ ہم جیسے ہو گئی ہیں طعن کے کیا سینے  
 تو عقلاً اس کو باطل از خارج از عقل سمجھیں گے۔ نہایت تعجب ہے کہ آپ ایسے بڑے منافق ہیں  
 و طعن فہم ہو کر ایسی بد ہی صریح غلطی کریں جس سے عوام کو ہی امتزاز ہو۔ قال الفاضل  
 المحجیب۔ قولہ۔ بے شک حضرات شیعہ نے جیسا کہ اب الفہم و عمرت سے منک فرمایا ہے  
 اس سنت کو وہ منک کہاں نصیب ہے۔ اقول۔ واقعی یہ آپ کا فرمانا بہت درست ہے کہ منک  
 کہن بر زبان جاری ہو گیا بیت ابن سہادت بر زبان زبونت + تا نہ جسد خدا سے مجسمہ۔  
 یقول العبد الفقیر الی مولانا الفتنہ۔ کلمہ حق ارمہ بہا باطل۔ غالباً حضرت  
 تیسلیٰ بن فہمی یہی ہے اور اکثر استدلال کا مدار اسی قسم کے فہم عبارات پر ہے چنانچہ  
 ناظرین مکتب قوم پر واضح ہے ہر ادھر ہر ناظر امتحان مزید برآں۔ قال الفاضل المحجیب۔  
 قولہ۔ بلکہ اس سنت ایسی منک ہے پیر ارجان تبری و تماشائی کہتے ہیں۔ اقول۔ اگر ایسا کریں  
 تو خلفائے کرام کی خلافت اور ائمہ اربعہ کی تقلید اور بیت لوگوں نے جسکو اپنے زعم میں معتاد پیشا  
 مان کہا ہے تبری و تماشائی کہتے ہیں۔ یقول العبد الفقیر الی مولانا الفتنہ۔ بلکہ اگر  
 ایسا کریں تو خدا تعالیٰ سے اور اس کے تمام انبیاء و رسل سے اور دین و ایمان سے تبری و تماشائی  
 کرتی پڑے۔ اور حضرات ہاشمیین اور زہرا و ابو بصیر وغیرہ کا قتلاہ و تقلید گردن میں ہو اور حضرت  
 موسیٰ الطاق جبکہ آپ کے علمائے طاق فرماتے ہیں امام پیشوا ہوں۔ تو وہ بالکل غلط

اللہم انا خود پاک سن لکھو بعد الکفر **قولہ** اور حضرات اہل سنت جو محض لکیر کے فقیر ہیں اور  
 بہرون ویں اپنے اسلاف کے متقلدین یہ بات کب گوار کر سکتے ہیں **اقول** بیشک  
 اہل سنت محض احکام خداوندی تقائے شائے و سنن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم و سیرت صحابہ  
 جنہیں اہل بیت ہی شامل ہیں و تابعین اہم با حسان کی لکیر کے فقیر ہیں۔ نہ بجز کتاب اللہ و انکو  
 پاس کوئی دلیل ہے اور نہ سوائی سنت رسول اللہ و انکے پاس کوئی حجت اپنے عقول کو تابع  
 اور محکوم ان دونوں کا کر کہا ہے نہ حاکم پر وہ کتاب و سنت کی خلاف یہ بات کیونکر گوارا  
 کر سکتے ہیں **قولہ** ایسے مجبور تک کتاب اللہ و عترت رسول اللہ سے تبری و تخاصی کر بیگز  
**اقول** یہ ہمارے حضرت حبیب کا فرمانا سر اسر خلاف واقع اور بدائے غلط ہے کہ کتاب اللہ کے ساتھ تک  
 حقیقہ و مجازاً و ظہاراً و معنی بفضل اللہ تقائے اہل سنت کا ہی حصہ ہر شہرہ گانوں گانوں میں خدا تعالیٰ کو  
 فضل سے علما و حفاظ کلام مجید موجود ہیں حضرات شیعہ چونکہ قرآن سے اور اوسکے جامعین سے  
 جنکو عند اللہ کمال قرب و منزلت ہے تبری و تخاصی کرتے ہیں اسکی با دوش میں خداوند کریم نے  
 انکو اس نعمت پر محروم فرمایا اور باوجود درود و ہور کے انکو کلام مجید یاد نہ ہوا اور اپنا قرآن جو اللہ  
 پاس کی بعد دیگرے چلا آیا و خود غار میں رہے میں شیعیاں پاک سے مخفی و مستتر ہے اور اسی پر  
 معانی کو ہی قیاس کر لیجئے چنانچہ مفسرین شیعہ ہمیشہ خوشہ چین مفسرین و قرآنہنت رہے۔ ورا  
 تفسیر مجمع البیان طبر سے کو ہی ملاحظہ فرما لیجئے آری۔ ولاید فہم من کاس الکرام نصیب  
 عترت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تنک اگرچہ حضرات شیعہ انکے دعویٰ میں مگر فی حقیقت  
 یہی ہی اہل سنت کو ہی نصیب ہے ظاہر ہے کہ اہل سنت نے تمام عترت کو اعام و عات اور انکو  
 اولاد کو اور تمام نبات و رویات واحداً کو اپنا مقصد و پیشوا اعتقاد کر رکھا ہے بخلاف حضرت  
 شیعہ کے کہ انہوں نے سوائی محدودی چند عترت کے سب کو خلعت کفر و ضوق کے ساتھ  
 تشریف بخش رکھا ہے۔ پس فی حقیقتہ نقیضہ منعکس اور معاملہ منقلب ہے کہ حضرات شیعہ مجبور  
 کتاب اللہ اور عترت رسول اللہ سے تبری و تخاصی کرتے ہیں نہ اسنت ہاشمہ میں پاک

قال الفاضل المحبب - تو کہ کیا تم کے یہی معنی ہیں کہ کتاب اللہ کو جسکا حافظہ خود خداوند  
 حقیقی بتا لے شانہ پر موت اور بیاض عثمانی دلائل قرار دین چنانچہ مسلمات بتد سے ہے۔ اقول -  
 حضرت مجیب کے اس قول پر نہایت ہی تعجب ہے جو باوجود ادما کی علم و فضل میں اس الیہ الگہا علم کی  
 شان کے خلاف ہر آپے محسن صاحب شہر الکلام وغیرہ کی تعلید فرمائی۔ ایسے بحثیں سے کام  
 نہ لیا کاش۔ اور انکی ہی کام کو بخور دیکھا ہوتا مسلمات بتد سے تو شاید اوہوں نے ہی نہیں کہا  
 شیعوں کی کہا میں تو انکو نہیں مانتی کاش شہر الکلام دتخہ وغیرہ کو جسکے اعتقاد دہر و سریر آپ  
 جو آب کہنے سہٹی ہیں باسحان نظر ملاحظہ فرماتے کتاب اللہ کی تنظیم و مکرم و مقید علم جماعتی  
 اہل ایمان ہر حاشا کہ اس میں کچھ بھی اختلاف ہو حضرات اہلسنت کا تعجب حال ہے کہ کسی از صاحب  
 منتہی الکلام فرماتے ہیں کہ شیعوں کے نزدیک بیاض عثمانی یعنی ماؤ اللہ قرآن شریف سے کافی  
 کلیتی صحیح تر ہے اور دلیل یہ بیان فرماتے ہیں کہ زبان ثقات شیعین سے سنا گیا تھا اور کبھی  
 صاحب تخریص دعا کرتے ہیں کہ تاریخ ابن قتیبہ ضرور شیعہ محد تراذ قرآن ست۔ اور کوئی دلیل پر نہیں  
 فرماتے۔ یہ علماء حضرت اہلسنت کا حال ہے کہ خود شیعوں کی نسبت ایسے اندر اور اتہام اپنی طرف سے  
 منسوب کرتے ہیں اور کوئی دلیل و سند بیان نہیں کرتے یا کرتے ہیں تو محض سنی ہوتی بتلاتے ہیں  
 اور کچھ نہیں شہر تے۔ حیف حدیث ہماری حضرت مجیب نے ہی انکی تقلید سے یہ کہا ہے  
 اگر دہری کسی کتب مناظرہ کو ملاحظہ فرماتے تو ایسا ہرگز نہ لکھتے۔ **مقول العبد الفقیر**  
**مولانا الفتنہ ابن مہدیہ** میں بوجہ چند کلام ہے اول یہ کہ یہ سند بد بیہات اولیہ سے ہے  
 چنانچہ اسے ہی واضح ہو جائیگا اور بد بیہات محتاج دلیل نہیں ہوتی جسکو نہ یہب شیعہ کی کچھ بھی  
 واقفیت ہوگی وہ اسے بلا کسی ضرور واقف ہوگا۔ دوسری یہ کہ ہنے اس سلسلہ میں صاحب منتہی الکلام  
 کی تقلید نہیں کی بلکہ اپنی تحقیق پر اعتقاد کیا ہے چنانچہ منقریب گذارش ہوگا۔ ان اگر بعد از نظر  
 کوئی روایت صاحب شہر الکلام وغیرہ سے نقل کریں تو مضائقہ نہیں ہے۔ لیکن یہ مقتضی  
 تقلید کو نہیں ہے پس یہ محض ہمارے مجیب کا دہم و گمان ہے وہیں۔ تیسری یہ کہ



معلوم ہوا کہ جو لوگ قائل تحریف کی ہوئی میں وہ اجماع اہل ایمان سے خارج ہیں اور ان پر ترجیح نہیں ملے گی۔  
 المؤمنین صادق آتا ہے ذرا سکویا دیکھ لیا۔ اس صورت میں آپ نے صد اعلیٰ تہذیب متقدمین و متاخرین کو  
 بلایا ان بنادیا تا بائیں آفرین باد۔ پانچویں صاحب منتہی الکلام اور صاحب تحفہ نے بھی اس بار میں  
 جو کچھ تحریر فرمایا ہے بے دلیل نہیں چنانچہ بندہ کی گزارش سے کیسے دراضع ہو جاگیا چوتھی ہیکر بندہ  
 نسبت فرماتے ہیں کہ اگر وہ ہماری کسی کتب مناظرہ کو ملاحظہ فرمائے تو ایسا ہرگز نہ کہتے معلوم نہیں  
 یہاں کتب معتبرہ حدیث و تفسیر کے ذکر سے کیوں انعام و اعزاز فرمایا لاکھ اسکا موقع محل کتب حدیث  
 و تفسیر میں اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ کتب حدیث و تفسیر کا ذکر اسید واسطے نہیں کیا کہ انہیں تحریف  
 قرآن کا ذکر ہے اور دایاں اس کے ثبوت کے موجود ہیں لیکن تنکیں نے جب دیکھا کہ خصم نے وہاں  
 ٹھوگر مچوائے جس سے بدن انکار رہی مشکل ہے اسلئے انہوں نے کہیں انکار تحریف کر دیا اور دایاں  
 کو توضیحات لاطالعہ سرسرخ و تحریف فرمایا ورنہ بعض جگہ تنکیں نے خود تحریف کو تسلیم کیا بلکہ دعویٰ کیا  
 چنانچہ ہم نقل کر رہے۔ قول اللہ ہر حال جواب گزارش ہے یہ جو کچھ آپ نے اس قول میں لکھا ہے  
 محض دروغ بیفروغ ہے اگر آپ کو دعویٰ ہی تو بسم اللہ کوئی دلیل لائی یہاں آپ نے کہا لہذا لکھا کہ اگر  
 مسلمات متبہہ ہے آپ اپنی دعوئی میں اگر چے ہیں تو کوئی چوٹی ہوئی ہی دلیل بیان کیے  
 اور جواب یہی۔ اقول ای حضرت میر صاحب جو کچھ بندہ نے عرض کیا ہے وہ حق اور باطن  
 نفس الامر اور واقع کے ہر اوسین کذب کو دخل نہیں ہر افسوس یہ ہے کہ آپ اپنی کتب بہت تفسیر  
 کی خبر نہیں ہر اگر آپ ان کا بوئیں سے دیکھتے تو ممکن نہ تھا کہ آپ اس دعویٰ کا انکار دواتے  
 بیخبر چوٹی ہوئی نہیں بلکہ ہم سوئی ہوئے داخل و افسوس میکس کرتے ہیں براہ غیبت ذرا متوجہ  
 سین۔ احادیث متعددہ جو مختلف اند سے مروی ہیں اور اپنی کثرت کی وجہ سے گویا سوا  
 المعنی ہیں اور وہ قطعاً کوہو بخ چکی ہیں وہ عبارات انصاف و نفع تحریف کو مستہین  
 اس وقت میر سے سامنے صرف تفسیر صافی کہلی رکھی ہوئی ہے اس سے بطور شے ازہر  
 وطرہ از بجا نقل کرنا ہوں۔ محمد بن مرتضیٰ اللہ جو محسن اپنی تفسیر کے مقام میں لکھتے ہیں

صاحب الزکریا و اللہ علیہ السلام

المقدمة السادسة في بنو ماجار في جمع القرآن وتحريفه وزيادته ونقصه  
 وراويل ذلك روى على بن ابراهيم القتيبي تفسيره ياساده عن ابي عبد الله عليه  
 السلام قال ان رسول الله صلى الله عليه وآله قال لعنه عليه السلام يا علي ان القرآن  
 خلف فراشي في العصف والحري والقرطيس فخذوه واجمعوه ولا تضيعوه  
 كما ضيعت اليهود التوراة فالطلق على عليه السلام فجمعه في ثوب اصفر ثم ختم  
 عليه في بية وقال لا ارتدى حتى اجمعه قال كان الرجل ليايته فيخرج اليه لغيره  
 حتى جمع وفي رواية الى ذر الغفاري رضى الله عنه انه لما توفي رسول الله صلى الله عليه  
 وآله اجمع على عليه السلام القرآن وجاء به الى المهاجرين والانصار عرضة عليهم لما  
 قد اوصاه بذلك رسول الله صلى الله عليه وآله فلما فتحه ابو بكر خرج في اول صفحة  
 فتحها فضايح القوم فوثب عمر وقال يا علي اردده فلا حاجة لنا فيه فاحذره علي  
 عليه السلام وانصرف ثم احضر زيد بن ثابت وكان قاريا للقرآن فقال له عمر ان  
 عليا جاسا للقرآن وفيه فضائح المهاجرين والانصار وقد اردنا ان نؤلف لنا  
 القرآن ونسقط منه ما كان فيه فضيحة وهتك للمهاجرين والانصار فاجابه  
 زيد الى ذلك ثم قال فان انا خرغت من القرآن على ما سالتم واطهر على القرآن

سبحان الله ما سكت به في بيان من ارجو قرآن في جمع القرآن وتحريفه وزيادته ونقصه  
 ابراهيم بن ابي تميم بن ابراهيم بن ابي عبد الله عليه السلام روى في كتابه في فضائل علي عليه السلام  
 في قول علي بن ابي طالب في جمع القرآن في قوله صلى الله عليه وآله وسلم يا علي ان القرآن  
 خلف فراشي في العصف والحري والقرطيس فخذوه واجمعوه ولا تضيعوه كما ضيعت  
 اليهود التوراة فالطلق على عليه السلام فجمعه في ثوب اصفر ثم ختم عليه في بية  
 وقال لا ارتدى حتى اجمعه قال كان الرجل ليايته فيخرج اليه لغيره حتى جمع  
 وفي رواية الى ذر الغفاري رضى الله عنه انه لما توفي رسول الله صلى الله عليه  
 وآله اجمع على عليه السلام القرآن وجاء به الى المهاجرين والانصار عرضة عليهم لما  
 قد اوصاه بذلك رسول الله صلى الله عليه وآله فلما فتحه ابو بكر خرج في اول صفحة  
 فتحها فضايح القوم فوثب عمر وقال يا علي اردده فلا حاجة لنا فيه فاحذره علي  
 عليه السلام وانصرف ثم احضر زيد بن ثابت وكان قاريا للقرآن فقال له عمر ان  
 عليا جاسا للقرآن وفيه فضائح المهاجرين والانصار وقد اردنا ان نؤلف لنا  
 القرآن ونسقط منه ما كان فيه فضيحة وهتك للمهاجرين والانصار فاجابه زيد  
 الى ذلك ثم قال فان انا خرغت من القرآن على ما سالتم واطهر على القرآن



الذی الفہ الیسف بطل کل ما علمتم ثم قال عمر بن الخطاب قال زید انتم اعلم بما  
 فقال عمر بن الخطاب لکون نقتله ونستریح منه قد برئ قتلہ علی یہ خالد بن الولید  
 فلم یقدر علی ذلك وقد مضی شرح ذلك فلما استخلف عمر ہا علیا علیہ السلام  
 ان یدفع الیہم القرآن فیمرقہ فیا بینہم فقال یا ابا الحسن ان کنت جئت بہ الی الی  
 فانت بہ الیما حتی یجتمع علیہ فقال علی علیہ السلام ہیمات لیس الی ذلك سبیل  
 انما جئت بہ الی الی بکون لثوم الحجرة علیکم ولا تقولوا یوم القیمة انا کنا عن ہذا عاقلین  
 او تقولوا ما جئنا بہ ان القرآن الذی عندی لا یمسہ الا المطہرون والاصیاء  
 من قولہ فقال عمر فضل وقت لا یمسہ ما معلوم قال علی علیہ السلام نعم اذا قام القائم  
 من قولہ یمسہ ویحل الناس علیہ فیمرقہ السنہ بہ۔ مطلقاً ما قل سف ان دور دوراً تو ستر  
 تال فرما ہو کہ اگر حسب ارشاد وحیب لبیب قرآن موجود ہیں تحریر نہیں ہوئی تھی تو جناب امیر کو پتہ  
 سنی کو کوشش محنت و مشقت تنہا بلا شرکت امین ہا میں ادب ہائے کی کبا ضرورت تھی اور حضرت صدیق  
 کو پاس فرما کر انما محبت لانی کے کیا معنی اور اوسین قضاخ ہا جبرین انصار نکلتا اوس سے بنی اڈ  
 لغو کر دے و نہ را و حضرت فاروق کا رد کرنا اور زید بن ثابت کو بلا کر تحریف کا مشورہ کرنا اور پھر قتل کے  
 خالد کے ہاتھ سے تدبیر کرنا اور پھر اپنی خلافت کے زمانہ میں مکر اس قضہ کا از سر نو چیرنا بالکل اہیات  
 اور خرافات پہلے جنہوں نے یہ روایت کی اور جو اسکے قائل ہوئی سب ہماری فاضل محبت کے نزدیک  
 دائرہ ایمان کو شاید خارج ہو گیا اگر یہ روایت صحیح ہے تو ظاہر ہے کہ عبارت انہی مثبت وقوع تحریف ہی  
 ہے تو کیا تبارہی حسب کارہ اہل علم جانیگی جس نے کہا ہے اسکی تدبیر اور حیل کیا ہے زید نے کہا حیل کو تو زیادہ جابوئے کہا ہے  
 حیل کیا ہے کہ ہم اسکو قتل کریں بعد ازت باہن تو خالد کے اہل سے علی کے قتل کی تدبیر کی لیکن اسے ضرورت تھی انہی کی شرح  
 کہ چونکہ پس جب یہ طریقہ ہوئی تو علی سے انکا کو قرآن لکھو دی تاکہ وہ لو سکی ہی باہم تحریف کریں پس کہا ای ابا حسن اگر تو اسکو  
 پھر کہے پس قیامت تو ہماری پاس ہی ہونا کہ ہم امیر مجتمع ہوں علی نے فرمایا وہ بات دور کی اس کے طرف ترستہ نہیں ہوا کہ  
 پاس صرف اہل الی الا ہما کہ نہ عمرت قائم ہو جائے اور قیامت کے دن یہ کہہ کر ہم سے غافل تھی یا کہہ کر تو اسکو ہماری پاس  
 نہیں بلایا تو قرآن ہماری پاس ہے اسکو سچے سنہرے اور یہی اہل الی میں اسکو دیا کہ وہ کوئی نہیں چھوکتا عمر نے کہا تو کیا  
 اس کے انما وقت معلوم ہو علی نے کہا ان میری اولاد میں سے قائم (مہدی) آہنگا تو اسکو ناسر گیا اور پھر کو کوئی نہ کر گیا تو اسکی



لَوْلَا أَنَّهُ زِيدَ فِي كِتَابِ اللَّهِ وَلَقَدْ قَامَ مَا خَفِيَ حَقًّا عَلَى ذِي حِجِّي وَلَوْ قَدْ قَامَ قَائِمًا مُنَاقِقًا  
 صَدَقَهُ الْقُرْآنُ وَفِيهِ عَرْشُ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لَوْ قَرَأَ الْقُرْآنَ كَمَا أَنْزَلَ الْقِصَافَةَ  
 مَسْتَمِينَ وَفِيهِ عَنْهُ أَنْ فِي الْقُرْآنِ مَا مَضَى وَمَا يَحْدُثُ وَمَا هُوَ كَأَنَّكَ كَانَتْ فِيهِ أَسْمَاءُ  
 الرِّجَالِ فَالْقِيبُ وَأَخَا اسْمَ الْوَاحِدِ مِنْهُ فِي وَجْهِهِ لَا يَحْصِي يَعْرِفُ ذَلِكَ الْوَصَاةَ وَفِيهِ  
 عَنْهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنَّ الْقُرْآنَ قَدْ طَرَحَ مِنْهُ آيٌ كَثِيرَةٌ وَلَمْ يَزِدْ فِيهِ أَحَدٌ حُرُوفٍ وَ  
 قَدْ اخْطَأَتْ بِهِ الْكُتُبَةُ وَتَوَهَّمَهَا الرِّجَالُ وَرَوَى الشَّيْخُ أَحْمَدُ بْنُ إِسْطِثْلِبَ الطَّبْرِي طَابَ  
 ثَرَاهُ فِي كِتَابِ الْاجْتِنَاجِ فِي جُمْلَةِ اجْتِنَاجِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ جَمَاعَتُهُ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ  
 أَنْ تَطْلُعَ قَالَ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي جُمْلَةٍ مَا يَلِيهِ عَنْهُ يَا أَبَا الْحَسَنِ إِنْ أَرِيدَ أَنْ أَسْأَلَكَ عَنْهُ  
 رَأَيْتَ كَيْفَ خَرَجْتَ بَنُوبٌ مَحْمُومٌ فَقُلْتُ أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي أَلْزَمْتُكُمْ أَنْ تَسْتَغْلَبُوا رَسُولَ اللَّهِ  
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ بِغُسْلِهِ وَكُفَّتِهِ وَدَفْنِهِ ثُمَّ اسْتَغْلَبْتُ بِكِتَابِ اللَّهِ حَتَّى جُمِعَتْ  
 فِي هَذَا الْكِتَابِ اللَّهُ عِنْدِي مَجْمُوعًا لَمْ يَقْطَعْ عَنِّي حَرْفٌ وَاحِدٌ وَلَمْ أَرِ ذَلِكَ الَّذِي كُتِبَتْ  
 وَالْفَتْ وَقَدْ رَأَيْتُ عَمْرُؤَ ابْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَدْنِ إِذْ أُلْقِيَ بِهِ إِلَى قَابِئَتِ أَنْ تَفْعَلَ قَدْ عَاظَمَ النَّاسُ  
 فَإِذَا شَهِدَ رَجُلَانِ عَلَى آتِيَةٍ كَتَبَهَا وَإِنْ لَمْ يَشْهَدْ عَلَيْهَا غَيْرُ لَحْلٍ وَاحِدٍ أَرَجَاهَا نَلَمْ  
 يَكْتُبَ فَقَالَ عَمْرُو أَنَا أَسْمِعُ أَنَّهُ قَدْ قُتِلَ يَوْمَ الْيَمَامَةِ قَوْمٌ كَانُوا يَقْرَأُونَ قُرْآنًا لَا يَقْرَأُ

لَكِ الْكِتَابُ ثُمَّ  
 أَوَّلُ مَا فِيهِ

اور دوسری ایسی  
 طرح پر ہے جسکو دوسرا پہچانیں اور دوسری ایسی سے مروی ہے کہ قرآن میں سے بہت آئین کم کی گئی ہیں اور زیادہ حُرُوف  
 چند حُرُوف کی بولی ہے اور لکھے ان میں سے غلطی ہے اور لوگوں نے وہم کیا کہ شیخ احمد بن ابی طالب جہت غراری  
 کتاب اجتاج میں بخدا اجتاج امیر المومنین کے ہمارے جہت غراری کی جاغت پر روایہ کیا ہے کہ حضور نے شہداء اپنے ہاتھ  
 جاب سے کہا ای ابو الحسن میں تجھ کو کچھ دوسرا چاہتا ہوں میں تجھ کو دیکھتا ہوں کہ تو نے کہا ہوا کہ اگر یہ لکھا اور کہا اور کہ میں تو لکھ  
 سلی فہم میں کہ تجھ کو شخص میں غفل ہے ہاں کتاب اللہ میں ہاں کہ میں نے اس کو کچھ کیا ہے یہ کتاب ہے فہم میں ہاں کہ میں نے  
 ہری کہ میں نے لکھا کہ حرف ہی کہ میں نے ہاں کہ میں نے دیکھا تھا تو نے لکھا تھا اور میں نے لکھا تھا اور میں نے لکھا تھا اور میں نے لکھا تھا  
 ہاں میں نے لکھا کہ حرف ہی کہ میں نے ہاں کہ میں نے دیکھا تھا تو نے لکھا تھا اور میں نے لکھا تھا اور میں نے لکھا تھا اور میں نے لکھا تھا  
 کہ میں نے لکھا کہ حرف ہی کہ میں نے ہاں کہ میں نے دیکھا تھا تو نے لکھا تھا اور میں نے لکھا تھا اور میں نے لکھا تھا اور میں نے لکھا تھا

غیر ہم فقد ذهب وقد جائت شاة الى صحيفة و کتاب یکتون فاکتھا و ذہ  
 ما فیھا و الکاتب یومئذ عثمان و سمعت عمر و اصحابہ الذین الفوا ما کتبوا علی عہد  
 عمر و عثمان یقولون ان الاحزاب كانت تعدل سورة البقرة وان النور یف  
 و مائة آية و الحج تسعون و مائة آية فها هذا و ما یمنعک یرحمک الله ان تخرج کتاب  
 الی الناس و قد عہد عثمان حین اخذ ما الف عمر فجمع له الکتاب و حمل الناس علی قراءۃ  
 واحدة فمرق صحیفہ ابن کعب بن مسعود و احرقہما بالنادی فقال له علی یا طلحة  
 ان کل آية انزلھا الله عز و جل علی محمد صلی الله علیہ و آلہ و عنک باملاء رسول  
 الله و خطیدی و تاویل کل آية انزلھا الله علی محمد صلی الله علیہ و آلہ و کل  
 حلال و حرام او حد او حکم او شیء یحتاج الیہ الامة الی یوم القیامہ مکتوب باملاء  
 رسول الله و خطیدی حتی ارش الخدش قال طلحة کل شیء من صغیر او کبیر او خاص  
 او عام کان و یكون الی یوم القیامہ فهو عندک مکتوب قال نعم و سوی ذلک ان  
 رسول الله صلی الله علیہ و آلہ اسر لے فی مرضه مفتاح الف باب من العلم یفتح کل باب  
 الف باب و لو ان الامة منذ قبض رسول الله استبحو و اطاعو لا کلا و من فوقهم  
 و من تحت ارجلهم و ساق الحدیث الخ و قال فی احتیاجہ علی الزید بن ابی الدرداء

لے جبکہ سو کوئی قادی نہ تھا مستقل ہوئے بین تو قرآن جامدا اور تحقیق صحیحہ کے طرف بکری لکھنے ہی تو اور دیکھ لکھی اور جو کچھ  
 اوسین تھا جامدا اور عثمان اور وقت کاتب تھا اور بنی عمر سے اور اوسکے اصحاب سے جنہوں نے جمع کیا تھا جو کچھ کہا تھا عمر سے  
 زینب اور عثمان کے زمانہ میں نہ تھا کہ احزاب سورہ بقرہ کے برابر تھے اور نور ایک اور جندائین نبی اور ہر ایک سوادی تینین تو  
 تو یہ کیا ہی اور جندائین نہ تھے کہ یہ جو اس کو لکھا تھا کہ کوئی حرف نکالی یا تحقیق عثمان کے قہر کیا ہے جبکہ لیا  
 جو کچھ سننے سے جمع کیا تھا اس کے پر مشبو لکھا گیا اور لوگوں کو ایک قرات پر پڑھائی گیا اے بن کعب و ابن مسعود و  
 مصعب ہمارے ادا اور ان میں جلادیا اور سکا علی نے جواب دیا اور طلحہ کفین پر ت جو اللہ عز و جل نے محمد پر نازل کی ہے میرے ہر  
 رسول اللہ کی کہانی ہوئی اور میرے ہاتھ کی لکھی ہوئی اور میری زبان سے حکو اللہ تعالیٰ نے محمد پر نازل کیا اور ہر ایک حلال یا حرام یا حد  
 یا حکم یا کوئی جسکی قیامت تک اس محتاج ہو رسول اللہ کی لکھو سے ہوئی اور میرے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے کہ روٹ کی کہانی  
 طلحہ نے کہا ہر شی جوئی بری خاص دیا عام گذشتہ یا آئندہ قیامت تک وہ میرے پاس لکھی ہوئی ہے کہ ان اور  
 اسکے سوا میرے رسول اللہ نے اپنی مرض میں ہر ایک کے علم سے کچھ بیان پر شدہ عطا فرمایا میں جس میں ہر باب ہر ایک کو بتاتا  
 اور اگر اسے جب کہ رسول اللہ نے وفات پاؤں ہے میرا اتباع اور میری پیروی کرتے تو اپنی اور میرا پانوں کے عہد سے کہانی اور حدیث

۱۰۰ (سنان لکھا) ۱۰۰ (سنان لکھا) ۱۰۰ (سنان لکھا) ۱۰۰ (سنان لکھا) ۱۰۰ (سنان لکھا)

الیہ مستدلایہ من القرآن متنا بہ محتاج الی التاویل وكان من سوالہ النبی  
 اجد الله قد شره فوات انبیاء یقولہ وعصی آدم ربہ فغوی وتکذیبہ نوحا لما قال ان  
 ابنی من اہلی یقولہ انہ لیس من اہلک وبوصفہ ابراہیم بانہ عبد کوکا حمرہ وصرہ  
 قرأ وصرہ سما وبقولہ یوسف ولقد همت بہ وهم بها لولا اننا برہان ربہ  
 وبہجینہ مکیث قال رب انی انظر الیک قال لن ترانی الا فیہ وبعبءہ  
 داؤد جبریل ومیکائیل حیث تسکوا والحراب الخ القصة ولجبس یونس فی  
 بطن الحوت حیث ذهب مغاضبا مذتبا واطهر خطا الانبیاء وذللہم ثم وری  
 اسماء من اغتر ولغتن خلقہ فصل واضل حکم عن اسمائکم فی قولہ ویوم بعض الظالم  
 علی یدہ یقول بالیسئہ اتخذت مع الرسول سبیلا یا ویلی لی امر اتخذ فلا تحلیلا  
 لقد اضلے عن الذکر بعد اذ جآ فی منہن الظالم الذی لم یدکر منہ  
 ما ذکر من اسماء الانبیاء۔ آخر سوال کہ اسکا جواب نقل کیا جاتا ہے لیکن چونکہ سوال درجہ  
 عبارتوں میں قدر حاجت سے زیادہ طول تھا اسلئے مختصراً مجتذد واسقاط نقل کے نتیجے جواب کے  
 عبارت جو مثبت مدعا ہے یہ ہے۔ فقال امیر المؤمنین <sup>ع</sup> واما هفوات الانبیاء

الانبياء من شهد الكتاب بظلمهم فان ذلك من ادل الدلائل على  
حكمة الله الباهرة وقدة القاهرة وعزة الظاهرة لانه علم ان براهين  
انبيائه تكبر في صدورهم وان منهم من يتجنى بعضهم الهاك الذي كان من  
النصارى في ارضهم قد كرهوا دلاله على تحلفهم من الكمال الذي  
تفرد به عز وجل لم تسمع قوله في صفة عيسى حيث قال فيه وفي امه كانا  
ياكلان الطعام يغنيان من كل الطعام كان له ثقل فهو بعيد مما دعت  
النصارى لابن مريم ولم يكن عن اسماء الانبياء تجبر او تغر زابل تعريفا لاهل  
الاستنبصا وازال كناية عن امعاء ذوى الجراير العظيمة من المناقضين في  
القرآن التي ليست من فعله تعا وانها من فعل المغير والمبدلين الذين  
جعلوا القرآن عضنين واعتاضوا الدنيا من الدين وقد بين الله تعالى قصص  
المغيرين بقوله الذين يكتبون الكتاب بايديهم ثم يقولون هذا من عند الله  
ليشتريه ثمنا قليلا ويقولوا وانهم لفرقياء بلون السنتهم بالكتاب يقول  
اذ يميون ما لا يرضه من القول بعد فقد الرسول ما يقيمون به او دباطهم  
حسب فعلته اليهود والنصارى بعد فقد موسى وعيسى من تغيير التوراة والانجيل

الحديث ذكر ان انبياء اجمعين اجمعين في كتاب الله شاهد على خلقهم في حقهم لا من الله بل من الله تعالى  
الله جانتها انما ذكر ان انبياء اجمعين في كتاب الله شاهد على خلقهم في حقهم لا من الله بل من الله تعالى  
بركته بين ما بين انكوا سلبه ذكر ان انبياء اجمعين في كتاب الله شاهد على خلقهم في حقهم لا من الله بل من الله تعالى  
او سكا قول عيسى كس وصف من ادركى ان كس باره من فرمايا (دو كها ناكها تے تے) جیسے جو کھایا کھا اور سکا شغل ہو گا۔  
اور جسے مثل ہو گا وہ سب سے اوس سے جو نصارے نے ابن مريم سے دعویٰ کیا ہے اور امین کے اسماء سے براہ فکر اور  
بڑائی کنایہ نہیں بلکہ انبیاء اہل ہتھکڑی کے جتانے کے واسطے۔ بڑے کھانگے مرنافین کھے، مرنے کے لئے قرآن میں اللہ تعالیٰ کے  
قول سے نہیں بلکہ یہ تحریف و تبدیل کرنی والوں کے فعل سے ہے جنہوں نے قرآن کو بارہ بارہ کیا اور برہمن میں دینا کو لیا اور اللہ تعالیٰ کے  
حرفین کے قطع بیان کر دیے اپنے قول کے ساتھ۔ اللہ تعالیٰ من الکتاب باہجیم ثم یقولون ہذا من عند اللہ الخ اور انہی  
قول کے ساتھ وان ہم لفرقیاء بلون السنتهم بالکتاب اور اپنے قول کے ساتھ۔ اذ یذہبون ما لا یرضہ من القول  
رسول کے وفات کے پیچھے جس سے اپنے باطل کے بھی کو سیدہ کریں جیسا کہ یہود و نصارے نے بعد وفات  
موسے اور عیسیٰ کے تو رات اور بھیل کے تغیر ۱۵۔

و تحریف الکلم عن مواضعه و لقبوله یرید و ان یطفوا نورا لله باقوا هم  
 و یا بی الله الا ان یتیم نوره یعنی انہم اثبتوا فی الکتاب ما لم یقلہ اللہ علیہ  
 علی الخلیفۃ فاعلمی اللہ علی قلوبہم حتی یرکوا فیہ ما دل علی ما احدثہ فیہ و حرق  
 منہ و بین عنانہم و تلبیسہم و کتمان ما علموہ منہ و لذلك قال لہم  
 لم تلبسون الحق بالباطل و تکتمون الحق و ضرب مثلاً بقولہ فاما الزید  
 فیدہب جفا و اما ما ینفع الناس فیکتب فی الارض فالزید فی هذا الموضع کلام  
 المحدثین الذین اثبتوہ فی القرآن فہو فیضیل و یسطل و یتلاشی عند التحصیل  
 و الذی ینفع الناس منہ فالنزہۃ فی الحقۃ اللہ لا یتیہ الباطل من بین یدید  
 ولا مضطلفہ و القلوب تقبلہ و الارض فی هذا الموضع ہی محل العلم و قرارہ و البس  
 یسوغ مع عموم التقیۃ التصحیح باسماء المبدلین و لا الزیادۃ فی آیاتہ علی اثبتو  
 من تلقائہم فی الکتاب بل من تقویۃ حجج اہل النعطل و الکفر و اللہ  
 المتعرفہ عن قبلتنا و البطلان هذا العلم الظاہر الذی قد استکان لہ المواقف  
 و المخالف بوقوع الاستصلاح علی الاختیار لہم و الرضا بہم و لا ین اہل الباطل  
 القدیم و الحدیث اکثر حداد من اہل الحق و لان الصبر علی ولاہ الامر مفروض

لہ ای کلمات کی تحریف اور کلمے مواضع سے کہے اور اپنے قول کے ساتھ یرید و ان یطفوا - نور اللہ باقوا ہم والی شہد ان نور  
 یعنی جو کچھ مذمت قالے نے نہیں فرمایا وہ نہون نے کتاب میں جاوایا تاکہ مخلوق پر تلبیس کریں پس اللہ اور کلمے کو کمانہ کر دیا یہاں تک کہ  
 اور میں چہون باجوہ والہ الت کرے اور ہر جہاں نہون نے احداث کیا ہے اس میں اور تحریف کیا ہے اور بیان کیا اور کلمہستان میں نہیں کہ  
 اور کلمہ چہاں نے کوجہ قرآن سے جاسی ہی اور سبوا سطلے اور کوفرا یا (کیون حق کو باطل کے ساتھ نہ لائے ہوا حق کو چہاں نے  
 اور کلمہ شل ہاں کی اپنے قول کے ساتھ - فاما الزید فنیہ ہب جفا و اما ما ینفع الناس فیکتب فی الارض تو کچھ کلمہ کلمہ  
 کلمہ میں جو کلمات میں بڑھایا میں یہ عمل باطل اور ازل سے جو کلمہ کلمہ کی متصل کے وقت اور اس میں جو کلمہ کلمہ کی یہ وہ منزل حقیقی ہے جسے شہادہ کی باطل  
 اس کا کلمہ یہی ہے اور ازل سے کلمہ کلمہ کے تین اور اس میں کلمہ کلمہ علم اور قرار علم ہے اور باجوہ عموم تقیۃ کے تحریف کرنے والی نام کی تحریف  
 اور نہون میں زیادہ کی جو کچھ نہون نے اپنی طرف سے زیادہ کیا ہے بیان کرنا جائز نہیں کیونکہ اس میں اہل نعطل اور کفر اور ان  
 نہون کی ایسی کچھ ہمارے قبلہ سے پہرہ ہوئی ہیں تقویۃ ہے اور اس ظاہری کلمہ کا باطل ہے جو کلمہ موافق دینا لفت نے تسلیم کر لیا ہے  
 اہل فرما ہر ذرا ہی اور کلمہ ساتھ نہون سندی پر مطلق واقع ہونے کے ساتھ - اور پہلی اور اہل باطل ہمیشہ تہاد میں اہل حق سے زیادہ ہیں







مَنْ قَبْلَكَ مِنْ رُسُلٍ وَلَا نَبِيٍّ إِلَّا إِذَا تَمَنَّى أَلْقَى الشَّيْطَانُ فِي أُمْنِيَّتِهِ فَيَنسَخُ اللَّهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ ثُمَّ يُحْكُمُ اللَّهُ آيَاتِهِ يَعْنِي أَنَّهُ مَا مِنْ شَيْءٍ تَمَنَّى مَفَارِقَةً مَا يُعَانِيهِ مِنْ نِفَاقٍ قَوْمِهِ وَعَقُوقِهِمْ وَلَا انْتِقَالٍ عَنْهُمْ إِلَّا إِذَا قَامَتِ أَلْفُ الشَّيْطَانِ الْمَعْرُضِ بَعْدَ أَوْتِهِ عِنْدَ نَفْذِهِ فِي الْكِتَابِ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْهِ ذِمَّتَهُ وَالْفَتْحِ فِيهِ وَالطَّعْنِ عَلَيْهِ فَيَنْسَخُ اللَّهُ ذَلِكَ عَنْ قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ فَلَا يَقْبَلُهُ وَلَا يَصْغِي إِلَيْهِ غَيْرِ قُلُوبِ الْمُنَافِقِينَ وَالْجَاهِلِينَ فَيُحْكُمُ اللَّهُ آيَاتِهِ <sup>مِنْهُمْ</sup> أَوَّلِيَّائِهِ مِنَ الضَّلَالِ وَالْعُدْوَانِ وَمَشَايِعِهِ أَهْلَ الْكُفْرِ وَالطَّغْيَانِ الَّذِي كَرِهَ اللَّهُ أَنْ يُجْعَلَ لَهُمْ كَلَامٌ إِلَّا أَنْ يَجْعَلَ اللَّهُ أَنْ يَجْعَلَ لَهُمْ كَلَامًا نَعَامَ حَتَّى قَالَ لَهُمْ أَضَلُّ سَبِيلًا فَانْفَضُّوا هَذَا وَاعْمَلُوا فِي هَذَا الْحَدِيثِ بَعْدَ أَنْ بَيَّنَّ تَأْوِيلَ بَصَرِ الْمُتَشَابِهَاتِ وَأَنَّا جَعَلْنَا لِلَّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى كِتَابَهُ هَذِهِ الرُّمُوزَ الَّتِي لَا يَعْلَمُهَا غَيْرُ أَنْبِيَائِهِ وَبِحُجَّتِهِ فِي أَرْضِهِ لِعَامِهِ مَا يَجِدُ نَهْ فِي كِتَابِهِ الْمُبْدِلُونَ مِنْ أَسْمَاءِ طَائِفَةٍ بِحُجَّتِهِ مِنْهُمْ تَلْبِيسُهُمْ ذَلِكَ عَلَى الْأُمَّةِ لِيَعْنِيَهُمْ بِأَطْلَعَهُمْ فَانْتَبَهَ فِيهِ الرُّمُوزُ وَاعْمَلُوا قُلُوبَهُمْ وَابْصُرُوا لَهُمْ لِمَا عَلَيْهِمْ فِي تَرْكِهَا وَقَوْلُ غَيْرِهَا مِنْ أَلْفِ الْخَطَابِ الدَّالِّ عَلَى مَا أَحْدَثُوهُ فِيهِ وَجَعَلَ أَهْلَ الْكِتَابِ الْمُقِيمِينَ بِهِ وَالْعَامِلِينَ بِظَاهِرِهِ وَبَاطِنِهِ مِنْ شَجَرَةِ أَصْلَابِهَا

سے جس طرح کوئی رسول ارادہ کوئی نبی کا جب تمنا کرتا ہو اڈا دیتا ہے شیطان ہاؤکی ارادہ میں پس منسوخ کرتا ہے اڈا رکھو جو اڈا ہے شیطان اپنے سرگرم کرنا ہے اڈا اپنی آیات کو کہنے کوئی نبی نہیں ہے جو تمنا کرتا ہو سفارت دہکی جو رنج اٹھاتا ہو اپنی قوم کے فطرت اور ادنیٰ نافرمانی سے اور چاہتا ہو آخرت کی طرف اس لئے انتقال کرنا ٹکڑا ڈال دیتا ہے شیطان جو ادنیٰ دہکی کے تعزین کرنا لا ہے اسکی وفات کے وقت اس کتاب میں جو ادسہ اور تری ہے اسکی نہمت اور قح اور اڈا ہے جس کو پس اڈا قسے اسکو مہین کے دلو میں منسوخ کرتا ہے وہ اسکو قبول نہیں کرتے اور منافقوں اور جالموں کو دلو میں سوا اس حرف موجود نہیں ہوتی اور مضبوط قرا تا ہے اپنی آیات کو اس طرح کہ جانا ہے اپنے دوستوں کو اگر ہی اور زیادہ سے اور اڈا کفر و سرکشی سے سو اڈت سے جیکے لیے اڈا دے لے دیہ بھی پس نہ کیا کہ اڈا کوشل جو باؤنگی کر کے ٹکڑا فرمایا (وہ اڈا ہی زیادہ کڑہ میں) اگر اسکو خوب سمجھ لے اور عمل کراد فرمایا علیہ السلام نے اس حدیث میں جدا اسکے کہ بیان کیا بعض متشابہات کی تبادل کر اور اڈا بنا رک دتا ہے لے اپنی کتاب میں بہرہ روز جیکو اسکی اور اڈا کے اڈا اور اڈی جھٹوں کے سوا جو اسکی زمین میں ہیں کوئی نہیں جانتا صرف اسیکے کہیں کہ وہ اسکا واقف تھا جو تحریف کرنے والے اسکی جھوٹکی نام ساتھ کر کے اور استہاد اسکو خطا کر کے بدعت کر جیکے تاؤ اڈا کی باطل برعافت کر کے پس ایسے اور میں روز رکھ دہکی اور اڈا کونوں اور اڈا کونوں اڈا کر دیا اسکی کہ اوپر اسکی اور اسکی غیر کے چھوڑنے میں خطاب سے ہے جو اڈی قرآن میں احکامات کر کے بدل ہے اور جیکو کتاب والے اسکو قائم کرنے والے اسکی ظاہر باطن پر عمل کرنے والے اس وقت سے جیکو جبر ثابت ہے ہا۔

تانت و فرغها فی السماء توبۃ اکثما کل حیر نادان رہا ای یظهر مثل هذا العلم  
الحملیۃ الوقت بعد الوقت وجعل أعدائها اهل النجۃ الملعونة الذین حاولوا  
اطفاء نور اللہ یا حواہم فالی اللہ الا ان یتیم تودہ ولو علم المنا فقون لغنم اللہ  
ما علیہم من ترک هذه الايات التي بینت لک تاویلها لا یستقلوها مع ما سقطوا  
منہ ولكن الله تبارک اسمه ما یض حکمہ بایحاب الحجة علی خلقہ کما قال فله اخوة الباقیۃ  
انفس البصائر هم وحمل علی قلوبهم کفۃ عن تامل دلائل قریبہ بحالہ و بجوارحہ  
تاکد الملتبس بابطالہ بالسعدائینہون علیہ والاستقیاء یعمون عنہ ومن لم  
یحمل اللہ لہ نورا حادہ من نور نعم ان اللہ جل ذکرہ بسعة رحمۃ و راحة فخلقہ وحملہ  
بما یجدہ المبدلون من تغیر کما یرقم کلامہ لثلثة اقسام فخلق تسامیہ لہجرہ  
العالم والمجاہل وقسما لا یعرف الا من صفاءہنہ ولطفہ حہ وصح تمیزہ ممن  
شرح اللہ صدرہ للاسلام وقسما لا یعرفہ الا اللہ واصنافہ الواضحات فی العلم و  
انما فعل ذلک لئلا یدعی اهل الباطل من المستولین علی میلات رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ والہ مرسلہ الکتاب ما لم یجعله اللہ لہم ولیفودہم الا ضطرار الایمان  
سے اور اسکی مشائخ آسمان میں ہم ہر وقت اپنا پل دیا ہے اپنے پروردگار کے حکم سے بنی ظاہر ہوتا ہے یہ علم متقی قہرنا  
اور اس کے دشمن تجرہ ملعونہ والو مکو ٹھہرا جنہوں نے اللہ کے نور کو اپنے سر ہون سے بھانپنے کا قصد کیا۔ پس آیت  
خدا عزوجل کے اسے نور کو دور کرے اللہ اگر ماضعین یسین اس نقصان کو جو اوں پر آیت خور نے سے ختم ہونے  
میں۔ تاویل میں کی ہے کہ آیت جاننے قواہن کے ساتھ جنگ و آبر میں سے کال دیا ہے انکو ہی محال دلائل تکبر  
اللہ قائلے کا حکم ای مخلوق پر حجت لازم کر دیا جاری ہے چاہے وہاں (اللہ کے لیے پوری حجت ہو) اور انکی جو کجیوں کا کیا و یاد  
اور انکو پروردگار دال دیا اس میں نال کرے کہ جس اسکو ای حالی پر جوڑ دیا اور ای بطل کے ساتھ جس کے تاکید کر کے ہم  
دو کی گئے ہیں ایک کجا اور میرے ہوتے ہیں اور حجت اوس سے ای ہی ہوتے ہیں اور کجا کہ اللہ۔ اور میں کیا اور کیا  
کہہ رہے ہیں کہ ہر قدر قائلے سے نسبت رحمت اور ای مخلوق کے ساتھ ہر دلی کے اویسب جانی کے اور کجا جو کجا کہہ رہے  
احداث کرنا اور انکی کتاب کے تیسرے اپنی کلام کو جس قسم پر مستقیم کیا کہ قسم اویس سے وہ کی جگہ عالم اور جاہل سمجھیں اور ایک قسم  
کہ جگہ بجا اور کجا کہ ذہن صاف اور جس لطیف اور زبیر کج کہ ہوا میں سے حکما اللہ کے اسلام کے لیے سب سے قبول دیا ہے  
میں سمجھ سکتا اور ایک قسم وہم جو اللہ قائلے اور اس کے امت دار و آجیں نے اعلیٰ کے دوسرے کو فی میں سمجھ  
سکتا اور میرا سب سے کہا کہ ان باطل پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے میرت علم پرستی کی جاتی ہیں۔ دیکھ دیکھ دیکھ  
حکومتہ سے اس کے لیے نہیں کیا ہے۔



علی تارک قولہ فان ختم لا تقطوا فی الیتی فانکما مطالب لکم من النساء  
 یشہ القطع الیتی نکاح النساء ولا کل النساء ایاما منہما قدمت ذکرہ منقطع  
 المناقص من القرآن ومن القول فی الیتی من نکاح النساء من الخطاب لقصر  
 اکثر من ثلث القرآن وهذا وما اشبهہ ما ظهرت حوادث المفقین فیہ لاجل النظر  
 والتامل ووجد المعلقون واهل الملل الخافۃ للاسلام ما عا لہ القدح فی القرآن  
 ولو تہت لک ما اسقط وحرف وبدال مما یجہل ہذا المجری لطل وقطر وما  
 یخطر النقبہ الطہارہ من مناقب الاولیاء ومطالب الاعداء - انتہی بہا شک جسدہا  
 نقل کی گئی اونسے اجمالا بدلائل ظاہری قرآن مجید میں بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 تحریف کا واقع ہونا مختلف ائمہ کی شہادت سے ثابت ہوا اب اس کے بعد کچھ روایات وہ بھی نقل  
 کروں جن سے تفصیلی طور پر خاص خاص سورتوں اور آیتوں میں تحریف کا واقع ہونا ثابت ہوا اور اگر  
 بندہ کے پاس بحول اللہ وہ رسالہ ہی موجود ہے جس میں مفصل ہر ایک سورۃ کو تحریر کیا گیا ہے اور الیٰ انہ  
 دوج میں بلکہ علاوہ معمولی سورتوں کے دو سو مرتین ایک سورۃ النورین اور دوسری الایہ جو تمام  
 قرآن میں سے نکال ڈالی گئے اور ابن شہر آشوبؒ ہے کتاب الثالب میں لکھیں ہیں کہ میں  
 ہما ہما مذکور ہیں اور ہم مفصل عرض کر سکتے ہیں چنانچہ سورۃ النورین کا شروع اس طرح ہے **بسم اللہ**  
**الرحمن الرحیم یا ایہا الذین امنوا اصنوا بالتورین الذین انزلنا ہما یستلوا علیکم**

تفصیلی طور پر سب سے پہلے سورۃ النورین کا شروع کیا گیا ہے۔

لے بلکہ جو ہے پر تیری اطلاع فان ختم لا تقطوا فی الیتی فانکما مطالب لکم من النساء اور  
 نے الیٰ نامی عورت کو نکاح سے شایستہ نہیں کہتا اور نہ عورتیں تبیم میں ہیں کہ وہ اس قسم سے  
 جسکو قرآن میں سے محاسن کے حال دینے کا پہلے ذکر کر چکا ہوں اور درمیان خیالی کے باب میں قول  
 اور درمیان نکاح عورتوں کے کتاب اور قصہ سنہائی قرآن سے زیادہ ہر اور یہ اور جو اس کے متاثر ہی اور تم پر ہے  
 حسین ہناقص کے احکامات اہل نظر مدمال کے لیے ظاہر ہو گئی اور اہل باطل اور اسلام کے مخالفین اور ان  
 و ان میں امر اس کرنا کہ اسے پایا اور اس میں تمام وہ بیان کروں جو نکال لیا ہے اور تحریف و تبیل کو لگا کر  
 جو اس کے قائم مقام ہے تو طول ہوا اور جس کے اظہار کو دستوں کے مناقب اور دستوں کے مناقب  
 تفسیر بار کہا ہے وہ ظاہر ہو جائے - ۱۲ -



اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنهون عن المنكر وتؤمنون بالله فقال  
 ابو عبد الله عليه السلام لقار هذه الآية خیرامة تقبلون امیر المومنین والحسین  
 حتی یفعل له ذکیر نزلت یا بن رسول الله فقال اما نزلت خیر اتمه اخرجت للناس  
 الا تری مدح الله لهم اخرا لایة تامرون بالمعروف وتنهون عن المنكر وتؤمنون بالله  
 ومثلما نه قرئ علی ابی عبد الله الذی یقولون وناهب لنا مناز و احبنا و ذریانا  
 قرة اعین واجلنا للمتقین اماما فقال ابو عبد الله علیه السلام لقد سألوا  
 الله عظماء ان یجعلن للمتقین اماما فقل له یا بن رسول الله کيف نزلت فقال  
 انما نزلت واجل لنا من المتقین اماما وقوله له معقبات من بین یدیه ومن خلفه  
 یحفظونه من امر الله فقال ابو عبد الله علیه السلام کيف یحفظ الشئ من امر الله  
 وكيف یكون المعقب من بنیدیه فقل له وكيف ذلك یا بن رسول الله فقال اما  
 انزلت له معقبات من خلفه و رقب من بین یدیه یحفظونه با امر الله ومثله  
 کثیر قال و اما ما هو محذوف عنه فهو قوله لکن الله یشهد بما انزلنا لک فی علی  
 کذا انزلت انزل له لعلہ والملائکة یشهدون وقوله یا ایها الرسول بلغ ما انزل

له اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنهون عن المنكر وتؤمنون بالله فقال ابو عبد الله علیه السلام کيف یشهدون قال الله یشهدون  
 حسین بن علی کونزل کرد و در تشریح هر کس بر کمال و پروردگار آیت کبریا نازل شد فی رسول الله که فرزند فرما حضرت مطهر پاکیزه  
 خیر اتمه اخرجت للناس کما تو بین و کما الله تعالى نے آخر آیت میں انکی روح کی ہے کہ ہدی کا حکم کرتے ہو برائی سے  
 روک دے و اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور اسکی شریعت کو کبھی امام ابو عبد الله کے رو برو نہ آئے الذین کہتے ان معقبات  
 اور احبنا و ذریا تم قرة اہل و اجلنا للمتقین اماما امام ابو عبد الله نے فرمایا تحقیق بڑی امر کا سوال کیا ہے کہ  
 اور کون متقیوں کا امام بنادے عرض کیا گیا ای رسول الله کے فرزند تو میری آیت کیا کرنا نزل ہوئی دعا یا یہ اسطرح ہے کہ  
 واجلنا للمتقین اماما اور قل الله تعالى له معقبات من بین یدیه و من خلفه یحفظونه من امر الله و ذریا تم  
 کسی کی کہ حفاظت ہوتے ہے اور معقب سامنی کو کرنا ہے عرض کیا گیا ای رسول الله کے فرزند یہ کہو کہ میرا  
 یہ اسطرح نازل ہوئی ہے کہ معقبات جس خسرو و رفیع میں ملن میری تحفظ نہ ہوا امر الله اور میں اسکی بہت سے  
 اور اوسین جو محمد و ذریا تم قرا ہے لکن الله یشہد بما انزلنا لک فی علی اسطرح نازل ہوئی ہے اور  
 دے یا ایہا الرسول بلغ ما انزل

الیک من ربک فی علی فان لم تفعل فما بآفت رسالته وقوله ان الذین کفروا وظلموا آل محمد حقهم لم یکن الله لیخفر لهم وقوله وسیعلم الذین ظلموا آل محمد حقهم ینقلب ینقلبون وقوله تری الذین ظلموا آل محمد حقهم فی غمات الموت ومثله کثیر نذکره فی مواضع قال واما التقذیر والتأخیر فان آیه عدة النساء الناسخة التي اذجة اشهر وعشر قدمت <sup>على</sup> المنسوخة التي هی سنة وكان یجب ان یقر المنسوخة التي نزلت قبل فیه الناسخة التي ابعد وقوله افمن کان علی بینه من ربه ویتلوه شاهد منه ومن قبله کتاب موسیٰ اماما ورحمة وانما هو ویتلوه شاهد ومنه اماما

ورحمۃ ومن قبله کتاب موسیٰ وقوله وما هی الا حیوتنا الدنیا موت ونجیاد انما هو نجی او موت لان الدهر یموت لم یقر بالبعث بعد الموت وانما قالوا انھی عوت فقد موافقا علی حرف ومثله کثیر قال واما الاثبات التي هی فی سورة وقامها فی سورة اخرى فقوله موسیٰ تستبدلون الذی هو ادنی بالذی هو خیر <sup>هذه</sup> بطولها فانکم ما سألتم فقالوا ایا موسیٰ ان فیها قومًا جبارین وانما لن ندخلها حتی

یخرجوا منها فان یخرجوا منها فانادوا خلون ولیضف الایة فی سورة البقرة ولضفها

لے الیک من ربک فی علی فان لم تفعل فما بآفت رسالته اور قوله ان الذین کفروا وظلموا آل محمد حقهم ینقلب ینقلبون اور قوله تری الذین ظلموا آل محمد حقهم فی غمات الموت اور مثل اسکی بہت ہی اوسکو اور اسکی جگہ ذکر کرنکی اور لیکن تقدیم اور تاخیر میں تحقیق عورتوں کی عدت دس دن چار مہینے کے آیت جو ناسخہ ہی آیت منسوخہ پر مقدم کی گئی ہے حسین سال پہر عدت ہی اور واجب تھا کہ آیت منسوخہ جو پیشتر نازل ہوئی پہلی ہی جائے پھر ناسخہ ہو جسے جو بھی ہے اور قوله قالے افمن کان علی بینه من ربه ویتلوه شاهد منه ومن قبله کتاب موسیٰ اماما ورحمة اور حقیقت میں اس طرح ہے ویتلوه شاهد منه اماما ورحمة من قبلہ کتاب موسیٰ اور قوله قالے وما ہی الا حیوتنا الدنیا موت ونجی اور حقیقت میں اس طرح تھا نجی او موت۔ کیونکہ دہریوں نے سرے سے بعد از نبی کا اقرار نہیں کیا تھا اور صرف وہ کہتے تھے کہ ہم زندہ رہیں گے اور مر جائیں گے پس ایک حرف کو دوسری حرف پر مقدم کر دیا اور اسکی مثل بہت ہے فرمایا اور وہ اثبات جو خود ایک سورة میں واقع ہیں اور اذکذا تمہ دوسری سورة میں ہیں حضرت موسیٰ کا قول استبدلوا الذین ہوا دینے بالذی ہو خیر اسے اسے انان کلمہ سالتم اسکو جواب میں بنی اسرائیل نے کہا یا موسیٰ ان فیہا قومًا جبارین وانما لن ندخلها حتی یخرجوا منها فان یخرجوا منها فانادوا خلون ولیضف الایة فی سورة البقرة اور ادنی ۱۲۔



فی سورۃ المائدۃ و قولہا لکتبہا فی علی علیہ بکرۃ و اصیلاً فرجہ اللہ علیہم  
 و ما کنت تملوا من قبلہ من کتاب ولا تحطہ بيمينک اذا الارقاب یطلون  
 فنصف الاینۃ فی سورۃ الفرقان و نصفہا فی سورۃ العنکبوت و مثله کثیر انہی  
 کلامہ علاوہ این تفسیر آیات میں اس قسم کے بیت روایتیں ذکر کی ہیں تفسیر سورۃ نحل میں ہے و فی الکافۃ  
 عند (عز الصادق) انہ قرأ ان تكون ائمة ہی انکی من ائمتکم فقیل اما تقریہا  
 ائمة ہی اربی من ائمہ و ما بیدہ فطرہا سورۃ واقعہ میں ہر القمۃ عز الصادق انہ قرأ  
 و طلع منضود قال یفیدہ بعض فی الجمع و طالع العامة عن علی انہ قرأ و خل غل  
 و طلع منضود فقال ما شان الطلح انما هو و طلع کقولہ و خل طلعہا ہضم فقیل لا الا  
 تغیرہ فقال ان القرآن لا یماج الیوم ولا یحیر و نہی عنہ ابنہ الحسن قیس بن سعد  
 و رواہ اصحابنا عن یعقوب قال قلت لابی عبد اللہ و طلع منضود قال لا و طلع  
 علاوہ انک صدار و آیات میں جو اثبات بخبریت و ابطال ہر صاحب پر دلایل ہیں اور حقدار و آیات  
 و احادیث ثبوت تحریف میں صاحب صافی نے بیان کی ہیں اور ہم پر نقل کرنا نہیں۔ اگر دوسرے کتب  
 بحث کجا دے تو خوف تطویل انگریز ہے۔ بلکہ یہ رسالہ شرح مطالب کو ہی تحمل نہیں ہے اسلئے صرف  
 اسی تکرار کا رشتہ پکٹھا کجاتی ہے کہ روایات مذکورہ سہ شریکوں میں تحریف کا واقع ہونا اصول شیئ  
 ہوتا قطعاً ثابت ہوا۔ اور داخل محجب کا دعویٰ کہ کتاب اللہ کی تحریف و تحریف جماعی اہل ایمان پر  
 ہے آیت سورۃ المائدہ میں ہر اوردہ قال لکتبہا فی علی علیہ بکرۃ و اصیلاً پس اللہ تعالیٰ نے اوپر روک دیا و لکت  
 یملون من قبلہ من کتاب ولا تحطہ بيمينک اذا الارقاب یطلون۔ آہی آیت سورۃ فرقان میں ہر اوردہ سورۃ  
 عنکبوت میں ہر اوردہ میں جیسا آیت ہے۔۔۔۔۔ اور کافی میں انام صادق سے مروی ہے کہ آیت شریفہ۔۔۔۔۔ ان یملون  
 انہی ہی از کے سن الشکر کینی سونل کیا کہ ہم تو اس طرح پڑھتے ہیں۔ ائمہ ہی اربی من ائمہ تو اپنی اپنے ہاتھ سے مثلاً  
 کر کے اور کو ڈال دیا۔ فہی نے صادق علی سے روایت کیا ہے و طلع منضود۔ ایک دوسری کے طرف مائل۔  
 جمع میں ہے عامہ نے علی سے روایت کی ہے کہ کسی شخص نے آیت کے ماضی پڑھا و طلع منضود آیتے فرمایا  
 طلع کلہا حال ہے یہ تو صرف و طلع ہے جیسا تو آیت لے و خل طلعہا ہضم کینی عزم کیا ہر تبا کیوں نہیں ہتی  
 فرمایا اب قرآن پڑھا جاتا اور حبش دیا جاتا ہر اوردہ کو آیت روایت کیا ہے کہ فرزند حسن نے اور میں سے مد لے  
 اور ہر اوردہ اسکو یعقوب سے روایت کیا ہے کہ مینی ابو عبد اللہ سے کہا و طلع منضود فرمایا نہیں۔ طلع منضود

جس سے تخریق بیاق عبارت یہ ہوا ہے کہ عدم تحریف قرآن اجماعی اہل شیعہ ہی باطل ہوا اور غایب ہے  
 کہ اجماع کا انعقاد کسی کم پر جب تک کہ پہلے اس پر کوئی دلیل شرعی قائم نہ ہو اور اس کے لیے کوئی  
 اصل نہ ہو نہیں ہو سکتا۔ اور جبکہ نقیض حکم پر دلائل قطعیہ قائم ہوں تو اس صورت میں خلاف  
 دلائل قطعیہ کے اعتقاد اجماع محال اور غلط ہے اگر اجماع ہو گا تو وہ ایسا ہو گا جیسا اضمار کا اجماع  
 اسپر کہ عیسیٰ بن مریم ابن اللہ ہیں۔ اور ہرگز یہ اجماع دلائل شرعیہ سے نہ سمجھا جائیگا اور اگر ان روایات کو  
 جو عنوانات مختلفہ کے ساتھ مختلف ائمہ سے مختلف روایات نے روایت کیا ہے کذب اور دروغ  
 اور افتراء اور بہتان سمجھا جاوے تو یہ کذب و افتراء کی طرف منسوب ہو گا جناب ائمہ باوجود عصمت کے  
 بطور ترقیہ چوٹ فرما سکتے ہیں لیکن ان روایات میں ترقیہ کی گنجائش نہیں بلکہ ان کا اخبار خلاف  
 ترقیہ کے ہے کیونکہ مخالفین کے مخالف ہی تو ایسی حالت میں یہ کذب ائمہ کی طرف کیونکہ نسبت  
 کیا جاوے اگر ترقیہ کی گنجائش ہوتی تو حضرات شیعہ اس کذب و افتراء سے انہیں بچا کر انہوں کو  
 ملوث فرماتے۔ اور روایات اگر ایک دو ہوتی یا ضعف و مجاہل کذاب و ضلع ہوتی تو اسے تہمت مضاعفہ  
 نہ تھا کہ یہ کذب اور نہیں کے نامہ اعمال میں سمجھا جاتا۔ لیکن جب ثقات و معتبرین کثیر اللہ ان کے روایات  
 کی ہے علی الخصوص ابنین سے اکثر ثقہ الاسلام محمد بن یعقوب الکلبینی اور ان کے استاد علی بن  
 ابراہیم نے اپنے اساتذہ سے جو ثقات و معتبرین میں تخریج کی ہے اور کوئی روایت معارض  
 ان کو پائی نہیں جاتی جس کی وجہ سے ان روایات کو دروغ سمجھا جاوے اور اگر ہے تو محمول ترقیہ پر ہو سکتا ہے  
 تو ایسی صورت میں کذب روایات ہرگز قرین قیاس نہیں بلکہ باہتہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کی رواۃ عدول  
 و ثقات نے جیسا ائمہ سے سنا اور میطرح روایت کر دیا پس اگر آپ ان رواۃ کو جھوٹا جانیں یہ بھی  
 بعید از انصاف ہے اور کوئی تیسرا احتمال باقی نہیں رہا جو چوٹ کا راستہ ہو مگر یہ کہ تمام رواۃ نے  
 عن آخر ہم خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے بعض عداوت اور صحابہ کی مخالفت پر متفق ہو کر اپنی اسلام  
 میں یہ تہمت ڈالا اور یہ افتراء اور بہتان باندھا جس سے اپنے دین و ایمان کو اپنی ہاتھوں آپ برباد  
 کر دیا اور امت شریفہ کا مضمون ضاوق آریا بیخوب ہو تو ہم باید یہ ہم وایدی المؤمنین فاعلموا

یا اولی الامر اور اس کا قائل ہر مائین نسین ہے۔ غرض روایات مذکورہ سے لکھنا محسب میں نہ صرف کا  
 خلفاء و صحابہ کثیر قسم واقع ہوا متواتر المعنی ثابت ہو گیا اب اس کے بعد ہر کو کچھ ضرورت نہیں رہتی کہ ہم اپنی  
 فاضل مخاطب کے دعوے کے ابطال کے لئے ہر ماہ ثابت کریں کہ اکابر و اعظم متفقین کا وہ سب جو کوفوں  
 سرحد میں بحریف موی اور بس ماحرین نے ہی تصریح کی ہے اور اس لیے قرآن مجید کو اسے معاذ  
 میں قابل حجت و استدلال نہیں سمجھا ہے کیونکہ جب ایک امر ائمہ سے متواتر المعنی ثابت ہو گیا  
 اور اوہیں کسی قسم سے نہ تقیہ کو راہ ہے نہ تاویل کی گنجائش ہے تو اس امر کا انکار نے بحقیقت ائمہ  
 ائمہ کا انکار ہے جسکو تمام ماری فاضل مخاطب کفر و کجاعت و اعتقاد و مانتے ہوئے لیکن چونکہ ہماری  
 حضرت محاسب کو اس طرف تشش زندہ الوصف ہے اور نہایت مبالغہ کے ساتھ اس کا انکار ہے  
 اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسلغ نامہ بیان کر کے قوت و ترجیح اسول و قرآن سلسلہ صحیح  
 بحیرہ کریں پس اسکی سے ہی زیادہ تکلف کی ضرورت نہیں ہے اسی تفسیر معانی کا مقدمہ  
 سا وہ آخر سے واضح فرما دیں وہ لکھنؤ میں۔ واما اعتقاد متناہی اجماع اللہ فی ذلک  
 فالظاهر من تقیۃ الاسلام محمد بن یعقوب علیہ السلام طاب ثراہ انہ کان یعتقد التحریف  
 والمعصان فی القرآن کلامہ روى و آیاتہ ہذا المعنی کتاب الکافی ولو یعرض لفتح فیہما مع  
 انہ ذکر فی اول الکتاب انہ یق مارواہ فیہ و کذلک استادہ علی برابر اھبیر القیۃ فان  
 تفسیر مملو منہ ولہ غلو فیہ و کذلک الشیخ احمد بن ابی طالب الطبرستے قدس سرہ فامہ ایضاً  
 نسج علی منوالہما کتاب لا یتحتاج اما الشیخ ابو علی الطبرستے فامہ قابل فی جمیع البیان ان الزیادۃ  
 ملے اور ایکس میں مادیوں پہلے سماع جہم مذکورہ کا اعتقاد نہیں ہوا محمد بن یعقوب کیسی صاحب ثراہ و ان میں تریبہ و قضا  
 معہ ہا کیونکہ اسی اس باب میں اگر کتابیں بہت سی و آئین ولایت کی ہیں اور ان میں قدح سرہ میں کیا اور دیکھا کہ دوسرے  
 شروع کتاب میں ذکر کیا ہے کہ وہ دن و راتوں پر جو اوہیں روایت کرتے ہیں ہمارا کرتا ہے اور اس طرح اس کا اس کا اس کا اس کا  
 تھی و کی تفسیر اس سے ہر د موی ہے اور اس کو اس میں نہایت مملو ہے اور اس طرح شیخ احمد بن علی طبری قس سرہ مذکور  
 کتاب صحاح میں اسی اور کرسول ہر ماری لیکن شیخ دعلی طبری اس سے مع البیان میں کہا ہے ۱۲۔

لکھنؤ میں مادیوں پہلے سماع جہم مذکورہ کا اعتقاد نہیں ہوا محمد بن یعقوب کیسی صاحب ثراہ و ان میں تریبہ و قضا

فیه فیمج علی بطلانہ واما نقصان فیه فقد روی جماعۃ من اصحابنا وقوم من حوۃ  
 العامة ان فی القرآن تغیرا ونقصانا والصیح من مذہب اصحابنا خلافاً وهو الذ  
 نصرہ المرتضیہ واستوفی الکلام فیه غایۃ الاستیعاف فی جواب المسائل الطرابلسیۃ ف ذکر  
 فی مواضع از العلم بصحة نقل القرآن کما لعلم بالبلدان والحوادث الکبار والوقائع  
 العظام والکتب المشہورة واشعار العرب المسطورة فان العناية اشدت والدق  
 توہرت علی نقلہ وحراستہ وبلغت حد الم تبلغہ فیما ذکرنا لان القرآن معجز النبوة  
 وماخذ العلوم الشرعیۃ والاحکام الدینیۃ وعلماء المسلمین قد بلغوا فی حفظہ  
 وحما الغایۃ عرفوا کلتی اختلاف فیه من اعرابہ وقرأتہ وحروفہ وایاتہ فکیف یحون  
 ان ینکون مغیرا او منقوصا مع العناية المصادقة والضبط الشدید وقال البنا  
 قد مر الله وحدا العلم بتفصیل القرآن وابعا ضہ فی صحیحہ نقلہ کالعلم بحملۃ وجو  
 ذلک مجرے ما علم ضرورة من الکتب المصنفة لکتاب سیدویہ والمرنی فان اهل العناية  
 بهذا الشأن یعلمون من تفصیلها ما یعلمونه من جملتها حتی لو ان مدخلا ادخل فی کتاب  
 سیدویہ بابا فی التولیس من الکتب لعرف ومیزو علم انها ملحق ولین من الکتب

لے کہ قرآن میں زیادتی کا باطل ہونا تو متفق علیہ ہے لیکن کسی کا ہونا پس ہاں ہی صحابہ میں ہی ایک جماعت نے اور شویہ عامرین ایک قسم  
 روایت کیا کہ قرآن میں تغیر اور کمی ہے اور صحیح یہ ہے کہ ہمارے اصحاب کا مذہب اس خلاف ہے اور اس کی روشنی ہے ہی نصرت کی ہے  
 اور جواب مسائل طرابلسیہ میں کام کو غایت درجہ استیفاء پر پہنچایا ہے اور ذکر کیا ہے کہ قرآن کی نقل کے صحت کا علم مثل علم شہر  
 اور طبرستان سے حوادث اور قانع اور شہر کتابوں اور عرب کے کچھ کوئی شہر کی ہے پس تحقیق اس کی نقل و حفاظت پر توجہ شدیدیہ اور  
 واقفین اہل حد کو پہنچ چکے ہیں کہ امر مذکورہ جس کو کہیں پہنچے کیونکہ قرآن نبوت کا معجزہ اور علوم شرعیہ اور احکام دینیہ کا  
 ماخذ ہے اور علماء اہل اسلام کو حفظ و حمایت میں غایت درجہ کو پہنچ چکے ہیں تاکہ اس کی ہر ایک شے غلط فہم کو اعراب و قرأت  
 اور حروف اور آیات کو پہچان لیا نہ ہو اور اس سبھی توجہ اور نہایت ضبط کی کیونکہ ممکن ہے کہ بدلا ہو یا کم کیا ہو یا جو اور نیز بعضی  
 فس اوہ سے فرمایا ہے کہ قرآن کے تفصیل اور جزاؤ کا علم صحت نقل میں اس مجموعہ کے بدلے اور بدینہ نقل اور کم ہے جو کتب مصنفین  
 بدایتہ معلوم مثل سیدویہ اور میرنے کی کتاب کیونکہ اس فرق کے توجہ والے جیسے ذکر اس کے جسے کو جانتی ہیں اور سیدو اور کم تفصیل  
 واقعہ میں یہاں تک کہ کوئی شخص بخو کوئی ایسا باب کتاب میں پڑا دے جو اس میں نہ ہو تو وصف پہنچا جائے گا اور جدا ہو گا  
 اور ہر آدمی کو گا کہ یہ تحقیق ہے اور اصل کتاب میں سے نہیں ہے۔ ۱۴۰

وكذلك القول في كتاب المرنى ومعلوم ان العناية بنقل القرآن وضبطه اصدق من  
 العناية بضبط كتاب سيبويه ودواوين الشعراء وذكر البيان القرآن كان على عهد  
 رسول الله فهو عا مولا على ما هو عليه الآن واستدل على ذلك بان القرآن كان  
 يدور ويحفظ جميعه في ذلك الزمان حتى عتق على جماعة من الصحابة في حفظهم له  
 انه كان يعرض على النبي وينتقل عليه واجماعة من الصحابة مثل عبد الله بن مسعود  
 وابي نرkeb وغيرهما حملوا القرآن على النبي عدة ختمات وكل ذلك يدل بآثاره  
 على انه كان مجموعا متبا غير مستور ولا مشوئ وذكر ان من خالف في ذلك من الامامية  
 والخوئية لا يستدل بخلافهم فان الخلاف في ذلك مضال في قوم من اصحاب الحديث  
 نقلوا الاخبار اضعفت نظروا صحتها لا يرجع عنها اعر المعلوم المقطوع على صحته  
 اس امر پہلے کہ میں خود اس فتوہ میں کہ جو بجا و ضرر دایات صحیحہ کے قرآنی ہے تفسیر کر دینا مناسب معلوم  
 ہوتا ہے کہ جو اسکی تفسیر صاحب صافی نے کی ہے نقل کر دینا اور بعد اس کے پہلے کہ اس کی ذکر کا کہل  
 تفسیر کے موافق حق کیا ہے اور راجح کس کا قول ہے اب صرف تفسیر صافی کی تحقیق میں لیجئے وہ  
 فرمائے ہیں۔ اقول لتقابل يقول كما ان الدواعي كانت متوفرة على نقل القرآن  
 وحواسته من المؤمنين كذلك كانت متوفرة على تغيير من المتأففين المبدلين للصحة  
 اس سے اس طرح مرے کی کتاب میں یہ کہا جا گاتا ہے اور معلوم ہے کہ قرآن کی نقل و تدوین اور اس کا ضبط و ضبط کیے گیا  
 اس کے دوران کے ضبط سے زیادہ ہے ہر اور نیز ذکر کیا ہے کہ اگر اہل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اسکی موافق ہو  
 صحیح تھا جیسا اب ہے اور اس پر اس طرح استدلال کیا ہے کہ اس زمانہ میں تمام قرآن کے حفظ اور تدریس ہوتی تھی ایک  
 کو صابریں سے ایک جماعت اور کچھ خط کے لیے تشریف ہوتی اور حضرت صاحبزادہ ہوا تھا اللہ آپ پر رحم کرے جاتا تھا اور صحابہ میں ہر  
 ایک جماعت نے شریعت اللہ سے خود فرما دیا ہے نہ کہ کتب نہ وغیرہ ہوتے بہت سے حرم و کتب خانوں اور بیرونی مال  
 کو ساتھ اپنے مال کے ساتھ قرآن کے نسخے مرتب تھا ہر گندہ تھا اور بیان کیا ہے کہ اس باب میں جو لوگ امیہ اور سنیہ  
 مخالف ہو جن کو خدا نے حق تعالیٰ میں ہے کہ اس بارہ میں خلاف محمد میں سے ایک نہ تم کی طرف شوب و چہرہ  
 صحیح سمجھ کر صلیف جہیل نقل کے ہیں اور جسے روایات کے ساتھ ایسا اس سے نہیں رجوع کیا جاتا کہ صحت تفسیر ہے  
 اس میں کہتا ہوں کہ تفسیر کو گمانش ہے کہ کسی جیسے ہمیں کی طرف سے قرآن کی نقل کے حفاظت پر دواعی وافر تھی  
 اس طرح منافقوں و مبست کے بولنی والوں ۱۲۔

المغيرين للفرقة تصنعه ما يصادراهم وهو اھم والتغير فيه ان وقع فان ما وقع  
 قبل انتشاره في البلدان واستقراره على ما هو عليه الآن والضبط السديد انما  
 كان بعد ذلك فلا ريب في بينهما بل يقال ان يقول انه ما بتغير في نفسه وانما  
 التغير في ما بهم اياه وتلفظهم به فانهم ما عرفوا الا عند نسخهم من الاصل <sup>۱۲</sup>  
 الاصل على ما هو عليه عند اھله وهم العلماء به فما هو عند العلماء الا ليس  
 بمحرف وانما المحرف ما اظهره لاتباعهم واما كونه مجموعا في عهد النبي <sup>۱۳</sup> على ما هو  
 عليه الآن فلم ثبت وكيف كان مجموعا وانما كان ينزل نحو ما وكان لا يتم الاتمام  
 عمره واما دھشہ وختمہ فانما كانوا يدسون ويختمون ما كان عندھم منہ  
 لا تمامہ۔ اس کے بعد شیخ صدوق اور شیخ طوسی کا مذہب ذکر کر کے اس کا ابطال و تخطی کرنا ہر  
 اس لیے اس کا وہی نقل کروں تاکہ ہمارے فاضل محیب کے ولین حسرت نہ جاوے۔ وقال شیخنا  
 الصدوق رئیس المحدثین محمد بن علی بن بابویہ القمی طیب اللہ تراء <sup>۱۴</sup> فی  
 اعتقادہ اعتقاد ما ان القرآن الذی انزلہ اللہ علی نبنیہ ہو ما بین اللفظین  
 وما فی ایدی الناس لیس اکثر من ذلک قال ومن نسب الیہا انما نقول انہ  
 خلافہ کے اوٹھنی واللہ کے طرفہ قرآن کے تحریف پر دو اسی دافرتی کیونکہ قرآن اور جو اس کے مخالف <sup>۱۵</sup>  
 اور اگر اوہین تحریف واقع ہوئی ہے تو شہد نہیں پہیلے اور جس ترتیب پر اسے۔ اس پر مستقر ہوئے ہیں شہر واقع ہوئی  
 اور ضبط شدیدی عرف اس کے بعد ہی تھا تو اوہین باہم کچھ منافات نہیں ہے۔ بلکہ کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ نفس قرآن  
 میں کچھ تغیر نہیں ہوا تغیر صرف اس کے لکھنے میں اور پڑھنے میں ہوا ہے۔ کیونکہ اوہینوں نے تحریف اصل سے نقل کرنے کے  
 وقت اوہین کی ہے اور اصل جیسا تھا ویسا ہی اس کی اصل کے پاس موجود ہے اور وہ علماء میں توجہ علماء کے پاس ہے وہ  
 عرف نہیں ہے محض صرف وہ ہے جو اوہینوں نے اپنے اتباع کے لیے ظاہر کیا۔ اور اس کے موافق جیسا اب ہر رسول صلی اللہ  
 علیہ وآلہ کے عہد میں جمیع ہوتا ثابت نہیں ہوا اور اس وقت کیونکہ مجموعہ ہر سکتا ہے مگر ہی مگر مے ہو کر نازل ہوتا تھا اور  
 حضرت کی غرض تحریف کے عام ہونے پر عام ہوا۔ اور قرآن کا درس اور ختم صرف اس وقت کا ہوتا جس قدر ان کے پاس تھا تو عام کام  
<sup>۱۶</sup> اور ہمارے شیخ صدوق رئیس المحدثین طیب اللہ تراء نے اپنے اعتقادات میں کہا ہے ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ قرآن  
 جو اللہ نے اپنے نبی پر نازل کیا وہی ہے وہی پڑھیں اور لوگوں کے ساتھ پڑھیں ہے اس سے زیادہ نہیں اور جو ہماری  
 طرف نسبت کرے کہ ہم قابل ہیں ۱۷۔

الکثر من ذلك فهو كاذب وقال شيخ الطائفة محمد بن الحسن الطوسي رحمه الله  
عليه في بيان ما الكلام في زيادته ونقصانه فما لا يليق به لان الزيادة  
فيه مجمع على بطلانه والنقصان منه فالظاهر ايضا من مذهب المسلمين خلافه  
وهو الالباق بالصحيح من مذهبنا وهو الذي نصره المرتضى وهو الظاهر الرباني  
غيره روي روايا كثيرة مخرجة الخاصة العامة بنقصان كثير من آية القرآن نقل  
شيء منه من موضع لموضع طريقها الاحاد التي لا توجب علما فالاولى الاخر  
عنها قوله التشاغل بها لانه ممكن تاويلها ولو صحت لما كان ذلك طعنا على ما  
هو موجود بين الدفتين فان ذلك معلوم صحته لا تغيره احد من  
الامة ولا يدفعه ورواياتنا متاصرة بالحث على قرأته والتسلل يا فيه  
ورد ما يرد من اختلاف الاجابة في الفروع اليه وعرضها عليه فتا وافقه على  
عليه وما خالفه يحجب ولم يلقه اليه وقد ورد عن النبي رواية لا يدينها احد  
ان قال اني محلف فيكم المتقين ما اترككم بها الا نضلوا كتاب الله وعشرته  
احل بيتي وانما الزيف فاحتمى يرد على المحض وهذا يدل على انه موجود في كل عصر

ان قرآن اس سے زیادہ ہے وہ جو ہوتا ہے اور شیخ طوسی کہیں کہیں اس حدیث سے کہ میں نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ  
قرآن کے زیادتی وہی میں حکم کرنا لائق نہیں کیونکہ زیادہ سے کہ اہل ہونا اتفاقی ہے اور کسی ہونا بھی ظاہر انعام مسلمانوں کے  
نہیں ہے خلاف ہوا اور یہی ہمارے بھی نہیں ہے لائق ہے اور اس کی رائے نے ہی تائید کی ہے اور روایات سے بھی ہوا ہے  
مگر یہ کہ قرآن میں سے بہت سے آئین کم ہوئے اور ایک حکایت اور سرکہ منتقل ہونے میں شدید اور زبردست کے طریقہ سے ہے  
روایات مروی ہوئی ہیں انکا طریق احاد ہے جو مفید علم بعض کو نہیں ہو سکتا تو اس طرح اعتراض کرنا اور نہیں تنقیدی ترک  
کرنا اور اس کے ساتھ کہ وہی تاویل ممکن ہے اور اگر یہ روایات صحیح ہوں تو یہ میں ہر نہیں ہے جو اب میں اللہ تعالیٰ سے  
کیونکہ اس کی صحت یقینی ہے اس میں سے اس طرح کوئی اعتراض کرتا ہے نہ کوئی رد کرتا ہے اور ہادی اور اس کی قرأت پر بیعت  
کرنے کی اور اس کے ساتھ اس کے اور فروعی اختلاف احادیث اس کی طرف تو مانے کے اور ہر پہلو پر اس کی اہم تائید کرتے ہیں  
چنانچہ جو حدیث اس کو اس سے کہی اور میر علی ہوگا اور جو اسکے مخالف ہوئی اس سے بقتاب ہوگا اور ایک طرف التفات ہوگا

لا ینفک یحوزان بامرنا بالتمسک بما لا یفقد علی التمسک به کما ان اهل البیت  
 من حیث اتباع قوله حاصل فی کل وقت واذاکان الموجودیننا مجمعا علی حکمت  
 فینبغی ان یشاع علی تفسیرہ و بیان معانیہ و قولہ ما سواہ یہاں تک نقل کر کے علامہ صاحب  
 تفسیر صافی نے اسکی ہی تالیف و تردید کر دے اور فرمایا اقول یکھنی فی وجود کل عصر وجود  
 جمیعہ اکما انزل اللہ محفوظا عند اہلہ و وجود ما احتجنا الیہ من عندنا وان لم  
 نقد ر علی الباقی کما ان الامام کذلک فان الثقلین سیان فی ذلک و اعلیٰ هذا  
 هو المراد من کلام الشیخ و اما قوله و من حیث اتباع قوله فالمراد البصیر  
 بکلامہم فانہ فی زمان غیبتہم قائم مقامہم لقولہم علیہ السلام النظر الی  
 من کانتکم قدروی حدیثنا و نظری حلالتنا و حرامنا و عرف  
 احکامنا فاجعلوہ بینکم حاکما فانی قد جعلتہ علیکم حاکما الحدیث انتہی کلام  
 بندہ گذارش کرتا ہے کہ آپ کے شیخ صدوق اور شیخ مرقضی اور طوسی نے جو اپنا مذہب عدم تحریف  
 قرآن قرار دیا ہے اور عدم تحریف کو راجح مذہب نشیع سے کہا ہے باعتبار قواعد شرعیہ مسلمہ آپ کے  
 یا کھل غلط ہے قطع نظر ان دلائل سے جو کہ ان مذہب کے بطلان میں صاحب صافی نے ذکر کی ہیں  
 اور یہی بہت دلائل اسکے بطلان پر دلالت کرتے ہیں۔ سینی۔ جعفر دروایات صحاح و حسن وقوع  
 تحریف پر دلالت کرتے ہیں اگرچہ ہر ایک او نہیں سے خبر احاد اور ظنی ہے لیکن جب اسکی قدر  
 مشترک کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ مختلف کثیر التعداد رواۃ نے مختلف ائمہ سے روایت کیا ہے  
 اسے کیونکہ ممکن نہیں ہوا۔ یہ چیز کے تمسک کا حکم کرین جب تک ہر حکومت نہو چنانچہ اہلبیت اور جو قول کا اتباع  
 واجب ہر قدرت حاصل ہے اور جب وجود قرآن کے صحت متفق علیہ ہو تو اسکی تفسیر اور بیان معانی میں مشغول ہونا اور اسکو  
 ماسوا کو ترک کرنا لائق ہے۔ ۱۰۔ ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔ ۱۰۱۔ ۱۰۲۔ ۱۰۳۔ ۱۰۴۔ ۱۰۵۔ ۱۰۶۔ ۱۰۷۔ ۱۰۸۔ ۱۰۹۔ ۱۱۰۔ ۱۱۱۔ ۱۱۲۔ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔ ۱۱۵۔ ۱۱۶۔ ۱۱۷۔ ۱۱۸۔ ۱۱۹۔ ۱۲۰۔ ۱۲۱۔ ۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۱۲۶۔ ۱۲۷۔ ۱۲۸۔ ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔ ۱۳۹۔ ۱۴۰۔ ۱۴۱۔ ۱۴۲۔ ۱۴۳۔ ۱۴۴۔ ۱۴۵۔ ۱۴۶۔ ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ ۱۴۹۔ ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ ۱۵۴۔ ۱۵۵۔ ۱۵۶۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔ ۱۶۱۔ ۱۶۲۔ ۱۶۳۔ ۱۶۴۔ ۱۶۵۔ ۱۶۶۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔ ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ ۵۰۶۔ ۵۰۷۔ ۵۰۸۔ ۵۰۹۔ ۵۱۰۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ۵۱۸۔ ۵۱۹۔ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴۔ ۵۲۵۔ ۵۲۶۔ ۵۲۷۔ ۵۲۸۔ ۵۲۹۔ ۵۳۰۔ ۵۳۱۔ ۵۳۲۔ ۵۳۳۔ ۵۳۴۔ ۵۳۵۔ ۵۳۶۔ ۵۳۷۔ ۵۳۸۔ ۵۳۹۔ ۵۴۰۔ ۵۴۱۔ ۵۴۲۔ ۵۴۳۔ ۵۴۴۔ ۵۴۵۔ ۵۴۶۔ ۵۴۷۔ ۵۴۸۔ ۵۴۹۔ ۵۵۰۔ ۵۵۱۔ ۵۵۲۔ ۵۵۳۔ ۵۵۴۔ ۵۵۵۔ ۵۵۶۔ ۵۵۷۔ ۵۵۸۔ ۵۵۹۔ ۵۶۰۔ ۵۶۱۔ ۵۶۲۔ ۵۶۳۔ ۵۶۴۔ ۵۶۵۔ ۵۶۶۔ ۵۶۷۔ ۵۶۸۔ ۵۶۹۔ ۵۷۰۔ ۵۷۱۔ ۵۷۲۔ ۵۷۳۔ ۵۷۴۔ ۵۷۵۔ ۵۷۶۔ ۵۷۷۔ ۵۷۸۔ ۵۷۹۔ ۵۸۰۔ ۵۸۱۔ ۵۸۲۔ ۵۸۳۔ ۵۸۴۔ ۵۸۵۔ ۵۸۶۔ ۵۸۷۔ ۵۸۸۔ ۵۸۹۔ ۵۹۰۔ ۵۹۱۔ ۵۹۲۔ ۵۹۳۔ ۵۹۴۔ ۵۹۵۔ ۵۹۶۔ ۵۹۷۔ ۵۹۸۔ ۵۹۹۔ ۶۰۰۔ ۶۰۱۔ ۶۰۲۔ ۶۰۳۔ ۶۰۴۔ ۶۰۵۔ ۶۰۶۔ ۶۰۷۔ ۶۰۸۔ ۶۰۹۔ ۶۱۰۔ ۶۱۱۔ ۶۱۲۔ ۶۱۳۔ ۶۱۴۔ ۶۱۵۔ ۶۱۶۔ ۶۱۷۔ ۶۱۸۔ ۶۱۹۔ ۶۲۰۔ ۶۲۱۔ ۶۲۲۔ ۶۲۳۔ ۶۲۴۔ ۶۲۵۔ ۶۲۶۔ ۶۲۷۔ ۶۲۸۔ ۶۲۹۔ ۶۳۰۔ ۶۳۱۔ ۶۳۲۔ ۶۳۳۔ ۶۳۴۔ ۶۳۵۔ ۶۳۶۔ ۶۳۷۔ ۶۳۸۔ ۶۳۹۔ ۶۴۰۔ ۶۴۱۔ ۶۴۲۔ ۶۴۳۔ ۶۴۴۔ ۶۴۵۔ ۶۴۶۔ ۶۴۷۔ ۶۴۸۔ ۶۴۹۔ ۶۵۰۔ ۶۵۱۔ ۶۵۲۔ ۶۵۳۔ ۶۵۴۔ ۶۵۵۔ ۶۵۶۔ ۶۵۷۔ ۶۵۸۔ ۶۵۹۔ ۶۶۰۔ ۶۶۱۔ ۶۶۲۔ ۶۶۳۔ ۶۶۴۔ ۶۶۵۔ ۶۶۶۔ ۶۶۷۔ ۶۶۸۔ ۶۶۹۔ ۶۷۰۔ ۶۷۱۔ ۶۷۲۔ ۶۷۳۔ ۶۷۴۔ ۶۷۵۔ ۶۷۶۔ ۶۷۷۔ ۶۷۸۔ ۶۷۹۔ ۶۸۰۔ ۶۸۱۔ ۶۸۲۔ ۶۸۳۔ ۶۸۴۔ ۶۸۵۔ ۶۸۶۔ ۶۸۷۔ ۶۸۸۔ ۶۸۹۔ ۶۹۰۔ ۶۹۱۔ ۶۹۲۔ ۶۹۳۔ ۶۹۴۔ ۶۹۵۔ ۶۹۶۔ ۶۹۷۔ ۶۹۸۔ ۶۹۹۔ ۷۰۰۔ ۷۰۱۔ ۷۰۲۔ ۷۰۳۔ ۷۰۴۔ ۷۰۵۔ ۷۰۶۔ ۷۰۷۔ ۷۰۸۔ ۷۰۹۔ ۷۱۰۔ ۷۱۱۔ ۷۱۲۔ ۷۱۳۔ ۷۱۴۔ ۷۱۵۔ ۷۱۶۔ ۷۱۷۔ ۷۱۸۔ ۷۱۹۔ ۷۲۰۔ ۷۲۱۔ ۷۲۲۔ ۷۲۳۔ ۷۲۴۔ ۷۲۵۔ ۷۲۶۔ ۷۲۷۔ ۷۲۸۔ ۷۲۹۔ ۷۳۰۔ ۷۳۱۔ ۷۳۲۔ ۷۳۳۔ ۷۳۴۔ ۷۳۵۔ ۷۳۶۔ ۷۳۷۔ ۷۳۸۔ ۷۳۹۔ ۷۴۰۔ ۷۴۱۔ ۷۴۲۔ ۷۴۳۔ ۷۴۴۔ ۷۴۵۔ ۷۴۶۔ ۷۴۷۔ ۷۴۸۔ ۷۴۹۔ ۷۵۰۔ ۷۵۱۔ ۷۵۲۔ ۷۵۳۔ ۷۵۴۔ ۷۵۵۔ ۷۵۶۔ ۷۵۷۔ ۷۵۸۔ ۷۵۹۔ ۷۶۰۔ ۷۶۱۔ ۷۶۲۔ ۷۶۳۔ ۷۶۴۔ ۷۶۵۔ ۷۶۶۔ ۷۶۷۔ ۷۶۸۔ ۷۶۹۔ ۷۷۰۔ ۷۷۱۔ ۷۷۲۔ ۷۷۳۔ ۷۷۴۔ ۷۷۵۔ ۷۷۶۔ ۷۷۷۔ ۷۷۸۔ ۷۷۹۔ ۷۸۰۔ ۷۸۱۔ ۷۸۲۔ ۷۸۳۔ ۷۸۴۔ ۷۸۵۔ ۷۸۶۔ ۷۸۷۔ ۷۸۸۔ ۷۸۹۔ ۷۹۰۔ ۷۹۱۔ ۷۹۲۔ ۷۹۳۔ ۷۹۴۔ ۷۹۵۔ ۷۹۶۔ ۷۹۷۔ ۷۹۸۔ ۷۹۹۔ ۸۰۰۔ ۸۰۱۔ ۸۰۲۔ ۸۰۳۔ ۸۰۴۔ ۸۰۵۔ ۸۰۶۔ ۸۰۷۔ ۸۰۸۔ ۸۰۹۔ ۸۱۰۔ ۸۱۱۔ ۸۱۲۔ ۸۱۳۔ ۸۱۴۔ ۸۱۵۔ ۸۱۶۔ ۸۱۷۔ ۸۱۸۔ ۸۱۹۔ ۸۲۰۔ ۸۲۱۔ ۸۲۲۔ ۸۲۳۔ ۸۲۴۔ ۸۲۵۔ ۸۲۶۔ ۸۲۷۔ ۸۲۸۔ ۸۲۹۔ ۸۳۰۔ ۸۳۱۔ ۸۳۲۔ ۸۳۳۔ ۸۳۴۔ ۸۳۵۔ ۸۳۶۔ ۸۳۷۔ ۸۳۸۔ ۸۳۹۔ ۸۴۰۔ ۸۴۱۔ ۸۴۲۔ ۸۴۳۔ ۸۴۴۔ ۸۴۵۔ ۸۴۶۔ ۸۴۷۔ ۸۴۸۔ ۸۴۹۔ ۸۵۰۔ ۸۵۱۔ ۸۵۲۔ ۸۵۳۔ ۸۵۴۔ ۸۵۵۔ ۸۵۶۔ ۸۵۷۔ ۸۵۸۔ ۸۵۹۔ ۸۶۰۔ ۸۶۱۔ ۸۶۲۔ ۸۶۳۔ ۸۶۴۔ ۸۶۵۔ ۸۶۶۔ ۸۶۷۔ ۸۶۸۔ ۸۶۹۔ ۸۷۰۔ ۸۷۱۔ ۸۷۲۔ ۸۷۳۔ ۸۷۴۔ ۸۷۵۔ ۸۷۶۔ ۸۷۷۔ ۸۷۸۔ ۸۷۹۔ ۸۸۰۔ ۸۸۱۔ ۸۸۲۔ ۸۸۳۔ ۸۸۴۔ ۸۸۵۔ ۸۸۶۔ ۸۸۷۔ ۸۸۸۔ ۸۸۹۔ ۸۹۰۔ ۸۹۱۔ ۸۹۲۔ ۸۹۳۔ ۸۹۴۔ ۸۹۵۔ ۸۹۶۔ ۸۹۷۔ ۸۹۸۔ ۸۹۹۔ ۹۰۰۔ ۹۰۱۔ ۹۰۲۔ ۹۰۳۔ ۹۰۴۔ ۹۰۵۔ ۹۰۶۔ ۹۰۷۔ ۹۰۸۔ ۹۰۹۔ ۹۱۰۔ ۹۱۱۔ ۹۱۲۔ ۹۱۳۔ ۹۱۴۔ ۹۱۵۔ ۹۱۶۔ ۹۱۷۔ ۹۱۸۔ ۹۱۹۔ ۹۲۰۔ ۹۲۱۔ ۹۲۲۔ ۹۲۳۔ ۹۲۴۔ ۹۲۵۔ ۹۲۶۔ ۹۲۷۔ ۹۲۸۔ ۹۲۹۔ ۹۳۰۔ ۹۳۱۔ ۹۳۲۔ ۹۳۳۔ ۹۳۴۔ ۹۳۵۔ ۹۳۶۔ ۹۳۷۔ ۹۳۸۔ ۹۳۹۔ ۹۴۰۔ ۹۴۱۔ ۹۴۲۔ ۹۴۳۔ ۹۴۴۔ ۹۴۵۔ ۹۴۶۔ ۹۴۷۔ ۹۴۸۔ ۹۴۹۔ ۹۵۰۔ ۹۵۱۔ ۹۵۲۔ ۹۵۳۔ ۹۵۴۔ ۹۵۵۔ ۹۵۶۔ ۹۵۷۔ ۹۵۸۔ ۹۵۹۔ ۹۶۰۔ ۹۶۱۔ ۹۶۲۔ ۹۶۳۔ ۹۶۴۔ ۹۶۵۔ ۹۶۶۔ ۹۶۷۔ ۹۶۸۔ ۹۶۹۔ ۹۷۰۔ ۹۷۱۔ ۹۷۲۔ ۹۷۳۔ ۹۷۴۔ ۹۷۵۔ ۹۷۶۔ ۹۷۷۔ ۹۷۸۔ ۹۷۹۔ ۹۸۰۔ ۹۸۱۔ ۹۸۲۔ ۹۸۳۔ ۹۸۴۔ ۹۸۵۔ ۹۸۶۔ ۹۸۷۔ ۹۸۸۔ ۹۸۹۔ ۹۹۰۔ ۹۹۱۔ ۹۹۲۔ ۹۹۳۔ ۹۹۴۔ ۹۹۵۔ ۹۹۶۔ ۹۹۷۔ ۹۹۸۔ ۹۹۹۔ ۱۰۰۰۔ ۱۰۰۱۔ ۱۰۰۲۔ ۱۰۰۳۔ ۱۰۰۴۔ ۱۰۰۵۔ ۱۰۰۶۔ ۱۰۰۷۔ ۱۰۰۸۔ ۱۰۰۹۔ ۱۰۱۰۔ ۱۰۱۱۔ ۱۰۱۲۔ ۱۰۱۳۔ ۱۰۱۴۔ ۱۰۱۵۔ ۱۰۱۶۔ ۱۰۱۷۔ ۱۰۱۸۔ ۱۰۱۹۔ ۱۰۲۰۔ ۱۰۲۱۔ ۱۰۲۲۔ ۱۰۲۳۔ ۱۰۲۴۔ ۱۰۲۵۔ ۱۰۲۶۔ ۱۰۲۷۔ ۱۰۲۸۔ ۱۰۲۹۔ ۱۰۳۰۔ ۱۰۳۱۔ ۱۰۳۲۔ ۱۰۳۳۔ ۱۰۳۴۔ ۱۰۳۵۔ ۱۰۳۶۔ ۱۰۳۷۔ ۱۰۳۸۔ ۱۰۳۹۔ ۱۰۴۰۔ ۱۰۴۱۔ ۱۰۴۲۔ ۱۰۴۳۔ ۱۰۴۴۔ ۱۰۴۵۔ ۱۰۴۶۔ ۱۰۴۷۔ ۱۰۴۸۔ ۱۰۴۹۔ ۱۰۵۰۔ ۱۰۵۱۔ ۱۰۵۲۔ ۱۰۵۳۔ ۱۰۵۴۔ ۱۰۵۵۔ ۱۰۵۶۔ ۱۰۵۷۔ ۱۰۵۸۔ ۱۰۵۹۔ ۱۰۶۰۔ ۱۰۶۱۔ ۱۰۶۲۔ ۱۰۶۳۔ ۱۰۶۴۔ ۱۰۶۵۔ ۱۰۶۶۔ ۱۰۶۷۔ ۱۰۶۸۔ ۱۰۶۹۔ ۱۰۷۰۔ ۱۰۷۱۔ ۱۰۷۲۔ ۱۰۷۳۔ ۱۰۷۴۔ ۱۰۷۵۔ ۱۰۷۶۔ ۱۰۷۷۔ ۱۰۷۸۔ ۱۰۷۹۔ ۱۰۸۰۔ ۱۰۸۱۔ ۱۰۸۲۔ ۱۰۸۳۔ ۱۰۸۴۔ ۱۰۸۵۔ ۱۰۸۶۔ ۱۰۸۷۔ ۱۰۸۸۔ ۱۰۸۹۔ ۱۰۹۰۔ ۱۰۹۱۔ ۱۰۹۲۔ ۱۰۹۳۔ ۱۰۹۴۔ ۱۰۹۵۔ ۱۰۹۶۔ ۱۰۹۷۔ ۱۰۹۸۔ ۱۰۹۹۔ ۱۱۰۰۔ ۱۱۰۱۔ ۱۱۰۲۔ ۱۱۰۳۔ ۱۱۰۴۔ ۱۱۰۵۔ ۱۱۰۶۔ ۱۱۰۷۔ ۱۱۰۸۔ ۱۱۰۹۔ ۱۱۱۰۔ ۱۱۱۱۔ ۱۱۱۲۔ ۱۱۱۳۔ ۱۱۱۴۔ ۱۱۱۵۔ ۱۱۱۶۔ ۱۱۱۷۔ ۱۱۱۸۔ ۱۱۱۹۔ ۱۱۲۰۔ ۱۱۲۱۔ ۱۱۲۲۔ ۱۱۲۳۔ ۱۱۲۴۔ ۱۱۲۵۔ ۱۱۲۶۔ ۱۱۲۷۔ ۱۱۲۸۔ ۱۱۲۹۔ ۱۱۳۰۔ ۱۱۳۱۔ ۱۱۳۲۔ ۱۱۳۳۔ ۱۱۳۴۔ ۱۱۳۵۔ ۱۱۳۶۔ ۱۱۳۷۔ ۱۱۳۸۔ ۱۱۳۹۔ ۱۱۴۰۔ ۱۱۴۱۔ ۱۱۴۲۔ ۱۱۴۳۔ ۱۱۴۴۔ ۱۱۴۵۔ ۱۱۴۶۔ ۱۱۴۷۔ ۱۱۴۸۔ ۱۱۴۹۔ ۱۱۵۰۔ ۱۱۵۱۔ ۱۱۵۲۔ ۱۱۵۳۔ ۱۱۵۴۔ ۱۱۵۵۔ ۱۱۵۶۔ ۱۱۵۷۔ ۱۱۵۸۔ ۱۱۵۹۔ ۱۱۶۰۔ ۱۱۶۱۔ ۱۱۶۲۔ ۱۱۶۳۔ ۱۱۶۴۔ ۱۱۶۵۔ ۱۱۶۶۔ ۱۱۶۷۔ ۱۱۶۸۔ ۱۱۶۹۔ ۱۱۷۰۔ ۱۱۷۱۔ ۱۱۷۲۔ ۱۱۷۳۔ ۱۱۷۴۔ ۱۱۷۵۔ ۱۱۷۶۔ ۱۱۷۷۔ ۱۱۷۸۔ ۱۱۷۹۔ ۱۱۸۰۔ ۱۱۸۱۔ ۱۱۸۲۔ ۱۱۸۳۔ ۱۱۸۴۔ ۱۱۸۵۔ ۱۱۸۶۔ ۱۱۸۷۔ ۱۱۸۸۔ ۱۱۸۹۔ ۱۱۹۰۔ ۱۱۹۱۔ ۱۱۹۲۔ ۱۱۹۳۔ ۱۱۹۴۔ ۱۱۹۵۔ ۱۱۹۶۔ ۱۱۹۷۔ ۱۱۹۸۔ ۱۱۹۹۔ ۱۲۰۰۔ ۱۲۰۱۔ ۱۲۰۲۔ ۱۲۰۳۔ ۱۲۰۴۔ ۱۲۰۵۔ ۱۲۰۶۔ ۱۲۰۷۔ ۱۲۰۸۔ ۱۲۰۹۔ ۱۲۱۰۔ ۱۲۱۱۔ ۱۲۱۲۔ ۱۲۱۳۔ ۱۲۱۴۔ ۱۲۱۵۔ ۱۲۱۶۔ ۱۲۱۷۔ ۱۲۱۸۔ ۱۲۱۹۔ ۱۲۲۰۔ ۱۲۲۱۔ ۱۲۲۲۔ ۱۲۲۳۔ ۱۲۲۴۔ ۱۲۲۵۔ ۱۲۲۶۔ ۱۲۲۷۔ ۱۲۲۸۔ ۱۲۲۹۔ ۱۲۳۰۔ ۱۲۳۱۔ ۱۲۳۲۔ ۱۲۳۳۔ ۱۲۳۴۔ ۱۲۳۵۔ ۱۲۳۶۔ ۱۲۳۷۔ ۱۲۳۸۔ ۱۲۳۹۔ ۱۲۴۰۔ ۱۲۴۱۔ ۱۲۴۲۔ ۱۲۴۳۔ ۱۲۴۴۔ ۱۲۴۵۔ ۱۲۴۶۔ ۱۲۴۷۔ ۱۲۴۸۔ ۱۲۴۹۔ ۱۲۵۰۔ ۱۲۵۱۔ ۱۲۵۲۔ ۱۲۵۳۔ ۱۲۵۴۔ ۱۲۵۵۔ ۱۲۵۶۔ ۱۲۵۷۔ ۱۲۵۸۔ ۱۲۵۹۔ ۱۲۶۰۔ ۱۲۶۱۔ ۱۲۶۲۔ ۱۲۶۳۔ ۱۲۶۴۔ ۱۲۶۵۔ ۱۲۶۶۔ ۱۲۶۷۔ ۱۲۶۸۔ ۱۲۶۹۔ ۱۲۷۰۔ ۱۲۷۱۔ ۱۲۷۲۔ ۱۲۷۳۔ ۱۲۷۴۔ ۱۲۷۵۔ ۱۲۷۶۔ ۱۲۷۷۔ ۱۲۷۸۔ ۱۲۷۹۔ ۱۲۸۰۔ ۱۲۸۱۔ ۱۲۸۲۔ ۱۲۸۳۔ ۱۲۸۴۔ ۱۲۸۵۔ ۱۲۸۶۔ ۱۲۸۷۔ ۱۲۸۸۔ ۱۲۸۹۔ ۱۲۹۰۔ ۱۲۹۱۔ ۱۲۹۲۔ ۱۲۹۳۔ ۱۲۹۴۔ ۱۲۹۵۔ ۱۲۹۶۔ ۱۲۹۷۔ ۱۲۹۸۔ ۱۲۹۹۔ ۱۳۰۰۔ ۱۳۰۱۔ ۱۳۰۲۔ ۱۳۰۳۔ ۱۳۰۴۔ ۱۳۰۵۔ ۱۳۰۶۔ ۱۳۰۷۔ ۱۳۰۸۔ ۱۳۰۹۔ ۱۳۱۰۔ ۱۳۱۱۔ ۱۳۱۲۔ ۱۳۱۳۔ ۱۳۱۴۔ ۱۳۱۵۔ ۱۳۱۶۔ ۱۳۱۷۔ ۱۳۱۸۔ ۱۳۱۹۔ ۱۳۲۰۔ ۱۳۲۱۔ ۱۳۲۲۔ ۱۳۲۳۔ ۱۳۲۴۔ ۱۳۲۵۔ ۱۳۲۶۔ ۱۳۲۷۔ ۱۳۲۸۔ ۱۳۲۹۔ ۱۳۳۰۔ ۱۳۳۱۔ ۱۳۳۲۔ ۱۳۳۳۔ ۱۳۳۴۔ ۱۳۳۵۔ ۱۳۳۶۔ ۱۳۳۷۔ ۱۳۳۸۔ ۱۳۳۹۔ ۱۳۴۰۔ ۱۳۴۱۔ ۱۳۴۲۔ ۱۳۴۳۔ ۱۳۴۴۔ ۱۳۴۵۔ ۱۳۴۶۔ ۱۳۴۷۔ ۱۳۴۸۔ ۱۳۴۹۔ ۱۳۵۰۔ ۱۳۵۱۔ ۱۳۵۲۔ ۱۳۵۳۔ ۱۳۵۴۔ ۱۳۵۵۔ ۱۳۵۶۔ ۱۳۵۷۔ ۱۳۵۸۔ ۱۳۵۹۔ ۱۳۶۰۔ ۱۳۶۱۔ ۱۳۶۲۔ ۱۳۶۳۔ ۱۳۶۴۔ ۱۳۶۵۔ ۱۳۶۶۔ ۱۳۶۷۔ ۱۳۶۸۔ ۱۳۶۹۔ ۱۳۷۰۔ ۱۳۷۱۔ ۱۳۷۲۔ ۱۳۷۳۔ ۱۳۷۴۔ ۱۳۷۵۔ ۱۳۷۶۔ ۱۳۷۷۔ ۱۳۷۸۔ ۱۳۷۹۔ ۱۳۸۰۔ ۱۳۸۱۔ ۱۳۸۲۔ ۱۳۸۳۔ ۱۳۸۴۔ ۱۳۸۵۔ ۱۳۸۶۔ ۱۳۸۷۔ ۱۳۸۸۔ ۱۳۸۹۔ ۱۳





ثابت ہوا کہ قرآن میں تحریف کا واقع ہونا متواتر اور یقینی ہے جس کا انکار آپ جانتے ہیں کہ کیا حکم کرتا ہے  
 پس آپ کے شیخ صدوق اور تقی اور موسیٰ نے جو اسکا انکار کیا وہ انکار متواتر اور قطعی کا ہے اور ہرگز قابل التفات  
 اہل دین و دیانت میں شیخین نہیں ہے بلکہ حق وہی ہے جو آپ کے ثقہ الاسلام کلینی اور دیگر استاد  
 صاحب الامام نے فرمایا ہے۔ سنا کہ یہ روایات احادیث صحیحہ لیکن ہم کہتے ہیں کہ جبکہ خبر واحد موید  
 بالقرآن ہو تو اس وقت علی الاصح مفید علم یقین کو ہوتی ہے۔ اپنی شہادت ثانی نے کی شہادت یقینی  
 وجہ الواحد ہوا لہذا مبلغ حد التواتر سواء کثرت رواۃ او قلت و لیس سنا فادۃ  
 العلم بنفسہ نعم قد یفیدہ بالنضمام القرآن الکیہ ویرعم قوم اند لا یفید وان یختص  
 البیہ القرآن ولا صحیح الاول۔ پس اگر اسکو متواتر نہ مانیں تو یہی باوجود اخبار واحد ہونے کے  
 بالنضمام قرآن مفید قطع کو ہے تو یہی مثل متواتر کے ہوا اور اسکا انکار مثل انکار متواترات کے  
 سمجھا جائیگا۔ اور ہرگز قابل اعتبار نہوگا۔ دوسری یہ کہ مرتضیٰ کا انکار ایک ایسی غلطی سے ناشی ہے  
 اور ایسی خطا پر مبنی ہے جس غلطی کو علماء طائفہ نے غلط تسلیم کر کے تصریح کی ہے وہ یہ کہ سید مرتضیٰ صحیح  
 ہوا ہے کہ خبر واحد پر عمل جائز نہیں ہے اور اپنے کمال الشندی سے قائل ہوا ہے کہ ہماری  
 مسائل فقہیہ متواترات سے ثابت ہیں حالانکہ سید کا یہ خیال بالکل غلط اور پوچ تھا شہادت ثانی نے  
 معالم الاصول میں لکھا ہے قال العلامة فی النہایۃ اما الاحادیث فالاحادیث منہم لم یجوزوا  
 فی اصول الدین و فرجہ الاعلیٰ اخبار الاحادیث عن الامۃ و الاصولیون منہم کاتبی جعفر  
 الطوسی وغیرہ و افقوا علی قول خبر الواحد و لم ینکروہ سوا المرتضیٰ و اتباعہ لیشہدہ قد حصلت

لہذا خبر واحد وہ ہے جو حد تواتر تک پہنچے خواہ راوی اسکو بہت ہوں یا نہ ہوں یا یقین کا فائدہ دینا ہنہ و کا  
 کام نہیں ان اس کے ساتھ قرآن کے انضمام سے کسی یقین کا فائدہ دیتا ہے اور ایک کہہ کہ وہ باوجود  
 شمائل قرآن کے بھی یقین کا فائدہ نہیں دیتے اور اول صحیح تر ہے ۱۲۔ اس غلطی نے ہنایہ  
 میں کہا ہے کہ امامیہ میں سے اخباریوں نے تو اپنے اصول اور فروع دین میں  
 جز اخبار احاد کے جو ائمہ سے مروی ہیں اور کسی پر اعتماد نہیں کیا اور یقین سے  
 اصولی مثل ابو جعفر طوسی کے خبر واحد کے قبول کرنے میں انکی ممانعت ہو گئی اور خبر  
 مرتضیٰ اور اس کے اتباع کے اور یقینی اسکا انکار نہیں کیا اور یہ سبب ایک شبہ کے تھا۔  
 جو انکو چڑ گیا تھا۔

لہم وقد حکم المحقق عن النجاشی عن هذا الطريق في الاحتجاج بعمل بالاخبار المروية  
 عن الامام عن صفته عليه ما دعي الاحتجاج على ذلك اس هو صاف ثابت ہے کہ سید تقی کا  
 روایات احاد کے سبب انکا صریح ادسی غلطی ہے اور اگے ہی اسکے تعلیظ و تردید میں چار صفحہ  
 کہ قدر صرف کی ہیں اور ظاہر ہے کہ ان میں فیہ میں جہی دفع و تحریف کا حکار او سے غلطی سے  
 ناستی ہے کیونکہ جبکہ اپنی دلیل میں احکار کے ضعف و عدم اعتبار کو اپنا استدلال قرار دیتے ہیں  
 درہم نہیں بیان کرتے کہ ان روایات میں کوجہ سے ضعف ہے کوئی راوی فاسد المذہب یا کذب  
 صاع و در بیان سلسلہ سند کے واقع ہوا ہے یا کس وجہ سے ضعف ہے۔ اور عبارات منقولہ میں ہر جہ سے  
 کہ ابو علی طبری کا انکار اور محمد بن الحسن طوسی کے تردید اتباع و تقلید آپ کے سید تقی کے ہر اور وہی  
 بنا ہوا فاسد علی الفاسد کے قبیلہ سے ابو علی طبری ہی فرماتے ہیں وهو الذي نصرنا المهرقة  
 طوسی صاحب ہی فرماتے ہیں وهو الذي نصر المهرقة ابیہر جو کچھ وائل ذکر کرتے ہیں وہ قطع نظر اس سے  
 کہ محاصرہ روایات تعلیظ کو میں اس میں اور لا طائل ہیں کہ ادنیٰ تامل بلکہ بدون فکر و تامل کے بدنامہ غلط  
 سلام ہوئے ہیں۔ چنانچہ مفسر صاحب صفاتی نے انکو دو جہلو نہیں باطل کر دیا یہاں وہ وائل کو تعلیقات  
 و یقینات سمجھتا آپ کے محققین کی خوش فہمی ہے۔ یہی آپ کو صدوق صاحب قطع نظر اس سے کہ وہ  
 تعلیظی اور ذکر اسناد وغیرہ کی تکذیب کر رہے ہیں اور انکو جو ثابنا ہے میں دلیل کوئی نہیں بیان فرما  
 بدون دلیل دعویٰ فرما رہے ہیں دعویٰ بنا دلیل آپ ہی جانتی ہیں مردود ہے پیشابہر تعلیظ کے  
 جنکا دعویٰ مع بنیدہ بران کے ہے بالکل تو سمجھا جائیگا۔ اگر صدوق صاحب نے خلاف انہ اپنی غلطی سے  
 کوئی خاص قصیدہ اپنا کر لیا جسکی کوئی اصل نہیں تو وہ کیونکر قابل اعتبار سمجھا جائیگا پہلے ہر طرف غماشت  
 کہ ہم ہی ایک صدوق صاحب فضائل میں جمع کرنا جناب امیر کا کتاب اللہ کو روایت کر لیں ایک  
 بڑی طویل حدیث جو جناب امیر نے انوالیہود کو خطاب کر کے فرمائی اوسین حضرت کے وفات کے  
 سے اور محقق نے نسخ سے صفحہ ۱۸۱ میں اس سلسلہ پر علما امیر کی احادیث مردودہ پر عمل کرنے کے سبب ہر  
 ہمارے کے حکایت کیا ہے اور امیر احام کا دعویٰ کیا ہے۔

مصدقین مذکور ہے حملت نفسی علی العبد و قاتلہ بلزوم الصمت و امتناع الی سائر منہ منہ فی تفسیر و  
 و تکفیفہ المصلوۃ علیہ و وضعہ فی خطر و جمع کتاب اللہ و عمدہ الخلقہ لا یستعمل علیہ  
 بادہ دمغہ کو خارج زمرہ کوئی حضرت کے اولیا سے پوچھی کہ جب کتاب اللہ شائع ذائع ہوتی اور پورے  
 اندیشہ تحریف نہ تھا تو آپ کیوں اس قدر ثبات کے ساتھ جمع فرمایا اور علاوہ اس کے اگر وہ اسکے مطابق ہر  
 تو اس طرح کہ انہ کے پاس صندوق تقیہ میں مخفی طور پر بند چلا آیا اور اگر اسکے مخالف ہر شخص کو  
 کہ یا اس قرآن میں تحریف ہے جو صحابہ نے جمع کیا اور یا اس میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ  
 فرمائی جو خود جمع فرمایا۔ (۳) علاوہ اسکے وہ روایا بھی جو وقوع تحریف پر دل میں ثبت ہیں  
 اور منکرین تحریف کا دعویٰ محض نفی اور اول تو کوئی روایت اس بدعا کی مثبت پائی نہیں جاتے  
 اگر پائی جائیگی تو وہ یہی نافی ہوگی اور ظاہر ہے کہ مثبت نافی پر مقدم ہے تو اسلیں دعویٰ منکرین  
 تحریف کا باطل ہوگا اور مثبتین کا ثابت (۴) ظاہر ہے کہ جہاں روایات مثبت تحریف مذکور  
 ہوئی ہیں انہیں احتمال تقیہ بالکل متفق ہے کیونکہ اس وقت تحریف کیسے نہ ہو نہیں تھا جس کے  
 وجہ سے تقیہ ائمہ نے ایسا ارشاد فرمایا ہو۔ اور وہ روایات کہ جن کا شیخ طوسی اپنے استدلال میں حوالہ  
 دیتے ہیں اور ان روایات پر اعتماد کر کے تحریف کو سابقہ علیہا سمجھتے ہیں جو بحث علی السلاۃ  
 پر دلالت کرتے ہیں تو یہ یہی غلط ہے کہ وہ اس موجود کے نسبت ہو بلکہ بشرط دستیابی اس اصلی  
 قرآن کی نسبت ہوگا جو خاص ائمہ ہی کے پاس ہے۔ سنا کہ وہ یہی قرآن مجید ہے جو اہل سنت کا  
 قرآن ہے لیکن جائز ہے کہ اس کے نسبت حث اور وعدہ حصول ثواب محض تقیہ کے طور پر ارشاد  
 ہوگا جب خلفا کے ساتھ بغیت اور انکار ساتھ نشست و برخاست اور ان کے موافق خلاف واقع  
 مسائل کا اظہار پایا جاتا ہے جس کے لیے حضرات کو بجز تقیہ کے اور کوئی سماع نہیں ہے تو اس تقیہ  
 پر محمول ہونے کو کون مانع ہے۔ غرض حضرات شیعہ کا عجیب حال ہے کہ اصول دین میں کئی  
 ائمہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ کو امت میں اپنے نفس کو سکوت کلام کرنے اور کجا بجا حکم فرمایا تھا (جنازہ کو تیار کرنے  
 اور نہ لانے اور جو شہید کائے اور کفن پہنائے اور آپ پر نماز پڑھنے اور قبر میں لہنا اور کتاب اللہ کے جمع کرنے اور جنس اللہ کی طرف اس کے  
 وصیت کرنے سے) ان میں مشغول ہو کر ساتھ صبر پر پختہ کیا کہ جس سے کوئی جلدی ممکن نہ آئے اور پانچویں والا سا نثر نہ لکھنا تھا

کہہ رہا ہے کوئی کچھ کہتا ہے۔ صحابہ کے ساتھ حدود و حدود کی وجہ سے پہلے کینی بیٹے سوچی ہے  
 کچھ فرمایا اور جب دوسرے حضرات نے دیکھا اور بچہ اچھا بہشت میں گرفتار ہو کر خواب نہفت سے بچ کر  
 حواس بخت ہو کر اور تو کچھ سوچا اپنے بزرگوں کی تکذیب کرنے کے اور یہ سمجھ کر کہ بہشت کب چھپا  
 چھوڑنے والے ہیں دلوں کے اندر ہے ہر توحج مستیدہ کوئی آپ کے تیوہ صدوق و سید  
 مرتضیٰ و طوسی و طبرسی اور اذکر انہما سے خصوصاً ہمارے فاضل محبت دریافت کرے کہ حضرت  
 جب بعد انتقال جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ مرتد ہو گئی تھے اور تمام صحابہ کچھ  
 خلفاء اور اذکر اولیاء اتباع جکا معاذ اللہ ایمان سری ہی سے نفاق آمیز تھا تو وہ کون لوگ تھے  
 جسکی عنایت قرآن مجید کے ضبط کی طرف تہذیبی اور وہ کونسی ہمارے مسلمان تھے جو اسکی حفظ و حمایت  
 میں غلبت حق و کوپو پہنچی ہوئے تھے اور وہ کون بزرگوں اور تہی جنہوں نے یہاں تک کوشش کی کہ  
 کہم خلافت اعراب قرأت و حدود و آیات تک کی معرفت حاصل کی۔ خدا کے لیے ہمارے دروایت  
 دروایت کہ یہ لوگ کمال الایمان اور ارکان دین اسلام تھے یا کافر و منافق اور یہ لوگ اعظم بہشت  
 تھے یا اکابر اہل شیعہ اور یہ حضرات تو ہی صحابہ و تابعین تھے جنکو تم کافر و منافق کہتے یا کفرائے  
 دوسرے جنہوں نے اہل فتنوں میں قرآن کی اس درجہ حفظ و حمایت و ضبط و حیانت فرمائی  
 پس اگر یہ وہی لوگ ہیں جنکو تم بڑا کہہ کر اپنے معمول روشن کرتے ہو تو خدا کے لیے ذرا تو سوچو  
 اور سمجھو اور اپنے منہ سے باز آؤ اور یہ جو طوسی صاحب روایات مثبت تخریف کر بہشت و آئین  
 لائے ممکن تاویلہا۔ حضرت کے کمال تجربہ والے نفس غوی اسکان فرما کر چور گئی اور یہ نصیب ہوا  
 کہ کوئی تاویل ان روایات کے بیان فرماتے جب ان روایات کے مخالف مٹی نہیں تو کہ جب تھا  
 کہ ان روایات کی معقول تاویل کرتے سو جہاں ہم اپنے فاضل مخاطب سے جو اذکر اس سلسلہ میں  
 مقلدین دریافت کرتے ہیں کہ آپ ہی ان روایات کے پہلے سمجھو اگر یہ تو انہیں ہم سمجھ سکتے  
 کچھ فرمادین اور اس نہایت کا بار طوسی صاحب کی گردن اتارین۔ اب راہ کہ طبرسی و طوسی  
 لے اگر یہ تم چہ کج بر جو میں ہو گے۔

صاحب یہ فرماتے ہیں کہ زیادتی کا بطلان مجمع علیہ ہے۔ یہی روایات مذکورہ سے صریح غلط معلوم ہوتا ہے اور جب کلینی اور قمی نے اوکو تسلیم کر لیا ہے تو زیادتی اور نقصان دونوں کا نزدیک تسلیم ہوئے قطع نظر اس سے بالفرض اگر زیادتی کا بطلان مجمع علیہ تو تحریف کچھ زیادتی میں ہے تو مختص نہیں بلکہ نقصان ہی تحریف ہے تقدیم و تاخیر ہی تحریف ہے اس غلط بات سے کیا فائدہ حاصل ہوا اول خود غلط اور اگر صحیح ہو ہی تاہم مفید نہیں ان اس سے یہ فائدہ ہوا کہ آپ کے نزدیک نقصان ثابت ہے لیکن اس کو اپنے اور حشویہ کے روایات پر لانا چاہتی ہیں۔ ہکو بڑا افسوس اور نہایت حیرت ہے کہ علی بن ابراہیم قمی جیسا عالی مرتبہ شخص جو امام زمان کا صاحب اور شاگرد ہو۔ اور اس کی تفسیر یا خود امام کے تفسیر سے ہو۔ اس کی روایات کو اپنے دہمات جملہ سے باطل کریں یہ ہے الفرائض ثبت بکل حشیش جال شیعہ میں سے اول حمد و صلوٰۃ کے بعد لکھا ہے

و بعد ہذا رسالۃ معرفۃ مشائخ الشیعہ علیہم السلام احمدہ ضہم السیاح علیہم السلام برہا

صاحب امام الخلیف العسکریؑ ذوالکلال و ذوالنقیض فی فضل ائمتہ السلام الشیخ من تہذیبہ امام المذکور

پھر محمد بن یعقوب الکلینی ہی کچھ مرتبہ میں کم نہیں بلکہ زیادہ ہے غالباً اس کی کتاب کافی امام زمان پر پڑی چا چکے ہیں اور شہادت امام اس کی تصویب و تصحیح ہو چکی ہے تو ایسی عدول و ثقاکے روایات کے تعلیل و تصغیف اور تزیید و تزییف کرنا شیخ سے دست بردار ہونا ہے پس جن حضرات شیعہ تحریف قرآن کا خلاف اپنے مذہب راجع و منظور کے انکار کیا وہ حضرات شیعہ کی خارج ہوئے اور امامت میں شامل ہونا چاہا کیونکہ جن صحابہ ارکان اسلام کو برا کہا اور بد اعتقاد کرنا جزو مذہب سمجھ رکھا تھا اور جس پر مدار شیعہ تھا او کی خوئی اور عدالت و ثقاہت کے قائل ہوئی اور جن کو ارکان دین سمجھ رہے تھے اور ان کو حق میں یہ اعتقاد کرتے تھے کہ لا اھم لا شطحت اناس النبوة او انک برائی کے گویا قائل ہوئی تو اصول و دین تین تمام شیعہ درجہ و پرہم ہو گیا چونکہ اسکے تفصیل میں

بعد حمد و صلوٰۃ کے یہ رسالہ مشائخ شیعہ کی معرفت میں ہے خدا او کو اپنا رحمت کی ساتھ دے ان کو سجدہ ان کی شیخ علی بن ابراہیم بن ہاشم امام حسن عسکری کا یار و بزرگ و یار والا ہے اور وہ صاحب تفسیر ہے فصل ابن بیت میں جو امام مذکور کی تفسیر سے اعتقاد رکھتے ہیں۔

طی الزمری در آثار ابن ابی عمیر

مل ہے اسلیے اسکو فہم اوکیا پرچور تھے ہیں۔ غرض اکابر شیعہ متکبرین نے تحریف نے انکار تو کیا مگر یہ سمجھ  
 کر یہ کہہ ڈالی باہنی ہے بانویسر پڑتے ہی۔ ہماری اس تمام بحث سے یہ بات ثابت ہوئی کہ کھاتم محمد  
 حریف کا واقع ہونا مبارک مذہب تشیع راجح اور منصور ہے اور جو لوگ اسکو قائل ہوتے ہیں انہوں نے راجح  
 اور منصور کو اختیار کیا ہے بلکہ فی حقیقت مذہب تشیع انہوں نے اختیار کیا ہے اور جن لوگوں نے اس انکار کیا  
 وہ خلاف مذہب تشیع کے ہے اور وہ محذور کر اس غلطی میں پڑے ہیں جب راہ فرار نہ دیکھا تو اسکو ہتھیار کیا  
 چنانچہ ہمارے قائل غلطی سے ہی چونکہ مذہب کے کتابین نہیں دیکھ کر صرف مناظرہ کے کنا بوڑھے شتوت  
 رہے اسلیے بے سوچی سمجھی اونکی تقلید فرمائی تو اس سے ثابت ہو کہ جو عرض کیا تھا کہ قرآن کا حرف ہونا  
 مسلمات شیعہ ہے وہ بالکل حق اور مطابق واقع کے تھا۔ کیونکہ جب اکابر شیعہ نے مثل کہیں اور حق  
 اور برتری کے اسکو بنا بر اصول مذہب خود تسلیم کر لیا تو اوپر مسلمات شیعہ سے ہوا صادق آگیا اگرچہ بعض نے  
 اسکو تسلیم نہ کیا ہو علیٰ اہل اہل حق جسکے متفقین کا قول مستند و دلائل قاطعہ شرعیہ کی طرف ہوا اور متکبرین کا انکار  
 مخالف و دلائل قاطعہ محض توہمات سے ناشی ہوا اور نعو اور لا طائل لہ او سوقت اسکے مسلمات شیعہ  
 ہونا بالبدیہ ثابت ہوگا۔ پس ہمارے مخاطب کا انکار صرف اسوجہ سے ہے کہ وہ اپنی مذہب سے  
 یہی بغض قائلے واقفیت نہیں رکھتے غرض کہ تحریف قرآن کا مسلمات شیعہ سے ہونا بخوبی  
 ثابت اور اسکا انکار کرنا سرسرا باطل ہے اگر آپ اور آپ کے صدوق و مرضی یہ جانیں کہ چند خلافات  
 اس رختہ اور خلل کو بند کریں جو اکابر شیعہ نے اپنے دین میں ڈالا ہے تو واضح ہو کہ یہ خیمہ  
 خیال محال ہے قیامت تک ہی ممکن نہیں ہے۔ درست طبیب علاج جہہ وردی و وزنی  
 طبیب و دوا آراء علاج یہاں شہر گزارش مافی رنجی آپ بہر فرامیگم کہ اس بحث میں جہانکے سند لال  
 کیا گیا ہے وہ متفقین کے روایات اور دلائل قاطعہ ہے لال کہا ہے حالانکہ اونکی روایات و اقوال مبتداً بحقیقت  
 متاخرین کے تفہیم باریہ کے حکم میں ہیں اسلیے ہم انوقت تسلیم کریں جسکے متاخرین میں کینی تحریف کو تسلیم کر لیں  
 کہول اللہ ہماری پاس بہر بعض متاخرین کے یہی تصریح موجود ہے ملاحظہ فرمائی اور انسان کبھی  
 آپ کے قبل و کعبہ رسالہ بارہ ضعیفہ میں فرماتے ہیں۔ چون این نظم قرآن نے مظہر ثانیست میران





تسیم روایات مثبہ تحریف معتقد و قائل میں۔ ان اگر مجتہد المتشیعین کو شک و تردید ہو تو اس امر میں ہے کہ وقوع تحریف کیونکر ہوا چنانچہ منجملہ محتملات کے آپ کی حضرت مجتہد صاحب کے راوی میں وقوع تحریف کا ایک یہ بھی احتمال ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود اندی ورا کہ دو طرح مرتب کیا ایک وہ جو تمام کامل تھا اور دوسرے مخصوص اسماء و اسماء ناقصین درج تھی اور ہر ایک کو اپنے محرم امر کے پاس صندوق تفسیر میں دیتے رکھا اور دوسرا وہ کہ جس میں سے اسماء ائمہ اور اسماء ناقصین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود اندی ورا کہ بقصد مصلحت عام لوگوں میں ظاہر فرمایا اس حال میں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ اپنے ظاہری ایمان وفاق تیسرے ہی دست بردار ہو جائیں اور اگرچہ یہ مسخ و تحریف سزاوارتہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی فرمائی اور خود خدا تعالیٰ کے حکم سے ہوئی۔ لیکن چونکہ اس کے سبب خلفاء ہی تھے اس لیے تحریف کو ان کے مرتب کرنا بجائی خود ہے۔ سبحان اللہ واہ واہ۔ حضرت مجتہد العصر حاضر نائب الامام الثانی کے کیا تحقیق حق کی داد دی اس نتیجہ میں کیا جو امر ناگہانی اور کیا موتی پردی ان کے اولیاء و اتباع پر حقد و تازی کرین بجا ہے اور جتنا فخر و مائیں زیبا۔ سیری زبان و قلم میں طاقت نہیں کہ اس کی تعریف اور صف کر دے اور نہ اس قدر گنجائش وقت ہے کہ حضرت مجتہد کی خوش فہمی اور کمالات علمیہ کو ظاہر کر دے مگر انفس اسکا ہر کجا وجود و علوم مرتبہ تحقیق پر خدہ و قی تشیعین کے شہادت کے موافق کا ذرا ہر چہ اور ہمارے فاضل فی طب کے مذاق کے موافق دائرہ ایمان سے خارج کیونکہ ہمارے فاضل محکم نزدیک اہل ایمان کا اجماع عدم تحریف پر ہے تو معلوم ہوا کہ جو لوگ تحریف کے قائل ہیں وہ اہل ایمان سے خارج ہیں تو ثابت ہوا کہ مجتہد صاحب اور کلین و ارقمی وغیرہ جو اکابر اہل تشیع ہیں وہ فاضل محکم کے شہادت کے موافق اہل ایمان میں شمار نہیں کیے جاتے۔ فے الواقع ہمارے فاضل فی طب نے جو یہ سبب تحریر فرمایا ہے ”کتاب اللہ کی تعلیم و تکریم و تقدیم اجماع اہل ایمان کے حاشا کہ اس میں کچھ بھی خلاف و موافق و مطابق واقعہ انفس الامر کے ہے و قضیہ خبریہ۔ حق بر زبان جاری شود و کاسعد و شیک ہم ہی آتے ہیں کہ کتاب اللہ کی تعلیم و تکریم و تقدیم اجماعی اہل ایمان میں جو لوگ اہل ایمان

حاشا کہ او نہیں کتاب اللہ کی نسبت کچھ ہی اختلاف ہوا درجو لوگ اس میں اختلاف کرتے ہیں  
 بیشک وہ اہل ایمان سے نہیں جو قرآن کریم عند الناس موجود ہے جو اہلسنت کے پیچھے  
 کی لوگ زبان ہے بلا کم و کاست یہ وہی قرآن ہی جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا  
 اور بلا تقدیم و تاخیر اسی ترتیب کے ساتھ ہی جو ترتیب کہ لوح محفوظ میں آگے نازل میں باعتبار تسلسل  
 تقدیم و تاخیر ہوئی۔ پس جو شخص یہ کہہ کہ اس میں کسی نوع کی تحریف ہوئی وہ چھوٹا بلکہ دائرہ ایمان سے  
 خارج ہے۔ اے اللہ کہ یہ مضمون جو ہم تجھ سے لال سے ثابت کرنا چاہیے ہوتا وہ فاضل علیہ السلام  
 اعتراف سے ثابت ہو گیا ہم اس عنایت کے شکر گزار ہیں۔ دلاویہ کہ ہماری فاضل مخاطب صاحب  
 منہج الکلام و صاحب تحفہ اکرام اللہ نہ لہما کی نسبت یہ اعتراض نہایت طعن و تشنیع کے ساتھ فرمایا  
 کہ وہ بلا دلیل کافی کلینی اور تاریخ ابن قتیبہ کو شیعہ کے نزدیک قرآن سے زیادہ صحیح اور معتبر فرماتے ہیں اور  
 کچھ نہیں شہر مانتے۔ پس اس کا جواب اگرچہ اہل فہم اس بحث سے سمجھ گئی ہو گا لیکن مناسب معلوم  
 ہوتا ہے کہ مختصر یہ قدر تفسیر کیجاوے جس سے صحت و اعتماد کا مدار اس پر ہے کہ سلسلہ  
 سند کا اصل اخذ کیا معتقد اور قابل طمانیت ہو جو قدر اس سلسلہ میں وثوق زیادہ ہو گا اور سلسلہ  
 متن میں صحت و اعتماد زیادہ ہو گا یہاں تک کہ ایک بدولت درجہ قطعیہ کا بھی حاصل ہو سکتا ہے  
 اور جو قدر اس میں کمی اور کوتاہی ہوگی اور معتقد متن میں عدم صحت و اعتماد ہوگا۔ پس اب قرآن  
 شریف کے سلسلہ سند کو بنا بر اصول شیعہ ملاحظہ فرمائی کہ اگرچہ اس کی طرف عنایت و اہتمام شدید ہو  
 اور وواعی و اقرہوں اور سہو و مدرس شائع و نایع ہوتا ہم قرن اول میں ہو لوگ منہج اس سلسلہ  
 سند کے تھی اور جو لوگ بلا واسطہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اخذ کرنے والے تھے  
 اور ضحکویا علیہ تھا کہ او کی علیہ کے مقابلہ میں سیکو چون کرنے کی گنجائش تھی اور انہوں نے مجمع ہو کر قرآن شریف  
 جمع کیا اور سیکو اس میں شریک کیا عوافی و اولیائے کے کہ اول تشیع کی نسبت بیان کرتے ہیں انکو جمع و تالیف  
 ہر ذی عقل کے نزدیک ہر قابل اعتبار و لائق طہینان کے نہیں سمجھی جاتی یہی وجہ ہے کہ شیعہ انکو روایات کو جو  
 صلی اللہ علیہ وسلم روایت کرتے ہیں صحیح نہیں سمجھتی۔ اگر انکی نقل قابل اعتبار کے ہے۔ تو کیا وجہ ہے کہ قرآن میں

قرآن شریف میں جو روایات ہیں انکی نسبت یہ کہ شیعہ کے نزدیک قرآن شریف میں

اور ان کے منہ روایت کو صحیح اعتبار کیا اور حدیث میں صحیح کیوں نہیں تسلیم کرتے حالانکہ قرآن اہل  
 بالا احتیاط تھا۔ اور یہ اس صورت میں ہے جبکہ یہ تسلیم کیا جاوے کہ اگر نے تفسیر کے اعتبار سے  
 ہمیشہ اس قرآن کے معنی و ثنائی ہوا کہ اس کی تحریف اس کے نسبت کچھ نفرا یا ہر تب باعتبار  
 فساد سند کے قابل تسلیم صحت نہیں لیکن علاوہ خرابی سند کے جب یہ ہی اس کے ساتھ منضم  
 کیا جاوے کہ اگر ہمیشہ اپنے اپنے زمانہ میں اس کو محرف فرماتے رہے اور اپنے شیعیان خاص  
 اس امر مخفی پر متنبہ کرتے رہے تو اس حالت میں یہ قرآن اعدل تشیع پر مرکز قابل اعتناء نہیں ہو سکتا  
 اور نہ اس کی صحت تسلیم کیا جاسکتی تھی قرآن شل دن احادیث کے ہو گا جو بواسطہ ان صحابہ کے  
 مردی ہوں اور ان کے مذہب اللہ نے کی ہو جیسا شیخ کے نزدیک اس کا اعتبار نہ ہو گا اس طرح قرآن  
 ہی اعتبار نہیں کیا جاسکا۔ اس کے بعد کافی وغیرہ کتب معتبرہ فوم کو سمجھئے اور ان کے سلسلہ سند کو  
 ایک ملاحظہ فرمائی اوس میں کوئی شخص ایسا نہیں ہو گا جو مثل روایت کتاب اللہ کے غیر معتبر ہو گا جعفر  
 رد استہین وہ سب نقد و عدول الہامیہ میں تو اس اعتبار سے دیکھو کہ کلینی کی محنت کدہ کو ہر کوئی  
 غائب ہے کہ قرآن کی محنت ہی ہر جہاں زیادہ ہو گی علاوہ اس کے قرآن کے نسبت جیسا ان کی  
 مذہب مردی بجائی اس کے کلینی کے نسبت جو اقدم الاصول الاربہ ہے اللہ سر اس کی تصویب  
 و تصحیح مردی ہی چنانچہ امام زمان پر غالباً پیش ہو چکا اور ان کے ملاحظہ سے گذر چکا تو اس کا  
 صحت و اعتماد درجہ تصدی کو کچھ بڑھ گیا تو اس وجہ سے قرآن صحت و اعتبار میں اور کلینی  
 اور تاریخ ابن قتیبہ کے اعتبار میں زمین و آسمان کا فرق ہوا۔ حضرات شیخہ قرآن کی نسبت  
 دریا کا تہہ کہہ دیتے ہیں این قرآن نظم عثمانیست احتجاج بان بر شیعیان شاید تا جگہ کی کثیر  
 نسبت ہی ایسا کلمہ فرمایا ہے۔ حسب تجرید مؤخر صفائی ابو علی طبری کی تصریحات مکرر معلوم  
 ہوتا ہے کہ کتاب سیو یا اور کتاب مرنے اور وادین شہر اس کے سب قطعی ہیں ان میں کسی قسم  
 تحریف و الحاق نہیں ہوا تو مثل ان کی کتاب کافی کلینی وغیرہ کتب شہرہ کی صحت نقل ہی  
 مثل مسلم البیہد ان اور قانع عظام کے متواتر اور قطعی ہو گی اور قطعاً و یقیناً کسی قسم کے

تحریر و محقق کا اشتباہ انہیں ہرگز نہیں پہنچا نہ صاحب قواعد دینہ نے اسکی تصریح فرمائی اور  
 اور بالفرض اگر قارئین تحریف یقینی نہیں تو غشی اور اضمحلالے تو ہر تو اس صورت میں آپ ہی  
 الصفات سے فرمائی۔ کہ قرآن کی محبت اور اس پر اعتماد زیادہ ہونا چاہیے یا کتاب کافی تکلیف  
 وغیرہ پر۔ افسوس کہ آپ کو اپنی کتابوں کی خصوص اور اپنے علماء کی تصریحات کی ہی واقفیت نہیں  
 پہر اس پر حوش و خروش یہ کہچہ کہ علماء اہل سنت پر علم کیلئے اور اس پر اس ہمارے گذارش سے سچے لیا ہوگا  
 کہ صاحب منہج الکلام اور تحفہ رحمۃ اللہ علیہما نے جو کچہ تحریر فرمایا ہے کہ کتاب کافی تکلیف  
 یا نایز ابن قتیبہ یا بیج البلاغت وغیرہ شیعہ کے نزدیک کتاب اللہ سے زیادہ صحیح اور معتبر ہیں وہ  
 مطابق واقع کے ہیں اور بلا دلیل نہیں ہیں لیکن صرف اسکو بدیہی سمجھ کر دلیل سے محروم نہیں کیا  
 پس اس پر ہمارے فاضل مخاطب کا اعتراض آکر خوش فہم اور حیا و شرم پانے سے ناشی ہے۔ محمد  
 کہ ہم اپنے دعوے میں سچی ہوئی اور تحریف کا سہارا شیعہ سے ہونا بدلائل واضح ثابت ہوا ہے جو اس  
 سننی کے منظر میں۔ **قولہ** اور اگر آپ کے علمائے کتاب اللہ کا محرف ہونا اسلیے ہماری طرف  
 منسوب کیا ہے کہ ہمارے بعض روایتوں میں وقوع تحریف تفسیر قرآن وارد ہے تو سنی روایات مذہبی  
 پر کسے امر کا لازم ہونا اور شی ہے اور تصریح اس مذہب والوں کی اس لازم امر پر اور چیز ہے۔ ان  
 روایات تحریف سے غایۃ الامر اسکا لزوم ثابت ہوگا نہ تصریح اور ان دونوں میں بڑا فرق ہے چنانچہ  
 حضرت شاہ ولی اللہ صاحب والدہ ماجد صاحب تحفہ نے کتاب حجت اللہ البالغہ میں تصریح  
 کی ہے کہ لازم مذہب مذہب نہیں اور لازم کی نسبت لزوم کے فائل کو حکم الہی لازم ہوتا ہے تصریح کی ہو  
 جائے نہیں ہے اس کتاب کی یہ عبارت ہے۔ فان قل یلزم من الاختلاف فی کونہ  
 سببانہ فی جہتہ انیکون حادثا قلنا لا لزم المذہب لیس مذہب لا الحسمۃ حانوت  
 بانہ متعاکف جہت و جازمون بانہ قد یمزانی لیس بحدوث فلا یجوز ان یمسک  
 مذہب من یصرح بخلافہ وان کان لازما لہو قولہ۔ اور ائمہ اہل سنت نے ہی یہ ہی  
 کہا ہے کہ لازم مذہب مذہب نہیں ہے۔ پس جب آپ کے علماء کے قول سے ثابت ہو گیا

کہ لازم مذہب مذہب نہیں تو ایک ہی کہنا کہ سلمات شیعہ سے ہر غلط محض ہوا۔ اقول  
 سبحان اللہ ہمارے فاضل مخاطب نے کیا روشن اور دلچسپ اور کفایت مند اور فوری دلیل بیان فرمائی  
 ہر کوہان میں اہل انصاف اور کدہ میں اہل عدل و داد کو اس دلیل پر ہمارے فاضل مجیب کو داد دیں  
 اور شاباش کہیں اگر غیبی آئے گا اس عام اس تحریر کے تقریباً بہر ہی کیفیت ہے مگر یہ ایسی دلیل ہے  
 کہ شاید ہی دوسرے کوئی ہونگی جسے بالکل آپ کے علم و فہم کی قلعی کھول دے اور آپ کے علمی اور فصاحتی  
 و عنونچائی اور ہنر و دیا۔ انوس کہ یہ دلیل صدوق اہل تشیعین اور مرتضیٰ و طوسی وغیرہ صاحبان کو  
 نہ سوجھو و نہ شدت فرج سے حجب نہیں کرتا وہی ترک کا قصد ہیں آتا اس ایک نکتہ میں ہر  
 اشکالات حل ہو گئی صدق اعتراضات دفع ہو گئی جب کہے خصم نے کوئی آیت یا روایت  
 ہیں کہے چھٹ کہہ دیا کہ یہ قابل احتجاج نہیں کیونکہ لازم مذہب ہے اور لازم مذہب اور مذہب  
 بڑا فرق ہے۔ یہ تو سب کچھ مگر ایک ہمارے فہم میں نہیں آیا کہ مذہب کس کا نام ہے اور اس  
 جانور کو کہتے ہیں کیا مذہب وہ نہیں ہے جو خدا تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ارشاد فرمایا  
 کیا مذہب اس کا نہیں کہتے جسکی رسول نے تصریح کی کیا مذہب اس کا نام نہیں جو ائمہ سے  
 ملکر بعد و دیگرے بتواتر غیر متضاد و دل تابیت ہوا اگر یہ عین مذہب نہیں ہے اور لازم مذہب ہر  
 تو کیا عین مذہب وہ ہر جو خاص ابو بکار و ابو بصیر کے زبان و قلم سے نکلا ہو کیا عین  
 مذہب وہ ہر جو خاص صدوق و طوسی وغیرہ نے ایجاد فرمایا ہو۔ پھر اس پر طرفہ تماشا یہ ہے  
 کہ روایات کی مدلول مطابقتی کو روایات کا لازم سمجھتے ہیں اور روایات مذہبی ہوتا تسلیم کرتے  
 ہیں۔ اور یہ اطفال مدرسہ پر ہی مخفی ہو گا کہ مدلول مطابقتی بلکہ ضمنی تک لازم نہیں ہوا اگر اہل  
 روایات کو مذہبی کہنا اور اذکر مدلول مطابقتی کو لازم تصور کرنا ایک ایسی بدیہی غلطی ہے جس سے  
 شاید فارسی خوانوں کو بھی حرم آئے اور ادب نے طلباء کو بھی حار و ننگ ہوا اور انوس کہ ہماری  
 فاضل محض جب کا مایہ اختصار و دنا ہر مصلح بہ بین تفاوت رہا از بحاسن تا بحجاب پس یہ  
 قدر مرستہ بہل رنج ہے اور یہ ہستہ لال کل بنوا ویر ہی اگر اس کو ابطال کے واسطے

من مذہب اور مذہب کی تفسیر۔

کسی دلیل کی حاجت نہ تھی کیونکہ خود بدائتہ باطل ہے لیکن تاہم مزید اطمینان کے لیے ہم اسکا  
 بطلان ولائل واضح سے ہی ثابت کرتے ہیں۔ اولاً یہ کہ عین مذہب عموماً اہل اسلام کا وہی ہی  
 جو حکم کتاب اللہ اور احادیث رسول اللہ سے قطعاً یا تلقائاً روایت صحیحہ ثابت ہو اور خصوصاً شیخ کے  
 نزدیک جو حکم اس طریق کے ساتھ ائمہ سے ہی ثابت ہو وہ ہی عین مذہب ہی پس جو حکم رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم یا ائمہ سے پسند مختبرہ یا کتاب اللہ سے ثابت ہو گاہ عین مذہب ہو گا۔ علماء  
 واکابر مذہب کو اگر اسی میں دخل ہے تو اسقدر ہے کہ یہ سلسلہ نہ جسکو واسطہ سے یہ حکم ہم تک پہنچا  
 قابل اعتماد ہے یا نہیں یا یہ کہ کسی دوسرے حکم کے سبب جو بدعت اسکی قوی ہے یہ حکم  
 مآول اور مصروف عن الظاہر یا ساقط ہے کہ نہیں یا یہ کہ بائتر اک علت اس سے اور جزئیات کیا کیا  
 پیدا ہوتے ہیں بخیر ان چند باتوں کے علماء مذہب کو مقصود روایات مذہب کے تغیر و تبدل اور سبب  
 اور غیر مذہب ہونے میں کچھ دخل نہیں ہے۔ پس یہ کہنا کہ روایات کا مدلول لازم مذہب ہوتا ہے  
 منہر غلط اور تو ہے جب کوئی روایت باعتبار اپنے سلسلہ سند کے صحیح ہے اور کسی دوسرے  
 قوی وجہ سے مصروف عن الظاہر نہیں ہے تو وہ عین مذہب خواہ اسکی نسبت کوئی تصریح کرے  
 یا نہ کرے بلکہ اگر اسکی خلاف کوئی تصریح کرے وہ باطل اور غیر سموع ہے بلکہ اگر اسکا ثبوت باطل ہے  
 تو اسکا خلاف بلا دلیل محذور نہ ہوگا اور جب کوئی روایت کسی وجہ سے مصروف عن الظاہر  
 ہو گئی تو اسکا ظاہری مدلول مذہب ہے نہ لازم مذہب بلکہ اسکا محمل بعید مذہب ہوگا  
 اپہم کہتے ہیں کہ تحریف قرآن ائمہ سے روایات صحیحہ متواتر المعنی ثابت ہوا ہے اور علماء  
 واکابر اہل تشیع نے ان روایات کو مستند اور صحیح تسلیم کر کے وقوع تحریف  
 کو تسلیم کر لیا ہے۔ اور جن بعض علماء نے وقوع تحریف کا انکار کیا ہے انکو پاس کوئی  
 دلیل شرعی نہیں ہے جسکو اپنے دعویٰ کے اثبات کے لیے اپنا مسئلہ قرار دین انکو انکار کی بنا  
 شکنجہ نظر اہل حق میں مبتلا و گرفتار ہو کر محض توہمات و تخیلات پر ہے انکو پاس کوئی دلیل  
 ایسی نہیں کہ جسکو وجہ سے ان روایات کو مصروف عن الظاہر تسلیم کیا جاوے انکو ہرگز

تجائز نہیں ہر کہ ان روایات کا حذف ظاہر کوئی عمل بیان کر سکیں پس جب ان روایات کے  
 نہ تسلیم نہ تضعیف کر سکتے ہیں اور نہ کسی دوسرے عمل خلاف ظاہر پر محمول کر سکتے ہیں نہ کوئی  
 حجت شرعیہ اور نہ کسی پاس موجود ہے تو ایسی حالت میں ان روایات کی کیفیت عدول ممکن نہیں ہے  
 اور یہ روایات میں مذہب ہونگے نہ لازم مذہب۔ ثانیاً یہ کہ اہل اسلام کو مسودا جو کچھ کتاب اللہ  
 میں یا احادیث رسول اللہ میں وارد ہوا اور شیعہ کو خصوصاً علاوہ اس کے جو کچھ کہ اقوال ائمہ سے  
 ثابت ہوا اس کی صحت و حقیقت کا اعتقاد و اعتراف واجب و متعمد ہے اور جو کچھ خدا تعالیٰ اور رسول  
 اور ائمہ نے خبر دی اس کے تصدیق واجب اور انکار ہرگز جائز نہیں کیونکہ اوہین کذب کو دخل  
 نہیں جب ائمہ نے بتواتر وقوع تحریف کی خبر دی پس وہ خبر با مطابقت واقع ہے ہر یا نہیں اگر  
 مطابق واقع کے نہیں ہے تو اہم معصوم کے کلام میں کذب لازم آیا اور یہ محال ہے تو ثابت  
 ہوا کہ مطابق واقع کے ہوگی تو اس کا اعتراف حقیقت اور اعتقاد و وقوع واجب ہوا خواہ وہ ہمیشہ  
 یا لازم مذہب ہے۔ ثانیاً یہ کہ اگر آپ کا فرمانا صحیح ہے اور مذلول روایات لازم مذہب ہیں  
 اور لازم مذہب موجب طعن و مواخذہ نہیں ہوتا تو آپ کے قتل و کتبہ مولوی دلدار علی نے عمداً  
 میں بڑی سخت غلطی کہا ہے کہ وقوع تحریف کو بنا بر اقتضای روایات کے یقینی بیان فرما کر  
 اس کے محتملات کے بیان کی طرف متوجہ ہوئے جب وقوع تحریف لازم مذہب ہو کر قابل  
 اعتبار ہے نہیں ہوتا تو اس کے یقینی ہونے کے کیا معنی اور اس کے محتملات بیان کرنے کی  
 کیا ضرورت غالباً مجتہد صاحب کو یہ خبر ہوگی کہ مذلول روایات لازم مذہب ہوتا ہے  
 یا یہ بچا جاتے ہونگے کہ لازم مذہب قابل التفات و بیان تا دیلات نہیں ہوتا۔ بہر کیف یہ برطان  
 خاص ہمارے فاضل مجیب ہی کا حصہ ہوگا جو اہلسنت کے دلائل کے منہ و تحریف کرنے سے  
 حاصل کیا پہلے اس کے شیعہ میں سے کیونکہ غالباً یہ دلیل جو روایات میں ہے جہل  
 ہوئی ہوگی۔ راجعاً اگر اس قاعدہ کو ٹوٹا جاری کیا جاوے تو صدقات و اعتراضات اہل تشیعہ  
 کو اس قاعدہ کے موافق ہی باعتراف سامی لغو اور جہل ہو جائیگا۔ بلکہ بر محمد و ذہبی و

اسلام ہو کر تمام عملیات و اعتقادات کا انکار کر سکتا ہے۔ اور جب کوئی حکم شرعی عملی یا اعتقادی آپ اور پیروں کے لئے لازم کرے۔ یا کسی شریعت کی خبر کی تصدیق کر دین وہ کہہ سکتا ہے کہ یہ لازم مذہب کے مذہب نہیں پس اسکا جواب آپ اور اسکو کچھ نہ دیکھیں اور بخیر اس کے کہ اپنا سامو نہ لیکر چلے ہو چا دین اور کچھ جواب نہ دیجئے۔ غرض ہمارے فاضل مجیب نے جو یہ جملہ تحریر فرمایا ہے (ان دلیا) تحریف سے غایۃ الامر کا لازم ثابت ہو گا نہ تصریح اگرچہ یہ تمام دلیل ہے عجب العجاب ہے۔ لیکن خاص کر یہ جملہ تو عجب اشحو کہ روزگار ہے کیونکہ جو امر و ایات کا مدلول مثلاً بقول بھارت النص ہو اسکی نسبت یہ کہنا کہ یہ ان روایات سے بصراحت مستفاد نہیں عجب طرح متاثر ہے کلمہ سوائے ہمارے فاضل مجیب یا دیگر اولیاء کے اور کس کے شایان شان ہو سکتا ہے۔ اگرچہ اسجگہ بہت کچھ لکھنے کی گنجائش تھی اور دل چاہتا تھا لیکن چونکہ اس فاضل غلطی ہے جس پر حاجت استدلال کے بھی نہیں اور خوف تقویٰ سے منع ہے اسلئے صرف اس قدر قلیل برکت فرمایا ہوں اور اپنے فاضل مخاطب کو متنبہ کرتا ہوں کہ حضرت بے شک یہ قاعدہ صحیح ہے کہ لازم مذہب عین مذہب نہیں اور حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ جو مثال تحریر فرمائی وہ اپنے مثل کے مطابق ہے اگرچہ یہ کا عین مذہب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ جہت میں ہے اور یہ اگرچہ مستلزم حدوث کو ہے اور اسکو لازم یہ امر ہے کہ خدا تعالیٰ شانہ حادث ہو لیکن اس حدوث کو محض اس استلزام کی وجہ سے اذبحا عین مذہب نہیں کہہ سکتے۔ مان اگرچہ مسئلہ مثلاً قرآن شریف کے قائل ہوں اور بعض مخالفین کو کہتا ہوں کہ جبکہ مدلول مطابقی حدیث و شریعت ہو اور کئی دلیل صرف الظاہ ہی ہو تو یہ اذبحا عین مذہب کہہ کر اونپر لازم کیا جاسکتا ہے اور پھر اسکو جواب میں یہ عذر کریں کہ یہ عین مذہب نہیں بلکہ لازم مذہب ہے تو یہ عذر ہرگز مسوع نہ ہو گا۔ بخلاف ما نحن فیہ کے کہ تحریف قرآن لازم مذہب نہیں بلکہ عین مذہب ہے کیونکہ اگر یہ لازم مذہب ہو تو اسکی لیے ملزوم ہی ہونا چاہیے جو عین مذہب ہے اور وہ بخیر روایات کے جبکہ مدلول مطابقی تحریف قرآن اور کوئی ملزومیت کو صالح نہیں اور ظاہر ہے کہ مدلول مطابقی لازم ہو سکتا ہے اور نہ دال ملزوم ہو سکتا ہے پس سجدہ لازم متحقق ہے



نہ لازم ہے نہ لازم مان اگر ہمارے فاضل مخاطب اپنے خوش نہیں سے یہ فرامین کر دیات  
 عبارت نفس الفاظ سے ہے اور معانی نہ الفاظ کے لیے عین ہے نہ خبر بجز بامان ہے نو بواہط  
 وضع کے لازم ہوئی تو حضرت کے ہمہ والی سے کچھ عجب نہیں اور جب لزوم اور لازم و ملزوم  
 مستحق ہوئے تو ہمارے فاضل مخاطب کا دعویٰ بالکل لغو ہو گیا اور ثابت ہوا کہ تحریف قرآن  
 اصول تیش پر عین مذہب ہے پس جو بندہ نے دعویٰ کیا تھا کہ تحریف قرآن کلمات سے  
 ہے مجبوزی ثابت ہوا کہ حدیث علی ذلک **قولہ** اور نیز اگر یہی بات ہے کہ ایسی روایات کا  
 وارد ہونا اس امر کا مسلم ہے تو آپ کے نزدیک ہی کتاب اللہ کا محو ہو یا مسلم ہے کیونکہ ان روایات  
 میں اہل حق ہر شے پر نہیں ایسی روایتیں تحریف و تغیر و حذف و اسقاط و تبدیل کل کیلئے و حرفی بحرانی  
 اہلسنت کی کتابوں میں ہی ہر وی میں اگر اس کی تفصیل آپ چاہیں تو اسے قصار الاغانی و منتخبی الکلام  
 میں ملاحظہ فرمائیں **اقول** یہاں تو ہمارے فاضل مخاطب نے انصاف کا خون ہی کر ڈالا  
 اور ذرا شرم و حیا کو کار فرمایا اور یہ بھی کیا کریں جب ان کے اسلاف ہی اسی راہ سے گئے ہیں تو انہوں نے  
 جیسا اونکو پایا ادھنیں کے قدم بقدم یہ بھی جلتے ہیں۔ پس سنی کہ یہ محض ان کی اور آپ کے ادون  
 اسلاف کی خوش فہمی ہے جنہوں نے اہلسنت کی طرف اس کذب و افتراء کو نسبت کیا ہے  
 حالانکہ یہ بد اہمہ ناظر ہیں کیونکہ قاطبہ جمیع اہلسنت متفق ہیں کہ اصل ماخذ دین کتاب اللہ و احادیث  
 رسول اللہ ہے اور میں مذہب وہ ہے جو ان سے ثابت ہوا نہ اجماع و قیاس سوا اس کی قیمت ہی سہو ہے  
 ہے کہ ان کو کہتا دہی کتاب و سنت کی طرف ہے۔ اکابر دین میں سے کیا قول اگر سبتر  
 ہے تو اویس وقت سبتر ہے جبکہ ان کا ہمتا کتاب و سنت کی طرف ہو اور اگر مسلم ہو کہ یہ  
 مستند نہیں ہے تو وہ نہ عین مذہب ہے نہ لازم مذہب ہے ہر طرف ہر ہے کہ تحریف قرآن  
 اگر واقع ہوئے تو بعد وفات جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے واقع ہوئی  
 ہوگی سوا اس کی خبر خداوند تعالیٰ نے اپنی کتاب میں نہیں بلکہ یہ شافعی و مالک و شافعیون  
 اور باحقین ہم اسکے لیے بہت گھبران ہیں۔ ۱۲۔

اور فرمایا واللہ لکتاب عزیز لا یأتیہ الباطل من بین ید یمویلا من خلق نازل من  
 حکیم حمید حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم نے اپنے احادیث میں کہیں اسکی اطلاع نہیں فرمائی اگر  
 اسکی تصدیق کجاوے تو کیونکر کجاوے اگر آپ یہ اعلیٰ من فرامین کہ صحابہ کے اقوال و روایات  
 ہو سکتا ہے تو ہم عرض کرتے ہیں کہ ادل ہم صحت روایت کو تسلیم نہیں کرتے سنا لیکن یہ  
 معارض ہر آیتین و امارہ حافظوں اور لایہ الباطل سے اور شیخ اپنی روایات کو بخاری و ترمذی کے  
 باطل نہیں کر سکتے کیونکہ اسکا جواب خود مفسر صافی نے دیدیا ہے اور یہ جھگڑا چکا دیا ہے وہ  
 فرماتے ہیں کہ اصل قرآن جو تمام جناب امیر نے جمع کیا تھا اور ائمہ کے پاس کے بعد دیگرے  
 چلا آیا مکمل ہے اور میں نہ کسی قسم کی تحریف ہوئی نہ امکان لیکن یہ قرآن جو عام مشہور ہے اس میں  
 تحریف ہوئی تو گویا صحابہ نے اپنی کتابت میں تحریف کے نہ اصل قرآن میں قطع نظر اس سے  
 قرآن مجید کا ثبوت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر آج تک ہر زمانہ اور ہر قرن  
 میں نقل عدول و ثقات اس کثرت سے مروی ہوا چلا آیا ہے کہ اس کے کسی کلام یا کلمہ یا حرف  
 یا حرکت و سکون میں شک و تردد کو گنجائش نہیں اس میں اعلیٰ درجہ کا ثبوت و تحقیق ہے غرض اسکو  
 حرف و حرکات و سکانات تک وہی ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے صراحت  
 ہوئی۔ پس اسکی مخالفت کسی صحابی سے کوئی قول منقول ہو ہی تو وہ بضرع تسلیم صحت اسکا مستلزم  
 نہیں کر سکتا۔ اور نیز اگر بالفرض کہے صحابی سے مروی ہو تو ممکن ہے کہ غلطی ہوئی ہو ہم کہیں  
 کہیں کہ صحابہ معصوم ہیں چنانچہ آت شاذہ و مشہورہ اسکو شاہد میں۔ پس اہلسنت کے نزدیک  
 تحریف کا تسلیم ہونا تو ایک طرف اہلسنت کے اصول و قواعد کے موافق تحریف کا شاہد  
 اور راہبہ ہی خارج از امکان ہے۔ حضرات شیعہ کو جب کچھ چارہ نہیں ملتا تو اس طرح دلی حسرت  
 نکالتے ہیں کہ کذب و افتراء تحریف کو اہلسنت کے ذمہ لگاتے ہیں کبریت کا منہ تخرج من افواہ ہم ان  
 لیتولوا الا کذباً یہ تو جواب اجمالاً تھا اور تفصیلاً اپنے تفصیل احادیث و روایات کے تحت چلے فرمائی گا  
 قول مگر نشتی نمونہ خروارے دو تین میان ہی لکھے جاتے ہیں۔ فضہا مانے

الدر المنثور للسيوطی احتجاج ابو عبیدہ وابن القریسین وابن الانباری فی الخصا عن ابن عمر  
قال لا یقولین احدکم قد اخذت القرآن کلمۃ ما یدرہ ما کلمۃ قد ذهبتہ قرآن کثیر لکن  
یقل قد اخذت ما ظہر منہ انتہی۔ دیکھی آپ کے جناب ابن عمر صاحب قرآنین نقصان  
کثیر کے وقوع کے قائل ہیں اور غایت شفقت اور نصیحت سے اور آدمیوں کو دعویٰ اخذ تمام قرآن  
منہ فرماتے ہیں انکر ثانیین ہی فرمائی کہ کتاب اللہ کو جسکا حافظ خود خداوند حقیقی تبارک و تعالیٰ  
ہو معرفت بہتر ہیں۔ **اقول** جناب میر صاحب گستاخی معاف آپ پر اور انکو اور ان بزرگوں پر  
جنہوں نے یہ روایت اور اس قسم کی دوسری روایتیں ثبوت تحریف میں پیش کی ہیں کلمہ و فہم کا  
خاتمہ ہو چکا ہے افسوس کہ آپ یہ بھی خیال نہیں فرماتے کہ جس مطلب کے ثبوت میں ہم روایت  
پیش کرتے ہیں قطع نظر اسکی صحت نقل و رسم صحت کے اسکی کچھ بھی دلالت نہ ملے  
ہو نہیں یہ روایت جو جناب سامی نے نقل فرمائی ہے اس میں وقوع تحریف پر نہ دلالت ملے  
ہو نہ تضمنانہ الزام نہ اشارۃ نہ دلالت نہ اقتضار۔ کی طرح ہی اس سے وقوع تحریف مفہوم نہیں ہوتا  
حضرات کی کمال ہی خوش فہمی ہے کہ اس سے وقوع تحریف سمجھتی ہیں۔ اس میں قدوس مسئلہ منہ  
قرآن کثیر واقع ہے جسکو آپ تحریف پر وال سمجھتی ہیں حالانکہ یہ تحریف پر ہرگز دلالت نہیں کرتا  
کیا ذہب کے معنی یہ ہیں کہ صحابہ نے ماتمس کو دیا سبحان اللہ اس فہم پر آذین ہے پیراد سپر  
دعویٰ کیا کیا کچھ۔ اب سنی کہ تمام المہنت کا فائدہ اس پر متفق ہیں اور اسے جامع رکھتے ہیں کہ یہ قرآن  
جو المہنت کے پاس موجود ہے اور جسکو حفظ کرتے ہیں حرف بحرف وہی قرآن ہے جو حضرت سلی اللہ  
علیہ وسلم کی زبان مبارک سے صادر ہوا اور اسی ترتیب کے ساتھ ہے جس ترتیب کے ساتھ لوح محفوظ  
میں ہے۔ اس میں جعفر آیات کی کمی بیشی ہوئی وہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے  
رازیہ میں واقع ہے جعفر زانان کی کمی بیشی ہوئی کئی اور جعفر منسوخ ہوئی یا بیلار گئی وہ کمی بیشی ہوئی  
آخر میں یہی قرآن جو المہنت کے پاس بقبرۃ سیدہ زہرا کی ہوئی یا بقبرۃ سیدہ زہرا کی ہوئی یا بقبرۃ سیدہ زہرا کی ہوئی  
بیشی ہوئی یا نہ یہ ممکن کہ اس میں کوئی شخص کو رسم کا تغیر بدلان نسخ تحریف کر مگر المہنت کے

روایات اہل سنت پر مبنی قرآن کے اس تنازع کا جواب

نزدیک یہ انجمن سہ ماہی و تمنعات کی ہے۔ اور اہلسنت کے نزدیک نسخ تین طرح پر کیا ہے  
 میں واقع ہوا ہے ایک تو یہ کہ حکم نسخ ہو گیا ہے اور تلاوت باقی رہ گئی دوسری یہ کہ تلاوت انفاظ  
 نسخ ہو گئی اور حکم باقی ہے۔ جیسی آیت الرجم۔ تیسری یہ کہ لفظ اور حکم دونوں نسخ ہو گئے  
 پس ہمارے فاضل انجلیط نے جو روایت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل فرمائی اور اس کو  
 ظاہر سنتے ہیں۔ کہ بہت سا قرآن جو نازل ہوا تھا وہ نسخ ہو گیا اور جاننا رہا تو کوئی یوں  
 نہ کھڑا کہ میں سب قرآن منزل پر حاوی ہو گیا کیونکہ نسخ شدہ اس سے خارج رہیگا۔ اور اس کی ہرگز  
 یہ متعین نہیں ہو سکتی کہ بعد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے یا کسی شیخین سے کرم کر دیا  
 یہ حضرت مجیب اور انور علمائے متکلمین کی خوش فہمی ہے۔ **قولہ** اور سنی آپ کے علامہ سیوطی  
 اتقان میں فرماتے ہیں قال ابو عبیدہ حدثنا اسمعیل بن جعفر عن المبادی  
 بن فضال عن عاصم بن ابی الجود عن زید بن جحش قال قال ابی نضر کعب بن جحش  
 سورة الانحراب قلت اثنین وسبعین ایت قال انکانت لتکت سورة البقرہ وان  
 کنا لتقر فیہا ایۃ الرجم قال اذا زلیا الشیخ والشیخۃ فاجھوھا البتۃ نکالامت اللہ  
 واللہ عنہ حکیمہ دیکھو اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ سورہ انحراب سورہ بقرہ کے برابر تھی  
 اور اب بہتر بہتر آیتوں سے زیادہ نہیں ہے **اقول** اس روایت کا حال ہی مثل  
 سابقہ روایت کے ہے اس میں کہیں تحریف کے ثبوت کا نام و نشان ہی نہیں ہے یہ ثابت  
 کیجئے کہ یہ کبھی بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے یا کسی شخص کے سے اس قسم  
 روایات سے یہ مدعا کسی طرح غورم نہیں ہوتا بلکہ اس روایت میں جو حکم ہوا وہ اس کا محمول  
 وہ ہی نسخ ہے جو عرض کیا گیا اس سے تحریف سمجھنا حضرت کے اور حضرت کے اسلاف کی خوش  
 فہمی کی دلیل ہے **قولہ** اور راعب اصفہانی محاضرات میں کہتے ہیں وقالت عائشۃ  
 کانت الانحراب تقرأ فی زمن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما معنی ایۃ فلما کتبہ  
 عثمان المصاحف لم یقرأ الا علی ما ثبت وکان فیہا ایۃ الرجم **اقول** یہ روایت صریح

آپ کے دعا کے مخالف ہر گز اٹھوس آپ کو اتنی ہی فہم نہیں کہ یہ سمجھ سکیں کہ یہ ہماری دعا کے  
 موافق ہے یا مخالف یہ عبارت قلم الکاتب عثمان الصحاح لم یقدر الا علی ثابت مریم  
 دال ہے کہ جب باوجود تلاش و تتبع کے اس سے زیادہ پندرت ہوئی تو کلام ہوا کہ خداوند تعالیٰ  
 اس کو منسوخ فرما دیا اور بنیاد دیا اور دلونہی محو کر دیا یہ تعجب ہے کہ ہمارے فاضل مجاہد یا اینہما دعا  
 انصاف و علم تحریف صحابہ کی سمجھت میں قولہ آپ کے علامہ سیوطی اپنی تفسیر میں تحریر فرمایا ہیں  
 اخرج ابن مردويه عن ابن مسعود قال كنا نقرأ مع محمد رسول الله صلى الله عليه وسلم  
 يا ايها الرسول بلغ ما اوتىك من ربك ان عليا مولو المؤمنين ان لم تفعل  
 فما بلغت رسالته والله يعصمك من الناس اور زرا محمد بن مہدی حان بدشتانی جگہ فاضل شیعہ  
 اپنے مضامین مطالعہ العقول میں غطار المسند فرماتے ہیں کتاب مضامین النجاشی کہ آپ کے  
 خاتم الشکوک میں ازالہ الغبن میں اس سے احتجاج کرتے ہیں یہ لکھتے ہیں۔ وخرج ای ابن مردويه  
 عن ابن مسعود عن عبد الله قال كنا نقرأ مع محمد رسول الله صلى الله عليه وسلم يا ايها  
 الرسول بلغ ما اوتىك من ربك ان عليا مولو المؤمنين وان لم تفعل فما بلغت  
 رسالته والله يعصمك من الناس اور بہت اسے روایتیں آپ کے کتب معتبرہ میں منقول ہیں جو  
 طوالت نہیں کہتے۔ **اقول** اس روایت کا حال یہی ہے کہ روایات سابقہ کے ہے۔ یہ  
 بھی کہیں وقوع تحریف پر کیلچ و لالت نہیں بلکہ اس میں یہ بھی نہیں پایا جاتا کہ یہ الفاظ ان  
 علیا مولو المؤمنین قرآن مجید الفاظ ہیں اور خدا کی طرف سے نازل ہوئی۔ پس سنی کہ اولاً اس روایت  
 کی صحت مسلم نہیں سنا لیکن اس کا حاصل صرف اتنا ہے کہ ہم اس طرح پڑھا کرتے تھے اور ہم  
 کچھ ضرور نہیں کہ جو کچھ وہ پڑھتے ہوں وہ قرآن میں داخل ہو بلکہ ممکن ہے کہ یہ الفاظ رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور تفسیر کے فرمائے ہوں اور ابن مسعود یہ سمجھا کہ یہ قرآن میں داخل  
 میں تلاوت کرتے رہے ہوں سنا کہ اصل قرآن میں ہر لیکن منسوخ ہو گئی۔ مہذا ان روایات  
 کی کسی سچ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ الفاظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک

داخل قرآن تہر اور بعد وفات آپ کے جاسمین قرآن نے نکال ڈالے اور جب تک یہ نہ ثابت ہو  
تحریف کا ثبوت خیال محال ہے **قولہ** اگر ان ہی دو تین روایتوں کے نتائج پر بحث کریں  
تو طول ہو جائیگا اور پہلے ہی کب قدر طول ہو گیا ہے لہذا اور وقت پر منحصر کہتے ہیں **اقول**  
اگر دوسرا وقت جس پر نتائج روایات پر بحث کو منحصر کہا ہے یہی وہی وقت ہے تو ہم منتظر ہیں **قولہ**  
ای حضرت شیعہ کی روایتوں میں تو صرف کمی ہے داروہوگی آپ کے بیان علاوہ ایسی روایتوں کے  
جو متضمن کمی نقصان کثیر کے ہیں قرآن مجید و فرقان حمید جو مضامین و بلاغت میں معجزہ  
اور سحر غلاط پر بھی مشتمل ہے چنانچہ معالم التنزیل میں تحت آیت کریمہ لکن الواستخون فی العلم  
منہم والمؤمنون یؤمنوا بآیات الیل وما انزل من قبلک والمقیمین الصلوۃ لکما ہے  
واختلفوا فی وجہ منصابہ فحکے عن عائشۃ وبن عثمان انہ غلط من الکاتب  
ینبغی ان یصلح ویکتب والمقیمین الصلوۃ وكذلك **قولہ** عافی سقر المائدۃ  
ان الذین امنوا والذین ہادوا والصابیون **قولہ** ان ہذان لاسحران قالوا ذلک  
خطا من الکتاب وقال عثمان فی المصحف لحنًا وسقیمۃ العرب لستہما فیصل لہ الا تغیر فقال  
دعوفانہ لا یجوز حرک ولا یجوز حم لا انہما فی التہر اب غور فرمایا کہ وہ قرآن جو مضامین  
میں بلاغت میں معجزہ ہے اور جسکی تائین فاتر بسورتہ من مثلہ حق تقالے فرماتا ہے آپ کے  
یہ حضرات خصوصاً حضرت خلیفہ ثالث اس میں لحن و سقیمۃ العرب فرماتے ہیں اب تہہ شک کے یہ  
ہی تہی ہیں۔ **اقول** اگر حضرت آپ اپنی روایات سے صرف کمی کو کیوں تسلیم کرتے ہیں  
زیادتی کو کیوں نہیں تسلیم کرتے آپ کی طوسی اور طبری صاحب نے جو زیادتی کو مجمع علیہ باطل  
فرمایا ہے غلط ہے روایات سے کمی ہی ثابت نہیں بلکہ زیادتی اور تغیر تبدل اور تقدیم تاخیر کو باہر تہم  
کی تحریف ثابت ہے پھر تعجب ہے کہ آپ صرف کمی کو ہی تسلیم فرماتے ہیں کیا آپ نے روایت میں  
لولا زید فی القرآن ونقص نہیں ملاحظہ فرمایا اور علاوہ اسکو بہت سی روایات میں ہر طرف تاشا  
یہ ہے کہ اپنی کمی کو جو کمی تحریفی ہے اہلسنت کی کمی کے ساتھ جو نسخی ہیں غلط ملاحظہ فرماتے ہیں

تاکہ اس سلسلہ میں اور اس پیرایہ سے اپنا عجیب پوشیدہ رہے پس اس طرح ہر کوئی اہل سنت کے  
 روایات سے ثابت ہوتی ہے اس کے ساتھ اس کمی کو کہہ رہے ہیں کہ جو آپ کی روایات کا مدلول تو یہ ہے  
 اہل سنت کے روایات کا مدلول وہ کمی ہے جو خدا تعالیٰ نے کی اور آپ کی روایات کا مدلول وہ کمی ہے  
 جو صحابہ نے بعد حضرت مصطفیٰ ﷺ علیہ وسلم کے قرآن میں دیدہ و دانستہ کی ہے۔ فایں ہذا اس ناک  
 علاوہ ازین باوجود اس فرق و مباہلہ کے یہ جگہ کی روایات سامی و مفہوم ہوتی ہیں نہایت کم  
 وہ کمی بہت کم ہے جو روایات اہل سنت سے ثابت ہوتی ہیں اگر آپ کو تردد ہو کلینی میں ملاحظہ فرمائیے کہ  
 بسبب اختصار کے نقل روایات کو غرض نہیں ہو۔ رہا یہ اعتراض کہ پہلی روایات کے بموجب  
 باوجود معجز ہونے کے قرآن شریف اغلاط پر بھی مشتمل ہے چنانچہ لفظ المقتدین اور انصافون اور  
 ان زبان غلط تسلیم کر لیے گئے سو جواب اسکا یہ ہے کہ اول تو یہ روایت کو معتبر نہیں کیا چنانچہ  
 لفظ خلکی عن عائشہ و ابان بن عثمان تصنیف ترمذی خود اس ضعف پر دلالت کرتا ہے دوسری یہ کہ  
 سلمانیہ روایت صحیح ہے لیکن قرآن کے نقل اور اسکی صحت تواتر قطعی ثابت ہے تو بحالہ اسکی  
 صحت اوت کی اگر یہ روایت صحیح ہو ہی تاہم معتبر نہیں ہو سکتی تیسری یہ کہ یہ تلبیل اگر ہے  
 تو صرف باعتبار قواعد لسان کے ہے اور جب جمہور صحابہ اور تمام ائمہ عرہہ نے اسکو صحیح تسلیم کر لیا  
 اور اسکی صحت کی توضیحات بیان کر دی تو یہ قول خود ضعیف اور شاذ ہو گیا چنانچہ وہ عبارت جو مسلم  
 میں اس کے بعد میں مذکور ہے اور ہمارے فاضل محاسب نے ترک فرمائی ہے وہ اس پر مرجع دلیل ہے  
 اور وہ عبارت یہ ہے و علامۃ الصحابہ و اہل العلم علیہ صحیح۔ جو اتنی یہ کہ اگر حضرت عائشہ وغیرہ  
 یہ روایت نہ پونجی ہو اور انہوں نے اس اعراب کو ظاہر اخلاص ظاہر دیکھ کر اپنی رائی اور  
 اجتہاد سے ثابت یہ فرما دیا ہو کہ یہ کاتب کی خطا ہے اور اس خطبہ میں انکی رائی نے خطا کی ہو  
 تو ہم نے کب دعویٰ کیا ہے کہ وہ اپنی رائی اور اجتہاد میں خطا سے معصوم ہیں۔ پانچویں یہ  
 کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو اس پر کاتبوں کی خطا کے نسبت ارشاد فرمایا اس خطا اور  
 غلطی سے یہ مراد نہیں ہے کہ یہ لفظ غلط ہے بلکہ مراد اس خطبہ سے یہ ہے کہ قرآن است

مختلفہ میں سے صرف اگلے اہستہ یاد کر کے اوسپر تمام است کو جمع کرتے اور باقی الفاظ کو غلطی اجازت  
اور جگہ نزول بطور تیسرہ ہوتا دیکھ کر ترک کر دیتے۔ حاصل یہ کہ ترک اقتصار علی الاولیٰ میں کاتبوں نے  
خطا کی۔ پہلی یہ کہ ظاہر ہے کہ باعتبار قواعد عربیہ اگر چہ وہ عربیوں و اقصیٰ عربوں اور ان ہذا کی رسم  
اور اسکی صحت میں کچھ کلام نہیں لیکن ان کی صحت بتوجہ یہ و تاویل ہے اور مقتضیوں اور ماہرین  
اور ان ہذا میں بدون تاویل کے صحیح ہے اور باعتبار قواعد عربیہ کے اولے ہے تو ممکن ہے کہ  
کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بطریق مجاز اور اتساع فی الاعتبار کے خلاف اولے اور  
خلاف ظاہر پر خطا کا اطلاق کر دیا ہو۔ اب اوسکا جواب سنی جو روایت آپسے حضرت عثمان  
نقل فرمائی ہے جسکا مدلول یہ ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ قرآن میں لحن ہر اول تو ہم انشائیہ  
کی صحت کو نہیں تسلیم کرتے نہ عقلاً نہ نقلاً۔ انا نقلاً پس اسوجہ سے کہ یحییٰ بن یحیر اور عکرمہ  
اس روایت کو حضرت عثمان سے روایت کیا ہے اور دونوں نے نہ حضرت عثمان کو دیکھا  
اور نہ اونسے کچھ سنا ہے تو یہ روایت قابل اعتبار و اعتماد کے نہ ہے واما عقلاً پس اسلیک کہ صریح  
عقل دلالت کرتی ہے کہ جب حضرت عثمان قرآن کی جمع و تالیف کے متکفل ہوئی اور وہ  
عجائبہ کو جمع کر کے اس مہم کا سر انجام کیا تو اوسمیں اوہوں نے کوئی لفظ ایسا جو سخن و خطا ہو اور  
موجب قدح اور اعتراض کا ہوگز باقی نہ چھوڑا ہوگا۔ اوکیونکہ عقل سلیم تسلیم اور باور کر سکتی ہے  
و ایسی غلط الفاظ کہ جنہیں کسی قسم کا مفاد حاصل ہو دیدہ و نسبت قرآن میں باقی رہیں بروئی  
قل ہرگز ممکن نہیں۔ پس کوم ہوا کہ یہ روایت بالکل غلط ہے دوسری جب قرآن کے  
محرر و محرکات کا منزل سن ائمہ ہونا ثابت ہے تو اگر یہ روایت صحیح ہو ہی تاہم متواتر  
معارضہ نہیں کر سکتے اور ساقط الاعتبار ہی تیسری اس روایت کا محمل بالکل واضح اور صاف ہے  
کہ جنہیں نہ کچھ شک و شبہ رہتا ہے نہ کوئی اعتراض نہ کہ یہ روایت صحیح ہو یا حضرت  
عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا ہو تو اسکی معنی یہ ہیں کہ بے المصحف ہونا ہے تداویہ  
یعنی بعض جگہ رسم خط اس طرح پر ہے کہ اگر اوسکو پڑھیں والا اوسطرح پڑھی جطرح کہ عتبات



رسم الخط کے لکھا ہوا ہے نوہ غلط ہوگا اور تلاوت میں محن واقع ہوگا تو حاصل یہ ہوا کہ مصحف  
 میں باعث بار رسم الخط کے ایسے الفاظ واقع ہیں جنکی تلاوت میں اگر اوسط طرح پڑا جاوے تب طرح  
 لکھ دین تو محن واقع ہوتا ہے۔ چنانچہ لاؤ مجھ اور لاؤ منوا اور من بنائی المرسلین وغیرہ ذرا  
 اور طبر ہے کہ اگر یہ الفاظ بدون معرفۃ رسم الخط اوسط طرح تلاوت کی جائیں تب طرح کہ لکھی ہوئی میں دیکھنے  
 بالکل متغیر ہو جائیگی۔ اور حجاب نفی ہو جائیگا۔ اور کلمات میں ایسے حروف کی زیادتی ہوگی جو احکام  
 کی طرح داخل نہیں ہے اور تلاوت غلط ہوگی۔ پس اسکو سننے میں نہیں کہ الفاظ قرآنی یا اس کے  
 رسم الخط میں ہی غلطی اور محن ہو۔ پس یہ حضرات تبعہ کی خوش فہمی ہے کہ ایسی روایات کو بے سود  
 سمجھ کر نقل کر دیتے ہیں پھر علاوہ اسکو دین و دیانت کی یہ کیفیت ہے کہ روایات نقل میں حضرت کثیر  
 صاحب صاحب نہم وغیرہ نے اس روایت کے الفاظ کو نسخ و تحریف کر کے اپنے اعتراض کے  
 نفی اور تائید کی غرض سے کچھ سے کچھ بنا دیا ہے اور ہماری فاضل مخاطب نے ہی انہیں کی  
 تقلید فرمائی اور جو سنی سے انہیں الفاظ کو جو کشمیری صاحب نے تحریف کی تھی بڑے مارا تھا  
 کو ساتھ نقل کر دیا۔ حالانکہ وہ سراسر غلط ہیں اب میں عرض کرنا ہوں کہ اصل کیونکر تھی اور پھر  
 زائنین کسم تحریف فرما کر اپنے مدعا کے موافق کیونکر بنایا۔ اصل الفاظ یہ تھے **وَقَالَ عَمَّا**  
**ارے المصحف لحنًا و مستقیمہ العرب بالسنتمہ** اس میں لفظ مستقیمہ مینہ مضارع کا ہے  
 اب افعال ناقصہ میں اور اسہر حرف میں استقبال فریب کی سی داخل ہے اور ماضی ضمیر آخر میں لاحق ہے  
 جو راجع الی اللہ ہے جبکہ معنی یہ ہیں کہ عرب اسکو اپنے زبانوں کے ساتھ تلاوت میں یہ  
 اور شیک کر لینگے چنانچہ بعض روایات میں ان العرب ستعربہا بالسنتمہ مردی ہے اور  
 بعض روایات میں تقیمہ وارد ہے چنانچہ شیخ ابو عمر عثمان بن سعید بن عثمان المقرئ نے  
 اپنے کتاب رسم الخط میں یہ روایات نقل کیں ہیں پھر اسکو حضرت مرزا کشمیری صاحب وغیرہ  
 اور ہمارے فاضل مخاطب نے نسخ و تحریف فرما کر اسطرح بنا یا کہ حرف سین اصل فرما دیا  
 کیا اور حرف تا علامت مضارع کو حذف فرمایا اور اسے ضمیر کو نامی تانیث سے بدل کر لفظ

قرآن میں جسکے الفاظ اور اس کے الفاظ کی روایات

سقیمہ مادہ سقم باب سقم سقم سے صیغہ اسم فاعل یا صفت شبہ کا بنایا جسکے معنی یہ ہو گئی  
 کہ قرآن میں عرب کے الفاظ سقیمہ یعنی ضعیفہ اور مروجہ اور غلط داخل ہیں یہ اب دیکھی کہ قرآن  
 کو کس قدر تقویت اور تائید ہو گئی۔ پس آپ کے اس دین و ذیانت پر صد آفرین ہے کہ یہ نہیں کہتے  
 خدا تعالیٰ آپ صما جو نگو اسکی جزا و فور عطا فرماوے دیرسم اللہ عبد ا قال آمینا۔ پس ہمیں  
 خوب غور کیا اور تیر سو برس سے غور کرتے چلے آتے ہیں نہ کہ میں کچھ قرآن میں ہو اور نہ سقیمہ  
 العربیہ۔ یہ حضرات کی فہم کی خوبی ہے یا حضرت عثمان کا شہرہ کہ روایت میں جسکو وجہ سے  
 ایجاد و اختراع کیا گیا۔ لیکن حضرات شیعہ کے نزدیک بروی انکی روایات کے جو ائمہ سے  
 مروی ہوئی اور جو یہ قطع کوہین جنگو اکابر شیعہ تسلیم کر کے وقوع تحریف کا اعتقاد کر لیا ہے  
 قرآن میں کمی بیشی اور تفسیر و بدل اور نسخ و تحریف بہت کچھ ہو چکی پس شک اب القرآن نے بحقیقت یہ وہ نہیں  
 اور نہ کہ یہ معنی ہیں وہ نہیں **قوله** غرض کہ اور اسی قسم کی روایتیں در سنو و اتقان وغیرہ  
 میں موجود ہیں ارادہ تھا کہ جو کچھ مانگے جواب آپ کے علمائے دینی میں وہ نقل کر کے اپنی کیفیت ہی  
 لکھ کر جانے مگر خوف اطباء نہیں کہہ سکتے یہ دیکھا جائیگا۔ **اقول** یہ جب کہی آپ کا دل  
 چاہی دیکھ لیجئے ہم ہر طرح حاضر ہیں نہ تحریر سے انکار ہے نہ تقریر سے دریغ مصرع میں نہ  
 ہمیں چوگان ہیں **گو خول** آپ کے خلیفہ ثالث نے اسی پر اکتفا نہیں فرمایا کہ غلط ہو پڑا یا  
 بلکہ کتاب اللہ کو جسکی تعظیم و احترام ضروری ہے جلوایا پڑوایا علی اختلاف الریتین **اقول**  
 پہلے کسی دلیل شرعی سے یہ تو ثابت کیجی کہ مطہر جلوایا یا پڑانا ایسا اختلاف تعظیم و احترام ہے  
 جتنا کہ آپ یہ ثابت نفر و نیکی اور وقت تک آپ کا اعتراض ہی لغو ہے اور لائق التفات نہیں۔  
 لیجئے ہم آپ سے بلکہ علماء اثنا عشریہ سے استفتاء کرتے ہیں جواب تحریر فرما دیں کیا فرماتے ہیں علماء  
 امامیہ اثنا عشریہ اس صورت میں کہ ایک شخص نے ایسی حالت میں کہ اوں کو نزدیک قرآن شریف  
 میں کلمات تفسیر نہ لکھی ہوئی تھے اصل قرآن کو اوں سے جدا کر کے جمع و تالیف کیا اور بعد جمع و  
 تالیف کے اوں کی نسخ کو اطراف و اکناف عالم میں شائع کیا اور اوں کو موافقین و مخالفین نے

بلا اعتراض صحیح قرآن تسلیم کر لیا پہلے اس شخص نے اس خوف سے کہ وہ قرآن جو ہم نے اس کو  
 بتا دیا جس میں کلمات تفسیر ورج تہر مبا و اظاہر ہو کر باعث اختلاف است و تراغ کا ہوا و سکو جلوا دیا یا پارہ  
 پارہ کر دیا تو یہ شخص عاجز ہے یا آثم اگر آثم ہے تو کس گناہ کا مجرب ہوا بیوہ بالہ لائل الشریعہ  
 توجروا لہ و نہیں تو اسی محقر سوال کا جواب دیدیجی اگر کوئی شخص بلا قصد الا انت قرآن شریف کو اپنی  
 رائی میں کوئی مصلحت شرعی سمجھ کر جلواے یا پھر واسے توجا نہ ہے یا حرام حضرت میر صاحب  
 حسب شہادت آپ کے امام کلینی کے۔ امام صادقؑ نے تو یہاں تک الا انت کی کہ انتہی ہی پہنچ دیا  
 تفسیر سورہ نمل میں مفسر صافیؒ روایت نقل کی ہے و فی الکافی عن القاسم عنہ (عن الصادق)  
 انہ قرأ انت کون ائمتہ ہی ازکی من ائمتہ کم فقیل انا نقراھا امنہ  
 ادبی مزاح۔ فقال دعا ادبی مزاح و او ما بیدہ فطر جہا ہم اسکو پیس  
 امیر ہی ہتھار کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اس طرح قرآن کی الا انت کرے توجا نہ ہے یا حرام  
 قولہ یہ جو آپ فرماتے ہیں کہ بیاض عثمانی قرار دین آپ کے خاتم التکلیف کے عادت میں چونکہ  
 تسخیری بطور سخریہ اونہوں نے ایسا فرمایا ہے۔ افسوس کہ آپ نے انکو عبارت میں تامل نہیں فرمایا  
 معاذ اللہ کہ کسی اہل حق نے قرآن شریف کو اس لقب المائم سے لقب کیا ہو۔ یہ محسن کتب و آثار  
 ہر اور اگر آپ اسباب میں کوئی سند لاسکتے ہیں تو لایجوز۔ **اقول** جب وقوع تحریف روایت  
 صحیحہ یا تعترف اکابر بتبعہ ہم ثابت کر چکے تو ظاہر ہے کہ یہ وقوع تحریف جمع و تالیف حضرت  
 عثمان رضی اللہ عنہ میں ہے واقعہ ہوا ہو گا کیونکہ وہ جمع و تالیف جوادل تخمین کے زمانہ میں کی گئی  
 اور کا خلاصہ ہی اسی کیا گیا چنانچہ جامع القرآن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا لقب ہو گیا تو اسکو  
 اگر شیعہ صرف عثمانی اور بیاض عثمانی کہیں تو کیا بعید ہے۔ یہ لفظ نسخہ اسکا کمال تو صریح روایات سے  
 ثابت ہوتا اور اگر متبع کیا جاوے تو انشاء اللہ شیعہ کی تصریحات میں یہ لقب ہی کھینکا جائے گا۔

لے کافی میں حق سے روایت ہو کہ امام صادقؑ نے (ابن الفاہ) اس کون ائمتہ ہی ازکی من ائمتہ کی جہت سے کیا  
 کہ ہم تو اسکو ائمتہ ہی کہیں اس لئے کہ میں نے فرمایا امام ادبی میں نے کہا اور پھر انتہی سے اشارہ کیا اور اسکو ڈال دیا۔ ۱۲۔

ہستی سابق میں ارغام سے عبارت کتاب بارہ ضمیمہ کے نقل کے ہے اوس سے صریح یہ لقب  
 ناظم نہیں ثابت ہوتا تو کیا ثابت ہوتا ہے چونکہ اسم این قرآن نظم عثمانیست الخ نظم عثمانی اور  
 بیاض عثمانی میں کیا فرق ہے۔ افسوس کہ آپ اپنے علماء کی گناہوں کو دیکھتے نہیں جو آپ کو  
 اپنے مذہب کا حال معلوم ہو۔ پس ہم نے دلائل سے ثابت کر دیا اور آپ کا کذب و افتراء کہتے  
 محض کذب ہوا **قولہ** اب آپ انصاف فرماؤ کہ کیا کتاب اللہ ہستی تک کے یہی معنی ہیں کہ  
 جس کا حافظ خود خدا اور حقیقی توالے شانہ ہو لوگوں کو حرف و غلط و سقیمہ العرب فرماؤ اور اوس کو جلاؤ  
 یا جو کتاب اللہ کی نسبت ایسا کہیں اور بجا سے تنظیم و احترام جلائیں اور کو دین میں شیوا و مقصد اور  
 سمجھیں **اقول** حسب ارشاد ہم نے تو انصاف ہی عرض کر دیا کہ غلط ہونے کا الزام جو ش  
 فہمی ہے اور حرف ہونیکا الزام کذب و افتراء اور سقیمہ العرب ہونے کا الزام حضرات کے خیانت نہیں  
 بلکہ دین و ریاست ہے۔ لیکن تنسک کے یہی معنی کہ کتاب اللہ کو حرف فرماؤ اور دین میں تحریف اعتقاد  
 کریں اور موافق اصول کے قرآن میں تحریف کا واقع ہونا یقینی ہو اور تنسک کے یہی معنی ہیں کہ کتاب اللہ کو  
 بخوش ہو کر بطریق اہل سنت کے ہینکے دیوں۔ اور تنسک کے یہی معنی ہیں کہ اگر لوگوں کو جو قرآن غلطیوں کا اور  
 تحریفات کا اعتقاد کریں یا تحریف کی شہادت دیوں یا قرآن کو اہل سنت کے ساتھ ہینکیں اور جلاؤ  
 تعظیم و احترام اوسکی اہل سنت کریں اور مقصد اور شیوا واجب الاطاعت بمنزلہ انبیاء و انبیاء ہستی افضل  
 سمجھیں **مع** بہین تفاوت رہا کہ جاست تا بجا **قال الفاضل المحجیب**۔ **قولہ** کیا تنسک کے  
 یہی معنی ہیں کہ (نوذ با اللہ توبہ توبہ) آل رسول کی بنات طہیات کو بلکہ انکی شرکاء ہو کر موصوب  
 اعداء ہرادرین۔ چنانچہ کافی کلینی ہی صاحب تحفہ و منتہی الکلام آیات بنیات نے روایت نقل کی کہ  
**اقول**۔ صاحب تحفہ وغیرہ نے اول فرج غضبت ساقط کی ہے مگر ہمارے حضرت محبت نے اپنی طرف  
 بلکہ انکی شرکاء ہو کر انہ زیادہ کر دیا کمال ہی میں فرمایا شرم دیا سے خوب کام لیا۔ حضرت وہ عبارت  
 بعینہ نقل فرمادیں جس کا ترجمہ خود بدلتے بلکہ انکی شرکاء ہو کر فرمایا ہے۔ معاملہ دینی میں اس قدر  
 کرنے سے انحضرت کو خوف خدا نہیں۔ **اہل علم** تو فرمادیں **مقول العبد الفقیر الی مولاه**

جب آپ کے امام کلینی نے اول فرج غضبت من بابات علیبات کے بابت روایت کیا ہے تو اگر نقل فرما کر  
 بلکہ انکی ترجمہ کرنا منع لکھ دیا تو کیا غضبت من اول فرج غضبت من بابات کا اگر یہ ہے بعینہ مطلب نہیں  
 تو آپ ہی فرمادیں کہ اسکے سوا اور کیا مطلب ہے کیا لفظ فرج سے مراد ترجمہ نہیں ہے  
 یا غضبت سے منسوب ہونا سمجھ میں نہیں آتا۔ ان ہماری یہ تو خطا ضرور ہے کہ ہم نے لفظ فرج کا  
 ترجمہ ترجمہ کیا ہے اور لفظ فرج معنوی معنی جس کے لیے صریح ہے اور ترجمہ لکھا یہ لطیف معلوم ہوتا ہے  
 کہ آپ کو اس وقت پسند آتا اور صریح معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شخص آپ کے امام کلینی کے اس غرض کا ترجمہ نہیں  
 صریح اور ٹھیک الفاظ میں معاذ اللہ کرتا۔ لہذا نہایت انوس ہے کہ خطا تو آپ کی امام کے اور جہاں میں بہتر  
 خوف خدا اور اہل علم سے شرم دیا تو آپ کے امام کلینی فرماتے ہیں اور عتاب ہو بہر اگر یہ الفاظ مستفاد  
 آپ کے دین و ایمان دیا و شرم کی بجائی سے نامی اور استیعاب میں تو اپنے غضبت کلینی کے روح  
 پر فرج کو صلوات میں سنائی یا جو انکی اساتذہ بزرگوار میں جن سے اوہوں نے یہ غرض اور بجائی کے  
 بات اخذ کی ہے انکو کچھ کہی ہم تو بعض نقل معنون میں کہ الزاماً حدیث میں شکیں کیا ہو بہر  
 یہ ہر واجب غصہ کون نکالنا ہے۔ ان اگر ہمیں نقل میں خطا کی ہو اور اپنی طرف سے فراموش کر  
 لکھ دیا ہو تو اس وقت اسے ہم معذور دیتے۔ پس معلوم نہیں کہ آپ ہم پر کون جہلا اور ہر۔ ہم نے کیا  
 عیاں صرف کیا ہوتا جو آپ کو یوں بے طرح جوش آگیا۔ اگر ہم نے اپنی طرف سے کوئی تصرف کیا ہوتا  
 تو پہلے ثابت کرنا چاہی ہوتا اصل۔ واسطے کہ ہم نے نقل فرمائے اور گاہے کہ اس دایت کے نسبت  
 یہ زیادہ دیتے ہے اور نقل معنون میں یہ ہر ناجائز تصرف ہر اور بدون اس کے ہمیں بے دلیل تر غفلت  
 اہل عقل و خرد کا تو کام نہیں ہے۔ ادھر طرف ماجرا یہ ہے کہ ہم نے صاحب تحفہ وغیرہ نے  
 اول فرج غضبت من نقل کی ہے جس سے بظاہر الزام صاحب تحفہ کی طرف عاید کیا ہے اور یہ  
 نہیں فرماتے کہ صاحب تحفہ وغیرہ نے کہا نہ نقل کی ہے اصل مراد اس غرض و بجائی کا کہ  
 یہ آپ کی دیانت کا مضائقہ۔ سہذا یہ جو سوال فرمایا کہ حضرت وہ عبارت بعینہ نقل فرمادیں  
 جس کا ترجمہ خود بدولت بلکہ انکی ترجمہ کرنا ہے) اسکا جواب یہ ہے کہ ہر وہی عبارت کو

بنور ملاحظہ فرمادیں۔ اوسین کہان لکھا ہے کہ یہ ترجمہ ہے جسکو واسطہ تطابق لفظی شرط ہے جسکو  
 آپ تلاش فرماتے ہیں۔ حیف ہے کہ آپکو اتنی ہی خبر نہیں ہے کہ یہ ترجمہ نہیں ہے بلکہ نقل مضمون  
 اور حکایت بالمتنی ہے جسکے لیے صرف اتنا مطلب شرط ہے و بس کوم نہیں جانتے اسکا  
 ترجمہ ہونا کس قرینہ سے سمجھا۔ باقی رہا خدا کا خوف اور اہل علم شرم و حیا تو ایسے حضرات شیعہ کو  
 حاصل ہے کہ سقیمہ الغریب سنج کر کے اپنی مطلب کے لیے سقیمہ العرب بنالیا اور اپنی مدعا کے موافق  
 روایت میں تصرف کر دیا البتہ معاملات دینی میں خدا کا خوف اور اہل علم سے شرم و حیا تو یہ ہوتی  
 اس طرح آپ کے شریف رضی نے فیج البلاغت میں جا بجا جناب امیر کی کلام کا استنباط کیا  
 اور اوسکو سنج تحریف کر ڈالا جس سے شراح کا ہی ناک میں دم لگ گیا اور بے اہتمام کیسے اذکو بھی کچھ  
 میں نہ پڑا چنانچہ ہم ابحاث سابقہ میں بطور شتی نمونہ خوار و عرض کر لائی ہیں البتہ خدا کا خوف اور اہل  
 علم سے شرم و حیا تو اسکا نام ہے اور اسکی بہت نظیریں ہیں جو کہ بقدر حافظین میں مگر خوف  
 تطویل رخصت نہیں دینا۔ **قول** بہر حال حضرت مجیب کی عرض اس سے نکاح ام کلثوم ہے  
 اگر اس امر کی تحقیق کہ نکاح خلیفہ ثانی حضرت ام کلثوم سے ہوا یا نہیں۔ اور اگر ہوا تو ام کلثوم نسبت  
 حضرت زہرا۔ علیہا السلام سے ہوا یا کس ام کلثوم سے کیجا دی تو بہت ہی طول ہو اور  
 باعث بیماری اور عدم الفرضی اس قدر تطویل بحث چھیڑ نہیں سکتے اور نیز پہلے ہی اس تحریر میں طول  
 ہو گیا۔ اگر حضرت مجیب کو شوق ہو تو جواب آیات ثنات و لہب المنیران و تحفہ الاستغریہ وغیرہ  
 میں ملاحظہ فرمالیں **اقول** جناب میر صاحب گستاخی معاف جب آپکو ضروری دینی مسائل  
 کی تحقیقات کی نسبت اس قدر گریز و انماض ہے تو پہلے ہی اس بحث کو کیوں چھیڑا تھا اور یہ  
 جو شروع جواب میں ارشاد ہوا تھا کہ (اگر غور فرمائی تو یہ اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے) یہ صرف زبانی  
 ہمارے ہی واسطہ تھا اور اقا مومن الناس بالابر کے حکم میں تھا۔ اگر آپ ایسی مریض عدم  
 الفرضت ہو تو آپنے سوال ہی کیوں لکھا۔ شاید آپکو یہ خیال ہو گا کہ خصم کب دست گریبان ہوتا  
 اور کب یہ روئے سیاہ نظر آئیگا۔ اب جب موقع آیا تو یوں عذر و حیل دکر گریز و انماض ہونے لگا

آپ کا ختم اگر ایسی ایک نہ سینکے جتنا کہ آپ جواب صحت نہ دے گا اور آپ کا جواب اگر ایسی ایک نہ  
 جواب آیات بیات پر آپ نے نہیں۔ شہر سوال بوسہ کو ملا جواب میں ابرو پر ابرو پر ابرو پر ابرو پر  
 عاشقان بر شاخ آہواں کہتے ہیں۔ حضرت سوال تو آپ سے ہے آپ جواب بھیج کر جواب  
 آیات بیات میں یہ بحث تو آپ دین سے دیکھ یہاں کہ جواب بھیج کر آپ کے ختم کو کچھ حاجت  
 نہیں کہ وہ یہ کہنا میں دیکھتا پھر۔ جلد خوف نفیض بالکل نہیں ہے جہاں آپ نے جلد رونق کے  
 جواب میں چہ چیز تحریر فرمائی اور اس کے لیے آپ کو بیماری اور عدم الفرستی مانع ہوئی تو اس مسئلہ کو  
 میری ایک دو جز کا کچھ ضائع نہ ہوتا۔ مگر شاید عجیب نہیں کہ اس مسئلہ کی ہی خوف سے بیماری  
 لاحق حال ہوئی ہو اور جاڑا چڑھ آیا ہو کیونکہ یہ سننا ایسی ہی ہنسی کہہ رہی اگر یہ ہے تو ہم بھی  
 معافی لکھ دینا اور سزا دینا مگر شرطی۔ **قولہ** مگر یہاں صرف اس قدر لکھا گیا ہے کہ اس طرح  
 المسند ثابت کرتے ہیں کہ یہ صحیح ہوا اس طرح شیعہ ان کی کتب سے ثابت کرتے ہیں کہ یہ صحیح نہیں  
 بنت نہ اسے نہیں ہوا۔ اور یہ صحیح ہی یا کراہ ہوا جو غضب سے مراد ہے صرف فرق الفاظ پر  
 چنانچہ دو تین روایتیں اس قسم کی لکھی جاتے ہیں صواعق مودت ابن حجر میں ہے صحیح عن عثمان  
 خطب ام کلثوم بن علی فاعتل بصفرها وایانہ اعدا ہا لہ ابن اخیہ جعفر فقال لعمر فاروق  
 البیادۃ ولكن سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول كل سبب ونب ينقطع  
 یوم القیمۃ یخلو سببی ونبی فتح الباری شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے ان علیاً لما بین  
 نکاح ابنہ بعمر واستعذر بصفرہا لم یکن یقبل منه ذلک العذر حتی الجأ الخ فخر الرازی  
 کلفنا الجاہل انہی کتاب میں درج ہے غضب اور اس لفظ میں صرف تکرار لفظی ہے یہ کتاب  
 بہت الحداد میں ہے ام کلثوم دختر ابوبکر بود مادرش اسما بنت عمیس کہ اول زین جابر  
 بود باز بنکاح ابوبکر در آمدہ از ابوبکر پسری عبد الرحمن نام ویک دختر ام کلثوم زایید۔ بعد  
 از ان بنکاح علی بن ابی طالب در آمد ام کلثوم ہمراہ مادر آمدہ عمر بن خطاب با ام کلثوم  
 دختر ابوبکر نکاح کرد۔ انتہی۔ عرض کیا کہ صحیح المسند یہ نکاح ثابت کرتے ہیں۔ شیعہ

اسطرح اونکی کتابوں میں اس ام کلثوم کا وہ نکاح ثابت کرتے ہیں کہ یہ نکاح ام کلثوم بنت ابوبکر  
 سے ہوا اور چونکہ وہ داسن عاطفت جناب امیر علیہ السلام میں ملی تھی فطر ربط و اتحاد سے وہ جناب  
 امیر کی ہی بیٹی شہدہ تھی اور اس کا نکاح ہی جناب امیر کو منظور نہ تھا۔ چنانچہ روایت مذکورہ  
 ثابت ہر اقوال دشمنان روزگار نامیرین رسالہ ہماری فاضل مجیب کے اس جواب کی تقریر سے  
 ان کے خواہش کے اور حیرانی و پریشانی سمجھ گئی ہونگے کہ کیسی گرداب غرض میں ڈکیان کیا ہوا ہے۔  
 اور نہ پاؤں سید ہی ہمارے ہیں لیکن ولات حین مناص۔ اب لہجہ ہم اس بحث کو چھوڑیں  
 اور تمام پہلوؤں پر چھوڑ جائیں فاضل مخاطب نے ابجگہ ذکر کئے ہیں بحث کرتے ہیں۔ اول ہماری فاضل  
 مجیب نے یہ دعویٰ کیا کہ یہ نکاح حضرت ام کلثوم بنت زہرا رضی اللہ عنہا سے نہیں ہوا۔ دوسرا دعویٰ  
 یہ کیا کہ یہ نکاح ام کلثوم بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ تیسرا یہ دعویٰ کیا کہ یہ  
 نکاح ہی باکراہ ہوا۔ پھر ان تینوں دعویوں کو ثبوت کے لیے تین روایتیں ذکر فرمائی۔ ہم حیران ہیں  
 کہ پہلی روایت جو ہمارے فاضل مخاطب نے ذکر فرمائی وہ کیوں ذکر فرمائی اس سے کہیں دعویٰ کا  
 اثبات منظور سامی ہے نہ پہلے دعویٰ کے ثبوت سے اس کا تسلسل نہ دوسری دعویٰ  
 کچھ ربط نہ تیسرے دعویٰ سے اس بلکہ صریح نقیض دعویٰ سے اول پر دل ہے کیونکہ حضرت  
 فاروق رضی اللہ عنہ نے جو خواستگاری کی علت بیان فرمائی وہ یہ کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 کے ساتھ پیوند ہونا جو قابل القطع نہیں ہے نہ نظر تھا جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ  
 ام کلثوم حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی دختر تھیں کیونکہ اگر یہ ام کلثوم دختر حضرت  
 صدیق ہوتی تو پھر اس علت کے ساتھ خواستگاری کے کچھ معنی نہیں یہ پیوند اور خویشگی  
 سی لیے ہتی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رشتہ نسبت منعقد ہو جاوے۔ جو  
 بنت صدیق نہیں بلکہ بنت علی نہیں ہی جو یطین حضرت زہرا سے ہو منعقد ہوتا تو اس سے صاف  
 معلوم ہوا کہ یہ روایت مثبت نقیض دعویٰ اول سے اور مبطل عین دعویٰ ثانی و ثالث  
 و چارے فاضل مجیب کی خوش فہمی قابل داد ہے۔ کہ وہ اس روایت کو اپنے مفید مطلب







لہا یقال للذی بد وضعاً جلیعاً والامام یومئذ سعید ابن العاص وخیالنا من  
 ابن عمر وابوہریرہ وابو سعید والوقادہ فوضع العلام مایلی الامام - علاوہ انکی  
 خاتم النکین مولانا مولوی حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ چند روایتیں نواقض مولانا محمد حسینی بریلوی  
 نقل کی ہیں۔ ہم یہی منہی الکلام سے تنبیہاً للقاء نقل کرتے ہیں۔ غز عقیقۃ بن عامر  
 رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ خَظَّ مُحَمَّدٌ عَلَیْہِ ابْنَتَهُ مِنْ قَاطِطٍ وَالْکَثْرَ تَرَدَّدَ الْمَسِیْہُ  
 فَقَالَ عَلَیَّ یَا اَمِیرَ الْمُؤْمِنِیْنَ مَا عِنْدِی الْاَصْغَرُ فَقَالَ حُمْرٌ مَا یُحْمِلُنِیْ  
 عَلٰی کَثْرَةِ تَرَدُّدِیْ اِلَیْکَ اِلَّا اِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ  
 وَسَلَّمَ یَقُوْلُ کُلُّ حَبٍ وَنَسَبٍ وَنَسَبٍ وَصِہْرٍ مُنْقَطِعٌ یَوْمَ الْقِیَمَةِ  
 الْاَحْبَبُ وَنَسَبٌ وَنَسَبٌ وَصِہْرٌ فَقَامَ عَلَیْہِ اللّٰہُ عَنْہُ فَاَمَرَ  
 بِابْنَتِہِ مِنْ قَاطِطٍ فَرُمِیَتْ وَبَعِثَ بِہَا اِلَیْ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فَلَمَّا رَاَهَا  
 قَامَ اِلَیْہَا وَاجْلَسَهَا فِی خِجْرٍ وَقَبَّلَهَا وَدَعَا لَهَا فَلَمَّا قَامَتْ لَخَذَ بِسَاقِہَا  
 وَقَالَ لَهَا قُوْنِیْ بِرِیْکَ قَدْ رَضِیْتُ فَلَمَّا جَاءَتْ الْجَارِیۃُ اِلَیْ اَبِیْہَا قَالَ لَهَا  
 مَا اَلَکَ اَمِیرَ الْمُؤْمِنِیْنَ قَالَتْ لَمَّا دَرِیْتُ قَامَ اِلَیْ فَاَجْلَسَنِیْ فِی خِجْرٍ وَقَبَّلَنِیْ

سے اول امام اوس روز سعید بن العاص تھا۔ اور گوین بن سسر اور ابو ہریرہ اور ابو سعید اور ابوقادہ وہی تھے پس انکو  
 امام کے متصل کہا ۱۲۔ ۳ عقبہ بن عامر روایت ہے کہا عمر علی کو انکی خیر کے جو طریق فاطمہ سے نہیں سکتی کا پیام دیا اور کثرت  
 آمد رفت رکھی علی کہا ای ابی الزین بن یک صغیر کے سر سے پاس اور کوئی نہیں کے کہا ایک پاس (اس معاملہ میں) بکثرت آمد  
 اور کوئی باعث ہمیں ہے کہ صرف یہ کہ نبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سافر آتی تھیں تمام رشتہ دارانہ اور اسی تین  
 منقطع ہو جائیں گی مگر میرا رشتہ دار نہ اور نہ اسی تین میں سے کسی اور ہے اور اپنی دختر کی نسبت جو فاطمہ سے نہیں کہہ سکتا  
 اور کثرت سے کیا گیا اور عمر کے پاس سے عجب عمر اسکو دیکھا اور پٹہ کھڑی ہوئی اور اسکو اپنی گود میں بٹھلایا اور دعاوی  
 سے اور کثرت سے کئی بند کی کھڑی اور اسکو کہا کہ اپنی بات کہو میں راضی ہو گیا تب جو کھڑی پٹہ کے پاس تھی وہ بچہ  
 کا امیر المؤمنین نے بخش کر کیا کہا کہا عجب کہو دیکھا اور پٹہ کھڑا ہوا اور اپنی گود میں بٹھلایا اور یہاں کیا ۱۲۔

وَعَالِي فَلَمَّا قُتِلَتْ أَخَذَ بِنَاقِي وَقَالَ لِي فَوُتِي لِي بِكَ قَدْ صُنِيتُ فَانْكِهَا  
 أَيَاكَ قَوْلَتْ زَيْدُ بْنُ عُسَيْمٍ فَعَاثَرَهُ كَانَ رَجُلًا ثُمَّ مَاتَ دُوسِرَى رَوَيْتُ  
 خُطْبَ عُمَرَ لِي عَلَى رَضَى اللَّهِ عَنْهُمَا انْبَهَتْ أُمَّ كُلثُومٍ وَأَصْهَابُ طَاهَةَ ابْنَةُ رَسُولِ  
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ عَلَى إِنْ عَلَى فِيهِ أَحِبُّ فِي هَذَا الشَّانِ أَمْرًا حَتَّى  
 اسْتَأْذِنَهُمْ فَأَنَّى وَلَكِنَّ طَاهَةَ فَذَكَرَ ذَلِكَ لَهُمْ فَقَالُوا رَوْحَهُ فَدَعَا  
 أُمَّ كُلثُومٍ وَهِيَ يَوْمَئِذٍ صَبِيغَةٌ فَقَالَ انْطَلِقِي إِلَى أَصْبَرِ الْمُؤْمِنِينَ فَقَوُّنِي لَهُ إِنَّ  
 ابْنِي يَقْرَأُ لَكَ السَّلَامَ وَيَقُولُ لَكَ إِنَّهُ قَضَيْنَا حَاجَتَكَ الَّتِي طَلَبْتَ فَاحْضَرِهَا  
 وَصَمَّهَا إِلَيْهِ وَقَالَ ابْنِي خُطْبَتُهُمَا إِلَى ابْنَيْهَا فَرَجَّحَتْهُمَا فَقِيلَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ  
 زَيْدُ ابْنِهَا صَبِيغَةٌ صَغِيرَةٌ فَقَالَ ابْنِي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهَكَذَا  
 ذَكَرَ الْحَدِيثَ بِمِثْلِ مَا تَقْدِمُ ابْنِ عَمْرِو بْنِ كَيْ رَوَيْتُ ابْنِ عُمَرَ قَالَ لِي ابْنِي أَحِبُّ  
 أَنْ يَكُونَ عِنْدِي عُضْوٌ مِنْ أَعْضَاءِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ  
 لِي مَا عَيْتُكَ إِلَّا أُمَّ كُلثُومٍ وَهِيَ صَغِيرَةٌ فَقَالَ ابْنِي لَعَنَ تَكْبَرُ فَقَالَ ابْنِي  
 أَمِيرُ نِينَ صَبِيغَةٌ قَالَ لَعَنَ فَرَجَّحَ إِلَى أَهْلِهَا وَقَعَدَ عُمَرَ بِنَظَرٍ مَا يَرُدُّ عَلَيْهِ فَقَالَ

۱۷ اور عادی اور جب میں ادھی تو میری زندگی بکڑی اور کہا ابنی باپ کے کہنا میں رضی ہو گیا پس علی نے اس کا علاج عمر کے ہاتھ  
 کر دیا پھر (اور سے) زید بن عسیم سے پوچھا اور زندہ رہا یہاں تک کہ جو ان ہو گیا پھر مر گیا۔ ۱۸ عمر نے علی رضی اللہ عنہ کو اذنی بی کی  
 (نقلی بالادہ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھیں) سنگنی کا پیام دیا۔ علی نے کہا کہ اس میں میری ساتھ ادھی میری جینک  
 اور سزا دن زنون (کچھ نہیں کہہ سکتا) حضرت فاطمہ کے بیٹے کو پاس آ کر اور وشیہہ ذکر کیا اور انہوں نے کہا علاج کر دیجئے اہم کلثوم  
 جو اس وقت لڑکے تھے تیار کیا اور کہا کہ اگر ابی الوہب کے پاس جا اور اس کو کہہ کر میرا باپ تجھ کو سلام کہتا ہے اور کہتا ہے کہ عسے میری  
 حاجت جو تو نے چاہی تھی پوری کر دی پس کہو کیا اور پھر کہنے لگایا اور کہا کہ میں اس کو والد کو اس کی سنگنی کا پیام دیتا ہوں اور اس کا  
 میری ساتھ لکھج کر دیا کہ میں ابی الوہب کے پاس اس کی طرف نصبت ہے حالانکہ یہ چوٹی کے شے ہے کہ ابنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 سے سنا ہے اور اس کی کثرت حدیث کے آخر حدیث تک ذکر کیا۔ ۱۹ عمر نے علی سے کہا کہ میں چاہتا ہوں میری پاس کی تخت جگہ  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا موقع ہے کہ ابی الوہب کے پاس تو میری اہم کلثوم کے دوسرے تھیں اور وہ چوتھے ہی کہا کہ ابی الوہب میری تو میری  
 ہر جگہ حضرت علی نے کہا کہ اگر اس حال میں میرے ساتھ دو ادھی میری میری حضرت عمر نے کہا اچھا علی ابنی گہر لوٹ آ کر  
 اور میرے نظر میں رہے کہ کیا جواب ملتا ہے۔ ۱۲

عَلَيْهِ اِذْ عَزَّوَالْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ فَجَاءَ اِفْدَخِلَا وَقَعْدَا بَيْنِي وَبَيْنَ مُحَمَّدٍ وَاللَّهِ وَاشْنِ  
 عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ لَهْمَا اِنَّ عُمَرَ خُطِبَ اِلَى اُخْتِكُمَا فَقُلْتُ لَهُ اِنْ لَهَا مَعِيَ اَمْرٌ  
 وَاشْنِ كَرِهْتُ اَنْ اُزَوِّجَهَا اَنَا حَتَّى اُؤَامِرَ كَمَا فَكَلْتَ الْحُسَيْنُ وَتَكَلَّمَ  
 الْحُسَيْنُ بِحَمْدِ اللَّهِ وَاشْنِ عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ يَا اَبْنَاهُ مُنْعِبٌ عُمَرُ صَحْبٌ رَسُولِ اللَّهِ  
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكُوْنِي عَنْهُ وَهُوَ رَاضٍ شَرُّوْنِي اِلَى الْخِلَافَةِ فَعَدَلَ  
 قَالَ صَدَقْتَ وَلَكِنِّي كَرِهْتُ اَنْ اُقْلَعَ اَمْرًا دُوْنَكَمَا بِلَفْظِهِ سَلَامَةً اَمْ  
 وَه رَوَايَتُ يَحْيَى بْنُ خَالِطٍ هِيَ مَوْلَا عَمْرِو بْنِ جَرَسٍ نَقَلَ عَنْ عِلَادَةَ اسْمُ ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سُبَيْحٍ  
 مِنْ اَثَرِ تَرْجُمَةٍ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ مِنْ رَوَايَتِ كِي هِيَ اَنْ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ خُطِبَ عَلَيْهِ بِنْتُهُ لَمْ يَكُنْ  
 فَذَكَرَ صَغُرَهَا فَقِيلَ لَهُ رَدِّكَ فَعَاوَدَهُ فَقَالَ لَهُ عَلَى الْبَيْتِ بِهَا اِلَيْكَ فَاَنْ صَدِيقٌ  
 فَهِيَ امْرَأَتُكَ فَارْسَلْ بِهَا اِلَيْهِ فَكُتِفَ عَنْ سَاقِهَا فَقَالَتْ مَهْ وَاللَّهِ لَوْ لَا اَنَّكَ  
 امِيرُ الْمُؤْمِنِينَ لَطَمْتُ عَيْنَكَ عِلَادَةَ اسْمُ شَيْخٍ شَبَّاهُ ابْنِ ابْنِ جَرَسٍ قَالَتْ لِي سَمِعْتُ ابْنِي كَتَبَ  
 اصَابِرَ فِي مَعْرِقَةِ اصْحَابِهِ بَيْنَ بَيَانٍ كَيْفَ هِيَ اَمْ كَلْتُمُومُ بِنْتُ عَلِيِّ بْنِ اَبِي طَالِبٍ اَلْهَاشِمِيَّةُ  
 اُمُّهَا فَاَطْمَةُ بِنْتُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ ابْنُ اَبِي عَمْرٍو الْمَقْدِسِي  
 حَدَّثَنِي سَفِيَّانٌ عَنْ عُمَرَ بْنِ مُحَمَّدٍ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَلَيْهِ بِنْتُهُ لَمْ يَكُنْ

سَمِعَ كَمَا حَسَنَ اُجْبِنَ كُوْبَلَاوَهُ اَنْ اَنْدَكَ اَنْدَسَ بِيْهَ كُوْبَلَاوَهُ اَنْدَسَ بِيْهَ كُوْبَلَاوَهُ اَنْدَسَ بِيْهَ كُوْبَلَاوَهُ  
 دَاوَتَا مَعِيَ اَوْ سَمِعَ كَمَا كَرِهْتُ اَنْ اُزَوِّجَهَا اَنَا حَتَّى اُؤَامِرَ كَمَا فَكَلْتَ الْحُسَيْنُ وَتَكَلَّمَ  
 الْحُسَيْنُ بِحَمْدِ اللَّهِ وَاشْنِ عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ يَا اَبْنَاهُ مُنْعِبٌ عُمَرُ صَحْبٌ رَسُولِ اللَّهِ  
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكُوْنِي عَنْهُ وَهُوَ رَاضٍ شَرُّوْنِي اِلَى الْخِلَافَةِ فَعَدَلَ  
 قَالَ صَدَقْتَ وَلَكِنِّي كَرِهْتُ اَنْ اُقْلَعَ اَمْرًا دُوْنَكَمَا بِلَفْظِهِ سَلَامَةً اَمْ  
 وَه رَوَايَتُ يَحْيَى بْنُ خَالِطٍ هِيَ مَوْلَا عَمْرِو بْنِ جَرَسٍ نَقَلَ عَنْ عِلَادَةَ اسْمُ ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سُبَيْحٍ  
 مِنْ اَثَرِ تَرْجُمَةٍ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ مِنْ رَوَايَتِ كِي هِيَ اَنْ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ خُطِبَ عَلَيْهِ بِنْتُهُ لَمْ يَكُنْ  
 فَذَكَرَ صَغُرَهَا فَقِيلَ لَهُ رَدِّكَ فَعَاوَدَهُ فَقَالَ لَهُ عَلَى الْبَيْتِ بِهَا اِلَيْكَ فَاَنْ صَدِيقٌ  
 فَهِيَ امْرَأَتُكَ فَارْسَلْ بِهَا اِلَيْهِ فَكُتِفَ عَنْ سَاقِهَا فَقَالَتْ مَهْ وَاللَّهِ لَوْ لَا اَنَّكَ  
 امِيرُ الْمُؤْمِنِينَ لَطَمْتُ عَيْنَكَ عِلَادَةَ اسْمُ شَيْخٍ شَبَّاهُ ابْنِ ابْنِ جَرَسٍ قَالَتْ لِي سَمِعْتُ ابْنِي كَتَبَ  
 اصَابِرَ فِي مَعْرِقَةِ اصْحَابِهِ بَيْنَ بَيَانٍ كَيْفَ هِيَ اَمْ كَلْتُمُومُ بِنْتُ عَلِيِّ بْنِ اَبِي طَالِبٍ اَلْهَاشِمِيَّةُ  
 اُمُّهَا فَاَطْمَةُ بِنْتُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ ابْنُ اَبِي عَمْرٍو الْمَقْدِسِي  
 حَدَّثَنِي سَفِيَّانٌ عَنْ عُمَرَ بْنِ مُحَمَّدٍ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَلَيْهِ بِنْتُهُ لَمْ يَكُنْ



تقرام یقول واسه لا اکمر واحدا منها او تفعلین فاخذ ایثابها و سالاها  
 فقعلته فقال انی قد زوجتک من عون بن جعفر فمالیت عون ان هلاک  
 فرج الیها علی رضی الله عنه فقال یا منیة اجعلی امرک بیدی ففعلت فزوجها  
 اخوه محمد ثم مات عنها فزوجها اخوه عبد الله بن جعفر فمات عنه و  
 ذکر بن سعد بن اخوه و قال فی اخره فكانت تقول انی لا استحبی من اسما بنت عیسی  
 مات ولداها عندنا خوف علی الثالث قال فماتت عنه و لم تلد لاحد منهم  
 و ذکر ابن سعد عن انس بن عیاض عن جعفر بن محمد عن ابيه ان عمر خطب ام کلثوم  
 الی علی فقال انما حببت بناتی علی بنی جعفر فقال زوجنیها فوالله ما حل ظهر  
 الارض رجل یرصد من کرامتها ما یرصد قال قد فعلت فجاہ عمر الی الما حری  
 فقال ففوتی فزفوه فقالوا بین تزوجت قال بنت علی سمعت عن النضر بن علی  
 علیه و آله یقول کل مهر و نسب و سبب یقطع یوم القیامة الا مهر و  
 نسب و سبب و کان لے به علیه السلام النسب و السبب فاحببت هذا  
 ایضا و من طریق عطاء الخراسانی ان عمر امهرها اربعین الفا و اخرج ابن سعد صحیح

لسنہ خدای قسم من اینین ایک ہی نہ بولونکہ جب تک تو یہ نکرنگی پیر تو دونوں اور کچھ نکرنگی پیر لیں اور اس سے سوال کیا تو  
 اونی بول گیا علی نے کہا کہ میں تیرا کاح عن بن جعفر کے ساتھ کر دیا و بن جعفر نے بعد مر گیا پھر علی نے کہا اس کو اور کہا بیٹا اپنا بیٹا  
 عکرمہ و اونی و یہ یا پھر اسکا نکاح عن کے بیٹا علی محمد کو کر دیا وہ بھی مر گیا پھر اسکا نکاح محمد کے بیٹا علی عبد الله بن جعفر  
 سے کر دیا اور اسکا پاس مر گئی اور ابن سعد نے اس کے بعد اس کا ذکر کیا ہے کہ اس کا نکاح اس کے بیٹا علی بن جعفر سے کر دیا  
 اسما بنت عیسی سے شرم آئی ہے کہ اس کا ذکر ہے  
 یاس اب مر گیا اور ابن سعد سے کسی نے پوچھا کہ اس بنی ہاشم میں سے کون سے شخص نے اس سے نکاح کیا ہے  
 اور کہا کہ عمر سے ام کلثوم کے نکاح کی علی سے اور اس کے بعد اس کی اولاد ہوئی ہے کہ اس کے بعد اس کے بعد اس کے بعد اس کے بعد  
 روک رہا ہے عمر نے کہا جسے سیاہی و داغہ جعفر بن ابی ہاشم کی بیٹی کا منتظر ہوں کوئی شخص دین کی پیروی سے اس کا  
 بیوگہ علی نے کہا میں سیاہی و داغہ مر رہا ہوں کے یاس بنی ہاشم کے نکاح کی مبارک باد دے دو جو اس کے ساتھ نکاح کیا گیا  
 علی کی بیٹی کے نکاح سے علی علیہ السلام سے سنا ہوتا ہے کہ اس کے بعد اس کا نکاح اس کے بعد اس کے بعد اس کے بعد اس کے بعد  
 ہر جگہ مگر علیہ السلام و ولادی پر شہادت آتا ہے کہ اس کے بعد اس کے بعد اس کے بعد اس کے بعد اس کے بعد اس کے بعد  
 عطاء الخراسانی کے طریق سے ہے کہ عمر نے اس کا چالیس ہزار ہرمانہ لیا تھا اور سند صحیح کے ساتھ تحریر کی ہے

ان ابن عمر رضی اللہ عنہ علی ام کلثوم وابتهازید فجعلہما یلیہ وکبر ارجا وفاق لبسند  
 اخوان سعید بن العاص هو الذی اُمم علیہما انتہی بالقطر - علاوہ ازین اسد الغابہ میں  
 ترجمہ ام کلثوم میں ہے - ام کلثوم بنت علی بن ابیطالب امہا فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 اللہ علیہ وآلہ ولدت قبل وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیہ والہ خطبہا عمر بن  
 الخطاب امیہا علی رضی اللہ عنہ فقال انہا صغیرۃ فقال عمر بنہ وجنہما یا ابی الحسن  
 فانی اصد منک **ک** راضیہا غلاما یروصد براحہ فقال لہ علی انا ابغیہا الیک فان  
 رضیہما فقد لغو جبتکما فبغیہا الیہ یبرح فقال لہما قوی ہذا البراءۃ الذی  
 بقلت لک فقالت ذلک لعمر فقال قوی لہ قدر رضیت رضی اللہ عنہ ووضیع  
 یدہ علیہا فقالت تفعل ہذا للولاء انک امیر المؤمنین لکسرت انک ثم جارت  
 اباہا فاختبرہ الخبر وقالت لہ بعثنی الی شیخ سور قال یا بنیۃ فانه ذو جانت فجاء  
 عمر بن الخطاب الی امہا بعثت فی الروضۃ وکان یجلس فیہا المهاجرون الاولون فقال  
 روفی قالوا ابنا ذایا امیر المؤمنین قال تزوجت ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہ سمعت  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول کل سبب ونسب وصہر ینقطع لیوم القیمۃ  
**س** کہ ام کلثوم اور اداسکی فرزند زید بن غزا پر ہی اور اسکو اپنی منسل رکھا اور چار بحیرین پر ہی تہ اور دوسرے  
 سند میں بیان کیا کہ سعید بن العاص امہا ام کلثوم علی بن ابیطالب کی بیٹی اور سکوالادہ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے پیشتر پیدا ہوئی عمر بن خطاب نے اسکی منگنی کا اور کہا کہ پام دیا دینی کہا  
 وہ صغیرین سے ہوئے کہا ای بابا الحسن میری سادہ اسکی شادی کر دی کیونکہ جو حدیث میں اسکی بزرگی کا امید اور ہون کرنی  
 شخص سید وارنہو گا علی نے کہا میں اسکو تیری پاس بھیجے گا اگر تیری رضا ہو گی تو میں تیری سادہ اسکا نکاح کر دیا پھر دوسرے  
 ایک چادر دیکر بھیجا اور اسکو کہا کہ کہنا یہ چادر ہے جو میں نے تجھے کسی تھی اسکی عمر ہے یہ بھی کہا کہ اسکا ہنس کہنا میں  
 راضی ہوا خدا تعالیٰ تجھے راضی ہو اور اپنا ہاتھ اسپر رکھا اور کہا تو ایسا کام کرتا ہے اگر تو امیر المؤمنین ہوتا تو میں  
 تیرے ناک توڑ دیتا تھی پھر اپنی باپ کے پاس اگر ساری خبر بیان کی اور کہا کہ تو نے مجھکو بڑی بڑی کچھ پاس بھیجا ہوتا  
 کہا میں وہ تیرا شوہر ہے پھر عمر بنہا جو کہ پاس آکر وہ صدیقین میں بیٹھ گئے اور امین و جابرین اور میں بیٹھا کرتے تھے  
 اسکی کہا جسکو کچھ کی مبارکباد دو - کہا اگر امیر المؤمنین کے ساتھ کہا میں ام کلثوم بنت علی کے ساتھ نکاح کیا ہے  
 میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہوتا فرماتے تھے ہر واسطہ اور قرابت اور دادی سلف قیامت کی  
 روز نقطع ہوگا - ۱۲ -



[illegible]

اہل تشیع کے کتابوں میں سنی - اول تو یہ ہے جو کلینی نے روایت کی ہے بشرطیکہ غضبت سر  
مراونکاح بغیر رضا تہم تسلیم کر لیں اور اس میں بیاس خاطر مجیب لبیب کچھ چون و چرا نہ کریں ورنہ  
حقیقۃً غضب فوج سے نکاح مراو کہنا صحیح نہیں ہے بلکہ روایات کے یہی خلا جو غلط فہم آئندہ عرض کریں گے  
اور سنی - آپ کہ حضرت شہید ثالث مجالس المؤمنین اثنا زوکر عباس رضی اللہ عنہ میں تحریر  
فرماتے ہیں - در کتاب استیعاب وغیرہ آن مطرست کہ چون عمر بن الخطاب بہت ترویج نمود  
فاسدہ خود ترویج ام کلثوم دختر مطہر حضرت امیر نمود آنحضرت بہت اقامت حجت نکر انظار  
ایاد استماع نمود عمر عباس از خود و طلبید و سوگند خورد - گفت اگر تو علی را راضی نسازی آنچه  
در دفع او ممکن باشد خواہم کرد و منصب بد حج دترم از تو خواہم گرفت عباس ملاحظہ نمود اگر  
این نسبت واقع نشود آن قط غلط ٹکب چنان امور ماصواب خواہ شد از حضرت امیر التماس  
واسحاح نمود کہ دلالت نکاح آن مطہرہ و سواد نفوذ فیض فرماید چون مبالغہ عباس در آن باب اصرار  
نکذشت آنحضرت از روی اگرہ ساکت شد تا آنکہ عباس از کتاب ترویج از پیش خود نمود و بہت  
اطفاد نا پرہ فستہ اورا بان منافق ظاہر الاسلام عقد فرمود و ظاہراً بواسطہ این و کالت فضول  
وامثال آن حضرت امیر عباس امانہ و دیگر یاران فدائی خود را سخ و در محبت و اخلاص نمیدانست  
ولہذا چنانکہ سابقاً در احوال سید الشہداء ذکر شد آنحضرت از عباس و عقیل بن حکیم جافین تقیر فرمود  
اور بچہ بر بہی آپ کے شہید ثالث قاضی ذوالفہد شوسری مجالس المؤمنین اثنا زوکر محمد بن جعفر طیار  
میں تحریر فرماتے ہیں - و محمد بن جعفر بعد از فوت عمر بن الخطاب بشرف مصاہرت امیر المؤمنین  
شرف گشتہ ام کلثوم را کہ با عدم کفارت از روی اگرہ در جبالہ طر بود ترویج نمود - اور سنی صاحب  
تاریخ حبیب الشیخ خاتمہ ذکر فاروق پر حیکہ از کلمہ از واج واد لاوکا ذکر کیا ہے لکھا ہے - پنجم  
ام کلثوم بنت امیر المؤمنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ و از وی پسری و دختری تولد نمودند  
پسر زید نام داشت و دختر رقیہ و از ایشان عقب نامہ چنانچہ و مقصدہ اتقوی نہ کرست زید را  
عبد الملک بن روان زمر واد - اور لیجئے آیات بنیات ہی نقلاً لکھتے ہیں (۱) قاضی شہر

نجاش ابو سنین بن ہداسے۔ اگر بنی دختر بہتان داد ولی دختر بفرستاد (۲) ابراہیم  
 تمی ساج شراعت اس قول کی ترجیح میں یحییٰ بن کساح العربیہ بالجسے الماشد  
 بعیر الماشدے کہتا ہے زوج علی بنسدام کلثوم بنت عسما (۳)  
 بحال المومنین بن ابوالحسن علی بن اسماعیل سے نقل کیا ہے۔ اور ازجہ اس پر سبب ذکر کرے کہ  
 سند نہ نکاح علیہ ثانی ست جواب داد کہ وادان دختر عمر کہ جناب ابیہ المومنین را اثنان قتاد  
 مابین جیب بود کہ اخبار رسا وین سے نمود در بان اقرار بفضیلت رسول می کند و در ان بات غلطت  
 و حفاظت از غیر مملو بود (۴) تہذیب میں ہے عن محمد بن احمد بن شعیب  
 عن جعفر بن محمد القاسم عن القاسم جعفر عن اسبہ علیہم السلام  
 قال ماتت ام کلثوم بنت علی علیہ السلام و ابنہا زید بن عسما بن الخطاب  
 ساعہ ولحدہ فلا بد رہے ایماہلک قبل فلم یورث احدہما من الاخر و علی  
 علیہما جمعا (۶) قول مرغنی کا کافی از تہذیب النبیاء میں۔ فاما نکاحہ فقد ذکرنا فی  
 کتاب الثانی الجواب عن هذا الباب مشروحا و بیانا علیہ السلام ما احباب  
 حمیر لے نکاح ابنسہ الا بعد توعده و تمہد و مراجعہ و ساز عمد و کلام طویل ما قول  
 اشفق معہ من سوء الحال و ظہور ما لا یرزا ل یخفیہ (۸) مصنف انوار سبب میں فاضی  
 سوسری نے لکھا ہے کہ محدثین کا اقرار ہے کہ یہ نکاح جبر و اکراہ سے ہوا۔ انتہی چونکہ ہم چاہتا  
 ہے نکاح ہوئی عورت کا عجمی مرد کے ساتھ اور عائشی عورت کا غیر عائشی مرد کے ساتھ جائز ہے، اسے صریح  
 علی نے اپنی دختر ام کلثوم کو عمر کے ساتھ بیاہ دیا۔ اسے امام محمد سے باقر سے روایت ہے کہ امام کلثوم سبب عمر  
 علیہ السلام اور اس کا درندہ زید بن سہر ایک وقت میں فوت ہوئی اور بیہ مذکور ہوا کہ کن انیس سے پہلے فوت ہوا  
 اس لیے ایک اور سر کا وارث ہوا اور دونوں کا بیٹا نکاح کر لیا گیا۔ لیکن حضرت کا نکاح کر دیا میں اس کا  
 کہ حضرت سترج جواب ہے کہ کتاب متافعی میں ذکر کیا ہے اور یہاں کیا ہے کہ علی علیہ السلام نے اپنے بیٹی کے  
 نکاح کو عمر کے ساتھ نہیں کیا مگر دیکھو اور دیکھو اسے اور چھوڑو اسے اور یہی نفس کو کہ بد جبین مری  
 انجام کا اور اس کے ظاہر ہو جانے کا جبکہ ہمیشہ چہانے تھے عوف ہوا۔ ۱۱۔

ثبوت اصل کتاب سے اور سالانہ اور پیش کر چکے تھے اسلئے بیان ترک کر دیا۔ غرض کہ اگر تتبع کیا جاوے تو اور یہی بہت طرق سے اسکا ثبوت ہو سکتا ہے لیکن صاحب دین کے واسطے بہہ ہی کافی ہے۔ اس بعد ان نصوص و تقریحات کے جو فریقین کے کتب معتبرہ اور علم معتدین کے اقوال سے نقل ہوئی کوئی شخص جب کو ذرا عقل اور تہور اساوین و اسباب العیبات کی طرف سے ملاحظہ اس امر کی انکار نہیں کر سکتا کہ یہ نکاح ام کلثوم بنت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ہوا اور یہ دعویٰ سے نہیں کر سکتا ہے کہ یہ نکاح ام کلثوم بنت صدیق سے منعقد ہوا کیونکہ روایات مذکورہ صریح دلالت کرتی ہیں کہ علماء فریقین کے نزدیک مسلم ہے کہ یہ نکاح ام کلثوم بنت علی جو حضرت زہرا کے بطن مبارک سے تولد ہوئے منعقد ہوا روایات اہلسنت میں تو صریح مذکور ہے حاجت بیان نہیں اور روایات شیعہ میں بھی گویا تصریح ہے قاضی صاحب شوستری نے بعد عمر رضی اللہ عنہ بن جعفر کے مصداق بیان کی اور اس امر سے کہ یہ مصداق لبیب تروج ام کلثوم بنت فاطمہ تھی نہ لبیب تروج ام کلثوم بنت صدیق کے ابوالقاسم قمی نے ام کلثوم ہاشمیہ ہونے کی شہادت دی اور تسلیم کر لیا اور یہاں اسی وقت ممکن ہے جبکہ ام کلثوم بنت فاطمہ ہوں اگر یہ ام کلثوم بنت صدیق ہو تو ہر ایک اہم حق یہی سمجھ سکتا ہے کہ وہ ہاشمیہ ہونگے اور اس طرح باقی نصوص بھی اس طرف راجع ہیں غرض کہ ان نصوص و تقریحات سے بخوبی ثابت ہے کہ یہ نکاح حضرت ام کلثوم بنت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ہوا۔ اگرچہ اسکی بعد کچھ ضرورت نہ تھی کہ ہم اسکی ابطال کی طرف اور یہی متوجہ ہوں۔ لیکن اسلیٰ کہ ناظرین رسالہ حضرات شیعہ کے دین و دینت فہم و فراست اور عقل و گیارہ علم و فضیلت کا بخوبی اندازہ فرمالین اور معلوم کر لیں کہ یہ حضرات ہمیشہ نئی نئی تراش و تراش مذہب و مذهب میں ادائی دن ایک نئی گہرت پتھر پتھر تہور ہی سی اور یہی مسئلہ کو توضیح کریں پس واضح ہو کہ تتبع قاصر و حقیر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جواب اور یہ توجیہ جو ہمارے فاضل مجیب نے فرمائی ہے۔ قاضی شوستری کے زمانہ تک بلکہ اسکی بعد کشمیری صاحب صاحب مزہم تک یہی ایجاد ہوئی تھی۔ کہ اوہوں نے اس جواب توجیہ کو اختیار کیا دیکھو

تقریبا معجزہ مہم تھا کہ یہ ایجاد و اختراع حال کی ہے۔ اول متقدمین میں بعض علماء اسلام  
 مثل شیخ نقیہ کی اس نکاح کے وجود سی ہے انکار کیا اور فرمایا کہ جس روایت میں یہ مروی ہے  
 وہ روایت زہیر بن یحیٰ کی طریق سے ہے اور وہ بغض امیر المومنین سے قابل اعتبار کے  
 نہیں۔ یہ چرب و کھنک کہ انکار ایسی خبر کا جو بمنزلہ متواتر کے ہے پیش نہیں جانا اور اہم باب بہت  
 خاک سی نہیں چپ سکنا تو دوسرے راہ چلی بعضوں نے جناب امیر کے معجزہ اور کرامت  
 دیکھا کہ آیتہ قدس بجز ان سے ایک جنبہ بلا کر اور مشکل شکل ہم کثرت کر کے پیچیدگی تھی اور وہ جنبہ  
 حضرت عمر کے پاس رہی کسی نے تقیہ کی چاہ پکڑی کہینی حضرت کے صبر و سکوت کا نتیجہ کیا  
 کہینی بیات لوط کو شبہ برقرار دیا کہینی بیات طیبات حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے  
 معانی بتلایا۔ کوئی سبب ظاہری کلمہ کوئی عمر کے ادسکو جا بڑا اور مباح کہتا ہے اور کوئی وجہ  
 اتفاق و کفر باطنی کے ادسکو مثل اکل میتہ و یحی الخنزیر کے اضطراب آج جناب امیر بیات کرنا  
 عرض کوئی ستارہ وار کچھ نہیں مرنی کر رہا ہے ایک کچھ ترازہ ہے۔ لیکن کوئی اس پر چوبیس  
 ساحل خلاص پر نہ پونجا۔ اور کیسکو اس درجہ ملاکت سی راہ نجات نسوچی۔ تمام تاویلات بھل اور  
 ساری تاویلات لغو و لا طائل جب کوئی توجیہ گرہ کشا نہوئی۔ اور دیکھا کہ ختم گو گیر سے رہائی  
 نہال ہے تو اسلیلی پھیلون نے ایک نیا لباس بدلا۔ اور نرالی توجیہ نکالی اور ادسکو پانچ  
 سمجھا حالانکہ وہ بہ نسبت توجیہات سابقہ کے ہی زیادہ لغو اور پوچ ہے اور پیرہ لائل ثابت کر  
 اول صریح روایات فریقین کے اسکر مذہب میں روایات سی معاف ثابت کر کہ یہ نکاح ام کلثوم  
 بہت فاطمہ رض سے ہوا۔ اگر میں نکاح فی الواقع ام کلثوم بہت حدیث سے دہا ہوا تو اسکا  
 کہیں زبان سے نکلا اور آج تک یہ لغو توجیہات کیوں کرتے رہے۔ حاجی حضرت اگر واقعی  
 یہ نکاح بہت حدیث سے ہو ہوتا تو آپ کے اکابر نزدیک عالم کو سر پر اڑھا لیتے اور خلاف اسے  
 اپنی عجز کے مترس نہیں۔ دوسری یہ کہ عمر بن خطابؓ نے عمر شریفؓ دشمن امیت اور ان کا مال  
 دوسرین کے درپے تھے چنانچہ اہلبیت کے گھر کو جلا دیا اور طرح طرح کی اذیت کی۔

یہ کہ اس کو کلام ابطال کا فرق کا کلام ام کلثوم بہت حدیث میں ہے۔

بیان خارج از حد امکان ہے پس مقصود اس نکاح سے یا البیت کو ایذا رسانی تھی چنانچہ تعلقات باہمی سے حسب روایات شیعہ ظاہر و باہر ہے۔ یا مقصود ترویج خلافت تھی کہ اس بضعت الرسول جگر گوشہ قبول کو عقد ازدواج سے وجاہت خواص و عوام میں ہو جائیگی چنانچہ قاضی صاحب شوستر نے اس امر کی تصریح فرمائی اور نہایت بڑا ہی ہے کہ یہ دونوں امر جب تک ام کلثوم بنت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حاصل شدنی نہیں۔ تیسرے یہ کہ یہ محض جھوٹ اور افتراء ہے کہ ام کلثوم بنت صدیق رضی اللہ عنہ حضرت امیر المومنین کی بیٹی بسبب بیہوشی کے شہر ہو کر تھوڑی سی شہرت کو دلائل معتبرہ سے ثابت نفرادین لائق التفات نہیں بلکہ یہ ممکن نہیں کیونکہ بعد نزول آیت ادعوہم لا یأثموا قسط عند اللہ۔ غیر باپ کے طرف نسبت کرنا ممنوع ہو چکا تھا۔ اور نیز ام کلثوم بنت علی کے ساتھ البتاس شہداء کو یہ اطلاق مستلزم تھا ایسی ہرگز یہ اطلاق صحیح نہیں ہو سکتا ورنہ تو لازم آتا ہے کہ محمد بن ابی بکر پر بھی محمد بن علی ابن ابی طالب کا اطلاق کیا جاوے کیونکہ جیسے ام کلثوم حضرت کے بیٹی تھی ایسی ہی محمد بن ابی بکر بھی آپ کے بیٹے بلکہ محمد بن ابی بکر کو نسبت ام کلثوم کے بہت زیادہ خصوصیت تھی۔ حسب روایات شیعہ اپنے حقیقی باپ زیادہ حضرت کو سمجھتی تھیں ہمیشہ حضرت کے نہیں بلکہ سارے۔ حضرت ہی کمال شرف محمد بن ابی بکر کو دلہن صراحہ فرماتے ہیں۔ چنانچہ بیچ البدلت میں یاد آتا ہے کہ مروی ہے۔ چوتھی یہ کہ اگر نضر بن مال روایات میں ام کلثوم بنت علی سے ام کلثوم بنت صدیق ہی مراد ہوں تاہم صحیح نہیں کیونکہ ظاہر ہے کہ یہ اطلاق مجازاً ہے اور نضر بن علی ہے کہ عدول میں بحقیقہ جنگ حقیقت متعذرہ ہو اور قرینہ صاف علی بحقیقہ قائم ہو اور موقف تک معنی مجازی صحیح نہیں ہو سکتے۔ اعن فیہ میں ہرگز معنی حقیقی متعذر نہیں بلکہ معنی مجازی متعذر ہیں۔ چنانچہ ہم مغرب بیان کر چکے اور قرینہ صاف علی بحقیقہ ہی مقصود ہے کوئی قرینہ لفظی یا عقلی ایسا نہیں ہے جو علی بحقیقہ سے مانع ہو بلکہ صریح قرآن حل علی الحقیقت کو مستلزم ہو رہی۔ چنانچہ علت ترویج خلافت بیان کرنا اور بعد انتقال

فاروقؓ کے عزیز بن جعفر کے ساتھ عقد واقع ہونا۔ عدم کفایت کا ہونا۔ حضرت اُمّ کے فعل کے ساتھ  
 کہ آیت اسی دختر پشور ذی الزین کو دی تھی مائت بیان کرنا۔ مائت ہونا۔ یہ سب قرائن  
 مستند ہوں کہ یہ ام کلثوم جناب امیر کی صلیبی دختر تھیں اور بنت صدیق جو آپ کے ربیعہ  
 ہیں تھیں۔ پانچویں اس تاویل رسول کی چھڑنے اور راس نے والو کو یہ بھی نہ سوچا کہ اتنا  
 سچ ہیں کہ یہ نکاح ام کلثوم بنت صدیق سے ممکن ہے یا نہیں اور تاریخ ولادت و دو نام کلثوم  
 بنت علی رضی اور ام کلثوم بنت ابوبکر صدیق کو دیکھیں۔ سچ ہے روغ کو راجحاً مطرباً شد۔ سب سے  
 اب اہل حد کو ہم کو ملے ہیں۔ اور حضرات کے اس توجہ کو بہار متور کرتے ہیں اور خالکین  
 ملائے ہیں اب چاہیے کہ کسی نئی مادیل ترانسی کی منکر و مادیں پس منہ ہو کہ یہ نکاح حسان بن  
 ام کلثوم بنت صدیق سے ممکن نہیں کیونکہ جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تھی  
 کہ یہ ام کلثوم پیدا نہیں ہوئی تھے اور اس میں تیر تو ابتداء خلافت فاروقؓ میں پیدا ہوئی  
 چنانچہ ابن جریر عسقلانی تقریب التہذیب میں تحریر فرماتے ہیں اُمّ کلثوم بنت ابوبکر  
 الصديق توفى الوفا وهي حمل من الثانية۔ اور روایت سابقہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے  
 کہ بعد نکاح کے حضرت فاروقؓ سے ایک لڑکا زید اور ایک لڑکی رقیہ ولد ہوئی۔ اور بنت بنت  
 حضرت فاروقؓ تقریباً دس سال ہے۔ اب اہل عقل و خرد کے غور فرمانے کا مقام ہے کہ  
 حضرت فاروقؓ اسی صغیر سے جو انکی ابتداء زمانہ خلافت میں ہوئی ہو نکاح کر بن اور یہ کہ  
 لیکر دس سال کے عرصہ تک وہ بالائے ہی ہو جائے اور دوسرے ہی پیدا ہو جائیں عقل پر گہری  
 سمجھنا کہ ہذا بیان عظیم۔ اور ام کلثوم بنت فاطمہؓ بھی اگرچہ صغیرہ تھیں۔ لیکن بنت اسلمؓ  
 کی کہ سال پڑے ہیں کیونکہ انکی پیدائش زمانہ حیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تھی  
 تیر چنانچہ ہم روایات سابقہ میں نقل کر آئی ہیں ولدت قبل وفات رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم تو مشین محقق ہوا کہ یہ نکاح ام کلثوم بنت فاطمہؓ سے ہوا اور ماری فاضل  
 ام کلثومؓ کے کہ صغیرہ میں سے لڑکا مائت وفات فاطمہؓ تا بدینہ پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پہلے ہوا۔

مجیب کا دعویٰ کہ یہ نکاح ام کلثوم بنت صدیق سے ہوا باطل ہو گیا۔ پہر جاری فاضل مخیط نے  
ایک روایت ایک مجہول الاسم المسکر کتاب مہبت السعداء سے جو یہ لکھ کر کہ وہ ام کلثوم کہ جس کے ساتھ  
عقد نکاح فاروق ہوا وہ بنت صدیق تھی محض کذب اور سرسر غلط ہے اگر بالفرض اس کو لیا جائے  
ہم اس عبارت کو صحیح تسلیم کر لیں اور اس حافی نہ کہیں تاہم مقتبلہ اون روایات کے جو کتب معتبرہ  
شہورہ فریقین سے نقل کے گئے اس کو غلط سمجھا جائے گا۔ اور اس کے کذب و دروغ ہونے پر دوسری  
ویسل یہ ہے کہ اس روایت میں لکھا ہے۔ بازنیکاح ابوبکر در آمدی ابو بکر سپر و عبد الرحمن  
دیک و خرم کلثوم زائید۔ حالانکہ یہ باتفاق فریقین سرسر غلط ہے عبد الرحمن بن ابوبکر  
بکر بن بطن اسماء بنت عیس سے نہیں ہے بلکہ محمد بن ابوبکر اسماء بنت عیس کے بطن سے پیدا ہوا  
اور عبد الرحمن بن ابوبکر حضرت عائشہ رضی کے حقیقی بیٹے ام رومان کے بطن سے تھے پس  
اگر یہ عبارات اس حافی نہیں ہیں اور اصل مصنف کی ہی ہیں تو جس کو اتنی ہی خبر نہیں کہ ابوبکر کا  
فرزند اسماء بنت عیس کے بطن سے عبد الرحمن تھا یا محمد جو اونے طلیہ علوم پر ہی پوشیدہ نہیں  
اور کلام بے شک ہمارے فاضل مخیط کے ہی نزدیک مقتبلہ روایات معتبرہ صحیحہ و اقوال علماء  
ستند قابل التفات ہوگا۔ پس حضرات پر خدا کا خوف اور اہل علم سے حیا و شرم ختم ہے۔ میں  
یقیناً جانتا ہوں کہ یہ امر کہ ابوبکر صدیق کے فرزند اسماء بنت عیس کے بطن سے عبد الرحمن تھے یا محمد  
ہمارے فاضل مخیط پر ہی با اینہدہ اور عاجز مخفی ہوگا اور نہیں تو نفع البلاغت اور اسکی ترویج  
ہی سے یہ امر ثابت ہے کہ محمد بن ابوبکر اسماء بنت عیس کے بطن سے تھے اور جناب  
امیر کو سبب تھی لیکن تعجب ہے کہ روایت کے نقل کے وقت عقل و فہم کو کیوں جواب دیا ہوتا  
ہو ش و حواس کو کہاں خلعت کر دیا ہوتا کہ اسکی نقل کے وقت کچھ خبر نہ ہی انا پستناپ  
مہلات کو نقل کر دیا ہے الواقع یہ اس اعتراض کے عیض اور جذر اصم ہونے کا نتیجہ ہے جس  
پس اس مہلات و خرافات سے محمد اللہ اہل سنت فریب نہیں کھاتے۔ اس حاصل یہ نکاح  
ام کلثوم بنت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہوا ہے نہ ام کلثوم بنت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ



یا کسی دوسری ام کلثوم کے ساتھ جیسا تنبیحان وقت کا زعم ہے اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ  
 کو ساتھ ہوا ہے کسی دوسری عمر یا عمرو کے ساتھ جیسا تابعیوں پر تنبیحان آئندہ دعویٰ کر  
 لگین کو چونکہ اول تو متقدمین اور متاخرین علماء متقدمین نے اسکو قبول کر لیا ہے چنانچہ  
 روایات سابقہ سے واضح ہو چکا نہیں صرف تسلیم ہے نہیں کیا بلکہ فقہاء متقدمین نے اس سے  
 استنباد مسائل سے فرمایا ہے۔ چنانچہ ابوالقاسم محمد بن شراحین نے تصریح سے واضح ہے۔ چنانچہ  
 ام کلثوم بنت فاطمہ حضرت امام حسن جلیل الدین ابوبکر سے رضی اللہ عنہم سے حسب تصریح  
 صاحب ابیہامیہ جو بی بی اور شہید جری بن تقریباً پیدا ہوئے تو ابداء خلافت فاروقی بن کر  
 عمر تقریباً پانچ سال کے ہو گئی کیونکہ دو برس اور پانچ چھ ماہ خلافت صدیقی کے ہی گزرے اور  
 صاحب ابیہامیہ نے جو بعض روایات سے ثابت کیا کہ کجح کے وقت حضرت عمر بن عمر بن عمر  
 تھا چھ ماہ قبل اعتبار نہیں کیونکہ اسی روایت سے یہ بھی ثابت ہے کہ ام کلثوم کے عمر پانچ سالہ ہی  
 اور ظاہر ہے کہ حضرت عمر کی عمر تقریباً پانچ سال سے مجاوز ہوئے تو وفات حضرت عمر کے وقت  
 ام کلثوم سات سالہ ہوئیں اور انکے بطن مبارک سے دو بچی ہی تولد ہوئے ایک مرد و دوسرے  
 ریحہ تو کیا کوئی عاقل تجویز کر سکتا ہے کہ سات سال عمر تک دو بچے کسی لڑکی کے بعد ہو جائیں  
 اصل یہ ہے کہ واقفان میر جانتے ہیں کہ اگر کوئی تولد اور وفات اور سن عمر و غیرہ میں جتنی  
 کثیر ہے کوئی امر یا ماہین الاماں اللہ حسین اختلاف نہ ہو۔ خود حضرت عمر کی عمر کو ۵۹  
 سال ہی کہا ہے۔ تو کوئی شخص قطعی طور پر کسی امر کے سن کو خبر نہیں کسچہ پکنا علی نقیص  
 ایسی حالت میں جبکہ ماہیہ عقل و حجت اور اسکی تکویب کرتے ہو اور قرینہ قاطعہ اسکی کذب ہو چو  
 قائم ہو قطع نظر اس سے ہم تسلیم کہے ہیں کہ یہ روایت صحیح ہے اور اسکی وجہ صحیح یہ ہے  
 کہ عمر و معاویہ بن تنافع ہے کہ احادیث کے کسر اب میں سہو کو ساقط کر دیتے ہیں اور شرا  
 کہ کسر اب میں احادیث کو گرا دیتے ہیں۔ خاص کیا جبکہ تعین کسر اب میں ہو تو اس روایت میں ہی  
 چونکہ سال نکاح سے تعیین معلوم نہیں لیکن پچاس اور ساٹھ کے تقریباً امین واقع ہوا ہے

اسی کی سرت کو حذف کر دیا اور عشرہ اطلاق کر دیا نقل روایت میں رسالہ الہامیہ کے یہ الفاظ ہیں چہی  
 روایت دیگر کتاب المودہ مذکورین یوں ہے ان عمر بن الخطاب لما خطب ام کلثوم واعتذر  
 لبصرها فقال عمر ما لي حاجة الي النساء لكن اتبع الوسيلة ل محمد عليه السلام  
 وهو يقول كل سبب نسب ينقطع بالموت الا سببه ونسبه فزوجها على  
 اياه ببهر اربعين الف درهم فاق ذلك كله عمر و ابنة اربع سنين و ما بين  
 الاربع والخمس و خمس سنين فاجلسها عمر لعننه فرفع ميزرها و  
 مسح يده على راسها فخر دسا فها فرقت يد ها و كادت ان تلطم و قالت  
 لو كانك امير المؤمنين للطمعت على خذك فقال عمر دعوها فانها هاشمية  
 قرشمية - علاوہ ازین اس روایت کے صریح الفاظ کا رد بول سینے وسیلہ کا طلب گار ہونا روایت  
 کل سبب الخ بیان کرنا حضرت علی سے خواستگار ہونا - ہاشمیت قرشیہ اس کو کہنا یہ سبب  
 اس کی بنت فاطمہ ہونے کو مستلزم ہیں اور بنت صدیق ہونے کو نافی - پہر یہ نکاح  
 ام کلثوم بنت صدیق رضی اللہ عنہ سے ہونا ممکن نہیں کیونکہ اول تو یہ ابتداء خلافت فاروق  
 میں تولد ہوئی اتنے زمانہ میں اس کا بال نہ ہونا اور دوپچی پیدا ہونا محالات عادی سے ہے  
 پہر عمر کو اس کی خواستگاری کی کچھ حاجت نہ تھی - اہلبیت صدیق سے عداوت نہ تھی  
 کہ اس کی تذلیل و توہین مد نظر ہو - بلکہ اگر حضرت عمر موافق ہمارے اعتقاد کے خلیفہ راشد  
 تھو انکی غرض اس نکاح سے رسول کے ساتھ پوندگی تھی چنانچہ ہماری روایات سے  
 ثابت ہے اور اگر حسب مرسوم شیعہ دشمن اہلبیت تھے تو یہی انکی غرض اسی ام کلثوم سے متعلق تھے  
 کیونکہ اوس کے غضب میں تذلیل اہلبیت تھے نہ بنت ابراہیم - اور اگر بغرض محال تھا ام کلثوم  
 سے عربین خطابے جب ام کلثوم کو خواستگاری کی اور پتی کو صغیر کا ذکر کیا تو عمر کہا کہ جو کوئی عفت رغبت نہیں میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم  
 وسیلہ چاہتا ہوں اور وہ فرمانا ہے ہر والدہ اور شہد موت کو قطع ہو جائیگا مگر میرا وسط اور شہدہ تو علی بن ابی طالب ہیں ہر مرد اس کا نکاح عمر  
 کو سنا ہے کہ آیا عمر نے یہ سبب بھیجیا یا اور ام کلثوم چار سالہ تھی اور عمر کی عمر ساٹھ برس تھی تو عمر نے اس کو اپنی پہلو میں چڑھایا اور اس کی  
 آزار کو دیا اور اس کو سر پر اپنا ہاتھ رکھا اور اس کی پٹائی کی اپنی امانت دیا اور قریب تھی کہ عمر کے طعنہ چار سالہ اور کہا کہ اگر تو

اس روایت میں جو الفاظ لائے گئے ہیں ان کا ترجمہ ہے کہ ام کلثوم کو خواستگاری کی اور پتی کو صغیر کا ذکر کیا تو عمر کہا کہ جو کوئی عفت رغبت نہیں میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم  
 وسیلہ چاہتا ہوں اور وہ فرمانا ہے ہر والدہ اور شہد موت کو قطع ہو جائیگا مگر میرا وسط اور شہدہ تو علی بن ابی طالب ہیں ہر مرد اس کا نکاح عمر  
 کو سنا ہے کہ آیا عمر نے یہ سبب بھیجیا یا اور ام کلثوم چار سالہ تھی اور عمر کی عمر ساٹھ برس تھی تو عمر نے اس کو اپنی پہلو میں چڑھایا اور اس کی  
 آزار کو دیا اور اس کو سر پر اپنا ہاتھ رکھا اور اس کی پٹائی کی اپنی امانت دیا اور قریب تھی کہ عمر کے طعنہ چار سالہ اور کہا کہ اگر تو

بنت صدیق ہوتے تو حضرت امیر سے اسکی خواستگاری کے کیا منہ پر ہوتی ہوتی  
 روایت سے جبکہ عمار شید نے معتمد سے کہا کہ اب اسدل قرار دی رکھا ہے ثابت ہے کہ حقیقی  
 بہائے ام کلثوم کا عیب الرحمن بن ابی بکر تھا تو ظاہر ہے کہ وہ ولی ام کلثوم کا ہوا  
 نہ حضرت امیر اور عیب الرحمن بن ابی بکر لاریب موالین خلفاء دین سے تھا اگر مکرر  
 اسکی خواستگاری فرماتے تو حضرت امیر کا اوسمین کچھ دخل نہ تھا نکاح بولایت عیال الرحمن  
 بلا وقت اور بدون کتا کستی کے ہو جانا پس اسی حضرات ذرا ہوس میں آؤ عقل کے ناخن نہ اڑا  
 جب اہل حق کے مقابلہ میں قدم رکھو اور سمجھ لو کہ اس قسم کے الہامات الہام نہیں۔ بلکہ  
 محض دوسرے شیطانی ہیں۔ معتمد ابیہ کچھ ام کلثوم ہے پر تو منحصر نہیں بلکہ لفظ کا فنی کلینی نہیں  
 وال میں کریم غضب معاذ اللہ تو یہ تو یہ ہوس و فوج و ثمنان البیت بر واقع ہوا وہ اس  
 اول فرج غیبت منافرین اور اولیت اوس وقت متحقق ہوگی جبکہ بھیجی ہی یہ سائنہ  
 ہوش رہا واقع ہوا ہو۔ غالباً اس سے آپ کے ام کلینی کی مراد یہ ہوگی جو حضرات انہ اپنی  
 بنات اور اخوات کو معاذ اللہ تو صعب کو دے رہے تھے چنانچہ حضرت سکینہ مصعب بن زبیر کے  
 نکاح میں ہی بیان ہی فرمائی کہ سکینہ کوئی اور سکینہ تھی۔ لاجل لا قوۃ الا باللہ العلیٰ اعظم  
 ابیہ تیسری روایت کی کیفیت یہی سن لیجئے کہ جو ہمارے فاضل مخاطب نے نسخ الباری شرح  
 بخاری سے نقل کی ہے کہ اصل اوس روایت کو فاضل نے نور اللہ توستری نے ابن حجر  
 متاخر سے نقل کی ہے اپنے مصائب میں نقل کیا ہے جسکا ترجمہ خانم مشکلیں جو لانا مولوی  
 حیدر رحمۃ اللہ علیہ نے ازالۃ الغین میں اس طرح کیا ہے بآنگہ معارضت با نچہ ذکر کردہ اذ  
 آزا بسیاری از اہلسنت از جملہ ایشان ابن حجر متاخر سے در کتاب خود گفتہ کہ چون علی  
 علیہ السلام با کرد آزا نکاح انبہ خود از برای عسر و صغر اور عذر ساخت و عذر دار امر قبول نمود  
 مآنگہ لہذا ساخت علی را بآنگہ ام کلثوم را یا و بناید پس از آنکہ عسر فرستاد و چون عسر اورا دید  
 اخذ کرد و ضم نمود اورا بخود و بوسید اورا و بعد از آن ابن حجر عذر خواست در آنکہ عمر کردہ اور

از ضم و تقیل پیش از وقوع عقد تخلیص تا آنکه ام کلثوم بنا بر صغر بجزی نرسیده بود که سبب شهوت  
 شود تا حرام شود ضم و تقیل و اگر صغر اورا نئے بود پدر اورا نئے فرستاد۔ بعد قاضی شومر کے  
 کہ اس روایت کو آپ کے علامہ کشمیری نے نزہہ میں ابن حجر سے نقل کیا ہے اور مطلق ابن حجر  
 لکھا ہے نہ عسقلانی لکھا نہ مکی لکھا نہ کسی کتاب کا حوالہ دیا۔ چہارم آنکہ معارضت بروایاتیکہ  
 اہلسنت دربارہ نکاح حضرت ام کلثوم ذکر کردہ انداز بخند ابن عبد البر در کتاب التیمۃ  
 در اثنا ترجمہ ام کلثوم روایت کردہ از محمد بن الخطاب خطب لے علی بنہ ام کلثوم  
 فذکر صغرها فقیل ردك فداوده فقال له علی البث بها الیک فان رخصت  
 ففهم امراتک فارسل بها الیہ فکشف عن ساقیھا فقال مہ لولا انک امیر المؤمنین  
 للطمت عینک انتہی ابن حجر حین روایت کر دہ ان علیا لما ابی عن النکاح ابنہ بعمر  
 واستعذر بصغرھا لم یرکن یقبل منہ ذلک العذر رحتہ لجاہ ان یومیا اباہ  
 فارسلھا الیہ فلما راھا عمر اخذھا وضمھا الیہ وقبلھا بعد ثوبکے اور کشمیری کی  
 اس روایت کے ایک حصہ کو ہمارے فاضل مجیب نے نقل کیا اور فتح الباری شرح صحیح بخاری  
 کی طرف اس روایت کے ترجیح کو نسبت کیا جو علامہ ابن حجر عسقلانی کی تصنیف ہے پس اول تو  
 یہ روایت اور روایات کے مخالف ہے جو موافق جمہور کے ابن حجر اصناف میں بیان کی ہیں چنانچہ  
 ہم اور نقل کر چکے ہیں۔ پھر مکتو یہ معلوم نہیں کہ اس روایت کی نقل میں ثوبکے صاحب  
 صحیح میں کہ یہ روایت موافق ادنیٰ ابن حجر متاخر کی کی ہے یا ہمارے فاضل مجیب سے ہیں  
 کہ یہ روایت ادنیٰ فرما نے کے موافق ابن حجر عسقلانی کی فتح الباری شرح صحیح بخاری میں  
 چونکہ بوجہ مذکورہ مکتو اس روایت کے صحت نقل میں کلام ہے اسلیں ہم اپنی فاضل مجیب  
 دریافت کرتے ہیں کہ فتح الباری میں یہ روایت کس جگہ مذکور ہے تاکہ ہم اسکی صحت نقل  
 مطلع ہوں فتح الباری کو جہاں تک اسکی مواقع میں تتبع کیا گیا ہو دستیاب نہیں ہوئی اور اگر  
 بضرع محال فتح الباری میں یہ روایت ہوتا ہم چونکہ یہ روایت مخالف جمہور محدثین مثل

صاحب استیعاب و شیخ ابن اسحاق اور قاضی و مفتی و شریف موسیٰ اور طبرستان نے بغیر کسی  
 بکایت و خلافی کی روایت کی ہے کہ تمام تحقیقات جہاد و حدیث کے صریح و نہاد و خوشنودی  
 پر والہانہ دلیل قابل اعتبار و احتجاج کے نہیں ہو سکتے اور بالفرض اگر اسکو یہی تسلیم کر لیں تو  
 قاعدہ الحکمیت یا غیر بعضہ بعضا اسکے یہ معنی ہیں کہ حضرت فاروق نے اس معاملہ میں اسے  
 فریاد و احتجاج و التماس رسالت اور کثرت مراجعت و معاودت و مرادوت سے جیسا کہ اگر توبہ  
 و محمول شرعاً ہے جناب رضوی کو عجا و مضطر کیا یہ کہ جبر و اکراہ و تعدی اور عدوان و عسبیت  
 کی وجہ سے قتل کے دہلی یا عباس کے سقایت و زرم کے غصہ کے دہلی سے لکھ اور مضطر کیا و مادیہ  
 من سواد الفہم۔ پس سب کا لفظ ایجاہ سے مراد بجز کثرت احتجاج و التماس کے اور کچھ نہیں ہو سکتا  
 چنانچہ اور روایات سے ہی اسکی تائید ہوتی ہے کہ فاروق کو اسکے طرف کمال شغف تھا  
 اور ایسی حالت میں کہ کالج سمرقند و مخطوبہ نہایت ضعیفہ اور اسکو کسے اپنے قریب کے لیے مجبور  
 کر رہا ہو تو ایسی حالات کی وقت جعفر و احتجاج و التماس و طلب رسالت مرد کو بظرف ہو اور  
 حد و کار اولیاء مخطوبہ کی طرف سے ہو بجائی خود ہے۔ علاوہ ازیں ہمارے مخاطب نے  
 اس و امت میں یہ دیانت فرمائی ہے کہ اس روایت کو اپنے مطلب کے موافق حتی ایجاہ  
 تک نقل کیا اور مابعدہ کے الفاظ کو جو مدعا کے خلاف تھے حذف فرمایا اور الخ لکھنا لکھنا لکھنا  
 لکھنا یہ ہی فرمایا اور فرمایا ایجاہ آہلی کتاب میں موجود ہے عفت اور اس لفظ میں صحت  
 تنازع لفظی ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ اگر نزدیک اسکی یہ حسنی میں کہ زبردستی ہی  
 چھین لے۔ جس سے باطنی النظرین دیکھنے والا یہ سمجھ کر اس ایجاہ و اکراہ کے غایت بکایت  
 چنانچہ ہماری مخاطب نے اسی مدعا کے ثبوت کے لیے اس روایت کو اسکا نقل کیا ہے  
 حالانکہ یہ محض غلط اور فریب دی ہے بلکہ نایہ ایجاہ و اکراہ جو عبارت لاحقہ سے مفہوم ہوتی ہے  
 وہ صرف لکھنا محضرت ام کلثوم کا ہوتا چنانچہ حتی ایجاہ ان پر ہوا۔ سیر وال ہے اور ظاہر  
 کہ کالج کی لپی برداریاں سندہ فریقین دیکھنا مخطوبہ بالغہ کا بھی جائز بلکہ مندوب ہے۔ جسکا

صدیقہ سو کہ صدیقہ کا جسکی چھتر سال کی ہو علی الخصوص ایسی حالت میں کہ عرب کے رسم و عادت کے خلاف ہو دیکھنا یا دیکھنا مسئلہ کسی محدث کو نہیں ہے پس اس سے ثابت ہوا کہ اگر بالفرض یہ روایت صحیح ہو بھی تاہم مفید و جامع نہیں ہے کیونکہ دعائیات اجماع و اکراہ و اباح و کراہ و کناہ و کناہ کا کثوم بنت صدیق ہے اور اس روایت سے کس طرح اس ام کثوم کا نسبت صدیق ہونا ہرگز مفہوم نہیں ہوتا تو ام کثوم بنت صدیق کے نکاح کی نسبت اجماع و اکراہ کیونکہ یہ ثابت ہو چکا۔ کیونکہ اس کے نکاح کی نسبت اجماع و اکراہ تو فرع اسکی وجود کی ہے جب روایت میں اسکی وجود کا ثبوت ہی نہیں تو اسکی نکاح کی نسبت اجماع و اکراہ کا دعویٰ کرنا ذی العقول کا کام نہیں ہے۔ رہا یہ کہ مذہب شیعہ میں اگرچہ روایات سے یہ امر ثابت ہے کہ نکاح اکثوم بنت طلحہ صحیح ہے جبر و اکراہ ہوا چنانچہ روایت کلبی سے اول فرج غضبت منا سے یہ امر واضح ہے اور قاضی شوکتی وغیرہ کی تصریحات اس پر دل میں۔ لیکن یہ امر مسلمہ لغو و لا طائل ہے۔ کیونکہ جناب امیر جو اس جبر و اکراہ و امانت و تدلیل کے متحمل ہوئی در حال سے خالی نہیں یہ کہ یہ عبرت و سکوت و وجہ وصیت کے ہمارے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی تھی کہ میرے بعد خلفاء جو رہو کچھ احداثات و ابتداءات کریں ہرگز چونکہ نہ کرنا اور جبر و توبین و تدلیل تسلیم کریں صبر و تحمل کو ہاتھ سے نہ دینا۔ اور یا اسوجہ ہمارا کہ آپ کے بارگاہ گارے آپ کو یہ خوف ہمارا کہ بروگئی سو گئے مبادا جان ہی جائے اس لیے اپنے ان کفریات کو جیسا اور اذین شریک رہے لیکن دونو تو چہیں ایسی خرافات و توہمات کا بطلان ہر ایک ذی خود نظر ہوتا ہے میں سمجھ سکتا ہے احتمال اول بالکل غلط اور خلاف اصول نتیجہ ہے کیونکہ بالفاق تمام اثنا عشر یہ لطف خدا پر عقلاً واجب اور خلاف لطف ظہار و تبریح۔ پس اگر یہ وصیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم خداوند تعالیٰ مانہ فرمائی تو محاذ اللہ خدا تعالیٰ اور اسکا رسول آمر بالقیح ہوئی۔ کیونکہ امام عام اور نبی رسول کو یہ وصیت کرنا کہ بعد حضرت ۱۲ کے کفار و فجار کے ہم پیالہ و ہم نوا رہیں

جانبائے حق کے لئے اور غیر مذکورہ سے کا روایت صحیح و معتبر ہے

سیکو راہ ہدایت کی طرف دعوت کریں بلکہ تنقیہ کے پردہ میں عوام کو چھوٹے اور غلط مسئلہ بتا کر  
 راہ حق سے گمراہ کریں اہل کفر و نفاق و شیعہ و متناق اگرچہ دین کو برباد کریں بحیثیت کو بدین حلال کو  
 حرام کریں مثلاً ستھ کو جبکہ متحدہ و دفعہ کرتے سے ہر ایک دفعہ میں عوام کا نام فضاہت ہوت  
 سیمی پی کریں اور بتدیج اند کے مراتب پر بھی فائز ہوں اور اسکی غسل کے پانی سے جھڑ  
 قطرات شیکین انسی فرستی سپہاہوں۔ ایسی نعمت بے پایاں کو حرام کریں۔ حق کو ٹھکر  
 سنات لیلیات کو غضب کریں دم نہ ماریں چون و چرا نہ کریں۔ سر سر خدات لطف اور مسبح  
 اور حرام ہے اور خدات اس غرض کے ہے جبکہ لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدعت ہوئی  
 اور کتاب نازل ہوئی اور جہاد کا حکم سنایا گیا اور اگر غرض اس سے حفظ اور بقا رہی ایمان تھی  
 اور اس وجہ سے اسکو سخت سمجھا گیا تو یہی سی باطل داعیات ہے کہ نفاق کا بقا اور اسکا حفظ  
 اور اسکی حمایت خداوند کریم کو اور اسکی رسول کو اسدرجہ ہتھم بالشان ہو کہ اسکی مقابلہ میں اسکا  
 دین حنیف برباد ہو جاوے اور اسکی کتاب خراب ہو اور اہلبیت ہوی دلیل خوار ہوں۔ پھر یہی  
 اس نفاق کا بقا نظر ہے نفوذ یا اللہ من ذلک اور جب یہ اشد قبیح اور محرم ہر قوس تھا  
 ستارہ کفر و فسق ایسی تباہ و شل نفع کا اور صداد ہونا امر محال و متمنع ہے۔ احتمال ثانی یہی اہل غلط  
 اور باطل ہے۔ کیونکہ اگر تمام صحابہ الامجد و دی اکبر دشمن تھی تو جنگ خلیہ صفین کے وقت میں  
 آپ کے ہمراہ ہو کر نہ لڑا صحابہ نے جان بازیان کیں وہ کہا نہ یہ پیدا ہو گئی تھی پہلے کین دشمن تھے  
 اور اب کیون دوست ہو گئی بلکہ اگر ایمان کیا جاوے تو اب زیادہ اسباب عداوت تھی آپ پر  
 اور تین خواہشات نفسا یہ سے سرور و دینی ہونگر جسپر لڑنا خوشی کا ہے اسوا سلعے آپ نے  
 لڑنا و فرمایا تھا و اما لکم و در راجع لکم منہ امیلا لکنہ انی نبی البلاغت۔ توجب  
 اسوقت آپ کے ہمراہ ہوئی اور آپ پر امی جاؤ تو لکھ مذکر نے تک دینے کیا تو کیا اسوقت ہمراہ  
 نہوتے۔ بی یار و انصار ہونا تو اسوقت ہوتا کہ آپ سناعت فرماتے اور کوئی آپ کے ہمراہ  
 نہوتا۔ علاوہ اربین یار و مددگار کے آئیکو کیا ضرورت تھی۔ آپ کو معاد م تھا کہ یہ لوگ میرے قتل

ایٹاک پر تو قادر ہو سکتے اور مقابلہ آپ کے شجاعت کو کس کی طاقت ہتی کر سامنی آسکر۔ پس  
یا خوف آبرو ہوتا ہے سو وہ جا چکا ہتی اور یا خوف جان وہ جانے والی نہ تھے پھر معلوم نہیں پس  
حالت میں اس لغو وصیت کی کیا فائدہ اور آپ کو یاد دہنگار کی کیا ضرورت۔ تعجب تو یہ ہے کہ مقابلہ  
امیر معویہ کی نہ وصیت یاد آئی نہ شعیان مخلصین کے ہونے کا اور وقت خیال آیا حالانکہ امیر  
معویہ کی طرف سے اس تقدی کا عشر عشر بھی ظہور میں نہیں آیا کہ جو خلفاء سے عموماً ظاہر ہوتی  
پھر اگر وصیت کو مختصر زمانہ خلفاء ثلثہ پر سمجھا جاوے تو ترجیح بلا مرجح بلکہ ترجیح مرجح کی لازم آوے  
اور ابہ الفرق کوئی نہ نکلو۔ مہندہ ان دو قوتا و ملیو کو اور وقت صحیح سمجھا جاسکتا ہے۔ جبکہ جناب  
امیر نے کہیں ممانعت کی ہو اور ہرگز چون و چرا فرمایا ہو۔ لیکن روایات تحت لفظ سر ثابت ہوتا ہے  
کہ آپ ذرا سی بات پر تلوار سیان سے نکالنے پر آدھ ہو گئے ذرا سی بات میں آپ نے  
تخفیف دہندہ فرمائی اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نہ آپ کو وصیت کے گئے نہ آپ عاجز  
بیچارہ تھے۔ چند روایتیں لکھوں جن سے یہ نہ عا پایہ ثبوت کو پونہچے۔ پہلی روایت قتل ابوبکر  
اشجع کی ہے کہ خاتم المتکلمین مولانا مولوی حمید علی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد القلوب دلیلی سے نقل  
کی ہے۔ چونکہ عبارت طویل تھی اسلئے اسکا اختصار کر کے اسطرح لکھا ہے ابوبکر اشجع بن مرجم  
راستولی صدقات کہ مضامین مدینہ و ضیاع مذک بود گردانید۔ کان شجاعا و کازلہ اخر قد علی  
بنا بطلانی وقعہ ہوازن و تقیف فلما خرج الرجل من المدینۃ جعل اول قصده  
ضیعہ من ضیاع اہل البیت فجاء بعتہ و احمق علیہا و علی صدقات کانت لعلی  
یفر من علی اہلہا و کان الرجل زند یقامنا فقا فاصل اہل قرینہ الی اصیر المومنین

۱۔ اور یہ شجاع تھا۔ اور اسکے ایک بہائے کو علی بن ابی طالب نے جنگ ہوازن اور  
تقیف میں قتل کیا تھا جب یہ شخص مدینہ سے نکلا۔ پہلا قصد یہ کیا کہ اہل بیت کے جاگیر اور علی کے  
صدقات کو اچانک اگر ضبط کر لیا۔ اور رعایا پر ظلم کرنے لگا۔ گاؤں والوں نے پیام پہنچا کہ  
حضرت کو۔ ۱۲۔



رسول اجماعاً نہ مافقط من الرجل قد عل على عليه السلام بدابته وتعم بعامته  
سواء وتقلد بسيفين ومعه الخنز وعالم بن ياسر والفضل بن عباس وعبد الله  
بن جعفر وعبد الله بن عباس حتى وافى القرية فانزل عظيم القرية في مسجد  
يعرف مسجد هم ووجاه امير المؤمنين بالحسين يساله المسير اليه فارالحسين  
فقال اجب امير المؤمنين فقال ومن امير المؤمنين فقال على نوابطاب فقال  
امير المؤمنين الويكم خليفة بالمدينة فقال الحسين اجب على نوابطاب فقال انا  
سلطان وهو من العوام والمخاض له قلبه هو اتي قال الحدي ويملك ايكون مثل  
والدي من العوام ومثلك يكون سلطانا فقال اجل فان والدك لم يدخل في بيعته  
ابن بكر الا كرها وبابعاها طائعين فصار الحسين فاعلمه ما لقت له عمار فقال يا ابا  
اليعقظان مر اليه واساله ان يصير لي لانه من اهل الضلالة فحين مثل سبب الله  
يوني ولاياتي فصار اليه عمار وقال مر جابا يا اخا ثقيف ما الذي اقدمك على مثل  
امير المؤمنين في صيارته فمر اليه وافصح عن حجتك فانه عمار واختر له في الكلام  
وكان عمار شديد الغضب فوضع حائل سيفه في عنقه وصديده الى

سے اور کئی زیادتیوں پر مسل کیا علی سے اپنی ساری شتمانی اور سیاہ علماء باندہ اور دو تلواریں نکال کیں اور حسین اور عمار  
یا امیر المؤمنین بن عباس اور عبد بن جعفر اور عبد بن عباس پر قاب ہوئی مانتا کہ کوئی نہیں ہے اور گدا گدا کر رہا تھا اور عمار  
اور امیر المؤمنین بن حسین کو بھیجا اور سکو بڑا کہا امیر المؤمنین کی خدمت میں حاضر ہوا اور سب کہا کہ امیر المؤمنین کہا علی بن ابی طالب  
اور سب کہا امیر المؤمنین خلیفہ ابو بکر مدینہ میں جن حسین کے کہا علی بن ابی طالب کی خدمت میں حاضر ہوا اور سب کہا کہ امیر المؤمنین کہا علی بن ابی طالب  
اور وہ عوام میں سے ہے اور اسکو حاجت ہے کہ وہ خود میرے پاس چلے آئی حسین کے کہا تیرا پاس ہو کیا میرا والد جعفر  
عوام میں سے ہو کر اور تیرے جیسی حاکم اور سب کہا میں اس کی تیرا باپ ابو بکر کی حجت میں مارا اور اعلیٰ ہوا اور سبے برضا اور  
سنت کی جو حسین (والہیں) چلے گئے سادہ جواب امیر کو حقیقت بتل گئی (خبر دی) آئیے عمار کی طرف تہہ پر کر  
فرمایا ای باب الیقظان تو اسکی طرف جا اور اس سے کہہ کر تیرے پاس چکر اور کہو کہ وہ گمراہ ہیں سے جو اور ہم سب سے  
کی امید میں چکر پاس ہے میں اور وہ کسی کی پاس نہیں جاتا عمار اسکی پاس گئے اور کہا مر جابا یعنی امیر المؤمنین آئیے  
سبھی کی خدمت میں حاضر ہونے سے چکر گیا جبر (مالع) ہیں اور اسکی طرف چل اور اسکی حجت کو ظاہر کر اور سبے چکر کا  
بدکلامی سے چش آیا عمار ہی نیز مراح تھا اپنی عمر کا بڑا بڑا کاروبار وہیں لٹکایا اور تہہ کی طرف تہہ ٹٹایا۔ ۱۵۔

السيف فقبل امير المؤمنين الحق عمارة فوجب للجميع وقال لهم لا تنابوه فصر  
واثمة وكان مع الرجل ثلثون فارسا من حياذ قومه قالوا له ويلاك هذا على ابيطان  
قتلك والله وقتل اصحابك عنده دون النطقة فسقط القوم جزها من امير المؤمنين  
فغضب الاشجع الى امير المؤمنين على حروجه سبحانه فقال دعوه ولا تعجلوا فقال ويلاك  
بما استحللت اخذ اموال اهل البيت فقال وانت بما استحللت قتل هذا الخلق  
في كل حق وباطل وان مرضاة صاحبك من اتباع موافقتك فقال اما اعرف من  
نفسك اليك ذنب الا قتل اخيك وليس بمثل هذا الطلب الثارات فقبحك الله  
وترجك فقال لما الاشجع بل فيحك الله وتبرعك فان حسدك الخلفاء لا يزال  
بك حتى يوردك مواردك العككة فغضب الفضل وهرج عنقه عن جده فاجتمع  
اصحابه على الفضل امير المؤمنين سيقه فلما نظر القوم الى برق عينيه ولمعات  
اذى الفقار ومواسلهم وقالوا الطاعة فقال القروا باواس صاحبكم الا صغر  
الى صاحبكم الا كبر فالقروا والقواراسه يزيدي ابى بك فجمع المهاجرين  
والانصار فقال احاكم النقي اطاع الله ورسوله واوى الى امر منكم فقلتم مصداقات

۱۔ کسینی امیر المومنین سے عرض کیا کہ عمار کے پاس سختی آپ سب سمیت متوجہ ہو گئے اور فرمایا اور اسکو گھبراؤ نہیں بس اپنی کار کو چلایا اور اسکی ساتھ (ہری) اور اسکی قوم کے عمدہ اور چیدہ لوگوں میں سے تیس سو افراد جنہوں نے اسکو کہا تیرا ناس جو یہ علی بن ابی طالب (آپہنجا) خدا کی قسم بخواتیر ہے ساتھ کونو ملغون ایک قتل کر ڈالیا۔ پس ساری قوم امیر المومنین سے ڈر کر گر پڑی اور اشجع کو ہونہ کے بل گھسیٹ کر امیر المومنین کے پاس لا کر آپ نے فرمایا چھوڑ دو اور جلدی نہ کر اور جو چاہا تیرا ناس ہو کر جس تو نے اہلبیت کے اموال کے یعنی کو حلال کر لیا اور سنے کہا اور تو نے کس سبب سے حق ناحق اور مجنوں کا قتل حلال کر لیا اور با تحقیق بخجگو میرے سردار کی رضا تیری سوخت کے پیر دی سر پسندیدہ تر ہے فرمایا میں بجز تیرے پہا کی قتل کے اور کوئی تیرا گناہ خیال نہیں کرنا اور (ظاہر ہے) کہ اس حسی مطالبہ کا عوض نہیں ہوتا۔ پس تیرا خدا بڑا کرے اور بخجگو آرزو کرے اشجع نے کہا بلکہ خدا تیرا بڑا کرے اور تیری عمر کا بڑا تحقیق خلفاء کا حسب عیش تیری ساتھ بیگا بہانہ کہ بخجگو ایک کے گناہوں پر تیری گناہوں کی فصل غصہ ہوا اور اسکی جسم پر سی اور اسکی گردن اور اسی پیر تو اسکو ساتھ فضل پر اور جو کئی پس امیر المومنین نے اپنی تلوار نکالی پیر جب آگئی آنکھوں کی دمک اور ذوالفقار کو چمک قوم نے دیکھی اپنی ہتیاں ہتیکر اور طاقت بکار سے لگ فرمایا جاؤ اپنی چوہے سے سردار کا سر ٹہری سر زار کے پاس لیجاؤ۔ وہ گئی اور اسکا سر بڑا کر کے اگر ڈال دیا

المدينة وما يليها فعارضه على نزال اسطاب فقتله اخبت قتله ومثل به اخبت مسئلة  
فاحضر اليه شجعانكم واستعدوا له من رباط الخيل والصلاح فكت القوم مليا  
كان الطير على رؤسهم فقال اخرهم انتم ام ذوالسن فالتفت اليه رجل من الاعراب  
يقال له الججاج بن السجين فقال انزلت سربا منك فمر قام اخر فقال لا تعلم من  
توجهنا والله ان القسامك الموت اسهل من لقاءه فقال اذا ذكر لكم على دارت  
اعينكم واخذتكم سكرة الموت اهكذا يقال لمثله فالتفت اليه عمر فقال ليل  
الاخلاق فقال ابو بكر يا ابا سليمان انت اليوم سيف من سيوف الله فصر اليه في  
كثيف من قومك فانه قتل ليثا وكهفا وضيعا من شيعتنا وسلا ان يدخل الحفرة  
فقد عرفنا وان نأيدك الحرب فجئنا به اسيرا فخرج حاد في خمسائة من الطال  
قويه مغلما لفضل القبيلى المومنين فقال لو كانا منا يد قريش وقبائل حنين  
وفهران حوازن لما استوحشت الا من مثلا لنهم فقال خالد ما هذا الويتير  
التي قد بدت منك لا تفارق بينك المنة محبته ولا تضر من ان العبد الحنود  
فانك ان فعلت وجدت عنه غير محمود فقال ثم لعدني يا خالد بفضل ويا

اسے دینا اور اسکی تعلقات پر حکم کیا و یا تھا پس ملی جس نے جلال الدین سے سمن خرمن ہوا اور اسکو کہتے ہی روت مارا اور بہت سے طرح سے گناہی اس میں سے جو باور اسکی طرف لکھوا اور کوٹھڑوں اور ہتھیاروں کو اسکو کہے کہ ستمہ جو جاؤ (ایسے سنگی قوم ویر تک اس میں سے) گویا کوئی سرور پیر شریاں میں انوکرے کہا کیا تم کو گم ہو۔ بار بانوں دانے تو ایک بدوی شخص کے حجاج بن محمد کے ہتھ پتے سے نکلے اور کہنے لگا اگر تو پیچھا تو ہم جی تیری ساتھ بیٹے کے پیروں اور اوٹھیں لگا کیا تو نہیں جانتا کہ کچھ تو کسی طرف سے مہمات ہے خدا کے فضل اور اسکی مدد کے رشتہات ملک ثروت کا کمالا سہل تر ہے ابو کر نے کہا کہ جب ملی کا ستم نہ مذکور ہوتا ہے تو تمہاری کہیں پیر خاؤں میں اور ملک و موت کا ٹھہر چڑھا ہے یا میری جیسی کہ ایسا ہی احباب و بھرمین پر عجز اور اسکی طرف سے توجہ ہوا اور دلا اس کے لئے بحر خالہ کے گور کی کہیں ہے پس کہا اے باستانیاں تو آج لہنے کے قوار دین کے ایک قوار ہے تو اپنی قوم کی گوان لٹا لکھ اور اسکی طرف جا اسنی ہماری سیدین کے ایک ستمہ کو اردو دلا اور اسکو کہہ کہ حاضر حضور جو حاسے سے ہینے حضور صاف کیا اور اگر تم نے دلا تو اسکو کہہ کہ کے ہمارے پاس ہے آ۔ تو خالہ ہی قوم کے پانہ ہمارے ایک کھلا نعلی نے جب کہ اہل المومنین کو اطلاع دی تو فرمایا اگر قریش کے سردار اور حبشیہ کے قبیلے اور ہوازن کے کلمہ سہوازی ہوئی تو میں ہین گھبرا نا مجھ کو اپنی گمراہی کے خالہ کے کہا یہ کیا حرکت تھی جو تمہیں ہمارے قریبیوں میں تغیر نہ ڈالے۔ اور کچھ ہی ہوئی آگے ٹھہرا کر تو ایسا کر گیا تو اسکا انجام ایسے بدیدہ و ہرگ

ابن قحافة سئل من حمل من اسير الحسين مالک بن نويرة قتله وانكث  
امرته اني لا عرف قاتله واطلب منيته صباحا ومساء ولواردت ذلك لقتله  
في فناء هذا المسجد فغضب خالد بن ابي اسير المؤمنين على خالد وخفق عليه فلما  
نظر الى بريق عينيه وبريق ذى الفقار نظر الى الموت عيانا وقال يا ابا الحسن  
لم يرد هذا فصر به امير المؤمنين بقصار اسر خالد الفقار على ظهره فكنس عن رانته  
فقام بجل يقال له لكنني بن الصباح وكان عاقلا فقال والله ما جئناك لعداوة <sup>بيننا</sup>  
وبينك انت اسد الله في ارضه وسيف نعمته على اعدائه ونحن اتباع مأمورين  
واطواع لا مخالفون فاستحيه امير المؤمنين ونزل الجميع ونزل امير المؤمنين  
يعانخ خالد او خالد لما به امر الغربة ساكت فقال وياك يا خالد ما اطوعت  
للمخائن الناكثين فقد تركت الحق على معرفته وحيثي للتحيلة على ابن قحافة  
اسير العبد معرفتك اني قاتل عمر بن عبد ود وهرج و قالع باب خيبر والى  
لستحيه منكم ومنف القعولكم او ترهم انه قد خفي على ما تقدم به اليك صاحب  
حين اخرجك الى و انت تذكره ما كان مني الى معد كبر والى صدر نرسلفه

ساح اور ابن ابی قحافہ سے دیکھا تا ہے تیری جیسا میر جیسی کو تیر کے بھانگا گیا مجھ کو ہی ایک بن نویرہ سے بھانگا اور اسکو  
مار ڈالا اور اسکی عزت کو نکاح کر لیا یا تحقیق میں اپنی قاتل کو بھانٹتا ہوں اور سچ شام اپنی موت کا ظہر گاہ ہوں اور اگر تو ایسا  
تصد کر گیا تو میں تجھ کو اس سجد کے صحن میں قتل کر دیتا ہوں اس پر خالد کو نصیحت کیا تو اپنے ہی خالد پر تلوار کشی لی اور تیرنگاہ سے  
دیکھا خالد نے جیب آٹکھوں کے دھک اور ذوالفقار کی جھک دیکھی تو موت کو خارج دیکھ لیا اور کہنے لگا ہمارا یہ قصیدہ نہیں  
تو اپنے خالد کی پشت پر ذوالفقار کے نوک کے پیٹھ مار کر سواری سے اسکو اوندھ کر دیا ایک شخص مثنی بن صباح  
نام جو دشمن تھا اور بھاڑا اور کہنے لگا کہ خدائی قسم ہم تیری پاس باہمی عداوت کی وجہ سے نہیں آئی تو اوندھ کا شیر جو  
اور کی زمین میں اور اسکو اتمام کی تلوار ہے اسکو دشمنوں پر اور ہم تابع حکوم اور مطیع غیر مخالف ہیں اس پر امیر المؤمنین کو  
جیا گئی اور سب اور امیر المؤمنین ہی خالد سے دل لگی کرتے اور تیرے اور خالد کیسب الم ضرب کے چپ تھا  
پس فرمایا اسی خالد تجھ کو اس سے کس چیز سے تجھ کو المٹ میں خیانت کرنے والوں اور عہد کے توڑنے والوں کا  
مطیع بنا دیا اور تو نے جان بوجھ کر حق چھوڑ دیا۔ اور مجھ کو عمر بن عبد ود اور مر حب کا قتل کر دیا اور اب خیر کا  
اوکھا کر دیا جانتی کے بعد ہی میری پاس آیا تاکہ مجھ کو اپنے قحافہ کے پاس سیہی ہمارا کھجواہ اور مجھ کو تسک اور ہمتاری غلطی  
سے نرم آئی ہے کیا تجھ کو یہ گمان ہو کہ تیرے روادار کرنے کے وقت جو کسی تیرے سردار نے لٹکوا کی اتنی خیر غرضی ہے اور تو اسکو

المحرمی فقال لك ابن ابی جحافة انما كان ذلك من دعا اليه وهو الان  
 اقل من ذلك فقال خالد يا ابا الحسن اعرف ما تقول وما عدك العرب عنك بل  
 من سيفك وما دعاهم الى ميعه ابى بكر الا استمس بالاجناد وليف عركته  
 واخذهم الاموال فوق استحقاقهم الى اخر الرواية اس روایت سے مثل  
 روز روشن روشن ہو کر کہ دھیت کا دھو سے جو حضرات شیعہ فوج تھے مین محض ڈھکوا مارے  
 اور بجارہ و اکراہ مرتبہ بادا اور گھڑت ہے اگر دھیت ہوتی تو اس ذرا سے عالمین میں  
 دھیت فرماتے اور مخالف حکم تلوار بنام سے نہ کھینچے تعجب ہے کہ غضب امت چرین  
 نہ کی غضب بنات پر غیرت دھیت کو اعدال شیعہ پر جو من نہ آو دین برباد ہو کیا کہی سر  
 نہ ملا دین اور جوش آد سے تو اس ہجوڑی سی بات پر۔ اہل عقل غضب امت اور غضب  
 بنات کو اس سے مقابلہ فرادین اور اس میں سکوت اور دین تلوار کشی کو دیکھیں اور صفات  
 فرادین کہ شیعہ اسیت دعویٰ میں سچے ہیں یا نہیں۔ علاوہ ازین اس روایت سے اور یہی  
 چند نواید حاصل ہوئی جنکو بالخصاصاً مختصراً لکھتا ہوں (۱) ظاہر ہے کہ شیخ بن مراحم  
 منظر اسلام اور کلیہ گوہر۔ اگرچہ اوسکے ولیمین کفر و نفاق ہو تو با اعتبار ظاہر شریعت کے اوپر  
 احکام اسلام کے جاری ہونگے تو اوسکے قتل مستوجب قصاص ہے۔ بس اگر ہمارے فاضل فاضل  
 اور سکے ظاہری اسلام کا اعتبار فرادین تو اوسکے دم کو سخن قصاص کا سمجھیں افضل بن  
 عباس پر قصاص لازم فرادین اور جناب امیر کی حمایت اور اعانت کو جو فضل بن عباس  
 کی قربانی ماجائز اور حرام قرار دین اور اگر باطنی کفر کا اعتبار کریں اور اسوجہ سے اوسکا دم صحیح  
 اور ہر سمجھیں تو پھر اسکے فکر فرادین کہ حضرت ام کلثوم کے جواز بکلی ح کی علت حضرت عائشہ  
 سے یاد دلایا اور سنے کہا یہ مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دعائی بدولت تھا۔ اور اب وہ اس سے کہتے  
 خالد نے کہا ای ابا الحسن سب سے کیا کہتا ہے عرب بخیر تیری تلوار کے خوف کے بکس اور کسی سب سے خوف  
 نہیں ہوئے اور بیعت ابے کر کثرت غلامی سکڑ بہولت جانب اور نرمی طبع اور تحقیق سے زیادہ مال حاصل  
 کرنے کے اور کوئے۔ داعی نہیں ہے ۱۲-۱۱۔

ظاہری اسلام جو آپ اور آپ کے اسلاف بیان فرماتے ہیں وہ سرسبز غلط ہے جب ظاہری اسلام کا اعتبار ہی نہیں تو پھر اس کے وجہ سے منافق کے ساتھ فاطمہؑ کے جگہ گوشہ کا عقد نکاح کیونکر صحیح اور مباح ہو سکتا ہے (۲) تمام صحابہ چوٹے سے لیکر بڑے جناب امیر سے ایسا ڈرتے تھے جیسا موت ہی اور آپ کے مقابلہ موت کا مقابلہ سمجھتے تھے۔ پس آلوگوں کی اطاعت کے لیے خدا تعالیٰ کا ایسی شجاعت کو حکم کرنا سرسبز خلافت عقل سلیم ہے۔ اور جناب امیر کا ایسی لوگوں سے جو آپ سے اس قدر خائف و ہراسان ہوں تقیہ کرنا ہرگز عقل سلیم نہیں کرتی اور ایسے لوگ حضرت امیر سے بھر و اکراہ سزا دینا اور ان کے مقابلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جس گوشہ کو غضب کریں ہرگز فہم میں نہیں آتا۔ جب لوگ آپ سے اس قدر ڈرتے تھے تو یہ سب باتیں لغو اور باطل ہیں (۳) تمام اصحاب صحابہ برین انصار وغیرہ خلیفہ اول کی جناب امیر کے مقابلہ میں اطاعت نہ کرتے تھے کیونکہ مقابلہ کی طاقت نہ دیکھتے تھے اور جب جناب امیر کے مقابلہ کے لیے دعوت کی جاتی تھی تو انکار آنکھیں بدل جاتی تھی اور سب کو موت کی ہمت پیش آجاتی تھی اور جواب یہ دیتے تھے کہ کیا تم نہیں جانتے کہ ہمارے مقابلہ میں بھیجے ہو یہ وہ شخص ہے جس کے مقابلہ کی ہمت موت کے منہ میں جانا آسان ہے۔ جب خلیفہ اول کو ساتھ اصحاب کے یہ حالت تھی تو قطعاً یقیناً اگر جناب امیر خلافت کے بارے میں منازعت فرماتے اور آپ کے ساتھ مقابلہ پیش آتا۔ تو سب صحابہ خلیفہ اول کو اکیلا چھوڑ کر اور جناب امیر کے حوالہ کر دیا جاتے۔ اگرچہ یہ خوف لوگوں میں پہلے سے ہی راسخ تھا لیکن بعد اس واقعہ کے تو مشاہدہ ہو گیا کہ صحابہ میں سے کوئی شخص مقابلہ کے قابل نہ سمجھا گیا اور سوا و خالد کے کسی شخص نے اس کام کے لیے اجابت نہ کی اور خالد مع اپنے پانچوں فقار کو جب سانسہ جناب امیر کی گئی اور بات چیت کی پہلے اس سے کہڑائی کی نوبت آوی صرف آنکھوں کی اور ذوالفقار کی چمک دیکھ کر اس باختہ ہو گئی اور عجز و اسحاق کرنے لگے باوجودیکہ جناب امیر نے حضرت خالد کو مارا یہی تاہم اونپر ایسا رعب اور خوف غالب ہوا کہ بخیر سکوت اور عاجزی کے

اور اطاعت و میار کے کچھ نہیں آیا (۴) اس روایت سے یہ بھی ثابت ہے کہ جناب امیر کو  
 معلوم تھا کہ یہ لوگ نہ بجا قتل کر سکتے ہیں اور نہ قتل پر قادر ہیں۔ بلکہ آپ جانتے تھے کہ  
 آپ کا قاتل کوئی اور شخص ہے جس کا یہ حالت ہو اس پر کوئی کس طرح حیر و اکراہ کر سکتا ہے (۵)  
 جناب امیر کو وہ باتیں بھی معلوم ہو جاتی تھیں جو صحابہ باہم کرتے تھے چنانچہ جو گفتگو خالد بن ولید  
 صدیق کی ہوئی تھی آپ نے اس کو ظاہر فرمادیا (دوسری روایت) حدیث بساط کو کتاب اس  
 راہستانی سے صاحب ارغام نے نقل کی ہے ہم اس کو بیان ارغام سے نقل کرتے ہیں  
 روایت میکنہ ابن بابویہ بسند خود از سلمان فارسی کہ گفت نشسته بودم نزد سید و مولای خود و گویند  
 در آن وقت که مردان بیت بجز بنی امیہ نہ بودند و در خدمت آنحضرت حسین و محمد بن حنفیہ  
 و محمد بن ابی بکر و عمار بن یاسر و سعد بن اسود و نیز بودند و از ہر در سخنان میکنہ دست اہم  
 حسن توجہ پر ہر بزرگوار شد و گفت یا امیر المومنین حضرت ملک و دوسلیمان بن داؤد و اعجب  
 سلطنتی دادہ بود آیا از آن سلطنت عظیمی بوسی اوریدہ باشد شاہ سریر ولایت قسم فرمود و گفت  
 آن بچہ ویکہ از خشاک را در زمین سر سبز میگردد و بان قاوریکہ آدم را از خاک تیرہ آفرید قسم کہ  
 آنچہ بدتر از او دادہ میچاک از او لیا و او سیماضیہ ندادہ و بعد ازین ہیچکس باین کہ راست فائز نخواہد شد  
 پس اہم حسن و خصار التماس نمودند کہ یا امیر المومنین میخواہیم کہ شما از آنچہ دایم عطا ہر بہت  
 نمودہ شدہ کہ سیم و معاینہ بہ جنیم اموجب از دیا و ایمان و باعث تقویت علم دایقان گردد  
 سیدار صیبا علیہ السلام فرمود کہ حبا و کرامتہ یعنی چنان کہم کہ شما میخواہید و چیزی از چیزہ کہ  
 حضرت عزت بن کہ اسب نمودہ بر شما ظاہر میسازم۔ پس برخاستہ و در کثرت نماز کرد و یکچند  
 بر زبان بخوبی بیان کہ را نید کہ میچاک از خصار فہم آن کہ توانست کہ از آنجا بمیان خانہ آمد و بہ  
 مبارک بجانب مغرب دراز کرد و بعد از الحمد دست را بریز آورد و بر کف دست مبارکش پا رہ  
 ابری دیدیم آنرا گذاشتہ بار دیگر دست دراز کرد بار چہ دیگر بروی پیش دیدیم سلمان گوید لا اله الا  
 دان محمد رسول اللہ و انک وصی بنی کریم من شک نیک ملک و من ترک یک ملک سبیل انجا

یعنی گواهی میدهم که خدا یکیت و محمد رسول برگزیده است و تو دومی و سی و نهم برگزیده هر که شک آورد  
در صایت و خلافت تو هلاک شود هر که بجزوه الوثاقی محبت تو چنگ زندنجایت یابد پس دیدیم  
که آن دو ابر چون دو قاضی معین شدند و در پهلوی یک دیگر قرار گرفتند چنانچه کوئی یک جوزه اند  
از آن هر یک بر وی مشک آفرید باغ اهل ایمان میرسید پس فرمود که بر خیزید و بر این بساط  
بنشینید همه برخاستند بر یک ابر نشستم و آنحضرت تنها بر یک ابر دیگر پس کلمه چند تکلم فرمود و سخن  
نغمه پس اشاره بآیه کرد که بجانب مغرب روانه شوادی در زیر آن دو ابر در آمده و ابر را با هم  
تمام برداشته بر هوا برد و ما درین وقت چون آنحضرت نگاه کردیم دیدیم که جامه زرد پوشیده و جامه  
از یاقوت سرخ بر سر دارد و نعین که بند آن از یاقوت ابدار بود و در پا کرده و گشتی از سر واریده و بخت  
که روشنی آن چشم را خیره میساخت در گشت دارد و بر کرسی از نور نشسته امام حسن علیه السلام آنحضرت  
گفتند که ای پدر بزرگوار همه مخلوقات سلیمان را بجهت انگشتی اطاعت نمودند و شمارا بچه سبب دانند  
فرمود یا ولدک انا وجه الله وانا عین الله وانا لیس الله الماطق وانا ولی الله و  
انا نور الله لا یطف وانا باب الله الذی یوتی وانا حجة الله على عباده وانا  
کبر الله فی ارضه وانا قسیر الخجة والنار وانا سدی القرمین وانا جعلت ما  
یعنی ای فرزندی من ووجه الله و عین الله وسان الله وولی الله منم و آن نوریکه فرمود نشیند منم و آن  
دریکه از آن دو بخت اتوان رسید منم و حجت خدا بر خلق منم و گنج خدا و زر کین منم و قسمت کننده بهشت  
و دوزخ منم و سدیکه ذوالقرنین است منم و دو قرن را برای بسکند قرار داده بودم که بان شهنشاه بود  
میخواهی که خاتم سلیمان بنو بنایم دست در بیل کرده گشتی بر آورد از طلای انجم بگشیش بود از یاقوت  
سرخ فرمود ای نور من این خاتم سلیمان است نامهای است که در و نقش کرده اند سلیمان گوید  
که تعجب حصار زیاده شد بحدیکه گویا در انمی شش خند پس فرمود اینها از مثل من عجب نیست بخدا  
سگوئد که بنایم امر فرزندش آنچ پیش ازین شما ندیده باشید پس امام حسن گفت آرزوی ما آنست  
که سد ذوالقرنین را با ما نمائی پس آنحضرت با در امر فرمود که ما را آنطرف که حسن میخواست بر و معادن آن



از یاد او نرسی چون آواز رحه بخار سیده دمار بر داشته هوایرد و امیر المومنین علیه السلام بر آن کرسی  
نشسته از بی نامی آمد تا با دمار بکوه بلند رسانید درشتی عظیم بر آن کوه بود خشک تند و برگه های خشک  
نخسته یکی از آن گفت یا امیر المومنین این درخت را چه رسیده که او را قش نخسته آنحضرت فرمود که از در  
به پرسیده تا حال خود بگوید امام حسن مثنوی نمود و از درخت سوال کرد مالک ایتهما الشجرة یعنی چه شده است  
ای درخت که بنبری از تو رفته و برگت نخسته جواب نهاد امیر المومنین فرمود اجمعهم باذن الله ایتهما  
الشجرة و آخر هم بخیر ای درخت بنظران الهی جواب ایشان بگو سلمان گوید بخدا قسم که درخت مشکلم  
نه گفت - لیلیک لیلیک یا وصی رسول الله و خلیفته من بعد و حقا خطاب با امام  
حسن کرد که هر شب وقت سحر قدرت به نزد من می آید و دو رکعت نماز گذارده به تسبیح و تقدیس حق متعال  
متغول می شود می نهد و آمدن در قفسش بر کرسی نوز میان ابر سفید می بود که از آن بوی مشک از  
بستان می رسید و من از استقام روح از آنی آنحضرت و آن نمه سر سبز و با طراوت می بودم و اکنون  
چهار شب شده که تشریف از زانی نفرموده از مفارقت پدرت که عالم بین مرتبه رسیده و اگر از ایشان  
استدعائی کر لطف خود ازین مجبور دور ندارد آمدن او مرا بحال خود باز نمی آرد پس ستاد و ملاست نیز  
آن درخت رفته دو رکعت نماز گذارده دست مبارک بر آن درخت الیه سلمان گوید که بخدا قسم که  
از آن درخت که شتاق نمبر خواست نه الفور سیر شد و برگ آورده سیوه هیزون کرد و بنخست  
بر کرسی خود قرار گرفت دمار بر داشته بلند شد بمحک دینا - تمامی در نظر اسبگری نمود و در هر دو شتایه عظیم  
سر او در بر قرص آفتاب و بایستی در قمر محیط و یکدست در شرق و یکی در غرب از علی علیه السلام رسیدیم  
که این کیست فرمود حکم خدا من را دارین بر وضع نصب کرده ام و بنابر یکی شب در شتائی بر در  
موکل ساخته و چنین خواهد بود تا روز قیامت پس با دمار بسزد و یا جرج برود و آنحضرت علیه السلام با خطاب  
نمود ابطی تحت هذا الجبل - یعنی ای ابرو در زیر کوه فرو داد آن کوه بلند ظلمانی گویا شبی بر و سایه  
بوی دارد و بنجا بستانم میرسد یا جرج را دیدیم و از کثرت ایشان تعجب نمودیم و ایشان را در صفت  
دیدیم یکی طول ایشان بسنگ از دهر من ده کرد - و منقی طول صه گز، عرض هفتاد و گز و منعی یک گز ترا

الحاف و دیگر بر ادواج میکردند یکی از حال آنها پرسید حضرت علیه السلام فرمود حاکم این جمع بمجموع  
 منم و همه در کس من اند پس میاد حرفی گفت با و ما بر داشت بکوه قاف رسانید کوهی دیدیم  
 چون یاقوت سرخ که محیط همه و میا بود فرشته بشکل آدم بروی موکل چون آن فرشته را چشم برافشاد  
 گفت اسلام علیک یا امیر المومنین پس حضرت طلب کرد که مطلب خود را عرض کند آنحضرت فرمود  
 که حضرت زیارت برادرت در صاحبست میخواهی برو حضرت دادم پس فرشته برانند الحسن الحسین  
 گفته ای شد بعد از آن درختی دیدیم چون درخت اول بهمان طریق سوال جواب واقع شده در  
 گفت ثلث اول شعبان علیه السلام نزد من آمده پس از نماز و تسبیح و تقدیس پس سوار شدن  
 میرفت و من بنزد خودم بودم پس روزی که فیض قدس و دم از من گرفته و نمم که اخته و اوتقم فروخته  
 از مفارقت دوست و امام حسن الثمالی نمود حضرت دست مبارک بر کشید درخت گفت اشهد  
 ان لا اله الا الله و ان محمدا رسوله الله و انتک اصیر المومنین فی الامة المبارکة  
 الطیبة و صی رسول رب العالمین منک بک بنحی و صرت خلف عنک هو پس  
 آن بنزد خودم شد و طراوت یافت و مادر زیر آن ساعتی آرام گرفته پرسیدیم که یا امیر المومنین آن  
 فرشته کجاست فرمود که دیروز بر خیل خلعت که عبود نمودیم فرشته که بر آن موکل است حضرت زیارت  
 این فرشته طلبیده بود امر دوزین رفت که تدارک آن نماید یکی از یاران گفت که مگر ملاکمه به باذن شما  
 از محل مکان خود حرکت میکنند فرمود بخدای که اسمها آنها را بے ستون آفریده که هیچ یک قدرت ندارد  
 که بے حضرت من از جای خود حرکت نماید و اگر بے اذن من بقدر نفسی حرکت نماید حضرت رفعت  
 بهر ق غضب خود آنرا بسوزد و بعد از من فرزندم حسن و بعد از حسین و بعد از زکریا و اولاد که بهم  
 ایشان قائم آل محمد صلی الله علیه و سلم این حال دارند و هیچ ملک از ملائکه مقربین احد  
 نباشد که یک نفس بجز اراده ایشان برآورد یکی نام فرشته که موکل قاف است پرسید فرمود بر خیل  
 من چشم یا امیر المومنین ندما دیروز در خدمت شما بسر بردیم که امام وقت نزول اجلال در آن کوفه  
 شده بود فرمود چشم خود را بپوشانید بپوشانیدیم امر بپوشدن کرد و گوئیم خود را در ملکستی دیگر نیستیم

نخست این بذاتش عجایب فرمود ملک الموت در قبضه اقدار من است که شمار طاقت اطلاع بر آن  
 و همدان بنده مخلوقم در مخلوقات دیگر در اکل و شرب و خواب و بیداری و دیگران را که اندکی از آن  
 من میدانم بپایان نرسیده اند و این شتاب شنیدن آن ندارد و بدانید که اسم اعظم من غنائی نهاده و نه  
 نزد نصف بن برخیا که تحت بلقیس را یک چشم زدن آمد و نزد سلیمان یک حرف بود و نزد من نهاده  
 و در حرف یک طرف علم غیب است که مخصوص ذات اوست و لا حول و لا قوة الا بالله العلی اعظم  
 بر کمر اشافت و منکر شد هر که مرا منکر شد پس آن پیر را امر فرمود که از باغی رساند که در سبزی و درختی  
 بار و نه بهشت برابر من نماید در آنجا جواسی را در میان او و قبر مشغول بدینمستم یا ایها المومنین  
 جوان کیست فرمود درین صالح نبی است و این دو قبر از پدر و مادر است و چون چشم صالح بر صالح  
 المومنین افتاد و بپایان رسید آمد و سینه بپایان رسید آنحضرت را بوسید و گوی که کنان بشکوه در آمد آنحضرت  
 او را تسلی میداد و پرسیدیم که صالح چرا میگردد و فرمود که از پدر پرسید نام من فرمود یا ایها العبد الصالح چه  
 چیز را میگردد یا ندانم و فرمود که پدرت هر روز وقت طلوع صبح نزد من می آمد و با هم نماز میکردیم و در وقت  
 نشاء و عیبت من بود و در عبادت و امر در ده روز است که تشریف نیاورده چون او را دیدم غم  
 نمائید گفتیم یا ایها المومنین این عیبت است تا هر روز در صبح در خدمت شما بسر میریم چگونگی آن  
 اینجا آمده با حضرت صالح نماز میکنی فرمود که اگر خواهید مسلمان را زیارت کنید گفتیم یا ایها المومنین  
 ما را آرزوی نیست شاه ولایت برخاسته روانه شد و در خدمت پستمانی رسیدیم که کسی آمد آن  
 دندیده آبپای جاری و مرغان خوش الحان و فراک لب بار چون آن مرغان را چشم بر آنحضرت  
 افتاد و در آفریدند و گرفتند و بر میزدند و طواف میکردند و در میان بهشت سختی از فیروزه دیدند  
 جاسی بر خواجیه که مستهای خود بر سینه نهاده دو وار بالای سرد پائین پای افتاد گرفت  
 ماران آنحضرت را دیدند دست او را غلبیدند گفتیم یا ایها المومنین این جوان کیست فرمود سلیمان  
 را از بهشت خود بر آورده و در بهشت او کرد و گفت قسم باذن الله تعالی هیچی اعظم و هیچی فی الحال  
 علیه السلام برخاست و گفت ای شهیدان لا اله الا الله و حله لا شریک له و ان حمدا

ورسوله ارسله بالهک ودين الحق ليظهره على الدنیا وکله و لو کره المشرکون  
 وانشهد انک وصی رسول الله الهادی المهدی الذی سالت الله لبعثته و محبة اهل بيته  
 ما تانی المملک یعنی گواهی میدهم که خدا منراي پيغمبريکست و او را شيرکي نيست و بدستیکه  
 محمد بنده داد و فرستاد و او را فرستاد و بر نهائی و انهار کردن دين حق و هر ديني غير دين او است  
 باطل باشد و دين او ناسخ دين ما باشد اگر چه مشرکان زمين حسنی را است داشته باشند و گواهی میدهم  
 که تو وصی و جانشين رسول الله و توئی رايه نمائنده رايه يافته که بوسیله تو سوال کردم من از حق تعالی  
 محبت تو و محبت اهل بيت تو و من حق تعالی آنچه داده از ملک باو شای مثل آن را بهیچ کس نداد  
 آدم نداده بود اگر محبت تو شفيق منی ساختم آن سلاطنت و بزرگی من عطا منی فرمود پس ما  
 آن سر در زر و سليمان عليه السلام بپا بوس آن سفيق شير خدا شد هم پس سليمان را دواع نموده بر محبت  
 و سليمان بحال خود برگشت و ما پيغمبريم که يا اريد المؤمنين شکار علمی با پنجه در پس کوه فابست فرمود  
 که خلاق عالم و جبر بني آدم چل عالم در عقب کوه فاب آفريد که هر عالمي چل بر او بنا باشد و علم من  
 را در آئی کوه همچو پست بحال اين دنيا و آنچه درين دنياست بعد رسول الله صلى الله عليه و آله  
 نگا دارند و آن عالمي منم و من پيغمبري که از من اولا و من حافظ شريعت نبوي و دوار علم مصطفو  
 خواهند بود تا روز قیامت و من دانا تر م بر اينها که در آسمانهاست در اينها که در زمين است و ايايم احم  
 کمون و ايايم خزائن الهي و ايايم اسرار حسنی که چون خدا را بان اسما بخوانند و ايايم صاحب آن  
 ناهما که بر عرض و کرسی شته است و ايايم قسمت کننده هشت و دوزخ و از ما تعلیم گرفته اند ملائکه  
 آسمانها تسبیح و تهلیل و تکبیر و تحمید الهي و ايايم آن کلماتی که چون آدم عليه السلام را  
 تلقین نمود تو به ايش قبل شد و من میدانم اين اسرار عجيبه و اسرار عجيبه را بکتاب اسم اعظم  
 که اگر بر برگ زیتون بان حرفه بنویسند و در آتش اندازند نوزد و طراوش میل شير مرغی نکند  
 و هر کجاست روشنی روز از ناهماي نامی ماست و آسمانی ما چون بر آسمان نقش کردند به ستون  
 استقامت یافت در زمين و آن نقش گشته سطح شد و چون بر باد خوانند در حرکت آمد



اکثر سرداران نے دائرہ سلمان گفت لعن اللہ من غصب حقا و حدک اعزل عنک  
وضا علف الغلاب الا یسم۔ انتہی بلفظہ۔ اسی حضرات شیعہ اس حدیث کو پڑھا اور جناب  
امیر دیگر ائمہ کی محامد و مناقب کو جو اس روایت سے ثابت ہوتے ہیں دیکھ کر حضرت کا مرتبہ  
کیسا عاتق آپ کے اختیارات کس قدر وسیع ہیں آپ کی قوت و شوکت کد رہا ہے ابراہیم کا طبع  
ہوا آپ کی لٹندی تمام ملائکہ آپ کے چاکر و خزانہ کیلئے آپ اب حیات پر بہتر اسم اعظم آپ کا سکھائے شریعہ  
آپ کے ہاتھ میں ایسا آپ کے والد و نیا دنیا و دنیا کی کڑک آپ کی زبان میں عجبی  
کی چمک دہان میں۔ ہر چیز آپ کو معلوم تمام عالم آپ کی نگہبانی میں است یا جوح و ما جوح آپ کے  
قبضہ افتد این۔ کفار فجاہ کو ایک لمحہ میں خاک سیاہ کر دیں۔ ذوالفقار آپ کی اہل نفاق کو کفر  
ایک دم میں تباہ کر دے۔ قوم عاد کو جو قوت و شجاعت میں لٹانی تھے ایک دم میں نیست  
و نابود کر دیا۔ پس ایسے شخص کی سبقت یہ کہنا کہ اوں چند منافقین سے ڈر کر یہاں تک تقیہ کیا  
کر دیں ہی تباہ ہو گیا۔ اور وہ اس کی سببی ہی چھین سکیں اور اس کی زوجہ کو یہاں تک مارا کہ حل ہی  
ساقط ہوا اور وہ اوس میں جلتا کر گئی بلکہ خود اس کی موافق مسائل خلاف حق بیان کرنے لگا۔  
اور لوگوں کو اس کی گمراہی پر اور میں اور بدکار ہو گیا اور صدمہ اسی قسم کے بائیں جو کہتے ہیں۔ نوذبا  
من ناکس الکفرات۔ اخیر سرور اعلیٰ بلکہ مجنون اور دیوانہ کی بڑی زیادہ وقت نہیں کہتے  
اور یہ کہنا کہ خداوند تعالیٰ نے بمقابلہ چندی ارباب منافقین کے وصیت کی تھی کہ ہرگز مگر ان  
لوگوں کو سامنی سانس ہی نہ نکالو۔ چون تک بھیجو۔ جو کچھ چاہیں کریں صبر و سہمت کے جل ستم  
ہاتھ سے پیچو۔ خدا تعالیٰ کی خدائی پرستج بلکہ خوف کا وہ یہ لگانا ہے کہ ان لوگوں نے شیعیان  
پاک کا خدا ہی ڈرنا تھا نوذبا دین و ناک۔ اس قدر گزارش سے عقلا پر ہماری استدلال و  
ثبوت مدعا کی کیفیت کھل چکی ہے اور نقل روایت طویلہ میں ہمارا وقت گزرا یہ بہت ضرر  
ہو چکا ہے اسلیں اس روایت کے نسبت ہم اس سے زیادہ نہیں بلکہ سکتے۔ مگر تاہی واضح  
رہے کہ حسب تصریح صاحب ارغام یہ روایت جیسا عالم محقق فاضل مدق ارسطائی نے

اپنی کتاب المستین بیان کی ہے اور اس کی معبر ہونے کا اقرار کیا ہے۔ صاحب  
منہج تحقیق اور مولف معجزات متصویر نے یہی نقل کیا ہے (میسری روایت) صاحب اپنا  
بنیاب نے کشف الغمہ سے نقل کی ہے۔ روایت مست اور محمد بن خالد رضی کہ روزی  
بن الخطاب در شاہ و طلبہ از حاضران سوال کرد کہ اگر من خواہم کہ شمار از معلومات دینیہ و معتقدات  
واحکام شریعت محمدیہ صرف غنائم و گوئیم کہ از معتقدات برگردید و رجوع نماید بقواعد و دران  
جائست بود شما پس چه خواہید کرد آیا مانع من در آن خواہید شد یا مخالف من مردمان ہر خاکی  
شدند و بچسبند اب گشت عمر دیگر بار ہمین سخن را عادیہ کرد از ہر چسبند و بچسبند پس دیگر ہمین  
سوالہ عادیہ کرد و شاہ ولایت فرمود کہ ہر گاہ از قوانین حالت مشاہدہ کرد و در از دین مسطفی بخوف  
یا بیم نامب و بطلب کسب ہمہ و اگر توبہ کنی توبہ ترا قبول کنیم و اگر نکنی ترا کردن نسیم عمر چون این  
سخن از شاہ اولیا تنبیہ گفت در دین بامردان ہستند کہ اگر بخوف تویم یا بطریق کسب ہم  
و ثابت دارند۔ اسبنتہ بلفظہ اس ولایت کے مضمون کو دیگر مروجین کہ جب جناب امیر خلیفہ  
کے ساتھ یہاں تک صاف گوئی و راستے ہتے اور ان کے زبانی باتوں پر انکی قتل کے مستعدی ظاہر فرما  
ہو تو اگر معاذ اللہ وہ دین کی خیریت کرتے بنات کو غضب کرتے تو آپ کیون چسک رہی ہتے  
(چوتھی روایت) صاحب آیات بنیاب نے حیات القلوب بلا باقر مجلسی سے ملخصاً و مختصراً  
نقل کی ہے علی بن ابیہم از ذہبیہ روایت کردہ ہست کہ گفت روزی با عمر بن خطاب برہی فرم  
ناگاہ غصہ را بے درآہ یا نسیم جدای از سینہ او شینہ شد مانند کسی کہ از ترس ہوش متو گشتہ شود  
ترای عمر گفت مگر بنی شیریہ شجاعت را و معدن کرم و قنوت را کشتہ ملاخیان و باغیان  
درینہ ششیر را محمد را صاحب تدبیر را چون نظر کرد ہم دیدم علی بن ابیہم طالب را دیدم  
الی قولہ اما این ساعت نرسن از آرد دل من بدر ز رفتہ ہست ہر گاہ کہ اورا سے بینم چنین  
ہلرسان تیووم۔ اس روایت کو ملاحظہ کیجیے جب جناب عمر کی جناب امیر کو بچسک رہی ہتے  
ہوئی نہی کہ شدت خوف و ہست سے حواس باختہ ہو جاتے ہتے اور چوٹی لگتا ہتے

روایت مستین ابیہم از ذہبیہ روایت کردہ ہست۔

روایت مستین ابیہم از ذہبیہ روایت کردہ ہست۔

روایت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

تو کیونکر قیاس میں آسکتا ہے کہ عاذ اللہ ایسا بزدل ایسے شیر بیٹہ شجاعت کی دختر نیک اختر کو  
 غضب کر لیا جو دے اور وہ چپ ہو رہے اور چون و چرا کر کے (یا پانچویں روایت) قطب  
 راوندی نے حرائج و جرائح میں روایت کی ہے۔ منہما روای عن سلمان الفارسی قال ان  
 علیاً بلغه عن عمر ذکر شیعۃ فاستقبلہ فی بعض طرق لبائین المدینہ وفی ید علی  
 قوس فقال یا عمر بلغنی عنک ذکر شیعۃ فقال اربع علی ضلعک فقال انک لہا ہا ثمر  
 سرہ بالقوس علی الارض فاذا ہو ثعبان کالبعیر فاخرک فاہ وقد اقبل نحو عمر لیتبلہ  
 فصاح عمر اللہ اللہ یا ابالحسن لا عدت بعد ہا فی شئ وجعل یتفرع الیہ فضرب بید  
 الی الثعبان فعادت القوس کما کانت فمضی عمر لے بیتیہ مرعوباً قال سلمان فلما کان  
 اللیل دعانی علی فقال سر لے عمر فانه حل الیہ من احببہ للشرق مال ولم یعلم بہ احد وقد  
 عزم ان یتجنس فقل لہ یقول لک علی اخرج ما حمل الیک من المشرق ففرقہ علیہ  
 ہولہم ولا یتجنس فاخصمک قال سلمان فمضیت الیہ وادیت الیہ الرسالۃ فقال  
 اخبرنی امرہا حبک من ابن علمہ بفعلت وهل یخفی علیہ مثل ہذا او قال یا سلمان  
 اقبل منی ما اقول لک ما علی الاساحر والیٰ ملشعق منہ والصواب ان تقادقہ ولعلک  
 جملتنا فقلت بئس ما قلت لکن علی ورت من اسرار النبوة ما قدر انیت من عندہ

ملحوظہ جزات جناب میر کے ہر جو سلمان فارسی مرد ہے کہا اعلیٰ کو غیر پوچھی کہ عمر ایک شیو کا ذکر کرتا ہے دیکھ کر ان کو کسین بنو بنوین عمر کے  
 سامنے آگیا اور علی کے اہل بیت میں کمان ہتی فرمایا ای عمر میرے شیعہ کے تذکرہ کی تجبی جو کو غیر پوچھی ہے ادنیٰ کہا ذرا اپنی گنجی پر نرمی کر علی نے فرمایا  
 (مان) تو بیان ہوا چہ کمان کو زمین پر پیکہ یا احاک وہ ایک اتر دیا ہو گئی اور موندہ کہو لکھ کر علی طرت او سکے ٹنگنے کے واسطے توجہ  
 ہوئی عمر علیا پر ای خدای ایا سن میں پر کہی کسی امر میں ایسا نہ دیکھا اور عاجزی کر کے لگا آئے اتر دیا پر ایتہ مارا تو وہ جیسی پہلے لکھا تھا  
 ویسا ہی ہو گیا عمر اپنی گھر خوف زدہ ہو گیا سلمان نے کہا جب رات ہوئی میرا المومنین نے مجھ کو مار کر فرمایا کہ عمر کے پاس جا مشرق کی جانب  
 سو او سکے پاس مال آیا ہے اور کہیں کو اسلی بنو بنوین اور اسکا مقصد ہے کہ وہ آل روک کر جو پس او سکے کہ کو علی تک کہنا ہے کہ جو مال شرق  
 کی طرف توجہ ہے پاس آیا ہے او سکے کو محال ہو سکتا ہے پر انشہ دی اور روک مت (دور) میں بیکہ تفسیحت کر دیکھا سلمان کہتا ہے  
 میں او سکے پاس کیا اور پیام پہنچا یا عمر نے کہا کہ جو کو اپنی بار کے امر کی خبر دے کہ او منی ہو کہو کہانی جانا مینی کہا کیا او سے ایسی بات  
 مخفی رہ سکتی ہیں۔ پر کہا۔ اسی سلمان جو میں تجس کہتا ہوں مان سے علی معرفت جا دو گر ہے اور میں اس سے ڈرنا ہوں  
 اور بہتر یہ ہے کہ تو بھی اس سے جدا ہو جا جسے اور ہم میں شمار کیا جاوے میں نے کہا تو فریجی کہا کہ علی نبوت کا سرکار کا  
 دلرت ہے یہ ہے جو تو دیکھ چکا ہے اور او سکے پاس ۔۔۔





بلکہ پورا مطابق ہوگا اور نہ ہمت کے بھی کینہ قد راس طعن سے زبان بندی ہو جائیگا (بہت ہی رویت)  
 حسب اہیات بنیات نے کتاب عماد الاسلام جناب قبلہ و کعبہ شعیان مولوی دلداری علی سے نقل کی ہے  
 چنانچہ جعفر الفاظ کا ترجمہ کیا ہے اسکو ہم مختصاً لکھا کہ اصل عبارت بتامہا نقل کرتے ہیں کہ کتاب  
 امامیہ میں لکھا ہوا ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے بحکم الہی اپنی اور علی کے دروازہ کے سوا  
 دروازہ سجدہ سے نہ کرنے کا حکم دیا۔ حضرت عباس کی درخواست دروازہ کے نسبت تو نامعلوم ہے  
 مگر پرنا لکی درخواست منظور ہوئی اور خود حضرت نے پرنا لگا دیا عمر فاروق کے عہد خلافت میں میں سال  
 جاری رہا ایک روز اسکا پانی عمر کے کپڑوں پر گرا وہنوں نے اسکو اڑھٹا دیا اور حکم دیا کہ اگر  
 کوئی کپڑا لگا لیا تو اسکو گردن مار دے گا۔ حضرت عباس نے حضرت علی کے پاس جا کر شکایت کی اور  
 اپنی مصیبت سنائی وہنوں نے فرمایا کہ تم اپنے گھر میں آرام سے بیٹھو دیکھو میں کیا کرتا ہوں  
 ثم نادى يا قنبر على بذى الفقار فقل له اخرج الى المسجد والتاسحوله وقال  
 يا قنبر اصعد ورد الميزاب الى مكانه فضعه قنبر فردد الى موضعه قال على و  
 حق صاحب هذا القبر والميزاب قلعه فاع لاضر بن عنقه وعنق الامر له بذلك  
 ولا صلبه ما في الشمس حتى نيقدا ونبلع ذلك عمر بن الخطاب فنهض ودخل  
 المسجد ونظر الى الميزاب وهو في موضعه فقال لا يغضب احد ايا الحزن فيما  
 فعله وبكفر عنه عن اليمين فلما كان من الغدا مضى على برابط اليه عمه العباس فقال له  
 كيف اصبحت يا عم قال بافضل النعم بادمت لي يا ابن اخي فقال له يا عم طيبك  
 وقرعنا فوالله لو حاصمه اهل الارض في الميزاب لخصمتهم ثم تقهلتهم بحول الله وقوته  
 اے پیر قبر کو کارڈ الفقار لے آو اسکو حائل کیا یہ عجیب ہے کہ اگر وہ اپنی اور پیرنا لکی جگہ پر تھکا قبر پر گیا  
 اور اسکو اسکی جگہ ادا کیا علی نے کہا اس قبر پر میری کس حق کے قسم اگر کہیں اسکو اڑھٹا تو میں اسکو اور اسکی حکم کرنے والے کے گردن ماروں گا  
 اور اسکو دسویں سولی پر لٹا دیتا ہوں تاکہ تمام جہان میں یہ خبر پھیلے کہ یہ خطیب کو جو نبی توڑتا اور سجدہ میں آیا اور پیرنا لگا کر اڑھٹا کر اسکی کمر  
 ملی کر اسکو گردن میں تھمے نہ لادو اور ہم اپنی قسم کا کفارہ دے دیں گے دوسروں کو خبر کو علی اپنی چچا عباس سے پاس گئے۔ اور پوچھا اچھی کیا حال۔ کہا  
 بہت ہی تھکا ہے تو میری عمر کا نہ ہے میرا یہاں سے چچا خوش رہے اور پیرنا لکی نے کہا کہ خدا کی قسم اگر میرا نہ کے معاملہ میں تمام زمین دے جائے

روایتیں مندرجہ ذیل ہیں۔

جگر شہنشاہ قزاقستان و سپہ سالار اداکار چارلی چپلن کے ساتھ ملاقات کے بعد

*[Handwritten signature or note at the bottom of the page]*

ولا یزالک حنیفم ولا غم مقام العباس فقل ہزینتہ وقال یا ابراہیم صاحبین  
انت ناصرہ کما زہدنا فعل عمر بالعباس عم رسول اللہ وقد قال فی غیرہ و ہزینتہ  
مہ فی حدیثہ العباس بنقۃ الأباء والاحداد فاحفظو فیہ کل فی کفر و انما  
کف عن العباس نعمن اذاہ فقد اذانی ومن عاداہ فقد عادانی فسلم  
سلم و حر بہ حربی وقد اذاہ عمر فی ثلث موالف طاشرة غیر خفیۃ منها قصۃ  
المنیر اب ولولا خوف من علی علیہ السلام لمریت کر علی حالہ استہی - خدا کے لیے  
اس بات کو ذرا غصہ نہ تھا کہ میری لیکر بلا غصہ فرما دیں اور جناب امیر کی کیفیت میری  
وسکوت و بجز و بیچارگی و درنا مذ کی کو اس بات کی عینک میں دیکھیں اور خیال کریں کہ خدا تعالیٰ  
کی وصیت کی کیا آوری اور کہ نبذ کان مقرر میں معصوم الیہ طرح ہی کرتے ہیں - جیسا کہ جناب  
امیر نے فرمائی - کیا جناب سرور کائنات کے حکم کی تعمیل میں ہوتی ہے - جبکہ حضرت  
امیر سرادکے اہل شیخ اتہام لگاتے ہیں - افسوس - کوئی شخص ان حضرات انصاف و شجاعت  
دوستوں سے پوچھے کہ کیا امامت کا چہن جانا بات کا غضب ہونا حضرت عباس کے پرنا  
بربر ہی نہ تھا - جو با جماع جمہور طائفہ انصاف الیہ میں حالہ کا قاضی صاحب شوکت و شہرت  
بالائی حاکم کہہ کر فرماتے ہیں کہ امامت کا چہن جانا ہزار فروج کے منصب ہے ہی زیادہ ہر  
موافق آپ کے قاضی صاحب کے فیصلہ کے پرنا امامت کا معاملہ ہزار فروج کے غضب ہے ہی ہر  
ہو گیا کہ نہ امامت ہی بڑھ کر ہوا - وہل ہذا الاستفسار خراج - پس جب جناب امیر نے یہ فرما دیا  
سے اور جب کہ وہ ظلم و غصہ نہ ہو چکا عباس اور ہمارا کی پستانی چوی اور کہا اے ہمتیج جکا تو وہ جو گادہ خدا  
میں ہیں ہے تو عباس عم رسول اللہ کے ساتھ عزت کا شہس تھا - اور اے جاکے با میں ہی وصیت کے موافق میں  
کویر اور عباس آما اور جد کا بغیر ہے اور کہ با میں میری وصیت کر وہر ایک میری حمایت میں ہے اور میں اس پر حاکم اس کے  
میں ہی اور کو ایادی اور جو کما لہ اور پہنچائی اور جی اوس کے عداوت کی اور مجھے دشمنی کی اور کی صلح میری صلح ہی اور  
ڈا اور میرے ڈاے اور اسکو عمر نے میں موافق میں طہر عمر ہی ایذا پہنچائی و غصہ اور کہ پرنا کا معاملہ ہزار فروج  
میں کا خوف ہونا تو پرنا کو اور کی حالت پر چھوڑنا - ۱۲ -

[illegible][illegible]

معاملہ میں ہر کام میں قتل سے ہی فریغ کیا ہو اور غضب بنات کے معاملہ میں بروی عقل  
 کیونکہ یاد رکھا جا سکتا ہے کہ آپ نے صبر و سہم سے فرمایا ہو گا۔ تعجب یہ ہے کہ غضب بنات  
 بھی کریں تو کون اور عاجز و تپا رہی ہوں تو کس کے مقابلہ میں جو جناب امیر سے ایسا ڈرتے  
 تھے کہ آپ کے زبانی ہمدید اور ظاہر و باطن سے ڈرتے تھے اور اپنے ارادہ سے باز رہتے تھے ایسے  
 لوگ حضرت امیر سے خلافت غضب کریں یا بنات پھیندیں مگر ان شاید خدا تعالیٰ سے  
 یہ فرمایا ہو گا کہ ان خاص اہمیت و بنات کے غضب نہ ہونا اور میرزا اب وغیرہ کے معاملہ میں  
 قوت و شجاعت کے جوہر و کھلانا۔ اور یہ سب کے حکمت کا ہے کہ خدا کے نزدیک غضب خلافت  
 و غضب بنات سے ہر مال کا اوکھا کرنا فحش ہو گا جسے اور کس کی ہماری عقول و حیرن قوت و باطن میں  
 تو ان دلائل و اسامی سے واضح ہو گا کہ جو کہ اس کا دعویٰ بالکل لغو و سراسر باطل ہے نہ خدا کی طرف سے  
 وصیت تھی کہ دین کی بربادی اور اہمیت کی اہانت و تہلیل جسکے چپکے دیکھنا اور سزا ملانا نہ آپ  
 سچا رہا اور بے یار و نصیب رہے نہ آپ کو یار و شہسار کی ضرورت تھی کہ محمد اللہ علی ذلک لیکن جعفر  
 یاسین میں اس نکاح کی نسبت گذارش ہوا ہے وہ علی بن ابی النضر اسلم تھا ورنہ نہ تحقیق بندہ  
 فرج کو یہ عرض کیا تھا اس سے نکاح مگر مراد نہ تھا۔ کیونکہ بندہ نے الزام یہ عرض کیا تھا کہ اگر  
 کہ یہی مستثنیٰ ہیں کہ نود باللہ تو یہ آل رسول کی بنات کو بلا بلکہ ان کو شرمگاہوں کو غضب و عداوت  
 اس عبارت سے مراد ہر ہے کہ بندہ نے غضب کا الزام لگایا ہے پس اس پر یہ کہنا کہ مراد  
 غضب سے نکاح ہے سراسر تحریف ہے۔ ثبوت غضب اور روایت کلیتہً وغیرہ سے واضح ہے۔ بلکہ  
 عبارت انفس ثابت ہے وہ روایت کرتے ہیں۔ ہی اول فرج عصبیت منا۔ پھر اس کو نکاح محمول  
 کرنا بوجہ باطل ہے اول تو یہ کہ لفظ غضب فرج سے نکاح خلاف رعا امر و یسنا امر اص  
 عن تحقیق و صورت اسے الحجازی جو بلا تعدیل و تحقیق جائز نہیں اور اس جگہ تحقیق متعذرہ نہیں ہے  
 بلکہ قرآن داعی ہے تحقیق میں غضب اس شخص کی طرف منسوب ہے جس نے پہلے اس سے  
 رہ کا کم کسی جو اس سے بدرجہا زیادہ تھے کیونکہ شرمگاہ و دشمنان اہمیت تھا۔ اور مستحب

معاملہ میں ہر کام میں قتل سے ہی فریغ کیا ہو اور غضب بنات کے معاملہ میں بروی عقل  
 کیونکہ یاد رکھا جا سکتا ہے کہ آپ نے صبر و سہم سے فرمایا ہو گا۔ تعجب یہ ہے کہ غضب بنات  
 بھی کریں تو کون اور عاجز و تپا رہی ہوں تو کس کے مقابلہ میں جو جناب امیر سے ایسا ڈرتے  
 تھے کہ آپ کے زبانی ہمدید اور ظاہر و باطن سے ڈرتے تھے اور اپنے ارادہ سے باز رہتے تھے ایسے  
 لوگ حضرت امیر سے خلافت غضب کریں یا بنات پھیندیں مگر ان شاید خدا تعالیٰ سے  
 یہ فرمایا ہو گا کہ ان خاص اہمیت و بنات کے غضب نہ ہونا اور میرزا اب وغیرہ کے معاملہ میں  
 قوت و شجاعت کے جوہر و کھلانا۔ اور یہ سب کے حکمت کا ہے کہ خدا کے نزدیک غضب خلافت  
 و غضب بنات سے ہر مال کا اوکھا کرنا فحش ہو گا جسے اور کس کی ہماری عقول و حیرن قوت و باطن میں  
 تو ان دلائل و اسامی سے واضح ہو گا کہ جو کہ اس کا دعویٰ بالکل لغو و سراسر باطل ہے نہ خدا کی طرف سے  
 وصیت تھی کہ دین کی بربادی اور اہمیت کی اہانت و تہلیل جسکے چپکے دیکھنا اور سزا ملانا نہ آپ  
 سچا رہا اور بے یار و نصیب رہے نہ آپ کو یار و شہسار کی ضرورت تھی کہ محمد اللہ علی ذلک لیکن جعفر  
 یاسین میں اس نکاح کی نسبت گذارش ہوا ہے وہ علی بن ابی النضر اسلم تھا ورنہ نہ تحقیق بندہ  
 فرج کو یہ عرض کیا تھا اس سے نکاح مگر مراد نہ تھا۔ کیونکہ بندہ نے الزام یہ عرض کیا تھا کہ اگر  
 کہ یہی مستثنیٰ ہیں کہ نود باللہ تو یہ آل رسول کی بنات کو بلا بلکہ ان کو شرمگاہوں کو غضب و عداوت  
 اس عبارت سے مراد ہر ہے کہ بندہ نے غضب کا الزام لگایا ہے پس اس پر یہ کہنا کہ مراد  
 غضب سے نکاح ہے سراسر تحریف ہے۔ ثبوت غضب اور روایت کلیتہً وغیرہ سے واضح ہے۔ بلکہ  
 عبارت انفس ثابت ہے وہ روایت کرتے ہیں۔ ہی اول فرج عصبیت منا۔ پھر اس کو نکاح محمول  
 کرنا بوجہ باطل ہے اول تو یہ کہ لفظ غضب فرج سے نکاح خلاف رعا امر و یسنا امر اص  
 عن تحقیق و صورت اسے الحجازی جو بلا تعدیل و تحقیق جائز نہیں اور اس جگہ تحقیق متعذرہ نہیں ہے  
 بلکہ قرآن داعی ہے تحقیق میں غضب اس شخص کی طرف منسوب ہے جس نے پہلے اس سے  
 رہ کا کم کسی جو اس سے بدرجہا زیادہ تھے کیونکہ شرمگاہ و دشمنان اہمیت تھا۔ اور مستحب

معاملہ میں ہر کام میں قتل سے ہی فریغ کیا ہو اور غضب بنات کے معاملہ میں بروی عقل  
 کیونکہ یاد رکھا جا سکتا ہے کہ آپ نے صبر و سہم سے فرمایا ہو گا۔ تعجب یہ ہے کہ غضب بنات  
 بھی کریں تو کون اور عاجز و تپا رہی ہوں تو کس کے مقابلہ میں جو جناب امیر سے ایسا ڈرتے  
 تھے کہ آپ کے زبانی ہمدید اور ظاہر و باطن سے ڈرتے تھے اور اپنے ارادہ سے باز رہتے تھے ایسے  
 لوگ حضرت امیر سے خلافت غضب کریں یا بنات پھیندیں مگر ان شاید خدا تعالیٰ سے  
 یہ فرمایا ہو گا کہ ان خاص اہمیت و بنات کے غضب نہ ہونا اور میرزا اب وغیرہ کے معاملہ میں  
 قوت و شجاعت کے جوہر و کھلانا۔ اور یہ سب کے حکمت کا ہے کہ خدا کے نزدیک غضب خلافت  
 و غضب بنات سے ہر مال کا اوکھا کرنا فحش ہو گا جسے اور کس کی ہماری عقول و حیرن قوت و باطن میں  
 تو ان دلائل و اسامی سے واضح ہو گا کہ جو کہ اس کا دعویٰ بالکل لغو و سراسر باطل ہے نہ خدا کی طرف سے  
 وصیت تھی کہ دین کی بربادی اور اہمیت کی اہانت و تہلیل جسکے چپکے دیکھنا اور سزا ملانا نہ آپ  
 سچا رہا اور بے یار و نصیب رہے نہ آپ کو یار و شہسار کی ضرورت تھی کہ محمد اللہ علی ذلک لیکن جعفر  
 یاسین میں اس نکاح کی نسبت گذارش ہوا ہے وہ علی بن ابی النضر اسلم تھا ورنہ نہ تحقیق بندہ  
 فرج کو یہ عرض کیا تھا اس سے نکاح مگر مراد نہ تھا۔ کیونکہ بندہ نے الزام یہ عرض کیا تھا کہ اگر  
 کہ یہی مستثنیٰ ہیں کہ نود باللہ تو یہ آل رسول کی بنات کو بلا بلکہ ان کو شرمگاہوں کو غضب و عداوت  
 اس عبارت سے مراد ہر ہے کہ بندہ نے غضب کا الزام لگایا ہے پس اس پر یہ کہنا کہ مراد  
 غضب سے نکاح ہے سراسر تحریف ہے۔ ثبوت غضب اور روایت کلیتہً وغیرہ سے واضح ہے۔ بلکہ  
 عبارت انفس ثابت ہے وہ روایت کرتے ہیں۔ ہی اول فرج عصبیت منا۔ پھر اس کو نکاح محمول  
 کرنا بوجہ باطل ہے اول تو یہ کہ لفظ غضب فرج سے نکاح خلاف رعا امر و یسنا امر اص  
 عن تحقیق و صورت اسے الحجازی جو بلا تعدیل و تحقیق جائز نہیں اور اس جگہ تحقیق متعذرہ نہیں ہے  
 بلکہ قرآن داعی ہے تحقیق میں غضب اس شخص کی طرف منسوب ہے جس نے پہلے اس سے  
 رہ کا کم کسی جو اس سے بدرجہا زیادہ تھے کیونکہ شرمگاہ و دشمنان اہمیت تھا۔ اور مستحب

دناں سرور کا شامت کے دو حصوں کو قتل کیا مہیلا وحی خانہ اہلبیت کو جلایا اہلبیت کے دل راس  
 میں کوئی دقیقہ بچوڑا۔ جسکی یہ حالت ہوا۔ راد کی طرف غضب جناب روایات میں منسوب ہے تو عقل  
 سلیم کی طرف ہرگز یہ متطرف نہیں ہوگا کہ اس پر کھیر نکاح کیا ہوگا جب وہ ایسا جلیع الغدا ہو کر جس نے پہلے  
 کسی شائستہ حرکات کو سون اوکو کیا ضرورت ہو کہ وہ نکاح کے جھگڑی کو خریدی نکاح کی نسبت  
 بدون نکاح کے غضب میں تہلیل اہلبیت زیادہ منظور ہے پس اس شرط پر اصول تنبیہ رہی کیا ہوگا  
 جو باعث تہلیل اہلبیت زیادہ ہو تو اس سے صاف ثابت ہوا کہ غضب اپنی حقیقی ہیئت پر عمل ہے  
 دوسری یہ کہ اگر تسلیم کیا جائے کہ امر و غضب سے نکاح بلامضاہر۔ تاہم غیہ مدعا نہیں کرے گا کہ جب  
 بصیرت فقہاء و قوم نکاح مومنہ کا دشمن اہلبیت قطعاً حرام بلکہ استہموم ہے اس حکم کو دے کر نکاح  
 اوستے دشمن اہلبیت کے ساتھ حرام ہو تو جگر گوشہ بقول لکھ نکاح سرزد دشمنان اہلبیت اور مرد قتل  
 علی بن عروم شیر کے ساتھ کیونکر جائز ہوگا۔ پس جب یہ نکاح جائز نہ ہو اور حرام ہو تو غضب از نکاح کیا  
 مرتب نتائج غلط ہی رہ گیا۔ اور اگر تفسیر اور جبر و اکراہ کا غرض فرادین تو وہ معترقب ایسا بزرگ پر ہوگا  
 کہ اوکی اصلاح فاضل مجیب کے بعد رجعت ہی محال ہے وطن یصلح العطار من اشد الدهر تہری  
 صد جب زہرہ نے اپنی دشمنی سے تحریر فرمایا ہے۔ کہ لکھا جیکو غیر طیب خاطر نہ آئے اسکا مستند نہایت  
 چہ تجویز نہ ہوچ در مقام ضرورت و انتظار از باب خست ست چنانچہ تجویز تناول مینہ در حال عملیہ  
 فائس تفسیر سب کو نیکو کر شائع فعلی را بطریق تفسیر واقع شود قائم مقام مامور بہ قرار داد۔ پس کیا اور  
 ان انشال اہل الہیست دایم سنی مقتضی اہلست پس وقوع زنا لازم نہاید چنانچہ ہر گاہ جاری  
 شخصی راد طلاق و اون زودہ اس اجبار ناید در عرف سب کو بد غضبت زوجہ۔ حضرت کشمیری  
 صاحب نے جبر و اکراہ و ضرورت و انتظار کی نسبت جو کچھ تحریر فرمایا اسکا قطع و قع واجب ہر حکم  
 میں لیکن حضرت کشمیری اور ان کے مقلدین سے اس قدر ہتھیار باقی ہے کہ کون حضرت جب  
 جبر و اکراہ و ضرورت و انتظار کی شہری اور مثل مینہ اور لحم خنزیر کی حالت مخصوصہ میں ہوتی تو جو کچھ  
 جبر واقع ہوچ وہ مباح ہوگا اور جو کچھ ازراہ اکراہ و اجبار واقع ہوگا وہ عین مثال حکم حدودی ہوگا

تو پھر چاہیے لفظ غضب کو اس کے معنی حقیقہ سے پہلے کہ معنی مجازی پر محمول نہ کریں بلکہ معنی حقیقی پر  
 محمول کر کے سنئے اور زیادہ غاصب کی برائی پر دال ہوگا اور المیہ نبوت پر کسی قسم کا الزام لازم  
 ہوگا کیونکہ دونوں صورتوں میں المیہ نبوت پر تو جو کچھ ہوا وہ بحالت محمدیہ تقیہ کے پردہ میں ہوا جو ہرگز  
 امر خداوندی ہے خواہ کچھ بلا رضا ہوا تو اور غضب ہوا تو لیکن غاصب کے حق میں اگر نکاح یا بچہ پر تسلیم  
 کیا جاوے تو ایک معصیت الہیہ کی ہی ہوگی پس کیونکہ بعد نکاح تحقق نہ محفوظ ہے۔ اور اگر غضب  
 اپنے معنی پر محمول ہوگا تو جو حق غاصب ایک برائی فعل غضب کے ہوگی اور دوسری زنانگی کا اس کے  
 حق میں لامحالہ یہ نہ ہوگا جسے مومنین کا اس لفظ کو اس کے معنی حقیقی سے کیوں پہلے میں  
 اور معنی مجازی پر بلا ضرورت داعیہ اور بدون فریہ کیوں محمول کرتے ہیں۔ واجب ہرگز اس  
 لفظ کو اس کے معنی حقیقی سے مصروف نہ کریں اور معنی مجازی کا ارتکاب نفی میں۔ رہا یہ کہ آپ کے  
 حضرت کشمیر صاحب جو یہ نظیر پیش فرماتے ہیں کہ اگر کوئی جابر بچہ و اگر کسی کی زوجہ کو  
 اس سے طلاق دلائی تو عرف میں کہتے ہیں غضب زدہ جتہ معض منسلط ہو کیونکہ اول تو اہر  
 عرف میں ہر کلام ہی جتنا کہ ذلیل سے ثابت کیا جاوے بعد اس کی یہ نظیر اسی مثل کی ہی  
 مطابق نہیں اور نہ اس کا غضب ہونا مثل کے غضب ہونے کو مستلزم ہے کیونکہ طلاق یا کراہ  
 دوانا گویا ایک شخص کے ملک شئی کو اس کے قبضہ و تصرف سے بلا جواز شرعی بچہ نکالنا ہے۔ جس پر  
 غضب صادق آتا ہے اور اہل حق میں یہ معنی مفقود ہیں کیونکہ نکاح یا بچہ کی صورت میں  
 کسی ملک و تصرف کو اس کی قبضہ سے نہیں نکالا تو نکاح یا بچہ کی مماثل نہوا۔ اچھا ہنسنے مانا کہ  
 یہ دونوں برابر ہیں لیکن یہ وہی جو آپ کی حضرت کشمیری کا غلط ہے کیونکہ اس عبارت سے  
 نکاح ابوقت مستفاد ہو سکتا ہے جبکہ غضب کے نسبت نفس عورت کی طرف جاوے اور  
 جب اس کی نسبت عورت کی فرج کی طرف کر کے زیادہ شیعہ و بیح کی جاوے تو ابوقت تاویل نکاح  
 یا بچہ کے مسلم نہیں بلکہ ابوقت بسبب اس کے غضب کا فرج پر وقوع بیان کر کے غایت و بچہ  
 قبح نہایت میں پوچھا گیا کہ غضب حقیقی ہی مراد ہوگا تو اس سے صحت معلوم ہو کہ اس سے مراد نکاح یا بچہ

ہرکے منصب مقید مراد ہے۔ مگر حضرت کشمیری صاحب اپنی خوش فہمی سے اس قید کو نہیں سمجھا  
 یا تجاہل فرمایا ہو۔ غرض کہ یہ منصب خدام حقیقی سے نہ پرہیز کرے بلکہ ہر باجا بازی سے پرہیز کرے  
 میں اصول شیعہ پر کچھ کلام نہیں ہر طرح و مرام میں ماحضرت کا یہاں نہیں چڑھتا۔ قولہ بالفرض  
 اگر ام کلثوم بنت نہ ہر اسی کا نکاح ہوتا تب ہی کیا قیامت لازم آئے ہے یہ ظاہر ہے کہ یہ نکاح  
 بخوشی نہیں ہوا۔ اقول جب فریقین کے کتب ستمبر اور روایات متحدہ نہ ہوتی ہوتی ہے کہ یہ نکاح  
 ام کلثوم بنت نہ رضی اللہ عنہا سے ہی ہوا ہے تو بالفرض کے کیا معنی ہیں اس فرضی تہمین  
 یہ تو واقعی اور حقیقی ہی ہے لفظ بالفرض کہنا کنس دہو کہ وہی ہے۔ اور جب آپنی اس نکتہ کو  
 تسلیم کر لیا تو قیامت یہ لازم آتی ہے کہ تمام اصول و فروع شیعہ برباد ہونی چاہتے ہیں کہ نہ  
 حسب روایات شیعہ جناب امیر لجام مشرفین ہو سکتی تھی تو لا محالہ یہ نکاح بخوشی ہوا اور اس سے  
 جیسی کہ یہ ساتھ شریعت بار خرم نہ ہوا میر پر واقع ہونی چوکی فی خود پر مخفی نہیں کیونکہ اگر حضرت صادق  
 کے لیے اہل اور لائق تھے تو ہی نہ یہب تشیع کی خرابی اور اگر لائق نہیں تھے تاہم نہ یہب تشیع کی بربادی  
 اور اگر با اینہم بہر ہی بنا خوشی و ناراضی یہ نکاح واقع ہوا تاہم نہ یہب تشیع کی تباہی پس عاری  
 فاضل مجیب کا یہ کہنا تب ہی کیا قیامت لازم آتی نہ اس کی بنا تجاہل سے ناشی ہے ورنہ جب در روایات  
 شیعہ نکاح صحیح ہوا تو یہ کہنا کہ کیا قیامت لازم آتی اس فرضی پر قول چھاپہ شرح صحیح بخاری روایات شیعہ کا یہ  
 اقول ہم سابقا عرض کر چکے ہیں کہ آپ کے قاضی صاحب شوستری نے اس روایت کو ابن  
 جوہر تاخر کی طرف نسبت کیا ہے جو ابن حجر کی ہے اور آپ کے کشمیری صاحب نے مزہب میں اس روایت کو  
 متعلق ابن حجر کی طرف منسوب کیا ہے تو بظاہر ہماری فاضل مجیب کے خوش فہمی سے مدد ہونی چاہی  
 کہ اپنی کلام میں جو مزہب سے لیتے ہیں یہ سمجھ کر کہ ابن حجر مطلق لکھا ہے تو مستحکماً ہی مراد ہوگا اور نہ  
 شرح بخاری میں لکھا ہوگا نسخ البخاری کی طرف کہ با وافر ازہ نسبت فرمادیا حالانکہ وقت مطلق کے  
 سبقت ذہن کے فتح البخاری کے طرف ممنوع بلکہ متبادر مطلق ابن حجر کی ایسی اس کے ذکر کرنے  
 سے جو تسلسل حالات صحابہ ہو کتاب اصحابہ ہے اور ادھمیں بہر روایات بطرف متضاد موجود ہیں

لیکن اس روایت کا کہین نشان ہی نہیں بلکہ اس کا مخالف ثابت ہوتا ہے۔ اور اگر بالفرض یہ روایت  
 مستح الباری میں ہو یہی تو آپ کے قاضی صاحب کا ابن حجر متاخر یعنی علی کی طرف نسبت کرنا کذب  
 و غلط ہو گا قطع نظر اس سے کہ قاضی صاحب نے قطع متاخر لکھا ہے اور قرینہ ہی دال ہے کہ مراد ابن حجر  
 ابن حجر کی ہے وہ یہ کہ قاضی صاحب بعد نقل روایت کے فرماتے ہیں جبکہ حاصل یہ ہے کہ بعد  
 اس روایت کے ابن حجر نے عمر کے ضم و نقیض کی طرف جو عقد و تکلیف سے پہلے واقع ہوئی یہ عذر  
 کیا ہے کہ ام کلثوم سبب مغربی کے اسد رجب کو نہیں پونچھ رہی تھی کہ شہداء ہو کر اس کی ضم و نقیض  
 حرام ہوا اور اگر وہ صغیرہ نہ ہوتی تو حضرت علیؑ اس کو کیوں پہنچتے۔ اور یہ عبارت صواعق ابن حجر کی میں  
 مذکور ہے **وَقَدْ بَيَّنَّاهُ وَضَمُّهُ لَهَا عَلَى جِهَةِ الْأَكْرَامِ لَا تَصْغُرُهَا الْمَتَلَقُ فَجِدَّ تَشْتَهَى حَتَّى يَحْرَمَ دَوْلَا**  
**صَغُرُهَا لِأَيِّتِهَا بَوَّاهَا كَذَلِكَ**۔ مگر اس روایت کا جبکہ قاضی صاحب دعویٰ فرماتے ہیں بیان  
 کہین بیا و نشان نہیں پس سلام ہوتا ہے کہ یہ قاضی صاحب کی اور غلطی یا مغالطہ کی تفسیر  
 و تقلید ہوتے چلے آئے ہے مگر ہماری فاضل مخالف نے ادھر یہ اور طرہ لگایا کہ مستح الباری شرح  
 صحیح بخاری کے طرف نسبت کر دیا جو ابن حجر عسقلانی کی ہے پھر اگر بالفرض یہ روایت کسی  
 ابن حجر نے اپنی کو کتاب میں نقل کی ہو تاہم جب متعارض روایات جمہور محدثین کے ہے قابل  
 اعتبار کے نہیں ہو سکتے اور اگر عتبار ہی تسلیم کر لیں تو فاضل مجیب کا یہ ارشاد کہ **بَادِئُ الْبَلَدِ**  
**يُكَلِّمُ رَجُلًا** ہے غیر مسلم ہے بلکہ بقاعدہ الحدیث یفسر بعضہا ببعضاً بانضمام دیگر روایات اس روایت  
 میں الجاہ کے یہ سننے ہوئے کہ کثرت الحاح و سالت اور نہایت تردد و مراجعت فرمائے اور ظاہر ہے  
 کہ یہ سننے میں مناقض دعویٰ سامی ہے اب لیجئے جو روایات کا ابن حجر نے پر دال میں نقل  
 حرقہ کے باب حادی عشر میں مروی ہیں **وَفِي رِوَايَةٍ أَنَّهُ سَمِعَ مَعْدُ الْكَلْبِ فَقَالَ يَا**  
**أَبَا سَلَمَةَ وَاللَّهِ مَا حَمَلَنِي عَلَى الْحَاحِ عَلَى عَلِيٍّ فِي أَهْلِهِ إِلَّا أَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ**

سلطہ اور اس کا ضم و نقیض کرنا تفسیر کے طور پر تھا کہ وہ بسبب اپنی صغر سنی کے مشہور کو نہ پونچھ سکے کہ سلام سوتی اور اگر  
 اس کی کسی بیوی نہ ہو تو اس کا باپ اس کو اس طرح پہنچا۔ ۱۲۔ اور ایک روایت میں جو کہ عمر بن خطابؓ اور کما ای کو کو وادہ  
 علیؓ اور اس کی دختر کے سالہ میں الحاح کرنے پر مجبور ہو کر کسی چیز نے مجبور کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ۱۲



بقول کل سبب و صہرہ یقطع الاسبیہ و صہرہ و اما یا بیان یوم القیمہ نتشفعان  
 لصاحبہا فی روایۃ لما اکثرہ ردہ علی العلل بصرہا فقال ما حلت علی کثرۃ ردی  
 الیک الا انی سمعت رسول اللہ ﷺ یقول کل حسب و نسب و صہرہ الخ  
 ان روایات سے کثرت الحاح و مراجعت اور نہایت تردد و مسالت ہوا ہے ثابت ہے کہ روایت  
 ما عن فیہ میں جو لفظ ایجابہ واقع ہے وہ یہی ہے کہ معنی پر رسول ہو گا علی اصول الٰہی کیونکہ  
 حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فاسق و فاجر و ظالم اور فاسق ہے اور نہ جناب میر تقی  
 معلوم مقہور و حیاں و مغلوب ہے تو لا محالہ مطابق اصول الٰہی کے ان معنی پر حمل کرنا درست  
 ہو گا۔ اور فاضل حبیب کا دعوی غلط ہو گا۔ وہو مطلوب قولہ اور غصب کے معنی یہ ہے کہ  
 میں نہ کہہ اور اقول یہ معنی غصب کے صرف حضرت کا ہی اختراع ہے جب تک آپ کی  
 نقل سے اسکو ثابت نہ آوے اسوقت تک یہ دعویٰ سے قابل سماعت نہیں اور بالفرض  
 اگر یہ معنی ہوں یہ ہے تو حضرت اسر غلط ہے جو حضرت کے خوبی فہم سے پیدا ہوا ہے  
 اگر آپ کے نزدیک صحیح ہے تو کہہ دے دلیل سے ثابت فرمایا ہوتا قولہ خلیفہ مانی مسلمان  
 کلمہ دینی احکام اسلام انہر جاری ہے نکاح شرعی ہوا۔ اقول اس جواب کا مطلب یہ ہے کہ  
 کہ جو ظاہری اسلام خلیفہ فاروق یہ نکاح از روی شرع کے جائز ہوا لیکن معلوم ہوتا ہے  
 کہ حضرت کو اپنے سائل فقہیہ تک کے یہی پھر نہیں ہے اور خبر کیونکہ ہو مناظرہ کی چند کلامین  
 و کہہ کر تو بہت بدین میسر سائل فقہیہ کی خبر ہو تو کیونکہ ہو۔ اجماع جناب میر صاحب یہ اجتہاد اپنے  
 غلط فرمایا اور اس میں آپ نے ظلم کی آپ اپنی کہا بونکا ملاحظہ فرمائیے آپ کے بیان صحت نکاح کے  
 واسطی صرف ظاہری اسلام و کلمہ گوئی پر گرا مفید نہیں ہے بلکہ عموماً کتب فقہیہ میں نو صبت  
 ملے فرماتے ہر واسطی اور ادا دینی قطع ہو جائیگا اگر یہ واسطی اور ادا دینی قطع کر دے قیاس میں انکی اور اپنے  
 قطع والے کے مفاد میں کرتی اور ایک روایت میں ہے کہ جب عمر علی کے پاس (اس میں معاویہ) بکثرت آئے  
 گئے آپ نے اسکو منع کرنے کا عند کیا۔ فرماتے فرمایا۔ کہ جب کثرت آمدت پر ہر ایک کی پسینہ بہہ رہی تھی کہ میں نے  
 علی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ کل حسب و نسب و صہرہ الخ

یہ روایت صحیح ہے۔  
 یہ روایت صحیح ہے۔

و نواہج کے ساتھ مومنہ کا نکاح حرام نہ مانا جائز لکھا ہے۔ اس وقت سن لایعصر حاضر ہے اور ہمیں  
 روایت موجود ہے۔ وروی الحسن بن محبوب عن سلیمان بن الحارث عن ابی عبد اللہ  
 علیہ السلام قال لا ینبغی للرجل المسلم منکران یتزوج الناصبۃ ولا یتزوج  
 ابنۃ ناصبیا و یطرحہا عندہ قال مصنف ہذا الکتاب رحمۃ اللہ من نصب  
 حراماً لا محمد علیہم السلام فلا نصیب لہم الاسلام فلذلک حرم نکاحہم  
 وقال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ صنفان من امتی لا نصیب لہم الاسلام الناصب  
 لاہل بیتہ الخ اس روایت سے حرمت نکاح نواصب ہی نہیں ثابت ہوئی بلکہ اس سے  
 یہ بھی ثابت ہوا کہ نواصب کا طہری اسلام اور زبانی کلمہ گوئی ہرگز قابل اعتبار نہیں اور جو  
 بعض شیعہ مثل فاضل مخیط شکیچہ بجاٹین گرفتار ہو کر طہری اسلام کو اعتبار کرتے ہیں  
 سرسری غلط ہے نکاح تو ایک طرف رہا نواصب کا تو جو یا ملک ہی نہیں ہے سن لایعصر میں ہے  
 ولا یجوز الوضو لیسو الیہودی والنصرانی و ولد الزنا والمشرک و کل من خالف  
 الاسلام و اسد من ذلک سود الناصب استیصار میں ہے و بہذا الاسناد عن  
 حمید بن یعقوب عن احمد بن ادریس بن محمد بن احمد بن یحییٰ عن ابی یوسف  
 بن توح عن الوشاء عن ذکرہ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام انہ کبر  
 سور ولد الزنا و الیہودی والنصرانی والمشرک و کل من خالف الاسلام و کان  
 اشد ذلک عندہ سود الناصب پس جب نواصب کے جوئے کا یہ حال ہے تو ان کا

امام ابی عبد اللہ سرمدی ہے فرمایا ہم میں سے مسلمان شخص کو ناسیب نہیں کہ ناصبیہ کے ساتھ شادی کرے اور اپنی بیٹی کا ناسیب کی شادی  
 نکاح کرے اور اس کو سبکی پاس خال ہی حنفی کہتا ہے جو آل محمد علیہ السلام کے ساتھ زانیہ کا کرے اور ان کے اسلام میں کچھ  
 حصہ نہیں دیکھو ان کا نکاح حرام ہے اور ابی عبد اللہ علیہ السلام نے فرمایا میرے امت میں انہیں کے لوگ ہیں جو کہ اسلام میں  
 کچھ حصہ نہیں ایک تو میری اہلبیت کے ساتھ دیکھنے رکھنے والا شیخ - ۱۲ - ۱۳ - یہودی اور نصرانی اور اللہ انہما  
 شریک ابی عبد اللہ اسلام کے جوئے کے ساتھ دقتو جائز نہیں ہے اور اس سے بھی سخت تر ناصبی کا چھوٹا ہے یا ام  
 ابی عبد اللہ سرمدی ہے انہوں نے ولد الزنا اور یہودی اور نصرانی اور شرکاء ہر خالف اسلام کے جوئے کو مکروہ سمجھا  
 اور اس سے سخت تر آپ نے نزدیک سے ناصبی کا چھوٹا تھا - ۱۲ -

نکاح کیا کچھ ہوگا۔ علی الخصوص ایسے شخص کا نکاح جو بڑے شیعہ دشمنان الہیت کا گروہ  
 قاتل و مسموم ہو کہ ایسی شخص کو شیعہ نفس العین اعتقاد کرتے ہیں اور اسکی شہ شعیب ولادت کا  
 حکم کرتے ہیں چنانچہ خاتم التکلمین مولانا مولوی حبیب علی رحمۃ اللہ علیہ نے معافی الانساب  
 صدوق سے عدم شعیب ولادت کے نسبت یہ روایت نقل کی ہے حدیثنا علی  
 بن احمد بن یحییٰ رضی اللہ عنہ قال حدثنا محمد بن علی عبد اللہ الکوینی عن موسیٰ  
 بن عثمان بن یحییٰ عن عہد الحسن بن یزید النوفلی عن علی بن حمزہ عن ابی  
 بصیر قال سالتہ صاروی عن النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم قال ان  
 ولدا لما نشر الثلاثۃ قال علیہ السلام عنی براندہ شر من نقدہ ومنزلہ  
 قطعاً ناجز اور حرام ہوگا۔ اور جب اس نے مومنہ کے نکاح کا یہ حال ہو تو قدر و مہر نہایت  
 سرور و جودات جب کہ گروہ قبول کا نکاح تو دین و ایمان سے دست برداری ہوگی اس پر صاحب  
 تصریح خاتم التکلمین معین دایات میں وارد ہوا ہے کہ جو شخص اپنی دختر کا ایسی لوگوں کی ساتھ نکاح کرے  
 وہ دشمن دین و ایمان ہے اور بدست و شریعت کے بیچ کو قطع کرتا ہے اور اگر آپ کے نزدیک ظاہری  
 اسلام اور زبانی کلمہ کوئی اجرا و احکام اسلام پر کافی ہے تو پھر آپ ذرا اپنی قبلہ و کعبہ کے بعد  
 صاحب شہد الطاعن سے پوچھیں کہ حضرت آپ جو عقد کے اس قول کے جواب میں اگر توقف  
 ابو بکر و دستغفار و قضا ص و اکسا بن نویرہ قاض در خلافت او باشد توقف حضرت اس پر کیا  
 قضا ص عثمان بطریق اس کے قاض باشد یہ ارشاد فرما کے میں خلاصہ جواباً طرف  
 شیعان اہل بیت کہ عثمان نزدیک نشان جائزاً نقل ہو وہ لہذا اخذ قضا ص او واجب بنا شد  
 اس کا کیا معنی ہیں جب ظاہری کلمہ کوئی پر احکام اسلام جائز میں اور دنیا کی سونمت کے ساتھ  
 نکاح کر سیم ہے تو پھر کیا یہ فرمانا کہ وہ جائزاً نقل میں اور دنیا کی سونمت کے ساتھ  
 اس میں کیا اس سے پوچھا اس میں سے جو بنی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے وہاں انہوں نے مذہب علیہ السلام  
 فرمایا اس سے مراد یہ ہے کہ کاپی سے پہلے کہ پہلے سے مراد ہے۔

شرعیات ہی بہر معلوم نہیں آپ کے قبلہ آپ کے اس اعتراض کا کیا جواب دینی ظاہر تو یہ ہے اگرچہ کہ  
 کام فرمایا تو آپ نے خلاف واقع بیانی کا اعتراف کریں گے اور اگر انہی نہ پوچھیں تو بیہل عمار جو جسکے  
 خود اور کفر نفس کے طرف راجع ہے اور وہ اسکے جواب دہ ہو کر **قولہ** جناب سرور کائنات  
 حال ملاحظہ فرمائی کہ حضرت زینب و دختر رسول خدا سلمان ہو گئی تھیں اور ان کا شوہر ابو العاص کا  
 تھا انہیں مفارقت نہ کروا سکے اور اس باب میں جو آپ کو علمار نے تائیل کی ہے اس کو یہ روایت  
 باطل کرتی ہے تاریخ نجس میں حضرت ام المومنین عائشہ سے منقول ہے۔ قالت کان  
 الاسلام فرق بین زینب و ابی العاص لکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 لا یقدر ان یفرق بینہما و کان مغلوباً بجمکۃ جب یہ بات ثابت ہوئی تو بیان کیا صحیح  
**اقول** ہمارے فاضل مجیب کے ہمیر تو طعن بھائی اور بے شرمی کی نسبت ہوتی ہی تھے  
 لیکن بیان تو خود بدولت شرم دھیا کا پردہ اوٹھا کر دین و دیانت کو طاق میں بٹھا کر خاتم  
 النبیین سید المرسلین کے عصمت پر نبوت ہی پر تسلیم نسخہ پھیر دیا اور برخلاف مقصود صرف یسین  
 آپ نے اس نکاح کے عدم جواز کو تسلیم فرمایا۔ تو معاذ اللہ آپ کے قول کے موافق خاتم النبیین تکسب  
 حرام کے ہوئی۔ کیونکہ اپنی بیٹی سونہ کا با اختیار خود بلا جبر و اکراہ کا فر کے ساتھ نکاح کیا حالانکہ  
 وہ بقول آپ کا جائز نہ تھا۔ اور اگر یہ مراوے کہ وقت عقد کے دختر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 کا فرہ تھے اور بعد میں ایمان لائے چنانچہ آپ کا یہ قول کہ حضرت زینب و دختر رسول اللہ سلمان  
 ہو گئی تھے اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ پہلے ہی مسلمان نہ تھیں اور بعد میں مسلمان ہو گئی تھیں  
 یہ بھی آپ کے دین و ایمان کے مقتضی ہی ناشی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر کو  
 بلا دلیل کا فرہ کہیں۔ تو اگر اہلسنت نبوت کے ساتھ آپ کو زعم میں دلاؤ محبت اور تمسک اس کا  
 نام ہی آپ تفریق کا ذکر الہی کیون فرماتے ہیں۔ پہلے تو نفس عقد کے نسبت فرما دیں کہ وہ بھجر  
 ہوا یا برضا اور جائز نہ ہوا یا حرام۔ اگر یہ نکاح بھجر ہوا اور باوجودیکہ جہرام تھا لیکن کفار مکہ نے  
 بھجر داکراہ نہیں نکاح حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کرایا تو بہتہ آپ کا تھیں علیہ ہو سکتا لیکن

۷۲

ملاحظہ فرمائی کہ حضرت زینب و دختر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح صحیح تھا

فریقہ کے نزدیک اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح صحیح تھا مگر یہ کہ وہ کافر تھے اس لیے اس کا نکاح صحیح نہیں ہو سکتا۔

اہل بیت میں اہل آپ جبرئیل کا ثبوت ایسا ہوا اور شاذ اللہ قیامت تک ہی نہ لیکن اہل بیت کی حضرت کے حق میں  
 تہہ کا فتویٰ یہ ہے کہ نہ تو دین دار اگر برضا ہوا اور حرام تھا جیسا کہ ایک حکام سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کے  
 نکاح کا ذکر کے ساتھ حرام ہے تو ہر آپ ہی خیال فرما لیجیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دین  
 کی فعل کے ترک ہوئے اور اگر نکاح برضا ہوا اور جائز تھا چنانچہ واقعی ارشاد ہے نفس الامریا ہی  
 تو ہر ایک اس کو ذکر کرنا اور قیاسیہ فرار دینا سر امر غس نہی ہے۔ لیجیے ہم اس کی جواز کو آپ کی  
 کہا بونہ ثابت کرتے ہیں۔ پس واضح ہو کہ ابتدا اسلام میں جب تک تحريم نکاح ہونہ کہ شرک  
 کے ساتھ نازل نہیں ہوئی تھی اور وقت اہل شرک و اہل ایمان میں یہ نکاح جائز و حلال تھا اس وقت  
 جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب کا نکاح ابو العاص سے کر دیا تھا چنانچہ  
 اس کی سنت شرائع سابقہ میں ہی تھی۔ تفسیر مجمع البیان میں فاضل طبرسی تحت آیت شریفہ و قد  
 سورہ ہود قال یا قوم ہولاء بناتی هن الطہر لکم کہتے ہیں و کان یحون فی مشرک ترویج  
 المؤمنۃ من الکافر دکان ایضا فی مبداء الاسلام تزد زوج النبی صلی اللہ علیہ  
 والہ وسلم بنتہ من ابی العاص بن الربیع قبل ان یسلّم لہم تہنّی ذلک بہرہ و سر  
 جگہ سورہ حج میں تحت آیت کہ ہولاء بناتی انکم تفاعلین کہتے ہیں و قولہ انکم  
 فاعلین لکنہ جز النکاح ای انکم متزوجین و قبل انما قال ذلک  
 للروساء الذین کفون اتباعہم و قد کان یحون ترویج المؤمنۃ من الکافر  
 یومئذ و قد کان ذلک ایضاً فی تہنّی تہنّی حرم اور نیز فاضل کا ثانی خلاصۃ التہج میں پہلے  
 آیت کے تفسیر میں کہتے ہیں۔ گفت لوط اسے کہ وہ من اینہا و قرآن میں اندیشہ از انہو ہمد  
 کہ ایشان با کفر اند و شامہ از ترویج و خزلین بشرط ایمان بودہ یا در شریعت او ترویج مومنات

سے اور اس طرح میں ہونہ کا نکاح کا ذکر کے ساتھ جائز ہوا اور پہلی شروع اسلام میں ہی تھا اور حضرت نے اپنی دھڑ کا نکاح  
 ابو العاص سے پہلے اس سے کہ سلمان ہو کر دیا تھا پہر شروع ہو گیا۔ ۱۲۰۰ قریب ان کہتے فاعلین نکاح سے کہنا یہ کہ تہ  
 نکاح کر کے واقعی پہر میں کہہ سرور دیکھو کہ یہی ابتداء کہہ کر دیکھتے ہیں اور اس وقت ہونہ کا نکاح کا ذکر کے ساتھ جائز تھا  
 اور پہلے ہماری شریعت میں ہی تھا پہر حرام ہو گیا۔ ۱۱۲-

بکفار جائز ہووے چنانکہ درید ایت اسلام حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دھری از دھری  
 خود بقتلہ داد و دھری دیگر را با بوالعاص بن ابی ذر ان این حکم منسوخ شد۔ ایتنے علی ابی ذر الغنیم  
 اور جب یہ حکم بعد جواز زمانہ حیات رسالت صلی اللہ علیہ وسلم منسوخ ہو چکا اور یہ نکاح متنازعہ  
 بعد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واقع ہوا تو غیر منسوخ کو منسوخ پر فیاس کرنا اور حرام و حلال کو یکساں  
 و سادی سمجھنا حضرت مجتہدین و تکلمین شیعہ کی قریب تدریہ یا محدثہ کو زیبا ہے اور روایت  
 اہل سنت کے بھی اس پر دالین۔ کہ نکاح ہونہ کا کافر کے ساتھ سدا اسلام میں جائز تھا بعد اس کے  
 منسوخ ہوا چنانچہ تناسیر احادیث معلومین شرح مصابیح سے ایک روایت جو حضرت ام المؤمنین  
 عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے از آلہ الغنیم سے نقل کرتے ہیں۔ **عَنْ عَائِشَةَ لَمَّا بَعَثَ**  
**أَهْلَ مَكَّةَ فِي فِدَاءِ أَسْرَائِهِمْ حِينَ غَلَبَ لَيْسَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ بَدْرٍ فَقَتَلَ**  
**بَعْضُهُمْ وَأَسْرَ بَعْضُهُمْ وَطَلَبَ مِنْهُمْ الْفِدَاءَ لِبَنَاتِ زَيْنَبَ بِنْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ**  
**مِنْ خَدِشَةٍ فِي فِدَائِهِ وَجَمَاهَا إِلَى الْعَاصِ بْنِ الْبَيْغِ بْنِ عَبْدِ شَمْسٍ الْقَشِي بَمَالٍ**  
**وَهُوَ كَانَ مِنْ جَمَلَةِ أَهْلِ بَدْرٍ وَكَانَ تَزْوِجَ الْكَافِرَ بِالْمُسْلِمَةِ جَائِزًا فَتَنَخَّ بِقَوْلِهِ تَعَالَى**  
**وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّى يُؤْمِنُوا بِالْإِسْلَامِ۔** پس ثابت ہوا کہ موجب و آیات قرآنین کے  
 نکاح حضرت زینب کا قبل نسخ کے ہوا کہ اس وقت میں جائز اور حلال تھا اب بیان شاید بعض  
 اولن لوگوں کا جو حکم حالات شریعت پر پوری وثقت نہیں بہ شبہ واقع ہو اور وہ یہ اعتراض کریں  
 کہ مسلمان قبل نسخ کے جائز اور حلال تھا لیکن بعد نسخ کے تو حرام ہوا تو اس وقت تفریق کی  
 ضرورت ہوئی اور ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسبب مغلوبیت کے تفریق نہ کر سکا  
 پس اس کا جواب یہ ہے کہ اہل توہم بہت تسلیم نہیں کرتے تو تحریم کا نزول تفریق سے پہلے ہے  
 اے عائشہ رضی اللہ عنہا یہ مروی ہے جب اہل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدر کے دن مستحبابی اور بعض کفار کو قتل کیا اور بعض کو قید کر  
 لا کر اور اپنی فدیہ طلب کیا تو جب اہل قرآن نے فدیہ بھیجا تو زینبؓ بھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر طین خدیجہ سے تھی اپنی  
 شوہر ابوالعاص بن الربیع بن عبد شمس قرشی کے فدیہ میں جو محمد فیدہ کو بھیجا مال بھیجا اور کافر کا نکاح مسلمہ کے ساتھ جائز تھا  
 تو انہوں نے ولایت کو انکار کیا تھے یہ منہا کے ساتھ منسوخ ہوا ۱۶۱۔

بلکہ جائز ہے کہ بعد تفریق کے آیت تحریم کا نزول ہوا ہو۔ دوسرا جواب بطور صل و تحفیض کے یہ ہے کہ  
 کہ اذعان نزول احکام پر محفی نہیں ہے کہ جو احکام اول مشروع تھے اور بعد شریعت کے منسوخ  
 ہوئی انگریز نسخ کے یہ مسئلے ہیں کہ بعد نسخ کے ان افعال کا کرنا بہر طریقہ اذین اہل اسلام کے  
 اختیار کو دخل ہو غیر مشروع ہے اور جو کچھ کہ نسخ سے پیشتر ہو چکا بعد اذ کی نسخ درج میں سامانوں کو  
 کچھ دخل نہیں وہ حکم نسخ میں داخل ہو گا۔ اور دوسرا یہ ہے کہ عقد نکاح اگرچہ باختیار ادا دیا اور تہہ  
 لیکن نسخ نکاح میں عورت یا ادا سکھ ادا کیا کو حکم تحریم کچھ دخل نہیں تو فی الحقیقت ادا پر نسخ  
 وارد ہی نہیں ہوا جو ادا سکھ حرام اور غیر مشروع کسبھا جادی۔ اور ضرورت تفریق کی واقع ہو۔  
 کیونکہ ولایا کو الشریکین سے مخالفت عقد نکاح جدید کی ثابت ہوتی ہے نسخ نکاح منعقدہ سابق  
 پر دل ہے تو تحریم اس پر وارد ہی نہیں اور حکم نسخ اس کو شامل ہی نہیں۔ پس تاریخ حدیث سے  
 جو روایت نقل فرمائی ہے وہ فریقین کے روایات صحیحہ معتدہ کہ نفی لفظ ہوا قابل احتجاج نہیں  
 بلکہ خود امام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت جو شارح مسابیح نے نقل کی ہے وہ اس کے خلاف  
 اور ممکن ہے کہ تاریخ حدیث کے روایت میں کان الاسلام فرقاً معمول استجاب پر ہوا بین معنی  
 کہ بہتر اور حسن یہ تھا کہ نکاح کو نسخ کر اگر حضرت زینب کا علاج کسے سامان ہو کر تے کیونکہ اسلام  
 باہم اہل اسلام و کفار میں ایک قسم کی تفریق کر دی تھی۔ لیکن چونکہ نسخ باختیار مرد ہے اسلیں آپ کو  
 قدرت نہ تھی اور شاید موجب کٹا کٹی اور ختم نہ ہوتا۔ لیکن آپ مغلوب تھی اسی حالت میں  
 صرف استجاب کے لیے فتنہ برپا کرنا مناسب و مصلحت نہ تھا اور چونکہ تحریم کا نزول جب تک  
 نہیں ہوا تھا یہ نکاح ہی حرام نہیں ہوا تھا تو اس تحریم کے موافق تمام روایات مجتمع ہو گئی اور  
 بحمد اللہ تعارض مرفوع اور اسعد لال فاضل استدلال باطل ہوا معہذا بالقرض سلیمان کہ رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم کو میں مغلوب رہنے اور وجہ مغلوبیت کے تفریق بزرگم آج کے واجب تھی  
 لیکن یہ مقدمہ مقدس علیہ نکاح ام کلثوم نہیں ہو سکتا ہے۔ کیونکہ ہم بیشتر روایات بیشتر  
 ثابت کر چکے ہیں کہ مغلوبیت جناب امیر کا قائل ہونا ہی غلط اور باطل ہے۔ غرض کہ یہ مقدمہ کو

بیان ذکر کرنا حضرات شیعہ کے عموماً اور فاضل مخیط کے خصوصاً کمال خوش فہمی اور شہسختی  
 مان اگر اس نکاح کو مقیم علیہ قرار دیتے کہ جو حضرت جیلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی دونوں حضرات  
 زینب و رقیہ کا نکاح کی بعد دیگرے عثمان ذی النورین کے ساتھ فرمایا اور مان ہی غصب کے  
 قابل ہوتے اور حضرت کے مغلوبہ اور رقیہ کا دعوے کر کے ثابت کرتے تو البتہ مضائقہ نہ تھا۔  
 چنانچہ قاضی صاحب شوستری نے مجالس میں اسکو بائیں لٹا کر بنی و دختر عثمان و ادولی دختر  
 بمرزستاد اور اسکو ذکر کر کے اپنے استدلال کے بیچ آپ اپنے ہاتھوں کاٹ ڈالی کیا بیٹے کے  
 حضرت صدق اللہ علیہ وسلم کا فعل تہ نفیہ سے تہانہ مغلوبی و در ماندگی و جبر و اکراہ سے تہا تو یہ  
 فعل نکاح لطیب خاطر و جواز شرعی ہوا تھا تو ولی کا فعل نکاح یہی ایسا ہی برضا و خوشی  
 و جواز شرعی بلا جبر و اکراہ ہوا و ہوا المدعی۔ **قولہ** معاذ اللہ اگر یہی فرض کریں جو حضرت نجیب  
 یا حضرت نجیب کے میر ہمدی صاحب آیات بنیات میں قرآن میں تب بھی تمک کہ اس پر کیا  
 نسبت مثلاً اگر کوئی یہ حجت پیش کرے کہ کیا اہلسنت کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 یہی معنی میں کرانگی بیٹی کو زوجہ کا فراس حالین قرار دین جبکہ اسلام نے جدائی کر دی  
 تو حضرت کیا جواب دیں؟ **قولہ** سبحان اللہ اہلبیت نبوت جسک تائین بیت تطہیر نازل ہو  
 اوسکو دشمنوں کو صریح زنا اور فحش اور جیسا کہ کی ہمت سے ملوث و متہم فرمائیں اور یہی تمک  
 میں رخصت نہ پڑے یہ تمک حضرت شیعہ کا ہے تمک ہے اور اہلسنت کے تمک پر جو  
 نکاح ابوالعاص کے ساتھ معارضہ کیا مجھ اللہ اہلسنت کو سنت جواب کی کچھ حاجت نہیں ہوگی  
 یہ قصہ مشترک الزام ہے پس اسکا جواب جو کچھ علماء شیعہ نے دیکر فیصد کیا ہے چنانچہ اوسکو  
 نقول بحوالہ مجمع البیان خبہ جلد ۱۴ باب ۱۱ میں مذکور ہو چکا ہیں وہی جواب اہلسنت کی طرف قبول  
 فرما دیں کہ اسکا وقوع قبل نسخ کے تھا اور یہ الزام جو شیعہ پر بابت غصب و فحش کے لگایا گیا ہے  
 یہ نسخ و تحیم کے ہے پس اسکو شرمندگی و خجالت رنہ کرنے کے لیے فقہ نکاح زینب ذکر کرنا  
 حضرات کے کمال سنجیدگی پر دال ہے جب دیکھا کہ یہ بخت جہات مستحق مسدود ہے۔



اور طریق گریز و فرار ہر چار طرف سے تنگ ہے و بطور ابد فریبی کے ایک روایت اہل حق کی طرف سے ذکر  
 کردی تاکہ نادانانہ سمجھیں کہ حضرت میر صاحب علیؒ نے یہی بیت بڑا الزام دیا۔ **فقولہ**  
 انبیاء و اوصیاء اہل بیت پر جو ظلم و ستم ہوئے اٹکا بیان کرنا تنک کے برخلاف نہیں ہے و نہ  
 جو ذلت و رسوائی و بی عزتی ظاہری کر بلا دشنام و غیرہ میں ذریت رسول کی ہوئی اٹکا بیان  
 کرنا تنک کے برخلاف ہو پھر حضرات اہلسنت ان و نافع کو کیوں اپنی کتب میں محذیر فرماتے ہیں۔  
**اقول** یہ تو آپ اوس وقت فرماتے کہ اگر تم آپ پر تاریخی واقعات کے بیان کی نسبت  
 الزام دیتے ہوں۔ بیان واقعات تاریخی میں توجہ حالت ہوتی ہے نقل کیا جاتی ہے یہاں  
 تو الزام یہ ہے کہ اہل بیت نبوت کی نسبت جنگ و لڑائی کے آپ زبانی مدعی ہیں اپنی کتب  
 دین ایمان میں امام معصوم کے زبانی فرماتے ہیں کہ امام معصوم نے فرض کر دیا کہ کج جان کی نسبت  
 فرمایا اول فرج غضب منا کوئی باجیا اسکو جائز کہی گا خداوند کوئی مسلمان اسکو بخیر نہیں  
 کہتا ہے۔ اول تو یہ امر واقع اور نفس الامر کے خلاف دوسری امام معصوم پر غش گوئی کی  
 تہمت تیسری جگہ گروہ بتول کے دشمنی نسبت جسے جہالت و فعل حرام کا الزام۔ تجھے کہ آپ  
 اسکو تنک کے برخلاف نہیں خیال فرماتے معلوم نہیں کہ تنک کس چیز کا نام رکھ رکھا ہے  
 معلوم ہوتا ہے کہ محرم میں نام بنام ہر ایک کے ذلت و رسوائی بیان کر کے وادیا کرنا نام و لاد  
 رکھا ہے حالانکہ اگر کسی اونے شخص پر بھی کہی کوئی مصیبت و ذلت اسکو اہل کے نسبت پیش  
 آتی ہے تو بعد اس کے کہی اسکا نام کبھی نہیں لیتا چہ جائیکہ اسکا سالانہ ماتم کرے  
 اور یہ حضرات محب اہل بیت ہر سال اہلبیت کی ذلت کی تجدید کرتے ہیں اور ہر سال انہی نام  
 پر ایہ میں اذکو ذلیل رسوا کرتے ہیں جس پر غیر مذہب کے لوگ ہی خند و زناں میں بسنے لائق  
 یہ حضرات محب اہلبیت نہیں بلکہ دشمن اہلبیت ہوتی۔ ہم نے معتبر ذریعہ سے سنا ہے کہ  
 محرم میں دارالمؤمنین لکھنؤ کے اندر خصوصاً حضرت مجتہد صاحب کے امام بارہ میں و شوہر  
 کجاد سے بندہ واکر او نہر سیاہ پوش عورتیں سوار کیا جاتے ہیں اور وہ زمان اہلبیت کے نقل ہوتی ہیں

انجیل مصیبن ان اذکثر لپٹ لپٹ کر دیتے چلائے تھے بین اور ایک ایک کا نام لیکر چھتی میں بیٹھا  
 میں غرض کیا کچھ طوفان بچے تیسری ہے جو دن نہیں ہوتا پس اس کا نام تنک ہے اور یہ کچھ  
 دلاؤ محبت ہے۔ علاوہ ان میں اہلسنت نے سواری بیان تاریخی حالات کے اور وہ بھی بقدر ضرورت  
 نرم الفاظ میں عا شا کہ کہیں اہلسنت کے شائین کوئی فحش و شنیع لفظ لکھا ہوا حرام کا الزام  
 اہلسنت کو نسبت لگایا ہو یہ صرف کام دعویان دلاؤ تنک کا ہے پس قولہ ان تنک کے  
 برخلاف یہ ہو کہ حضرت عباسؓ کو حضرت مجیبؓ اہلسنت میں قرار فرمایا یہ حضرت خلیفہ اولؓ کے  
 شان میں اعزک اللہ بظہر اک۔ فرماوین۔ اور یہ وہ خلیفہ رسولؐ نام برحق ہیں اکثر افعال  
 ملاحظہ فرمائی۔ **اقول** ای اہل خرد و انصاف مدارا ذرا تو ہماری اور ہماری فاضل محبت کے اس  
 قول کو دیکھیں اور اس سے انکی منظرہ دانی بلکہ ہمہ دانی کا اندازہ کریں۔ اول تو خود ان الفاظ  
 کی ترکیب لفظی ہے انکی غلط ہونے پر دل ہے لفظ۔ بظہر اک کو ماقبل سے کچھ تعلق و ربط  
 نہیں اور یہ کلام اس موجود عبارت میں ہے جو ہمارے محبت لفظ کی ہے اہل  
 کتاب ہکو دستیاب نہیں ہوئی کہ اس عبارت کے غلط اور صحیح ہونے پر مطلع ہوتے  
 دوسری یہ کہ شاید یہ کلمہ اپنے کفر کجالت میں کہا ہو۔ تیسری یہ کہ ہم کب کہتے ہیں کہ حضرت  
 عباسؓ معصوم ہیں۔ اگر بالفرض وہ ہوں نے یہ کلمہ فرمایا ہو خطا کی۔ چوتھے یہ کہ اگر حضرت  
 عباسؓ نے یہ کلمہ فرمایا تو اس سے خلیفہ اولؓ کے خلیفہ۔ سول اور امام برحق ہونے میں کیا  
 تفرق اور کیا نقصان۔ اسکو ہماری محبت لفظ کے رد میں سے ثابت تقریبا جو اس پر بحث  
 کجائی یہاں اسقدر کافی ہے کہ یہ لفظ اگر حضرت عباسؓ سے صادر ہوا تو انکی خطا تھی  
 تو یہ خلیفہ اولؓ کی خلافت و امامت میں کیونکر قاج ہو سکتا ہے۔ پانچویں یہ تنک کے  
 برخلاف نہیں۔ ان تنک کے برخلاف یہ ہے کہ حسب تصریح علما شیعہ جناب فاضل  
 حضرت الرسولؐ صاحب امیرؓ کی نسبت مانند جنین پر وہ نشین رحم و مانند خائیں درخانہ گرجتہ  
 وغیرہ الفاظ شیعہ فرماوین اور آپ انکو پر یہی خلیفہ معصوم و مقررین قولہ ہم ہی طرح

دریدہ و ہنر نہیں کرتے بیاس شرم و حیا ترجمہ ہی نہیں کرتے مرث عبارت نقل کہی نہ رہا  
 میں آب و کبہ میں ہم سمجھیں یا آپ سمجھیں۔ اقول ظاہر ہے کہ اصل دریدہ دہنے تو آپ کے  
 لفظ اسد کلیم بنی کی اور ان کے اساتذہ کرام وغیرہ کی ہے جو واضح اور ناقص اس شخص اور حیا  
 اور دریدہ دہنی کے ہیں۔ پہر یہ کہنا کہ ہم ان کی طرح دریدہ دہن نہیں کرتے سر اسر بجا ہے بلکہ یہ  
 کہنا چاہیے کہ ہم اپنے محدثین کی طرح دریدہ دہنے نہیں کرتے۔ جتنے تو مرث معنون روایت  
 اپنی زبان میں ایسے الفاظ میں جو بہ نسبت اصل کے کنایتہ اور خوش سے خالی تھے نقل کیا اس کو آپ  
 خواہ دریدہ دہنے سمجھیں یا خوش و حیا کی فرمائیں لیکن یاد رہی اگر یہ دریدہ دہنی  
 اور خوش و حیا کی ہوگی تو جو آپ کے محدثین نے فرمایا وہ بہ نسبت اس کے چار چند دریں دہنی اور  
 خوش و حیا کی ہوگی۔ ہکو دریدہ دہنی حضرات شیعہ کے ساتھ کیا نسبت ہو سکتی ہے کہ وہ  
 دہنی اور کجا خرد نہ ہیں۔ چنانچہ کسی متاع نے کہا خوب کہا ہے **سید و شمام نہ ہستی اگر عیسیٰ**  
**نہ سب معلوم و اہل مذہب معلوم خود آیتے** جو کچھ نقل فرمایا وہ باعتراف آپ کو اس سے زیادہ شنیع  
 جو ہنر نقل کیا۔ اور ظاہر ہے کہ ترجمہ کرنا خوش ہونی ہونے میں کچھ دخل نہیں ہے بلکہ ترجمہ  
 کنایات میں کرتے شنیع رنغ ہو سکتی ہے تو آپ نے بہ نسبت ہماری زیادہ دریدہ دہنی  
 فرمائی۔ اور یہ کہنا کہ ہم سمجھیں یا آپ سمجھیں بالکل غلط ہے کیونکہ باقرار آپ کے جب آپ نے  
 ما وجود فارسی خان ہونے کے سمجھ لیا تو اس کے سمجھنے والی خبر اڑا آدمی بکلیت کے ایسے لوبا تو شنیع  
 اس کی شناع رنغ نہیں ہو سکتی اور نہ آپ دریدہ دہنی اور خوش و حیا کی کے الزام سے  
 محفوظ رہ سکتے ہیں **قول** اگرچہ ایسی عبارت کا نقل کرتا ہی ہم تہذیب کے خلاف ہنر ہیں  
 مگر چونکہ آیتے لفظ مترگاہ وغیرہ بلکہ جواب چاہا اور کچھ شرم دیا کو دخل نہ دیا بس برہم کو ہی یہ  
 عبارت نقل کرنے پڑی۔ اقول ہماری طرزی ہی یہ ہی عذر قبول فرما لیجئے اور بھی  
 کہ ہم ہی ایسی عبارت کے لکھنے کو تہذیب کے خلاف سمجھتے ہیں اس پر اس طرح ہنر ترجمہ لفظ کنایہ  
 میں کیا ہوتا اگرچہ چونکہ آپ کے محدثین نے لفظ شنیع فرج لکھا اور کچھ شرم دیا کو دخل نہ دیا مگر ہکو

الزامہ حدیث نقل کرنے پر ہی قولہ اب آپ موازنہ فرمادین کہ لفظ فرج شیعہ پر بالظہر ایک  
 اقول اسی حضرت تاخرین اوراق اس آخر کے جلد میں حضرت مجتبیٰ جو تہذیب شیعہ کی  
 کار فرمایا کیا اس کا نام تہذیب ہے کیا ہماری عجیب اس وقت اذا صم فرج کے مصداق  
 نہیں ہے اگر ہماری تہذیب سے کوئی ایسا لفظ نکلیا گیا تو ہم کو ہی سعد درجہ کہ لا یتحییٰ اللہ الخیر  
 بالسوء من القول کا حق ظلمہ کا مصداق قرار دینا پس اس سے زیادہ اس کو جواب میں ہم کہ نہیں  
 عرض کر سکتے کہ ہم اس موازنہ کی نوبت یہاں کیونکر پہنچ سکتے ہیں اور یہ لفظ فصیح اور بظہر ایک  
 میں کیونکر موازنہ کر سکتے ہیں چار سے زیادہ تہذیب حرام ہے مگر ان لفظ فرج اور بظہر ایک  
 میں اپنے خود ہی موازنہ کیا ہوگا کیونکہ حسب تصریح آپ کا امام سید ہم باقر مجلسی کے حق یقین  
 میں لف حریر میں حرمت احتمالی ہے حق یقین کے صفحہ ۳۲۵ پر یہ عبارت ملاحظہ فرمائیے  
 و حرمت و طی محارم بالف ذکر بحریر بنا بر احتمالی بلکہ عدم قول بحریر مطلق اور اس میں آپ کا علامہ مجلسی  
 صاحب نے جن احتمالی پر حرمت کو ثابت قرار دیا ہے اس کو آپ ہی خوب سمجھتی ہوگی کہ تہذیب نہیں کہ  
 یہ حرمت بسبب کمال جائے حریر کے ذکر سے ہو یا بسبب رقیق ہونے کیسے کے احتمال  
 واصل حرارت فرج بسوی ذکر مقتضی حرمت ہو یا احتمال علوق کے وجہ یہ حرمت ہو۔ بہر کیف  
 یہ حرمت کچھ قطعی نہیں بلکہ صرف احتمالی ہے جس کا رعایت علی الخصوص وقت رفع احتمالات  
 ضروری نہ ہوئی تو موازنہ بخوبی ہو سکتا ہے۔ استغفر اللہ ربی و اتوب الیہ۔ اچھا ہے علی حکم  
 نقیل کی اور لفظ فرج اور بظہر ایک کو میزان کیا۔ بیشک لفظ بظہر ایک شیعہ اور قبیح ہے لیکن  
 اس سے آپ کا مدعا حاصل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ایک تو لفظ شیعہ و فحش امام معصوم کی زبان سے  
 بحق زمان البیت صادر ہوا اور ایک لفظ شیعہ غیر معصوم کے زبان سے کسی شخص کے  
 نسبت جو خارج البیت سے ہو سکے بلکہ بردایات شیعہ کے ناقص الامان و ولد الزنا سے بحق کسی  
 منافق دشمن البیت بلکہ دشمن دین اسلام کے صادر ہو۔ اگرچہ یہ لفظ فی حد ذاته زیادہ شیعہ ہو  
 لیکن ال نزد سمجھ سکتی ہیں کہ کونسا لفظ سرود و نوحون پر زیادہ شیعہ و قبیح ہوگا قولا

تہذیب تہذیب شیعہ کا ذکر اجمال

اور نیز وہ ان نواح باکرہ سرا ہے اور بیعت نام ملاحظہ فرمائی کہ کس موقع پر کہا گیا ہے اقول  
 اگر یہ نکاح ناجائز و حرام تھا جیسا کہ روایات متعدّد سے ثابت ہوتا ہے تو اسکی قباحت و تساعت  
 کسی شخص پر اہل اسلام سے پوشیدہ نہیں۔ اور اگر یہ نکاح جائز اور حلال تھا تو اور یہی زیادہ قبیح  
 و تنبیہ ان الفاظ میں اور اگر ناہوگا کیونکہ حلال کو حرام کے بہرہ میں اور کرنا اور حرام ہی وہ حرام  
 جو امر مجہول اور غرض ہو غایت درجہ قباحت و شامت بن ہوگا آپ کو یہی شاید معلوم ہوگا  
 کہ حرام کو حلال اور حلال کو حرام کہنا کفر ہے کہ مستلزم انکار قطعیات ہے۔ پس اس سے زیادہ وار کیا  
 قباحت و شامت ہوگی کہ بہرہ بیان المہیبت اللہ کی جناب میں علانہ و غرض گوئی اور بیعتی کے  
 کلمہ کفر کا حد درجہ امّہ معصومین کی عزت نسبت فرماتے ہیں۔ پس ولار و تمک ایک نام ہے  
 بہلا یہ ولار و تمک اہانت سم کہ ہو سکتا ہے۔ اعانہ اندن ذرا کہ۔ اور اب اس موقع پر  
 جو آپ الزام فرماتے ہیں ہکو ویکہ کی ضرورت نہی۔ اور اسکی نقل میں خود جناب نے پہلوئی لکھا  
 فرمایا شاید اسکی وجہ یہ ہو کہ چند ان موافق دمانہ تھا یا یہ کہ آپ نے ہی نقل کیا ہوگا اور میں  
 کچھ نہوگا آپ نے محض اپنی ظن و تخمین سے موقع کا بے موقع ذکر کر دیا اور آپ کو یہی خبر نہوئی کہ یہ لفظ  
 کس موقع پر صادر ہوا پس اگر اس موقع کو نقل فرماتے اور پوری روایت کہتے تو ہم پہلے لکھتے  
 قال الفاضل المحیب قولہ کیا تمک ایک نام ہے کہ جیانی و جیفانی اور انکی جناب  
 پاک (حاشا بنامہ بن ذراک) کی طرف نسبت کریں۔ اقول۔ شاید یہی ہی قول ہو کہ کہا گیا  
 معہذا چونکہ اسکی تفصیل کچھ نہیں لکھی ہم بھی جواب نہیں دیتے اور قول سابق کا جواب گد چکا  
 یقول العبد الفقیر الی مولاه لکن یہ مکرر نہیں ہے بلکہ تمیم بود تمیمس ہے  
 آپ کو کیا خبر جو اپنے چند کتاب میں سافرہ کے ملاحظہ فرمائی اور وہ یہی اپنے علما کی۔ آپ  
 اور نہیں تو اپنے مولائی مجلس کے ہی کیا میں ملاحظہ فرمائی ادن مواقع میں حیان خانہ کی  
 ظلم و ستم اور المہیبت کی مظلومی و صبر بیان فرماتے ہیں کیا کچھ عجیب اتی و جیفانی اور انکی  
 و شمس اگر طرف نسبت نہیں کرتے ہماری زبان و ستم میں اسکی تفصیل کی طاقت نہیں اسکی

تفصیل لکھو آپ کے علماء کی تصانیف اگر آپ چاہیں تو مل سکتے ہیں۔ قال الفاضل المحجیب  
 قولہ کیا شک ہے یہ سنی ہے کہ حضرت عباس علیہ السلام جو حضور اہلبیت کو  
 معاذ اللہ و لدانہ اور ناقص الایمان اور دین دنیا و آخرت میں اذکوانہ اکہمین چنانچہ آیات بیانات  
 مولوی ہمدی علی صاحب سلمہ نے کتب معتبرہ شیعہ سے ثابت فرمایا ہے و علیہذا القیاس  
 اقول۔ آپ کے مولوی ہمدی صاحب نہایت ہی علم و دیانت والے ہیں چنانچہ آپ کے قول  
 آیتہ میں انکا یہ سلم و ترین آپ کو ہی سلوم ہو جائیگا۔ آنحضرت سے نہایت ہی تعجب ہو  
 کہ باوجود ادعای علم و فضل و تحقیق ایسی روایتیں نقل کرتے ہیں اگر ایسی روایتیں ہوں یہی تب  
 بھی چونکہ ہمارا مذہب انہیں اور کسی سے حضرت عباس کے جرح و قدح بالتصریح نہیں کی ہم پر یہ  
 اعتراض لازم نہیں آتا کیونکہ ہم پہلے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے قول سے ثابت کر چکے  
 ہیں کہ لازم مذہب مذہب نہیں ہے۔ یقول النبی الفقیر لے مولانا العنہ  
 دانش دان اور نگار کو صلا و عام ہے کہ ہماری فاضل محجیب کی خوبی اور ثنات کو ملاحظہ  
 فرمادین اور آپ کی کمال علمی اور خبر کو دیکھیں۔ ہما و سمن بوجہ چند کلام ہے اول یہ کہ ان آیات کے  
 وجود میں۔ اگر اگر در شک تردد کے کیا سمجھتے اگر یہ روایات ہیں تو شک کیا اور نہیں میں توصی  
 کہنا چاہیے کہ اہلسنت کا افتراء ہے جب آپ ایسی مناظر و متوجہ ہو کر شک و تردد فرمائیں تو لبہ  
 موجب تعجب اور فرید حیرت ہے شاید عوام متشیعین سے اسکا اخفاء نظر ہے۔ دوسری یہ  
 جو آپ فرماتے ہیں کہ حضرت عباس کے جرح و قدح بالتصریح کسی نے نہیں کی یہ بھی غلط ہے  
 قطع نظر اوس سے کہ جو الزامات بہ نسبت دشمنان جناب بقیہ اہل رسول اللہ علیہ السلام روایات  
 علماء شیعہ سے بیان ہو چکے ہیں اور سنی آپ کے قاضی صاحب شوہری مجالس المؤمنین و  
 نمبر ۹ پر فرماتے ہیں۔ در کتاب کامل بیانی از امام محمد باقر روایت نموده کہ حضرت امیر  
 در ایامی کہ خلافت اور دست غاصبان بود و انما لفتہ طلحہ لوکان حمزۃ و جعفر حسین  
 ماطمع فیہما ابوبکر و لکن ابتلیت بحلیفین جافین عقیل و العباس۔ اب تو آپ کو بالتصریح

جرح و تشحیح کا عین ہوا اچھا اور پیچھے اسی کتاب مجالس میں ایک دفعہ جو میرے عبارت  
 لکھی تھی در کتاب استیجاب وغیرہ ان مطبوعات کو چون کہ مسرین منطاب ہیئت ترویج خلافت  
 فاسد خود ترویج ام کہ خودم دختر منہر حضرت امیر نمود۔ اور اسکی نقل ہم ابھی اوپر کر آئی ہیں اسکے  
 ان میں نہ کوہست و خا ہر ابواسدین و کالت لفظوں و امثال کثیر میر عباس نامند و دیگر بار انسانی  
 خود راسخ و محبت و انکسار میں نہست۔ اس ایت سے صاف ثابت ہے کہ حضرت عباسؓ  
 جناب امیر کے تحت جگر کو صرف اپنے طبع نفسانی کے وجہ سے کہ با و از نرم و سقاہت  
 منصب اللہ سے جاتا رہے بزم ستیہ مرگروہ نوا صعب الہدای الہدیت کے حوالہ کر دیا کہ جس  
 وہ جلال شہے اسید اسطر جناب امیر عباسؓ کو محبت و اخلاص میں راسخ نہیں سمجھتی تھی بلکہ  
 انکی محبت نفاق آمیز نہستے اور شاید عجیب نہیں کہ عباسؓ نے جناب امیر سے اوس تذلیل توہین کا  
 عوض لیا ہو کہ جو ابوطالبؓ وغیرہ نے اپنی باپ سے عباسؓ کے بارہ میں جھگڑ کر کے کہا تھا  
 کہ میر ہزار غلام ہے کیونکہ پاری والدہ کے لونڈی سے تو نے بے اجازت غارت کی ہے آخر  
 یسی سفارش قرین کس اس امر پر فیصلہ دیا یا کہ جس مجلس میں ابوطالبؓ وغیرہ عبد اللہؓ کے بیٹی  
 موجود تھیں عباسؓ کو وہاں بار نہ ملی اللہ سپر ابوطالبؓ وغیرہ نے اپنی باپ سے ایک عہدہ  
 لکھ دیا چنانچہ اب تک انکی پاس محفوظ و محفوظ تھا آتا ہے تو جب عباسؓ کو اوہون سے  
 ذلیل و خوار کیا عباسؓ نے اسکا عرض بیان کر لیا۔ میری یہ کہ آپ فرماتے ہیں کہ یہ  
 لازم نہستے اور بارانہ سب نہیں یہ ایک ایسی بات ہے کہ جس پر ہر شخص جبکہ ہڈا سر بھی  
 وقوف ہوگا کہ نہ کر گا۔ یہ آپکی خوب توجیہ غنائی کہ جس جگہ راہ قرار جات سہ سہ سہ  
 دکھا جٹ فرما دیا کہ یہ ہمارا مذہب نہیں بلکہ لازم مذہب ہے۔ لیکن اگر آپ یہ خیال فرمیں  
 کہ یہیے خرافات سے شکر اللہ کے جنات پائین پر محال ہے انوس کے آپ ایسی الزام کی نصیحت  
 جو اس مانتہ پوری کہ آپ مذہب کو بھی پھول گئے کہ مذہب کیا ہوتا ہے جناب میر صاحب  
 مذہب کا اطلاق تشریحات پر ہوتا ہے اور میر بعد قصص و حکایات میں ہی جو حال و اندک کی حکایت

کر رہا ہے اسکو مذہب اور لازم مذہب ہونے سے کیا تعلق جب یہ روایت صحیح ثابت ہے  
 کہ جو عباس کے ولادت کے بابت حضرات شیعہ روایت کرتے ہیں تو یہ قطعہ مطابق واقع کے ہوا  
 اور سزاؤ اللہ ولد الزنا ہونا عباس کا اپنی روایت سے ثابت ہو گیا خواہ آپ مذہب سبھیں یا نہ  
 سبھیں ہیں محتالہ اگر یہ کہنا کہ یہ ہمارا مذہب نہیں بلکہ لازم مذہب ہے اسے لغو و بیہودہ ہے  
 نہیں بلکہ غیر مفید ہے اگر آپ امور واقعہ کو اپنا مذہب قرار دیں تو اس میں کمی کیا دخل  
 لیکن الزام تو امور واقعہ سے دیا جا دیکھا قولہ اور بعد حضرت عباس ہماری نزدیک  
 معصوم نہیں **اقول** بندہ نے یہ اعتراض کیا تھا کہ تم کہتے ہو معنی میں کہ حضرت  
 عباس علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ولد الزنا اور ناقص الایمان اعتقاد کریں اور اسکا یہ جواب بنا دیا  
 کہ حضرت عباس ہماری نزدیک معصوم نہیں تو اس سے ثابت ہوا کہ اپنے اعتراض کو تسلیم کیا  
 اور آپ کے نزدیک حضرت عباس سزاؤ اللہ ولد الزنا ہیں جو آپ کو مذہب میں نجس العین ہے اور کبھی جنت  
 میں داخل ہوگا اور ناقص الایمان ہیں۔ پس سبحان اللہ اہلبیت بنوی کے ساتھ تسک اور حضرت  
 صلوات اللہ علیہ وسلم کے ابا کا آداب یہ ہی ہوتا ہے جس شخص کو حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم صلوہ  
 اور لقیہ آباؤ فرما دیں اور اسکو آپ ولد الزنا اور ناقص الایمان اعتقاد کریں پس دلائل ہدایت اور سلام  
 آپ پر ختم ہو چکا۔ **قولہ** سبحان اللہ آپ کو بڑا آداب آباؤ رسول اللہ کا ہے آپ کو ایسے امور سے  
 شرم چاہیے۔ **اقول** ہاں جو حقہ تنبیہ آباؤ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آداب ہے  
 وہ ہماری روایات مذہب سے واضح ہے کہ مخالفین بھی ہماری مذہب کے کوئی حق نہ کر سکیں لیکن  
 بڑا آداب آباؤ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت شیعہ کو ہے کہ آپ کو حجاج کو معاذ اللہ توبہ توبہ  
 ولد الزنا اور ناقص الایمان فرما دیں اور شرم و حیا کو دخل نہیں دینا و آخرت میں اللہ پاک میں اور دنیا  
 خدا و رسول سے نہ شرادین پھر اولی الزام ہو دین اور فرما دیں کہ آپ کو ایسے امور سے شرم چاہیے  
 اپنے علماء و محدثین جو آپ کو مذہب کے ستون ہیں انکو فرمایا ہے کہ آپ کو ایسے امور سے شرم  
 و حیا چاہیے اور ہم نے تو مثل شہور نقل کفر کفر بنا شد۔ الزام نقل کر دیا۔ پھر اپنی ہی بات پر

یہ کہ حضرت عباس کا نسب بنو ہاشم کا ہے



سابق میں شیخ اساطین کے اقتدار فرما کر دین و ایمان شرم و حیا کو خیر باد کہہ کر حضرت عباسؓ کی نسبت اس خبیث کو تسلیم کر لیا۔ با اینہم حیا و شرم کے لیے ہلکے کہا جاتا ہے کہ انکو ایسے امور سے شرم چاہیے گویا جو ہلکے کی حدت میں عرض کرنا چاہی تھا واپنی کیا یہی کیا قیاس و فہم سے کفر کا مرتبہ بہت زیادہ ہے۔ علامہ سیوطی کا خدا بہلا کر سے حکم بدولت آپ ہی ہمارے سادھی ان میں کفر کرنے والے ہو گئے۔ **اقول** خدا کے لہجہ کوئی ہماری فاضل محبت کے خلیجی حواس دیکھو۔ کیون حضرت کیا حال ہے یہ جعفر زلی کے جملات اور امیر خسرو کے اعلیٰ کیون صابر ہونے لگے ان جملوں کا بھننے بیٹھنا میت پر خوش گفتار سعدی و وزیر لکھا۔ **الایا ایہا السافی** اور کاسا دنا دہما۔ کیا کفر کہا گیا فسق کہا علامہ سیوطی کجا انکی بدولت ہمارا آپ کے مقابلہ میں گفتگو کرنا۔ ہوس میں یہی سنیں بندہ کی ایک ہی تحریر میں اور وہ یہی وہ جسے یہ جو صرف آپ کے شکنجہ ابحاث میں کہیں جو کے لیے بنزلہ جال کے تھی ایسی ہوس حواس حضرت ہوئی ایک ہی ٹکڑے سے یہ کہہ کر پھر ادب یہ ہوس و خردش اور یہ دعویٰ۔ **قولہ** رما ولد الزنا کا اعتراض سو یہ یہی ہمہ نہیں ہو سکتا کیونکہ مذہب کے سلامت پر اعتراض ہوا کرتا ہے ہمارے نزدیک یہ ہرگز زنا نہیں جاسا و کا کیونکہ شوہر کو اپنی نوجو کے تمام مال پر ولایت حاصل ہے اور جواری مملوکات زوجہ پر بقدرت بالوطی و بھرہ جائز ہے کما و مراد سے حدیث المعصومین و مرہا شیخ الطائف نے التملیذیب۔ آپ کے میر محمدی صاحب پر نہایت افسوس ہے کہ کثیر زادگی کی روایت توبہ روزی لکھی اور حدیث تہذیب کا ذکر تک کیا۔ دیانت کے یہی معنی ہیں کثیر زادہ ہونا کچھ نہیں۔ **اقول** اسے ہاں علم و انصاف ہمارے فاضل محبت کے صدر و قول کو ملاحظہ فرما دین باوجود آپ کی کمال تہذیب و نہایت شائستگی میں لیکن آخر جواب سے لاجواب ہو کر کمال کلوچ پر جو شیوہ بازار بان ہے آگے اور شرم و حیا اور تہذیب و شائستگی کو بالائی طاق کہہ کر سب و شتم پر اور تفرقہ۔ اسکی جواب میں ہم بجز کبر و سکوت کے کچھ نہیں کہہ سکتے ان تمام درد کہتی ہیں کہ اگر یہ اعتراض آپ کے نزدیک ولد الزنا کا ہے۔ تو اصل ستر من اور بانی اعتراض آپ کے علماء اکابر ہیں

حضرت عباسؓ کی نسبت یہ لکھا گیا ہے کہ ان کے حواس و انصاف ہمارے فاضل محبت کے صدر و قول کو ملاحظہ فرما دین باوجود آپ کی کمال تہذیب و نہایت شائستگی میں لیکن آخر جواب سے لاجواب ہو کر کمال کلوچ پر جو شیوہ بازار بان ہے آگے اور شرم و حیا اور تہذیب و شائستگی کو بالائی طاق کہہ کر سب و شتم پر اور تفرقہ۔ اسکی جواب میں ہم بجز کبر و سکوت کے کچھ نہیں کہہ سکتے ان تمام درد کہتی ہیں کہ اگر یہ اعتراض آپ کے نزدیک ولد الزنا کا ہے۔ تو اصل ستر من اور بانی اعتراض آپ کے علماء اکابر ہیں

جنہوں نے کمال شہادت اپنی کتب دین و ایمان میں اس کفر کو نقل کیا ہے پس آپ انکو  
جو کچھ چاہی سبھی اور جن القاب سے چاہی عقب کیجئے۔ آپ کو اختیار ہے ہم کچھ نہیں کہتے  
ہم تو محض ناقل ہیں۔ آپ نے خیال کیا تھا کہ میرے چالاکیوں کو کون سمجھکا اسلیئے ہم نے  
منتہ کر دیا اگر پھر ایسی تحریر کی تو انشاء اللہ آپ پر واضح جائیگا کہ ہم اس باب میں ہی  
کیا کچھ ہیں۔ گو آپ اپنے دعوے میں ہم سے باعتبار مشہور و قدیم کہ اس باب میں بڑھ چکی ہوں  
اگر آپ کو اس لفظ سے یہ مقصود تھا۔ تو یوں لکھتے (رحمۃ اللہ علیہ) ولد الزنا ہونے کا اثر اس  
پیشتر ہی آپ نے ایک جگہ اپنی اس چالاکي کا استعمال فرمایا۔ مگر ہم نے وہ ان اجالی جواب پر  
مال دیا اور مقام نہیں لیا۔ لیکن آجکے خبردار کہ نا ضرور ہوا تاکہ آپ یہ نہ سمجھیں کہ ہماری  
چالاکي کوئی نہیں سمجھتا۔ بعد اسکے ہم اصل روایت کلینی کو منتهی الکلام سے نقل کر کے اس ترجمہ  
کو زیر زیر کر کے۔ ابو جعفر کلینی بسند معتبر روایت کردہ است از امام صادق علیہ السلام کہ تقبیر  
ماورئیناس نیز ماورئیرین عبد المطلب ابو طالب و عبد اللہ ابو عبد المطلب ابو مقاربہ بنو  
و عباس ابو ہریرہ بن زبیر بن عبد المطلب وغیرہ کہ در این کثیر از ماورئیناس میراث رسیدہ است تو بفرست  
او ابو مقاربہ است کہ وہ دین فرزند کی کہ بہر سیدہ است بندہ ماست پس عبد المطلب کا برقریش  
بشاعت برزندی فرستاد تا آنکہ زبیر بر لاضی شد کہ دست از عباس بردارو بشرطیکہ نامہ نوشتہ شود  
کہ عباس فرزند ان او و مجلس کہ ماورئینان باشند در مجلس نشینند و در سبج امری باما  
شریک نشوند و چند مرتبہ پس باین مضمون نامہ نوشتند و اکابر قریش جبر کرند و این نامہ نزد ام  
علیہم السلام بودہ است حضرت صادق علیہ السلام آن نامہ داری جواب داد و دین علی  
عباسی ظاہر گردانید۔ ظاہر ہے کہ روایت کلینی کی سچا و شہادت ملای مجلسی بسند معتبر  
مروی ہوئی ہے تو اس روایت کی تکذیب ممکن نہیں باقی رہی ہوگی تا دلائل و توجہ سوا سکی  
کیفیت یہ ہے کہ اس روایت سچ نہ فوائد حاصل ہوئے۔ اول تو یہ کہ عباس نفس لہ  
زبیر عبد المطلب کے پیت ہے۔ دوسری یہ کہ زبیر بن عبد المطلب نے وغیرہ کیا کہ یہ لوندی بچہ

ہمارا غلام ہے۔ کیونکہ ہمارے والدہ کی میراث سے ملو ملا ہے۔ تیسری یہ کہ اس لونڈی کے لئے  
یہ ان اجازت اس کے لئے دودہ کے مقابرت کی تھی جو صریح زنا ہے اس سے یہ پیدا ہوا چوتھی  
جبہ مطلب ہے ان دعویٰ کی نسبت انکار نہیں کیا کہ مینی مقابرت بلا اجازت نہیں کی بنی بلکہ بجا  
مقاربت کے اور یہ بچہ غلام نہیں ہو سکتا آزاد ہے بلکہ برعکس کے اکابر قریش کے شفاعت کر کے  
رہ کر راضی کیا جو صریح دلیل اس امر کی ہے کہ عبدالمطلب نے زبیر کے دودہ کو تسلیم کر لیا تھا  
یا جوین زبیر نے اپنی رضا کے وقت یہ شرطین کی کہ اس شرط پرین اسکی غلامی سے اس وقت  
برتا ہوں۔ کہ یہ اور اسکی اولاد ہمارے اور ہمارے اولاد کے ساتھ جس مجلس میں ہم بیٹھیں بیٹھی  
اور اس میں ہمارا شریک ہو اور حصہ نہ لے اور یہ سب شرطیں جب عبدالمطلب نے قبول تسلیم کی  
جو بدلتہ نسبت مدعا ہے۔ چوتھی یہ کہ ان شرط کی بابت ایک دستاویز لکھ کر گئی اور اکابر قریش کے  
ادبہ میں ہوئی اور وہ دستاویز ان کے پاس موجود بلکہ امام صادق نے داؤد بن علی عباسی کے  
جواب کے لکھ کو ظاہر فرمایا تھا۔ فاضل مجیب نے اس روایت کی توجہ یہ فرمائی کہ اعتراض  
مسلمات نہ سب پر ہوتا ہے اور دلیل روایت کا دلیلی بجا رہی الزوج ہے جو ہماری مذہب میں  
ہر زمانہ نہیں کیونکہ زوج کو اپنی زوجہ کے نام ال پر ولایت حاصل ہے اور جوری ملک کا است  
میں تصرف بالوطی وغیرہ جائز ہے چنانچہ روایت شیخ الطایفہ نے التہذیب میں سب پر وال پر لیکن  
یہ دلیل بہت وجہ سے محکم ہے۔ اول یہ کہ اگر یہ دلیلی جائز تھی تو زبیر کا دعویٰ کو تا  
کہ مقابرت بلا اذن واقع ہوئی۔ اور عباس ہمارا غلام ہے غلط اور عبدالمطلب کا اسکو تسلیم کرنا  
اور بشارت کا برقریش زبیر کو راضی کرنا اور عہد نامہ لکھنا کہ عباس اور اسکی اولاد ہمارے مجلس میں  
برابر بیٹھی جو صریح غلام ہونے اور ولد الزنا ہونے کی تسلیم ہے یوح اور خرافات ہوگا۔ جب  
عبدالمطلب نے اس عہد کو تسلیم کر لیا تو گویا عباس کے غلام ہو گئے تو تسلیم کیا اور غلام ہونے کے  
بجز اسکو کوئی صورت نہیں کہ دلیلی حرام ہو۔ کیونکہ دلیلی حلال ہوتی تو ولد حرام ہوتا چنانچہ اہل کتاب  
فہمین صریح ہے۔ تو یہ کہنا کہ یہ دلیلی جائز اور حلال تھی سر اسر غلط اور یہود کے انسا اور کفار

کہ اصل ولایت کے مطلب ہی کو نہیں سمجھا۔ دوسری یہ کہ یہ سراسر غلط اور خلاف مذہب و مجاہدین کو  
 جواری مملوکت زوجہ پر تصرف بالوطی وغیرہ جائز ہے۔ کیونکہ بروی مذہب حلال ہونا جاریہ کا  
 تین قسم میں منحصر ہے اول عقد نکاح اور یہ دوسرے شخص کی کنیز کے ساتھ مخصوص ہے دوسری  
 کنیز کا مالک ہونا تیسرے کسی شخص کا اپنی کنیز کو کسی کے لیے مباح و حلال کرنا اس وقت جاری  
 پاس جامع عیاضی ہے، اس سے مخصوص نقل کرتے ہیں مطلب دوم در بیان نکاح کنیز و ان  
 برسہ مست۔ قسم اول عقد و ان مخصوص کنیز غیر مست۔ قسم دوم مالک سدا کنیز۔ قسم سوم اجازت  
 و تحلیل است و ان جنہیں مست کہ شخصی بدگیری دخول کردن حلال کند و این قسم از خواص فرقہ  
 تاجیہ اثنا عشریہ است اور اسکو آخرین لکھا ہے۔ و فرزندیکہ ازین کنیز ہم رسد اگر پدر او آزاد باشد  
 و صاحب کنیز شرط نکودہ باشد کہ فرزند او بندہ باشد از اوست۔ اب ہم دیکھیں کہ تفسیر مادر  
 عباس میں یہ تینوں امر مفقود ہیں۔ نہ عبد المطلب کے ملک تہی نہ عقد نکاح واقع ہوا نہ مالکہ نے  
 اجازت دی چنانچہ صریح زیر لے لکھا کہ تو بے اجازت او با دستار بست کہ وہ پس ہار مجاہدین  
 مجیب کا یہ کہنا کہ جاری زوجہ پر تصرف بالوطی مطلقاً جائز ہے سراسر غلط ہوا کیونکہ مملوکت  
 غیر کے حلت بجز عقد یا تحلیل کے نہیں ہو سکتی خواہ وہ زوجہ ہو یا غیر زوجہ۔ مان سن لایحضر کی  
 روایت سے صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ زوج کو اپنی زوجہ کو مال پر یہ ولایت ہے کہ بدون اس کے  
 اجازت کے زوجہ کو اوس میں تصرف جائز نہیں نہ یہ کہ زوج کو اوس میں مالکانہ تصرف جائز ہو  
 یہ ہرگز صحیح نہیں ہو سکتا۔ سن لایحضر کے باب عن الزوج علی المرأة میں ہے و ذکر  
 الحسن بن محبوب عن عبد اللہ بن سنان عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال  
 لا یصح للمرأة مع زوجہا امر فی عتق ولا صدقہ ولا نذیر ولا ہبہ ولا نذر فی مالہا  
 الا باذن زوجہا الا فی حج او زکوٰۃ او بر والذی بہا او صدقہ قرابتا اور اس قدر ولایت حاصل ہونا  
 امام ابی عبد اللہ سے مروی ہے فرمایا کہ عورت کو دون اجازت اپنی شوہر کی سامنی اپنے مال میں عتق میں اور صدقہ میں اور  
 تہریر کرنا اور یہ میں اور نذر میں اختیار نہیں۔ مان مگر حج یا زکوٰۃ یا اپنے والدین کے ساتھ سلوک یا اپنے اہل قرابت  
 کے ساتھ صلہ رحمی میں (اختیار ہے) ۱۲۔

اور اس سے اور تصرف مالکانہ دوسرا امر ہے۔ چوتھی یہ کہ بالفرض اگر یہ مسئلہ مذہب ہو اور اہل ہند  
 نزدیک منبر سہاگیا ہوتا ہم غلط اور خدات مخصوص قلم کے سے۔ کیونکہ خداوند کریم جل جلالہ  
 اپنی کتاب مجید میں درجہ ارشاد فرمایا۔ جسکے حاصل یہ ہے کہ جو لوگ اپنی فوج کے مخالف  
 کرتے ہیں یا سوای اپنے ازواج اور اپنے مملوکت کے در فلاح یافتہ اور قابل مدح میں اور جو  
 سوا اس کے کوئی محل طلب کریں پس وہی میں حدت بجا مذ کرتے والے آیات سورہ مومن  
 اور سورہ معارج میں مذکور ہیں۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ وحی سوا حق اپنی ازواج یا اپنی جواری  
 مملوکت کے حرام ہے اور ظاہر ہے کہ جواری مملوکت مذکور کے اپنی مملوکت نہیں ہیں نہ اپنی زنا  
 ہیں پس جو شخص اس محل طلب کرے وہ حد محال سے بجا در ہے اور داخل حد ہے۔ فمن ابتغى  
ذلك فاولئك هم العادون۔ ہے۔ پھر عبد المطلب کی طی حسب ارشاد خداوندی حد  
 حلال سے تجاوز نہ ہوئی اور حرام واقع ہوئی پھر جو اس سے ولد پیدا ہوگا اس کو دیکھنا چاہی کہ گنہگار  
 شاید فاضل مجیب اس کا یہ جواب دین کہ یہ آیات ہمارا مذہب نہیں۔ بلکہ لازم مذہب ہے اور ہم  
 مذہب پر اعتراض نہیں ہو سکتا۔ چوتھی یہ کہ اگر سنہ الواقع روایت تہذیب میں ایمن بن دی  
 اور غالباً ہوگا۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو ضرور اس مرفوع پر اس کو نقل فرماتے۔ جب مولانا ہند  
 سہ پر بابت عدم ذکر روایت کے اعتراض کرتے ہیں اور خود بھی اس کو نقل نہیں فرماتے تو معلوم  
 ہوتا ہے شاید یہ زبانی یا قلمی ہیں۔ تو یہاں فاضل مجیب اپنا قاعدہ کیوں پرکھ گئی ہم بھی کہتے  
 ہیں کہ دلیل روایت تہذیب کا آجکا مذہب نہیں ہے بلکہ لازم مذہب ہے آپ پہلے اس کا مذہب  
 ہونا ثابت کرتے جب ہمارے سامنے گفتگو کرتے اور آپ کی کو کیا حقیقت ہے اگر آپ کو ملای مجلسی مذہب  
 مرد طی ہوا اور اس ناختم ہو کر حدیث کی معتبت اور عزت ثابت کرنے لگی۔ حالانکہ خود ہی اس  
 حدیث کے سلسلہ کو سند معتبر فرماتے تھے آپ فرماتے ہیں۔ این حدیث بیاض است  
و چون عبد المطلب از او عیار بود نباید که از وی حرامی صادر شدہ باشد پس محمل کہ عبد المطلب  
اسکے ساتھ ہوئے نہیں۔ یہی حد سے گزرتے والے ہیں۔

بولایت فتویم پر خود نموده یا شد یا ما در زیر کثیر یا بخشد یا شد در زیر از آنجہ است باشد  
 و علی اتی حال خطا بر زیر داوان آسان ترست از نسبت داوان بعد المطلب۔ انتہی۔ آپکر  
 مولائی مجلسی نے اتنا حیا کو کار فرمایا کہ وہ احتمال جو جناب سامی نے خلاف مذہب خود بیان کیا  
 کہ مشن مذکور است زوجہ بر نصرت بالوطی وغیرہ زوج کو جائز ہی نہیں ذکر فرمایا بلکہ دو احتمال  
 ذکر فرمایا کہ محتمل ہے کہ بواسطہ اپنی ولایت کے اس لونڈی کو بطور قیمت کے لیکر نصرت کیا ہو  
 یا ما در زیر بیر نے اسکو بخشید یا ہو۔ اور وہ روایت جو حکم عینی سے اور نہ کو کر آئی بن صریح اسکر  
 کذب ہی کیا معنی اگر ایسا معاملہ ہوتا تو بعد المطلب کیونچکر رہتے اور کیون زیر کے دعویٰ  
 تردید میں اسکو پیش نہ کرتے اور کیون ادن شکر لکھ جو عباس کی غلامی اور انکو ولد الزنا ہونے پر  
 ولایت کرتے ہیں تسلیم کر لیتے کوئی شخص جسکو تھوڑی سی ہی غیرت ہو وہ اپنی اولاد کی ادائے  
 تہلیل و تخییر سوچ نہیں چاہتا اور نہیں ہوا کہہ سکتا۔ چہ جائیکہ عبد المطلب جیسا شریف و عالی مرتبہ  
 ایسی خواری کو اپنی اولاد کو اسطرح تسلیم کر لے۔ رہا غزابت حدیث کا دعویٰ سو یہ بالکل لغو ہے  
 کیونکہ باجماع محدثین و اخباریین روایات عینی کی قطعی الصدور میں اور اصولاً و فروعاً انکو مستل  
 کیا جاتا ہے۔ پس اسکی غزابت کا حکم محض تنگم ہی اور دعویٰ وصایت عبد المطلب یہ اور بھی  
 بوجہ بروج ہے۔ افسوس کہ وصایت کے اطلاع ابنا عبد المطلب کو نہ ہوئی۔ اگر زیر کو اپنی باپ  
 کی وصایت خبر نہ ہوتی تو خبر چند ان استیعا و نہیں۔ تعجب یہ ہے کہ ابو طالب کبھی جو وحی صحتی اور بعد  
 کو بھی خبر نہ ہوئی۔ ورنہ ضرور زیر کو اسکر دعویٰ سے روکتے اور عبد المطلب کے اکابر قریش کے  
 پاس شفاعت کے لیے فرزند از چند بچہ ستمین در بدر خوار و ذلیل موہنے کی نوبت نہ آتی۔ پس روایت  
 تمام توجیہات کے قاطع اور تمام تاویلات و تفسیلات کے صحیح کن ہے قطع نظر اس سے اگر بالفرض  
 یہ روایت آپکر امام ثقہ الاسلام عینی یا انکو اساتذہ کرام کا کذب و افتراء ہو یا بقرض محال حسب  
 دعویٰ علای مجلسی ما در زیر نے اپنی لونڈی اپنے زوج کو بخش دی تھی یا بیساح کر دی تھی یا  
 عبد المطلب نے بولایت خود اپنی اوپر اسکی قیمت کر لی تھی یا حسب دعویٰ حبیب مطلقاً



[illegible]



نہ ہست دہر دشمن است شیطان درو شریک است۔ علاوہ انکو اور بہت اس قسم کے روایات ہیں جو اس مدعا پر دلالت ہیں جنکو نسبت حسب تصریح خاتم المتکلمین اکابر ائمہ نے شہرت بلکہ قوا کا دعویٰ کیا ہے پس ان احادیث کی صحیح ثابت ہوا جو شخص جناب علیہ السلام کی محبت کیلئے بہرہ ہے اور بغض الہییت ہے ولد الحرام اور لطفہ شیطان ہے اب ہم اصول شیعہ پر بغض الہییت ہونا عباس رضی اللہ عنہ کا ثابت کرتے ہیں۔ اول قاضی نور اللہ شوشتری نے مجالس المؤمنین میں درباب غضب ام کلثوم صریح مسلمہ حق تلفی اور اس غضب میں معاونت خلیفہ ثانی کے ساتھ عباس کی طرف نسبت ہوا اور ان میں لکھی ہیں۔ کہ ظاہر ابواسمہ دعات فضولی و امثال ان حضرت امیر عباس را ماند و یار ان ذی الخویذ را مخ در محبت و اخلاص نیست و ہذا چنانکہ سابقہ در احوال پیدا شد۔ مذکور شد آنحضرت علیہ السلام از عباس عقیب بکلیت جان فہین از تعمیر فرمودہ اند۔ اور ظاہر ہے کہ جو شخص بیعت الہییت بنوی ترک کرے اور اہل جوہر کی طرف مائل ہو اور غضب ام کلثوم میں غاصب ہو گا شریک اور معاون ہو او کی ناصبت اعداوت الہییت میں کیا تاکہ ہم پس اسکی ولادت کے بارے میں حضرات شیعہ جو کچھ فرمادی ہیں ہم سابق میں نقل کر آئی ہیں دوسری روایت ثقہ الاسلام کے ہے جسکا ترجمہ حیات القلوب میں کیا ہے اسکو ہم نے تکلیف سے نقل کرتے ہیں۔ سہر از حضرت امام محمد باقر العلوم پر سید کہی بود کہ اگر کسی نے بنی ہاشم کہ حضرت امیر المؤمنین بعد از حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم از ابو بکر و عمر و عثمان و انان مغلوب گردید۔ حضرت فرمود کہ از بنی ہاشم کہ با ندہ بود و جعفر و حمزہ کہ در غایت رقیق و از سہا بشین اوین بودند بجا لکم بقا رحلت کردہ بودند و دوسر وضعیف البقین و اہل النہ تارہ سلمان شدہ بودند عباس و عقیل و ایشا از در جنگ بدر امیر کردند و آلا و کردہ بان جنین قوی نیدارد بچہ بسوگند کہ اگر حمزہ و جعفر حاضر نہ بودند در ان فتنہ ابو بکر و عمر و ابی بنی اسحق امیر المؤمنین را غضب کنند و لکہ بھی ہو کہ دند اسبختہ ایشا از انی شتند۔ انہی اس روایت

وہ نسخ ہے کہ عباس عقیل مشیخ نفس الارادہ دینا وی طبع کے وجہ سے متعارف کرکے اسے یسین  
شریک ہوئی ہو اور جناب امیر نے انکو محبت و اخلاص میں راسخ نہیں سمجھا اور بعد وفات  
جناب سرور کائنات کے جب عباس نے آپ سے خلافت کا بیعت کرنا چاہا تو اس پر مستجاب  
نکلیا اور بیعت قبول کی۔ پس واضح ہو کہ یہ تمام اوصاف مفہومہ جو حضرت عباس ع  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و عنواہیہ کے نسبت انکی نسبت آپ فقیہ ابائی فرما دیں اور  
فرما دیں کہ عباس کے ایذا میری ہی ایذا ہے اور وہ میرے باپ کی جگہ ہے اور اسکی تعظیم  
و توقیر کو بیان کی جاتی ہیں انکی نسب و عادات الہییت نبوت پر واضح دلیل اور  
یہ نصب و عادات ثابت ہوئی تو دل لول اور روایات کا جو تواتر المعنی ہیں اور قاعدہ  
کلیہ کے اثبات میں ہم ابھی بیان کر آئے ہیں۔ معاذ اللہ آپ صادق و یار نصب انبیاء  
و مرسلین ہیں ہمیں اس پر ثابت کہ اگر محبت و قوت اور قند اختصار مانع ہے اور غالباً بعض روایات  
شروع رسالہ میں نقل ہو چکی ہیں جو ہم اسکی تفصیل سے معذوریں قولہ دینا اور تواتر  
میں اندھا ہونا جو لکھا ہے اس پر بھی کمال حیف ہو آئی کہ یہی مطالبہ کوہرت سلی شاہ و سمجھ گھڑی  
اقول اگر یہ جواب آپ اپنے علماء سے نقل فرماتے ہیں تو واضح ہو کہ آپ کے علماء  
صرف جواب دہی سے جان بچانے کے واسطے اسکو نسخہ اور طابہ فرما کر ٹال دیا ہے افسوس  
کہ آپ اسکو واقعی سمجھ گھڑی اور اگر اچھا دہندہ ہے تو یہی غلط ہے نہ اسکا یہ ہے کہ نہ اپنی  
کتب و نوکی خبر اور نہ خصم کے کتا بونکی واقفیت ہے۔ یا یہ کہ خبر ہوگی لیکن جواب کے خوف سے  
اسکو نہی مذاق کہہ دیا افسوس کہ یہ جواب پہلے سے آپکو نہ سوجھا ورنہ بہت کام آتا۔ لیجئے  
ہم آپکو مطلع کرتے ہیں کہ یہ نہ صرف مطالبہ نہیں بلکہ اسراف و اتقاقی ہے جو جان اللہ حضرت تواتر کا نشان  
بیان فرمادیں آپ اسکو نہی خبریں اور بے ہمتا لیکن کیا جیسا آپ نے بظہر قیہ جوٹ بولنا اور تواتر میں تو کیا  
بہت سی مطالبیں ہیں کہ جو بہت بولنا رہا ہے۔ لیجئے ہم اسکے ثبوت میں عبارت چہنتری الکلام کی  
نقل کرتے ہیں۔ خاتم مشکوٰۃ مولانا مولوے حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں و اگر باری



تو اس سے بے باری اور اپنے منہ میں توازن فرمائیں پس ظاہر ہے کہ اسکو واسطہ ہو کہ اپنے منہ میں توازن فرمائیں  
 نہ کہ کسی ضرورت نہ تھی اگر آپ مطلب سمجھتے تو توازن کے لیے ہمارے منہ میں توازن کے طالب نہ ہوتے اور جواباً  
 تو یہ کہ کہہ سکتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ اذنی حالت اہل عقل و انصاف پر بخوبی روشن ہے اور عجب نہیں کہ کہیں  
 اپنے دہلیز میں آپ ہی انصاف کرتے ہو مگر قولہ اب آپ کی طرح ہم بھی عرض کرتے ہیں کہ کیا  
 مشک کے بیہوشی سے ہیں کہ کتا اللہ کو محبت اور غلط بتلاوین اور اسکو چھوڑیں اور اپنے ہاتھوں پر  
 رسول اللہ کی مٹی کو زور و جہد کا فرکسین و حالیکہ اسلام نے دسویں جدائی والی ہی تھی اور اللہ  
 گھر چلانے کی دہلیز میں۔ اور جبکہ حضرت عباس عم رسول خدا و صلوات اللہ علیہ عنک اللہ بظاہر فرمائیں کہ  
 خلیفہ رسول امام برحق تر ازین اسے غیر مذکور۔ اقول بحول اللہ و قوتہ ہم ان مطالب کا  
 بخوبی اہمال و بیتصان انجاث نقابین کہ ہم کہیں حاجت نہ کرنا و عادیہ نہیں کہ قال الفاضل العزیز  
 قولہ یا اہل بیتہ جناب مخاطب کے تقریر سے معلوم ہوتا ہے کہ اذنی نزدیک صرف قصہ اہل حق ثابت ہے  
 الحمد للہ جن حضرات شیعہ نے وقوع اہل حق فرمایا ہے وہ جناب مخاطب کے نزدیک معتبر نہیں و زور کو  
 موقع ملے ہیں بیان فرماتے۔ اقول کیا جناب محیب ہو کہ یہی مثل حضرت اہل سنت تصور فرماتے  
 ہیں کہ دعویٰ بلا دلیل پیش کریں یا اپنے ہی مسلمات سے مخالف کو الزام دیں۔ ہمارا یہ شیوہ نہیں  
 ہم مقبولہ فریقین یا مقبولہ خصم سے الزام دیتے ہیں اسلیب حال کتاب ہی گذارش نہ ہوتا مگر جناب  
 اوس سے اغراض و اغراض مصلحتاً فرمایا۔ یقول العبد الفقیر الی مولانا الفاضل۔ معاذ اللہ  
 ہم آپکو پرگزشتہ حضرات اہل سنت کے تصور نہیں کرتے و ما یستوی بالاعمال و البصیر  
 و لا انظلمات و لا المود و لا الظل و لا الحر و ما لیستوا الاحیاء و لا الاموات  
 لیکن یہ تو فرمائی کہ آپ نے باری کس عبارت ہم سمجھا ہے کہ ہم آپکو مثل اہل سنت کے تصور کرتے  
 ہیں خدا کے لیے کہیں تو نشان کرتے ہم نے تو صریح یہ لکھا تھا کہ بعض حضرات شیعہ نے  
 دعویٰ وقوع اہل حق کا کیا ہے جبکہ جواب ہے جناب نے مصلحتاً انرا من و اغراض فرمایا۔ پس اگر

اذکا دعویٰ غلط اور کذب ہے چنانچہ آپکی تحریر سے ثابت ہوتا ہے تو آپکو چاہیے تھا کہ یہ فرماتے  
 کہ کیا ہیکو ہی مثل حشرات علماء تیدہ کے معذور فرماتے ہیں الخ اور آپکو دعا دی اور دلائل اور ہدایت  
 والرات کا حال آپکو تحریر سے خود اہل علم والنسائت پر واضح ہے کچھ ہماری کہنے کی بھی ضرورت  
 نہیں ہے اور خود یہ ہے دعویٰ آپکی اس قول میں آپکو دعویٰ کا کذب ہے۔ قولہ منہد میں  
 کس عبارت سے یہ بات اپنے سمجھو | قول جناب یہ امر میرے گذارش پر ظاہر تھا  
 مگر انوس کہ آپ اردو کی سہل عبارتوں کو نہیں سمجھتے میرا غلاصہ گذارش یہ تھا کہ یہ موقع طعن کا  
 تھا اور ایسی موقع میں سچے لافکار کو تاہی نہیں کیا تے جو امر زیادہ باعث طعن ہو اور جو  
 ترک کر کے حقیقت کو نہیں، ذکر کیا جاتا ہے جب آپ نے قصداً حراق عمل طعن میں بیان فرمایا  
 حالانکہ آپ کے بعض علماء دعویٰ و فروع نفس حراق کے میں اور فروع نفس حراق کو جو بات  
 طعن اشد ہوتا ترک کیا تو معلوم ہوا کہ اگر آپ کے نزدیک معتبر ہوتا تو ضرور آپ اس کو ذکر کرنے  
 اس سے معلوم ہوا کہ وہ ایک نزدیک جینا قابل اعتبار نہیں قال الفاضل المنجیب  
 قولہ۔ باقی رہا قصداً حراق جو اصولیہ سے ہے اور کا مفصل جواب تحقیقی اپنے موقع پر دیا جائیگا  
 یہاں کہ محل اجمال ہے اسقدر کافی ہے۔ اقول۔ اور کس بات کا آپ نے جواب عطا فرمایا کہ اگر  
 نسبت باقی رہا الخ فرماتے ہیں آپ نے شروع ہی سے وہ جال اعتبار کی ہے کہ جو امر سمجھنے  
 دریافت کئے گئے ہیں نہ علم خود ہم پر ہی مشتبہ کر دیئے اور اس سے آپکو عرض صرف اصلی جواب ہے  
 پہلوتی کرنا ہے بقول العبد الفقیر الی مولانا الغنی ہم شروع رسالہ میں  
 گذارش کر چکے ہیں کہ آپ محض سائل نہیں تھے بلکہ دعویٰ ہی تھے اور آپ نے اپنے دعویٰ کو  
 بلا دلیل ذکر فرمایا تھا تو ہم نے آپ کے دعویٰ کی نسبت دلیل طلب کی اور آپ کے سوال کا  
 اجمالی جواب دیکر آپکو متنبہ کر دیا کہ آپ جواب کے اس وقت مستحق ہو گئے جبکہ اپنے دعویٰ کو  
 بدلائل ثابت کریں گے۔ چنانچہ اس تحریر میں نہ علم خود آپ نے اپنی دعا کو بدلائل ثابت کیا  
 گو باعتبار واقع کے ثابت ہوا ہو۔ پس ہم نے ہی اپنے اس رسالہ میں آپ کے سوال کا جواب

کیقدریست و تفصیل کے ساتھ گزارش کیا پھر آپکا یہ فرمانا کہ اس سے آپکی اصلی غرض صرف جواب  
 پہلو تھی کرنا ہے محض دعویٰ بے دلیل اور غلط ہوا اور نیز باوجود عدم محتساق جواب کے یہ اجاب  
 طرز اسلیبی ہی اختیار کیا تھا کہ انکو انظار و اجاث میں پہنسانے کے لیے ایک جال تھا  
 سو بحول اللہ فوجہ حسب مدعا آپ ایسی اجاث کے جال میں پہنسی ہیں کہ قیامت تک غلط محال ہے  
 قولہ منہذا سوال میں قصدا اوراق ہی ذکر ہوا ہے اور حوالہ کتاب بھی درج ہے مناسب تھا  
 کہ اسکا جواب تحقیقی یا لازمی تحریر ہوتا نہ استدلال تعرض کے ہی کیا حاجت تھی بطرح اصلی سوال  
 جواب میں سکوت اختیار فرمائی بیان ہی خاموش رہتے اقول افسوس کہ بندہ کی گزارش  
 فہم شریف میں نہ آئی بندہ نے جو عرض کیا تھا کہ قصدا سور طلبیہ سے ہے یہ ہے آپکو سوال کا اجاب  
 جواب تھا اور حاصل اسکا یہ تھا کہ آپنے قصدا اوراق کا دعویٰ فرمایا اور جو روایت کہ آپ نے  
 ذکر فرمائی اسکی یہ عبارت ہے۔ وایمر الله ما ذاك بعائن ان اجتمع هؤلاء المنفر  
 عندك ان امرهم ان يحرق عليهم البيت اور ان الفاظ سے قصدا اوراق ثابت نہیں ہوتا  
 بلکہ محض تہدید بصرۃ معلوم ہوتی ہے کیونکہ عرف میں ایسی کلمات ایسے مواقع میں محض تہدید  
 کہتے ہیں تو دلیل مثبت مدعا نہیں ہوتی اور دعویٰ ثابت ہوا۔ آپ نے بجز اس ایک روایت  
 اور کوئی قرینہ ہی بیان نفرمایا تھا جو مثبت تقسیم غم ہو پس ایسے لوح استدلال کے بیچ کٹ کر قطع  
 عوق کیواسطے یہ ایک جملہ ہی کافی تھا۔ بشرطیکہ فہم سر کام لیتے۔ چونکہ اب آپ اسکی  
 تفصیل کے طالب ہیں اور یہ موقع ہی اسکی تفصیل کا ہے۔ اسلیبی ہم اسکی تفصیل کے لیے  
 ہی حاضر ہیں لیجئے ذرا متوجہ ہو کر سنئے۔ واقفان مناظرہ مذہبی نو فقیہ پر غفر نہیں ہے  
 کہ جب عادت قدیمہ خود کہ ہمیشہ مذہب میں نئے نئے تراش و خواش کرتے رہتے ہیں  
 شیعہ کے اس سلسلہ میں بھی رنگ برنگ کے احوال ہے اول دفعہ اوراق کا دعویٰ ہوا  
 چنانچہ علامہ غوسی نے تجرید میں اور مالایا قرطبی اور بعض متاخرین نے ہی لکھا۔ اور بعض علما جنہیں

منہذا سوال میں قصدا اوراق ثابت ہوا ہے

ہماری فاضل محبت ہی میں جب اس دعویٰ کی غلطی پر متنبہ ہوئی تو اس میں دعویٰ کا انکار کیا اور قصہ  
 احراق کا دعویٰ کیا۔ ہر جب جس نے علماء کثرت کی بجائے بہت سے گرفتار ہوئی اور ان کو  
 اسکو ہتھیلی پر لیٹ کر محسوس فرمایا۔ چونکہ وقوع احراق کی نسبت ہمارے فاضل محبت کے دعویٰ میں  
 بلکہ بعض علماء نے خود تکذیب فرمائی اسلیں ہم اسکی تردید کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ ایسا بل  
 دعویٰ قصہ احراق کی طرف عنان توجہ منطف کر گئے ہیں۔ پس واضح ہو کہ قصہ احراق سے مراد  
 تقسیم عزم احراق ہے کہ معاذ اللہ مقصود دلی یہ تھا کہ خانہ اہلبیت کو جلا دین اور مجرد  
 تحویف و تہدید مد نظر نہیں ہے۔ لیکن دعویٰ تقسیم عزم احراق ہی بوجہ چند باطل ہے  
 اول یہ کہ جو روایت کہ از لہ انکشاف سے اس مدعا کے ثبوت میں نقل کی ہے وہ ہرگز اسکو ثبوت  
 نہیں اور اس سے استدلال صحیح نہیں کیونکہ اوس میں احتمال مجرد تہدید تحویف کا ہے بلکہ غالب  
 سیاق کلام سے معلوم ہوتا ہے تو استدلال تقسیم عزم احراق پر باطل ہوا۔ دوسری یہ کہ الفاظ  
 میں جو روایت منقولہ میں موجود ہیں قسم عدم ائینہ پر وقع ہے نہ احراق پر اور حاصل ترجمہ اس  
 جملہ کا اس طرح ہے کہ خدا کی قسم یہ میرا مانع نہیں ہے امر احراق سے۔ تو اس جملہ سے یہ بھی  
 نہیں ثابت ہوتا کہ حضرت فاروق نے فرمایا ہو کہ اگر مجتمع ہوئی تو میں گہر جلا دوں گا بلکہ یہ کہا  
 کہ اگر مجتمع ہوئی تو مجھ کو یہ امر احراق بیت سے مانع ہوگا اور اس سے تقسیم عزم احراق پر  
 استدلال کرنا سراسر سچا ہے۔ فیسری یہ کہ جناب امیر نے ہی قصہ میرا بن جگر روایت  
 اہم اہی ادھر بیان کر کے میں۔ پر نا لگو اسنے کے واسطے جب آپ تشریف لائی تو تلوار خلافت  
 عادت تشریف لگئی میں ڈالی ہوئی آئے اور فرمایا اللہ قلعة قلعہ لاخر من عنقہ و عنق کاخر یہ  
 اور نیز حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی قبر کے اوکھاڑنے کے بارہ میں جیسا کہ علی السطح  
 میں آپ کے صدق نے روایت کی جناب امیر نے قتل و قتال کا ارادہ فرمایا حالانکہ صل سیرت  
 قطعاً جسکے غدار رسول آپ پر حرام تھا تو اگر اسکو بھی مجبور تحویف و تہدید پر محسوس فرمایا  
 تو ہماری طرف سے ہی یہی ہی فرما دین۔ اور اگر جناب امیر کی تقسیم عزم قتل و قتال کے

قائل ہوئے ہیں تو اپنی عصمت بلکہ امامت و خلافت سے ہاتھ دھو بیچش قبر فاطمی کی روایت  
 مخصوصاً جو فاطمہ الشکلیہ نے علی الشرائع سے ترجمہ نقل کی ہے ہم ہی اس کو نقل کرتے ہیں ورنہ  
 خلیفہ ثانی را خبر وفات حضرت زہرا رسانیدند او بجمال جنع و فریح ہمراہ صدیق متعزب  
 تعزیت نزد امیر المومنین حاضر شد و شکایت شروع کروا گفت ز علیہدین ما را بر جنازہ فاطمی  
 اذان قیل است کہ دخل آنحضرت ما را دخلی ندادی و بحسن تسلیم کردی کہ یا بود کہ گفت کہ تواب  
 پیغمبر چه کار است اینہد دلیل کہ دردت و غبار است حضرت امیر فرمود اگر قسم شرعی یاد کنم تصدیق  
 خواہید کرد گفت عدلی۔ پس در مسجد مقدس داخل شد و گفت کہ دو امر دل ازان بود کہ پیغمبر  
 صلی اللہ علیہ وسلم دخل فاطمہ دہم اور بارہ نماز جنازہ دما یعلق بہ وصیت کردہ بودند کہ انجا ہا  
 بدخلی نہی و دعا ہا کہ ان کلمہ بفرزند خود تم تسلیم کردہ یا شتم بلکہ چون الف و اسن جناب مصطفوی  
 زائد الوصف دہشت ستے کہ در عین نماز بردوش مبارکش ہوا ریشہ دور اٹھا و خطبہ دامن مقدس  
 بہ یکشید بر آمدن ابو بکر بالائی منبر آن سرور بروی بشاق آمد فاروق این کلمات طیبات از ہوا  
 دہشت و مصلح اور بیش قبر فاطمی براسے آوائی نماز جنازہ قرار گرفت پس صحبت بجز کلفت  
 گردید و نوبت بآشتاد و غیظ و غضب رسید و قریب بود کہ ذوالفقار از نیام بر آید و مقابلہ عظیمہ و صحابہ  
 کرام واقع شود وزیر اکامیر المومنین قسم شرعی یاد نمود کہ بر این تقدیر سر فاروق را از دوش بردارم  
 بلکہ قبل از نیل مطلب دیر از ندہ گھڑا رم پس ہجیرین و انصار و عیث مجموعی و مصلح افتادند  
 دیر از ندہ فاروق تن برضا ندادند۔ انتہی المختصہ۔ تعجب ہے کہ جناب قانع باب خیبر قائل قوم  
 عا۔۔ بعد ازاں بیت اور اسقاط محسن اور ضرب اسواط بفضۃ الرسول سید کائنات اور نقاب  
 ہمت زنا کے وقت آپ مامول صبر و سکوت ہوں اور سل سیت کے مامور ہوں اور نماز جنازہ  
 کیواسطے پیش قبر مامور ہجیر و ہون۔ سع این خیالست و محالست و جنون۔ پس ظاہر ہر کہ ہم  
 سب قصہ تہذیبیہ کیا تھا اور مرکز کا قصد مخالف وصیت قتل قتال کا ہوگا۔ چوتھی یہ  
 کہ صاحب عماد الاسلام نے بھی اس کو مجرد تحریف پر حل کیا وہ تحریر فرماتے ہیں چنانچہ



قلم الکلمین نص فرمایا ہے مفسر تبارک مرویات ہواں عمرہ تم تبعہ قصد احراق  
 بیت فاطمة واتی بالخطب وجمع علی بابہ لا یند وقع منہ الاحراق فلعن کل عرینہ  
 مجرد التخویف۔ پس جب آپ کے علماء نے خود تسلیم فرمایا کہ فاروق کا پہنل منس فخر توحید تھا  
 تو آپ کا انکار ادنیٰ ایسی تکذیب سی میں احراق کے پانچویں حسب تفسیر خاتم المسکین  
 از الانین کلام ابو جعفرین بہ نقیب متنعین سے ہویدا ہے کہ قرن اول کے شروع میں  
 تمام ہاجرین و انصار خلفاء کے ظاہری زہر دوسرے اور عدل داود اور دنا سے نفرت کلی  
 کی وجہ سے ادھر کھیت خلافت کے مستعد ہوئی تھی اور رفتہ رفتہ متاخرین کو اور زیادہ اطمینان  
 حاصل ہو گیا اور ظاہر ہے کہ خلفاء کو بھی ان امور کا پاس ہو گا اور خیال کرتے ہوئے کہ ایسا کوئی  
 فعل ہے صادر ہو جو باعث سوختن ہو بلکہ جہان تک ہو سکے تو گوئی حق ظن اور خلوص عقیدت  
 دامن میں پہنچا دیں تو ایسے حالت میں علی مخصوص قریب زمانہ وفات سرور کا کام پیش  
 الصلوات کے کیونکہ ممکن ہے کہ احراق یا قصد احراق البیت کیا ہو اور اگر بالعرض اسی پر  
 فعل صادر ہو ہو تو ایسے ابو جعفر وغیرہ کا فرمانا محض کذب ہوگا۔ چہی سلفہ ترتیب ہے کہ خود علماء  
 شیعہ میں سے طبری نے مطابق روایت باقر علیہ کے احتجاج میں درایک کی جگہ معنون  
 یہ ہے۔ کہ چون خلیفہ ثانی آباد بندہ گفت کہ اگر ایسے مومن از خانہ خود بیرون نہ کیا بد خانہ اورا  
 خواہم سوخت صحابہ از شیعہ ابن قول تغیر سند و انکار شد یہ کہ نہ خلیفہ ثانی گفت شما  
 گمان بردید کہ من چنین خواہم کرد حالانکہ مقصود من ہتھ بد بود نہ ضرور گیک پس جناب رسولی  
 بواسطہ شخص پیام بوی سسر فرستاد کہ من برای گرد آوردن آیات قرآنی در خانہ منوچہی ام  
 و شتول تالیف گردیدہ ام ہر ذبا تم سو گند جاری شدہ کہ تا دین اسرافغ نشوم از خانہ بای  
 بیرون نہ کردم دبا سو رد گیک نہ پردازم۔ قطع نظر اس سے کہ فاروق نے اسکی نسبت یہ فرمایا  
 کہ میرا یہ قول مجرد ہتھ بد کی غرض سے تھا۔ جس پر صحابہ ساکت ہو گئی۔ اس روایت سے  
 یہ فائدہ حاصل ہوا کہ صحابہ نے بجز اس قول (خاتم شیعہ) سنی کے انکار شد یہ کیا اور موافقت

قلم الکلمین نص فرمایا ہے مفسر تبارک مرویات ہواں عمرہ تم تبعہ قصد احراق  
 بیت فاطمة واتی بالخطب وجمع علی بابہ لا یند وقع منہ الاحراق فلعن کل عرینہ  
 مجرد التخویف۔ پس جب آپ کے علماء نے خود تسلیم فرمایا کہ فاروق کا پہنل منس فخر توحید تھا  
 تو آپ کا انکار ادنیٰ ایسی تکذیب سی میں احراق کے پانچویں حسب تفسیر خاتم المسکین  
 از الانین کلام ابو جعفرین بہ نقیب متنعین سے ہویدا ہے کہ قرن اول کے شروع میں  
 تمام ہاجرین و انصار خلفاء کے ظاہری زہر دوسرے اور عدل داود اور دنا سے نفرت کلی  
 کی وجہ سے ادھر کھیت خلافت کے مستعد ہوئی تھی اور رفتہ رفتہ متاخرین کو اور زیادہ اطمینان  
 حاصل ہو گیا اور ظاہر ہے کہ خلفاء کو بھی ان امور کا پاس ہو گا اور خیال کرتے ہوئے کہ ایسا کوئی  
 فعل ہے صادر ہو جو باعث سوختن ہو بلکہ جہان تک ہو سکے تو گوئی حق ظن اور خلوص عقیدت  
 دامن میں پہنچا دیں تو ایسے حالت میں علی مخصوص قریب زمانہ وفات سرور کا کام پیش  
 الصلوات کے کیونکہ ممکن ہے کہ احراق یا قصد احراق البیت کیا ہو اور اگر بالعرض اسی پر  
 فعل صادر ہو ہو تو ایسے ابو جعفر وغیرہ کا فرمانا محض کذب ہوگا۔ چہی سلفہ ترتیب ہے کہ خود علماء  
 شیعہ میں سے طبری نے مطابق روایت باقر علیہ کے احتجاج میں درایک کی جگہ معنون  
 یہ ہے۔ کہ چون خلیفہ ثانی آباد بندہ گفت کہ اگر ایسے مومن از خانہ خود بیرون نہ کیا بد خانہ اورا  
 خواہم سوخت صحابہ از شیعہ ابن قول تغیر سند و انکار شد یہ کہ نہ خلیفہ ثانی گفت شما  
 گمان بردید کہ من چنین خواہم کرد حالانکہ مقصود من ہتھ بد بود نہ ضرور گیک پس جناب رسولی  
 بواسطہ شخص پیام بوی سسر فرستاد کہ من برای گرد آوردن آیات قرآنی در خانہ منوچہی ام  
 و شتول تالیف گردیدہ ام ہر ذبا تم سو گند جاری شدہ کہ تا دین اسرافغ نشوم از خانہ بای  
 بیرون نہ کردم دبا سو رد گیک نہ پردازم۔ قطع نظر اس سے کہ فاروق نے اسکی نسبت یہ فرمایا  
 کہ میرا یہ قول مجرد ہتھ بد کی غرض سے تھا۔ جس پر صحابہ ساکت ہو گئی۔ اس روایت سے  
 یہ فائدہ حاصل ہوا کہ صحابہ نے بجز اس قول (خاتم شیعہ) سنی کے انکار شد یہ کیا اور موافقت

ہیں کی بجائے اور ہر جہت کی توجہ کو ممکن ہے کہ ان صحابہ نے جو بحر اس قول کے تغیر ہو گئی تھی اور  
انکار شدیدی کیا تھا اگرچہ اسے کراچی سامان احراق جمع کرنے دیا مگر اس سرسری ہی سیم نہیں کہ سکتی  
کہ وہ بہتانات جو حضرت شامہ عثمان خلیفہ کی طرف فراتے میں شل ضرب و شتمان سیدہ  
و اسحاق محسن و حضرت فاطمہ وغیرہ فرافات کو ایسے صحابہ جان نثاروں نے بازار و اکادہ منظور کیا  
ساتھ میں علی بن ابراہیم تھی اس کا کلمہ کی تفسیر میں مروی ہے۔ حدیثی ابی عن صفوان  
بن یحییٰ عن ابی الجواد عن عمران بن حبیب عن مالک بن صفیہ عن ابی ذر حدیث  
اللہ قال لما نزلت هذه الآية يوم تبيض وجوه وتسود وجوه قال رسول الله صلى الله عليه  
واله وسلم تردى حتى يوم القيمة على خمس آيات فرائية مع عجل هذه الآية اسألهم ما فعلتم  
بالتقلين من قبل الله فيقولون اما الاكبر فمرفاه ونبذناه واما الاصغر  
فمادينا واملعنا وطمعنا فاقول مرد والنار ظلمنا مطمين مسود وجوهكم ثم تردى على  
آية فرفعون هذه الآية فاقول لهم ما فعلتم بالتقلين من قبل الله فيقولون اما الاكبر  
فمرفاه واملعنا واخلعنا واما الاصغر فمادينا ونبذناه واما الاكبر فمادينا فاقول مرد والنار  
ظلمنا مطمين مسود وجوهكم ثم تردى على آية مع سامر هذه الآية فاقول لهم  
ما فعلتم بالتقلين من قبل الله فيقولون اما الاكبر فمادينا ونبذناه واما الاصغر  
فمادينا ونبذناه فاقول مرد والنار ظلمنا مطمين مسود وجوهكم ثم تردى على آية

سہ ابو موسیٰ روایت ہے کہ جب یہ آیت پڑھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے ان  
میری بہت سیر پاس پانچ چوٹی پر کرنگی ایک چمکاتا اس کے چوٹی کے ساتھ ہر گاہ میں نے دیکھا کہ میں نے کہا کیا  
وہ کہیں گے کہ میں نے کہا اور اس کو پس پشت ڈال دیا اور اس کے ساتھ ہر گاہ میں نے دیکھا کہ میں نے کہا اور اس کے ساتھ  
میں نے کہا کہ میں نے کہا اور اس کے ساتھ ہر گاہ میں نے دیکھا کہ میں نے کہا اور اس کے ساتھ ہر گاہ میں نے دیکھا کہ میں نے کہا  
تقدیر کے ساتھ کیا کیا وہ کہیں گے کہ میں نے کہا اور اس کے ساتھ ہر گاہ میں نے دیکھا کہ میں نے کہا اور اس کے ساتھ ہر گاہ میں نے دیکھا کہ میں نے کہا  
تو کیا میں نے کہا اور اس کے ساتھ ہر گاہ میں نے دیکھا کہ میں نے کہا اور اس کے ساتھ ہر گاہ میں نے دیکھا کہ میں نے کہا اور اس کے ساتھ ہر گاہ میں نے دیکھا کہ میں نے کہا  
میرے بعد تقدیر کے ساتھ کیا کیا وہ کہیں گے کہ میں نے کہا اور اس کے ساتھ ہر گاہ میں نے دیکھا کہ میں نے کہا اور اس کے ساتھ ہر گاہ میں نے دیکھا کہ میں نے کہا اور اس کے ساتھ ہر گاہ میں نے دیکھا کہ میں نے کہا

ذی الشہدۃ مع اہل الخواج و آخرہم و اسالہم ما فعلتم بالتقلین من اجدی  
 فیقولون اما الاکبر فمقامہ و برئائتہ و اما الاصغر فقاتلنا وقتلناہ فانولہ و قالوا  
 فلما اسلمتمہن مسود و وجو حکم ثم نرد علیہ راہ مع امام المقتین و سید المرسلین  
 و قائد الغر المحجلین و رسول رب العلمین فانولہ ما فعلتم بالتقلین من حسنہ  
 فیقولون اما الاکبر فمقامہ و اطفاہ و اما الاصغر فاحبناہ و والیناہ و وازناہ  
 و نصرناہ حتی اھرب فی فیہم مما نانا فانولہ و الجنتہ رو امرؤ من مبیضتہ و حکم  
 ثم تلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم یوم تبیض و وجوہ و تسود و وجوہ  
 قولہ فقی رحمۃ اللہ ہم فیہا خالدون انتہی نقلاً عن تفسیر اصناف اہل منزل انوار  
 ملاحتہ فرادین ارہ میان شیعہ کے ملاحتہ میں صدق کو ملاحتہ کریں کہ بیان محشر میں ہی رسول  
 خدا کے سامنے جبرئیل و میکائیل کے ہونے کی یاد رکھو اتراتی بیت کا قصد یا قصد عراق کا سامنا صحیح ہو اور غلط  
 اکبر اور سری نہیں جبرئیل و میکائیل کے ذریعہ گئے ہیں تو کیا یہ قول و اما الاصغر فاحبناہ  
 و والیناہ و وازناہ و نصرناہ حتی اھرب فی فیہم مما نانا صحیح اور مطابق واقع کے  
 ہو سکتا ہے کیا یہی موازات اور ضربت تھی کہ یہ گہر جہانکا ارادہ کریں ہیزم و غیرہ و دراز  
 پر جمع کریں اور ضرب کاؤ یا نہ یا کہ یا و بنا کہ شمشیر یا کاروسی علی اختلاف روایا تم اسقاط  
 محسن کرادین بلکہ قتل و معصومین کا کریں اور علی ہوس الما ہر اہم فاحشہ کا نسبت  
 سے پیر زادہ شیعہ کا چند نام خارج کے ساتھ ہیز و پاس آئینا میں پوچھو گا کہ ہیز بدعتین کے ساتھ کیا کیا کتب و ہیز  
 ہم نے پھاڑا اور اس سے بری ہوئی اور چھپے ہوئی اور کو قتل کیا میں کہو گا جائی پاس ایک میں ہمارے کالی ہیز  
 ایک چند ہیز گار ہمارے نام سے ذکر درویش میثاقی اللہ ہاتھ پاؤں اور ذکر سرگرد رسول اللہ کے وہی کے ساتھ ہیز و پاس  
 آئینا میں کہو گا کہ تم نے ہیز بدعتین کے ساتھ کیا کیا کتب و ہیز کی ہیز و اطاعت کی اور ہیز کے ساتھ بہت  
 کی۔ اور دو دعوت کی۔ یہاں تک کہ اوہن ہار سے خون ہی میں کہو گا۔ جنت میں چلے جاؤ سیراب  
 ہمارے درشن چہرے ہیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے پڑا۔ یوم تبیض و وجوہ و تسود و وجوہ سے  
 یعنی ہمتہ اللہ ہم یہاں خالدون تک ۱۲۔

پشیمان سیدہ کریم اور یہ بدعین نصرت و موالات چکے مجھے دیکھیں اور دم غارین اور  
 سانس نکالیں اور یہ سوال کچھ شرجیان پاک ہی سے نہیں کیا جائیگا بلکہ خود جناب جو صاحب  
 راست ہیں وہ ہی اس میں شامل ہونگی اور خود حضرت امیر ہی جواب دہ ہوں گے تو یہ کہ نہ اصول  
 شیعہ پر جناب امیر کی طرف ہی منسوب ہوگا اور سوال مار دہوگا کہ اتباع و اطاعت قرآن کی اور  
 محبت و موالات الطبیعت سرور نام کی پیروی سے کہ جو قوت عمر فاروقؓ نے گہر چلایا یا جلائے گا  
 سامان ہیا کیا چون دھڑاندی اور باوجود اوس شجاعت کے جسکا بیان خارج امکان ہے  
 بمقابلہ الطبیعت کے اذیت کرنے والوں کو گزرا پس اس سے زیادہ عداوت و دشمنی طبیعت کے ساتھ اور کیا  
 ہو سکتی ہے۔ لیکن حیرت و تعجب کا مقام ہے کہ جب حضرت سرور کائنات نے تمام  
 دفاع آئینہ بیان فرمادے تھے اور تمام حالات واقعات و حوادث و وہابی کی ضروری ہستی  
 اور فرما دیا تھا کہ صبر و سکوت کرنا اور ہرگز چون دھڑانکرنا۔ پس اس سوال کے کیا معنی  
 کہ تم نے ثقلین کے ساتھ کیا کیا۔ اور اگر کسی پنج سے یہ سوال صحیح ہو ہی تو یہ جواب  
 لغو ہے جواب صحیح یہ ہے کہ ہم نے آپ کے ارشاد کے موافق صبر و سکوت کیا چون چڑنے کو  
 ظلم و ستم ہوا کئی کہی دم نہ مارا ثقلین العیاذ باللہ خراب و خوار ہوئے سر نہ ہلایا نہ ہر کیف  
 یہ سوال جواب مصنوعی غلط ہو یا صحیح ہو کہہ بحث نہیں ہمارا دبا جو کچھ ہے وہ اس سے ثابت  
 مگر اس قدر گزارش اور بات ہے کہ تفسیر صافی کی دوسری روایت جو اس روایت سے کچھ اور مذکور ہے  
 اس امر کو مقتضی ہے کہ ظلم پر سکوت کرنے والے ہی ظالموں کے ساتھ گرفتار نہ رہیں گے  
 قال ابو جعفرؑ و اوحی اللہ ابی شعیب البنیؑ معذب من قریب مائة الف و اربعین الفاً  
 من شراہم و ستمین الفاً من خیارہم فقال یارب ہر لاد لا اضرنا فی ہال الاحیاء و اوحی  
 لہ ابو جعفرؑ کہ ابی شعیب بنی کلثم خذ اخی بیجہ کوین تیرے قوم کے بھروسہ میں ہو ایک لاکھ چالیس ہزار کو مذکور  
 کرتا اور بیہون بن سے شاہد ہزار کو۔ عرض کیا اے پروردگار یہ تو بہن بیہا نیکیوں کا کیا حال ہے (اللہ نے  
 اس کی طرف وحی کی)۔ ۱۲۔

اللہ عزوجل الیہ استہدوا اهل المعاصی ولہ تعضوا العفت لو اس سے اور کمال حال تھیں  
 کرنا چاہی ہیں جنہوں نے ایسے سخت ظلم و غیرت کیا اور نہ سنت کی اور غضب ناک نہیں مانگا  
 اور انہوں نے جن پر جس نے میں کام نہ کرتا تھا کہ اور کمال کیا حال ہو گا شاید اصول شدید پر مانتی  
 اس برداشت کے بدل کے وہ خیال بھی اذن اسرار کے ساتھ معذب ہوئے بیست شادوم  
 اور قیہان دامن کشان کدستی نہ گوشت خاک اس میں برباد رفتہ بہ شد۔ آہوں پر  
 کتوری نے بھاب حضرت خاتم المحدثین کے۔ حضرت فاروقی کے اس کا مجروح و تحریف پر  
 محمول ہوتا تسلیم کر لیا ہے وہ کہتے ہیں۔ انا انچہ گفتہ اگر مراد ایسا ان از قصد تحریف و تہذیب  
 گفتن انیکہ من اعوام سوخت الخ۔ پس ایگو تخم کہ فی الواقع مراد علماء شیعہ از قصد اہراق  
 بیست نبوت کہ بردایات اہلسن ثابت میکنند میں است و اگر ابن قول از قصد او دلالت نمکند  
 لازم آید کہ در قول خود کاذب بوجہ باشد۔ اور اگر مراد غرض محیب کو یہ خیال ہو کہ آخر عبارت کدستی  
 کی اور نیز عبارت سابقہ میرج دلالت کرتی ہے کہ وہ در پسے اثبات قصد تخریب کے ہیں اس  
 تناقض کے دفع کا آپ ہی فکر فرمادین۔ جو آپ مفتی صاحب کی عبارت میں واقع ہے  
 کہ کہیں دعوی اثبات قصد اہراق میں اور کہیں مجرد تحریف پر محمول ہونا تسلیم فرماتے ہیں اور  
 عجب نہیں کہ منشا اسکا یہ کہ حضرت مفتی صاحب کو درمیان قصد تخریق اور قصد تحریف کی تہ  
 منوی ہوگی کہ جسکی وجہ سے یہ التباس و احتمال کلام میں واقع ہوا قول معلوم نہیں کہ قصد  
 اور قلبیہ کہنے سے کیا مطلب ہے بغیر تو وہی مطلب ہوگا کہ جو آپ کا خاتم المحدثین نے قصد  
 فرمایا ہے قصد اور قلبیہ سے بے شک ہے مگر جیسا اسباب و اسان قصد کے ظاہر ہوا  
 نو بے شک کہہ سکتے ہیں کہ اس کام کے کرنے پر اورد ہے اقول فعل کے کرنے  
 آادگی اور طرح پر ہوتی ہے یا بعد تفصیم عنہم کیے یا بطور مجرد تہذیب و تحریف کے جو  
 بظاہر ان دو نوع میں کچھ فرق نہیں اور امید ہے بعض علماء شیعہ پر متیس ہوگی۔ اور  
 طے کہ انہوں نے نگارندگی ساتھ ہست کی۔ اور میرے قصہ کے سبب وہ قصہ نہی۔ ۱۲۔

دو نوین ذوق باعتبار ازار و فاعل کے ہے اسلیئے مناسب کہ ہم اول ان دونوں فرق بیان  
 اور اس کے بعد اپنے فاضل مجید کے اس قول کا جواب دیوں پس واضح ہو کہ قصد علی نفس امارۃ  
 جزئی ہے جو اس فعل کے کرنے سے متعلق ہو اور قصد تخویف و تہدید یہ ہے کہ فی حد ذاته  
 فعل کا کرنا مقصود نہ ہو صرف بظاہر اتفاق خوف کے لیے اس فعل کے اسباب و سامان کو اس  
 صورت میں ظاہر کیا جاوے جس سے بظاہر عزم یا بخرم مترشح ہو تا ہو کیونکہ اگر اس سے  
 بہرہ متحقق نہ ہوگا تو مقصود جو تخویف و تہدید ہے سرگزیر آمد نہ ہوگا۔ بلکہ امور ہمہ میں تہدید و بخرم  
 کہ نسبت جائز ہے کہ لای تو بہ و در دہک فراہی سامان بہ نسبت اسل قصد کے زیادہ ہو  
 پس ظاہر سامان چران دونوں تمیز کرنا جیسا کہ حضرات شیخہ کرتے ہیں چنانچہ علامہ شوری  
 بھی تحفہ کے جواب میں لکھا ہے۔ واما آنچه گفتند کہ قصد از امور قلبیست کہ بران غیر خارجی  
 تباہے دیگرے مطلق منی تباہ شد پس مفعول است بانه امارت و علامات دلیل قصد می باشد  
 اور تعبید انکار غالباً ہمارے فاضل مجیب ہی بدون سہنی سمجھی یہ ہی ترانہ فرماتے ہیں  
 اس دلیل ہے کہ حضرات کو ان دونوں تمیز نہیں ہوگی۔ اصل سوال میں تحریر فرماتے ہیں۔  
 (اور رعیت لینے کے لیے اگر جلد سے کی دہمکی دی) اور بعد اس کے قصد اوراق روایت از انکشاف  
 سے ثابت کرنے میں اس سے صریح معنوم ہوتا ہے کہ انکو دہمکی اور قصد اوراق میں تفرق و تمایز  
 حاصل نہیں ہوتا غالب کے اور ریاضت و قابلیت مفعول کے نے اچھلہ قرینہ ہو سکتی ہے یہی متغایر  
 افعال کے صدور میں کہ انکا فاعل شاہک و بے باک ہو اور اتباع شرع سے مطلق بے بہرہ ہو  
 اور محض ہی لائق کشتی و خشتی ہو تو ایسی جگہ غالب احتمال تقصیم عزم کا ہو سکتا ہے لیکن جب تک  
 وقوع فعل نہ ہو چکا ہو سرگز استلال نہیں کیا جاسکتا کہ مقصود دئے حد و اتہ قصد عقل و اوراق ہر  
 پس جب یہ ہمارے ہو گیا تو اب فاضل مجیب اور انکار سختی صاحب کا یہ فرمانا کہ سامان  
 اسباب کے جمع کرنے سے اور ہیزم و اتش کے لانے سے معلوم ہوا کہ فاروق اوراق بہت  
 اسبب کا عزم یا بخرم رکھتے تھے غلط ہوا۔ کسی شخص کو اس کے قتل کے نسبت کہنا اور

تلوار کا منہ ڈال کر کھنا بلکہ تلوار میان سے کھینچنا ایک وال غزم اور قصہ پر نہیں ہو سکتی خود جہا  
 امیر کا قہر میزاں پر جو بن و فروش اور قتل کی دہکی اور تلوار گلے میں ڈال کر باہر فرما خود اس پر صریح  
 دلیل ہے بشرطیکہ حضرات سید اسکو مجروح نہ ہو بلکہ پھر حمل فراوان اسطرح جنش قہر فاسی پر  
 ارادہ قتل و قتل کرنا اور دست بقصد شمشیر پر ناہی غالباً اسی قسم سے ہوگا اور اگر حضرت  
 شیعہ سیکو کہیں یہ پر حمل فرما دیں اور غزم یا مجرم سمجھیں تو چونکہ آپ امور بکوت تھے  
 آپ کی عظمت بکدامت و خلافت کو سمجھنا لین۔ آپ کو مادہ ہوگا جبکہ آپ کے ابن عباس سید کا  
 بیت المال لوٹ کر لے آئیں اور جناب امیر نے انکو ایک غتاب نامہ تحریر فرمایا جو ترجمان  
 میں معقول ہے اور غالباً ہم اسکی نقل اور پر کر آئیں۔ آدھین انکو جناب امیر نے قسم کیا کہ  
 کیا لکھا ہے اسکا با وافی اس سے غزم یا مجرم ثابت ہو تا ہے یا نہیں۔ غالباً وہ رایت  
 ہی آپ کو حاضر سے نہ ملے گی جو ہم اور بیان کر آئی ہیں۔ جو اصل روایت مجلس اور طلب  
 اور مذہبی کی اور مواظپ حسینیہ میں ہی مذکور ہے اگر آپ کو فراموش ہو گئی جو ہم آپ کو یاد دلانے  
 میں کہ جناب امام حسینؑ قبر سے فرمایا کہ مجھ کو ملو تم مجھ کو جینے منگن غسل کی جو میں سے آئی ہیں  
 تیری خدمت میں ہیں اور مجھ کو ایک ہمان کی ناخوش کی ضرورت ہے توڑا مجھ کو وہیں سے  
 دوسے چنانچہ ایک مشک کا موندہ کو لے کر بغیر حاجت لیا تقسیم کے وقت جب حضرت  
 مشک کو نکال دیا فرمایا تو مسکوم ہوا کہ ایک مشک میں کم سے قبر سے لیا گیا ہے عرض کیا کہ حضرت  
 امام حسینؑ یہ جان رسول تعالٰیٰ کو ایک ہمان کے لیے ضرورت پیش آئی ہے تو وہ انوں نے  
 توڑا اس شہد لیا ہے سنتی ہی سکھ دیا۔ بلاشبہ جب حاضر ہوئی تو نہایت تیزی و خشونت غشیہ  
 غضب کے ساتھ درہ جو آپ کو ہاتھ میں تھا جناب امام کے ماری کیو اسطرح اٹھایا۔ یہاں تک کہ  
 امام حسینؑ نے نہایت عاجزی سے آپ کو غصہ فرو کرنے کے واسطے حق جعفر کے کو یاد دلایا  
 اور آپ کا غصہ فرو ہوا تو مسکوم نہیں یہ قرآن مجید غشیہ غضب کرنا وہ کا مارنے کی واسطے  
 اویسؑ انا اور ہر قبل التمس مال لعلن اللہ من نصرت کرنا اور جناب امیر کو حقیقت کا جو تھا

درجہ  
 حضرت  
 امام حسینؑ  
 علیہ السلام

سترم تشریف والا حضرت امیر المؤمنین توفیق فرمایا ہے اور اگرچہ توفیق فرمایا ہے  
 امام کے غلط ہے کیونکہ آخر میں خود جناب امیر کے ارشاد فرمایا اگر میں نہ دیکھا ہوتا کہ رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم تہمتی و افتراء کو بردہ تھی ہے تو میں یقیناً تجھ کو مار مار کر مارنے سے مارا ہوتا  
 پہلے کہین نفع اوٹھایا اس سے میری سزا دہم ہوا کہ آپ کا قصہ دہر گز شریک کا ہوتا بلکہ حضرت امیر  
 و توفیق نہ نظر سامی تھی کیونکہ آپ کو یاد تھا کہ حضرت عثمان مبارک صلی اللہ علیہ وسلم کو دہر تہمتی  
 تو ایسی حالت میں غم و باخیزم مارنے کا کیونکہ کر سکتے تھے۔ علاوہ ازیں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 علیہ وسلم نے متوفیہین جماعت کے لیے عید احراق فرمایا جو متوفیہین علیہ وسلم ہیں ہے  
 اور یقیناً وہ محمول اور پیر نہ تہمتی کی ہے کیونکہ کوئی شخص سامین سے تارک جماعت کے  
 لیے وجوب احراق کا قائل نہیں ہوا اور اگر وجود روایت میں شک ہے تب ہو تو اپنے تہمتی  
 سابق کی تصانیف مثل مواظبہ حسنیہ ملاحظہ فرمائیے۔ **قول** پس جب کہ خلیفہ ثانی نے  
 قسم یاد کی ہو اور اٹھا ہوا مثل آتش و میرہم وغیرہ ہی غلط ہے کہ ہوں۔ جیسا کہ کتب معتبرہ  
 ایست ثابت ہے تو اب اس میں کیا شک رہا کیونکہ ہر آدمی جانتا ہے کہ جب کوئی شخص  
 آگ لکڑی وغیرہ کسی مکان پر لیجاوے اور اس کے مالک سے بے قسم کہے کہ اس گھر کو جلا دوں گا۔ تو  
 ضرور ثابت ہوگا کہ یہ شخص اس گھر کے جلائی کا قصد کرتا ہے **اقول** اگر اصل سوال میں  
 آپ ان امور کا ذکر فرماتے تو بے تہمتی کا اجمالی جواب دیتا اور یہ کہنا کہ قصد امور قلبیہ سے پر  
 مورد وطن ہوتا اور جب آپ نے یہ امور دوسرے وقت ذکر فرمائیے ہیں ہی نہیں تھے اور صرف اوست  
 ازالہ احتیاط پر اکتفا فرمایا تھا اور یہ بھی حقیقہ ملاحظہ کنواری وغیرہ فرمایا ہے تو یہ اچھے جواب  
 کیونکہ اصل طعن ہے۔ رہا ثبوت ان امور کا کہ آگ و میرہم وغیرہ کا لیجا نا بد سامی تھا جس کے  
 ذکر سے کسی جماعت کے سبب اغراض فرمایا۔ تعجب ہے کہ استدلال فرمائیں اور ایک امر کی بنا پر  
 دوسرے امور اور ثبوت کے وقت پہلے ہی فرمادیں۔ پہلا اگرچہ امور آگ وغیرہ کا تعجب مالک  
 معتبرہ ایست سر زعم سامی ثابت ہے تو آپ نے اس کو ذکر کیا کہ یوں نہیں فرمایا جو روایت آخری

احراق بیت اہل بیت زعم سامی کا اکتفا اور ثبوت





جواب میں کہتے ہیں کہ یہ جواب بعینہ ہمارے مدعا کو ثابت ہے کیونکہ اس سے بطریق ثابت ہوا  
 کہ فی حد ذاتہ مقصود اصلی تفریق اجتماع تھے اور یہ لایا بالاحراق محض اس مقصود کی تحصیل کا آلہ  
 اور واسطہ تھا اور نے حد ذاتہ مقصود نہ تھا۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ حصول مقصود یعنی تفریق  
 بدوین تہدید و تخویف کے ممکن نہ تھا پس مثل شہور۔ ہمان آس در کاسہ۔ وہی تخویف و تہدید  
 طور پر لایا بالاحراق محمول رہا اور یہ دعویٰ کہ احراق بیت مقصود تھا غلط ہوا۔ ۱۔ قسم کیا کر  
 کہنا سوا اسکی نسبت ہم عرض کر چکے کہ اول ذبیہ حضرات کی خوش فہمی ہے کہ اس قسم کو فعل کے  
 تاکد بجا آوری سمجھ کر ہو گئے ہیں حالانکہ وہ قسم عدم مانیتہ پر ہے حاصل یہ کہ فادوق نے  
 قسم کیا کہ اس روایت منقولہ میں نہیں فرمایا۔ کہ میں گہر جلاؤں گا بلکہ یہ فرمایا خدا کی قسم اگر یہ  
 جماعت تمہاری پاس مجتمع ہوئی تو یہ مجھ کو اسیر بالاحراق سے مانع ہونگی۔ پس اہل انصاف  
 سمجھ سکتے ہیں کہ اس میں نہ احراق پر قسم ہے نہ قصد احراق ہے۔ اور اگر کسی روایت میں احراق  
 ہی پر قسم مری ہو اگرچہ محلو بالفعل اس سے کچھ بحث نہیں کیونکہ گفتگو اس میں ہے جو وہ اپنے  
 فاضل مجیب نے اپنے استدلال میں تسلیم فرمایا ہے تاہم ہماری مدعا کے مخالف نہیں کیونکہ ہم  
 کہہ چکے ہیں کہ تہدیدیات بظاہر قصد کی نسبت زیادہ مخفی اور جہ کے ساتھ ظاہر کی نسبت کم ہیں۔ اور  
 اگر قسم کے ذکر سے ایسا یہ ہے کہ در صورت عدم قصد کے کذب لازم آوے جتنا تو اپنی حضرت  
 کسٹوری نے یہی غالباً یہ فرما کر اپنا تجربہ ظاہر فرمایا۔ پس ہم کہتے ہیں کہ اول تو گولڈھا یہ  
 اخبار ہو لیکن حقیقتہ اخبار نہیں بلکہ انشاء تہدید و تخویف مقصود ہے تو اسکو صدق اور کذب سے  
 کچھ علاقہ ہی نہیں کیونکہ نہ وہ حکایت نہ اسکو لیے کوئی محلی غنہ نہ اسکو نظر بقی و عدم نظر بقی  
 کچھ واسطہ تو اسکو اول اپنی خوش فہمی سے خبر تسلیم کر لیا۔ پھر آپ ہی اس پر اعتراض کر دیا  
 اور یہ صریح بنا قائم علی الفاسد ہے۔ علاوہ ازیں اگر یہ کذب ہو تو وہ نہیں جو ہم چاہتے ہیں کہ  
 اور پر بیان کر چکے ہیں اور وہ تہدیدیات جو جناب امیر نے فرمائی ہیں۔ بلکہ وہ تہدید جو حضرت  
 صلوات اللہ علیہ وسلم نے متخلفین عن الجماعہ کے بارہ میں فرمائی ہیں وہ سب کذب ہو کر پیچھے اور گھٹا

جواب آپ: یوں وہی جواب آپ اور آپ کے علامہ کنتوری اسکی طرف سے قبول فرما رہے ہیں  
 یہ جواب تحریر فرمائے ہیں کہ جواب تحقیقی اپنے موقع پر دیا جائے گا یہاں کہ عمل اجمال ہے اسقدر  
 کافی ہے اس سے سخت حیرت ہے کہ آپ نے اجمال ہی کو نہا جواب دیا جسکو کافی سمجھتے ہیں اور  
 موقع کو نہا ہوگا سوال تو اب کیا جاتا ہے آپ اسکی جواب تحقیقی کا موقع نہیں سمجھتے اور نہ  
 اسقدر کہہ کر کہ جو امور تسلیم سے ہے شاید اسکو اجمال ہی جواب بقدر فرماتے ہیں سبحان  
 جواب وہی اسکو کہتے ہیں۔ اقول مثلاً اس حیرت کا یہ ہے کہ آپ نے ابز فہم سے کام  
 نہیں لیا اگر فہم سے کام لیتے تو یہ حیرت نفرا تے بغیر آپ جو ٹاٹا لفظ دیکھ کر خیال  
 کر لیا کہ یہ کیا جواب ہو سکتا ہے حالانکہ یہ خیال غلط ہے ایک لفظ بہت مضامین مفصل کا  
 اجمال ہو سکتا ہے یہ لفظ بغیر کو چھوڑنا ہوتا ہے لیکن اگر آپ نامل فرماتے تو آپ کی تہا  
 کہ ہنرمند کے واسطے کافی تھا چنانچہ جواب اسکی آخر آپ کو جدید دعویٰ کے ضرورت پڑی اور آپ  
 فراہمی سا ان مثل آتش ہنرمند وغیرہ کا دعویٰ کیا اور اسکی اثبات سے پہلو ہی کیا اگر وہ جواب  
 ایسا ہی نہا کافے ہوتا تو اسکی لیے اس جدید دعویٰ کی کیا ضرورت تھی۔ باقی رہا اجمال اجمال  
 کا ہی وہ مقام تھا کہ اول آپ کے آپکو دعویٰ کی نسبت جواب طلب تھا اور وہ تفصیل کا موقع  
 نہ تھا اب آپ نے اپنی دعویٰ کو بڑے غم خود بدلائل ثابت کیا تو اب ہماری لیے یہی تفصیل کا  
 موقع آیا اور اگرچہ طویل ہو گئی تھی تاہم انشویٰ کا کہہ اندیشہ کیا اور مفصل اسکا جواب  
 خدمت میں پیش کر دیا سو اس تفصیل سے آپ اس اجمال کو سمجھ لیجیگا۔ آپ کی حیرت تھا اللہ تعالیٰ  
 رفع ہو جائیگا کہ اس مسئلہ میں جو جائیگا کہ یہ جواب محل اجمال میں کافی ہے قال القاضی العجیب  
 قولہ۔ اور جو صاحب ہدایہ شیعہ مسئلہ تھا اسے دوام سے کہہ کر کی نسبت تعصب و عناد نہ  
 روایات بخاری و مسلم ذکر فرمایا ہے سو اسکی نسبت اسقدر گڑبڑ نہیں کہ کلام مخالف ہو  
 اگر نظر انصاف سے نہیں دیکھا جاتا تو کوکستی ہی حق کیون نہ ہو تاہم تعصب بعض انشویٰ ہی  
 نظر آیا کرتے ہے۔ اقول۔ یعنی صاحب ہدایہ شیعہ کی نسبت یہ کہہنا نہیں چاہیے

لکھا ہے شاید اللہ غلطی سے رہ گیا ہو اور قرینہ ہی یہی چاہتا ہے کیونکہ اگر نسبت سلمہ اللہ  
 وادامہ برکاتہم لکھا ہے حضرت مجیب کی غرض یہی صاحب ہادیہ کشیدہ ہی ہے کیونکہ  
 سنا ہی یہ ہدیہ کشیدہ والے تو انتقال فرما گئے اور یہ حضرت زندہ و سالم میں خیر امین سے کوئی  
 صاحب ہون ہر دو صاحب کی نسبت یہ اعتراف ہے ہدیہ کشیدہ والے کے غلط و کذب بات  
 تو تحفہ الاشعر اسکی جواب میں درج ہیں اگرچہ میں تو حضرت مجیب ملاحظہ فرمالین۔ اور ہدیہ کشیدہ  
 والے حضرت کے اگر ایسی باتیں لکھیں جائیں تو یہ تحریر بجائی خود اسکا جواب اور سال ہو جائے  
 مگر حضرت کے ارشاد کی تعمیل میں کہہ گذارش ہوتا ہے بقول العبد الفقیر لے مولانا الفتنۃ  
 جو کہ اس قول میں کوئی امر قابل جواب نہیں اسلیٰ اسکی جواب میں کہہ نہیں تحریر ہوتا ہے  
 قال الفاضل المجیب - قولہ - کلام مخالف کو الخ یہ فرمانا نفس الامر میں بجا و درست ہے  
 مگر اس موقع پر یہ ارشاد بجائی خود نہیں بلکہ یوں مناسب کہ جب تعصب واپری نہیں ہے کچھ  
 انسان پر غالب ہوتی ہے تو گو کوئی امر اسکی تہمت ہی کتب معتبرہ و مذہبی میں کیوں نہ مذکور ہو  
 اگر ذرا ہی اپنے مذہب کے مخالف پاتا ہے تو صفاتی انکار کر جاتا ہے یا ایسی گول مول بات کہتا ہے  
 کہ اسکی مذہب کے مؤید ہو۔ یہی بقول العبد الفقیر لے مولانا الفتنۃ بیشک اس قول میں  
 بندہ کا اس امر کو مشن لکھنا بجائی خود نہیں تھا بلکہ چونکہ کو لکھنا چاہی تھا وہ بندہ نے  
 لکھا اور جو بدایہ تحقیقات مذہبی کے جناب کو سنا یا تو بتا وہ آپ نے تحریر فرمایا قال الفاضل  
 المجیب - قولہ - اور اگر اس باب میں کچھ استناد ہے تو ان امور کو تحریر فرما کر خدام مولانا  
 وادامہ برکاتہم کے پاس بھیج دیں اور قدرت خداوندی کا تا شام شاہدہ فرمادیں۔ اقول - اگر سب  
 کو لکھا جادو کر لو بجائی خود وہ جواب ایک رسالہ ہو جائے مگر ارشاد کی تعمیل میں صرف ایک ہی  
 زیادت نرغش کرتے ہیں اور قدرت خداوندی کے تماشے کے منظر میں بقول العبد  
 الفقیر لے مولانا الفتنۃ - یہی ہم ہی حاضر ہیں۔ قولہ قدرت خداوندی  
 کا کام حق کو چھپا نہیں اقول آپ اور یہ فرمائیں ہر دو مذہب جناب قدرت

نہ دندی کا یہ ہی کام ہے کہ جس کو جو احوال بہت عقین میں نقل انظم آج اس وقت  
 تک چھپا ہوا ہے نقل اصغر گویا بیست و چھٹی دوسرے از خلیات مسائل میں صد افسوس رہا  
 وصیت نامہ آج تک چھپا ہوا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ اعتقاد پوسیدگی خداوند تعالیٰ کی  
 قدرت بلکہ اس کے حکم پر گئی تو پھر یہ کہ یہ درما کر قدرت خداوندی کا کام حق کو چھپانا نہیں  
 سب سے بڑا گنہگار ہے اور اس پر طرفہ نماش یہ ہے کہ باوجود ان پوشیدگیوں کی پھر بھی  
 خداوند تعالیٰ پر واجب ہے بجا نہ دقائے عن ذلک قولہ اور نیز حضرت حبیب  
 خداوندی تو کیا وہاں ہر گز دیکھنے کیا سحر ساری آرہا کیا مگر۔ اقول گو میں ابی بحر  
 سابق میں اپنے نسبت اسکا دعویٰ نہیں لیکن جیسا حبیب بیست و چھٹی مجھی کو خطاب کیا تو میں  
 کچھ کچھ قدرت خداوندی کا قاتل وہاں لائے کے واسطے حاضر ہوں یہ زمانہ قیامت سے  
 دستور ہے حق کے ساتھ یہ ہی سلوک ہوا کیا ہے بیشک اب ہی قاعدہ سیر کے خلاف  
 و سکو سچ سمجھو۔ شعبہ فرمایا مگر۔ کہاں کہ کبھی ح کی نسبت پہلے کہا گیا ہے  
 وہی آپ سی فرمائیے اسکی ہر گز شکایت نہیں جب اسبار درسل کے ساتھ ایسا ہوا ہے تو  
 میں تو ایک مدہ گنہگار خطا کار ہوں۔ قولہ رسالہ ہر ایستید میں سوال دوم کے جواب  
 واقعہ صفحہ ۱۲ میں آپ کے مولانا یہ تحریر فرماتے ہیں۔ اور یہ عقد انصار اس بات پر مجتمع ہوئے  
 ہتھ کر ایک امیر نصاب میں ہو اور ایک ہا حریں میں اور حدیث الامتہ میں قریش کا اذکار کچھ خیال  
 نہیں رہا ہتھ کر ایک کو بدو معصوم ہیں ہتھ کر لسان اس ہوا و نہر ہو سکر اور اسے تحقیقت ہو  
 سکر تو معصوم ہی مامون نہیں اور علم ماکان دیا کیوں ہی اذکار نہ ہتھ کر عیب کیا جادی  
 کہ یہ مسئلہ اذکار معلوم کون نہ تھا اگر معلوم ہی ہو تو یہی کچھ ہر جن میں جب تعین دہان  
 تشریف لے گئے اور اس حدیث کو پس کیا اوس سے اذکار وہ ارادہ مستح ہو گیا اور سب  
 ابو بکر کے ماتہ پر محبت سے نہتی بقدر احتیاج۔ اگر آپ اسکو بخاری کی روایت کے مطابق  
 کر سکتے ہیں تو کیجئے ہم ہی قدرت خداوندی کے قاتلی موجود کے منظر میں اقول

جناب میر صاحب گستاخی معاف۔ کیا یہی وہ اغلاط و کذبات ہیں جو آپ نے اور آپ کے  
 ہم مذہبوں نے ہدیہ الشیعہ اور ہدایۃ الشیعہ سے تتبع فرما کر نکالیں انفس کے آپ صاحب سلیس اور  
 سہل عبارت اردو ہی نہیں سمجھ سکتے کیا اسی پر قدرت خداوندی کے مشاہدہ کے منتظر  
 ہیں۔ اجماعی حضرت پہلے تو آپ نے اس قول میں اور بخاری کی روایت میں معارضہ ثابت  
 کیا ہوتا۔ ادھر بعد آپ جواب کے منتظر ہوئی ہوتے۔ اولاً ہم کسی کو تسلیم نہیں کرتے کہ اس  
 عبارت میں اور روایت بخاری میں تعارض ہے اگرچہ ہلکوا اس نفی پر دلیل لانی کے حاجت ہیں  
 اور یہ منع ہی کانے ہے آپ کا ذمہ ہے کہ آپ دلیل سے معارضہ ثابت فرما دیں لیکن تاہم  
 تبرعاً گزارش کرتا ہوں کہ یہ معارضہ اس دلیل سے باطل ہے کہ یہ قضیہ کلیہ اوس فرد کو  
 شامل نہیں جبکہ روایت بخاری متضمن ہے۔ پس معارضہ منتفی ہوا تفصیل اس اجمال کی  
 یہ ہے کہ عبارت مذکورہ سے بصرۃً تمام یہ مضمون سیطرہ ہوتا ہے کہ بعد وفات سرور کائنات کے  
 معاملاً خلافت میں جماعت انصار کی طرف سے ہر گز اوٹھا اور اونوں نے یہ چاہا کہ ایک امیر  
 اہم میں سے ہی ہو اوس شخصین شقیفہ میں جہاں انکا اجتماع تھا تشریف لیکن اور حدیث  
 الائمہ میں قریش کو پیش کیا اوس سے انکا وہ ارادہ فسخ ہو گیا۔ اور ان سب نے ابو بکرؓ کے لئے یہ  
 بیعت کر لے۔ اگر جناب کے فہم شریف میں نہ آویز تو کسی مصنف اردو خوان سے آپ  
 دریافت فرمائیجے کہ اس عبارت کے سیاق سے لفظ (سب نے) سے کون مراد ہیں  
 آیا تمام افراد بنی آدم مراد ہیں یا تمام صحابہ صحابہ جبرین و انصار و طلقاء اور جملہ مومنین  
 و مومنات مراد ہیں۔ یا تمام حاضرین شقیفہ مراد ہیں یا تمام انصار حاضرین شقیفہ مراد ہیں  
 سیاق عبارت ان محتملات میں سے کوئی احتمال کے یقین کرتا ہے۔ پھر اگر کوئی شخص  
 بھی انکو یہ کہے کہ اس عبارت سے احتمال اول یا ثانی مفہوم ہوتا ہے تو آپ ہم سے دست  
 و گریبان ہوں۔ لیکن خوش فہمی سے اپنی آپ خلاف سیاق ایک محتمل اپنی  
 ذہن میں متعین کر لیا اور اوس پر اعتراض کر دیا فہم و فراست دین دیانت سیکھا تو نام ہر

جناب میں۔ سو قہار مہر وال ہے کہ جو لوگ بر سر مخالفت تھیں انہوں نے نہ بیعت  
 نہ نہ من قرین سنگہ مخالفت کو ترک کیا اور نے بیعت کر لے باغایت سے غایت یہ ہر دو کچھ  
 ہر کہ تمام حاضرین متفقہ نے بیعت کر لے مخالفت نے اپنی مخالفت سے دست بردار ہو کر بیعت کی  
 تو جب انہوں نے بیعت کر تو منافقین جن کو کسی قسم سے مخالفت تھی ہی نہیں انہوں نے  
 بالا دے بیعت کی ہو کی دس اور حاشا کہ اس عبارت سے بیعت کرنا تمام صحابہ کا منہم ہوتا  
 یا کوئی اہلسنت سے اس امر کا قائل ہو کہ متفقہ میں تمام صحابہ نے بیعت کی تھی پس شخص حضرت  
 خوش فہمی تھی کہ جو باعث اعتراض کے اس عبارت پر ہوئی اور نظر اس جہت کی ہے  
 جو اپنی زبان سے مذہبی بیعت اور منصب کے بابت فرمایا تھا۔ رہا یہ سوال کہ جب یہ بیعت  
 عامہ نہیں ہوئی تھی تو اس بیعت سے شخص خلافت کیونکر تسلیم ہوا سو اس کا جواب یہ ہے  
 کہ اگرچہ بیعت عامہ نہیں ہوئی تھی۔ لیکن حضرت صدیق کے اہتیار خلافت میں صحابہ  
 کسی شخص کو نال و انکار نہیں تھا بلکہ اتفاق کلمہ جموں کہوں حضرت کے استحقاق خلافت  
 کا قائل تھے تو اگرچہ بیعت واقع نہیں ہوئی لیکن جب کسی کو استحقاق میں نہ دیتا تو  
 اونکا سکوت بہتر لو بیعت و قبول کے ہو گیا۔ چنانچہ جب اس کی بیعت عامہ واقع ہوئی تو اس نے  
 بقول راجع بیعت کر لے۔ چنانچہ ہم مضمون کو مطادی بحاث گذشتہ میں تفصیل تمام  
 بیان کر آ کر میں۔ مہذبہ اس امر کا تو فیصلہ خود جناب مشکل کیا ہی فرما گئے اور فرما گئے  
 کہ انعام و خلافت کے لیے جمیع اہل حل عقد کا ہونا کچھ ضرور نہیں چنانچہ فیج البلاغات  
 کہ مواقع مختلفہ میں مذکور ہے اور اسکو بھی ہم اسبق میں مفصل بیان کر آ کر میں۔ تو اس  
 ثابت ہوا کہ جب بعض اہل حل و عقد نے بیعت کر لے خلافت منعقد ہو گئی اور حاضر و غائب  
 ہو گئی۔ پس جو اس سے پہلے وہ حسب ارشاد جناب امیر سیدیل المومنین سے منقول ہوا  
 اور مستوجب اقبال و استحقاق و خل جنم ہے پس یوم تہنیت بعض کا بیعت کرنا انعام  
 خلافت کے واسطے کافی ہوا۔ دوسری جگہ سنا بظاہر قارض واقع ہے لیکن یہ قارض

مرفوع ہے کیونکہ یہ اطلاق مجازی ہے قبیل اطلاق الکل علی الاثر جو شائع مستفیض ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اس موقع میں جہاں حقیقت متعذر ہو کلام مجاز پر محمول ہوتی ہے من غیر تکرار اس جگہ ایک روایت گذارش ہے سر صافی نے قتی و ستاد ابو جعفر کلینی سے نقل کی ہے عن ابی جعفر قال قال امیر المؤمنین بعد وفات رسول اللہ فی المسجد والناس مجتمعون بصوت عال الذین کفروا وصدوا عن سبیل اللہ اضل اعمالہم فقال قال لہ ابن عباس یا ابا الحسن لم قلت ما قلت قال ورائت شیئا من القرآن قال لقد قلت لا امرہ قال نعم ان اللہ یقول فی کتابہ وما اسکم الرسول فخذوہ وما نہکم عنہ فاستہوا فتشہد علی رسول اللہ انہ استخلف ابابکر قال ما سمعت رسول اللہ اوصی لا الیک قال فضلا بالیقینی قال اجتمع الناس علی ابی بکر فکت منهم فقال امیر المؤمنین کما اجتمع اهل العجل علی العجل ہنا فنتم وذلکم مکمل الذی استموا قد تارانا اصابا و ما حوالہ ذہب اللہ بنورہم ہذا تکرار اس روایت میں ابن عباس کے جواب میں یہ الفاظ ہیں۔ قال اجتمع الناس علی ابی بکر فکت منهم۔ اس میں قطع نظر اس سے کہ جمع صرف باللام مفید عموم کو ہوتے ہے یا نہیں ہوتے سیاق کلام سے مفہوم ہوتا ہے کہ بعض الناس مراد نہیں کیونکہ بعض چند آدمیوں کا اجتماع خصوصاً ایک ایسے امر پر جو خلاف رسول کو ہو داسی اس امر کو نہیں کہ ایک مومن کامل الایمان اور انکا اتباع کر کے رسول کے مخالفت کرے

۱۔ بے جہت سے مروی ہے کہ امیر المؤمنین نے بعد وفات رسول اللہ کے مسجد میں جبکہ لوگ بیٹھے تھے بلند آواز سے پڑھا (جنہوں نے کفر کیا اور اللہ کے راہ سے روکا اور انکی اعمال برباد کر دی) ابن عباس نے پوچھا ای ابا الحسن جو کچھ تو بیٹھے پڑھا تھا کیوں پڑھا تھا تو ان میں سے کچھ نے پڑھا تھا ابن عباس نے کہا یا تحقیق کیسے جو سے تو آیت پڑھتا تھا۔ کہا۔ مان۔ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے (تمہارا پیاس جو کچھ رسول دیا اسکو لو۔ اور جس سے اوپر منع کیا اس سے باز رہو) پھر کیا تو رسول اللہ پر شہادت دیتا کہ ابوبکر کو خلیفہ بنایا۔ کہا رسول اللہ نے تو میری بیعت کی میری بیعت کے نہیں سنا۔ کہا پھر کیوں مجھ پر بیعت نہ کی۔ کہا کہ لوگ ابوبکر پر اکٹھے ہو گئی تھے میں ہوا دین تھا۔ امیر المؤمنین نے فرمایا جیسی کو سالہ پرست گو سالہ پر اکٹھے ہو گئی تھے میں تم فتنہ میں پڑا رہا۔ یہی مثل اگ روشن کر نیو (جیسی ہے۔ جب رستی میں گرا کر دروازہ کھول دیا تو اللہ نے اذکار کو دیا۔ ۱۲۔



یہ ایسی وقت متحقق ہو چیکہ جمیع افراد صنفیہ ایک امر پر مجتمع ہوں یا اکثر اور اکثر یا سب پر مجتمع  
 ہوں ہو کہ باقی بہ نسبت اذکر حکم من عدم اور کا نلم کین کے ہوں۔ تو ایسی حالت میں ہی اذکر  
 کل پر کیا جاسکتا ہے اور اس کل کا تحقق بعض کثیرین کے ہوگا تو معلوم ہوا کہ ابن عباس  
 اپنے جواب میں اجتماع الناس سے جمیع الناس مراد لی ہیں جن کا تحقق بعض اکثر ہے۔ علامہ  
 اسکو یہ اطلاق ایسا شائع ہے کہ اسکو مدعا نشیرین دستیاب ہو سکتی ہیں۔ تیسری یہ  
 کہ سننے والا کہ اس عبارت کے اس جملہ میں لفظ (سب) سے تمام صحابہ ہی مراد ہیں تاہم  
 ہم کہتے ہیں کہ بخاری کی روایت سے اس عبارت کو ہرگز متعارض نہیں کیونکہ آپ نے  
 رسائل منطق میں دیکھا ہوگا کہ تحقق متناقض کے لیے منجملہ وحداث کے ایک اتحاد مانہ کے  
 ہی شرط ہے اگر دو حکم باعتبار ازمنہ مختلفانہ کے متعارض ہو گئے تو اوہ نہیں کوئی عامل  
 متعارض متناقض نہیں کہیگا۔ پس ہم کہتے ہیں کہ عبارت ہدایم تبعہ میں یہ جملہ (اور سب) ہو کر  
 (کہا ہند پر بیعت کر لے) جو مذکور ہے اسکو معنی یہ ہیں کہ انجام کار رفتہ رفتہ سب نے بیعت کر لے  
 جو حاضرین تھے اوہوں نے اور سیو وقت بیعت کر لے اور جو غائبین تھے اوہوں نے  
 یہی بیعت کی۔ اس جملہ میں یہ کہاں مذکور ہے کہ سب حاضرین اور غائبین نے اور سیو وقت  
 بیعت کر لے یہ ہرگز اس سے ثابت نہیں ہوتا۔ اسکا حاصل اس میں ہے کہ سب بیعت  
 متحقق ہو گئے۔ پس غلط یہاں سے واقع ہوئی کہ قبہ وقت کے اپنی طرف سے تراش کر  
 اوہیں بڑا دی۔ تو اس صورت میں کچھ متعارض درمیان حدیث بخاری اور اس عبارت کے  
 باقی نہ رہا۔ چوتھی یہ کہ ممکن ہے کہ عبارت ہدایم تبعہ کا مدار ان روایات پر ہو جو دربارہ  
 تمام صحابہ جو وہ جلسہ میں اول تصفیہ بنی ساعدہ میں بیعت خاصہ اور دوسری مسجد نبوی میں  
 بیعت عامہ واقع ہوئے تھے وارد ہوئی۔ جن میں جناب امیر ہی شامل تھے۔ اور چونکہ بیعت  
 ثانیہ جو اکثر ہی روز دوسرے مسجد میں بیعت اولے کے متصل واقع ہوئی تو گویا ہند لے کر  
 ہوئی کہ اذکر تحقق ایک ہی وقت میں واقع ہوا۔ اور سب صحابہ نے گویا ایک ہی وقت میں

بیعت کی۔ تو اس صورت میں عبارت ہدایہ شیعہ کے اگرچہ معارض روایت بخاری کی ہو  
 لیکن دوسری روایات صحیحہ کے جو بیعت واقع ہوئی میں موافق ہوئی اور معارضہ روایت  
 بخاری سے اس وقت میں جبکہ اور روایات کے موافق ہے کچھ اعتراض نہیں ہو سکتا۔ رہا یہ  
 کہ پہلے یہ روایات معارض روایت بخاری کے ہوئی تو چونکہ اللہ تعالیٰ ہر قسم ان روایات کو مع  
 وجہ تطبیق کے گزشتہ احکامات میں بیان کر آئی ہیں۔ پانچویں مسئلہ کہ اس لفظ سے جو پیش  
 میں مذکور ہے، تمام مسلمان ملزم ہیں اور یہ لفظ بخاری کی روایت کے مخالف ہے لیکن جبکہ  
 اکابر علماء نے بھی سب مسلمانوں کو بیعت کرنا لازم کر کے ساتھ تسلیم کر لیا باوجودیکہ آپ کے  
 اصولی مذہب اور مفروض روایات کے صریح مخالف ہے تو پھر آپ ہدایہ شیعہ کے مخالف کو  
 کس مذہب سے کہہ سکتے ہیں آیات بنیات صنف ہم پر لکھا ہے۔ رہا یہ امر کہ سب مسلمانوں نے جو  
 اس وقت ہجو ابو بکر صدیق کی بیعت کے یا قرار علماء شیعہ ثابت ہے جیسا کہ شریف مرتضیٰ کے  
 قول سے ظاہر ہے جو بخارا لاوار کے محلہ قن میں مستقر تھا اور چکا تہ مجتہد صاحب نے  
 یائین الفاظ کیا ہے جمیع مسلمانوں کو ابو بکر بیعت کر دے و انہما در رضا و خوشنودی باہر و برون  
 مدینان یسوی او نمودند و گفتند کہ مخالف اور بدعت کنندہ و خارج اسلام ست۔ پس  
 جب ہجو علماء نے باوجود ممانعتی ہونے مذہب کے سب مومنین کے بیعت کر نیکو تسلیم کر لیا  
 تو اگر ایسے نے ایسا کیا تو کیا عیب ہے کہ انکا عین مذہب سے اور مخالف کا جواب  
 جواب دیں وہ بھی بخاری طرف سے قبول فرما دیں۔ چھٹی بطور تلخ کے آپ کے ہر قاعدہ کے  
 موافق ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ الزام انہی مسلمات مذہب سے ہوا کرتا ہے اور بخاری کی  
 روایت ہمارا لازم مذہب ہے عین مذہب نہیں۔ پس اس معارض کا الزام ہدایہ شیعہ  
 کی عبارت پر نہیں ہو سکتا۔ قال الفاصل المحبیب۔ قولہ۔ بعد انصر من حال  
 کیا جناب قاضی نور اللہ ثوستری کا تعصب و تحائف اس سے کچھ کم ہے جاہلو  
 و نجواب است فانزل اللہ سکینۃ علیہ کہ فرمایا اور اس کی نبت کمال تحت فرمایا ہی

کہ چون این سخن را گوش ناصبان شنید باعث حیرت ایشان گردید و در حیلہ خلاصی از ان پنا  
 ایشان برسد او صاحب تعلیب الکائد نے اپنی کتاب میں سپر برانڈا کیا ہر قاضی صاحب فراموش  
 آچہ کاشف صحت بیان مذکور فوائد بود است کہ مقدمان مارضوان اللہ علیہ افادہ فرمود  
 کہ خدا تعالیٰ و پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کہ انزال سکینہ فرمود الا انزل  
 انزال شامل جمیع ایشان دہشتہ انتہی منقول از آیات بنیات - اب اس عبارت سے ملاحظہ فرمایا  
 کہ قاضی صاحب نے کیسے افتخار کے ساتھ تعصب میں اگر کیا ہے اصل دعویٰ مخالفت قرآن  
 کو فرمایا ہے اور منسوخ ہے کہ اس میں شر قاضی صاحب ہی کی طرف تعصب و مخالفت کا الزام نہ  
 بلکہ قاضی صاحب نے فوراً کر مانی ہو کر لکھو یہی اس میں شریک فرمایا ہے - فاعبروا بالاولی الامان -  
 اقول - سبحان اللہ جناب قاضی صاحب فوراً اللہ مرقدہ کے دعویٰ کو اس سے کیا نسبت - اس میں  
 ادسین زمین آسمان کا فرق ہے کہ ان وہ امر دافعی اند کہ ان یہ گول مول بات جو بالکل  
 بخاری وغیرہ کے مخالف ہے - اس ایک ہی روایت سے آپ کی میر مہدی صاحب کا یہ  
 علم و تدبیر بخوبی واضح ہے اور وہ یہ ہی مقام ہے کہ جب کا ہم سابقین میں وعدہ کر آئیں  
 ان حضرات پر تو کچھ فیوض نہیں کیونکہ ایک اعلیٰ سر میں مدت تک سرکاری نوکری میں تو غل رہا  
 اور علم کی طرف توجہ نہ رہی - مگر حضرت مجیب البیب پر نہایت تعجب ہے کہ باوجود دعویٰ مسلم  
 و بفضل اس عبارت مندرجہ آیات بنیات کو غور سے ملاحظہ فرمایا - اور اپنی علم و فہم سے کام  
 نہ لیا - میر مہدی صاحب کے چکنی چٹری باتوں میں آگئے - یہ تو فارسی عبارت ہے اس جگہ  
 حضرت میر مہدی صاحب کی وہ چالاکی و دیانت جو عبارت عربیہ کے ترجمہ میں فرماتے ہیں  
 ہندی و فارسی خوان کے سامنے ہی پیش بنائیں گے - حضرت جو ش منصب اسکو کہتے ہیں اور  
 ہٹ دھرمی و جن پوشی اسکا نام ہے - کہ ایک ایسا جے سر دیا دعویٰ کیا کہ جو عبادت الہی  
 دعویٰ کے ثبوت میں نقل فرمائی ادسین اوکا نشان تک نہیں ہے بلکہ اسکا نام ہے  
 آپ قیاس کر سکتے ہیں کہ جو حوالے ان حضرات نے اور کتابوں کے دیئے ہیں نہیں کیا

کچھ تصرف کیا ہوگا۔ اگرچہ آپکا دعویٰ تعصب و مخالفت کا نسبت جناب قاضی صاحب فرمایا  
 مرتضیٰ اسی عبارت سے جو آپنے نقل فرمائی رد و باطل ہے۔ تعجب افسوس ہے کہ آپنے  
 عبارت نقل کرتے وقت اسکا الفاظ کے معنی سمجھنے پر توجہ نہ فرمائی۔ اور محض جوش تعصب  
 میں آکر اپنے دعویٰ کے مخالفت عبارت نقل کر دی بقول العبد الفقیر الی مولانا الغنی  
 یہ عبارت بطور توطیہ و مہند کے لکھی گئی ہے۔ اس میں جعفر آپنے لن ترابنا فرمائی میں  
 اذکر حقیقت قول آئندہ میں بخوبی منکشف ہو جائیگا۔ اس واسطے کہ کچھ مناسبتیں معلوم  
 ہوتا کہ اس کے جواب میں تطویل لائے اور تفسیر اوقات لاحاصل کریں ہماری میر مہدی  
 صاحب کی چالاکی اور دیانت اور ہٹ دھرمی و حق پوشی و جوش تعصب اور باطل علم  
 و تدبیر۔ اور ہمارا جوش تعصب اور مطلب عبارت کو نہ سمجھنا اور آپکا اور آپکا قاضی صاحب کا  
 صدق و دعویٰ اور علم و انصاف اور اس دعویٰ کا موافق یا مخالف کتاب اللہ کے ہونا  
 سب کچھ درج ہے ہو جائیگا۔ **قول** مگر تو ضیحا لہم ارم ہم آیات بنیات کے ہی عبارت  
 منقولہ لکھتی ہیں اور حضرت مجیب اور نیز اور دیکھنے والوں سے انصاف کے خواہان ہیں بعد  
 نقل عبارت تقریر میر مہدی صاحب کی نقل کر کے اور اس کا جواب گذارش کرتے ہیں۔ وہ تو  
 آپکا کشف صحت بیان مذکور تو اندہ بود آنت کہ مقدمان مشائخ مارضوان اللہ علیہم افاؤ  
 فرمودہ اند کہ خدای تعالیٰ ہرگز دسیج جائی کی کی ازل ایان با حضرت پیغمبر بودہ اند  
 انزال سکینہ نہ نمود الا انکہ نزول انرا شامل جمیع ایشان داشت چنانچہ در بعضی آیات فرمود

و یوم حنین اذا عجبکم کثر تکم فلم تغربکم شیاً و صافقت علیکم الارض  
 بعد رحبت لکم و لیتم مدبرین ثم انزل اللہ سکینتہ علی رسولہ و علی المؤمنین و در  
 دیگر گفتہ فانزل اللہ سکینتہ علی رسولہ و علی المؤمنین و چون با حضرت غیر از ابوبکر  
 و غار بنود لاجرم خدای تعالیٰ آنحضرت را در نزول سکینہ منقر و ساخت و اورا بان مخصوص  
 کرد ایہ ہو باریا بکرت ندا گوشت فانزل اللہ سکینتہ علیہ و ایہ بخود لے تر وھا پس اگر

ابوبکر مومن می بود باستی کہ خدائی تقالے دین آیت اور اجاری مجری سونمان می نمود در  
عموم سکینه داخل می فرمود۔ اسے قولہ تبارین نزول سکینه مخصوص اندہ باشد و ابوبکر  
بواسطہ عدم ایمان از فضیلت سکینه محروم ماندہ باشد۔ و ایضا نص قرآنی ابادار و از انکہ در آیت  
غار سکینه بغیر رسول باشد۔ جناب قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عبارت ہے جو آیات میں  
والے نے اپنے رسالہ میں نقل کی ہے۔ آپ کے ہمدی صاحب جو اسکا خلاصہ تحریر فرماتے  
ہیں اسکو ملاحظہ فرمائیے۔ اول انصاف سے کہی کہ کونکہ الفاظ عبارت مذکورہ کے اعلیٰ خلاصہ  
دلائل کرتی ہے آپ کے ہمدی صاحب فرماتے ہیں۔ خلاصہ اس ساری تقریر کا یہ ہے کہ اللہ  
جہان تسلی مومنین پر نازل کی ہے تو ان اول رسول پر نازل کی اور بعدہ مومنین پر ہی کچھ  
نقطہ مومنین پر تسلی نازل نہیں کی تو کیونکہ ممکن ہے کہ غار میں پیغمبر صاحب کو چور کھڑا  
ابوبکر پر تسلی نازل کی ہو۔ پس اس آیت سے ابوبکر کا عدم ایمان ثابت ہوا اسلی کی اگر  
با ایمان ہوتے تو بشمول پیغمبر کے ضرور خداوند نہر ہی تسلی نازل کرتا انتہی بعد از کمال  
حضرت حبیب اور حضرت امہ انصاف فرمادیں اور متبلا میں کہ یہ خلاصہ کن اشکاف پس اس  
عبارت کے کھٹا ہے کہ خدا نے جہان تسلی مومنین پر نازل کی ہے تو ان اول رسول پر  
نازل کی ہے اور بعدہ مومنین پر۔ الخ۔ عبارت تو یہ ہے کہ خدا تقالے ہرگز دیکھ جائی  
کہ کی انہا ایمان یا حضرت پیغمبر و دلائل انزال سکینہ نہ نمود اللہ انکہ نزول آرا شامل جمع ایسا  
دہشتہ ہج۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ خدا تقالے نے کبھی کسی ایسی جگہ کو اہل ایمان پر ہی  
کوئی شخص حضرت پیغمبر کے ہمراہ ہوئی میں تسلی نازل نہیں فرمائی۔ مگر یہ کہ اسکو نازل کر  
سکر شامل کہ اس پر چنانچہ جناب قاضی صاحب نے جو آیتیں لکھی ہیں وہ اسی مطلب پر وال  
میں یہ کہان ہے جہان خدا نے تسلی مومنین پر نازل کی تو ان اول رسول پر  
نازل کی اور بعدہ مومنین پر۔ اقول خلاصہ اس ساری تطویل لا طائل اور طویل  
لا حاصل کا یہ ہے۔ کہ مولانا سید ہمدی علی صاحب نے جو خلاصہ کہ عبارت قاضی صاحب

بیان کیا ہے اور میں دشمن نہ کہتا ہے۔ خلاصہ اس ساری تقریر کا یہ ہے کہ خدا نے  
 جہان کین تسلی میں پہ نازل کی ہے تو ان اول رسول پر نازل کی اور بعد میں  
 تو یہ جو ادیان نے لکھا ہے کہ اول رسول پر اور بعد میں نبیوں پر یہ غلط ہے۔ اور اس کے  
 چالاک قرار دیا ہے اور اس کے جو ش تعصب پھر لیا ہے اور اس کے لیے دیانتی اور سب دہری اور  
 حق پوشی وغیرہ سے تعبیر کیا ہے۔ اب ہم انصاف سے خدائی میں کہ خدا نے اس کو جو کہ ہم  
 و فرامین کہ سید ہدی علی نے یہ امر واقع اور نفس الامر کے موافق لکھا یا مخالف ہے  
 و کی چالاک اور دیانتی اور حق پوشی یا ان کی مناسبت اور دیانت اور حق گوئی اصل  
 یہ ہے کہ ہماری فاضل مجیب نے یہ خوب سمجھ لیا تھا کہ اصل اور احسن تو جناب فاضل صاحب  
 عرفہ نہیں ہو سکتا تو ایسی ہی جو ش و خرویش اور گھٹڑ بھیکوین کا منہ نکالو۔ پس  
 ب انکا جواب یہی س اول ہم اپنی فاضل مجیب ہی کو منصف مقرر کرتے ہیں کہ جہاں  
 رسول اور جو میں پر سب پر سکینہ نازل ہوا تو وہ ان کے صلب و خفایا رسول سکینہ میں  
 رہا رہے اور سب کے اوپر بالاصلاح اور بالاسفہال سکینہ نازل ہوا یا یہ کہ نزد سکینہ کا رسول  
 راؤ لا اور بالذات ہی اور جو میں پر ثانیاً وبالعرض ہے۔ اگر امر ثانی ہے تو عین مدعا ہے  
 لیا چکا و اولاً امر ہر جا اور اگر اول ہے تو لائے باطل ہے کیونکہ تشریف خداوندی میں جب  
 اول اور جو میں سب شامل ہوں تو ظاہر ہے کہ جو میں کو وہ تشریف بواسطہ رسول کے ہوگی  
 رسول کو وہ تشریف اول حاصل ہوگی اور جو میں کو یہ ہے اور اگر جو میں کو یہی بالذات  
 صل ہو تو مساوات لازم آئے۔ دوسری یہ کہ ہم کہتے ہیں کہ یہ آیت اور آیت نظم قرآن  
 و یہی مفہوم ہوتی ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ آیت مذکورہ میں علی ہوں و علی المؤمنین۔ واقع  
 اور اس میں اول تو رسول کے جو بالاتفاق افضل اور حق پر مقدم دوسری یہ کہ رسول کو اپنے  
 یہ کہ طرف مضاف فرمایا جو کمال خصوصیت اور تشریف پر دل ہے۔ تیسری یہ کہ سکینہ  
 یا اپنی ضمیر کی طرف مضاف فرمایا اور رسول کو یہی اپنے ضمیر کی طرف مضاف کیا

آیت خاکہ جو ابن عباسی از اسرار مستبری علیہ السلام  
 دو خط کی تائید کرتی ہے۔

جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اپنے خاص تشریف ادا اپنے خاص رسول ہی کے واسطے ہے اور امین کوئی اس کا شریک نہیں ہے۔ چوتھی یہ کہ تاخیر مومنین کے باوجود احادیث لفظ جار کے وال تبت پر ہے غرض اس مجموعہ صاف سمجھ میں آتا ہے کہ نزول سکینہ کا اولاً رسول پر ہے اور ثانیاً مومنین پر جیسا کہ صلوات میں بھی یہی امر مہود ہے۔ تیسری یہ کہ اس عبارت میں جو آپ کے قاضی صاحب نے تحریر فرمائی ہے لکھا ہے۔ کہ کی ازال ایلان یا حضرت یغیہر بودہ اند۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نزول سکینہ کا مومنین پر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت ہی میں ہوا ہے کہ لفظ با جو مصاحبت کے واسطے ہے پھر وال ہے اور ظاہر ہے کہ جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مصاحبت میں یہ تشریف تو کرم حاصل ہوئی ہے تو بواسطہ برکات مصاحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حاصل ہوئی ہوگی تو حق یہ ہے کہ اول رسول کو حاصل ہوئی اور بعد اس کے بالترتیب مومنین بھی اور امین شامل ہوں چوتھی یہ کہ اگر بلیہ دیت و ثنویت عبارت قاضی صاحب سے مفہوم نہیں ہوتی اور یہ واقعی صحیح ہے تو اس سے کیا اعتراض کو ثنویت ہوئی اور کیا یہ دیا تھی اور حق پوشی اور جوش تشبہا جبر آپ نے یہ غلطی شور مچا رکھا ہے۔ اور اگر قطع نظر ثنویت کے یہ اعتراض اس پر ہے کہ خدا تعالیٰ نے جہان نسی مومنین پر نازل فرمایا۔ تو وہ ان رسول اور مومنین پر سب پر نازل فرمائی۔ اور حاصل اعتراض یہ ہے کہ نزول نسی کا مومنین پر بشمول نسی کو جو با ہم استلزام جہان کیا گیا ہے یہ غلط ہے اور قاضی صاحب کی عبارت سے ثابت نہیں تو یہ خود آپ کی ہی فوسنہی ہے کہ قاضی صاحب کی عبارت نہیں سمجھی تو ستر صاحب کی عبارت سے بخوبی یہ مفہوم ثابت ہو رہا ہے کہ وہ فرماتے ہیں۔ خدای تعالیٰ ہرگز وہ سچ جائی کہ کی ازال ایلان یا حضرت یغیہر بودہ اند انزال سکینہ نہ نمود۔ الا آنکہ نزول آنرا شامل جمیع ایشان ہوتے۔ حاصل اسکا یہ ہے کہ جس جگہ خدا تعالیٰ نے سکینہ نازل فرمایا اور حضرت کے ساتھ ایک ہی ازل ایمان سے تھا تو وہ ان نزول سکینہ میں سب کو شامل فرمایا۔ تو اس سے صریح ثابت ہوتا ہے





مومنین پر بیان فرمائی ہے۔ اور رسول کو اسمین شامل نہیں کیا ان دونو موقوفین آپ کے قاضی صاحب  
 یہ قول جہانیکہ کہ یکے از اہل ایمان با حضرت پیغمبر بودہ اند صادق آتا ہے یا نہیں اور ظاہر ہے  
 کہ ان دونو موقوفین میں صحابہ صاحب رسولؐ علیہ السلام کے ہیں اور نزول سکینہ کا بھی  
 اسبغہ ہے اور آپ کے قاضی صاحب ایسے مواقع میں شمول کو واجب اور اؤکہ فرماتے ہیں۔ تو  
 اب دیکھنا چاہیے کہ موافق قول آپ کے قاضی صاحب کے شمول سکینہ کا رسولؐ اور مومنین کب ہوا  
 مخالف قول قاضی کے انفراد ہے قرآن شریف کو لکھ کر جو دیکھتے ہیں تو اسمین تو مخالف دعویٰ  
 قاضی صاحب انفراد مومنین کا تسلی کے ساتھ معلوم ہوتا ہے اور قرآن قاضی صاحب  
 کی تکذیب کرتا ہے یا یوں کہو کہ قاضی صاحب اپنے قول میں قرآن کی تکذیب فرماتے ہیں  
 تو ثابت ہوا کہ حسب تحریر سامی یہی قاضی صاحب کا دعویٰ غلط اور مخالف قرآن کے ہے  
 جو لوہوں نے جو شش نقشب میں اگر بدل سکے کہ قرآن کو دیکھیں لکھ دیا اب آپ چاہتے ہیں کہ  
 چند خرافات سے اس الزام کو لائے لوح جبین تحریر سے دفع کریں تو پہلا یہ کہ ممکن ہے قول  
 بلکہ جناب قاضی صاحب علیہ الرحمۃ تو یہ فرماتے ہیں کہ جہاں رسولؐ پر تسلی نازل کی ہے  
 اور مومنین بھی رسولؐ کے ساتھ ہوئی ہیں تو مومنین کو بھی اس تسلی میں شامل کر لیا ہے  
 کہ صرف رسولؐ پر ہی نازل فرمائی ہو اور مومنین کا ذکر نہ کیا ہو اور آیت غار میں یہ نہیں ہے  
 بلکہ رسولؐ کا ہی ذکر فرما کر اللہ جل شانہ خاموش ہو گیا اقول حضرت مجیب اور ان کے  
 ہم مذہب اور اہل الفضاں لہ الفضاں فرمائیں اور بتلائیں کہ اگر وہ خلاصہ جو میر مہدی صاحب  
 سلمہ نے لکھا تھا غلط تھا جیسا کہ ہماری فاضل مجیب دعویٰ کر آئے ہیں تو یہ جو ہمارے  
 فاضل مجیب کے قاضی صاحب کی عبارت کا مطلب کہتا ہے اس عبارت کے کن لفظوں سے  
 فاضل ہے کہ خدا تعالیٰ نے جناب رسولؐ پر تسلی نازل کی ہے اور ایمان مومنین بھی  
 ہیں تو مومنین کو بھی شامل کر لیا جو الزام کہ آپ سپہ مہدی علی صاحب سلمہ کو دستہ میں  
 اوس الزام کے خود آپ مستحق ہوئے۔ اگر یہ مطلب جو آئینہ قاضی صاحب کی عبارت کا

بیان فرمایا ہے صحیح ہے اور عبارت کے الفاظ سے پیدا ہوتا ہے تو وہ مطلب کہ جو سید مہدی  
 صاحب سلمہ نے بطور خلاصہ کے لکھا ہے صحیح ہوگا۔ نہایت فہوس و تعجب ہے کہ سید مہدی علی  
 صاحب سلمہ کو تو آپ ملعون کریں اور خود آپ اسے قسم کے معنی بیان فرمائیں اور اہل علم سے  
 کچھ نہ شرمائیں اگر یہ سید مہدی کی چالاکی اور جوش تعصب اور ہٹ دھرمی اور حق پوشی  
 تھی تو جو کچھ جناب قاضی صاحب کی عبارت کے بیان مضمون کے بارہ میں ارشاد فرمایا  
 وہ جناب کی یہی چالاکی اور جوش تعصب اور ہٹ دھرمی اور حق پوشی ہوگی سوا لبوا اور لبو  
 قاضی صاحب کی عبارت غلط کی غلط ہے۔ قاضی صاحب کی عبارت سے تین امر مستفاد  
 ہیں۔ اول اس موقع کا ہونا کہ جس میں رسول کے ساتھ مومنین بھی ہوں دوسرا نزول  
 سکینہ کا بلا بیان و تعیین منزل علیہ کے۔ تیسرا شمول سکینہ کا رسول کو اور مومنین کو سب کو  
 پس منزل علیہ سکینہ کا جیسا رسول ہے ویسی ہی مومنین بھی ہیں چنانچہ لفظ شمول ہی صحیح  
 میں آتا ہے تو جب ہر دو منزل علیہم ہوئی تو اگر انکا منزل علیہم کہنا اور یہ کہنا  
 کہ جس جگہ مومنین پر تسلی نازل فرمائی وہاں رسول پر ہی نازل فرمائی صحیح ہے تو رسول کا  
 منزل علیہم کہنا اور یہ کہنا کہ یہاں رسول پر ہی نازل کی وہاں مومنین پر نازل کی صحیح ہوگا اور  
 غلط ہے تو یہ بھی غلط ہوگا۔ رہا کذب اور تعارض عبارت شوستری صاحب کا قرآن کہ وہ ظاہر ہے  
 کہ ہر دو امر میں اولین ہر دو آیات سورہ فتح میں موجود ہیں اور شمول ہمیں پایا جاتا۔ نزول سکینہ  
 صحیح مذکور ہی حاضر ہونا مومنین کا حضرت کے ساتھ سیاق عبارت سے بالبدلتہ مفہوم ہوتا ہے  
 و عدم شمول ہی صریح ثابت ہے پس اس سے زیادہ کذب اور قرآن کے ساتھ صریح  
 ناقض کیا ہو سکتا ہے۔ اور نیز یہ کہ جناب کو مسائل منطوق سے معلوم ہوگا مثلاً لفظ  
 لنبیہ کے صدق کے لئے واجب ہے کہ تمام مواد میں صدق ہو جب اسکا صدق مستحق  
 دگا اور اسکے کذب کے لئے یہ کچھ ضرور نہیں کہ جمیع مواد میں کذب مستحق ہو اور وقت  
 غیب کا کذب ہوگا بلکہ ایک ہی تقدیر پر اگر کذب ہو جائیگا۔ تو قضیہ کا کذب ہوگا۔ پس ہم

تفسیر کلیہ جو آپ کے قاضی صاحب نے تحریر فرمایا ہے ہرگز درست ہے۔ چنانچہ اگر کوئی نزدیک اسکی  
یہ ہے دو مواد تھے کہ جہان اسکا تحقق تھا اسلیجہ انہوں نے حکم کلی فرمادیا اور یہ اذکر  
معلوم ہوا کہ اسکی جزئیات اور ہی من جہان یہ حکم تحقق نہیں ہے اگر کلیہ حکم کیا جاوے گا  
تو کاذب ہوگا۔ اور معلوم کیونکر ہو اگر کچھ قرآن سے نقل ہو تو معلوم ہو کہ قرآن شریف  
میں ذکر نزول سکینہ کا کہان کہاں پر ہے پس اس موقع پر آیت فار کا ذکر کرنا بجائی نہیں  
قولہ اور جیسا کہ جناب باری غرامہ نے اور جگہ فرمایا ہے **فَإِنَّزَلَ اللَّهُ سَكِينَةً عَلَى**  
**رُسُلِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ**۔ یہاں ہی اگر سوای رسول کے کسی اور کو نزول سکینہ میں شامل  
کرنا منظور ہوتا تو فرمانا۔ کہ علیہ علی صاحبہ یا علیہما وغیرہ۔ اور جبکہ حق تعالیٰ نے ایسا  
نہیں فرمایا تو جناب قاضی صاحب کا اعتراض نہایت درست و صحیح ہر اقول  
اول خطا آپ کو قاضی صاحب اور ان کے اتباع کے یہ تھے کہ اوس تفسیر کو جو پہلے مذکور ہوا  
ہرگز درست ہے۔ کلیہ تسلیم کر لیا حالانکہ اوسکا کلیہ ہونا امر غلط تھا۔ دو ہر کی مثال  
یہ ہوئی۔ کہ اوس تفسیر کو ایک محتمل میں مستعین لکھا اور یہ معنی بیان کیے۔ کہ خدا تعالیٰ نے  
جہان رسول پر تسلی نازل کی اور وہاں مومنین سے ہی کوئی ہمراہ تھا۔ تو وہاں اوسکو نزول  
بیکو شامل فرمایا حالانکہ یہ تعین غلط ہے کیونکہ اوس سے یہ ہی ثابت ہوتا ہے کہ خدا نے  
جہان تسلیم مومنین پر نازل فرمائی اور وہاں رسول ہی تھے تو وہاں اوسکو نزول کو  
سب کے شامل کیا تیسری غلطی یہ ہوئی کہ آیت فار میں اول تو اپنی خوش فہمی ہے  
یہ سمجھ لیا کہ **فَإِنَّزَلَ اللَّهُ سَكِينَةً عَلَيْهِ** کے ضمیر حضرت کی طرف راجع ہے اور ہر اس  
بنیاد پر یہ مقدمہ فاسد متفرع کیا کہ اگر کوئی رسول کے ہمراہ اہل ایمان سے ہوتا تو اوسکا  
ہی شامل نزول ضرور کیا جاتا اور جب یہ نہیں کیا گیا تو ثابت ہوا کہ کوئی مومنین  
آپ کے ہمراہ نہیں تھا تو معلوم ہوا کہ ابوبکر صدیق مومنین سے نہیں تھے لہذا ہر  
اور بنا فاسد علی الفاسد ہے۔ آپ کا خصم یہ کہتا ہے کہ آیت فار میں خدا تعالیٰ نے نزول

سکینہ کا ذکر فرمایا اور کما منزل علیہ صرف ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور نبی اوسیل سے جیسا کہ  
 خداوند تعالیٰ سورہ فتح میں ارشاد فرمایا ہوا الذی سے انزل السکینۃ فی قلوب المؤمنین  
 اور فاذل السکینۃ علیہم اور ان نزول کو مومنین کے ساتھ مخصوص فرمایا ہے  
 اور ان کے ساتھ رسول کا ذکر نہیں کیا ایسا ہی آیت غار میں ہی رسول کا ذکر نہیں کیا اور سکینہ کو  
 مخصوص بار غار کے ساتھ فرمایا۔ قطع نظر اس سے ہم ہی ایک قاعدہ کلیقہ قاعدہ  
 کلیہ ایک قاضی صاحب کے لکھتے ہیں۔ اور اہل انصاف سے انصاف کے خوالان میں وہی ہے  
 خداوند تعالیٰ جانیکہ نزول سکینہ پر رسول بیان فرمود ہرگز وسیع جائزول آنرا  
 پر رسول بیان نہ فرمود۔ مگر آنکہ منزل علیہ یعنی رسول را بلفظ رسولہ کہ دال بر کمال بزرگی  
 و تعظیم و نہایت علائکہ ہمست تعبیر فرمود لیکن جاب کہ نزول سکینہ پر مومنین بیان  
 فرمود۔ گاہی انہا را بلفظ مومنین تعبیر فرمود چنانچہ علی المؤمنین و فی قلوب المؤمنین۔  
 و گاہی بر ضمیر کتفا فرمود۔ چنانچہ فاذل السکینۃ علیہم ارشاد شد پس اگر در آیت غار  
 بیان نزول سکینہ پر رسول منظور خداوندی بودی بر ضمیر کتفا نہ فتی بلکہ بلفظ رسولہ تعبیر  
 شدی و لیکن چون مقصود بیان نزول سکینہ پر ابو بکر صدیق بود و در آن گنجائش ضمیر  
 ہم بود پس نہ بر ضمیر کتفا رفت۔ خدا کے لیے ذرا انصاف کی انگہیں کہو لکہ دیکھیں  
 کہ یہ قاعدہ صحیح ہے یا وہ قاعدہ جو آپ کے قاضی صاحب نے خلافت کتاب اللہ ایجاد  
 فرمایا ہے۔ بعد اسکو مثل آپ کے قاضی صاحب کے ہم ہی کہہ سکتے ہیں۔ و چون این سخن  
 گوش نصیبان خوانند شنید باعث حیرت ایشان خواهد گردید و در حید خلاصی از آن جان  
 ایشان بلب خواهد رسید۔ ثواب فرمائی کہ ہمارا اعتراض صحیح و درست ہو یا آپ کے  
 قاضی صاحب کا۔ قول اور شیعوں نے یہ امر مائل بدلائل قاطع ثابت کر دیا ہے  
 کہ علیہ کی ضمیر رسول ہی کی طرف پہنچتی ہے نہ کسی غیر کے۔ اقول سبحان اللہ  
 آجک حضرت شیعہ سے اپنا اصول نہی تو دلائل قاطع سے ثابت ہو ہی نہیں سکا

جو موقوف دلائل قاطعہ پر ہے اور مرجح ضمیر کا تو کیا دلائل قاطعہ سے ثابت کیلئے ثابت کیا گیا ہے۔  
 اصول دین میں کونسا دلائل قاطعہ سے ثابت کیا گیا ہے کہ میں اللہ کی عصمت اور ان کی اشیاء تقدسہ کی غیر  
 سب اصول دین میں سے ہیں کسی پر کوئی دلیل قطعی بیان کی ہے۔ مگر یہ ایسا دعویٰ ہے  
 جیسا کہ آپ کے سید مرتضیٰ کا کہ وہ فروع و فتنہ کی نسبت بھی مدعی ہیں کہ وہ قطعاً سے  
 ثابت ہیں۔ حالانکہ جمہور علماء شیعہ نے ان کے تکذیب کی ہے ایسا ہی آپ بھی دلائل قاطعہ  
 ثبوت کے مدعی ہیں۔ پس ایسے لغو دعوں کا جواب جنہر کوئی دلیل قائم ہو بجز سکوت کے  
 اور کچھ نہیں۔ قولہ پس جناب قاضی صاحب نور اللہ مرقدہ کا یہ دعویٰ ہے کہ چون  
 اس سخن را گوش ناصہان شنید۔ الخ۔ نہایت ہی سچا اور بہت ہی ٹھیک ہے ورنہ  
 شیعہوں کا دعویٰ اتنی مدت کا بدوین جواب باقی نہ رہ جاتا۔ اگر حضرت مجیب کا حوصلہ ہے  
 تو اب جواب دین اقل جناب میر صاحب ایسے مہلات و محرفات کے جواب میں کسی  
 حاصل کو بھی تردید نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ اہل سنت کو حیرانی ہو۔ ان اگر جملہ باعث  
 حیرت ایشان گردید سے مراد لیجاوئے کہ اہل سنت کو اس معنی کی حیرت ہو کہ یہ بات  
 ہی کیا اس قابل ہے کہ عقلا کے زبان سے نکلے اور کیا اس لائق ہے کہ اسپر ناز و افتخار  
 کیا جائے تو البتہ سچا ہے پر بعد اسکے جو بطلان دلیل کے تحریر فرمایا ہے ورنہ شیعہوں کا  
 یہ دعویٰ صحیح۔ اس قابل ہے کہ اہل عقل و انصاف اسپر اذریع کہیں شاید یہ ہی او نہیں  
 دلائل قاطعہ سے ہے جنکا ذکر اوپر فرمایا تھا حضرت اگر یہ دعویٰ بالضرر ہے جواب  
 باقی ہو تو کیا یہ کچھ مستبعد ہے کہ بدیہی غلط اور راہی ہو نیکی وجہ سے اسپر التفات نہ کیا  
 رہا یہ کہ ہماری فاضل مجیب اب ہم سے جواب کے خواہن ہیں سو بحمد اللہ ہم اس کا  
 البطلان اس بحث میں بخوبی کر چکے اگر سہمت و جرأت شیعہ تو ہے اب بدین اور اگر اس سے  
 نسلی خاطر نہ ہو اور یہی ہوس ہو تو اور بھی لیجئے وہ یہ کہ قطع نظر اسکے غلط اور خلاف واقع اور  
 مخالف قرآن ہو نیکی یہ دعویٰ بالکل غلط اور بے دلیل ہے اور اصل سے اسکی بنیاد ہی غلط ہے

کیونکہ اگر بالفرض ہم اپنے مجرب کے خاطر سے تسلیم کر لیں کہ اس عبارت کا مطلب یہ ہے  
 کہ جب خدا نے رسول پر نازل کی اور وہ ان ہومنین سے بھی کوئی ہمراہ تھا تو سب کے شامل  
 کی اور حضرت کو منفرد نہیں کیا اور یہ سوائے دو جگہ کے واقع نہیں ہوا تو اس سے یہ نتیجہ  
 نکالنا کہ خداوند تعالیٰ پر یہ قاعدہ واجب ہو گیا اور کہہیں اسکے خلاف نہیں فرمایا گیا سراسر کلام  
 اور عزافات ہے کیونکہ اس کے لزوم پر کوئی دلیل عقلی یا نقلی نہیں دلالت کرتی یہ محض جناب قاضی صاحب  
 کے وسوسوں و تخیلات ہیں جو مادہ سوداوی سے ناشی ہوئی ہیں اگر کوئی دلیل اس پر دلا کر دے  
 تو اول اسکے لزوم پر قاضی صاحب ہی بیان فرماتے خیر لوہوں نے نہیں بیان فرمایا تو  
 اگر کچھ حوصلہ ہے تو آپ ثابت کیجئے۔ اور کوئی دلیل لائی اور یوں ہی ایک دعویٰ دلیل  
 پر افتخار و ناز فرما کر نشان عقلا نہیں ہے اور جب ہے کہ ہم تسلیم کر لیں کہ جو مطلب ہماری  
 محبوب صاحب نے اپنے قاضی صاحب کی عبارت سے ایجاد فرمایا ہے صحیح ہو ورنہ فی الحقیقت یہ  
 غلط ہے چنانچہ ہم ابحاث گزشتہ میں اسکے بطلان کو بخوبی ثابت کر آئی ہیں پس جس طرح دل چاہا  
 سے گفتگو کر لیں ہم ہر طرح تحریراً تقریراً حاضر ہیں قولہ آپکا یہ فرمانا کہ تعصب میں اگر  
 کیسا بے اصل دعویٰ مخالف قرآن شریف کے فرمایا ہے بجائے خود نہیں۔ بلکہ آپ نے  
 جوش تعصب میں اگر ایسا لکھا ہے اور اس سے بڑھ کر جوش تعصب اور کیا ہو گا کہ بدون سمجھے عبارت  
 نقل کر دی اقول اہل عقل و انصاف سمجھ سکتے ہیں کہ آپ کے قاضی صاحب نے جوش  
 تعصب میں اگر مخالف قرآن شریف کے دعویٰ کیا یا نہ جوش تعصب ہے اس دعویٰ کے  
 نسبت ایسا کہا اور یہ بھی معلوم کر سکتے ہیں کہ سمجھنے بدون سمجھے عبارت نقل کی ہے یا اپنے  
 بے سمجھے عبارت کی توجہ نہیں فرمائی۔ ہم کچھ نہیں کہتے بجز اسکے کہ کیسی سامنی اہل انصاف میں سے  
 یہ عبارت رکھ دیجے اور تا شا د کچھ لیجئے قولہ حضرت قاضی صاحب ہرگز جوش تعصب  
 میں نہیں آئے اور نہ بے اصل دعویٰ معاذ اللہ مخالف قرآن شریف فرمایا۔ بلکہ ایک ہر طبعی مدلل  
 آیات قرآنی بیان کیا ہے آپکا جناب قاضی صاحب کی نسبت ایسا فرمانا دعویٰ ہے دلیل ہے

اگر آپ اس اپنی دعویٰ میں سچے ہیں تو بسم اللہ کوئی دلیل لائے اور حضرت قاضی صاحب علیہ السلام  
 کو اس دعوے کو رد فرمائے۔ اور کوئی آیت قرآنی یا حدیث اپنی ہی کتب مجتہدہ سے لے لیں  
 نقل فرمائے کہ جان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اللہ جل شانہ تعالیٰ نازل فرمائی ہو  
 اور رسول کے ہمراہ مومنین بھی ہوں تو فقط رسول ہی پر نازل فرمائی ہو اور مومنین پر نازل  
 نہ فرمایا ہو۔ اقول ہم دلائل ثابت کر چکے ہیں کہ آپ کے قاضی صاحب کا دعویٰ خلاف  
 واقع مخالف قرآن محض جو جس منصب پر تاسی ہے اور اسکو بخوبی رو کر دیا ہے آپ اپنے  
 قوانین ابطال کے دعوے پر کچھ ضرور نہیں کہ ایک ہی طرح پر کیا جادے۔ مگر جب آپ  
 اس دعویٰ کو واقعی اور مدلل آیات قرآنی تصور فرماتے ہیں تو اسید ہے کہ ہماری دعویٰ کو  
 بھی واقعی اور مدلل آیات قرآنی سمجھیں گے اور اگر آپ کو ادسین کلام ہو تو بسم اللہ کوئی دلیل لائیں  
 اور ثابت کیجے کہ خدا تعالیٰ نے کہیں رسول پر سیکینہ نازل کی ہو اور فقط رسول سے بغیر  
 ہو اور صرف ضمیر پر اکتفا فرمایا ہو **قولہ** یہ حضرات اہلسنت کی ہی جرأت ہے کہ یہ اصل  
 دعویٰ کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ کمال لیری اور بے باکی یہ ہے کہ جو عبارت سند اقل  
 میں اور کا خلاصہ مضمون اپنی طبیعت پر مخالف عبارت منقولہ کے تراشی میں اور بے نیاز  
 افتخار اس اپنی ہی تراشی ہوئی مضمون کو رد کرتے ہیں نہ خدا و رسول سے ڈرتے ہیں نہ اس  
 شرم کرتے ہیں کہ وہ کھینچ والا جسکو خدا نے کچھ ہی عقل عطا فرمائی ہوگی کیا کھینچ گا یہ حال ہی  
 ان حضرات کا فاعبتہ و یا ادلی الایمان۔ آپ کے ہمدی صاحب نے جو اس خلاصہ کے رد میں  
 لکھا ہے جو چونکہ خلاصہ ہی صحیح نہیں کیا تو سب بنا فاسد علی الفاسد ہے **اقول** یہ  
 کذبات اور خرافات کا جواب پس یہ ہے کہ بقول شاعر - ع دروغی را بخوابا بد دروغی  
 ہم کہیں کہ آپ سچ فرماتے ہیں۔ باقی آپ کے ہندب کلمات کا جواب ہم کچھ نہیں دے  
**قال الفاضل المجیب**۔ قولہ ہمارے عقائد میں جو عبارت تحریر فرمادیں انہم جناب  
 مخاطب کا اس مقصود صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ وہ جاننے میں حضرات تہذیب کی

کتاب نایاب میں بڑے بڑے شہروں میں ہی دستیاب نہیں ہوتی اور اگر کہیں حضرت شیعہ کے  
 ہا میں تو اہلسنت کو دانتاک و سترس دراونکا حصول ممکن نہیں چنانچہ ایک شخص حضرت شیعہ  
 میں سے میری ہی عزایت فرمایا کہ میں اگر کوئی اہلسنت جس پر احتمال مناظرہ دانی کا ہو  
 اونی مذہب کی کتاب لے کر طلب کرتا ہے تو مونہہ چا جاتے ہیں۔ حالانکہ ہماری سرگرمی  
 کتابیں ان کے استعمال میں رہتی ہیں تو جناب مخاطب نے خیال کیا کہ اصل کتاب ہاتھ آسکو  
 نہ اسد لال صحیح تصور ہوگا اور بلا وقت میدان مناظرہ ہاتھ آسکا اسلیں وہ اس طرح ہی  
 کہ اپنے تحریر فرمایا کہ تحفہ وغیرہ میں بعض حوالہ درست نہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ بعض  
 حوالے بلکہ اکثر درست ہیں تو جو وقت اسد لال میں وہ حوالے مذکور ہوں جو درست نہیں  
 نسبت صاف کتنا چاہیے کہ یہ حوالہ درست نہیں کیونکہ جو عبارت کسی کتاب سے نقل ہوگی  
 تو بحوالہ اسی کتاب کے نقل ہوگی ان اصل کتاب سے اسکا اثبات اس وقت ضروری ہوگا جب  
 آپ صاف انکار فرمادیں گے۔ اور یہ کہیں گے کہ یہ روایت ہماری یہاں نہیں ہے۔ اقول  
 حضرت مجیب نے جو کچھ اس قول میں فرمایا ہے عام اہلسنت یہ ہی ہے اصل دعویٰ کرتے ہیں  
 اگر یہ بات درست ہوتی کہ کتب شیعہ نایاب ہیں تو ان کے خاتم المحدثین اور خاتم المتکلمین نے جو  
 حوالے نقل فرمائی ہیں وہ کہاں سے نقل فرمائی ہیں۔ بلکہ واقعی امر یہ ہے کہ اہلسنت ہماری  
 کتابوں کا دیکھنا اور خریدنا اور اپنے گھر میں رکھنا گناہ سمجھتے ہیں ورنہ ہر قسم کی کتب شیعہ چیکر  
 شائع ہو گئی ہیں اگر جناب مجیب کو شوق کتب بینی کا ہے تو ارشاد فرمائیں کہ نہرست کتب  
 مع نشان مقام وغیرہ ارسال خدمت ہو قیمت بھیج کر طلب فرمائیں اور اس کے اصل دعویٰ  
 زمین۔ **یقول العبد الفقیر الی مولانا الغنی**۔ اگرچہ اس قول میں کوئی امر  
 ابن بحث جواب نہ تھا تاہم اس قدر گزارش ضرور ہے کہ اگر آپ کی کتب معتبرہ نایاب نہیں ہیں اور  
 جگہ ملتی ہیں اور چیکر شائع ہو گئی ہیں تو یہ فرمائی کہ قطع نظر اور کتابوں سے آپ کا قرآن جو کتاب  
 میرے تالیف و جمع فرمایا اور ائمہ کے پاس کی بعد دیگرے متواتر چلا آیا۔ اور آخر کو



غایر میں ہائی میں امام زمان کے ساتھ منتفی ہو کوئی دفعہ کی وقت چہر شائع ہوا ہے یا نہیں  
چھوٹے دہکو سے میں کوئی قرآن علاوہ موجود کے جمع و تالیف ہوا نہ اس کے پاس سزا  
آکر غامض رہی میں منتفی ہوا علاوہ ازین اصول اربعہ کتنی دفعہ چہر شائع ہو چکے ہیں میں  
اسی سے شیخ کتب معلوم ہو جائیگا۔ ہند میں کلیسیائی اپنی صرف نو لکھو لئے چھاپی ہے یہ  
استفسار میں لایحضر ہمارے اہانت میں ہندوستان میں تو چھپ چکے ہیں ایران کی ہلو خبر نہیں میں حسب  
اصول کہ یہ حال ہے تو اور علوم کی کتابوں کا کیا حال ہوگا سوا اگر چند کتابیں جو جو اب اس اہانت میں  
تالیف ہوئی اور چھپ گئے تو ان کو شیوع سے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ کتب مذہبیہ کا شیوع ہے  
اور نیز اگر اہانت میں سے دو چار کو کسی وجہ سے آپکی کتابیں ہم پر بھیج گئی تو یہ بھی دلیل  
شیوع کی نہیں ہو سکتی۔ آپکی کتابوں کے دیکھنے کا شوق اس وقت تک ہے جب تک کہ آپ سے  
منافذ ہے سو اسکی بھی کیفیت کتاب میں جمع سی کی ہیں اور کیفیت جمع کرنے کا ارادہ ہی ہے  
آپ نے یہ سلسلہ جاری رکھا پس اس نہایت کا شکریہ گزار ہوں جو اس سال فہرست کو بابت بخیر گزارا  
اور گذارش کرنا ہوں کہ اگر مصلح جعفری اور ایک لکھنا اٹھانی کے علاوہ کوئی اور فہرست ہو تو بے  
غمان فرمادین۔ ستاخر بن کے تصانیف میں سوائے قبلہ و کعبہ تہ صاحب کے علاوہ  
دو ہفتار و حمام وغیرہ کا خیال ہے اور کتب مقدسین سے رسائل فضل بن شانانہ و سید سلیم  
بن قیس و دیگر وغیرہ دیکھنے کو دل چاہتا ہے اگر آپ کو یہ سلسلہ جاری رکھنا منظور ہو ورنہ کچھ ضرر  
نہیں کیونکہ ایسے مذہب کے صحت اور آپ کے مذہب کے فساد میں کچھ شک و شبہ نہیں ہے جو کسی  
امر کی تحقیق کے ضرورت ہو۔ فقہاء یہ حکایت جو لکھتے ہیں شاید صحیح ہو مگر یہ کیا ضرور ہے  
کہ وہ اسی غرض سے جو حضرت محبت سبحی میں غیثی ہوں شاید کوئی اور غرض ہو۔ جیسا کہ اسی  
سہ میں ایک سہ صاحب میں اور انکو یاس در ایک کتب اعادہ میں دہ ہلو بھی لکھ چکا ہے  
نہیں دیتے اور یہ غدر کرتے ہیں کہ میری چند کتابیں نہایت عمدہ جو ستون سے خریدی تھیں  
بعض حضرات لیکٹر اور پیرا میں نہیں جب میں نے عہدہ کر لیا ہے کہ خود کوئی مالک میں کتاب

ہرگز نہ دو جگہ ان میرے مکان پر اگر جو شخص صاحب چٹائی نہ ہو تو اس کا یہاں نقل کر کے بجائی  
 بلکہ حقہ پانی وغیرہ کی خدمت کر دے گا تو کیوں نہیں جائز ہے کہ وہ صاحب ہی جہاں ذکر حضرت مجیب  
 کیا ہے اس خیال یا مثل اس کی کسی اور جگہ نہ لے سکیں۔ **اقول** چونکہ اس جواب کے تحریر میں  
 ایک کتاب ہے جو ہیکہ اپنے عنایت فرما سے ملی بہت مدد پہنچا ہند اس کو ہم کمال شکر گزاری کے  
 ساتھ لکھتے ہیں اور اس پر اس طرح ہم اپنے فاضل مجرب کے احتمالات کا جواب جو بمقتضا ع فکر میں  
 بقدر بہت درست و ناشی ہوئی ہیں ہم کچھ جواب نہیں لکھتے **قولہ** مہند افن مناظرہ کی  
 اصول میں یہ دخل نہیں کہ اپنی کتاب بھی مخالف کو دینی لازم ہے مخالف کا فرض ہے  
 کہ جسطرح ممکن ہو خود وہ یہاں ہم پہنچا ہے **اقول** بہت درست ہے ہم ہی اس کا انکار نہیں  
 کرتے۔ لیکن یہ جب ہے کہ تحقیق حق مد نظر نہ ہو اور جب تحقیق حق مد نظر ہو جیسا کہ آپ نے ہی  
 تو یہ یہ غلط ہے چنانچہ ظاہر ہے۔ **قولہ** سیری صلی غرض جو حضرت سمجھتے ہیں وہ ہرگز نہ  
 نہ تھی بلکہ صرف مطلب یہ تھا کہ اگر حوالہ غلط تحریر ہو تو اس کو رد و بدل میں وقت ضائع نہ ہوا **اقول**  
 اگر حوالہ غلط تحریر ہو تو رد و بدل کیا اصل کتاب میں جب نہ پایا تو کہہ دیا کہ یہ حوالہ غلط ہے  
 خصم یا اس کو ثابت کر دیا ورنہ غلط تسلیم کر گیا لیکن تعلیط ہی یا صرف اجمالی طور پر ہوتی ہی  
 کہ رد و اصل کتاب کے مطابق کیے تو ان پر لحاظ کر کے تعلیط کر دی اور یہ تعلیط اسی ہے  
 کہ اس میں خود رد و بدل کی گنجائش ہے یا یہ کہ قطع طور پر ہوتی ہے کہ اصل کتاب سے خوب  
 مطابق کر کے جب نہ پایا تو تعلیط کر دی چنانچہ ہم نے لفظ سقیمۃ العرب کے تعلیط کی ہے تو البتہ  
 تعلیط قابل اعتبار ہے اور اس میں رد و بدل کچھ نہیں ہو سکتا ہے **قولہ** میدان مناظرہ  
 بفضل الہی پر شرح ہمارے ساتھ ہے خواہ آپ تحفہ وغیرہ سے عبارت نقل فرمائی خواہ خود  
 دیکھ کر لکھیں **اقول** باطلات آنچہ مدعی گوید۔ **قولہ** سچ نہ ہم نصف میں آپ کا  
 فرمانا کہ جو وقت سہ لال میں جوالے نہ کو رہوں جو درست نہیں۔ الخ۔ بہت درست ہے  
 اور ہم ہر سچ قبول کرتے ہیں بلکہ اس لکھنے سے یہ ہی غرض تھی کہ آپ اس امر کا اقرار کریں

**اقول - ح -** عترت دراز باد کہ این ہم نیست است۔ اگر اس طرح ہر اگر آدمی ہزار جگہ پر  
 نہ ہو کہ بہت کے لیے حق پوشی اور ہٹ دھرمی کرے۔ دایک جگہ حق قبول کرے۔ تو  
 اس کو نہ بے نین کہا جاسکتا۔ بہر کیف واجب اس کی تسلیم میں ہو کہ کچھ چوں و چرا نہیں ہے  
**قال الناف** سل الحبيب فولد۔ قول صاحب تحفہ وغیرہ کے حوالہ درست نہیں۔ بلکہ  
 جن حضرات کے تحقیقات کے اعتماد پر جناب مخاطب کو بیان مطلق فتح فرمایا ہے وہ تحقیقات  
 عند تحقیق خود غلط ہیں۔ اقول۔ اس کے جواب میں نہایت ادب سے چاہیہ ہی تولد ہم ہی میں  
 کرتے ہیں جیانیہ جناب قاضی صاحب نور اللہ مرقدہ کی نسبت دعویٰ منصب و تملک نہ  
 شریف کے بیان میں کیقدر سابقین میں بیان ہو چکا ہے اگر خیر عجیب ہی تھا فرمایا کہ کچھ  
 جائیگر کہ جن تحقیقات کو ہماری حضرت بصدقت از ناز نہد یاد بخیر فرماتے ہیں وہ تحقیقات  
 ہی واقعہ میں بجائی خود نہیں اور ہماری علماء کرام رضوان اللہ علیہم نے جو تحریر فرمایا نہایت  
 بجا و درست ہے۔ اب اس تحقیق کا حال ہی جو عجیب ہے بصد ناز لکھا ہے غامض ہو جائیگا ہے  
**الصفات** شرط ہے یقول العبد الفقیر الی مولاه **الغنی** قاضی نور اللہ صاحب  
 کو مخالفت کا حال محقق ہو چکا باقی تحقیقات کا حال بھی معلوم ہو جائیگا اور یہ کیا اصول  
 مذہب کے تحقیقات کا حال معلوم ہو چکا مگر افسوس اسکا ہے کہ ہماری افاضل محیب صرف یہ ہی  
 فرماتے ہیں کہ تحقیقات علماء کو بظہر الصفا و بین اور خود بدولت اس پر عمل نہیں فرماتے۔ سنیے تو  
 حکم سامی کی تعمیل کی۔ اور عاہدہ ہے کہ خداوند تعالیٰ آپ کو بھی توفیق عطا فرمادی۔ **قال**  
**القاضی الحبيب**۔ قد مشی نہ نہ خردار ہدیہ نذر میں خاتم المحدثین رحمۃ اللہ علیہ نے تحفہ میں  
 عبارت نہج البلاغہ سے جو حضرت ابو بکر کی روح میں جناب امیر نے فرمایا ہے استدلال کر کے  
 علماء شیعہ کی طرف سے جو اب نقل کیے ہیں مغلطہ ذکر فرمایا ہے۔ عمدہ آیت تو یہ بات نزدائین  
 آیت کہ آنجناب گاہ گاہ اوصاف و مدائح شریفین۔ بلکہ۔ اس کے جواب میں علامہ کستوری نے  
 لکھا ہے کہ این او کا کذب محض است احتیاج این توہمات شیعہ را وقتی می افتاد کہ کہ بتیہ

بجای لفظ فلان لفظ ابو بکر موجود می بود چون لفظ ابو بکر در کتب شیعه موجود نیست ایشان را حجتاً هیچ یک  
از توجیهات نیست۔ اقول۔ حضرت آپ کے خاتم المحدثین اس قسم پر مبتدا ہی سے راہ خلاف واقع  
گوئی جلی میں اور دعوی کیا ہے کہ ہم نبج البلاغت سے نقل کرتے ہیں اور جو عبارت نقل کی ہے اوس میں انحراف  
صرف ہے بجای سید بلال فلان سید بلال ابی بکر نقل کیا ہے حالانکہ کتاب مذکور میں بلکہ کسی روایت شیعیہ میں  
بجای لفظ فلان لفظ ابی بکر نہیں ہے طرفہ ہم کہ یہ خود اقرار کرتے ہیں کہ نبج البلاغت میں لفظ  
فلان لیکن سید علیہ الرحمۃ نے تحریف کیا ہے چنانچہ تحفہ کی عبارت بخندہ نقل کرتے ہیں وہ وہ  
وہنا ما اوردہ الرضی ایضاً فی نبج البلاغۃ عن امیر المومنین انہ قال للہ بلاذلی بکر  
فلقد قوما الاودود اوسى العمد واقام السنۃ وخلف البدعۃ ذہب نقی الثوب قلیل  
العیب اصحاب خیر ہا وسبق شر ہا دى الى اللہ طاعتہ واقفاً لجمعہ رجل وتوکلہم  
فی طرق متشعبۃ لا یتمد ی فیہا الفضال ویستیقن المہتمم۔ درین عبارت جناب امیر  
صاحب نبج البلاغت کو شریف رضی سے برای حفظ نہرب خود تصریف کردہ لفظ ابو بکر را  
منوہ و بجای اول لفظ فلان اوردہ تا اہل سنت تک نتواند نمود انج۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر آپ خاتم المحدثین  
ہیں تو پہلی لفظ فلان نبج البلاغت سے نقل کرتے اور لفظ فلان کی تحریف بابی بکر کرتے ہیں  
جو جانتے فرماتے اب ان کی تحریف تو خود ان کی ہی زبان سے ثابت ہو گئی۔ جناب سید علیہ الرحمۃ  
کی تحریف پس حسب و اب مناظرہ اگر کسی کتاب سے ثابت کر لے اور وقت البتہ تحریف جناب سید ثابت  
ہو لے و اولی فلس ہیں۔ اور چونکہ حضرت خاتم المحدثین معی بجزیف ہیں تو ان کو اثبات انہ دعوی کا  
لازم تھا اور یہ کو محض منع کافی ہے کہ اکثر نے علم المناظرہ۔ یقول العبد الفقیر الی مولاه  
افضنی۔ اس دانش و انصاف سے التماس ہے کہ مذکور اسوجہ ہو کہ اس بحث کو نہیں اور  
تشریحی اور ان کی اولیا و توابع کا مرتبہ نعم و یا یہ انصاف ملاحظہ فرمائیں۔ کہ اول حضرت کنور  
کنور بجز مسلمی اور بدین غلام فرمایا اور بعد اوس کو ان کی توابع مستند کیسا دیانت و انصاف کا حق ہے

خطابہ شریفہ میں جن عبارتوں میں اس کی تحریف  
کر دی ہے مستند ہی کا انکار اور اس کا انصاف۔

ہندو اور علماء اسیعہ کی تحقیقات کے تغلیط میں جنہوں نے تحفہ کے جواب اب کبھی میں بطور تمثیل  
 علامہ کتوری کے تحقیق پیش کی تھی جس سے حوالہ کا ہی غلط ہونا ثابت تھا صد صد کا یہ  
 تھا کہ جو جوابات خطبہ اللہ بلا و فلان کی تنقید کی طرف سے تحفہ میں مل ہوئی ہیں ان میں صاحب تحفہ  
 رحمۃ اللہ علیہ لکھا ہے عمدہ آن لوجیات نزوایتان تست کہ آحاب گاہ گاہ اداسانہ  
 و مل شیخین بنابر استیجاب تلو ب ناس ام اسکی جواب بن علامہ کتوری نے تحریر فرمایا کہ اگر  
 او کا کذب محض ست ام اب اس دعویٰ حضرت ستاد صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت کتوری  
 صاحب کے جواب میں صاف واضح ہے کہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ برہمی ہیں کہ یہ تو جہاں  
 جیہاں تنقید کرتے ہیں اور علامہ کتوری اس حوالہ کی تکذیب کرے ہیں در فرماستے ہیں کہ شاہ صاحب  
 کا یہ دعویٰ اور یہ حوالہ کذب محض ہے یہ سید سے یہ تو جہاں کی اور نہ تو لکھ ان تو جہاں  
 کی حاجت اور کہیں فرماتے ہیں۔ ان حوالہ کا اہل میان از من ناصبی باید یہ بکا کہ  
 شاح امامہ گفتہ کہ مراد ابو بکر ست یا عمر اور کہیں فرماتے ہیں ثقت الد اسرہ انش اول  
 این معنی با ثبات باید رسانید کہ مراد از لفظ فلان درین کلام ابو بکر ست بعد از ان باین  
 اوصاف اثبات نفس ابو بکر باید نمود۔ اور کسی قول کے جواب میں لکھتے ہیں یہ بکرا امیل  
 بوجہ نکر وہ۔ عرض اس تمام بحث میں واضح ہے کہ علامہ کتوری نہایت خلوص کے ساتھ حضرت  
 خاتم المحدثین رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ کو غلط و تکذیب فرما رہے ہیں کہ یہ امر جو صاحب تحفہ  
 سید کے طرف منسوب کرتے ہیں محض کذب و دروغ ہے۔ جتنے اور سیرکرات بنیات نقض عمر  
 ارالہ الغین عرض کیا کہ حضرت شبہ کی تحقیقات کا حال یہ ہے کہ جو باغیہ جو انوکھا  
 کرتے ہیں حالانکہ وہ سب امور انکو کتب مغیرہ میں موجود ہیں چنانچہ وہ سب امور انکو  
 بڑی شد و دہ سے آپ کے علامہ کتوری صاحب فرما رہے ہیں کہ وہ سب فاضل قمر کمال  
 ابن میثم بحرانی کی شرح میں موجود ہیں۔ پس اس سے صریح ثابت ہوا کہ شاہ صاحب نے  
 حوالہ نہیں دیے تھے اور آپ کو علامہ کتوری انکی تکذیب میں کاذب۔ اب ہم ان حوالہ

از انکی انصاف کہ قسم دیکر پوچھتے ہیں۔ ہمارے فاضل مجیب کے تمام تقریر متبذلہ کو ملاحظہ کر کے  
 فرمایا کہ انہوں نے اپنے علامہ کنتوری کی طرف سے کیا جواب دیا اور اس الزام کو ادا کیا  
 کیونکہ منع کیا اور کیونکہ ثابت کیا کہ حضرت شاہ صاحب کا ان امور کو شیعہ کی طرف منسوب  
 کرنا کذب ہے فرمایا تو یہ فرمایا کہ علامہ ابن مہم کا اپنی شرح میں یہ امور ذکر کرنا بطور منزل  
 بلکہ بطور سہن و تسخیر کے ہے معلوم نہیں کہ حضرت مجیب کا یہ فرمانا بطور تسخیر ہے یا واقعی  
 اسی حضرت میر صاحب اپنے تو اپنے تمام دین کو ہی تسخیر فرمایا اور دائرہ بحث کا اپنی اوپر  
 سنا کر دیا۔ آپ کے خصم نے آپ سے ہی سیکھ کر آپ کے اوپر جہات ستہ کو مسدود کر دیا ائمہ کو  
 جو کچھ روایت کرتے ہیں۔ غالباً سب تسخیر ختم غدیر کا خطبہ اور تمام صحتین سب تسخیر کو تحمل میں  
 ہمیشہ آیت و لا تخذوا آیت اللہ حذراً کے معنی سوچا کرتے تھے سو آج آپ کی بدست  
 یہ عقیدہ حل ہوا۔ اور خوب سمجھ میں آگیا کہ دین کے ساتھ تسخیر اس طرح ہوتا ہے کہ تعجب یہ ہے  
 کہ علامہ کنتوری کو یہ توجیہ نہ ہوئی اور اس نے عام طور پر کار کر دیا کہ چون ابوبکر در کتب شیعہ موجود  
 نیست۔ اگر انکو یہ توجیہ سوچتے تو صاف انکار فرماتے اور یہ نذر سیاہ جہاں انکو اور  
 انکا اتباع کو دیکھنا پڑا دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔ بہر کیف جب یہ امور کتب شیعہ میں موجود ہیں  
 خواہ بطور تسخیر و استہراہین یا بدعت تو اب حضرت شاہ صاحب کا انکو شیعہ کی طرف منسوب  
 کرنا صحیح ہوا اور علامہ کنتوری کی تکذیب انہیں کی طرف اولیٰ ہے اور تسخیر و استہراہ  
 بہتر سخاں کے کچھ سودنیا را یہ امر کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دعویٰ کیا ہے  
 کہ علامہ رضی نے اس خطبہ میں تحریف کی ہے کہ لفظ ابوبکر کا تھا اس کے جگہ لفظ فلان نہ آیا  
 اگرچہ یہ باطنی فیہ سر علیحدہ تھا کیونکہ ہمارا مقصد و صرف حوالہ کے تکذیب کو بابت بحث تھی  
 نہ بابت اثبات تحریف لیکن چونکہ فاضل مجیب نے اپنا مخلص سمجھا کہ اسکو چھوڑا ہے تو اسکا  
 بھی ثبوت لیجئے۔ علامہ متبر بن مہم کے اقرار سے ثابت ہے کہ ان اوصاف کا موصوف  
 اور ان مذاہم کا ممدوح ابوبکر بنی اسماء اور ظاہر ہے کہ یہ تقریف توصیف جناب امیر

حاشیہ  
 حاشیہ  
 حاشیہ

مجمع عام میں فرمائے ہو کہ جہاں مسلمانوں کی تشہیت بخشن کے معتقد تھے تو ایسی موقع میں نام  
 کن یا کرنا فہم میں نہیں آتا۔ کیونکہ ایسی جگہ میں اگر بڑا کہتے تو تہیہ نام سے کننا یہ کرنی کی  
 ضرورت ہوتی اور جب مرجع و ثنائی قرار ہے تو نام سے کننا یہ کرنے کی کیا ضرورت ہوگی  
 جسکو تہوڑی سے ہی کلام کی فہم ہوگی اور ذوق سلیم ہو گا وہ سمجھ لیگا کہ ایسی موقع تعریف میں چنانچہ  
 کیا اس قدر مبالغہ سے تعریف کرنے معتقد ہو اور ایسی لوگوں میں جہاں نام لینے میں کسی  
 قسم کا خوف نہ ہو بلکہ نام لینے سے زیادہ مطلب بڑا آری ہوتی ہو اس جملہ قلب زیادہ مسائل  
 ہوتا ہو تو ایسے وقت ممکن کے نام سے لفظ فلان کے ساتھ کننا یہ کرنا نام کلام کو سہرا  
 نوا اور محل کر دیگا۔ اور اپنے اور جگہ ہی مرجع و تعریف فرمائی چنانچہ ابن میثم نے اپنی تفسیر  
 شرح میں لکھا ہے۔ دلفریضے ان مکا ہنما فی الاسلام اعظم۔ الخ چنانچہ  
 ہم سابق میں بیان کر آئے ہیں۔ تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جناب امیر نے بیشک مرجع  
 نام کیا کہ توصیف فرمائی ہے لیکن سمجھیے اس میں تصرف ہوا ہے۔ اب رہا یہ کہ کئی تفسیر  
 کیا سو اجمال یہ بھی کہ یہ بیخ رضی سے اوپر ہوا ہو۔ اور غالب یہ ہے کہ یہ کام حضرت رضی  
 ہی کیوں کہ اس بزرگ نے بہت خطوبتیں تصرف کیا ہے اور چالاک فرمائی ہے چنانچہ  
 ابن میثم نے تنگ ہو کر کہیں اسکو ضبط سے تفسیر کیا ہے اور کہا ہذا خط عجیب  
 المستد کہیں انکی عادت فرمائی پس جب عموماً اگر مید رضی صاحب کی یہ عادت ہو  
 تو ایسے موقع میں جو خاص انکی غریب کے لیے بال بال نکال ہے کیون جو کئے ہوئے  
 تو غالب بلکہ قریب یقین کے یہ ہی ہے کہ یہ تصرف اور تحریف آپ کے سید رضی صاحب  
 ہی کا کام ہے اور حضرت علامہ دہلوی کا تحریف فرمانا کہ شریف رضی نے تصرف کیا ہے صحیح ہے  
 رہا یہ کہ حضرت شاہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف آپ تحریف کا الزام لگا تو میں  
 سو بہ آپ کے اور آپ کے اکابر کے جہوں نے یہ اعتراض کیا ہے کمال ہی خوش  
 فہمی اور دانتیں دی ہے کیونکہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کلام تفسیری کے

نقل کے بعد صاف طور پر فرمایا ہے کہ اس عبارت میں لفظ فلان کی جگہ لفظ ابو بکر تھا اگر تخریف صحیح  
تخریف کر کے بجائی لفظ ابو بکر کے لفظ فلان لکھ دیا تاکہ اس میں جو جائے اور سند لال نہ ہو سکی تو  
اس سے صریح معلوم ہوتا ہے کہ اس خطبہ کی عبارت میں لفظ ابو بکر نہیں ہے۔ لیکن لفظ  
ابو بکر بجائی لفظ فلان کے انکیسی لکھ دیا ہے کہ اگر امامیہ نے شروع سے بیجا البلاغت  
میں ابو بکر صدیق کے نام کو ترجیح دی ہے پس جو شخص کہ خود بصرہ کہتا ہے کہ اس خطبہ میں  
لفظ فلان ہے لیکن ہم نے لفظ ابو بکر جو بیان شروع سے راجح ہے بطور الزام شیعہ اور  
مناسبت باب کے لکھ دیا ہے تو اسکو تخریف کہنا البتہ انکار اور انکار کا یہی کام ہے مگر  
جب دلائل سے یہ بھی ثابت ہو کہ علامہ رضی نے اس میں تخریف فرمائی ہے اور اصل خطبہ میں  
یا لفظ ابو بکر ہو گا یا عمر اور محض شراح کے اقوال سے ترجیح ابو بکر کے نام کو ثابت ہوتی ہے  
تو جب تصریح اس امر کی کہ بجادی کر رضی نے لفظ فلان نقل کیا اور اصل خطبہ میں ہستاد  
اس کو کتاب ہو چکا ہے کہ اصل لفظ ابو بکر ہی یا عمر بعض شراح کی ترجیح کی وجہ سے ابو بکر کا  
لفظ لکھ دیا جاوے تو اسکو کوئی عاقل تخریف نہیں کہیگا۔ علامہ کنتورنی نے جواب اس قول  
کہ حیا کو کار فرمایا۔ اور دعویٰ تخریف کا حضرت شاہ صاحب کی طرف نسبت نہیں کیا  
لیکن انکی خوش فہمی یہ ہے کہ وہ اس قول میں تناقض شاہ صاحب کی طرف نسبت کرتے  
ہیں اور یہ بھی سراسر لغو ہے اسی جواب سے اسکا بھی پیچھا ملتا ہے بلکہ بیان بقول  
کی حاجت نہیں۔ قول لیکن یا انہم ہم انکی اس قول کے تکذیب انکو ایک بڑی عالم  
کی کتاب سے ثابت کئی دیتے ہیں۔ صاحب جامع الاصول ابن اثیر کہ معتبرین علماء اہل سنت  
ہیں کتاب ہنایہ میں لکھتے ہیں و منہ حدیث علی اللہ بلاد فلان لفظ قوم اور الخ  
اگر کسی کتاب اہل سنت میں بجائی لفظ فلان کے لفظ ابو بکر ہوتا تو ابن اثیر کیوں لکھتے کہ حدیث  
علی میں بلاد فلان ہے بلکہ لکھتے کہ بلاد ابو بکر ہے چہ جائے تب شیعہ۔ **اقول** واضح ہو  
کہ علماء اہل سنت نے حل لغات حدیث میں مختلف طور پر کتابیں لکھی ہیں۔ چنانچہ بعض نسخوں



حادثہ بخاری کے حلفات میں کتاب لکھی اور بعض نے خاص صحیح مسلم کے متعلق اور  
 بعض نے دونوں صحیحین کے لغات کو لیا اور بعض نے لغات صحاح ستہ کو جمع کیا۔ اور بعض  
 مصنفین نے بلا انبیاء صحاح و روایات اہل فہم و خلاف کی مثل لغت حدیث  
 لیا چنانچہ صاحب انہاء نے ہی التلخیص روایات صحیحہ نہیں کیا ایسا اس کی بہت روایات میں  
 اہل خلاف کو متضمن ہے۔ پس انہاء کی نقل سے استدلال صحیح نہیں ہے اور اگر کسی  
 کتب لغات سے استدلال صحیح ہو تو بہت کم روایات متناقض نہیں بیحد و موافق نہیں بل کہ  
 کتاب مجمع البحرین میں موجود ہیں اور یہی استدلال صحیح ہو گا اور اوں کا یہ جواب دینا کہ  
 کتاب لغت کی ہے اور صحت و عدم صحت روایات سے اس کو تسلسل نہیں تو اس سے  
 استدلال صحیح نہیں صحیح ہو گا۔ چنانچہ بعض روایات بطور ثبوت منقطع الکلام میں خاتم الحدیث  
 ذکر فرمائی ہیں۔ اور چونکہ ان امور کے اختیار اہلسنت کی طرف نہیں ہے تو اوں کا غرض ان کی نقل  
 ہو گا اور ان کا استدلال احادیث مجمع البحرین سے بیشل خود کردہ روایاتی نیست صحیح و مستند  
 سمجھا جائیگا قولہ پس جناب مفتی صاحب کا یہ فرمانا کہ در کتب شیعہ لفظ ابو بکر نیست  
 نہایت صحیح و درست ہے اور آپ کے خاتم الحدیث کا دعویٰ تحریف محض خلاف ثابت ہو  
 محمد مد علی ذاک اور جب ثابت ہو کہ لفظ ابو بکر کتب شیعہ میں نہیں ہے تو ان  
 توضیحات کو شیعوں کو ضرورت نہیں **اقول** جناب میر صاحب یہ آکر اور آپ کے  
 علامہ کنٹوری کی فاحش غلطی ہے۔ کیونکہ یہ کہنا کہ در کتب شیعہ لفظ ابو بکر نیست  
 کیا مراد ہے اگر یہ مراد ہے کہ کتب شیعہ میں بطور بیان مراد کی لفظ ابو بکر نہیں تو صحیح کہ ہے  
 کیونکہ علامہ ابن میثم نے جب لکھا ہے تو اس کا اپنی شرح میں لکھا صحیحہ کا کذب ہو گا  
 وہ عالم شیعہ امامی اثنا عشری ہے اور علامہ کنٹوری کی جملہ خیال کا اس قدر حکماء و علماء  
 نہیں ہے کہ اس میں احتمال ہے علامہ نے شرح ابن میثم نہ دیکھی ہوگی مگر تعجب تو یہ ہے  
 کہ ہمارے فاضل محیب باوجودیکہ معلوم کر چکے کہ شروح ابن میثم کبیر و صغیر میں یہ لفظ موجود

پہر فرماتے ہیں کہ علامہ کنٹوری کا لکھنا کہ در کتب شیعہ لفظ ابو بکر نیست صحیح اور درست ہے اور ابوال  
 دین روایات و حیا و شرم سے کام لیتے ہیں۔ اور اگر لفظ کتب سے روایات مراد ہے یا متغیر  
 کہ اس کلام جناب امیر کی روایات میں کہیں بجای لفظ فلان کے لفظ ابو بکر مروی نہیں ہے  
 چنانچہ اس احتمال کے ثبوت پر عبارت سابقہ علامہ کنٹوری کے دلالت کرتے ہیں احتیاج ان  
 توجیہات شیعہ راہ قسے افتاد کہ در کتب شیعہ بجای لفظ فلان لفظ ابو بکر موجودی بود اس میں سے  
 مفہوم ہوتا ہے کہ اس روایت میں لفظ فلان کی جگہ لفظ ابو بکر کے موجود ہونے کا انکار ہے تو یہ  
 اس سے بھی زیادہ بوج اور خلافات ہے کیونکہ یہ کہنا کہ ممکنہ ان توجیہات کی ضرورت جب ہوتی  
 کہ ہماری روایات میں جو اس کلام جناب امیر کی نقل کے متعلق ہیں بجای لفظ فلان کے لفظ  
 ابو بکر ہونا اور جب لفظ ابو بکر ہماری روایات میں نہیں ہے تو ممکنہ ان توجیہات کی کچھ ضرورت  
 نہیں رہتا مگر غلط ہے جسکو تہوڑی سی بھی فہم ہو وہ اس فاحش غلطی کو معلوم کر سکتا ہے  
 اسلی کی اگر بالفرض علامہ شیعہ میں سے کوئی شخص نہ لکھ کر بطور مراد کے اور نہ بطور واپس کے  
 کہ لفظ فلان سے ابو بکر مراد ہیں یا کسی روایت میں بجای فلان کے ابو بکر مراد ہے اور عقیدہ اصحاب  
 نہ کوہ ہونی میں وہ نہایت مجموعی سوای شخص رضی اللہ عنہم کے کسی پر صادق نہیں آتی اور  
 بروی عقل سلیم کوئی شخص سوای ابو بکر و عمر کے مدوح اس طرح کا ہو سکتا ہے تو اس میں  
 اگرچہ کسی نے لفظ ابو بکر زبان سے نہ نکالا ہو تا ہم توجیہات کے وجہ سے آپ بری الذمہ نہیں  
 ہو سکتے اور شیعہ پر واجب ہے کہ اس الزام کو جو اس عبارت سے ناشی ہو توجیہات کر کے نہ سب کے فخر  
 کو بند کریں یہ جائیداد علماء نے تصریح فرمائی ہو کہ لفظ فلان سے مراد ابو بکر ہے یا عمر توجیہات علماء  
 شیعہ نے تصریح کر دی کہ مصنف ان اصناف کے حضرت ابو بکر میں یا عمر اور وہ اصناف مساند  
 و متقدم حقیقہ خلافت موصوف کو ہیں تو آپ ہی فرمائی کہ کوئی عاقل کہہ سکتا ہے کہ شیعہ  
 کو اس کلام کی توجیہات کے حاجت نہیں اگرچہ علماء نے تعین مبہم فرمائی ہو اور احتیاج  
 اسی وقت ہے کہ جب روایت میں لفظ ابو بکر بجای لفظ فلان کے ہو وہاں حدیث کا کبارہ و حناد

انوس کہ آپکو اور آپ کے علامہ کنٹوری صاحب کو یہ بھی خبر نہیں کہ شیعہ کو اس کلام کی توجیہات کے  
 جیسا سوقت بھی ضرورت ہے جبکہ کسی طور پر بھی کتب شیعہ میں لفظ ابو بکر موجود نہ ہو تو اس سوقت  
 احتیاج توجیہات بالاولی ہوگی جبکہ اگر علامہ شیعہ میں کسی نے بھی تصریح کر دی ہوگی لفظ  
 فلان سے مراد ابو بکر بن یا عمر ہیں بہر تقدیر علامہ کنٹوری کے یہ تحریر غلط ہے پہراوسے چنانچہ کا  
 اوکی تصحیح و تائید کرنا ادب ہی سچا۔ کاش آپ ذرا ہی فہم و انصاف سے کام لیتے قال  
 الفاضل الجیب۔ قولہ۔ بجواب اس صاحب آیات بیات سلمہ فراتسہ میں کہ یہ جواب علامہ  
 کنٹوری کا غلط ہے اور جو اونہوں نے نسبت خاتم المحدثین کے فرمایا ہے (کہ ایں علامہ  
 محض ست) دینی ہم علامہ عجیب کی نسبت کتر ہیں۔ کہ ایں جواب کذب محض ست۔ اقول۔  
 صاحب آیات بیات میں یہ یاقوت کہاں کہ علامہ کے کام کا جواب لکھہ سکیں وہ بیجاری و ہمت  
 قاری سمجھو سے یہی قاسم بن۔ ان اہلسنت کی صحبت میں رہ کر آپ کے خاتم المتکلمین وغیرہ کی کتاب  
 و کتبیں ادب و ادب کے اس کے اپنے عقل و علم سے کام لیں یا اپنے شکوک و دھام علماء کرام یا ادلی  
 کلام سے رفع کریں یہی ہو گئی اور چنانچہ تو نسیت ایزدی و نسیت پہلے ہی سلب ہو چکی تھی۔ اب تھی کیا  
 نہ ہی سید احمد خان صاحب کے موافقہ سے نیچری ہو گئی اور انکرم حق میں ازمین سوراند و  
 از آنسو ماند و مثل صادق ہو کر ایسے مذہب متکون مزاج کے بات کا گیا تھا کہ  
 جو کچھ آیات بیات میں لکھا ہے سب تحفہ و ازالۃ الغبن وغیرہ کا ترجمہ کیا ہے ورنہ انکی یاقوت  
 تہناب قاضی صاحب علیہ الرحمۃ نقل عیار میں یقین ہے کہ آپ پر یہی ظاہر ہو گئی ہوگی  
 يقول العبد الفقیر الی مولاه العتبی۔ حضرت میر صاحب سید ہمدی علی علیہ  
 کہ نسبت جعفر آپ بڑائی فرماتے ہیں وہ سب اس قبیل سے ہے جیسا کہ یہود نے علیہ السلام  
 بن سلام کے نسبت بعد انکرام اسلام لانے کے بطور ہجو کے کہا تھا کہ شرنا و ابن شرنا تو یہ کیا  
 سید ہمدی علی صاحب سلمہ کی نسبت بلا کر مانہ کہہ قابل استہزاء ہے اور نہ حمل شکایت  
 اگر اسوقت چر آپ کے علماء و محضرین توفیق خداوندی انکو دہر ہو اور عار کو نادر ہر خستیاں کریں

کہ یہ سب باتیں نہایت آسان ہیں

اور اس حق کے گردہ میں دھن ہو جاوے تو آپ اولیٰ نسبت ہی ایسا ہی فرماؤں گے بلکہ اگر توفیق  
 موقوف حقیقی آپ کی رہبری ہو سکتی رہی فرمادی اور آپ کو بالکشاف حق و مدسّر نکال کر باطل  
 نجات و فلاح پر پہنچا دی اور آپ سنی ہو جاوے تو اور شیعہ آپ کی نسبت ہی بعینہ دینی مانگو  
 کہ جو آپ سید مہدی صاحب کی نسبت فرما رہے ہیں بلکہ مع شہی زائد۔ رہا اولیٰ لیاقت و مقتدا  
 علمی اور فہم سو میں بحال ہے کہ سکتا ہوں کہ آپ کے نسبت تو بہت زیادہ ہے اور سلامتی فہم تو  
 یقیناً آپ کے کستوری اور شوستری وغیرہ سب سے زیادہ ہے۔ تعجب یہ ہے کہ اول آپ درجہ ہیں  
 کہ وہ بیچارہ تو فارسی عبارت سمجھنے سے ہی قاصر ہیں۔ اور پھر آپ ہی تحریر فرماتے ہیں  
 کہ اہلسنت کی صحبت میں رہ کر آپ کے خاتم المتکلمین کے کتابیں دیکھیں۔ جب اونکا یہ حال ہے  
 کہ فارسی عبارت سمجھنے سے ہی قاصر ہیں تو خاتم المتکلمین کے کتابیں جنکی فارسی ہی فارسی  
 سلیس نہیں۔ بلکہ سید قدر فقیہ ہے کیونکہ دیکھ سکتے ہیں اور اگر اہلسنت کے فیض صحبت سے  
 ادھون نے یہ ملک حاصل کر لیا ہے تو پھر یہ الزام بجا ہے اولیٰ کوئی اُمی ہونا ہے پھر  
 اہل علم سے کب علوم کیا کرتا ہے تو اگر ادھون نے اہلسنت کی صحبت میں رہ کر ملک حاصل  
 کیا ہو تو کیا محل طعن ہے۔ اور ہم سابق میں جواب عبارت قاضی صاحب واضح طور پر  
 بیان کر آئی ہیں کہ عبارت فہمی کی لیاقت آپ کو زیادہ ہے یا اونکو اوس سے واضح ہے کہ سخن  
 فہمی کا سلیقہ جناب کو تھا ہی نہیں۔ اور یہ جو لکھا کہ آیات بنیاد میں جو کچھ لکھا ہے  
 سب تحفہ اور ازالہ الغین وغیرہ کا ترجمہ ہے سو یہ کچھ نئی بات نہیں ہمیشہ آپ اور دیگر  
 اسلاف یہ ہی لاٹائل محو فرماتے رہے چنانچہ تحفہ کی نسبت فرماتے ہیں کہ صواعق کا  
 ترجمہ نہ ہے کوئی صاحب فرماتے ہیں کہ صواعق سے سروق ہے اگر ہم ہی ایسی ہی خالص  
 زبان نہ نکالیں تو کہہ سکتے ہیں کہ لایفات کستوری و جائسی شوبیری مجلسی کے کما بونکا ترجمہ  
 ہے اگر اخذ مضامین کو لایفات میں سرقہ کہا جائے یا ترجمہ تولد یا جادی تو متاخرین کے تمام  
 کتابین متقدمین کے کما بونکا ترجمہ ہونگی خود آپ کی یہ تحریر جسکا میں جواب لکھ رہا ہوں نہ غیر

ترجمہ ہوگا دلم بطن احد لیکن جب نہ خدا کا خوف ہو نہ اہل علم سے کچھ حیا و شرم ہو بہر حال  
 جا ہی فرمائن سدا شکوک و ادوام کو علماء کرام سے رفع کرینگے نسبت جو ارقام فرمایا تھا۔ نہایت  
 تعجب میرے ہے علماء کرام تو خود ہی اپنے اصول فہم میں مبتلا و ادوام میں نہیں مینی غلط کیا  
 بلکہ یقیناً باطل سمجھتے ہیں اور بجز اعتراف کے چارہ نہیں دیکھتے و لکن اخبار و انصار علی اخبار  
 اور یہ جو کچھ میں نے عرض کیا ہے حاشا کہ نسخہ اول مزل کے طور پر ہو جو کچھ عرض کیا ہے  
 واقعی ہے اگر اس میں کچھ شک شبہ ہو تو سنی کہ اسی خطبہ کے بابت اب کفر نقیب ابو جعفر استاد  
 فاضل مدنی پانگل اور ست و شل میں چنانچہ قائم المتکلمین نے ازادہ الغین میں لکھا ہے کہ دین  
 مقام اہل حق را بشارتہا و دیگر ست سیر حونی از آن قصص کہ کفر نقیب ابو جعفر استاد  
 فاضل مدنی کہ وہ کلام و ذرا نسبت یہ طولی دارد و در اثبات مثال خلاف اشارہ دین چہ سعی و کوشش  
 بجائے آورد درین مقام علم پرستان انداختہ و نقطہ پرستہ فاختہ زیرا کہ مدائنی در شرح  
 خود بعد از عبارتیں کہ استوری بر آن دین قول عتقی شدہ میگوید کہ نقیب کفر است  
 بخلاف وقتی درست کر شود کہ مدح شخص با صفتی مطابق نفس الامر بود و سچ شکر و تردید سیر بر آن  
 آن کرد و چون جناب امیر باین اوصاف معترف شود نہایت مدح خواهد بود کہ بالا از ادان  
 بناسد نقیب سرگرم بیان فرد و رد و بعد از نامل گفت کہ راست سیگوئی نہ انتہی کیست بری  
 چون باین مطلب را باعث رسوائی مذہب خود ہستہ تذکر آن پیر و افستہ انتہی بلفظ اشرف  
 عاقل میری گذارش کے قصدین فاضل مدائنی کی کلام نسبت بخوبی کر سکتا ہے اور معلوم کر سکتا  
 کہ اصول تشیع پر جب اصول مذہب سرنگو کہ اعتراضات منع نہیں ہو سکتے تو حیدر  
 علماء کیا کر سکتے ہیں آخر فاضل مدائنی کے شبہ کا جواب انکو استاد سے بجز تسلیم کے کچھ نہیں  
 اگر توفیق خداوندی دونو استاد و تلمیذ کے رہبر ہوتے تو ذرا آگے ہی فکر فرماتے  
 کہ جب یہ بات مسلم ہے کہ جناب امیر نے یہ تعریف فرمائی اور اس تعریف سے بالاتر کوئی  
 تعریف نہیں ہو سکتی کیونکہ مصادق و مثبت خلافت ارشدہ مہرج کو سچ تو بہر کوں ہمراہ

لوگوں کو برخلاف ارشاد جناب امیر کے بدتر لوگ قرار عتقاد کریں اور کیوں کہ مستقیم کو نہیں  
 نکریں اور کس سطح پر باویہ فداالت میں پریشان پیرین لیکن توفیق و سنگیہ نہونی اور تکی  
 شہد چایج ہے۔ **مَنْ لَمْ يَطْبَعِ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ**  
 اور جو کچھ آپ سید محمد نے علی سنگیہ تجریت کی بابت لکھا اول تو اسکا آپ ثبوت و بحر  
 ہمارے نزدیک اسکا کچھ ثبوت نہیں اور یہ محض دعوے کے اصل ہے دوسری یہ کہ سید  
 احمد خان صاحب کے دو اصول میں اول متعلق دنیا کے جو انکی اصلی غرض ہے۔ دوسرے  
 متعلق دین و اعتقاد و اعتقاد کے۔ جو اصل کہ انکی متعلق دنیا کے ہے وہ تو یہ ہے کہ اس  
 زمانہ میں اہل اسلام باعتبار ذوال دولت اور دنیاوی عزت و حرمت کے دوسرے قوموں سے  
 نہایت گری ہوئی اور پستی کے حالت میں ہیں جو ہر مسلمان کے نزدیک قابل انصاف ہے  
 اور دنیاوی عزت و حرمت کا حصول بدون اس کے ممکن نہیں کہ یا مال دولت ہو یا صاحب  
 جلیلہ پر فائز ہو اور نہایت بدیہی ہے کہ صاحب جلیلہ کا حصول قطعاً علوم دنیاوی کے  
 حصول پر اس وقت میں باسیاب نظام موقوف ہو اور حصول مال ہی یا حرمت و صناعہ  
 ہی یا تجارت و زراعت ہو اور انکی تحصیل ہی آل کا تحصیل علوم دنیاویہ پر موقوف ہوتی ہے  
 تو اسکی سید احمد خان صاحب کے گرامی میں نہایت جوش و خروش کے ساتھ مسلمانوں کی پیروی  
 کو لیے یہ قرار پایا کہ علوم دنیاویہ کو ترقی دینا واجب چنانچہ اسی بنابر ادھون کے علوم  
 کہولا اور ادھون نے وہ تعلیم جو آجکل دنیاوی حیثیت سے اعلیٰ درجہ کی تعلیم سمجھا جا رہا  
 جاری کی اور اس طرح سول سروس کے محکمہ سلسلہ ہوئی اور سید احمد خان صاحب کے اس  
 کہ ہزار مسلمان جو اہل اسلام کی دنیاوی ترقی کے جوش کی آگ انکی دل میں مشتعل  
 تھی مدد و معاون ہو گئی اور انکی کردہ میں داخل ہو گئی۔ اب ہم اس امر سے قطع نظر کر کے  
 کہ بحیثیت دین کے تحصیل دنیا میں اس قدر کوشش و انہماک کرنا اور دنیا کو دین سے زیادہ اہم  
 یا شان سمجھنا اور تحصیل دنیا کو تحصیل دین پر مقدم کرنا بجائے یا بجائے دیکھتے ہیں تو انکی

شخص اس وقت اس امر میں مخالفت نظر نہیں آتا کہ وہ بنظر اسباب غاہری ان مسائل کو  
 دنیاوی ترقی مسلمانوں کا عمدہ ذریعہ نہ خیال کرتا ہوگا یہی وجہ ہے کہ صدر اہل اسلام  
 جو دنیاوی ترقی کے خواہان تھے ان کو حامی ہو گئی اور ہزار ہا روپیہ فراہم ہو گیا لیکن اس سے  
 نہ وہ کا ذریعہ بنی اور نہ مجدد اگر آپ کے نزدیک دنیا کی تحصیل کے اسباب میں کوشش کرنا  
 باعث کفر ہو تو آپ نے انگریزی ملازمت اختیار کر رکھی ہے جو تحصیل دنیا کا ایک ذریعہ  
 ہے اور علاوہ اس کے ہزار خاص و عوام شیعہ اس میں مبتلا ہیں اور بہت سے سید احمد خاں صاحب  
 کو ہر طریق میں داخل ہو کر میں یقین کرتا ہوں کہ آپ ان کو اس وجہ ہرگز دائرہ اسلام سے  
 خارج نہ سمجھتی ہوگی۔ اور ان کی دوسری اصل جو متعلق دین و اعتقادات کی ہے ان کو  
 نسبت جعفر رہنے خبریں سن کر اور ان کی اعتقادات کی نسبت بحیرات لوگوں کو دیکھے  
 کہ سید احمد خاں صاحب ضروریات دین کے منکر من اگر یہ صحیح ہیں تو بیشک بہت نقصان  
 اصول اسلام ہے لیکن ہم یقین کرتے ہیں کہ جعفر لوگ سید احمد خاں صاحب کے معتقد  
 اور پیرویدہ ہوتے ہیں اکثر ان کو دنیاوی اصل کے وجہ سے ہوتی ہیں اور ہرگز اعتقاد  
 میں ان کو میر و مہین ہوتی۔ لیکن عرف میں عام طور پر بلا امتیاز و تفرقہ کے ہر ایک کو  
 جو در علم کلام کا حامی ہو گو وہ اعتقادات میں تابع سید احمد خاں صاحب کے ہو یا نہ ہو  
 بخیر کہہ دیتے ہیں تو کیا بعید ہے کہ تہدی علی صاحب سلمہ ہی صرف اصل اول  
 دنیاوی کیونکہ ان کو سعاد ہوں اور ان کو اعتقادات کے تابع ہوں۔ اگر آپ کو اس کا  
 یقین ہے کہ سید تہدی علی صاحب کے اعتقادات بھی سید احمد خاں صاحب جیسی  
 ہو گئی ہیں۔ تو آپ کسی دلیل سے ثابت کیجے۔ قطع نظر اس سے ہم نے مانا کہ وہ اعتقاد  
 میں بھی سید احمد خاں صاحب کے تابع ہو گئے۔ اور قطعی طور پر وہ بخیر ہو گئی تو یہ کتاب  
 آیات بیانات نواد ہوں نے بخیر ہوئے سے بیشتر تالیف فرمائی تھی یہ کہ ان کو نظر اعتبار  
 ہو گئی۔ اور اگر بالفرض بخیر ہوئے کے بعد بھی لکھتی تو یہی جب انہوں نے اہل حق کے

نزدیک حق لکھا ہے تو اونکی تلون نراجی اور تذبذب سے امر حق کیون بے ہنگام نہ ہو گیا  
 یہ حضرت کی مناظرہ دانی اور خوش فہمی ہی نہیں بلکہ جواب دینے سے اغماض و گریز ہے  
**قولہ** ان آپ کے خاتم التکلیف نے ازالۃ الغین میں یہ لکھا ہے اسکا جواب گذارش ہوتا ہے  
 اس قول کے جواب میں صرف یہ ہی کہہ سکتے ہیں کہ جو آیات بنیات والہ نے حضرت علامہ علیہ السلام  
 کی نسبت لکھا ہے وہ اونکی ہی نسبت درست ہے **اقول**۔ بیت تو کاری زمین را  
 نگو ساختی۔ کہ با آسمان نیز پرداختی۔ حضرت کا ادعائی علم بہائیک پونہا کہ سید ہی  
 علی کے جواب سے آپکو استنکاف ہوا اور خاتم التکلیف کی تحریر کی حقیقت سے آپ جواب دی  
 کہ باندہ میں چہ خوش است و کا وہ حال اور دعویٰ یہ کہ چہ خبیث چہا چاہی کہ کیکن نام کو دے  
 معلوم ہو جاوے گا۔ کہ آپ کے حضرت علامہ سے میں یا ہماری سید مہدی علیہ السلام قال  
**الفاضل المحجب**۔ قولہ۔ اور ثبوت اسکا یہ ہے کہ کمال الدین ابن شیم بحرانی نے شرح  
 رنج البلاغت میں لکھا ہے ان ارادہ تکلابے بکر ان شعبہ من ارادہ عمہ لفتح۔ **اقول**۔  
 آپ کے خاتم التکلیف صاحب آیات بنیات کی خوش فہمی پر کمال تعجب ہے کہ جو عبارت سے نقل  
 جناب فہستی صاحب اعلام اللہ مقامہ کی ہے اسیکو مذہب اور قول کا نہرتے میں یہ عبارت  
 تو بنات صاف اور صریح اس بات میں ہے کہ حدیث علی بن لفظ فلان ہے لیکن ارادہ لفظ فلان  
 کس کو کیا ہے آیا ابو بکر مراد ہے یا عمر مراد ہے جیسا کہ ابن ابی الحدید سے نقل کیا ہے یا کوئی شخص  
 دیگر مراد ہے جیسا کہ ابیدار میں قطب راوندی علیہ الرحمۃ سے نقل کیا ہے۔ پس عرض فاضل ابن شیم  
 علیہ الرحمۃ کے اول نقل کرنے قول قطب راوندی سے یہ ہے اولاً السلام کہ ابو بکر و عمر مراد ہے  
 اور ثانیاً علی التثنیل اگر ابو بکر یا عمر مراد ہے تو ابو بکر مراد یا عمر مراد ہے عمر کے مراد لینے سے  
 اور وجہ اسکو بیان کی ہے پس یہ الزام ابن ابی الحدید کے روکیے ہے نہ یہ کہ واقعی تاریخ  
 اس قول کے قائل ہیں۔ **یقول العبد الفقیر الی مولاه الخ** ہی  
 اہل انصاف و دانش خدا را ہماری فاضل محبت کے اس جواب کو دیکھو اور حسن و کرم اور ہر



کونین کے آئینہ کی عبارت اور ان کے تفسیر کے لئے  
نظم کے ساتھ بیان ہے جس میں اس کے معنی اور اس کے  
معنی کے ساتھ بیان ہے جس میں اس کے معنی اور اس کے

ہو کر سنو۔ سب سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ علامہ ابن تیمیہ کی شرح کبیرہ صغیرہ کی پوری  
عبایتیں نقل کر دین اور بعد اس کے گزارش کر دین کہ فاضل مجیبی کے اس مرقع فرمایا ہے یا مخالف  
ادب اہل نقل خود ہی مجاہد سنیگر علامہ ابن تیمیہ اس شعبہ کی شرح کے متعلق اپنی شرح کبیرہ  
فرماتے ہیں جو مطبوعہ ایران ہے۔ اقول الاود العوج والعمد خض وهو المشد اخ  
داخل سنم البعیر من الحمل ونحوہ مع صحیح ظاہر و قوله لله بلاد فلان لفظ  
بیانی معروض المدح کقولہم لله درہ و لله ابوہ واصلمہ ان العرب اذا اراد  
مدح سئی وتعظیمہ نسبواہ الى الله تعالى بهذا اللفظ وروی لله بلاد فلان بھی  
عملہ الحسن فی سبیل اللہ۔ والمنقول ان المراد بفلان عمر وعز القطب الجواند  
انہ انما اراد بعض اصحابہ زمن رسول الله من مات قبل وقوع الفتن وانتارح  
وقال ابنی الحدید ہ ان کما ہر الاوصاف المذكورة فی الکلام بدل علی ابنہ ارادہ  
ولی امر الخلافة قبلہ لفقہ قوم الاود و داوی العمید ولم یرد عنہ ان لو وقع فی الفتنہ  
وتشعبا بسببہ ولا ابابکر بقصر مدایہ خلافتہ وبعد عمر عن الفتن فكان الاکھرا انہ  
اراد عمر و اقول ارادہ لابی بکر اسبہ من ائمۃ بجمہ لما ذکرہ فی خلافتہ عمر و قہا  
فی خطبہا المعروف بالسقیفۃ لما سبقت الاشارة الیہ وقد وصفہ بامیر احدھا

سے میں کہتا ہوں اود بھی ہے اور قدامت کی کو ان کے اندر ایک سیکر ہوتی ہے جو جو یہ وہ فرسے سے پہلے کہ یہ سوار اور ہر جمع سے  
سوار ہوا ہے جو کہ شہناخ کہتے ہیں اور درندہ بلاد فلان یہ لفظ مدح کے نوع میں بوجہ اسے جیسا کہ میں نے مذکورہ اور بعد اس کے  
اصل یہ ہے کہ عرب جب کسی شی کے توفیق اور تقسیم کا ارادہ کرتے ہیں تو اس کو خدا کی قدرت اس لفظ کا ساتھ دیتے کہ تمہیں  
اور بعض حالات میں کہ بلاد فلان کہی ہے اور یہ اس کی مدح کے نیک کام خدائے راہ میں ہر زمین میں مقبول ہے جو کہ لفظ فلان  
عمر زمانہ میں اور قطب راہی کی منقول ہے کہ بلاد فلان کہ حضرت نے اپنی بعض اصحاب کو براہ کہا یہ رسول اللہ کے زمانہ میں  
جو قسم کی واقعہ جو نہ ایہ سب سے پہلے فوت ہو چکا تھا۔ اور ابن ابی اکھبر نے کہا کہ بعد اوصاف کلام میں ذکر کریں کہ ہر  
دلت کرے میں کہ براہ ایہ شخص ہے جو حضرت کے بعد امر خلافت کا سولی پر اسبب کی قریل فرما اود اور اود ایہ لفظ کہ  
کا تو اس کے فتنہ میں ہے۔ اور اس کے باعث سے فتنہ پہلے کہ سبب اللہ نہیں کیا اور اگر کوئی اس کی دلت خلافت کے کہ  
اور فتنہ کی دلت کہ خلافت سے جہیز ہونے کے سبب اللہ نہیں کیا تو بہت ہی ہر سبب کہ عمر کو براہ کہا اور میں کہتا ہوں حضرت کا ہر کہ  
کہ کہنا بہت ہی ہر کہ راہ ایہ مناہجین ہے سبب ان ہر کہ ہر کہ راہ ایہ ہر کہ راہ ایہ ہر کہ راہ ایہ ہر کہ راہ ایہ ہر کہ راہ ایہ

نظم کے ساتھ بیان ہے جس میں اس کے معنی اور اس کے معنی کے ساتھ بیان ہے جس میں اس کے معنی اور اس کے



قوله وترکهم للحال واعلم ان الشيعة قد اوردوا ههنا سوالا فقالوا ان هذا ما للمباح  
التي ذكرها عليه السلام في حق احد الرجلين تناقض ما اجمعنا عليه من تحققتهم ولخذها  
منصب الخلافه فاما ان لا يكون الكلام من كلامه عليه السلام او ان يكون  
اجماعنا حظه ثم اجابوا من وجهين احدهما لا نسلم الثاني المذكور فانه حاذان يكون  
ذلك المدح منه عليه السلام على وجه استقلال من يعقد صحة خلافه التفتين  
واستجواب قلوبهم بمثل هذا الكلام - الثاني انه جاز ان يكون مدح ذلك لاحدهما  
في معنى نوبت ختمان بوقوع الفتنة في خلافته واضطراب الامر عليه واستتيارده  
بيت مال المسلمين هو ونوابه حتى كان ذلك سببا للوراثه المسلمين من الامعاء  
اليه وقتلهم وبنيته على ذلك بقوله وخلف الفتنة وذهب في الثوب قليل البياض  
خيرها وسبق لها قوله وتركهم في طرقا من شيعه اياه فان مفهوم ذلك ان الوالي بعد  
هذا الموصوف قلنا لصف يا هذا هذه الصفات والله اعلم سائتمى بلفظهم تو حشرت  
ابن هشام في ابني شرح كبير من تحرير فرما يا سب اب شرح مختصر في عبارات بهي بن ليحيى يقول  
يقال لله بلاء فلان كما يقال لله درهم والله ابوه وهي كلمه مدح قيل راد به مدح عمر

اس قول در کبریا بن صالح ہے۔ اور جان کر شیر نے ایک سوال اراد کیا ہے کہ میں کہہ رہا ہوں جو حضرت علیؓ کے دو حواری  
(ابو بکر و عمر) کے کن بن فرماؤں جو اس کی مخالفت کرے جس پر ہر شخص کو خطا کی طرف نسبت کرنے اور غضب غلافت کے کہیں ہے  
اجماع کیا ہے تو اب یہ کلام حضرت علیؓ کے کلام نہیں کیا کہ ہمارا اجماع باطل ہے پیر اسکا او نہ ان کے دو طرح پر جواب دیا  
ایک تو یہ کہ ہم مخالفت نہ کرے اور کہیں نہیں کرتے کہ نہ کہ جانتے ہیں کہ یہ مدح حضرت علیؓ کے کلام ہے جس کا ہر شخص  
صحت خلافت نہیں کے صلح جو کی اور ان کو روکنی کہیں نہیں کے طور پر صادر ہوئی ہو۔ دوسری یہ کہ اس پر یہ توصیف کیا  
اور ان کو کہ نسبت عثمان کے قویج کے مقام میں ہو سبب واقع ہونے فتوئی اسکی خلافت میں اور غضب پر ہر شخص کو  
اس پر یہ کہ اس کی اراد اس کا آپ کے اور دے کے بت المال کو ہر ایک کہ اس کی طرف مشیر نہ کہ مسافر نہ کہ ہر شخص  
اور اسکی نقل کا سبب ہوا اللہ شہد کیا اپنے اس قول سے وغلف العتہ ذہب لقی الثوب لعل العیب اصاب جبر  
وسین کمر اسار اس قول ہے۔ در کبریا نے طرف تشعبت لیج۔ ہاتھیں اسکا مفہوم مخالفت یہ ہے کہ اس برصحت کے بعد  
جو خلیفہ ہے وہ ان صفات کے اعداد کے ساتھ متعطف ہے واللہ اعلم۔ اسے میں کہتا ہوں پوسنے میں  
مدح بلاء فلان مدح بکھتہ میں مدح درہ اور مدح ابوہ اور یہ مدح کا کلمہ ہے کہا گیا ہے کہ حضرت نے اس سے مدح  
مدح کا ارادہ کیا ہے۔ ۱۲۔

وقیل بعض الصحابة ممن جاهد فی دین الله فالاولاد الا عوجاج والعلم من یاخذ الابل  
 فی اسمتها وهو مستعار لآخر القلوب ومذا واما بالزواج والقولیة والفعلیة فبقاؤہ  
 کناية عن طہارتہ من المطاعن والضمیر فی خیرھا وشرھا للحدیثہ وان لم یحذر ذکرھا لکنھا  
 معمودۃ اولیٰ لثقل مذکورھا والطریق المشعبہ طرق الفتنة انہی بلفظہ اب ہم بعد نقل عبارت  
 علامہ ابن شمیم جوازے۔ ایل الشاف ہی اسید کرتے ہیں کہ خدا کے لیے تہوڑی سی تکلیف گوارا فرما کر  
 تحفہ اثنا عشریہ کے اوّل کتاب کو جو اس خطبہ کے متعلق ہے جبکہ عبارت مذکورہ شرح ہو چکے  
 فرما دیں اور بعد اس کا جواب جو کچھ علامہ کنسوری نے تحریر فرمایا ہے بغور دیکھیں اور فرمیں  
 کہ علامہ موصوف کا جواب صحیح ہے یا غلط۔ اس کا بیان مفصل تو مقتضی تطویل کو ہے مگر مختصراً  
 دیکھ کر رفع طراسا معین کے اسکو لکھتے ہیں تاکہ علامہ کنسوری کا پایہ علم و تدین اور حضرت حبیب کا  
 مبلغ فہم والضمائم واضح ہو جاویں کہ نسبتاً کم و بیش ہوتا ہے اول خلاصہ مطالب اس خطبہ کا  
 نہایت اختصار کیا بیان کر دیں۔ پس واضح ہو کہ ابن شمیم کی اس شرح سے چند امور حاصل  
 ہوئی۔ (۱) نقیبین ہم لفظ فلان بن چند اقوال نقل کیے۔ اول سب سے پہلے لکھا کہ منقول  
 یہ ہے کہ لفظ فلان سے مراد عمر ہے اور ظاہر یہ ہے کہ جب مطلق منقول ہوا بیان کیا ہے  
 تو یہ مراد یا تو منقول اصل مصنف ثریف رضی جامع نبج البلاغت سے ہے۔ چنانچہ علامہ کنسوری  
 نے مفتاح الکونین وغنیہ سے جو حاشیہ منہیہ تحفہ اثنا عشریہ کا شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کے نقل کیا ہے  
 کہ شراح ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ فخر کہتا تھا کہ میں نے اس نسخہ میں جو بخط رضی تھا۔ لفظ  
 فلان کے نیچے عمر لکھا ہوا دیکھا۔ علامہ کنسوری کی عبارت یہ ہے۔ دیکھیں ابن ابی  
 منقول سنت بانچہ خود در حاشیہ آن از شرح ابن ابی الحدید کہ از جملہ قائلین بخلاف صحابہ  
 ہے اور کہا گیا ہے کہ بعض صحابہ کو جنہوں نے اللہ کے دین میں جہاد کیا تھا اللہ کیسے اور آدمی ہے اور عبدی  
 جو آدمی کو کہہ لو نہیں پیدا ہو جاتے ہوا اور دینی بیاریوں کو لیے مستعار ہوا اور انکا علاج قوی اور غنی زواہر کے ساتھ ہوا  
 اور کپڑی کی صفائی ستہائی اور اسکی مطاعن سے پاکداسنی کے کتا یہ ہے اور نیز خبر از شرا میں خلافت کی طرف ہوا کہ  
 اسکا ذکر نہیں آیا البتہ دیکھیں ہونے یا اسکا ذکر کے مقدم ہونے اور ہر گز نہ مستند فتنہ کی مستندین ۱۲۔

شہرست نقل کردہ وندہ عبارتہ و فلان المکنی عند عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ و  
 قد وجدت النسخة التي لخط الرضی الی الحسن جامع تہج البلاغت و تحت  
 فلان نسخہ حدثنی بذلك بخار بن محمد الموسوی الادب الشاعر و سالت  
 عند النقیب اباجعفر یحیی بن ابی زبد العلوی فقال لے هو عمر فقلت لانی  
 علیہ امیر المومنین هذا التناء فقال نعم و این قول ابن ابی احمد یہ کہ شمس بن است کہ قمار  
 بن جند موسوی باور وایت کرد کہ در نسخہ پنج البلاغت کہ بخط سید رضی بود تحت لفظ فلان لفظ عمر بود  
 اگرچہ قول ناصبی اگر متضمن بود لفظ ابی بکر است نقص میکند لیکن تصحیح میکند نہ سبب اور اگر مع  
 عمر باشد - اہمتر بقدر حاجتہ - تو اس سے صفات معلوم ہوا کہ ابن میثم نے جو مطلق منقول مراد لفظ فلان  
 عمر لکھا ہے تو شاید منقول اصل مصنف سے مراد ہے یا یہ کہ یہ منقول علماء ازہر ہے - یا منقول ائمہ  
 سے ہے یہ کہیں کسی سے منقول ہو - حدیث کے نزدیک یہ نقل قابل اعتماد و وثوق ہے - و یہ مراد  
 قول قطب راوندی کا نقل کیا اور فرمایا کہ منقول قطب راوندی سے یہ مراد لفظ فلان ہے  
 بمقتضی اصحاب بنین جو حضرت کے زامین و قوع فتن سے پہلے وفات پا گئے - اور یہ  
 قول شارح ابن میثم کے نزدیک قابل اعتماد نہیں چنانچہ ہم اسکو ثابت کرنا کہ تیسرا قول ابن  
 ابی احمد بکا نقل کیا اور فرمایا کہ ابن ابی احمد یہ روح نے فرمایا ہے کہ کلام جناب امیر  
 میں اوصاف عشرہ مذکورہ ظاہر و پر دلالت کرتے ہیں کہ حضرت کے مراد مع ابیہ شخص کے  
 ہیں جو حضرت سے پہلے دلی امر خلافت ہوا کیونکہ تقویم آخر جاج اور مداوۃ امراض بدون خلافت  
 متصور نہیں اور وہ تین شخص ہیں ابو بکر و عمر و عثمان لیکن عثمان مراد نہیں ہو سکتے کیونکہ  
 انکو سبب سے شعب التنازعین ہوا اور وہ فتنہ میں واقع ہوئی اور ابو بکر مراد نہیں ہو سکتے کیونکہ  
 اسکا اور لفظ فلان کا مکتبہ عمر بن خطاب سے مراد نہیں ہے لہذا ابیہ حسن رضی جاج تہج البلاغت کہ خط کا اور لفظ  
 فلان کے یہ لفظ عمر تھا حدیث کی جسے بخاری بن احمد موسوی اور شاعر نے ابو جعفر یحیی بن ابی زبد علوی نقیب  
 میں نے اسکو پوچھا تو اسنے مجھکو کہا کہ وہ عمر ہے میں نے اسکو کہا کہ امیر المومنین نے اسکا کسی شاکل اس نے  
 کہا مان - ۱۲ -

اور انکی مدت خلافت بہت ہوتی تھی اور انکا زمانہ فتن سے پہلے تھا تو انہیں یہ کہہ کر اور انکی  
 (۲) علامہ ابن شیم کے نزدیک یہ تو مسلم تھا کہ یہ موصوف ان اوصاف کا وہ شخص ہے جو حضرت  
 امیر سے پہلے ولی امر خلافت ہوا جیسا کہ ابن ابی الحدید کہتا ہے اور یہ بھی فیما بین شارح ابن شیم  
 اور ابن ابی الحدید کے متفق علیہ ہے کہ عثمان مرومہ نہیں ہے اور یہ بھی باہم متفق علیہ ہے کہ ابن  
 ممدوح ان مرائج عالیہ کہے میں لیکن یحییٰ بن اختلاف کہہ کہ دونوں میں سے کون مرومہ بن ابی الحدید  
 کہتا ہے انہیں یہ کہہ کر مرومہ بن کیونکہ حدیث بسبب قصر مدت اور بعد عن الفتن کے مرومہ بن ہو سکتا  
 شارح ابن شیم نے اسکو جواب میں فرمایا کہ میں کہتا ہوں - جناب امیر کا دن اوصاف کے لیے  
 ابو بکر کو ارادہ فرمانا بنیت عمر کے مشابہت ہے کیونکہ جناب امیر نے خطبہ شمشقہ میں ان  
 امور کے جو خلافت عمر میں واقع ہوئی مدت کی ہے تو یہ ان اوصاف عالیہ کے صدق  
 وہ خلافت و خلیفہ نہیں ہو سکتے - اس سے پہلے ہی معلوم ہوا کہ خطبہ شمشقہ میں خلافت  
 صدیقی کی نسبت ایسی مدت نہیں فرمائی جو معارض ان اوصاف کے ہو - پس ابن شیم کے  
 اس تقریر سے واضح ہوا کہ جو قطب الاقطاب شیعہ نے منصوبہ کیا تھا وہ اسکو نزدیک قابل  
 اعتبار نہیں اور اسکو نزدیک صحیح یہ ہے کہ لفظ فلان سے خلیفہ مراد ہے اور خلفائین ہی  
 جامع خلیفہ صدیق مرومہ بن (۳) بعد تینین یہم کے علامہ موصوف نے اوصاف عشرہ کو  
 ایک ایک کر کے گنا اور شرح وسط سکو بیان کیا - (۴) شرح اوصاف میں اس امر کو  
 اشکات کر دیا کہ موصوف ان صفات کا بجز خلیفہ کے دوسرے کوئی شخص موصوف ان  
 صفات کا نہیں ہو سکتا کیونکہ بعض اوصاف کو مطلب کو اس طرح بیان کیا کہ جبکہ مصداق  
 خلیفہ ہی ہو سکے - اول قول لا کے معنی کو بیان کیا کہ ہو کیا نہ عن تقوید لا ہو حاج الخلق  
 عن سبیل اللہ الی الاستقامۃ فیہا یعنی تقویم اوو کے کیا یہ ہی خلق کے کچھ کو خدا کے  
 راہ سے سید کرنا اور راستی کی طرف لانا اور ظاہر ہے کہ یہ مخصوص خلیفہ ہی کے ساتھ ہے  
 دوسرا وصفت ملاوات لراض نفسانیہ کے مواظف بالغہ اور زواجر قارۃ قولیہ فجلیہ کے ساتھ

یہ ہی امام ہی کے ساتھ مختص ہے۔ میرا سنت کا حق میں قائم کرنا اور جو وہی اور میرا کلام  
 خلیفہ ہی کا کام ہے۔ جو تھا اور اس کے حق میں سے فتن کا واقع ہونا امیر کا ہی منصب ہے۔ اور  
 وصف امانت خیر و سبق شرعاً شایع کہتا ہے کہ دونوں میں خیر و شرع اور شرع میں خلافت کی بحث  
 راجع ہیں اور اصحاب خیر سے مراد یہ ہے کہ اگر کسی نے حاصل کیا اور اس حیر کو جو خلافت میں مقصود  
 یعنی اس نے صل و الصاف کیا اور خدا تعالیٰ کے دن کو قائم کیا جس کا سبب قراب بنی و ان  
 اور شرف جلیل دنیا میں حاصل ہونا ہے اور میں شرع سے مراد یہ ہے کہ پہلے اس سے کہ خلافت میں  
 فتن واقع ہوں اور خلافت کی وجہ سے خون ریزی ہو تو ہو گیا یعنی اس کے خلافت میں کوئی  
 فتنہ نہیں ہوا اور خلافت ظلم و عدوان سے پاک صاف رہی۔ اب بعد اس شرح و بیان کے  
 ایسا کون شخص ہے جس کو اس میں تامل ہوگا کہ علامہ ابن ہشیم کے نزدیک صحیح یہ ہی ہے۔ کہ  
 موصوف ان اوصاف کا وہ شخص ہے جو جواب امیر سے پہلے متولی امر خلافت ہوا اور کس کے پیشتر  
 دیکھ کر اس میں شک باقی رہے کہ ابن ہشیم کے نزدیک قطب راوندی کا قول غلط ہے شرح اوصاف  
 مذکورہ سے مثل آفتاب روشن ہو گیا کہ ابن ہشیم کی رائی میں فقط فلاں مراد احد بن اسبنین سے ہے  
 اور قطب راوندی کا قول ہرگز قابل اعتبار کے نہیں (۵) بعد شرح اوصاف کہ جب ابن ہشیم  
 نے سمجھا کہ موصوف ان صفات کا لامحالہ احد الخلیفین قرار پائے اور ان کو ان اوصاف کے  
 ساتھ موصوف ہونے سے مذہب تشیع و رسم و رسم ہو جاتا ہے تو انہی اس کو سوال ہوا کہ  
 ہمارے میں اس مضمون کو ادا کیا اور کہا کہ آجکلہ شیخ نے سوال وارد کیا ہے وہ یہ کہ یہ تعریف  
 و توصیف جو جواب امیر نے ابو بکر یا عمر کے فرمائی ہے ہماری اس اجماع کے مخالف ہے  
 جبکہ ہم نے ان کو نسبت غضب خلافت اور تحریف میں منعقد کر رکھا ہے۔ پس تاویہ کلام جواب  
 امیر کا کلام نہیں ہے یا ہمارا اجماع و اتفاق غلط اور خطا پر ہے اس کو یہ اس کے جواب نقل  
 کر سلیکن چونکہ شارح کی رائی میں قابل اعتبار نہ تھی اس لیے اور کو تسلیم ہی کی شرف موصوب کر کے  
 اور شیعی کی گردن پر دھر کر فرمایا کہ شیخ نے اس کو جواب دیے ہیں پہلا جواب تاویہ کو کہ جانا

کہ جناب امیر نے یہ تہنیت و توصیف متقدین صحت خلافت شیخین کے اصلاح اور ان کے قلوب کو  
 اپنی طرف کھینچنے کے غرض سے فرمائی ہو دوسرا جواب یہ ہے کہ جائز ہے کہ یہ مدح و تعریف  
 عثمان کے غرض سے بطور تعریف بیان فرمائے ہو کہ ان کو ایام خلافت میں فتنی ادھی حاصل  
 یہ ہو کہ جو شخص موصوف بہتہ الصفات کے بعد متولی خلافت ہو اور ان صفات کی  
 افتادہ کے ساتھ متصف ہو۔ اہل علم و دانش و عقل و انصاف ان جوابوں کو معلوم کر سکیں  
 کہ غلط ہیں یا صحیح و ان کے شبہ رفع ہو سکتا ہے یا نہیں انہیں انہیں کہ ان کو اختصار مد نظر ہے اور  
 خوف تطویل و سنگینہ ورنہ ہم ان جوابوں کے اور ان کو قائلین کے بدلائل قلعی کہہ دیتے۔ بہر کیف  
 اگر فہم ہو تو اس سوال جواب سے ہی یہ بات ثابت ہو کہ شارح جو ان کے نزدیک یہ جملہ  
 مخصوص احد الخلیفین کے ساتھ ہے اور اس سے یہ ہی ثابت ہوا کہ یہ سوال ہی امامیہ  
 بلکہ اثنا عشریہ کی طرف ہے اور جواب یہی اور نہیں کی طرف ہے کیونکہ قاعدہ ہے وجوب مطلق شیعہ  
 بولاجائے گا تو اس سے فرقہ اثنا عشریہ مراد علی الخصوص جبکہ اطلاق کرنا والا خود شیعی ثنائی  
 ہو تو اس وقت قطعاً لفظ شیعہ کے اطلاق سے اثنا عشریہ مراد ہوگا تو اس سے بخوبی ثابت ہو  
 کہ احد الخلیفین کا ممدوح جناب امیر ہیں اور صفات عشرہ عالیہ ہونا اور اعتراض وارد ہونا  
 اور جوابات کا دیا جانا یہ سبب مذہب امامیہ اثنا عشریہ پر ہے۔ جبکہ ناظرین خلیفہ کی  
 شرح جواب میں مٹیم نے فرمائی ہے دیکھ چکے اور اس کی شرح الشرح جو بطور بیان مطالب پہنچ  
 گذارش کی تھی وہ بھی ملاحظہ فرما چکے تو اب تہڑی سی گزارش یہ بھی سن لیجئے کہ خاتم الخلیفین  
 صاحب تحفہ اثنا عشریہ نے اس کی نسبت جو کچھ تحریر فرمایا مخصوصاً اس کو بھی ملاحظہ فرمائی  
 اور اس کو جواب میں علامہ کستوری نے جو کچھ زبان درازی اور بہت دہری اور حق پو  
 جوش عناد و تعصب میں فرمائی اس کو بھی ذرا توجہ فرما کر دیکھو بعد اس کے کہ انصاف سے  
 فرمائیں کہ علامہ کستوری کا فرمانا حق و صواب ہو یا محض حق پوشی و معاوہہ اصحاب ہے  
 علامہ موصوف جواب تحفہ فرماتے ہیں (قولہ) و انہذا شارحین و جمیع البلاغت از امامیہ



در تعیین مسلمان اختلاف کرده اند بعضی گفته اند که مراد ابو بکر است و بعضی گفته اند عمر (ع) (قولنا)  
 ان هذا الفک بین اربعین ناصبی باید پرسید که کدام شرح امامیه گفته که مراد ابو بکر یا عمر است  
 و حال آنکه قبل از این ابی حمزید خیر از قطب اندکی کسی شرح این کتاب شریف نبوده  
 چنانچه ابن ابی حمزید در ادل شرح خود گفته و لم یشرح هذا الکتاب قبله فاعلم  
 الا واحد وهو سعید بن هبة الله بن الحسن فقیه المعروف بالقطب الواردی  
 و کان مرفقاً بالامامیه انتهى اللهم تاخرین اس عبارت کو جو کستوری است لاکم ذرا  
 شرح ابن سیم کی عبارت سر مشابک کرین اور کپی کستوری صاحب کے دین و دیانت ناما کبیر  
 اور علامہ کستوری نے جو عبارت کو لفظ حالانکہ سے لکھ ہے اس کا مطلب اولیاد است  
 ہی کچھ ہو گئی کہ ان کو علامہ یہ کیا ہے کلمہ فرماتے لکھ (قولہ) و درین عبارت سر سر شہادت ابو بکر  
 بدو وصف موصوف نمودہ الفح - (قولنا) ثبت الدارۃ النقیض اول ایک خبر و اثبات  
 باید برسانید کہ مراد از لفظ فلان درین کلام ابو بکر است بعد از آن باین اوصاف اثبات  
 فضل ابو بکر باید نمود (قولہ) سمدہ توجیہات نزد ایشان است کہ آنجا ب گاہ گاہ در حق  
 و راجع بنشین بنابر استجاب قلوب باین و استمال غایبی خود کخیل معتقد حسن سیرت شخین  
 و اتمام امور دین و در عهد ایشان بودند میفرمود (قولنا) این ادعا کذب محض است  
 احتیاج این توجیہات شیعہ را وقتی سے افتاد کہ در کتب شیعہ بجای لفظ فلان لفظ  
 ابو بکر موجودی بود و چون لفظ ابو بکر در کتب شیعہ موجود نیست ایشانرا احتیاج بیک از  
 توجیہات نیست پس آنچه ناصبی بعد اقریر این توجیہات از بنایان خود سر کرده از جهت  
 ابتداء آن بر ناسد از قبیل بنابر ان ناسد علم ان ناسد باشد (قولہ) و بعضی از امامیہ چنین گفته  
 کہ غرض حضرت امیر توبیخ عثمان قرظین برود بود کہ بر سیرت شخین رفت و رفتند ناسد  
 و در زمان او بسیار واقع شد (قولنا) بیک از امامیہ این توجیہات نکرده مگر ابن ابی حمزید  
 شرح این کلام ابن مقفار را بطرف جلودیہ کہ از فرق زیدیت نسبت داده چنانچه

الفتنه ولما اجار دینہ من الزبد فیقولونہ کلام قالہ فی امر عثمان انصبہ فخرج الذم لرو  
 النص لا عمالہ الخ۔ اب اہل دانش و انصاف سوائی التماس ہے کہ حضرت کثیری  
 صاحب کے ان اقوال کو شرح ابن مہیشم سے ملا کر دیکھیں پھر اگر خود حضرت کثیری کا یہی  
 فرمانا محض کذب اور افک بھین ہو تو انکو دیانت و انصاف پر فاتحہ خیر پڑھیں۔ بعد اسکو  
 جو کچھ ہمارے فاضل محبت انصاف کے آنکھوں میں پڑی باندھ کر ملا کر کثیری کے اقوال کا  
 کی تصدیق کے ہے اسکی کیفیت ملاحظہ ہو اول فرماتے ہیں کہ عبارت ابن مہیشم کی مصدق  
 قول مفتی صاحب کے ہے اور اس سے صاف و صریح معلوم ہوتا ہے کہ حدیث علی بن لفظ فلان ہے  
 حضرت محیب جواب تو لکھتے بیٹھے مگر یہ خبر نہیں کہ کس عبارت میں اس کا جواب دیا ہے یا نہیں اور اس  
 دلیل کو باطل کر رہے ہیں یہ کس نے کہا ہے کہ یہ دلیل اس امر کے ثبوت کے لیے ہے کہ حدیث  
 میں بجاؤ لفظ فلان کے لفظ ابو بکر ہے پس آپ ہی اپنے علامہ کثیری کی طرح جملہ کی  
 فرمانے لگے اور اگر یہ اسکی یہی دلیل ہے تو بانی تمام اس کے ہے کہ جب فاضل متبحر کے نزدیک  
 اس شبہ بحث یہ ہو کہ لفظ فلان سے مراد ابو بکر ہیں اور ظاہر ہے کہ جناب امیر صیبا فصیح و  
 بلیغ ہرگز یہ عبارت نہیں کہہ سکتا کہ اسکو آپ کے قطب الاقطاب حبیب بن ودیانت  
 والے غیر محمل پر حمل کریں اور مقصود سے بعید لیجاوین تو اس صورت میں محیب کے  
 کلام جواب کی صلاحیت نہیں رہکتی۔ دوسری خطا یہ کہ فرماتے ہیں کہ لیکن ارادہ لفظ  
 فلان اس کس کو کیا ہے آیا ابو بکر مراد ہے یا عمر مراد ہے۔ جیسا کہ ابن ابی الجہد سے  
 نقل کیا ہے۔ ہرگز ابن ابی الجہد سے ابن مہیشم نے نقل نہیں کیا ہے کہ ابو بکر مراد ہے یا عمر  
 بلکہ یہ نقل کیا ہے کہ وہ کہتا ہے کہ مراد خلیفہ ہے لیکن عثمان مراد نہیں ہو سکتا اور ابو بکر  
 ہی مراد نہیں ہو سکتی تو عمر مراد ہو گا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ہی مثل انہو علامہ  
 کثیری کی شرح ابن مہیشم کو ملاحظہ نہیں کیا۔ تیسری غلطی یہ ہے کہ فرماتے ہیں  
 یا کوئی شخص دیگر مراد ہے جیسا کہ ابتدا میں قطب دہلوی سے نقل کیا ہے یہ بھی محض کذب ہے

ہرگز ابتدا میں قطب راوندی کا قول نقل نہیں کیا بلکہ اول اور آخر لکھا ہے و المنقول ابن المرح  
 بفسلان عمر اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے شرح ابن میثم کو نہیں دیکھا اور اگر ابتدا میں  
 مراد ہے تو قطع نظر اس سے کہ مفید نہیں عبارت لائحہ کی مخالف ہے۔ چوتھی خطایہ ہے  
 کہ فرماتے ہیں کہ غرض ابن میثم کی اول نقل کرنے قول قطب راوندی سے یہ ہے کہ اولاً تسلیم  
 کہ ابو بکر و عمر مراد ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو نزدیک اولیہ اور ابتدا حقیقی مراد ہے  
 نہ اضافی حاکم یہ محض دماغ ہے چنانچہ ہم عرض کر چکے کہ قطب راوندی کا قول ابن میثم سے  
 ابتدا میں نقل نہیں کیا۔ علاوہ ازیں مرت نقل اقوال سے یہ غرض پیدا نہیں ہو سکتی کہ ایک  
 کہ کوئی دلیل دلالت کرے اور دلیل میں جب نظر کیا جاتا ہے تو اوپر خلاف بردہ دلالت کرتے  
 ہیں اور سوید ہے کہ قول ابن ابی الجعد کا صحیح ہے اور قول قطب راوندی غلط کہ نہ کہ قول  
 ابن ابی الجعد کی سبب محکم دلیل کے ساتھ ذکر کیا ہے جسکا نفع ہونا محال ہے وہ یہ کہ ابتدا  
 مذکورہ صاف وال میں کہ موصوف ان صفات کا کوئی ایسا شخص ہے جو جناب امیر  
 میسر متولی امر خلافت ہوا اور یہ امر اوصاف سے ایسا صاف واضح ہے کہ ہر شخص حکوذاً  
 بھی فہم ہوگی سبب لیکر کہ سوای خلیفہ کے کوئی دوسرا شخص موصوف ان صفات کا نہیں  
 ہو سکتا چنانچہ ہماری تہج اوصاف سے بخوبی ثابت ہو اور قول قطب راوندی کا اس درجہ  
 بہام و اجمال میں ہے کہ کوئی مائل اسکو قبول تسلیم نہیں کر سکتا اول تو خود اوصاف  
 اس سے ابا کرتے ہیں ہر کوئی وجہ نہیں کہ جناب امیر اسکو بشور کرنا ہے بیان فرادین اور یہ  
 ایسا شخص جو اس اوصاف کے ساتھ متصف ہوا بقدر گم نام ہو سکتا ہے کہ اسکو کوئی بھی  
 اور آپ کے قطب صاحب ہی بس اسبقہ فرادین کہ کوئی شخص صحابہ میں سے تھا جو قبل  
 وقوع فتن و فاساد پانگیا۔ اس سے تو بہتر یہ تھا کہ آپ کے قطب الاقطاب صوف اللغات  
 آپ کے صحابہ پیشوایں میں سے مثل مقداد و عمار و ابو ذر وغیرہ کے کسی کا نام فرادین اور ہم  
 ثابت کر چکے ہیں کہ ابن میثم کے نزدیک قطب راوندی کا قول قابل اعتبار نہیں۔ پس یہ

مہمل قول کو بلا دلیل دوسرے اقوال کا مبطل سمجھنا ہماری فاضل محیب ہی کو نشان  
 شان ہے۔ سہذا اگر اول بیان کرنا کسی قول کا دلیل اس امر پر ہو کہ اقوال الاضہ باطل ہیں  
 تو سب سے اول ابن میثم نے لکھا ہے والمنقول ان المراد بطلان عمر۔ تو حسب قاعدہ مسلمہ  
 محیب کے لازم آتا ہے کہ یہ قول اس غرض سے ابن میثم نے اول بیان کیا ہو کہ علی علیہ السلام  
 قطب راوندی کو فرماوی اور فی الواقع ایسا ہی ہے کہ مقصود و مکتوب راوندی ہے کیونکہ  
 بعد اوس کے پہلے قول کا موبد ابن ابی الحدید سے نقل کیا تو قطع نظر اس سے کہ اول بیان  
 کیا تھا کہ مراد قطب فلان سے عمر ہے جو مبطل قول راوندی تھا اور موبد دوسرے قول ابن  
 ابی الحدید کا نقل کیا تو وہ نقیض اس پر متفق ہو گئے کہ مراد عمر ہے اور قطب راوندی کا قول قطعا  
 باطل ہوا۔ پانچویں خطابیہ ہے کہ اعتراف کیا ہے کہ ابو بکر یا عمر کا مراد ہونا علی سبیل الترتیل  
 حالانکہ کوئی قرینہ اس کی تنزیل ہونے پر دلالت نہیں کرتا بلکہ سابقین میں کوئی قول جو اس  
 امر پر دلالت کرتا ہو کہ مراد ابو بکر ہی نہیں ہے بلکہ اقوال سابقہ یا اس امر پر دلالت میں نہ  
 عمر میں اور یا اس پر دلالت کرتے ہیں کہ جل من الصحابہ مراد ہے وہ قول امر اول پر دلالت نہیں کرتا  
 ایک قطب راوندی کا قول امر ثانی پر پس یہ کہتے ہیں کہ ابن میثم نے علی سبیل الترتیل لکھا ہے  
 مراد عمر علیہ السلام ہے۔ چوتھی خطابیہ ہے کہ فرماتے ہیں کہ ابن میثم نے یہ قول الزام ابن ابی الحدید  
 کو رد کی گئی لکھا ہے نہ یہ کہ واقعی شارج اس قول کے قائل ہیں۔ کیونکہ جیسا اس قول سے  
 ابطال قول ابن ابی الحدید ہوا اس سے زیادہ تردید قول آپ کے قطب الاقطاب کے موبد  
 جو زعم جناب شارح کے پسندیدہ تھا اسلم کہ جو خرابی و مصیبت کہ مذہب تشیع پر عمر علیہ السلام  
 مراد ہونے سے واقع ہوتی ہے وہ ہی مصیبت و خرابی ابو بکر کی مراد ہونے سے واقع ہوگی اور وہ  
 مثل شہر صناعات آگہی۔ قرہ من المطر و وقف تحت المیزاب تو یہ عجیب الزام ہے  
 کہ جو الزام ابن ابی الحدید کو دیا تھا وہ اپنے مہر پر لے لیا اگر بالفرض ابن ابی الحدید  
 کو الزام دینا تھا تو راوندی کے قول کے دلیل کے ساتھ تائید کرتے اور اس کو دہراہاں ہر

نکاحیۃ علاوہ ازین اگر شارح نے یہ قول محض الزام فرمایا ہے اور خود اس کا قائل نہیں ہے  
 تو پھر شرح توصیف میں کیوں اور ان معنی کو ملحوظ رکھا اور کیوں از کو بھی مزاف شرح کر  
 اور شارح میں راوندی کے قول کے طرف کیوں اشارۃ تک ہی کیا پھر بعد اوس  
 جو سوال کیا وہ بھی اس قول کے موافق لکھا اور جو جوابات دیئے وہ بھی اسی قول مطابق  
 تو اس سے صاف معلوم ہوا کہ شارح کے نزدیک راوندی کا قول تو قطعاً غلط ہے پس  
 مراد لفظ فلان سر کوئی خلیفہ ہے اور وہ شارح کے نزدیک راجح یہ ہے کہ ابو بکر سے قطع  
 نظر اس سے ابن مہثم نے اپنے مختصر شرح میں جو شرح کبیر کے بعد مشتملین تالیف کی

ابن ابی الحدید کے اور اپنی قول کو ترک کر دیا اور صحت یہ لکھا قیل الا یہ مرجع عمر قیل بعض  
 اصحاب میں جاہل تھے وین اللہ اور اس میں بھی پہلے اسی قول کو ذکر کیا جو موافق ابن ابی الحدید  
 کرتا تو اس سے صاف معلوم ہوا کہ باعتبار نقل کے ابن ابی الحدید کا قول نہایت قوی ہے  
 لیکن نقل کے راہ سے راجح یہ تھا کہ مراد ابو بکر ہوں جسکو شرح کبیر میں یہ نقل قول ابن ابی الحدید  
 ذکر کیا لیکن چونکہ فوت نقل کو ترجیح ہے اسلیں مختصر میں اوسکو ترک کر دیا اور ابن ابی الحدید  
 کا قول کو مختصر ذکر کیا سو یہ کہنا کہ شارح نے یہ قول الزام فرمایا ہے نہ کہ خود اس کا  
 قائل ہو بلکہ خلافات ہے سیاق عبارت مرجع اسکو مذکور ہے افسوس کہ علامہ سنوری نے  
 تو شرح ابن مہثم کو نہ دیکھا تھا ہمارے عجیب ہے کہ تو نہ دیکھا قول ابن ابی الحدید اور دلیل یہ ہے  
 کہ جو جو عدم تطبیق فلان بر سر بیان کی ہے وہ ابو بکر پر بھی صادق ہے یعنی حضرت امیر  
 خطبہ مشقبین اگر عمر کی مذمت کی ہے تو ابو بکر کی بھی مذمت کی ہے۔ **اقول**  
 ابن مہثم نے جو عدم تطبیق بنا کر بیان کی ہے اور اوسکو وجہ ترجیح پر قرار دی ہے کہ ان میں  
 وہ عشر پر ہی صادق آتی ہے تو وہ وجہ باطل ہے اور وہ ہرگز وجہ ترجیح کے نہیں ہو سکتی  
 اور جب وہ باطل ہو سکے اور یہ ترجیح نہیں ہو سکتی تو اسکا الزام ہونا بھی باطل نہ کہونکہ  
 جو دلیل فی نفسہ باطل رہے کیا الزام کی صلاحیت رکھ سکتی ہے پھر اوسکو نسبت ہجری

فیاض کا یہ فرمان کہ یہ الزاما بن ایسے الحید کے روکی لینی ہے اور اس کے غلط ہونے کو  
اس کے الزام ہونے کی دلیل قرار دینا حضرت کے کمال ہی خوش فہمی پر دلالت کرتا ہے غلط  
ازین خطبہ تشکیق کے دیکھنے سے واضح ہے کہ خطبہ تشکیق میں ابوبکر صدیقؓ کے اولیٰ امور کے  
نسبت جو خلافت میں واقع ہوئی مذمت مذکور نہیں ہے اور عمر فاروقؓ کی نسبت ایچ مور کی  
شکایت مروی ہے تھوڑی سے عبارت خطبہ تشکیق کی یہی ملاحظہ ہو ورنہ خطبہ نہ  
علیہ السلام وہی المعروف بالمشقیۃ والمقصۃ اما والله لقد قصصنا فلا  
وانہ یسئلہ ان یخلف منہا محل القلب من الریح فیخدر عنی السیل ولا یبقی الی  
الطیر فسدلت دونھا ثوبا وطوب عنہا کثما وطفقت اریای بن ابیہرول بعد  
او اصبر علی طعۃ عیاء یہم فیہا الکبیر وشیب فیہا الصغیر ویکس فیہا موطن یلقی بقلوب  
ان الصبر علی ہانا اجمی فصبرت فی العین قدی و فی الخلق شیخی اری ترائی فیہا  
حقہ فیہا الاولی السیلہ فادلی بہا لہلان بعدہ ثم تمثل بقول الایضہ سنان یوح  
علی کوہ و یوم جان اخی جابر فیما عجبنا فیہا ہو لیتقیہا حیوۃ اذ عقد ہا الاخر بعد وفا  
لشد انشطر اضرعہا حوزۃ خناء لیلظ لہا و اخصن مسما و یکنر العناد و فیہا الاعتدال  
منہا فصاحبہا کواکب الصعبۃ ان استق لہا حرم وان اسلس لہا قفم ففتی الناس لعمر اللہ  
بخط و سنام و تلون و اعتراض فصبر ہست علی طول المدا و سندۃ النجۃ انتہی بقولہ

ما خذاک فی تمیز حق من شخص نے بزرگ خلافت کا فیض میں ہمارا درود خوب جانتا تھا کہ میرا بزرگ خلافت میں وہ ہو چکی کا کلمی میں ہے  
(یعنی میں مرکز خلافت ہوں) مجھے دیا ہے میں اور مجھے نہ کئی کوئی پرندہ نہیں تو رنگا پیر میں خلافت کا درمیان میں پرندہ ہو چکا دیا  
اور اس سے پہلے ہی کہ اس باب میں مثال سنا کہ تو کچھ سوئی آفت سے جلد کروں یا ایسی اندیشہ کی کہ چرخ میں برسی عمر والا بڑا ہو چکا  
ہو جا کر درجہ بڑا ہو جائی میر کروں۔ آخر میرا ہی قرار پای کہ میرا اس برقرین میں ہے جس میں میرا کیا نام لکھا گیا کہ میں لکھا ہوا ہوں  
عمر کے کسکے ہی کہ ایسی میراث کو لکھا گیا تھا کہ میراث کے پہلے سے اس سے راہ لی اور اس کو اپنے بعد فلان کی طرف ڈال گیا میرا شیخی کا قول  
سنا تھا کہ۔ جعفر بن ابی ہریرہؓ میں انوشہ کے کوہان پر ہوں اور اسد بن ہریرہؓ میں جابر کے بھائی حیان کا نام ہے ہوں پس ایسی ہو  
تجسس کر دہ اپنی زندگی میں خلافت کو استغناء دیتا تھا اچانک اپنے سر کے بعد دوسری کے لیے اس کی گر گیا سخت  
سبقت میں جسکا زخم کھرا ہے اور اس کبر و پرہیز اور شرف اور اس سے مذہبیت کی خلافت کے باوجود حصہ لینا  
مذہبیت و شوارب ہے خلافت کا صاحب شل جانہ زرداوشی کے سوا کہ جو اگر ہمارا کہنے تو ناک پیٹ جائی اور وہی ہو چکی تو  
رہے ہوں گے

یہی کہہ رہا ہے

————— حائل اس عبارت میں مائل فرماوے کہ ابن میثم نے جو کہا ہے اقول المراد  
 لابی بلکہ انشبه من امرادہ لعلمایا ذکرہ فی خلافتہ عمر و ذہابہ فی خطبۃ المعروفة  
 بالثقیفۃ۔ اس عبارت کو کیا صاف واضح ہے اسکی نسبت فرماتے ہیں کہ غلیظ  
 الکلم مثل المس ہے اور اس میں بکثرت لغزش ہے اور اسکو وجہ سے لوگ خطا در ثماں ارتکوب  
 اور لغزش میں مبتلا ہو گئے اور خلافت صدیقی کے اند کوئی برائی اور قباحت ذکر نہیں فرمائی  
 اور اسی کی طرف ابن میثم نے اشارہ کیا ہے اور فرمایا کہ امیقت انہما ساء الیہما فوسک نہ  
 آپ نے شرح ابن میثم کو ملاحظہ فرمایا اور نہ خطبہ ثقیفہ کو دیکھا اور یوں ہی آپ کچھ سے  
 کچھ فرمائے لکھ کر آپ فرمادین گے۔ کہ میں تو فارسی خوان تھا میں خطبہ ثقیفہ کو جس لہجہ  
 و شبہ غیر مانوسہ پہری ہوئی میں اور ترج ابن میثم کو جو زبان عربی ہے کیونکر دیکھ سکتا تھا  
 پس اچکا بطور اگر لکھ کر فرمانا کہ اگر عمر کے مذمت او میں ہے تو ابو بکر کے ہی ہے اس بناء  
 پر ہے کہ نہ اپنے شرح ابن میثم کو دیکھ اور نہ بیج البلاغت کو لو کہ دو چار سطریں خطبہ ثقیفہ کے  
 پڑھیں سو اسکو یہی اپنے دیانت و انصاف کہ ہے مدین و راج فرمایا کی زیادہ تو کیا عرض  
 کروں۔ **قولہ** بلکہ نظر دقیق مرشد ہے کہ یہ کلام مقام استہزاء و تمسخر میں ہے کہ تو نہیں  
 میرے نزدیک تو ابو بکر اس سے مراد ہے کیونکہ عمر کے خطبہ ثقیفہ میں حضرت نے مذمت  
 فرمائی ہے گویا تمہارا سکا ہے کہ اگر ابو بکر کے وہاں بھی مدح کے ہے تو یہاں بھی مدح کی ہے  
**اقول** جب دین و دیانت اور فہم و انصاف کا یہ حال ہے تو جو چاہیں فرمائیں نہ کہنا  
 کو دیکھیں نہ سیاق عبارت کو ملاحظہ فرمائیں خدا کے لیکر کوئی شخص الی انصاف کو ہاری  
 فاضل محیب کے اس جواب کو عبارت بیج البلاغت سے مطابق کر کے دیکھو اور حضرت کو  
 اور فہم و انصاف و دیانت کی داد دو دو۔ جن حضرات کی نظر دقیق کی یہ کیفیت ہو جسکو  
 اپنا مرشد ارشاد دی بنا رکھا ہے تو وہی بر حال اس نظر کے جو کہ محض سرسری ہوگی تعجب  
 کہ اگر ابن میثم کو ابن ابی الحدید کے ساتھ استہزاء و تمسخر نظر تھا تو اسکو قول میں سے

عثمان کو کین اختیار کیا بلکہ اگر عمر کے مرو لینے کا استہزاء کرنا مقصود تھا تو بمقابلہ اس کو  
امیر مغویہ کو ذکر کیا ہوتا کہ میرے نزدیک عمر تو مرد نہیں کیونکہ خطبہ ششقیہ میں ان کی ہمت  
کی ہے امیر مغویہ مرد ہیں تو استہزاء نہایت درست ہوتا اور جب ابو بکرؓ نسبت عمر کے تہا نزدیکی  
بہی بہترین کہ نہ عمر شیعہ جو کالیف و صحابہ کرامیت کو خلفائین اولیین میں عمر کے ہاتھ سے  
پونچھ ابو بکرؓ کے ہاتھ سے اس کا عشر عشر ہی نہیں پونچھا تو اس حال میں ابو بکرؓ کی مرد ہونے کو  
استہزاء و تسخر پر محمول کرنا سراسر خلاف عقل سلیم ہے۔ علاوہ ان میں واضح ہے کہ شرح  
ابن میثم نے اپنے شرح کے ابتدائ میں وعدہ مویکہ بایمان غلطایا کیا ہے کہ اس شرح میں  
بخارج کے کچھ نہ لکھو مگر تو کیا وہ وعدہ یہاں فراموش ہو گیا کہ خلاف حق ابو بکرؓ کے مدح کے  
قائل ہو گئے۔ اور کہا نیک تسخر اور استہزاء سمجھ گیا۔ شارح ابن میثم نے دوسری جگہ نقل کیا کہ  
کہ جناب امیر نے جناب ثنیں کے نسبت جواب خط امیر مغویہ کے تحریر فرمایا۔ و اجہری ان  
مکانہما فی الاسلام لعظیم والنصابا فی الاسلام مخرج شدید۔ گویا یہ تمام حصہ شرح  
ان دو جگہوں کو ہے چنانچہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں اگر بیان تسخر و استہزاء ابن ابی حنیفہ  
کو ساتھ ہے تو وہ ان کس کے ساتھ تسخر فرمایا جو ایسی جامع تریف فرمائی اور نیز کہیں رسول اکرم  
صلی اللہ علیہ وسلم کے سبع و بصیر سے تشبیہ دی گئی کہیں نوح و ابراہیمؑ کے مائل کیے گئے تو کیا  
یہ سب آپ کی روایات تسخر اور استہزاء ہی ہیں۔ حضرت میر صاحب یہ تسخر اور استہزاء نہیں ہے  
بلکہ خود آپ صدق اس آیت شریفہ کے میں اتخذتموہم سخریا حتی انکم ذکرہی  
خدا تعالیٰ آپ کی دیدہ بصیرت کا ہول سے اور آپ پر حقیقت الامر منکشف اور واضح فرمادی  
تو آپ کو معلوم ہو کہ یہ واقعی مدح ہے یا تسخر اور دہر خواج جعفر اور صفات و محامد جناب امیر  
ضی اللہ عنہ کے نسبت مروی ہوئی ہیں اس طرح خرافات و دلائل سے باطل کرتے ہیں اور تسخر  
استہزاء میں اور ان میں اوہر آپ حضرات میں کہ ثنیں کے محامد فضائل کتب تسخر اور استہزاء  
پر محمول فرماتے ہیں ہمارے نزدیک وہ ہی جھوٹے ہیں اور آپ ہی اپنے دعویٰ میں سچے نہیں



پس را بجات اور مرکز ستیم ہی ہے جو اذکار و تحریک کے درمیان ہوا اور مجسداً نہ ہونے کا  
 طریق قوم ہے اللہ علیہ اعلیٰ استی و فیہ من تمام احسنہ ید بعقل  
**قول** خصوصاً ابن ابی الحدید کے مقابلہ میں کہ وہ قائل خطبہ شقیہ کا ہے اور کہتا ہے  
 کہ وہ بے شک کلام حضرت امیر علیہ السلام ہے اول سے آخر تک اور اس میں نہ مست ثلثہ سرود  
 ایک جگہ دست کرنا اور دوسری جگہ اسکی طرح کرنا صریح متناقض ہے اور بقابلہ ابن ابی الحدید کہ وہ الزام  
 بیت ٹیک ہے۔ **اقول** اگر شارح ابن بیثم کا یہ مقصود تھا کہ ابن ابی الحدید کہہ دیکر الزام  
 دینا تو صریح کہنا چاہیے تھا کہ یہ قاطع ہے اور محلی لف خطبہ شقیہ کے جو جگہ ابن ابی الحدید  
 نے کلام جناب امیر کا تسلیم کر رکھا ہے اور نیز واجب تھا کہ ابن ابی الحدید کی دلیل کو چاروں طرف سے  
 مراد ہوئی میں بیان کی ہے اول جواب دیتا جواب دے گا باطل نہیں کیا اور اسکی دلیل کا جواب  
 نہیں دیا بلکہ بیان اوصاف میں اسکی موافق ان اوصاف کا مصداق خلیلہ کو قتل کر دیا  
 تو اسکو کیونکہ الزام پر محسوس کیا جا سکتا ہے علی انفسہ جس جگہ یہ الزام خود کو کذب و دروغ ہو  
 اور نہ ہی اس الزام کا ایسی دلیل ہو جو اسکی بیان نہ کی ہو غرض یہ صریح پر اسکا الزام  
 ہونا ٹیک نہیں ہے اور نہ مستحضر استہزا ہونا اگر ابن ابی الحدید کے لیے یہ الزام ہے تو اس  
 قول کو آپ کیا کرنا جو سب سے اول نقل کیا ہے واللتقول ان المراءد لعل ان عمر اذیر مقصر شرح  
 میں تو سب سے اول تو لکھتا ہے کہ یہ نہیں ان میں ہی اول اسکی ذکر کیا جو آپ کے قاعدہ کے  
 موافق قلب راہی کے قول کے ابطال کے واسطے مقدم کیا گیا ہے لکھا ہے قبل از ہر مدح  
 تو بیان نہ مستحضر الزام ہے بیان تو صریح اول میں بیان کیا کہ اس لفظ سے عمر مراد ہیں  
 پس یہ صریح اسکا الزام ہونے کو کذب ہے اور ہرگز مستحضر مراد ہو نہ سکتا اس کا نام ہے  
**قول** اور اگر شارح علیہ الرحمۃ اسکی قائل ہی ہوں تب ہی کہہ سکتے ہیں نہیں بطور رحمۃ اللہ علی  
 النبی اہل ہو تو اگر اشارہ ہی کافی ہے اسکی تفصیل ہم نہیں لکھتے۔ **اقول** ای حضرت  
 میر صاحب انفس کہ آپ نے تو خلافاً رحمۃ اللہ رضی اللہ عنہم کی عدولت میں ہم و انصاف

دین دایان کو خیر باد کہہ کر رخصت کر دیا۔ پہلا کچھ تو عقل و فہم و ایمان و انصاف سے کام لیا ہوتا  
 اگر شارح اس امر کی واقعہ کے قائل ہوں تو کیا یہ انصاف جو مشابہہ کمالات بنوت کے ہیں  
 بلکہ چشمہ بنوت سے ہی فائض ہوئی ہیں۔ جبکہ اندر بانی جاتے ہیں بروی عقل اور ایمان کے مصداق  
 مثل سبحن۔ رحمۃ اللہ علیہ التباس الاول ہو سکتا ہے کیا جو شخص کہ خلق اللہ کے کجی رستی پر  
 لاوی اور انکی امراض نفسانیہ کا علاج کر کے انکو ہلاکت دائمی سے نجات دیوے سنت کو قائم  
 کرے اپنی حسن تدبیر سے فتنہ کو نہ اڑھن دے برائیمو کی چرک سے نفی الثوب سلیم العرض دیا  
 رخصت ہوا ہو قلیل عیب ہو۔ خلافت کی زیر مظلوم کو جو عدل اور اقامت دین سے جس  
 مستحق ثواب جزیل کا آخرت میں اور شرف جلیل کا دنیا میں ہونا ہے پہنچ چکا ہو۔ خلافت کے  
 شر سے محفوظ رہا ہو۔ خدا کی اطاعت بجالایا ہو۔ اور تقویٰ کا مرتبہ حاصل کیا ہو اور سکون  
 لوگوں کا یہ حال ہو کہ جہاں انکی شاخ در شاخ راہوں میں ایسی پریشان ہوں کہ نہ گمراہ رہا  
 ہو سکے اور نہ راہ یاب کو اپنی راہ یا فتنی کا یقین ہو سکے تو ایسی شخص کے نسبت کوئی ایمان دار  
 کہہ سکتا ہے کہ وہ مصداق اس صبیح مثل کا ہے۔ ذرا تو انصاف کی آنکھیں کھولو۔ الباقی  
 تو انکی آنکھیں کھول راہ انکو ہدایت فرما۔ ایک قریب مجیب۔ پھر بفرض محال اگر یہ کفر صحیح ہو  
 تو اس قول کے نسبت جو آپ کے بزرگوں ہی سے ابن سہیم نے ابتداء میں نقل کیا ہے اور فرمایا ہے  
 والنقول ان المراد بفلان عمرہ و مختصر میں فرمایا ہے قیل ارادہ مدح عمر کیا فرمایا گنگا دھن تو  
 و الزام ہے متسنوخی عرف اس عبارت کو الزام تسنوخ پر محمول کرنا مصداق مثل الغرین  
 یثبت بکل حدیث کا ہے اور اس سے واضح ہے کہ حضرت ابجد ایسے بردوات میں گرتا  
 ہیں کہ مفروضہ نہیں سوچتا ناچار بے ڈنک لڑتا ہے پانوار لے ہیں قال الفا ضل  
 مجیب۔ قولہ۔ بلکہ بعینہ اس جواب کو الخ۔ اقول۔ ہاں بعض شیعہ سے نقل کیا ہے  
 لیکن امامیہ کو اس جواب کی حاجت نہیں جیسا کہ حجاب مفتی صاحب علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے  
 یہ کہ انکی کتب میں اس روایت میں ابو بکر یا عمر موجود نہیں بلکہ لفظ فلان ہے پس لاسلم کہ

ابو بکرؓ مراد ہوں کیونکہ نہیں جائز ہے کہ شخص دیگر مراد ہوں اور علیؓ انزال الکا دیکر یا عمرؓ مراد ہوں تو محمول علیؓ وجہ ہند صلاح جیسا کہ قول شارح علی المرتضیٰ جازان چسکون الخ۔ اس جواب کی تنزیلی ہونے پر آواز بلند بچار رہا ہے پس تنزیلی جواب کو تحقیقی یا اصلی جواب سمجھنا اگر خاتم الکلمین یا صاحب آیات بنیاس کی خوش فہمی ہے یقول اللہ الفقیر الی مولانا الغنی جناب میر صاحب یہ جواب فرماتے ہیں کہ بعض شدید سے نقل کیا ہے یہ محض کچا کذب و افتراء ہے ہرگز کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جو بعضیٰ رد وال ہو بلکہ الفاظ صاف اس امر پر دال ہیں کہ یہ سوال و جواب تمام ادن شیعہ کی طرف سے ہے جو شیخین کی برائی کے قائل ہیں کیونکہ اس عبارت میں واعلم ان الشیعۃ جردا ہمنا سوال افعلوا ازہدنہا ما اذہم الذی ذکرہا علیہ السلام حتیٰ احدی الرجلین ہما فی ما اجمعنا علیہ من تحطیبتہم واخذہما منصب الخلافۃ فاما ان لا یكون الکلام من کلامہ علیہ السلام او انکور احما عنا خطا ثمر احوالوا من وجہین لفظ ما اجمعنا علیہ او انکور احما عنا خطا تو صریح دلالت کرتا ہے کہ یہ سوال تمام شیعہ کی طرف سے ہے جو شیخین کے تحفیہ کے اجماع میں شامل ہیں جسکو شیعہ کا اجماع بیان کرنا و ایل صریح اور کمر عموم مشمول کی ہے پس یہ آئی اور آپؐ کی مستندی صاحب وغیرہ کی خوش فہمی ہے کہ اس سے بعض شیعہ سوای اپنی مراد لیتے ہیں اور گروہ دار اہل حق سے قرار کر کے اس اجماع سے جو مبنائی اصول مذہب سے دست بردار ہونے میں فاعتبر وایا اولے لا یبصار علا وادین اس سوال کا مبنی اول وہ ہے جو کہ اول ابن ہشتم نے لکھا ہے۔ والمقول ان المراد بفلان عمرہ ہر وہ ہے کہ جو لکھا ہے اقول المرادۃ لاشیء بلکہ اسبہ من المرادۃ لعمر میری وہ ہے جو کہ شیخ

اسے اور جان کی جگہ شیعہ نے سوال را کیا ہے کہ میری مراد حضرت علیؓ نہ شخصوں بلکہ عمرین کے ایک کے حق میں فرمائی اور کمر مخالف ہے جس پر اگر کوئی خطا کی طرف سبب کرنے اور منصب خلافت میں بیٹھنے سے اجازت کیا ہے پس یا تو یہ کلام حضرت کلام نہیں لایا یہ کہ ہمارا اجماع باطل ہے۔ پہلے اسکا ادھون شیخ و طرح جواب دیا ہے ۱۲۔

اوصاف مذکورہ میں اوصاف کو محال کو ایسے شخص میں منحصر متعین کیا کہ غیر خلیفہ کا خیال  
 قطع ہو گیا اور یہ تینوں امور ظاہر ہی کہ بنیادی اعتراض بعض شیعہ غیر امامیہ پر نہیں ہے بلکہ ابن  
 میثم نے یا اپنا مسلم بیان کیا ہے یا اپنی اکابر امامیہ سے نقل کیا ہے قطع نظر اس سے آپ ہی  
 کی اکابر یہ فرما گئی کہ مطلق لفظ شیعہ سے امامیہ اور اثنا عشریہ مراد ہوتے ہیں بلکہ اگر آپ تابع فرمایا مگر  
 توبہ یہی ثابت ہو جائیگا آپ کے اکابر تصریح فرما گئے ہیں کہ سوای امامیہ کے اور کوئی شیعہ ہی  
 نہیں۔ چنانچہ ان ہی آپ کے حضرت علامہ کنستوری کی نسبت ہمارے خانم المتکلمین رحمۃ اللہ علیہ  
 فرمایا ہے کہ کنستوری درسیف ناصری، آنچہ درایر امش جب در وقت در مقابلہ رشید العلماء وہ  
 کردہ ثابت نموده باشد کہ غیر اثنا عشریہ حقیقہ شیعہ نیستند و اطلاق لفظ شیعہ بر اثنا عشریہ  
 پس جب لفظ شیعہ سے عند الاطلاق امامیہ ہی مراد ہوتی ہیں ماسوا امامیہ جمیع لفظ شیعہ سے کوئی لفظ  
 عند الامامیہ شیعہ نہیں تو اس جگہ اگر شیعہ مطلق ہو یا بعض شیعہ ہو تو لامحالہ مراد اس سے  
 امامیہ ہونگے اور آپ کا اور آپ کے کنستوری صاحب کا فرمانا کہ بعض شیعہ سے ماسوا امامیہ مراد ہیں بہر  
 لغو اور باطل ہو گا اور علامہ کنستوری کا فرمانا کہ امامیہ کو اس جواب کے حاجت نہیں غلط ہو گا چند  
 مسلم شیعہ غیر امامیہ مراد ہیں لیکن یہ کہنا کہ یہ تو جہات بعض شیعہ غیر امامیہ کے ہیں  
 فرع اس امر کے ہی کہ یہ روایت اونگے کہ تاہمین موجود ہوا در جب تک یہ ثابت نہ کریں اس وقت  
 اس توجیہ کو بعض شیعہ مجہول کی طرف نسبت کرنا بالکل بے سود ہے اور علامہ رضی کا بیج البتہ  
 میں لکھنا ان فرق پر حجت نہیں ہے اور یہ کہنا کہ امامیہ کو ان تو جہات کی او سوف حاجت  
 ہو جگہ اونگے روایت میں لفظ ابو بکر یا عمر ہو چکی اور آپ کے علامہ کنستوری کی غلطی ہے اگر بالفرض  
 آپ کی روایت میں لفظ ابو بکر یا عمر بجائی فلان ہوا اور آپ کے اکابر علماء ہی نے تصریح کی ہو یا نہ  
 وہ اوصاف ہی یقیناً مبہم پر اس طرح دال ہوں کہ عرف ابہام و شرکت کی قطع ہو گئی ہو تو نہ  
 ہی یہ کہنا کہ ملکہ حسیاج جواب نہیں محض جواب سے پہلو تھی اور غلط سمجھا جائیگا طے فر  
 ما شاہد ہے کہ علامہ کنستوری نے توجیہ سے متصلا حسیاج سے و تجلاب قلوب کو بھی کذب ہی قرار دیا

جیسا کہ توحید توحید عثمان کی نسبت انکار کیا ہے لیکن ہمارے فاضل محبت توحید متعلق  
 کر شیعہ امامیہ کی طرف سے ہونے کی نسبت میں اور فرماتے ہیں کہ اگر علی الترتیل ابو بکر یا عمر مراد ہوں تو محمول علی  
 وجہ الاستصحاب جیسا کہ قول شارح جازانہ کے ہوں اس جواب کے تنزیلی ہونے پر باوجود  
 بکار رہا ہے یعنی مانا تنزیلی سمجھ لیکن علامہ شیعہ کا یہ فرمانا کہ ابن ادھار کا لب مختص بہ  
 سامی کذب محض ہوا۔ را اس جواب کے تنزیلی ہونے کی نسبت اول آپ تمام عبارات ابن مہتمم  
 دیکھیں اور پھر کسی حائل منصف سے دریافت ہی سمجھ اوسکے بعد کچھ فرمایا **قال الفاضل**  
**المحبیب**۔ قولہ بعد اس کے صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ بعض از امامین گنہگار  
 از غرض حضرت امیر رضی اللہ عنہ توحید عثمان و قریش پر او بود۔ اس کے جواب میں علامہ شیعہ  
 فرماتے ہیں۔ یہ حکم از امامیہ ابن توحیدہ نکرده الخ جواب اس کے صاحب آیات مبینات سے فرماتے ہیں  
 لیکن یہ جواب علامہ شیعہ کی کاسل پہلے جواب کے غلط ہے اور اس کو بھی ابن مہتمم سے نقل کیا ہے  
 اول۔ اگر غرض یہ ہے کہ امامیہ سے نقل کیا ہے تو محض دروغ ہے فرمے سے سراج ابن مہتمم  
 موجود و کثیر الوجود ہے کہیں لفظ امامیہ کا نام و نشان نہیں دن بعض شیعہ سے نقل کیا ہے کہ شیعہ  
 کے قائل نہیں ایسی کہ قول قطب راوندی خود پہنے قل کہ حکم میں اور یہ ضرور نہیں کہ شیعہ سے  
 را امامیہ ہی ہوں امامیہ نص شیعہ میں یقول العبد الفقیر لے مولائے العبد  
 یہی غرض ہے کہ شیعہ سے نقل کیا ہے کہ جہن امامیہ ہی داخل بلکہ حسب ادعای طائفہ ذوالنہد  
 دروغ دروغ نہیں ہے دروغ یہ ہے جو آپ فرماتے ہیں کہ ان بعض شیعہ سے نقل کیا ہے  
 سراج ابن مہتمم موجود شیعہ میں کثیر الوجود ہے اوس میں کہیں لفظ بعض کا نام و نشان ہی نہیں  
 بلکہ تم اجا ابواسے منیر ادن شیعہ کی طرف عائد ہے جو اقبل میں مذکور میں اور جو خطبہ شیعہ کے  
 جامع میں شامل ہیں اور جن کو مذہب پر سوال از ہوا ہے تو محبت ہی وہ ہی ہونی اور ادن میں  
 میں دست از علم خود امامیہ اثنا عشریہ میں جو عند الاطلاق مراد ہوتے ہیں تو سوال از جہن  
 از شرک سے پہلے ہو کر۔ علی الخصوص جبکہ آپ کے علمائے انصاری کی ہو کہ لفظ طلاق

ابوبکر یا عسمر مراد ہیں اور یہ امر خود پدید ہی ہے کہ ایک قطب راوندی کا ایک قول میں منفرد  
 ہونا ہرگز اس امر پر دلیل نہیں ہو سکتا کہ تمام فرقہ امامیہ سے کوئی اسکا قائل نہ ہو۔ پس یہ کہنا  
 کہ یہ ضرور نہیں کہ شیعہ سے مراد امامیہ ہی ہوں بالکل دہلیات ہیں بلکہ لامحالہ لفظ شیعہ سے  
 اسجگہ مراد امامیہ ہو کر **قول** کہ اوزیر یہ توجیہ علی التنزل ہے نہ علم تحقیق اور یہ بات  
 ظاہر ہے کہ تنزل و تقدیر پر جواب کہ فرقہ کبیر فیسے دی جاتے ہیں کوئی اور کو اصلی جواب  
 اس مسئلہ کا نہیں کہہ سکتا اگر بالفرض شیعہ سے امامیہ ہی مراد ہوں تب ہی یہ اصلی جواب  
 نہیں ہے سلسلے علامہ علیہ الرحمۃ کا فرمانا کہ بیچک از امامیہ این توجیہ نکرده بالکل صحیح و درست ہے  
**اقول** اقوال سابقہ میں اس جواب کے تحقیقی ہونے کا اثبات اور تنزیلی ہونے کا ابطال  
 ہم بیان کر چکے ہیں قطع نظر اس سے کوئی قرینہ عبارت میں اسکو تنزیلی ہونے پر دلالت نہیں  
 کرتا پس اسکی نسبت تنزیلی ہونے کا دعویٰ بالکل غلط اور بے دلیل ہے اور اگر بالفرض یہ جواب  
 تنزیلی ہو تو یہی علامہ سنوری کا یہ فرمانا کہ بیچک از امامیہ این توجیہ نکرده بالکل کذب و دروغ  
 ہے کیونکہ یہ محض اس توجیہ کے وجود سے انکار ہے حالانکہ اسکا وجود علی سبیل التنزل مسلم ہے  
 تو مطلق یہ کہنا کہ بیچک از امامیہ این توجیہ نکرده دروغ ہوا۔ جو آپ فرماتے ہیں اگر یہ ہی  
 عانتا تو آپ کے علامہ یہ فرماتے بیچک از امامیہ این توجیہ نکرده الا بن مہتمم کہ علم التنزل  
 بیان کردہ مطلق انکار محض عقائد ہوتا ہے کہ یہ توجیہ نہ علی تحقیق نہ علی التنزل بیان نہیں کیس  
 ثابت ہو کہ شیعہ سے امامیہ ہی مراد ہیں اور یہ جواب تنزیلی نہیں اور اسکی نسبت علامہ سنوری  
 کا انکار سراسر غلط اور کذب ہے۔ **قول** کہ یہ ہی واضح راہی عالی ہو کہ شارح ابن شہر آشوب  
 حکیم مشرب ہیں اور بطور محال کہ اقوال مختلفہ عام شیعوں کو بلکہ اپنے دست جن جو اعتراض  
 وارد ہوتا دیکھتے ہیں بلکہ اور فرض کر کے اپنی سمجھ کے موافق اسکا جواب لکھتے ہیں یہ آپ کے  
 خاتم المتکلمین کی سمجھ کی خوبی ہے کہ انکو اصلی تحقیقی جواب سمجھ کر لازماً نقل کرتے ہیں  
**اقول**۔ ظاہر اس عبارت سے مقصود اثبات عدم توثیق ابن مہتمم نظر ہے

اور یہ ثابت کرنا ہو کہ وہ رطب یا بس اذوال محبت غلام شیعوں کو نقل کرتے ہیں اور اپنی اذوال  
 میں جو اعتراض وارد ہوتا دیکھتے ہیں اس کو فرضاً یعنی کذباً و افتراء شیعہ کی طرف منسوب  
 کرنے میں اور اپنی سجدہ کے موافق اس کا جواب لکھتے ہیں تو ایسی اذوال اگر اس شخص کے اقوال  
 اذوال نقل کرنا اور اصلی تحقیقی سمجھنا غائم المتکلیف کے سجدہ کی خوبی ہے تو ابن میثم کی نسبت  
 یہ دعویٰ محض کذب ہے کیونکہ جو علماء امامیہ نے ابن میثم اور دیگر شرح کی نسبت متناقض  
 بیان کی ہیں ان کے خلاف ہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ عجیب بیبیک کے نزدیک سب کذب و دروغ  
 ہیں ابن میثم کے علوم مرتبہ کے تو یہ حالت ہے کہ آپ کے قاضی سوستری نے مجالس المؤمنین میں  
 اسکو تخریج و حکمت پر آپ کے خواجہ خواجگان نصیر الدین طوسی کی شہادت بیان کی ہے اور  
 شرح کی حالت یہ ہے کہ شارح نے اپنے شرح خطبہ میں خدا کے ساتھ عہد وثوق کیا ہے  
 کہ سوائی حق کے کچھ نہ لکھو گا اور باطل کی طرف ہرگز میل نہ کروں گا اور یہ اسلیس کہا ہوگا کہ دیکھ  
 عموماً علماء شیعوں تعصب میں اگر نصرت حق چھوڑ دیتے ہیں اور اسکی عبارت یہ ہے کہ دترعت  
 فی ذلک بعد ان عاهدت اللہ بجماعہ ان لا یفرقہ مذہباً عن الحق ولا ان یکب  
 ہو می بصراحۃ احد من الخلق اور اگر آپ منبع فرما دیں تو معلوم کیے کہ آپ کے بعض علماء  
 اپنی فہرست علماء میں ابنہ ہی لکھا ہے و منهم الشیخ الحسن المہتم بن علی بن نصیر بن الحارث  
 مصنف شرح نہج البلاغۃ و تحقیق ان کی کتاب بالذہب علی الاحادیث لا بالجر علی  
 الادواق پس جس مصنف کا یہ مرتبہ ہوا اور مصنف کی یہ حالت ہوا اسکو عدم توثیق کوئی اور  
 بیان کر سکتا ہے۔ حضرت مجیب کی اس تقریر سے اہل انصاف لائحہ فرما دیں گے کہ شکیبہ  
 ابحاث اہل حق میں یہاں تک تنگ آئی کہ راہ فرار جہات مستہ سے مسدود پا کر انہی عقیدہ علماء کے

ابن میثم کی سجدہ کے موافق اس کا جواب لکھتے ہیں تو ایسی اذوال اگر اس شخص کے اقوال اذوال نقل کرنا اور اصلی تحقیقی سمجھنا غائم المتکلیف کے سجدہ کی خوبی ہے تو ابن میثم کی نسبت یہ دعویٰ محض کذب ہے کیونکہ جو علماء امامیہ نے ابن میثم اور دیگر شرح کی نسبت متناقض بیان کی ہیں ان کے خلاف ہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ عجیب بیبیک کے نزدیک سب کذب و دروغ ہیں ابن میثم کے علوم مرتبہ کے تو یہ حالت ہے کہ آپ کے قاضی سوستری نے مجالس المؤمنین میں اسکو تخریج و حکمت پر آپ کے خواجہ خواجگان نصیر الدین طوسی کی شہادت بیان کی ہے اور شرح کی حالت یہ ہے کہ شارح نے اپنے شرح خطبہ میں خدا کے ساتھ عہد وثوق کیا ہے کہ سوائی حق کے کچھ نہ لکھو گا اور باطل کی طرف ہرگز میل نہ کروں گا اور یہ اسلیس کہا ہوگا کہ دیکھ عموماً علماء شیعوں تعصب میں اگر نصرت حق چھوڑ دیتے ہیں اور اسکی عبارت یہ ہے کہ دترعت فی ذلک بعد ان عاهدت اللہ بجماعہ ان لا یفرقہ مذہباً عن الحق ولا ان یکب ہو می بصراحۃ احد من الخلق اور اگر آپ منبع فرما دیں تو معلوم کیے کہ آپ کے بعض علماء اپنی فہرست علماء میں ابنہ ہی لکھا ہے و منهم الشیخ الحسن المہتم بن علی بن نصیر بن الحارث مصنف شرح نہج البلاغۃ و تحقیق ان کی کتاب بالذہب علی الاحادیث لا بالجر علی الادواق پس جس مصنف کا یہ مرتبہ ہوا اور مصنف کی یہ حالت ہوا اسکو عدم توثیق کوئی اور بیان کر سکتا ہے۔ حضرت مجیب کی اس تقریر سے اہل انصاف لائحہ فرما دیں گے کہ شکیبہ ابحاث اہل حق میں یہاں تک تنگ آئی کہ راہ فرار جہات مستہ سے مسدود پا کر انہی عقیدہ علماء کے

لے اور میں نے اس شرح کو شروع کیا بعد اسکو خدا سے عہد باندھا کہ جو نہ پس من کے دوسرے مذکورہ گناہوں میں سے  
 کی کسی برکت کی وجہ سے خواہش نفسانی کو اختیار نہ کروں گا۔ ۱۲۔ ابن میثم اور دیگر شرح حسن میثم بن علی بن  
 میثم بن جریانی شرح نہج البلاغۃ کا مصنف اور دیکھو نمکی ڈیلو نمبر سولہ کے ساتھ لکھنے کے لائق ہے  
 نہ کا قدون پر سیاہی سے ۱۲۔

عدم توثیق ثابت کرنے لگی اور انکو حاطب السید بن قریظہ نے لکھے۔ تو جو امر ایسے شخص کے ہوتے  
 سر ثابت ہوگا اور جو اقوال ایسے شخص کے ایسے ہوتے اور مستند کتاب میں درج ہونے  
 اہل حق اور سنی الزام دینے میں کیوں درین کو نکلے۔ اور ایسے مستندہ نقول سے کیز نکر الزام تمام  
 ہو سکتا الزام اول ہی مور سے ثابت تمام ہوتا ہے کہ جنگی نسبت خصم اعتراف کرے  
 اور اس کے لئے مضار اول حق کے لیے مفید رہے اور بیان بحدہ اللہ ایسا ہی ہے کہ شارح ابن قیم  
 کو نزدیک لفظ فلان سے مراد یا ابوبکر ہے چنانچہ اسکی عبارت سے صاف واضح ہوا یہ بھی  
 اسکی عبارت سے ہوا ہے کہ اسکو نزدیک قول او نہی پسندیدہ نہیں اور نہ اسکی طرف سے  
 اسکو میلان ہے تو اس صورت میں ہمارا الزام بحول اللہ وقوتہ تام ہے اور آپکا اور آپکو گتوہی  
 صاحب کا انکار ناواقفی ہے یا عموماً۔ قول ابیہ بھی کہ شارح علیہ الرحمۃ نے  
 واعلم ان الشیعة قد اوردوا ہذا سکا الخ میں بطور محکمہ فرض تسلیم قول نقل کر کے  
 اسکو جواب لکھی میں ورنہ آپ ہی فرمائی کہ اگر اس سے مرویہ الامیہ میں اور شارح کی تیز  
 ہے تو کوئی شیعہ نے فلان سے ابوبکر یا عمر یا ان دونوں میں سے ایک مرویہ کیا ہے تو جہیں کہیں  
 میں آخر جو شارح علیہ الرحمۃ لکھی ہیں تو کسی کتاب سے لکھی ہیں یا یوں ہی خیالی کہوڑی  
 دورا ہر میں اور مشروح النج البلاغت ہی موجود ہیں اگر یہ قول شارح کا حقیقی ہونا چاہی  
 کہ اور کیا یمن میں بھی یہ تو جہیں مذکور ہوں ورنہ زبانی دعو کو کون سنتا ہے اقول اگر یہ  
 ہمارے فاضل مجیب کے رای میں تھا کہ ہر کو علی سبیل الفرض و تسلیم ہی سمجھتا ہم محکمہ کی لکھوڑی  
 کہ حکم ایک شخص ثالث ہوا یا نہیں کہ ایک مدعا کی نسبت ایک شخص اسکی صحت پر استدلال ہوا اور اگر  
 کوئی شخص اسکا نقض و الباطل کرے بقدر شخص ان دونوں خصمین میں قول فیصل لکھ کر  
 حکم ہو سکتا ہے اسطرح ما نحن فیہ میں ہی ہماری مجیب پر لازم ہے کہ اول ایک مدعا قرار دینا  
 اور بعد اسکا دوسرے خصمین بتویر فرماتے ہیں ہر اوردونو خصمین کے لیے شارح ابن قیم کو حکم  
 قرار دیکر فرماتے ہیں کہ اسکا یہ قول فیصل اس نزاع میں وارد ہے جب ہم بیان کرتے ہیں



تو دسج ہوتا کہ اول شارح ابن مہم سے بقول نقل کے بیان کیا کہ لفظ فلان سے مراد وہ  
 پیرانہ می سے نقل کیا کہ ایک شخص مہرل اسم لمسی صحابی من سے مراد ہے پیرانہ سے مراد  
 نقل کیا کہ وہ شخص مراد ہے جو کہ خلیفہ ہو چکا ہے لیکن بوجہ سلام ابو بکر عثمان بن عفان سے مراد  
 مراد ہو کر پیرانہ سے مراد ہے کہ نسبت عمر کے ابو بکر کا مراد ہونا مستبعد بن ہے ظاہر کے بعد اسلی  
 مترجہ اوصاف بیان کر کے شیعہ کی طرف اعتراض اس بنا پر نقل کیا کہ لفظ فلان سے مراد  
 ابو بکر یا مسعود بن ہر ادن ہی کی طرف سے دو جواب نقل کیے تو اب فرمایا کہ محاکمہ شارح نے  
 کہا کیا۔ اور خصمین کون کون ہیں۔ اور قول فیصل کو نامول ہے جو شارح نے لکھا ہے  
 اگر یہ ہی دو جواب قول فیصل میں تو قطع نظر اس سے کہ فیصل اپنی طرف سے ہی ہو گیا ہے  
 تمام الزامات کتب و دروغ کے جو خانہ المحدثین کی طرف نسبت کرتے ہیں وہ سب ان کے اعتراض  
 کتب و دروغ ہو گئی سفر میں اس قول کی نسبت جو شارح نے نقل کیا ہے محاکمہ فرض سے  
 کہنا مگر لفظ اور ناواقف ہے۔ اب رہا ہمسویہ سوال کہ اگر یہ بطور فرض و تسلیم محاکمہ نہیں ہے  
 اور واقعی نقل ہے تو تاؤ کہ یہ کہا نہیں منقول ہے اور کس سید نے لکھا اور کس کتاب میں مذکور ہے  
 کیونکہ اگر تحقیقی ہے تو لامحالہ یہ تو جہیں کنا بنین مذکور ہو کر ورنہ زبانی دعویٰ کون منہا  
 سوال علم انصاف سمجھ سکتے ہیں کہ اس سوال کا ہمسویہ کیا موقع تھا نقل آپ کے ابن میثم  
 فرمایا کہ اور آپ سوال ہم سے کریں بھان اللہ حضرت میر صاحب ذرا ہوش کے بائیں کیجے  
 ہلکواس سے کیا فرض کو آپ کے فاضل متوجہ حکیم نے سچ کہا یا کہ جھوٹ بول دیا جب اس نے ایک  
 امر کو نقل کیا۔ پس ہمارے لی جہت ہو چکا خواہ فی الواقع کسی سے منقول ہو یا نہ ہو اور کسی نے  
 کہا ہو یا نہ لکھا اور کسی کتاب میں مذکور ہو یا نہ ہو ہماری جہت ہر طرح تمام ہے بلکہ اگر آپ کا  
 اور آپ کے کستوری کا فرمانا صحیح ہے اور فی الواقع کہیں نہیں لکھا تو یہ آپ کے فاضل متوجہ  
 حکیم پر دوسرا دروغ گوئی کا الزام ہوا کہ خلاف واقع اپنے بزرگوں پر افتراء بانہ ہے میں اور  
 اور انکی طرف وہ امور منسوب کرتے ہیں جو انہوں نے فرمائی نہیں لیکن یہ طریقہ کچھ نہیں

بلکہ یہ سہ علماء شیعہ کا یہی ہی وتیرہ چلا آیا ہے متقدمین شیعہ ائمہ پر فقر باراندہ چکر میں اور ائمہ  
 اذکی تفصیل و تندیب فرمائی ہے تو اگر شارح ایسا کیا ہو تو کچھ خلاف قوم کے نہیں کیا۔ کہیں  
 شارح کا کہنا ہمارے لیے ثبوت مدعا میں کامل حجت ہو کیونکہ جب ایسی بڑے عقیدت دار شیعہ  
 امامیہ اثنا عشریہ نے ایک امر کو بطور نقل کے بیان کیا یا خود اپنی رائے سے بیان کیا تو وہ ہم  
 کے لیے حجت ہو گیا پس اس کی نسبت آپ کا یہ فرمانا کہ یہ خیالی گھوڑی دوڑا زمین اور زبانی دعوے  
 کون سنتا ہے ابن میثم کے خلاف شان ہو۔ لیکن آپ جعفر چاہن او سپر تبرا پڑہیں جتنی  
 چاہیں گالیاں دیں اب الزام او ٹھنا محال ہے۔ علاوہ ازیں میں کہتا ہوں کہ کیا ضرور  
 اگر یہ تحقیق ہو تو کتا بونین ہی مذکور ہو۔ بلکہ ہو سکتا ہے کہ ان علماء امامیہ نے جو معاصرین  
 ابن میثم تھے درس تدریس یا بحث گفتگو کے وقت یہ اعتراضات ایسے ہوں اور یہ توجہات  
 زبانی کی ہوں۔ اور ابن میثم نے بطور نقل کے اوس پر اپنی شرح میں درج کر دیا ہو اور کیا ضرور  
 کہ اگر یہ اعتراضات و توجہات شروع میں مذکور ہوں تو ہم یا آپ تک اذکی مطالعہ کی نوبت  
 اوسے آخر حاصل داسنی سننے اپنی شرح میں جو کچھ لکھا ہے اور اپنی نقیب ابو جعفر سے نقل کیا ہے  
 اوس سے ہی یہی مدعا تفریباتاً بت ہوتا ہے چنانچہ عبارت فاضل داسنی کی ہم قریب نقل  
 کر آئی ہیں۔ اور علاوہ اسکو اور بھی شروع و تراجم اسکو میں اگر آپ کو تصدیق ابن میثم کی منظور ہو۔ تو  
 انکو تلاش و نتیجہ کچھ وزنہ آپ کو اختیار ہے ہمارے لیے بس ہماری الزام کی تکمیل کے واسطے صرف  
 ابن میثم کا لکھ دینا ہی کافی ہے قطع نظر اس سے کہ سخت تعجب حیرت ہو کہ آپ ابن میثم کا  
 قول کو جو شیعہ کی طرف نسبت کیا ہے ہمیں پوچھتے ہیں اور قطب راوندی کے اوس قول کو  
 جو آپ کے نزدیک صحیح و مسلم ہے انہیں کیوں لکھتے ہیں کہتے ہیں کہ اوس میں کیسا ابہام و اہمال ہے کہ جکا کچھ  
 انتہا نہیں وہ فرماتے ہیں کہ ہر ایک رجل صحابہ سے ہر جگانہ کچھ نام ہے نہ نشان ہے  
 اب ہم اوسکی نسبت پوچھتے ہیں کہ یہ شخص مدوح کون ہے جسکی ایسی صفات کا ملہ جابجا پیر  
 بیان فرمائی ظاہر ہے کہ ایسا شخص مجہول نہیں ہو سکتا جسکو کوئی نہ جانتا ہو پس اگر کوئی

میں مسلموں سے تو متعین کر کے بتلائی یا اپنے قلب انقلاب سے دربانست کیجور و زشتی  
 مسلموں کو کر کے قلب انقلاب کے الزام کے خوف سے عقلی گھوڑی دوڑائی ہو کر تو ایسی زبانی  
 یاقین جب آپ کو ہم غیب امر متع ہی نہیں سننی تو ہم کب نہیں کے قال القاضی لمحجب  
 قولہ۔ اور اس بحث میں صاحب تحفہ فرماتے ہیں وہند اشار عین انج البیان من الاامہ در تعین  
 فدان اہذف کردہ اند بعضیہ گفتہ اند کہ مراد ابو بکر ست و بعضی گفتہ اند عمر ست اس جواب میں  
 سلامی ستوری چلا کر فرماتے ہیں۔ ان ندرا لافک مبین۔ (ازین ماضی ماید پر سید کہ گلام  
 شارح الامیہ گفتہ کہ مراد ابو بکر یا عمر ست۔ جواب اس صاحب آیات بیانیہ لفظ غلامیہ  
 جہند ندہ سایہ فرماتے ہیں۔ سجاک نہ اہبتان عظیم۔ یہ کہ مراد ازین شرح الامیر علی بن ہشمت  
 الخ۔ اقول۔ آپ کے خاتم الحدیث کے اس قول نے افسوس ہی کر دیا کہ کتب سیدہ میں اس روایت  
 میں کتب لفظ فلان ابو بکر نہیں ان آپ کو مرادی معنی میں بتقدیر تسلیم و تنزل احتمال ابو بکر یا عمر  
 لکھا ہے اس جانتی صاحب نے اند نہیں کیا مگر لفظ ابو بکر بجائی لفظ فلان ہوئے لے کتب سیدہ  
 میں اسکا انکار نہیں کیا کہ سننی مرادی احتمالی میں ہی علی تقدیر تنزل ابو بکر یا عمر نہیں ہے  
 یقول العبد الفقیر لے مولانا الغنی۔ سخت حرب اور نہایت تعجب ہے  
 کہ آپ ایسی سلیس اور سہل عبارتوں میں ایسے فاحش غلیصان کرنے ہیں۔ ای ہل سیدہ علی الصاف  
 و عمل خدا کے لیے ذرا ہمارے محجب سبب کی اس تقریر کو ملاحظہ فرما دیں جس سے صاف معلوم  
 ہر جائز لگا کہ عبارت تحفہ کا مطلب سمجھ اور نہ کن ستوری کے مدعا تک رسائی ہوئی نہ زائد العین کا  
 مضمون ذہن عالی میں آیا۔ یا یہ کہ مضمون سمجھ گئی ہیں لیکن اپنے دیانت و انصاف کو اپنے  
 سر لاچار ہیں بہ عقدا را و سکر ایسے حقائق باین نہ فرماتیں تو کیا کریں دیانت و انصاف کا  
 نبوت آخر کس دلیل سے ہو۔ اس قول میں اول خطا نہ حاصل یہ ہے کہ فرماتے ہیں خاتم الحدیث  
 کو اس قول نے فیصلہ کر دیا کیونکہ تسلیم کر لیا کہ کتب سیدہ میں اس روایت میں لفظ فلان ہے لفظ  
 ابو بکر نہیں بلکہ مرادی سننی کے نہر لا احتمال ابو بکر لکھا ہے حالانکہ کسی نے صاحب تحفہ نے

نصاب ازالہ النہین نے اس امر کا دعویٰ کیا کہ کتب شیعہ میں اس روایت میں بجای لفظ فلان لفظ  
 ابو بکر یا عمر مذکور ہے چنانچہ صاحب تحفہ نے بعد دعویٰ تحریف نسبت شریف رضی کے تراح کے  
 یقین یعنی مرادی کو قرینہ اور دلیل ثبوت تحریف پر قرار دیا ہے چنانچہ علامہ دہلوی تو یہ  
 الغیر تحفہ میں فرماتے ہیں۔ درین عبارت جناب امیر صاحب نہج البلاغۃ کہ شریف رضی  
 برامی حفظہ مذہب خود تصریفی کر وہ لفظ ابو بکر اخذ نمودہ و بجای اول لفظ فلان آوردہ تا بہت  
 تمکنتوان نمود لیکن کہ امت حضرت امیر اہل سنت کہ اوصاف مذکورہ صریح یقین میں ہمہ ممکنہ  
 چنانچہ بیان خواہ شد و ہذا اشارہ میں نہج البلاغۃ از امامیہ در یقین لفظ فلان  
 اختلاف کردہ اند بعضی گفتہ اند مراد ابو بکر است و بعضی گفتہ عمر الخ۔ اس عبارت سے صحت  
 واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ دعویٰ تحریف کر لیے دو دلیلین ذکر فرمائی اول یہ کہ اہل سنت  
 مذکورہ یقین میں ہمہ ممکنہ کرتے ہیں دوسری یہ کہ تراح نے بطور بیان مراد کے ابو بکر یا عمر کو  
 بیان کیا ہے اور یہ دعویٰ ہرگز نہیں کیا کہ کتب شیعہ میں اس روایت میں بجای لفظ فلان  
 لفظ ابو بکر اور جب کہ یہ دعویٰ ہی مرادی ہونے کو تسلیم کر لیا تو گویا خصم کی دلیل کو قبول  
 کر لیا اور دعویٰ ثابت مان لیا اور فیصلہ ہو گیا بشرطیکہ فیصلہ ہو جائے کسی ایک یہ ہی مراد ہو  
 اور اگر فیصلہ ہو جائے رفع الزام مراد ہو تو وہ قیامت تک ہی ممکن نہیں آخر آپ کے علامہ  
 مستوری ایسی ہی ہر رد مات میں گرفتار ہو کر سری ہی سے انکار کرنا شروع کر دیا کہ  
 ہمارے شارحین نے لفظ فلان سے ابو بکر یا عمر مراد لی ہے نہ یقین احدهما میں اختلاف کیا  
 نہ یہ توجہات مذکورہ جو اس امر پر مبنی ہیں کہ علامہ امامیہ نے لفظ فلان سے ابو بکر یا عمر کا مراد  
 ہونا تسلیم کر لیا ہے علامہ امامیہ میں کسی کہیں بیان نہیں حالانکہ علامہ مستوری کا یہ فرمانا محض  
 غلط اور کذب تھا اور یہ توجہات ابن مہتمم نے نقل کی ہیں اور اگر بغرض محال اسکو تسلیم  
 کیا جاد کر کہ یہ نقل نہیں بلکہ سچا لے اپنی طرف سے لکھا ہے تو یہی چونکہ سچا لے فضلہ بخیرین  
 امامیہ میں ہے اوسیکا کہنا ثبوت الزام اور انکار کستوری کے بطلان کے لیے کافی ہو گیا

دوسری خطا ہی قدیم خطا ہے۔ کہ اسکو تنزل فرما رہے ہیں حالانکہ اس دعویٰ کے بموجب  
 یہ نہ کوئی دلیل ہے نہ کوئی قرینہ ہے بلکہ قطعی قرائن اسکی خلاف پر قائم ہیں چنانچہ ہم پہلے  
 عرض کر چکے ہیں۔ تیسری خطا نہایت فاحش اور سیح یہ ہے کہ فراموشی میں کہ غشی صاحب نے انکا  
 نہیں کیا یہ لفظ ابو بکر یا بجائی لفظ فلان ہونے کا کتب شیعہ میں اور اسکا انکار نہیں کیا کہ بعض شریعی  
 احتمالی میں بھی تنزل ابو بکر یا عمر نہیں ہے۔ اور یہ سلسلہ کذب و دروغ و خلاف واقع  
 ہے اور مصداق سسرہ چہ ولا درست الخ۔ یہاں ہی تحفہ کی عبارت موجود ہے اور اسکو دیکھیں یہاں  
 علامہ کنوری کی عبارت ملاحظہ کیجئے۔ آپ کی کنوری صاحب تحفہ کا قول نقل کر کے فرما رہے ہیں  
 قول۔ وہب اشار میں پنج البدعت از امامیہ و تعیین فلان اختلاف کو نہ بعضی کہنا کہ مراد ابو بکر است  
 و بعضی کہنا کہ مراد الخ۔ قولنا ان نہ الا انماک میں۔ ابن فاصی بایہ پسید کہ امام شافعی  
 امامیہ کہ مراد ابو بکر یا عمر است محال آنکہ قبل از ابن ابی احمد یہ غیر از قطب را ندی کسی طرح  
 این کتاب شریف نہ پرداختہ چنانچہ ابن ابی احمد یہ و اول شرح خود گفتہ و لہر لہر ہج ہذا  
 الکتاب قبلہما اعلامہ الا واحد و هو سعید برہبہ اللہ بن الحسن القنفذ المعروف  
 بالقطب الراوندی و کان من فقہاء الامامیۃ انتہی و نیز ابن ابی احمد بدیع بن حکم کہ تفسیر  
 بعد دعویٰ اینکہ گفتہ۔ فاما الراوندی فانه قال فی الترح انہ علیہ السلام مدح بعض  
 اصحاب بحسن السیرۃ و ان الفتنۃ ہی التي وقعت بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 من الاختیار و الاشرۃ۔ جس شخص کو زراہی عبارت سمجھنے کی تیز ہوگی وہ تحفہ کی عبارت سے  
 سمجھ سکتا ہے کہ علامہ راوندی رحمۃ اللہ علیہ نے اس قول میں فرمایا ہے کہ شافعیین پنج  
 کا امامیہ میں سے باہم اختلاف ہے بعض کہتے ہیں لفظ فلان سے مراد ابو بکر ہے بعض کہتے ہیں  
 کہ مراد عمر ہے۔ پس اس قول میں بصراحت اس امر کی نسبت دعویٰ ہے کہ کتب شیعہ میں  
 لفظ فلان سے بطور مراد کے یا ابو بکر یا عمر مذکور ہیں۔ بجواب اسکی علامہ کنوری نے اس  
 دعویٰ کی تکذیب کی اور فرمایا۔ ان نہ الا انماک میں یعنی یہ دعویٰ ظاہر ہوتا ہے

اس نامی سے پوچھنا چاہیے کہ کونسی شراح امامیہ نے کہا ہے کہ ملحد ابو بکر ہے یا عمرؓ تو اس عبارت سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ لفظ فلان سے ابو بکر یا عمر مراد ہوتی کی تکذیب ہے اور تحفہ کی عبارت میں نہ اس امر کا دعویٰ کیا کہ کتب شیعہ میں بجا ہی لفظ فلان کے لفظ ابو بکر یا عمر اس روایت میں موجود ہے اور نہ علامہ کنزوری کی تکذیب اسکی طرف راجع ہے پس آپ کا یہ فرمانا کہ مفتی صاحب نے انکار نہیں کیا مگر لفظ ابو بکر بجا ہی لفظ فلان ہونے کا کتب شیعہ میں رنج سر اسر دروغ بیفروغ ہے کسی ایماندار اہل شرم و حیا کا یہ کام نہیں کہ ایسا صریح دروغ بمقابلہ خصم پیش کرے لیکن چونکہ آپ کو خوف خدا اور اہل علم سے شرم و حیا غایت درجہ کو ہے کہ کسی کو ایسی نہیں ہو سکتی اس لیے آپ جو چاہیں کریں جو کچھ چاہیں فرمائیں۔ **قال القاضی المحیب**۔ قولہ۔ زیر کہ ملحد اذین الخ۔ اقول۔ آپ کے خاتم المتکلمین کے یہ تقریر کیا ملمع کار ہے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ علاوہ اس شراح علیہ السلام کی اور شراح امامیہ نے ہی یہ توجیہ ہو گئی سالہ دینے میں ایسی تقریریں کرنے اہل دیانت کا نہیں بلکہ خاتم المتکلمین نے نہایت چھان بین کی اور بہت سی کتب کے اوراق گردانی فرماتے اور ان کو اس شرح میں یہ توجیہات علمی سبیل سلیم والتزلزل ہتھ لگیں اول تو ان توجیہات کو جو بتقریرت سلیم متنزل کے گھر میں اور وہ بھی عام شیعہ کے میں شرح یلفظ امامیہ کا نام نشان تک نہیں ہے الزاماً بمقابلہ خصم پیش کرنا کمال دانائی ہے اور اوس پر لفظ مثل زیادہ کرنا اور طرہ ہے۔ **يقول العبد الفقير الى مولاه العتق**۔ ادل بجواب حضرت علامہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے آپ کے کنز توری نے اسکا صاف انکار کر دیا ہوتا سوا انکا انکار کچھ پیش نہ کیا۔ اور وہ اپنے اس انکار کے سنرا یا چکر جو اہل شرم و حیا کے لیے بہت کچھ ہے تو ان کو سب کچھ کے مقابلہ میں ادھر نقص ایجاب جزئی ثابت کر گئے۔ بلکہ ثابت ہوا کہ انکا انکار محض تصور متبع سے یا عناد سے ناشی تھا اب اپنی اسکا انکار فرمایا کہ سوئی بجانے کے اور کسی شام نے نہیں لکھا ہے اور حضرت خاتم المتکلمین نے

لفظ مثل کا کذباً خلاف دیانت بڑایا افسوس کہ آپ کو علامہ کستوری کا حال دیکھ کر عبرت  
 نہوئی اور علامہ کستوری کے طرح بے تحقیق انکار کر دیا۔ اول بیخ البلاغت کی تمام مسموح  
 و تراجم ملاحظہ فرمائی اور سیکر بعد اگر انکار فرمادیں گے تو قابل جواب ہوگا میں یہ سیداکہ کیا ہے  
 کہ آپ نے جمیع شروح و تراجم بیخ البلاغت کے ملاحظہ نہیں فرمائی ہونگا اسلیٰ عرض  
 کرتا ہوں معاملہ دینی میں ایسی تقریریں کرنا اہل دیانت کا کام نہیں ہے۔ علاوہ ازیں اگر  
 بحث میں جو عبارت کہ حضرت خاتم المتکلمین نے فاضل بدائی کے شرح کی نقل کی ہے  
 اس سے صاف واضح ہے کہ وہ اور اس کا استاد نقیب ابو جعفر بھی اس امر کے قائل  
 ہیں کہ مراد لفظ فلان سے ابو بکر یا عمر ہیں نہ انسی کہتا ہے کہ نقیب ستم کہ تقریریں مخالف قرنی  
 درست میشود کہ یہ شخص ماضی مطابق نفس المرود اس طرح شکر و تریدی سیرسون آن نگردد  
 چون جناب امیر باطن اوصاف معترف شود غایت مدح خواہ بود کہ بالاتر از ان بنا شد  
 نقیب سر بکریان فرمودہ بعد تامل گفت راست میگوید۔ انتہی۔ اگرچہ اس بیان میں  
 بصراحت نام ابو بکر یا عمر کا نہیں ہے لیکن چونکہ اس اعتراض کا مدار اس کلام کے تخریص ہوتے  
 ہیں اور ظاہر ہے کہ تخریص جناب ذی النورین کو ہوگی اور یہ بھی بدیہی ہو کہ انکا تخریص  
 بجز ذکر محاسن اہل خلیفین سابقین کی نہیں ہو سکتی تو ثابت ہوا کہ اصل کلام بیان  
 محاسن اہل خلیفین کو متضمن ہے اور حاصل اسکا وہی ہے جو بحرانی نے اپنی جواب لانی  
 میں نقل کیا ہے۔ الثانی انہ جازان لیکن مدحد ذلک لا حد ہما نے معرض تیج  
 عثمان الخ اور نیز خود حضرت خاتم المتکلمین رحمۃ اللہ علیہ نے اس قول کے اثر میں تصریح  
 لکھا ہے و از کلمات دیگر شارحین و مترجمین ابن کتاب از امامیہ ہم ہم شرح صدیق  
 آیکمالہ الحنفی علی المتبعین لیکن چونکہ علامہ کستوری کی تکرار بحرانی کی نقل سے  
 بحرانی ہو چکا ہے اور شارحین سے نقل کے حاجت نہوئی۔ معہذا کیا یہ خاتم المتکلمین کا  
 لفظ مثل لکھنا آپ کے اور آپ کو علامہ کستوری کی تقریرات سچ بھی زیادہ خلاف دیانت ہو

کہ بہارتہ کذب اور دروغ دعوے فرماتے ہیں کہ میں کہتے ہیں کہ کسی شارح نے لفظ فلاں سے ابو بکر  
 یا عمر کو مراد نہیں لیا کہ میں کہتے ہیں کہ یہ اوصاف کیسی ابو بکر یا عمر پر محمول نہیں کیے کہی فرماتے ہیں  
 کہ یہ تو حیات و اغراض کے عالم اہمیت نہیں کہیں پہر سپر فاضل مجیب حاشیہ چڑھاتے  
 ہیں کہ مفتی صاحب نے بجائے لفظ فلاں کے ابو بکر یا عمر مراد ہونے کو سوای کسی امر کا انکا  
 نہیں کیا حالانکہ اچھا اور اہم علامہ سنوری کا فرمانا بہتہ خلاف واقع ہے یہ تعجب ہے  
 کہ با اینہما دعائی انصاف یہ تفسیرین خلاف دیانت نہیں سلوم سوئین آرمی - ع -  
 و عین الرضا من کل عیب کلیتہ - را تو حیات کا بتقدیر تسلیم و تنزل ہوتا اور عام شیعہ  
 کہ طرف منسوب ہونا سوا کا جواب ہم پہلے اس سے گذارش کر چکے ہیں حاجت اعادہ نہیں قبول  
 معذرتہ اپنی خاتم المتکلمین کے اس قول کا یہی جواب مبنی قولہ زیر کہ الخ - اقول کلام ابو بکر  
 یا عمر کے تعین جتنی میں مسئلہ وہ ہرگز شرح ابن میثم علیہ الرحمۃ موجود نہیں ہے بلکہ پہلے معلوم  
 ہو چکا ہے کہ جو انے علیہ الرحمۃ نے اول قول قطب راوندی علیہ الرحمۃ بیان کیا ہے - تاکہ  
 معلوم ہو کہ مراد ابو بکر و عمر نہیں ہے اس کے بعد قول ابن ابی الحدید نقل کیا ہے کہ وہ بعض وجوہ پر  
 حضرت عمر کو ترجیح دیتا ہے یہ کہ تعین ختم کرتا ہے پہر علی التزل بطور فرض و تسلیم قول فی لف  
 یعنی ابن ابی الحدید فرماتے ہیں کہ در صورت ان ہر دو کے مراد ہونیک بعض وجوہ سے حضرت  
 ابو بکر ترجیح رکھتی ہیں بشرطیکہ اسکو استہانہ سمجھا جاوے پس اسکو تعین جتنی ابو بکر یا عمر  
 قرار دینا کمال ہی دانائی ہے **اقول** جناب میر صاحب میں بخلاف کہہ سکتا ہوں  
 کہ یہ ہم کو تحریر چونکہ اول سے آخر تک ایسی ہی خرافات اور وہابیات سے بہرہ ہوتی ہے  
 ہرگز اس قابل نہیں ہے کہ کوئی اہل علم اس کے جواب میں تسلیم اور ثنائی نہ کرے بلکہ اپنی خیریت چلے  
 کہ استاد دارین خاطر عنایت فرمائی ہند منشی عنایت احمد صاحب گنگوہی تسمیہ لہ سانہ  
 مجبور کر دیا اور بجز امثال کے کچھ نہ کر سکا چارہ نہیں ہو سکا ناچار تسلیم اور ثنائی کرنا پڑا کیا نصاف  
 اس کا نام ہے کیا دیانت اس کو کہتے ہیں کہ بدن شرح ابن میثم دیکھو اس کی عبادی



توجیہات یا توجیہات بلکہ کذب و فساد ہے بن شاریع ابن یسہم نے اول میں قول قطب راوندی  
 اپنی شرح میں کہاں لکھا ہے سب سے اول قول جو لکھا ہے یہ ہے والقول ان المراد غللاً  
 حمر جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ تعین حتمی ہے اور جو جب اگر قائمہ کے دولت  
 کر ہے کہ قطب راوندی کا قول قابل اعتبار کے نہیں اور اگر بعد اس کی تائید ابن یسہم  
 سی کا کہ وہ یہی اس امر کو قائل ہے کہ مراد لفظ فلان ہی حضرت عمرؓ میں اور بعد اپنی رائے پر  
 جو قطب راوندی کے قول کے سرسبز کذب ہو اور کہا کہ میں کہتا ہوں کہ ابو بکر کا مراد ہونا  
 عمر کے زیادہ متاثر ہوئے ہیں اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قولین اور میں جو حضرت  
 عمرؓ کی مراد ہونے پر اول میں وہ یہی چند ان بعید عن الحق نہیں صرف ہشہبہ اور شاربہ کوئی ہو گیا  
 فرق ہے جو اول افضل التفضیل کا ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ مراد احد ہا مستخدم مراد کوئی لفظ  
 فلان کے گریب کو نہیں میں سے مراد تسلیم کر لو تو وہ میری طرح اہستہ یا سہلہ نام ہے ہو جائیگا  
 لیکن قطب راوندی کے قول کی سرسبز کذب ہی پس جو کچھ نسبت مراد ہونی اور اس شخص کے  
 بیان کیا ہے وہ جزا تفسیری ہے مفوضاً اور صاف مذکورہ کے جو شرح کی ہے اور میں اجماع  
 یا تاویل کی بنیاد ہے باقی میں چوڑی سسٹنچ اور صاف میں صاف ثابت کر دیا کہ مراد  
 ان سے کوئی خلیفہ ہے۔ اچھا بفرض حال پہنچے تسلیم کیا کہ تعین حتمی نہیں ہے بلکہ شاربہ  
 کسی جو پر آخر تعین کو بیان تو کیا ہے یہ سب مدار کنتوری کا اور اسکی نسبت مراد فلان کا کرنا  
 انکی فاحش فلفط ہے یا میں پس ایسے بروج یا توں شر اگر آپ چاہیں کہ میں جو کہ ہلال  
 اور جاوید یا اگر غلام کہ مستوری کے جان الزام سے چوٹ چائی تو یہ ہرگز ممکن نہیں  
 بلکہ جہد آپ اسکی حمایت فرمائیں اور یہ الزام زیادہ ہوئے چائے جو چاہا آپ اس سے  
 میں دیکھ ہی رہے ہیں ابھی اگر کچھ صاف دہم دیا و شرم سے تو یہ چاہی ورنہ آپ کو زیادہ  
 یا یہ سب الیہ المرجع ہے۔ حقیقی معنیہ اہم کہتے ہیں کہ اگر شاربہ بکوانی علیہ الرحمہ  
 تو یہ توجیہات بدون غرض و تسلیم تحقیقی ہے کی چون اور اوکر نزدیک یہ اصلی ہی

جواب ہوں اور جناب مفتی صاحب علیہ الرحمۃ نے اس شرح کو ملاحظہ فرمایا ہو تو کوئی شعر  
 عیب و نقص کی بات ہو یہ کیا ضرور ہے کہ ہر عالم کی کتاب اور اس کی تحقیق میں مذکور  
 آپ کو خاتم المتکلمین نے ازالۃ الغین میں محض اپنی اس توہم سے کہ جناب مفتی صاحب نے اس شعر کو  
 نہیں دیکھا کیا زبان درازی اور ہرزہ درائی کی ہے وہ شور و غل مچایا ہے کہ زمانہ کو سر پر  
 اوٹھالیا ہے حالانکہ ایک کتاب کا مذکور کیا بروقت تحریر اس کے مضامین کا یا دوسرے کچھ بزرگ  
 بات نہیں محض اس توہم سے انکو پانچ تصنیف و تالیف سمجھ گئے ہیں اور صاحب تحفہ کی ضرر  
 نہیں لیتے اور کتب تو ایک طرف اپنی والدہ ماجدہ کی ہی کتاب ملاحظہ نہیں فرمائی کتاب ہی  
 کو شعر جکا اور دیکھو خود حوالہ دیتے ہیں کہ اگر کوئی ان مضامین کو دیکھتا چاہی تو اس کتاب میں  
 دیکھ کر حیا نہ کی جگہ اس تحسین میں انکی یہ بات ثابت کی گئی ہے۔ اور نیز اکثر صحابہ کرام  
 حضرت خلیفہ ثانی جنکو کتاب اللہ دانی کا یہ دعویٰ تھا کہ بمقابلہ حکم آنحضرت صلی اللہ  
 علیہ وآلہ وسلم جب کتاب اللہ فرمایا قرآن شریف کی آیت جہین تحفۃ مورت کا ذکر ہے بخاندان  
 ہوں اور یہ بیان کرنے خلیفہ اول کے کہیں کہ گویا آج ہی سنی ہے اونکو شائین کچھ  
 چون دچرا نکرین اور سند خلافت و امامت بے تکلف و بدین۔ ان نارا الاشی عجاب  
 اور یہ حال اکثر کتب میں موجود ہے اگر مستحق حجب کو رشک ہو تو مابرج النبوت جلد دوم صفحہ ۱۵  
 مطبوعہ مطبع فخر المطابع ہے مطالعہ فرماویں چونکہ عبارت طویل ہے اس لیے ہم نہیں لکھتے اور  
 خلافت کا اہم مقام دین ہونا ہی اگر مقام میں لکھا ہے اشفاق حضرت فاضل  
 مجیب کے سبب فہم و الغاف سے بیان ہی ہو کر کہانی اور ایسی ہو کر کہہ انی کہ نہ  
 کرل آیا۔ حضرت پیرانشا اتریں سمجھیں بلکہ اول عبارت تحفہ دیکھیے پھر اسے مفتی صاحب کا  
 جواب بخیر ملاحظہ فرمائیے پھر خاتم المتکلمین کے اعتراض کو بغیر تامل سے چھوڑ کر جواب  
 دیجیے۔ اول حضرت علامہ دہلوی قدس سرہ العزیز نے تحفہ میں فرمایا کہ امامیہ شہداح  
 بیج البلاغت نے لفظ فلان جو نہج البلاغۃ میں لکھ کر تحریف واقع فرمائی ہے اور میں

اختلاف کیا ہے جسنی کہتے ہیں کہ مراد ابو بکر ہے اور بعضی کہتے ہیں کہ اس سے مراد حضرت کہیں  
 ابو بکر کے متوری فرماتے ہیں کہ یہ سراسر جوٹ ہی کسی شارح امامیہ نے مراد ہوا لفظ انان  
 ابو بکر یا عمر کو بیان نہیں کیا وہ عبارت - انھذا الا انک مبین اذین ماعسی بدو  
 کہ کہ ام شارح امامیہ گفتہ کہ مراد ابو بکر یا عمر سے انھن حضرت خاتم المسکین رحمۃ اللہ علیہ  
 ہلا کہ متوری کی تکذیب فرمائی اور باین عبارت فرمایا - قوله ان هذا الا انک مبین اقول  
 سجاہک نہایتان عظیم - زیرا کہ مراد ازین شارح امامیہ مثل بحرانی مستند و لیکن چون  
 این بے نصیب کتب مذکورہ نہ یہ وہیگوید کہ کہ ام شارح امامیہ گفتہ کہ مراد ابو بکر یا عمر سے  
 انیک عبارت رئیس الحکماء و استبرین کمال الدین مذکور بگوین خود بشنو و خاک نہایت خود  
 برزوار سند محکم و تصنیف بزرگوار شالغ - ہی طرح اور چند جگہ آپ کے مفتی صاحب نے حضرت  
 خاتم المسکین کے اس بحث میں تکذیب کی اور اپنا جرح بتایا اور حضرت خاتم المسکین نے  
 اسکو جواب میں آپ کو مفتی صاحب کی تکذیب فرمائی اور ابن سیم کی عبارت نقل کر کے  
 اذکر دعویٰ تجر کو توڑا - اب بعد اس تقریر کے آپ اپنی جواب کو مطابق بحرانی فرمایا  
 کہ آپ کو جواب اور معارضات کو اس سے کیا ربط اور کیا مناسبت ہر تفصیل اسکی یہ ہے کہ آپ  
 اسکو جواب میں فرماتے ہیں کہ اگر بحرانی کی نزدیک یہ توجہات تحقیقی اور اصلی جواب ہوں  
 گویا اذکر نزدیک بدون منزل و ہتھلک کے مدح ان اوصاف عالیہ کے اور مراد لفظ انان  
 سے حضرت ابو بکر یا عمر ہی ہوں اور فی الواقع معنی صاحب نے شرح ابن سیم کی ہر  
 کو کو نہ عیب اور نقص کی بات ہر ایک کتاب کا نہ بکھتا یا بروقت تحریر اسکو مضامین کا  
 یا ذمہ نہا کچھ بڑی بات نہیں کیا ضرور ہے کہ ہر عالم کی کتاب اور اسکی تحقیق سمیتہ نظر ہے لیکن  
 ہم کہ کہتے ہیں کہ شرح ابن سیم کا نہ بکھتا کچھ حسب اور نقص کی بات ہر اور ہونے اور ہار  
 خاتم المسکین رحمۃ اللہ علیہ نے کب کہا ہر ایک کتاب کا نہ بکھتا یا اذکر مضامین کا بروقت  
 تحریر یا ذمہ نہا کچھ بڑی بات ہے اور ہونے کب دعویٰ کیا ہے کہ ہر ایک عالم کی کتاب

اور اسکی تحقیق ہمیشہ مد نظر رہنا ضرور ہے ہمارا اور ہمارے خاتم المتکلمین رحمۃ اللہ علیہ کا اثر  
تو یہ ہے کہ اگر مفتی صاحب نے شرح ابن بیثم نہیں دیکھی تھی یا اگر یہ مضامین یا وہ نہیں پڑھے  
تو یہ زبان و لہجہ اور ہرزہ درائی کیوں فرمائی کہ کہیں فرماتے ہیں۔ ان نڈالاک میں  
ازین نامہ بی باید پرسید کہ کدام امامیہ گفتہ کہ مراد ابوبکر یا عمر است کہ کہیں لکھتے ہیں این ادعا  
کذب محض است کہیں فرماتے ہیں۔ ثبت الدلائل فی القش۔ اول النہیۃ باثبات بایدرسانہ  
کہ مراد لفظ فلان درین کلام ابوبکر است الخ۔ اور کیوں ایسا وادیا کیا کہ زمانہ کو سر پر اوٹھایا  
جس سے نہ معلوم ہوتا ہے کہ مفتی صاحب نے تمام شروع بیج البلاغت کا ملاحظہ فرمایا ہے  
اور تمام شروع کے مضامین اور تمام شراح کی تحقیقات ضبط اور محفوظ ہیں اگر آپ نہیں  
جانتے تھے تو لفظ فلان سے شخصین کے مراد ہونے کا انکار اور علم را امامیہ کی توجہات کرتے  
کا انکار کس بنا پر کیا اونکو تو دعویٰ تمام شروع کے دیکھتے اور تمام مضامین کے مستخرج ہونے  
کا ہے۔ اگر باوجود اس بجا نہی کی وہ سمجھتی ہوتے کہیں نہیں جانتا ہوں تو اس شد و مد سے کہنے  
انکار کرتے بلکہ یہ کہتے کہیں نے سوای ابن ابی الحدید کے دوسری شرح نہیں دیکھی یا تمام شروع نہیں  
پا میں اس دعویٰ کی تصدیق و تکذیب کو نسبت کچھ نہیں کہہ سکتا یا یہ کہ تمام شروع دیکھو  
ہتی مگر اس موقع کے مضامین مجھ کو یاد نہیں رہی اسے غیر ذلک اور اس میں چند ان نقص  
وعیب نہ تھا اگرچہ استدراک میں ہی غلط تھا کہ جب کتاب تصنیف فرماتے بیٹھے اور خصم  
کو جواب دینی کا ارادہ کیا تو کیا مشکل ہے کہ شروع بیج البلاغت کے اس موقع خاص کو  
دیکھیں خصوصاً ایسا امر کہ جب پیر بطلان مذہب کا مدعا ہو اور بقول آپ کے بعض شروع ہی  
چھین یہ توجہات نہ کوہن نایاب ہوں تو بڑی افسوس کی بات ہے کہ کتاب کہہ لکھ کر  
لین اور یوں ہی دعویٰ فرمائیں جس سے معلوم ہو کہ انکا علم تمام شروع کو مضامین حاد  
ہو پس ضحیح رہے کہ نہ اگر مفتی صاحب نے اپنے بجا نہی کا اظہار کیا اور نہ اعتراض علم  
علم یہ ہی بلکہ محل اعتراض مفتی صاحب کا دعویٰ تجربہ ہے کہ باوجود نہ جاننی کے اپنا علم

و تخرک با دافتر جلالہ ہی میں ہسپتال کا یہ جواب دینا کہ نہ جاننا کچھ عیب کی بات نہیں اور  
 نہ محفوظ رہنا کچھ بڑی بات ہے یہ ایسا جواب ہے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنی  
 مفتی صاحب کی عبارت کو ہی نہیں سمجھ رہے تھے اور اتنا تو سمجھتے کہ ائمہ اربعہ سے بھاننا ثابت ہوتا ہے  
 یا جاننا اور ازلہ العین کی عبارت کو ہی نہیں سمجھتے اور اس جواب کو انہی کچھ بظاہر تکرار  
 علاوہ ان میں اس تقدیر پر کہ بحرانی نے جو کچھ تحریر فرمایا وہ تحقیقی اور دانش ہو اور ان کے نزدیک  
 یہ جواب اصلی جواب ہوں اور مفتی صاحب نے شرح ابن میثم کو ملاحظہ فرمایا ہو یا اور اگر  
 مضامین اوں کو یاد نہ رہی ہوں حسب بیان علامہ ابن میثم یہ اعتراض ان المادح اللہ ذکرہ  
 علیہ السلام فی حق احد اللجلین بیانی ما اجمعنا علیہ من خطیہم ولخذلما منصب  
 الخلافة فاما ان لا یكون الکلام منک لک علیہ السلام ادا ینک و انما جہا خطا  
 دار ہوتا ہے اور علامہ بحرانی نے خود جواب شیعہ سے نقل کیے ہیں وہ جواب بابتہ معلوم ہوتا ہے  
 کہ ہرگز صاحبیت رفع اعتراض کے نہیں رکھتے چنانچہ حضرت صاحب تحفہ رحمۃ اللہ علیہ نے  
 دلائل سے اس امر کو ثابت کر دیا ہے تو اب فرمائی کہ ہر دو امور مندرجہ اعتراض میں ہر کس کو  
 خستہ یار فرمائے کہ کیا آپکا اجماع خطا پر ہے یا یہ کلام جناب نمبر کا کلام نہیں ہے اور  
 شریف رضی نے من تقار النفس کذا بڑا دیا لیکن یہ تو مخلص ہے کہ شریف رضی آئندہ  
 راستہ ایسی کلام کو جو صریح مع شیعہ پر دلالت کرے اپنی خلاف مذہب کیوں بڑا آیا  
 احتمال ہو مدامت مذہب میں تو ہو سکتا ہے اور منافیات مذہب میں یہ لہر باطل مفقود ہونا چاہیے  
 کا عند غیر سبوح علی المحض من علی شیعہ پر تحقیر الہی الیہا ہوا گیا کہ لفظ فلان کے پہلے پتھر  
 لکھا تھا تو شریف رضی کے بڑا لی اور اس کلام کے جناب امیر کی کلام ہوئے کا تو  
 اس خیال باطل ہوتا ہے تو ہاں ہوا کہ آپکا اجماع خطا پر واقع ہے - ۱ - ہو مطلوب - اگرچہ  
 گزشتہ سچائی معارفات ہی باطل ہو گئے تھے لیکن رد التفصیل سے معنی کے اول معارفات  
 جناب نے حضرت صاحب تحفہ قدس سرہ العزیز کی نسبت اپنی دالہ ماحد کی تصنیفات ذکر کیے

بارہ میں فرمایا اور فرمایا کہ ہم کسی جگہ اس سریر میں ہمہ امتزاج کر چکے ہیں پس اس کا جواب  
 تو یہ ہے کہ یہ محض جناب کی خوش فہمی ہے کہ آپ نے اپنی عادت کے موافق عبارت  
 از ادب اشعار کے مطابق سمجھ کر میں غلطی کی تھی چنانچہ جس جگہ اس سریر میں آپ نے یہ نوکر  
 فرمایا ہے وہیں ہم ہی بخوبی ادسکو باطل کر آئی ہیں حاجت ادا وہ نہیں ہے۔ دوسرا عبارت  
 آپ نے حضرت خلیفہ فاروق رضی اللہ عنہ کے نسبت آیت قرآنی متضمن موت آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم یاد دہانی کی بابت فرمایا اس کا جواب یہ ہے کہ اول نسیان کسکو نزدیک  
 محل اعتراض نہیں یاد آتا ہے کہ بعض شیعہ نے نسیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 پر یہی جائز رکھا ہے۔ خود جناب امیر شیطان لعین کے مہلت یافتہ ہونے کو پہلی ہولی  
 ہتھ اور ابلیس کی یقین سے متنبہ ہوئی۔ اور نہ تمام المتکلمین کا اعتراض نسیان بابت ہو  
 پس جب نسیان سفاقی موت نہیں تو مناقض خلافت کیونکر ہو سکتا ہے۔ معہذا حضرت  
 فاروق رضی اللہ عنہ کا نسیان بوجہ حدیث ہوش ربا دفت سیرور کائنات صلی اللہ علیہ  
 وسلم پیش آیا تھا۔ مگر آپ مفتی صاحب پر کیا مصیبت پڑی اور ان کو کیا جھڑپ پیش آیا  
 جس سے ان کی ہوش و حواس سلب ہو گئی اور باختہ حواس ہو کر یہ غفلت طاری ہوئی اور نسیان  
 پیش آیا اگر حضرت علامہ دہلوی قدس سرہ العزیز کے اعتراضات کا صدرہ مصیبت ہو کر  
 اور انکا وارغضال ہونا اس کا باعث ہو تو ہم ہی آپ مفتی صاحب کو معذور سمجھتے ہیں علامہ ازہرین  
 اس موقع میں کہ جو جناب مفتی صاحب کو پیش آیا اور دوسری مواقع میں کہ جس جگہ کتب کا  
 تذکرہ کیا یا مضامین کا یاد دہانی کی عیب یا نقص کا باعث نہیں سمجھا جاتا بلکہ بعید ہے  
 وہ یہ کہ جب کتب کا تذکرہ کیا یا وقت تحسین پر مضامین کا یاد دہانی کی عیب نہیں سمجھا  
 جاتا وہ معوق ہے کہ چہاں فیما بینہما قسطن قبیح ہو کہ اس سے اوں مضامین کی طرف  
 انسانی ذہن کا کم ہوا اور انتقال منکر کا ادھر سے اوہ ہر تارہ ہو ایسی مواقع میں اگر  
 وقت تحریر مضامین یاد دہانی کا کتاب کو تذکرہ ہو تو معذور سمجھا جاسکتا ہے اور یہ موقع جو

آپ کے مفتی صاحب کو پیش آیا کہ خصم نے اپنی ثبوت دعویٰ میں ایک کتاب کے خاص موضع  
 استدلال قرار دیا اور اس کتاب کے شروع کے مضامین متعلقہ کو اپنی دعویٰ کی بنیاد پر  
 بیان کیا تو اگر کوئی شخص اس خصم کے جواب میں یہ کہ اس کے شروع دیکھو اور ان کی طرف  
 مراجعت کریں اور خصم کے دعویٰ کا صدق یا کذب کتب سے مقابلہ کر کے معلوم کریں۔ مٹا  
 انکار کر دی اور کبھی کہ کسی کتاب میں اس کا نام و نشان نہیں اور یہ دعویٰ محض کذب و دروغ  
 ہے۔ حالانکہ خود یہ انکار و کذب محض کہ ب دروغ ہو۔ تو ہرگز وہ معذور نہ سمجھا جائیگا اور  
 ملامت و تہمت بھیگا ہر اگر کوئی اس کے اتباع میں سے اس کی حمایت کریں اور غدر کریں کہ آپ نے  
 کتاب نہیں دیکھی تھی اور آپ کو یاد نہیں رہا تھا۔ تو بہ کسی عامل کے نزدیک قابل التفات  
 ہوگا بلکہ مصداق مثل ستہر و مذکر گناہ ہر تراز گناہ کا سمجھا جائیگا کیونکہ اس موقع میں  
 بوجہ غایت افعال و حرب تغلق نہایت اوسر واجب تھا کہ شروع کی طرف مراجعت  
 کریں اور اس دعویٰ کے صدق و کذب کو کتب سے مقابلہ کر کے دیکھیں تو اوسے ترک  
 واجب کیا اور اپنی مذہب کی حمایت میں صرف ترک کذب و جہالت کا ہوا تو اس پر  
 موقع میں جسد ملامت کیجادی سچا ہے اور جسد گرفت کیجادی زیار پس ہمارے فاضل کا  
 بحالت ایسی مفتی صاحب کے فرمانا کہ اگر انہوں نے کتاب مذکور ہو یا مضامین یا دوسری  
 ہوں تو کیا عیب و نقص کی بات ہے۔ سراسر راہیات ہے بلکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ سراسر  
 سب اور نقص اور خیانت و کذب اور تہمت و تصنیف کے بالکل مخالف ہے۔ رہا خلاف  
 کو اہم الہامات ہونیکا جو آپ اشارہ فرماتے ہیں سو تہ وہ غلطی ہے جو ابحاث سابقہ میں  
 آپ کو پیش آچکا اور تفصیل تمام اس کی نسبت ہم گزارش خدمت کر چکے ہیں حال القاضی  
 المحجیب۔ دولہ۔ یہ ایک بحث کا حال ہے جس سے علماء شیعہ کا پایہ علم اور تدبیر  
 بخوبی معلوم ہو سکتا ہے حالانکہ اس بحث کی غلطیوں کا امتیاز نہیں کیا گیا۔ اقول۔  
 مان یہ ایک بحث کا حال ہے جس سے علماء شیعہ کا پایہ علم و دیانت و فہم و فراہ

وغیرہ کیست بخوبی معلوم ہو سکتا ہے حالانکہ اس بحث کی غلطیوں کا بھی استیفاء نہیں کیا گیا  
 بقول العبد الفقیر لے مولانا الفتح - بحول اللہ تعالیٰ و قوتہ اہلسنت کا یہ  
 علم و دیانت و فہم و فراست ایسا ظاہر و باہر کہ کسی پر مخفی نہیں رہ سکتا یہی جماعت مصداق  
 ید اللہ علی الجماعۃ و غضب اللہ علی من خالفها کے ہیں۔ ان علماء شیعہ کا  
 پایہ علم و دیانت و فہم و فراست قابلِ تمشاہد ہے کہ جبکہ اکابر مذہب اہلِ زعم میں یہ تفسیر  
 کر بردی میں منتفی رہے اور مذہب کو دانا صند وق تفسیر میں بند کرکھا سو بحمد اللہ فریقین کے علم  
 و دیانت اور فہم و فراست کی حالت اسی بحث سے بخوبی معلوم ہو سکتی ہے بشرطیکہ  
 انصاف کا چشمہ چشم بصیرت پر لگا کر دیکھا جاوے **قول** - مگر کیسے قدر اس بحث کی  
 مفصل جواب میں بیان ہوا ہے کہ علاوہ خلاف واقع بیان کرنے وغیرہ کے علم  
 و فضل کا مرتبہ ہی بدرجہ کمال حاصل کیا ہے۔ یہاں تک کہ جو باتیں کہ ورس خوان بہمان  
 کو معلوم ہیں انہی ہی کمال مہارت بہم پہنچائی ہے۔ جیسا کہ لہذا و فلان کو بدروغ از  
 قسم قسم دروغ فرماتے ہیں حالانکہ کتب نحویہ و لغویہ میں تصریح ہے کہ لہذا و لہذا و لہذا و  
 مثل بابہ کے کلمات تعجب سے ہے قسم سے ایسا کہ کیا علاقہ۔ اور جواب متغری و تفسیر ہی کو اصل  
 سمجھتے ہیں نیا تعجب اس علم و فضل پر کوئی صاحبِ خاتم المحدثین اور کوئی صاحبِ خاتم  
 المتکلمین کا خطاب اپنی اہلِ علم سے پاتا ہے ان ہذا شی عجاب **قول** اہل انصاف  
 براے خدا و اس بحث کو جو ہماری فاضل محبت کے بعد ناز و نفرت و تحیر فرمائی ہے سنیں  
 اور حضرات علماء شیعہ کا مرتبہ علم و فضل ملاحظہ فرمائیں کہ واقعی جو باتیں کہ اطفالِ مدرسہ کو معلوم  
 ہوئے حضرت ائمہین علیہ السلام و پیچان ہوئے ہیں اور انہی ہی واقف نہیں مبنی غلط کہا  
 بلکہ ائمہین کمال مہارت بہم پہنچائی ہے۔ آپ اعتراض فرماتے ہیں اور ظاہر یہ ہے  
 کہ آپ اپنے علماء سے نقل فرماتے ہوئے۔ کیونکہ آپ تو فرما چکے ہیں کہ میں محض فارسی خوان  
 ہوں۔ آپ کو کتب نحویہ و لغویہ سے اور محققین لہذا و غیرہ سے کیا تعلق اور نیز اس قول کے شروع عبارت

جسے اس طرح کا جواب دیا گیا ہے کہ  
 علم اہلِ حق کہتے ہیں۔



اسٹریٹ ایما کی لکھتے ہیں۔ اس بحث کو جواب میں مفصل بیان ہوا ہے تو ہو کہ وہ کہنا چاہی  
 کہ فاضل مجیب اپنی علماء سے اعتراض نقل کر لے ہیں کہ علماء اہلسنت نے کہ بلا و فلان کو  
 بدروغ قسم دروغ فرمایا ہے حالانکہ یہ کلمہ تعجب کا ہے۔ اب ایسا جواب سنیں کہ یہ اگر علماء  
 کا محض کذب اور افتراء اور بیاناں ہے ہرگز علماء اہلسنت نے کہ بلا و فلان کو جو حسب تصریح  
 فاضل بحالی کلمہ صحیح کا ہے قسم نہیں فرمایا ہے صدائق اور شفعہ اور ازادہ الغین میری نظر سے  
 بھی گزری ہیں اور غالباً شفعہ کی نسبت یہ اعتراض ہو گا اسلی میں عبارت ان کتاؤں کی نقل کر کے  
 اس پر فاضل کو ان کی علماء مجتہدین کے تجر اور نقد کے قسم دیکر پوچھنا ہوں تو ان میں تو یہی کہیں  
 عبارت میں کہاں کہاں ہے کہ بلا و فلان کلمہ قسم ہے خواہ یہ تصریح رحمۃ اللہ علیہ صدائق میں یہ  
 خطبہ نقل کرنے کے بعد اول جواب دکان منہ علی وجہ استصلاح من یعتقد صحیحۃ  
 خلاۃ الشیخین کرشمین و فرائین فانہ اثبت للامام المعصوم انہ کذب عشر کذبات  
 صراح موکدہ وحلف عشر حلفات کاذبہ من غیر الجاء ضرورۃ دلالت الیہ فانہ متضلاً  
 واستلاب قلوبہم تحصیل لجزا کذب والیہین الکاذب انیز و نہری جگہ لکھتے ہیں  
 فانہ وقوع الفتنہ فی خلاۃ حکمان کا زمعلوما لکل الحد غیر خفی حل یخفی علی  
 الناس القمروانہ حلف عشر حلفات کاذبہ الی ان قال فان المؤمن اللیب لا یزک  
 الکذب والیہین الکاذب لامر یحصل بالصدق فضلاً عن الا کاذب لا یجان  
 الکاذبہ حضرت علامہ دہلوی قدس سرہ العزیز تحفہ میں فرجید اول کے ضمن میں فرماتے ہیں  
 لکن برعاقب منصف پرشیدہ نیست کہ وہ دروغ ہو کہ قسم را نسبت بہ کتاب مضمونی نہوں  
 کہ برای غرض پہل نہا لینے و دلاری چہ کس الخ پہر فرماتے ہیں کہ کہ امر ضرورت بھی اپنے  
 تاکیرات و سبائات و ایمان غلط بندہ بود۔ پس یہ عبارتیں میں اس میں کہاں کہاں  
 کہ بلا و فلان کلمہ قسم ہے حضرات شیخ کی یہ عادت ہے کہ اپنی خوش فہمی سے ایک غلط  
 مضمون تراش لیا اور اس پر اعتراض کر لے کہ یہ مقتضایہ کمال فاضل علیہ السلام کے

اس جگہ یہ سمجھ لیا کہ بلا و فلان کے معنی قسم کے لکھ دین اور اس پر ناحق و ادبیا شروع کر دیا  
اب لکھ کر شاید اپنی کمال تجر و عمدہ سے یہ سوال کیجے کہ اگر بلا و فلان کے معنی قسم کے نہیں لکھے تو پھر یہ کہتا  
ہو کہ ہوائی اور کون سا حرف قسم کا عبارتین پر جو دی جس کے معنی قسم کے خواجہ نصر اللہ اعلیٰ مدظلہ ہوائی کے لئے ہے  
پس کیا جواب ہے کہ جو کہ چھوٹے چھوٹے رسائل میں لکھا ہے کہ قسم مقدس مفوض کی ہے چنانچہ غالباً کہ فیہ ابن حجاجین  
تقدیر قسم کا لفظ پلاز لے بلا و فلان کا معنی ح کا ہے۔ بعد ازاں کے لفظ تقدیر قسم مقدس پر ال ہے  
اور اس کا جواب واقع ہے معنی للہیب میں لکھا ہے وقال غیرہ (ترجمہ) فی نحو  
ولهذا علمتم الذین اعتدوا منکم قد فی الجملة الفعلية الحجاب بها القسم مثل  
ان واللام فی الجملة الاسمية الحجاب بها القسم فی اقادة التوکید و دوسری جگہ  
لان تاکید کے بیان میں لکھا ہے و بعضہم المتصرف المفرون بقدر نحو ولقد کا تو اعاہد و ا  
اللہ من قبل لقد کا فی یوسف و اخوتہ آیات و المشہور ان ہذا لام القسم  
بضم کا میں لکھا ہے ولقد علمتم الذین اعتدوا منکم فی السبت اللام موطئة للقسم  
اس پر محشی عبد الباقیم لکھتا ہے اعمیہ و مضیہ للقسم المحذوف و قرینہ علیہ تو ان  
عبارات سے معلوم ہوا کہ یہاں قسم مقدس اور تقدیر عبارت اس طرح ہے۔ لہ بلا و فلان  
فوالہ لقد قوم لاؤی السد الخ اسی حضرت میر صاحب آئمہ علمائے ہمسیر یہ اعتراض کے  
اپنی علم فصل کے آپ ہی ویل سند ویدی پیر و سپر ایچا سکونا ز فح کے ساتھ  
ہمارے مقابلین لکھتا اور نیا طرہ۔ یہ ایک چوٹی سی بحث ہے جس سے پایہ علم و فضل علماء شیعہ  
و علماء اہلسنت کا بخوبی معلوم ہو سکتا ہے اور یہ بھی معلوم ہو سکتا ہے کہ علماء اہلسنت  
خطاب خاتم المحدثین اور خاتم التکلمین کے لائق ہیں علماء شیعہ جنکو چوٹے چوٹے مسائل نحو میں  
بھی کمال مہارت ہے۔ خطاب مجتہد اور علم الہیہ اور صدوق کے لائق ہیں۔ راہن  
میشم کے جواب کو نہ تر لی و تقدیری کہنا ایسی خطا فاضل ہے کہ جسکو تھوڑی سی عقل و لافضائت  
ہو وہ بھی اسکو سمجھ سکتا ہے اور اگر فاضل مجیب شرح ابن ہشیم ملاحظہ فرمائے تو خود اپنی

اس خط پر مبنی ہو جائے تو قال الفاضل المحیب قولہ۔ اگر نازل کیا جاویں تو جوابات  
 غلطہ ایسی غلطیوں پر ہیں پس اب انصاف سے فرمائی کہ غلطہ زیادہ عدم اعتقاد کے قابل ہے  
 یا اور سکر جوابات مستند علیہ جناب مخاطب۔ اقول آیتے جوابات غلطہ کب تک کہ نازل فرمائیے  
 اگر آپ انکو دیکھتے اور کچھ نازل انصاف سے کام لیتے تو انکو کاشس فی نصف النہار روٹن  
 ہو جاتا کہ صاحب غلطہ کی بہت ہی کمیر قول ہوئی جو غلطی و خلاف واقع کوئی سرخالی ہوں  
 اور حاشا کہ جوابات غلطہ ہو یہ قول العبد الفقیر لے مولانا الغنیہ اس خرافات  
 کہ بکے جواب میں بجز اسکو کہ ہم سکوت کریں۔ یا ہم ہی جوت بولیں کہ آپ وجہ کہتے ہیں  
 اور کچھ جواب نہیں دیتے قولہ اگر اچھا یہ فرمانا صحیح ہوتا تو اب تک کوئی صاحب  
 تو آپ صاحبون سے مرد میدان ہوتا اور انکا جواب لکھتا۔ اقول جب اس  
 قابل ہی نہیں کہ اہل علم انکو جواب کی طرف متوجہ ہوں تو ہمارا اصل استدلال یہاں  
 مذہب متبعہ پر تھا بجائی خود باقی رہا پہر ہکو اور انکو جواب لکھنی کے اور احق تصدیق و ثبات  
 کی کچھ ضرورت نہیں ہے علاوہ اسکو ہمارے ہی ایسی کتابیں ہیں جنکا علماء سنیہ نے  
 جواب نہیں لکھا تو ہم ہی کہہ سکتے ہیں کہ اگر انہیں غلطی ہوتی تو آپ صاحبون سے  
 کوئی تو مرد میدان ہوتا اور انکا جواب لکھتا۔ قولہ آپ کے خاتم المتکلمین کی یہ  
 جرات نہ ہوئی مگر ان خال خال جہان کہیں انکو اپنے سمجھ کے موافق قلت تدبر و فکر  
 سے جائے انکست معلوم ہوئی اس قول کو نقل کر کے بہت کچھ شور و غل مچایا۔ مگر اہل فہم  
 و انصاف جاسی میں کہ فضول تھا۔ چنانچہ اسی بحث سے جسکو آپ نے بڑی ماز و فحش سے  
 تہدید لکھا ہا معلوم ہو گیا اقول ہماری خاتم المتکلمین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف  
 میں جوابات استقلال آپکو بعض تحریرات کے جواب میں فرمائے تبعاً و استظراً و حسب محل  
 و موقع جوابات غلطہ وغیرہ کے بخوبی قلعی کہول ہی ہے جس سے صاف واضح ہے کہ یہ  
 جوابات قابل التفات طلبہ علوم ہی نہیں ہیں چہ جائیکہ علماء مقصدی جواب ہوں خیال

اہل انصاف و فہم جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں اسی بحث پر بھی گزرجوئی و اسح ہر قول۔  
 آپ ہی انصاف فرمادیں کہ جیسا پھر تحفہ کے بموجب ملاحظہ ہی نہیں فرمائی تو آپ کیونکر اذہنی  
 استمداد عدم اعتماد کی بابت کچھ کہہ سکتے ہیں اقول یہ اچھا خیال ذرعم بالکل غلط ہے  
 جکی کچھ اہل نہیں قول جانتے والے پر کہنے والے جانتے ہیں کہ کون عثماد کے  
 قابل ہے اقول بیشک اسپر ہمارا ہی صدا ہے قال الفاضل المحیب۔ قولہ۔  
 شیعوں کی بعض فرضی کتابیں گہر لیں بنا بنا مخاطب کی تحریر سے تو ان کا مادہ علمی اس قدر معلوم  
 نہیں ہوتا کہ اپنے مذہب کی تمام کتب یا تمام کتب شیعہ پر عبور اور اذہنی واقفیت ہو۔  
 اقول۔ اس آپ کی شخصیت پر ہم ہی صدا کرتے ہیں میں اپنی کم علمی عجمانی شروع ہی  
 میں عرض کر چکا ہوں بقول العبد الفقیر لے مولانا العنہ چونکہ اس جگہ  
 فاضل مجیب نے جو ہماری جواب کے عبارت نقل کی ہے اوس میں خلط واقع ہوتا ہے ہمارا ماننا  
 اقوال کو نہیں اقوال میں تردد و شبہ واقع ہو اس لیے منظر احتیاط عرض کرتے ہیں  
 کہ اس جگہ جو لفظ قولہ ہماری فاضل مجیب کی کلام میں واقع ہے یہ قول ہمارے تحریر میں  
 اور ضمیر اس کے راجع بھری فاضل مخاطب ہوا اور بعد اس کے عبارت شیعوں کی بعض فرضی کتابیں  
 گہر لیں اصل سوال فاضل مخاطب کا جملہ ہے چکا جواب ہم نے لکھا ہے اور کہا ہے جناب  
 مخاطب کے تحریر سے اٹھ پس ناظرین یہ خیال فرمادیں کہ توہ کے قائل فاضل مجیب میں اور ضمیر  
 ہماری طرف راجع ہے اور عبارت شیعوں کی بعض فرضی اٹھ ہماری عبارت ہر جیسا کہ ان سے  
 استفادہ ہوتا ہے فلیتنبہ۔ سابق میں ہمارے فاضل مخاطب نے ہمارے قولہ کو اپنے قولہ کے  
 ساتھ ملا کر پتکار قولہ کر کے لکھا تھا معلوم ہوتا ہے کہ شاید ایک لفظ قولہ سموا  
 کا تب ہی ترک ہو گیا ہو گا یا عثماد کر یہ نتیجہ سمجھا کر چھوڑ دیا ہو گا۔ تعجب ہم کہ بابائے ہمہ حمید  
 اگر یہ کہ نفس کے طور پر نہیں ہے تو اپنے اصول و فروع میں بلا تقلید سربہ حق ایقین کا  
 کیونکہ پیدا کر لیا معلوم ہوتا ہے کہ اصل دعا کر ہمہ دانی ہے اور یہ محض تواضع۔

قولہ لیکن اگر کسی مباحث ہو تو بعد ادب استدلال کے ہونا کہتا ہے کہ جتنی دیکھتا ہے کہ کتب  
کتب شیعہ پر عبور نہیں رکھتا اور آیت نہیں کر جاتا یا اپنے ادعا کی عدم تفہیم سے اس مسئلہ میں  
فیہ سہی آگاہ نہیں چاہتا مانت کو مسائل فروعیہ کی بیان کرنے میں ارادہ نہیں ہے بلکہ صرف  
ہوتی۔ اس مسئلہ کو آپ کتب احادیث وغیرہ حتیٰ کہ کتب فقہائے میں اہم الہامات لکھا ہے  
مگر آپ اس کو اہم الہامات نہیں جانتے یہ محض کتب کلامیہ و عقاید و احادیث وغیرہ پر  
ہونے کا سبب معلوم ہوتا ہے ورنہ شاید اجتہاد کا دعویٰ تو آپ کو ہی ہوا قول ختم  
ذریافت فرمایا تھا کہ مسئلہ امت اہل سنت کے نزدیک اصول دین سے ہے یا فروع  
سے بندہ نے جواب اور عرض کیا کہ اہل سنت کے نزدیک امت اسلام فروع میں ہی ہے  
اور اس کی ثبوت میں حوالہ خاتم المتکلمین کے عبارت کا جو اس وقت سامنی موجود تھی کہنا کافی  
سمجھا پس سپر جناب کا فرمانا کہ اصل مسئلہ متنازعہ یہاں تک کہ ہی نہیں آپ ہی انصاف  
فرادین کو یکسو کر سکتا ہے اگر آپ کسی مسئلہ میں اس کی ثبوت کے وقت حوالہ اپنی محنت  
العصر یا مفتی کسٹوری صاحب کا دیوین اور مسئلہ بھی صحیح فرما دیں تو کوئی دعویٰ کر سکتا ہے  
کہ آپ اس مسئلہ سے آگاہ نہیں حاشا وکلا۔ اور بالفرض اگر میں شیخ عقاید کا حوالہ دیتا  
تو یہی آپ پر ہی اعتراض فرما سکتی تھی جب تک کہ تمام کتب عقاید و احادیث وغیرہ کی کتابت  
جائے حالانکہ کوئی شخص تمام حوالہ کو جمع نہیں کرتا۔ ظاہر ہے کہ حوالہ سے مقصود یہ  
ہوتا ہے کہ مسئلہ کی صحت کی نسبت طمانیت ہو جاوے اور یہ بجز نقل قول کسی معتبر  
عالم کے حاصل ہو سکتا ہے علی الخصوص جبکہ ساری مسائل فروعی میں سے ہو اور یہ ضرر  
خاتم المتکلمین کے طرف حوالہ سے بخوبی حاصل ہے پس آپ کی نسبت جناب کا  
عدم آگاہی فرمانا عدم آگاہی قانون انصاف سے ہے۔ اگرچہ یہ بات مسلم اور صحیح اور  
کہ جتنے کو تمام کتب کلامیہ و احادیث وغیرہ پر عبور نہیں ہے اور نہ بندہ کو دعویٰ تھا اور  
مگر تعجب یہ کہ آپ کی جناب مفتی صاحب نے خلاف واضح دعویٰ فرمایا کہ شرح منہج النہج

میں کہیں یہ تو جہات مذکور نہیں اور جناب نے اسکو نسبت عقد فرمایا کہ کیا ضرور ہے کہ ہر  
 عالم کی کتاب اور اسکی تحقیق ہمیشہ منظر ہے ہر ایک کتاب کا مذہبنا یا بیروتی تخریر اسکو  
 مضامین کا یاد رہنا کچھ بڑے بات نہیں اور کچھ عیب و نقص کی بات نہیں کہ اگر ایک  
 کتاب کو نہ دیکھا ہو یا اسکو مضامین یاد نہ رہی ہوں۔ پس جب آپ کے نزدیک شرح  
 رنج البلاغت کو نہ دیکھتے رہے آپکی مفتی صاحب کے تخریر میں کچھ فرق نہ آیا اور انکو کتب  
 کی طرف سے یہ غلطی نہ رہا اور برسرِ چشم قبول کر لیا تو ہمنے ایسا کیا تصور کیا تھا  
 کہ باوجودیکہ مسدّد صحیح عرض کیا اور حوالہ بھی صحیح دیا لیکن ان تمام حوالوں کو جمع نہیں کیا  
 اسکو ہماری کتب عقاید و احادیث وغیرہ پر عدم عبور کا سبب قرار دیا اور عدم آگاہی  
 اور نادانیت سمجھا۔ آپ نے انصاف کے کس قاعدہ کے موافق یہ فیصلہ فرمایا آپکی مفتی صاحب  
 باوجود خطا کے بھی تخریری ہیں اور ہم بے خطا نادان واقف و نادان سمجھ جائیں یہ صریح ثابت  
 دہری اور حق پوشی نہیں تو کیا ہے۔ انصاف تو اسکو مقتضی ہے کہ اگر تمکو آپ صرف اس  
 وجہ سے معذور کرتے ہیں کہ تمکو کتب احادیث و کلام وغیرہ پر عبور نہیں یا وقت تخریر  
 مضامین یا دیر ہی تو اپنی مفتی صاحب کو یہی اگر دو چند نہیں تو ہماری برابر تو معذور نہ ملے  
 بنائی۔ راجع الیہا کما ذکر کرنا یہ وہ خوش فہمی ہے جو بہت جگہ اس تفسیر میں آپ نے  
 ظاہر فرمائی کہ ہم گنتے گنتے تھک گئے۔ اور اسکا جواب مفصل سابقاً مذکور ہو چکا ہے۔  
 قال الفاضل المحیب۔ قولہ اگر دعویٰ ہے اور اجازت ہو تو بندہ معیار امتیاز  
 سے اس امر کی مجبوری آزمائش کر سکتا ہے۔ اقول۔ بندہ کو ہرگز دعویٰ نہیں ہے میں کیا  
 اور میرا دعویٰ کیا جاہل و ظالم و ناقض ہے میرا ہر سدا ان اقل الخلیفہ بل لاشی فی حقیقتہ  
 ہوں اور اسکو جواب میں بجز اسکو کہ جناب نے اپنی مبنی جو صلیکی و عالی ظرفی ظاہر فرمائی ہے  
 کیا عرض کردن اگر غرور و تکبر معیوب، ممنوع نہ ہوتا تو شاید بخیر اسکو کہ انکسیر مع التکبر  
 صدقہ یہ شعر عرض کیا جاتا۔ بہت خوش بود گر محک تجزیہ آید بیا + تا سید و شوہر در خوش باشد

مفصل اور کی تصنیف و تالیف کا زمانہ شرح بمثلہ ختم بیان کیا جاوے تو محض لغو ہوگا۔  
 یقول العبد الفقیر الی مولاه الفتنی۔ اگرچہ کتب غیر متداولہ و مفتوحہ و دستورہ کی  
 مثال طلب کرنا ایسا ہی جیسا کوئی غیر معلوم و مجهول کی مثال طلب کرے مگر ہم اپنی حضرت  
 فاضل مجیب کو مثال ہی کر سمجھاتے ہیں۔ سنی کر اگرچہ بلکہ فریقین کی کتب رجال و فہرستیں  
 و علمائین بعض علماء کثیر التعمین کی نسبت تحریر ہے کہ صدہ مجلدات انکرتضانیف میں چھا  
 ابن شہر آشوب نے معالم العلماء میں فصل بن شاذان کی نسبت لکھا ہے ولہ مراسلہ و تن  
 مصنف اور نیز اوسے ابن شہر آشوب نے عبد اللہ بن احمد بن ابی زید الانباری کے حاملین  
 لکھا ہے لہ مراسلہ و ارجون کتابا محمد بن معویہ عیاشی کی نسبت لکھا ہے کتبہ  
 یزید علی ماتے مصنف محمد بن علی بن بابویہ القمی کے حاملین لکھا ہے لہ انھو  
 من ثلثائہ مصنف علی بن القیاس اور بہت ہی علماء کی نسبت اس طرح درج ہے لیکن  
 اگر تتبع و تلاش کیجاوے تو بجز چند کتابوں کو جو بہ نسبت کل کے بہت قلیل المقدار ہوں گے کیسا  
 کہیں بڑے و نشان نہیں ملے گا تو ان کی نسبت ہی کہا جاسکتا ہے کہ اگر یہ کوئی کتاب میں ہوتی  
 تو موجود اور علماء کی زبان پر مذکور ہوتی اور ایسی ہی کتابیں ہیں کہ جن کو مصنفین کا حال  
 کچھ معلوم نہیں چنانچہ معالم العلماء کے آخرین آپ نے ملاحظہ فرمایا ہوگا اور یہ ہی ہر ایک  
 واضح ہے کہ جامع فہرست علماء کو اول تو استیعاب و ہتفا کتب مصنفہ بیان کرنا مقصود  
 نہیں ہوتا توڑی توڑی کتابیں بطور نمونہ درج کر دیں اور اگر استیعاب ہوتا ہی تو اپنی علم  
 و قیمت کے موافق ہے اور ظاہر ہے کہ ضرور نہیں کہ ان کا علم ہر ایک شخص کے تمام مصنفات  
 و حادہ و شامل ہو اپنے معالم میں ملاحظہ فرمایا ہوگا کہ اول میں لکھا ہے و انکانت الکتب  
 نقد و لا متحد و آخرین لکھا ہے عم الفہرست الکتب غیر منحصراً اس سے صاف  
 معلوم ہوتا ہے کہ ان کو استیفا مقصود نہیں۔ علاوہ ازیں چند کتب در سائل بندہ کے  
 میں ہی مذہب شیعہ کے مصنفہ علماء شیعہ موجود ہیں آپ ان کا ہی حال تلاش کر چھین

اور متبع کر کے فرما دیں کہ وہ کس کس کے کتابین و رسائل میں۔ وصاف الاشرف کتاب  
 الاشرف۔ جزء الکاملہ۔ نوادر الاثر مختصر العویص اگر ایک کتاب کے دس ضرور ہے کہ اسکا  
 حال اور اسکا مصنف کا حال اور زمانہ تصنف و منسل و مندرج معلوم ہو کہ اسے تو انکوہ ای  
 ایسی شرح تفصیل کے ساتھ معلوم ہوگا۔ راصحت شہاد کی نسبت جو کچھ سہروردی اور  
 سوانح فرج میں ہمارے سنہ کی صحت کا ذکر کچھ عجاج السالکین ہی پر نہیں ہے بلکہ اور عجیب  
 معتبر کتابوں پر ثابت ہے چنانچہ ہم آئندہ اسکو نقل کرینگے اسوا سٹے حضرت علامہ دہلوی صاحب  
 تحفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اقتصار عجاج السالکین ہی پر نہیں نسخہ لیا ہے پس حکم ہر روایت  
 دوسری معتبر کتابوں میں ہی موجود ہے تو اگر بالضرر عجاج السالکین مفقود و مستور ہوا تو اس  
 مسئلہ لال صحیح تہذیب عام ہمارے مسئلہ کے سبب میں بابت ضابطہ تجل فی المناہجین رضی اللہ عنہما  
 کہ ساتھ کچھ کلام نہیں ہو سکتی۔ غرض کتب کی نسبت ایک ایسا یہ دعویٰ فرما کہ جو کتاب تصنیف ہوئی  
 ضرور ہے کہ اسکا اور اسکا مصنف کا حال اور زمانہ تصنف معلوم ہو کہ اسکا بہت سی کتابیں  
 تصنیف ہوئی جو بعد میں مفقود ہو گئیں اور بہت سی ایسی کتابیں ہیں کہ جنکو مصنفین کے کچھ حال  
 معلوم نہیں۔ اکثر کتابیں جو گذشتہ قرون میں زبردست تھیں اسوقت انکا نام نشان  
 ہی نہیں قاعدہ ہے جب ایک چیز کا تذکرہ کم ہو جاتا ہے اور فتنہ رفتہ وہ شے ہی اول تسلیم  
 کی ہوتی ہے اور پھر حقیقہ معدوم ہو جاتے۔ اچھو معلوم ہوگا کہ اقلیدس کے بعض معادل کا  
 کہیں ہوا نشان نہیں مصنفات افلاطون و ارسطو طالس وغیرہ کا اسوقت کہیں نام نشان  
 باقی ہے اچھا اور دیکھو رہے دو مصنف ابراہیم علیہ السلام کا کہیں عالم میں وجود ہے تربت  
 و انجیل و زبور اصل کہیں باقی جاتے ہیں۔ علی بن القیاس صدقہ بلکہ ہزار ایسی کتابیں  
 ہزاروں ایک زمانہ میں شہرہ تھیں اور بعد ہر مفقود ہو گئے جس کے غرض ان کے بیان سے صرف یہ کہ  
 کہ یہ کچھ لازم نہیں کہ اگر ایک شے کا وجود ایک زمانہ میں ہو تو بعد اسکا بھی اسکا وجود  
 باقی رہے۔ جیسا کہ ان کتب سماوی کا وجود خارجی مفقود ہو گیا ہو ممکن ہے کہ بعض



یہ ہوں کہ انکا وجود خارجی اور سلمیٰ دونو جاستے ہیں اور کوئی دلیل عقلی یا نقلی اسکا استحالة  
 پر قائم نہیں۔ من اوجی فی سالیہ البیان اور تہجاج السالکین لہذا اس جنس سے نہیں کہ جبکہ وجود  
 مطلق نہ ہو۔ آخر حضرت علامہ کاہلی ہم نے صفو واقع میں اس سے استثناء کیا حکیم  
 محذورم سلامت علیہ ان لئے اوسکی وجود کی شہادت دی اسکی وجود کی دلیل کافی ہے۔ رہا  
 اسکو اہنت کا افترا سمجھنا اور انکار کرنا اور یہ کہنا کہ اپنی نفع کے لیے گھڑی ہوگی اور چونکہ  
 اس باب میں اہانت متہم میں سلیبی اور مکی شہادت قابل قبول نہیں سوا اسکا جواب ہم غفریب  
 بیان کریں گے۔ قال النفاضل المحضیہ قولہ پس یہی اپنی قدامت کی پہرہ پر جنون کے  
 برائے نام تحفہ کیے جو اہانت لکھی میں لکھا گیا ہے۔ اقول۔ حضرت اسطرح اپنی ہی اپنی قدامت  
 کو پہرہ پر بلکہ بعینہ ہی مضمون نقل کر دیا ہے لیس قول العبد الفقیر الی مولاه العبد  
 اس قول میں مذکور نام تحریر جو ابان کے وقت محفوظ خاطر نہیں ہوئی مطلق قدامت سمجھ کر  
 معارضہ فرمایا پس یہ متعارضہ نہیں ہوا نہ نہیں ہو سکتا قولہ جناب من قدامت کی پہرہ  
 پر محاللات دینی میں گفتگو ہوا کرتے ہی اپنی رائی کا دخل کم ہوتا ہے اقول  
 چونکہ آپ اپنے اپنے عقل و فہم کے زمام کو اپنے قدامت کے اسوار کی سپرد کیا ہے اور اپنی عقل کو دخل  
 نہیں دیتے اسلئے اسطر اس تقیم سے مغرور اور جاعت ہو گیا ہر ایک طرف ہو گئی ہیں ہنہ  
 بحول اللہ وقوتہ اپنا امام کتاب اللہ کو قرار دی رکھا ہے اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 پر مدار کار ہے اوسکی خلاف کسی نہیں مانتے جو اوسکی موافق ہو وہ علی الراس العین سمجھتے ہیں  
 ایسی ہی جل العین اسلام کو محکم مگر پی ہوئی ہیں۔ حضرات کے کتاب اللہ جب امام غائب  
 غار میں کر پڑا ہو کر تب شاید کچھ معمول رہا ہو تو ہورنہ ابتک تو صرف ثنائین و زرارہ و کبیر  
 و البصیر وغیرہ کے رقبہ تقلید زیب جید بلکہ اقرب من جبل الوریہ ہے قولہ مگر ہم میں اور  
 آپ میں اسقدر فرق ہے کہ گواہ کے قدامت و دلیل ہے کوئی دعویٰ کیوں نہ کریں بدون سوچی  
 سمجھ کر اپنے عقل و فہم سے کام لے محض تقلید اکتایم کر لیتے ہیں چنانچہ ازالہ الغین سے

آپ نے یہ مضمون نقل کر دیا اور جو مثال آپ کے خاتم المتکلمین نے دی ان کو کھنکھ سے ادا کر دیا اور کیا اب  
 متنازعہ فیہ کو مطابق کیا یا وہ نامل اور کیا مضمون تسلیم کر لیا۔ آیات منات سے جو عبارت مطلق  
 ایت غار آپ ہی نقل کے ذرا مزید چاکر یہ عبارت یہی دعویٰ کو ثابت کرتی ہے یا نہیں جو میر میری  
 صاحب نے لکھا اسکو برہنہ تسلیم قبول کر لیا اور یہ دعویٰ ہم پوچھا یا کہ ہمارے مقابلہ میں یہی  
 تسلیم کر دیا۔ اور ہم اس قسم کی تقلید نہیں کرتے بلکہ اصول میں تقلید جائز ہے نہیں جانتے  
 ان مدلل ذیل کو بیشک تسلیم کرتے ہیں کہ اوپر تمام مقدمات میں کل الوجوہ اپنے نظریے سے گزری  
 ہوں۔ اقول گذشتہ اجابت سے اہل فہم و انصاف پر اس طرح روشن ہے کہ قدر کی تقلید  
 اسوچے سمجھو اور بدو اسوچے فہم سے کام لیں آپ کچھ نہیں جانتے ہیں۔ فروع کو بویلا  
 دیکھو آج کے اصول میں آپ کچھ عقل و فہم کی بند کر کے تقلید فرماتے ہیں۔ اس کے پہلے  
 وہ بن ہوئے ہر کوئی دلیل قطعی قائم ہے جس سے آپ اسکا اصول دین سمجھنا ثابت فرماتے ہیں  
 مسئلہ رجعت ہر کوئی دلیل قطعی قائم ہے جس سے وجوب اعتقاد ثابت فرماتے ہیں محض  
 تقلید پر بے سوچے سمجھو اور اپنے عقل سے کام لینی ہر کار ہے اور یہ جو فرماتے ہیں کہ اصل  
 قول کو تسلیم کرتے ہیں۔ پس یہ محض دعویٰ سانی ہے اس قطب راوندی کے قول پر  
 جو اسے اللہ بلاؤ فلان کے بارہ میں لکھا ہے کہ اس سے مراد ایک شخص صحابی میں سے ہے  
 جو وقوع فتنہ کے پہلے وفات پا گیا اور اس دلیل قائم ہے جو آپ نے برخلاف ابن مہیم وغیرہ  
 اسکو بے سوچے سمجھ کر تسلیم قبول کر لیا کیا مدلل قول ایسی ہی ہوتے ہیں جیسا آپ کے قطب  
 راوندی کا قول ہے اور مدلل اقوال کے تسلیم ایسی ہی ہوتی ہے جیسا کہ جناب نے اپنے قطب  
 الاقطاب کے قول کو تسلیم فرمایا پھر سرورہ ناشایہ ہے کہ فرماتے ہیں کہ اوپر تمام مقدمات  
 میں کل الوجوہ اپنے نظریے سے گزری ہوں خیال کرنا چاہیے کہ جب تمام مقدمات اس میں کل  
 الوجوہ نظر سے نہیں گذری تو اسکا مدلل ہونا آپ کو نزدیک کیونکہ ثابت ہوا کہ اسکا آپ نے تقلید  
 اسکو مدلل خیال کر لیا ہو اور کوئی صورت نہیں درج جب موقوف علیہ ہی پورے طور پر

انکے نظر سے نہیں گذرنا تو آپ کے نزدیک اسکا مدلل ہونا کیونکر ثابت ہوا **اقول** اور تحفہ کے جواب  
 جب آپ کو دیکھ کر ہی نہیں تو آپ کا یہ کہنا کہ برای نام لکھو میں کیونکر صحیح ہو۔ اگر آپ ان جو انکو  
 دیکھیں اور کچھ بی عقل و انصاف سے کام لیں تو خود بول اور نہیں کہ واقعی یہ جواب لاجواب ہیں۔  
**اقول** اگر عقل و انصاف سے کام لینا ایسا کتنا نام ہے جیسا کہ جناب نے کام لیا کہ بدہمت  
 کا انکار کر دیا اور خلافت بدعتہ دعویٰ کیا کہیں فرمایا کہ اس میں شتم کے توجہات تسخر پر مبنی ہیں  
 کہیں تنزل پر نازل کیا کہیں دعویٰ کیا کہ مد بلا و فلان کو علماء اہل سنت قسم کہتے ہیں کہ  
 غیر ذلک من الاکاذیب تو ایسی عقل اور ایسا انصاف جناب کو اور جناب کے اہل مذہب کو  
 ہی مبارک ہے اور اگر واقعی عقل و انصاف مراد ہے تو اسکو سو سی آپ تو کیا خود ان جوابات  
 مصنفین ہی اور نہ نسبت ایسا دعویٰ مہنت سے نہیں نکال سکتے ہیں دعویٰ محض اس قول کے  
 قبیلہ سے ہے جبکہ اشیٰ تعبی و بصیر **قال** القاضی المجیب **قوله** سوائی کیفیت  
 ذرا ملاحظہ ہو خاتم الحشین علامہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تحفہ میں حدیث حجاج اسالین  
 سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رضا کی نسبت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ معاملہ مذک  
 میں استدلال فرمایا ہے اسکو جواب میں طعن الریاح میں لکھا ہے و تا حال نام کتاب  
 حجاج اسالین بگوشت کسی از شیعیان ز سیدہ فضلاء عن کو نہ شہور و مستقیم کہ نام  
 کتاب را خودش بدروغ ساختہ باشد انتہی مخصص اور علامہ ستوری نے اس سے ہی بلند  
 پروازی فرمائی اور صاحب تحفہ کی دفعہ کرنے پر فریہ پی بجا دیا وہ یہ کہ باب سیویم  
 علماء کتب شیعہ کا ذکر کیا ہے اس کتاب اور اسکو مصنف کا ذکر نہیں کیا۔ انتہی نقلاً عن  
 ازالۃ الغین۔ بجواب اسکو مولانا حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ ازالۃ الغین میں فرماتے ہیں ان  
 کتاب یعنی حجاج اسالین خود در صولق و سیف السلول دامنہ آن مذکورست و ہم  
 نزد حکیم محمد دوم یعنی سلامت علی خان مرحوم بود و از تصنیفات طبری کہ بہ عماد الدین و  
 امین الدین شہرت دارد و بموجب متعدد پس جہالت احمد ہامینی پر مصیبت و چہل ست فلکف

دعویٰ جہالت کلام انتہی بقدر الحاح جہۃ اول۔ افسوس کہ آپز بیان ہی عقل و انصاف سے  
 کام نہ لیا علامہ علیہ الرحمۃ کے نسبت بلند پروازی تو ظن شر محیر فرمائی مگر اوسکی جواب میں کہ  
 ہی نہ لکھا۔ آپ غور فرمادیں کہ جب ایک خاتم الحسم میں نے اپنا جہ جہانی کے لیے کتب علامہ کا  
 حال لکھا ہے تو جس کتاب سے شیونگی بہت بڑی دعویٰ کو اپنے زعم میں باطل کرنا چاہتا  
 ہیں اگر کہیں کچھ ہی نشان اہل کتاب یا اس کے مصنف مولف کا باقی تو ضرور اسکا ہی  
 ذکر کرتے۔ یہ ذکر نہ کرنا اسباب برقی قرینہ ہے کہ اس نام کے کوئی کتاب کتب خیر میں  
 ہیں ہے اور نہ اسکا مصنف کوئی مشہور شخص ہے۔ یقول العبد الفقیر لے مولانا  
 الغنی نے حقیقت یہ افسوس جناب ہی کے حال کی طرف غافل ہے کیونکہ اس بحث  
 میں ہی انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب واضح ہو جائیگا کہ عقل و انصاف سے ہم نے کام  
 نہیں لیا یا کہ ملازمان جناب والا نے۔ راہ یہ کہ ایک علامہ کا جواب تو خود ظاہر ہے ایک علامہ کا  
 دعویٰ اور وقت صحیح ہو جبکہ یہ امر ثابت ہو کہ علامہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو تحفہ میں استیفا کتب  
 مقصود ہو بلکہ اوسکی دیکھنے سے یہاں تک معلوم ہوتا ہے کہ جن کتابوں نے تحفہ میں استدلال  
 فرمایا ہے بیان کتب میں اونکا ہی استیفاء نہیں کیا گیا غالباً جناب کو یہی معلوم ہو گا کہ  
 خود انج البلاغت کا جسکی عبارات سے بجا استدلال فرماتے ہیں بیان کتب میں ذکر نہیں  
 فرمایا تو اب اسکی نسبت بھی اعتراض فرمائی کہ جس کتاب سے شیونگی بہت بڑی برے  
 دعویٰ کو باطل کرنا چاہتے ہیں اگر کہیں کچھ ہی نشان اس کتاب یا اس کے مولف کا  
 باقی تو ضرور اسکا ہی ذکر کرتے یہ ذکر نہ کرنا اسباب برقی قرینہ ہے کہ اس نام کوئی  
 کتاب کتب خیر میں نہیں ہے اور نہ اسکا مصنف کوئی شخص مشہور ہے علیٰ نقیاس  
 اوست کتاب میں جنکو روایات سے استدلال کیا ہے اور اونکا ذکر نہیں۔ پس خدا کے  
 لیے ذرا انصاف سے فرمائیے کہ عقل و انصاف سے کام لینا ایسا نام ہے تا یدل انصاف  
 سے اپنی عقل و انصاف مرد ہوگی یعنی ہماری عقل و انصاف سے کام لینا سو یہ ہی

عین عقل و انصاف ہی سے کام لیں۔ فقیر آپ کے خاتم المسکین بنے جو پھر ائمہ اربعین  
 میں اس باب میں لکھا ہے اور آپ کو نقل کیا ہے اسکو جواب میں ہم صرف نجات الہیہ  
 کو خاتمہ میں جو کچھ لکھا ہے بتغییر و تسویر نقل کرتے ہیں اور وہ الفاظ جو مخاطب کے طبع نازک  
 پر گراں گذر سکتے ہیں بلکہ بجا سے اذکار الفاظ عام لکھتے ہیں حضرت مجیب سر انصاف کی  
 امید ہے وہ ہونے۔ ہر گاہ بروایت بخاری و مسلم کہ اصح الکتاب جمع علیہ السنن میں کہ  
 بقول شاد صاحب یہ دونوں کتابیں محمد و م طوائف انام و جمیع علماء اسلام میں اور شریعت  
 و تقویٰ بالقبول میں بدرجہ علیا و پرچہ میں جمی کہ جامع الاصول میں نقل ہے کہ صحیح بخاری کو بخاری  
 بلا واسطہ نو۹ ہزار علماء و فضلاء نے مستحسبی اور ناظرین کتب بحال پر انکو فضائل ہوش ربا  
 مخفی نہیں غضب ناک ہونا جناب سیدہ کا مقدمہ فدک میں حضرت ابو بکر پر اور پھر نہ کلام  
 کرنا اور نہ عام سحر ثابت ہوا تو اب علماء اہل سنت نے ناچار ہو کر حرکتیں نہ لوجی کیں چنانچہ  
 خود شاہ صاحب یہ تقلید خواجہ کابلی بخلاف روایت بخاری و مسلم و مقتضائی الفرقین شیش  
 بک شیش درجے رضا جناب سیدہ ہو کر روایات موضوعہ و حکایات مصنوعہ مارج البیوت  
 و کتاب الوفا بہیقی و شرح مشکوۃ و ریاض البیوتہ و فصل الخطاب و کتاب المواقفہ ابن کثیر  
 سر ہوئی حالانکہ ان سب کتابوں میں صرف دو روایتیں ہیں کہ اذاعی و شعی سر نقل ہوئی ہیں  
 یہ دونوں متبر شعی طزاعی کی با و صفت کہ روایات صحاح کذب انکو میں سرسل میں کما فی تثنیہ  
 المطاعن۔ ثانیاً کذب یا دافتر کتب اہل حق سر اثبات رضا چاہا اور اس شہاد میں عبارت  
 مجاہد السالکین محض تقلید کابلی پیش کی اور حکیم سلامت علی بنہا سر کہ خلاف واقع گوئی میں شاہ صاحب  
 سر ہی پسند مرتبہ کہتے ہیں اوہوں نے تخمیناً محجاج السالکین کو مع تفسیر جمع البیان  
 و احتجاج کی تصنیف عماد الدین طبرسی کے بیان کیا یہ محض خبط و خلط ہے بلکہ دلیل  
 خطلال و مانع حکیم صاحب موصوف ہے کہونکہ جمع البیان اور احتجاج یقیناً عماد الدین  
 طبرسی کے نہیں بلکہ جمع البیان تصنیف ابو علی فضل بن حسن بن فضل طبرسی کی ہے اور

احتجاج تصنیف ابو منصور احمد بن علی بن ابی طالب طبرسی کی ہے کہ حکیم صاحب نے  
 ان دو کتابوں کو کہ تا بقیہ شخصین مختلفین کے ہیں شخص ثالث کی طرف منسوب کیا ہے  
 علامہ الدین طبرسی رحمہ اللہ نے جہر طبرسی علامہ مصنفین شیخین میں کوئی نہیں بتایا اور علامہ الدین مصنف کتاب بارہ اصف  
 مشاہیر علمائے سنیہ میں وہ طبرسی نہیں بلکہ طبرسی ہیں۔ پس بیان حکیم صاحب کی تحصیل  
 میں کمال غلط ہوئی کہ دو کتابوں کو جو دو شخص مختلف کے ہیں تصنیف ایک شخص مقررہ کے  
 بیان کرتے ہیں مگر حکیم صاحب یہ غلطی کر سکتے ہیں کہ میں نے یہ کتاب دیکھی ہے  
 سنی اپنے بیوٹک لکھی ہے اس سے یہ غرض نہیں کہ علامہ فریقین اس کو دیکھیں بعد اس کے کہ لو کہ  
 حیدر علی نے علم حکم بقا بذات حق منہ کیا تو مقام اثبات کتاب مجاہد السالکین نسبت  
 آن مصنف و توثیق مصنف میں دعویٰ کیا ہوئی کہ یہ کتاب صاحب صولت یعنی خواجہ  
 نصر اللہ کابلی کے ہیں نظر ہے اور شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی نے عبارت اس کی بلا  
 وساطت نقل کی اور حکیم سلامت علی کے ملاحظہ سے گذری یہ بعض دعویٰ لسانیہ قابل التفات  
 وجواب نہیں۔ اور نیز مولوی حیدر علی نے انارۃ العین میں مجاہد السالکین کو منسوب بطرف  
 علامہ الدین کر کے استفادہ اور زیادہ کیا کہ یہ علامہ الدین معروف بامین الدین طبرسی ہے۔ دہل  
 نداء الاکذب صراح و بہتان واضح۔ بالجملہ اول میں الدین طبرسی صاحب مجمع البیان  
 ہرگز مشہور بجا الدین طبرسی نہیں۔ ثانیاً کتاب مجاہد السالکین تصنیف اوکرمین کسی  
 و علامہ القاسمی اپنی طرف منسوب نہیں کی۔ چہ فوق۔ خواجہ کابلی و محدث دہلوی کو تو  
 ہرگز یہ سیر نہ ہوا کہ نسبت کتاب و نام مصنف و توثیق ثابت کرتے اب حکیم صاحب  
 مولوی حیدر علی صاحب بعد خرابی بصرہ چاہتے ہیں کہ چند خلافات سے توثیق کتاب ثابت  
 ہو جائے اور یہ نہیں سہتی کہ ایسی امور سے موای ثبوت بخیر و عدم تبیین کچھ فائدہ نہیں  
 استفادہ بجا ہے۔ اب حضرت حبیب اللہ کی خدمت اقدس میں بعد ادب عرض ہے  
 کہ برائے خدا و رسول انصاف فرمادیں۔ کہ کیا حدیث اب مناظرہ کسی کتاب کے توثیق کا ثبوت

اسی طرح ہوا کرتا ہے کہ اگر خاتم المتکلمین جو اپنی اور اپنے اہل نجد کے زعم میں فی منظرہ میں بیٹھ لے  
 کر کہتا ہے اور قول آپ کے ہمدی صاحب کے شیخہ جاری تو ان کے نام سے کیا پستی میں ایسے بیٹے  
 فاضل اجل اور تکلم ہے بل کا یہ کہنا کہ ان کتاب یعنی مجلس السالکین خود در صواب و صیغ  
 سلول مانند ان مذکور است و ہم جو حکیم صاحب مخدوم یعنی سلامت علی خان مرحوم  
 کمال ہی بخیر و صفت پر وال ہے اور ان کتاب مذکورہ سر شہادت لازمہ ہما وہ انقب علی  
 زینہ سے کم نہیں۔ اقول افسوس کہ بیان ہی اپنے عقل و فہم سے کام نہ لیا اور جاری  
 عبارت کو کہ محض اردو ہی نہ سمجھا کاش اتنا ہی صحیحہ لکھ کر منشا اعتراض کیا ہے اسلم ضرور  
 ہوا کہ مکر نقل عبارت سر وضہ سابقہ اعتراض کے تقریر کو ذیل اس کے بعد اہل دانش و فہم  
 کہ حضرت مجیب کے جواب کو ان اس اعتراض سے کیا ربط و تعلق ہے۔ بندہ نے عرض کیا تھا  
 کہ علامہ دہلوی نے جس سرہ الفز نے دیات رضا حضرت فاطمہ حدیث عجائب السالکین سے  
 استدلال کیا تھا جواب اس طعن الراح میں لکھا کہ وہ حال نام کتاب عجائب السالکین بکوش کے  
 از شیعیان زریں۔ چہ شہادت کہ نام کتاب خود در صواب و صیغ سابقہ ہما وہ انقب علی  
 کستوری نے باب سیوم میں مذکور کہ لکھنے کو قرینہ وضع کا قرار دیا اسپر مولیٰ حید علی صاحب علیہ  
 و فرمایا ہے۔ دین کتاب یعنی عجائب السالکین خود در صواب و صیغ سلول و ماتہ ان مذکور است  
 اس سے صحت ثابت ہے کہ صاحب طعن الراح نے جو یہ اعتراض کیا ہے کہ اس کتاب کا نام خود  
 صاحب تحفہ کا مصنف غلام دہلوی دایت حضرت علامہ دہلوی کی بنیائی ہوئی ہے یہ ہر امر کف ہے  
 کیونکہ جب صواب و صیغ سلول میں اس کتاب کا نام اور اس دایت کا حال اس کتاب کی طرف موجود  
 ہے تو صاحب تحفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف کتب وضع کی نسبت کرنا محض کتب دروغ ہے جواب ہا  
 یہ کہ اگر اپنی اس دایت کے کتب سلیم کرین اور فراموش کر دینا وضع و انتر صاحب تحفہ مذکور  
 نہ تھیں صاحب صواب و صیغ کا ہو گا۔ بہر کیف اس کا جواب اہل سنت کی ہی ذمہ ہے ہوا اس کا جواب  
 یہ ہے کہ قرینہ قطعیہ نام ہے کہ نسبت کو اس وضع و انتر کی کچھ ضرورت نہیں کہ نام کتاب بطور خود کہ میں کہ

صاحب کتاب کا بیان عجائب السالکین کے  
 ہوا کہ صاحب تحفہ کا مصنف غلام دہلوی دایت حضرت علامہ دہلوی کی بنیائی ہوئی ہے یہ ہر امر کف ہے

عبداللہ بن ابی بکرؓ کی روایت کا ثبوت۔

عبارت مخفیہ واضح ہے کہ اس روایت کا ذکر کچھ مجاہد اسلین پر ہی منحصر نہیں بلکہ اور بھی بہت  
 کتابوں میں ہر دی ہے چنانچہ ہم نقل کرینگے۔ پس جبکہ یہ روایت ابوی بعض معتبر کتابوں میں مذکور ہے  
 تو عقل سلیم کو یکر تسلیم کرتی ہے کہ باوجود یابی جاننے روایت کے معتبر کتابوں میں انکو ترک کریں  
 اور فرضی نام کتاب کا ترائیں کہ روایت کو اسکی طرف نسبت کریں۔ یہ روایت فاضل شجر  
 کمال الدین میثم بن علی بن میثم بحرانی نے اپنی شرح کبیر رنج البلاغت میں مصباح  
 اسلین میں جسکو خطبہ میں خدا تعالیٰ سے عہد کیا ہر کس سے مراعات لاجہ تاجہ وغیرہ  
 کرنا اور ہرگز باطل کبیرت سیل نہیں کرنا نقل کی ہے ہم اصل شرح مطبوعہ لیران سے  
 نقل کرتے ہیں۔ ورویہ لما سمع کلامہا حمد اللہ واثقی علیہ وصلی علی  
 رسولہ ثم قال یا خیرۃ النساء وابنتہ خیر الالباء واللہ ما عدت رای رسول اللہ  
 ولا حملت الالبام وان الراید لا یکنذ ب اهلہ قد قلت نابلفت واعظلت  
 فافھرت فعم اللہ لما ولک اما بعد فقد دفعت الہ رسول اللہ ودابستہ وخلاہ  
 الی علی واما ما سو ذلک فانی سمعت رسول اللہ یتقول انا معاشر الانبیاء لا نؤد  
 دھان ولا فضة ولا ارضنا ولا عقارا ولا دارا ولا کننا ورت الایمان والحکمة  
 والعلم والسنۃ وقد حملت بما امرت وصحت فقلت ان رسول اللہ قد  
 وهما لی قال نعم یتھم بذلک فحباء علی بن ابیطالب وام ابن فتمہد الہما

سے اور روایت جو کہ ابوبکر نے جب فاطمہ کا کلمہ سننا خدا کی حمد و ثناء کہی اور رسول پر درود پڑھا اور کہا ای ٹوڑو میں  
 سب سے بہتر اور باؤ میں سے بہتر اب مجھے بھی خدا کی قسم میں نے رسول اللہ کے واسطے ہی تجھ کو نہیں کیا اور نہ تو اسکو  
 حکم کے کوئی کام کیا۔ اور یسحقین رائد آپسے اہل کے ساتھ جو ہر نہیں بولنا۔  
 خدا کا اکراد جب کہ جوشر آقا نے پس یسحق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قیاد اور سواری اور غلبہ میں نے علی کو دیدی  
 اور اسو اور کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا فرماتے تھے۔ ہم اپنا اکی جانتے اور جانی اور زمین  
 اسیب یا دین کیسیک اپنا اور ہر نہیں جو ہر نے لیکن ہم ایمان اور حکمت اور علم اور سنت وراثت میں  
 جو ہر نے میں اور جو کچھ مجھ کو حکم فرمایا تھا میں نے اسکو عمل کیا اور غیر خدا ہی کی۔ فاطمہ نے کہا کہ رسول  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ مجھ کو یہ کہ دیا تھا ابوبکر نے کہا کہ اسکا کون گواہ ہے۔ تو علی بن ابیطالب اور  
 ام ایمن آئی اللہ کی گواہی دی۔ ۱۲۔





پیدا نکات بنو فاطمہ بیدون عمر ہا الی الحاج فبصلوہنم عن ذلک جلیل  
 جلیل فبعث الباز یارحلاً فصرمها وعاذہ البصرۃ فقلج فی هذه القصة  
 خطہ کثیر من السبعة ومخالیفہم وکل من القریبین کلام طویل ولترجع الی المانی  
 بلخطہ کہ سہ ماہ قاسے کہ فاضل متحرکی روایت سے جو ایسے کتاب میں روایت کی ہو  
 جس میں خلافت کے سہ ماہ کے تاہر کہ ولا یرتکب ہوئی لمراعاة احد من الخلق رضائے جناب  
 فاسدہ ورضا رضی اللہ عنہما ثابت ہوئی اب فرمائی کہ آپ اور آپ کے صاحب نفعات الیہین  
 یہہ جو سہ ماہ فرماتے ہیں کہ کذباً وافتراء کتب الی عن سہ اثبات رضا جانا کیا یہ محض کتب  
 اور حق پوشی نہیں ہے تو کیا ہے۔ غرض اس تقریر سے بخوبی یہ امر ثابت ہو کہ بحول اللہ  
 وقوة اہل حق کو حدیث کے وضع کرنے کی اور نام کتاب تراشی کی کچھ ضرورت نہیں  
 رہا یہ کہ آپ کے صاحب نفعات الیہین نے جو یہ اعتراض فرمایا (کہ حجاج کے تصنیف کو  
 نسبت کہنا طرف عماد الدین طبرسی کے بشمول مجمع البیان و احتجاج کے خط و خطا و غلطی  
 و مانع ہے کیونکہ مجمع البیان ابوعلی فضل بن حسن بن فضل طبرسی کے ہے اور احتجاج ابو  
 منصور محمد بن علی ابن ابی طالب طبرسی کے ہے اور انہیں سے کوئی عماد الدین نہیں  
 ان صاحب مجمع البیان عقب باین الدین ہے اور احتجاج ہرگز منسوب باین الدین  
 طبرسی نہیں غرض کہ اولیٰ احتجاج امین الدین ابوعلی طبرسی کے نہیں بلکہ ابو منصور طبرسی کی ہے۔  
 دوسری امین الدین ابوعلی طبرسی شہر ربار و الدین نہیں (پس مجواب اس کی گذارش ہے  
 کہ واقفان کتب رجال پر مخفی نہیں ہے۔ بسا اوقات ایک نام کی دو کتابیں مختلف ہوتی ہیں  
 کی ہوتی ہیں تو کیا عجب ہے کہ احتجاج امین الدین ابوعلی طبرسی کے ہی ہو اور ابو منصور طبرسی  
 کے اپنی بات سے ہوئی ہے اور ہی ناظر الکامل جلیل جلیل کے پاس بطور ہدیہ کے پہنچے تھے اس کے بعد ان کی  
 ساتھ طبرسی کے مال کے ساتھ لکھ کر لے گئے تھے تو باز بارے کی کو داں سے پھر ان کو کڑا دیا اور بصورت میں واپس آیا تو اس کو  
 فانی نے مار لیا اور اس مقدمہ میں شہرہ اور ان کو فانی نے بین بنیات خطا ہے اور دقتیں میں ہر ایک  
 کلام طویل کے بعد ہم متن کے طرف رجوع کر لے میں ۱۷۰۰-

طبرسی کی یہی پہلی کتاب تھی۔ علاوہ ازیں اگر یہ خط اور خطاں و مانع ہے تو آپ  
 ہی کے اکابر کا ہے جنہوں نے علما و مصنفین کے فہرست کا حصہ کہیں جی محتاج کہ احمد بن  
 ابی طالب کے طرف منسوب کر دیا ہے اور کسی نے ابو علی طبرسی کی طرف منسوب کیا ہے مگر آپ  
 تعجب ہو کہ آپ اپنی کتاب کا ملاحظہ نہیں فرمائی۔ اور بدوین و دیگر اور تلاش کیے انکار فرمائیے  
 ہیں اس وقت ہمارے پاس تمام علما میں سے مجموعہ معالم العلم ابن شہر آشوب  
 معہ رالین کے کہ ایک غالباً ابن داؤد کا ہے اور دوسرا سید ابن طاووس کا ہے موجود ہے  
 اب ان کے اختلافات کی کیفیت یہی جس سے خط اور خطا بلکہ اختلاف و مانع کے پوری طور  
 تصدیق ہو جاویں معالم العلماء ابن ابن شہر آشوب کہتے ہیں شیخ احمد بن ابی طالب  
 له الکافی فی الفقہ حسن الاحتجاج۔ مفاخر الطالبیہ تاسیخ الاممہ۔  
 فضائل الزہرا۔ تو یہ بزرگ احتجاج کو احمد بن ابی طالب طبرسی کے طرف منسوب  
 کرتے ہیں اب بنی سید ابن طاووس اپنے بھائی ابن ابو علی طبرسی کے حال میں کہتے  
 ومنہم الشیخ ابو علی فضل بن الحسن بن ابی الفضل الطبرسی المفسر العامر مصنف  
 مجمع البیان والجامع والجمع والکتاب الاحتجاج وکتاب مکارم الاخلاق اس نے نہ گئے  
 اور دو نو کتابوں یعنی کافی اور احتجاج کو جنکو ابن شہر آشوب نے احمد بن ابی طالب  
 کی تصنیفات بیان کی تھیں۔ ابو علی کے تالیف بیان کیا۔ آپ کی علامہ مجلسی نے جلد اول  
 بحار میں صفحہ ۱۲ پر صاف لکھا ہے کتاب الاحتجاج ونبی هذا ایضاً۔  
 ابی علی وھو خطا بل ھو تالیف ابی منصور احمد بن علی بن ابی طالب الطبرسی  
 غرض اس سے یہ کو یہ ثابت کرنا تھا کہ علما و شیعہ نے احتجاج کو ابو علی طبرسی کے طرف  
 سے میرا شیخ احمد بن ابی طالب کی یہ کتاب میں۔ کافی فقہ میں حسن الاحتجاج۔ مفاخر الطالبیہ۔ تاسیخ الاممہ۔ فضائل الزہرا  
 سے منجداً ذکر شیخ ابو علی فضل بن حسن بن فضل طبرسی مفسر عامر مصنف مجمع البیان اور جامع اور جامع اور کافی اور کتاب  
 احتجاج اور کتاب مکارم الاخلاق کا ہے ۱۲ کتاب الاحتجاج اور یہ ابو علی کی طرف ہی منسوب ہے اور یہ  
 خطا ہے کہ یہ ابو منصور احمد بن علی بن ابی طالب طبرسی کی تالیف ہے۔ ۱۲۔

منسوب کیا ہے تو اگر یہ احتمال داغ ہے تو آپ کو علم کا ہے نہ حکیم سید علی خان مرحوم  
 کا اور بحر ایک ابن شہر آشوب نے بیان ابو علی طبرسی میں لکھا ہے کہ شیخی ابو علی الطبرسی  
 لہ مجمع الدیانے معانی القرآن حسن الکلام التاف من کتاب الکتاب  
 النور المبین آفاق حسن اعلام الوری ما اعلام الیہ الا ذاب الدینہ لتخریص  
 المصیدہ تو انہوں نے اعلام الوری کو ابو علی طبرسی کی طرہ منسوب کیا ہے اور سید ابن  
 ابن طاووس نے اسی رجال میں لکھا ہے۔ ومنہم الشیخ الفقہ ابو منصور محمد  
 ابیطری صاحب کتاب اعلام الوری وعیون الموفات علی مذاہب  
 ان حضرات کے باہم جو یہ اختلافات ہیں وہ اسی نہیں جو وائف پر مخفی ہوں۔ رہا یہ  
 کہ امین الدین ابو علی طبرسی نقیب جماد الدین ہیں یا نہیں۔ چونکہ ہمارے پاس اس وقت  
 صرف مختصر میں رسالہ میں مجسمہ انوار ایک رسالہ میں نقیب امین الدین لکھا ہے۔ اور دو  
 رسالوں میں کچھ نقیب نہیں لکھا۔ بلکہ ایک رسالہ میں امین الدین کے جد کو کنیت کے طور پر  
 لکھا ہے تو ہم اس کی نسبت کچھ نہیں کہہ سکتے کہ نقیب جماد الدین ہے یا نہیں اور قاضی  
 مجیب اور صاحب نجات الریاضین کے بخیر کا حال تو صاف واضح ہے تو اذکار  
 احوال اس باب میں قابل اعتماد کے نہیں ہو سکتا۔ پس جبکہ یہ بات ثابت ہو چکی کہ روایت  
 رضا قاسمی کتب معتبرہ شیعہ کی ثابت و متحقق ہے اور اہل سنت کو اس روایت کو وضع  
 کرنے اور کتاب کا نام نہ ہونے کے کچھ ضرورہ نہ تھی تو اس کی صحت عقل سلیم  
 باور کر سکتے ہیں کہ یہ کتاب نے الحقیقت علما شیعہ کے کہا بونین سے ہے پھر اگر حکیم  
 سلاست علی خان مرحوم نے اس کتاب کی حاج اسانکین کو بشمول مجمع السببان  
 و احتجاج ابو علی طبرسی کی طرہ منسوب کر دیا تو اس کا قناعہ ہر کون سے دلیل قائم ہے جو کہ  
 مانع ہو علی الخصوص جبکہ یہ ہی ثابت ہو گیا ہو کہ احتجاج و مجمع ہی اس کی طرف منسوب ہے  
 اور صاحب نجات الریاضین نے جو یہ دعویٰ کیا کہ مولوی حیدر علی رحمہ اللہ مدعی امین

کہ شاہ عبد الغنی قدس سرہ نے حجاج السالکین کی عبارت بناو سادست نقل کے ازالہ تغین  
 کی عبارت اس بحث کے ضمن میں ہمارے پیش نظر نہیں ظاہر ہے کہ مولوی حبیب الرحمن  
 یہ دعویٰ نہیں کیا مگر اس نام کی کوئی کتاب اہل تشیع میں نہیں اور علامہ سبیل  
 المنزل و السلام نے قبول کیا کہ حکیم سلامت علی نے غلط لکھا اور مولوی حمید علی صاحب  
 رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس وجہ سے کہ حکیم سلامت کے قول پر استناد کر لیا خطا کی تو یہی  
 ہم کہتے ہیں کہ یہ وضع و افتراء السنن کا نہیں ہو سکتا بلکہ اس صورت میں اسکی تاویل  
 جو قریب الفہم ہے یہ ہے کہ کچھ عیسائی نہیں اصل کتاب صواعق میں یہ لفظ مصباح السالکین  
 ہو گا کیونکہ ظاہر ہے کہ اسکی قریب المعنی وہ روایت ہے جو ہم نے مصباح السالکین شرح  
 کبیر بن شیم بخرانی سے نقل کی ہے اور غلطی کا تب سے لفظ مصباح  
 میں حذف صداد اور ب کی جگہ لفظ حجاج حاکم و حکیم کے ساتھ لکھا گیا ہو اور ظاہر ہے  
 کہ سیف السلول میں یہ روایت صواعق سے لی گئی ہے اور مخفی میں بھی صواعق سے لے گئی ہے  
 ایسی وہ غلطی کا تب برابر چلا آئی ہو وہ سترقرینہ پہر یہ ہے کہ سیف السلول کا جو نسخہ ہماری  
 پاس موجود ہے وہی موجود ہے اس میں حجاج السالکین لکھا ہے اور یہ قطعاً غلط ہے کیونکہ اول  
 تو یہ بات صواعق سے ہے اور اوّل میں حجاج السالکین ہے دوسری یہ کہ خضر خاتم السالکین  
 مولانا مولوی حمید علی رحمۃ اللہ علیہ نے یہی لکھا ہے کہ سیف السلول میں حجاج السالکین لکھا  
 تو غلط ہے کہ یہ یقیناً اس کا تب ہے اس طرح اگر صواعق کے نسخہ میں نسخہ کی غلطی ہوئی ہو  
 اور یہی مصباح السالکین حجاج لکھا یا ہو تو کچھ عیسائی نہیں اور مصباح السالکین شرح  
 کبیر بن شیم بخرانی کا نام ہے جو بیج البلاغت پر ہے اور بارہمہ صواعق میں وہ روایت  
 روایت بالعمی ہو گی کہ حسین نقاشی الفاظ شرط نہیں اور یہ توجیہ علی المنزل و السلام نے  
 ایسی کی کہ ہمارے پاس اسکی ثبوت کا ایسا ذریعہ کوئی نہیں کہ جس سے اسکی خصلت کمال  
 کا دین درہ قائل ہو نہ ہر قائل کو یقین حاصل ہو سکتا ہے کہ یہ کتاب علیہ السلام

کتب معتبرہ میں سے ہے اور کچھ عجیب نہیں کہ امین الدین طبرسی کی تصنیفات سے ہو کر ان کے اسکی  
تفسیر مجمع البیان کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ علماء رشیدیہ میں سے بہت زیادہ متعصب نہیں  
ہے تو کچھ یہ نہیں ہے کہ اس پر یہ روایت نقل کی ہو۔ غرض یہ کہ یہ تصنیف میں اس نام کی  
کوئی کتاب ہو یا نہ ہو صاحب طعن الرماح کا یہ فرمانا چہ سب بعد است کہ این کتاب را خود  
بر رخ ساخته باشد اور علامہ کشوری کا اسکی تائید و تقویت کرنا نہ اس لئے کہ وہ لاف لاف ہے اور جب  
مسائل اربعہ کے معتبر کتاب سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا راضی ہونا حضرت ابو بکر رضی اللہ  
عنہ کے ساتھ معاملہ مذکور میں ثابت ہو گیا تو یہ طعن جواب مطاعن میں شدید کا باطل افتخار رہتا ہے  
ہو اب ہلکے کچھ ضرورت نہیں رہے کہ ہم بخاری کی حدیث کی بابت کچھ کلام کریں۔ مگر  
شیطان لسان میں دو چار لفظ اس کی بابت بھی گزارش کرتے ہیں کہ حدیث بخاری  
میں لفظ فوجہ فاطمہ کی نسبت اول ہم یہ ہی تسلیم نہیں کرتے کہ فوجہ حقیقت اس کے  
غضب کے ہیں بلکہ معنی غمت یا نرس کر ہیں کہ اپنے سوال مذکور کے خلاف حق تھا جب  
آپ کو معلوم ہوا کہ یہ سوال صحیح تھا تو آپ کو غم لاحق ہوا جیسا کہ مقررین بارگاہ خداوندی کا  
حال ہوتا ہے کہ ترک عزیمت پر بھی ان کو غم اور ملال لاحق ہوتا ہے حضرت فاطمہ رضی اللہ  
عنها صاحب پانی تھی رحمۃ اللہ علیہ سیف السلول میں فرماتے ہیں وجواب نزد فقیر است  
کہ در صحیح بخاری در قصہ طلب میراث میں عبارت واقع شدہ است فوجہات ولہ تکلم  
حتی مات و جدت لفظی است مشترک در چند معنی یعنی غضب و نرس غمت آخر  
کہ انہما نہایت الجریزی و اینجا جدت را اصل را در جمعیت نرس یا بمعنی غمت استعمال  
کر دہ بعضی روایات فرغ کر روایت حدیث بالمعنی کر دہ و جدت را بمعنی غضب فمیدہ  
امان قسم یاد دستہ و لفظ غضب روایت کر دہ و حسنی این حدیث در حقیقت است  
کہ چون فاطمہ جواب ابو بکر عنیدہ و باستماع حدیث پیغمبر دریافت کر دہ کہ سوال میراث  
خلاف شرع واقع شد نہ است کتیدہ بر سوال کر دن خود میراث را انگلیں شد کہ این فعل

چرا از من ظہور شد۔ انہی لقب را حاجۃ سلمنا کہ وجہ ت بمعنی غنبت کے ہر لیکن ہم کہتے  
ہیں کہ عیب من غضبنا فقد اغضبنی میں داخل نہیں ہے کیونکہ اغضاب کے معنی یہ  
ہیں کہ کوئی شخص بہت بغرض اپنی ہوا و نفسانی کے ایسی حرکت کرے جس سے غرض  
اور مقصد و حضرت سیدہؓ کو ناخوش کرنا ہو تو یہ محل و عید ہر نہ یہ کہ شارع کے حکم سے کوئی  
فعل واقع اور اتفاقاً بحکم تشریف جناب سیدہؓ ناراض ہو جاوے تو یہ داخل عیب نہیں  
جناب امیرؓ کے ساتھ چند بار ایسی معاملات غلط و غصبت کے پیش آئی۔ بنجلہ اونکا ایک وہ کہ  
ناخوش ہو کر آپؐ مسجد میں جا لیتے تھے اور حضرت تشریف لائی اور جناب سیدہؓ سے پوچھا  
این ابن عمک آیتے فرمایا غاصبنی فخرج ولم یقل عندی خود حضرت تشریف لیتے  
و یکہا مسجد میں لٹھی ہوئے میں آئے فہم یا اترا ب فرما کر اوٹھایا بنجلہ اونکا ایک وہ کہ  
جناب امیرؓ نے ابو جہلؓ کی بیٹی سے شادی کرنا چاہا تھا اس پر حضرت سیدہؓ ناخوش ہو کر  
اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک نوبت شکایت پہنچا اور آپؐ نے اسکی یقینت فرمائی بنجلہ  
اونکا ایک وہ کہ ایک لڑکی حضرت جعفر طیارؓ سے پہنچ گئے تھے اور جناب سیدہؓ نے  
جناب امیرؓ کا مبارک اسکی کنار میں دیکھ کر کہہ دیا غصبت فرمایا کہ جناب امیرؓ کے  
مسموئہ کو کہ کوئی امر واقع نہیں ہوا سچا بجانا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر  
شکایت فرمائی۔ بنجلہ اونکا ایک وہ کہ جب خلفائے نے جو کرنا اہل بیت پر بنجلہ شیخ  
شروع کیا اور جناب امیرؓ نے بحکم خدا تالے دیو صیت رسول صلعم صبر و سکوت فرمایا تو جناب  
سیدہؓ ہاتھ ناخوش ہوئیں کہ کلمات استہجہ جن جناب امیرؓ مثل جنین پر وہ نشین و خائنین و زنا  
گریختہ فرمائی حالانکہ حکم جناب رسالتؐ ہو چکا تھا۔ یا فاطمہؓ انصی علیما فان غضب  
غضببت بغضب اور یہ واقعہ قریب وفات جناب سیدہؓ کے ہر پس اگر حکم  
من اغضبنا فقد اغضبنی کلیہ ہے تو یہ واقعات ہی داخل ہو جو حکم ہو کہ عید  
میں شمار ہو نہ ہو۔ اور اگر کلیہ نہیں تو طعن ہے سراسر لہجہ ہے تو اس صورت میں جبکہ

سارا فاطمہؓ کا عیب و غصبت ہے

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک کام موافق حکم شرع کیا اور سپہر جناب سیدہ فاطمہ زہرا علیہا السلام  
 تو صدیق اکبر پر کوئی طعن اور وعید عاید نہیں ہو سکتی لیکن اس سبب جناب سیدہ کی طرف فراموشی  
 اکثر من ہے تو اس کے لئے بعض علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ آخر جناب سیدہ  
 معصومہ بہن اور نفس رکبہ نہیں اور کبھی بے اختیار صفات نفسانی ظاہر ہو جاتے ہیں  
 آخر جناب امام حسینؑ باوجود آنکھیں بڑی ہوائی پر در باب صلح فاطمہ زہرا علیہا السلام  
 کو حق ایک ہی جانب تھا تو اگر جناب سیدہ حضرت ابوبکرؓ کی ناخوشش ہوئی ہوں  
 تو کچھ تعجب نہیں۔ لیکن یہ جواب علماء متفقین اہل سنت کے نزدیک مضبوط ہے کیونکہ  
 جب دوسری توجیہ اسکی جس سے عہدت و نفافت دامن جناب سیدہ کے اس الزام سے  
 ہو سکتی ہے تو کیا ضرور ہے کہ اس توجیہ کو اختیار کیا جاوے اور یہ کہ بدعت کے  
 معنی غمخت یا مذمت کے معنی سمجھو جا دیں۔ اس کے بعد گزارش ہے کہ جملہ علم متکلم اگر آپ کے  
 نزدیک عام ہو کہ بعد اس قصہ کے مطلق کلام نہیں کی تو غلط ہے کیونکہ احادیث اعلیٰ  
 اور اشراف و بیمار وغیرہ اس کے کذب میں جنکو خاتم المتکلمین نے ازالۃ الغین میں نقل کیا ہے  
 چنانچہ ایک روایت ہم ہی ازالۃ الغین سے نقل کرے میں۔ ہر گاہ فاطمہ زہرا علیہا السلام  
 در آخر عمر بیمار شد شیخین برائے عیادت آمدند حضرت کہ پر را نگاہ حاصل شود تا در شا  
 در آئینہ انجناب اذن داد ابو بکر بعد ازین عہد کہ بخدا کہ ذریعہ شفقت خانہ نہ آراء تا داخل شود  
 و در رضا را کو شد پس تمام شب در صیغہ پیر برد پیچ چیز بر او سایہ دار بنمود پیر عمر آمد  
 نزد علی گفت تو میدانی کہ ابو بکر مردی پیرست و رفت قلبی وارد و مصاحب بار غار  
 بغیرست صلی اللہ علیہ وسلم دبا یضیق چہ بار آید ہم درخواستیم کہ نزد بتول نہ ہر حاضر شویم  
 در رضا او کو شیم اگر توانی درین امر کو ش امیر المومنین زید و یزید بن ابی سہید کہ سن دین  
 ساعی یلیغ بتقدیم میرک نام پس بخاند در آمد و گفت ای دختر بغیر این دو کس را دیدی  
 کہ بار بار می آیند دل ب معذرت می کشانند و مرا تکلیف داده اند کہ اجازت برای شان حاصل کنم

حضرت امیر المومنین علیؑ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والدین کو اس وقت تک نہیں دیکھا کہ ان کے پاس نہ آئے۔



فایده فرمود که بخدا اجازت نخواهم داد و نه کلام با آنها خواهم کرد تا آنکه پدر بزرگوار را ملاقات کنم  
و دفتر شکایت ایشان باز نمایم امیر المؤمنین گفت که من ضامن شده ام که ایشان را در خانه  
داخل نکنم فرمود که اگر این ضمان اتفاق افتاده پس خانه خایه است و زنان محکومند بلکه  
مردان خود را پیروی کنند من مخالفت تو در هیچ چیز نخواهم کرد پس بر او انگیزه هرگز را  
خواهی امیر المؤمنین بیرون آمد شیخین را بر فراغ داد و هرگاه جناب فاطمه زهرا را دیدند سلام کردند  
و بی از ایشان باز گردانید و گفت ای علی پرده بر افکن در پستانرا فرو نماری شیخین را  
بسوی دیوار گردانیدند و بگو چون این حال مشاهده نمود عرض کرد ای محمد و خیر رسول خدا باعث  
آمدن نامیت که خوشنودی را طلب کنیم و او غبطه غصب تو خود را باز کشیم سوال اینست  
که بخشی از زلات ما بگذری فرمود ای شیخ کلمه بیا تا خواهی گفت تا آنکه بخدمت پیغمبر خدا حاضر شویم  
و معاملات شمارا شرح دهم باز شیخین معذرت و پوزش را اعاده کردند و عفو و صغح را درخواست کردند  
بعد ازین فاطمه زهرا سوی علی رفته اند و عهده التفات نمود و گفت که من حرفی باین هر دو پس  
نخواهم زد تا آنکه چیزی را سوال میکنم که ایشان از رسول خدا صلی الله علیه و آله و سلم شنیده اند  
اگر تصدیق خواهند کرد پس هر چه در رای من خواهد آمد بر آن عمل خواهم نمود شیخین خدا را یاد کردند  
تلفت به تکلف به پرس از سخن حق تجاوز نخواهیم کرد و بعد از آن وصفی گویای خواهم داد و -  
نموده قسم می دهم شمارا بخدا یاد میکنم باینکه رسول خدا صلی الله علیه و آله و سلم شمارا  
وقت نصف شب بباب امری که حادث شد از جانب علی طلبیده بود و گفتند بخدا یاد میداریم  
باز گفت قسم می دهم شمارا که این پیغمبر خدا صلی الله علیه و آله و سلم شنیده است یا نه که میفرموده است  
پاره از من نیست و من از دیکم هر که ادا ایند می دهم هر از دین میرساند هر که مرا در بنج می آرد  
یا یقین جن را در عصب می آرد هر که یا نذر او کند بعد از موت مثل شخصی هست که انذار دهد  
او را در زندگی من و هر که او را بنج دهد در حیات من هست مثل کسی که انذار دهد او را بعد از  
موت من گفتند بخدا از حضرت پیغمبر صلی الله علیه و آله و سلم قطعاً و یقیناً شنیده ایم فرمود

اسے نہ باز گفت کہ خدایا میں ترا گواہیہ گیم و اسی حضار گواہ باشیہ کہ میں دو کس ہر اہم و  
 حیات و ہم دقت و فوات رنج و دادہ اند کلام بایشان خواہم کہ ہر سچ تا آنکہ بقاء خدا ہم شکایت  
 از شما نمانیم و افعال و اعمال شما یک یک بگویم پس ابو بکر بولے تو برگریست انتہی یہ روایت  
 علی الشرائع کی ہے جو حضرت خاتم المتکلمین سے اذاتہ الغنیمین میں نارسا میں نقل فرما کر ہے  
 اور اس طرح اور روایتیں ہیں جو اس کے ہم معنی غنم المراح سے نقل کئے گئے اس کے صاف و شہ  
 ہی کہ جناب سیدہ نے باوجود مکرر سکر عہد و پیمان کے اور فتح شریعی کی کہ میں ہرگز اس کے کلام  
 نہ کرونگی یخنین کے ساتھ کلام کی تو وہ جو یہ جو ہم باطل ہوا اور اسے الاحادیث کلام سے انکار  
 کرنا لگو ہوا پس حضرات شیعہ کو اب بجز اس کے چارہ نہیں کہ جو علم تکلم کو مقید کریں اور نہ یمن  
 کہ بعد علم تکلم لفظ رضا وغیرہ مقرر رہے اور معنی یہ کہ یخنین کے ساتھ رضا و خوش دلی  
 وقت و فوات تک کلام نہیں کی قطع نظر اس سے کہ باوجود سنی و سفارش جناب امیر کے  
 اگر جناب سیدہ یخنین سے راضی نہ ہوں تو مخالفت امیر کے جناب امیر کے جو امام برحق تھے  
 لازم آئی اور نیز اس کے مخالف تھا۔ کہ میں ذوقہ مطہرہ شہام میں مخالفت نہ کروں سچ میر خوار  
 کرو۔ جیسا کہ روایت بجا و علی الشرائع میں مذکور ہے اہل حق یہی ہیں ہی فرماتے ہیں  
 کہ بعد علم تکلم مقید ہے بقصد فی امر مذک ادسے ذاک المال۔ اور معنی یہ کہ ابو بکر کے  
 ساتھ معاملہ مذک اور اس کے مطالبہ کی نسبت دقت و فوات تک پہر کلام نہیں کی کیونکہ جناب سیدہ  
 پر حقیقت اس امر کی واضح ہو گئی تھی کہ انبیاء کی میراث مالی نہیں ہوتی اور یہ ہی وجہ ہوئی  
 کہ جناب امیر نے اپنی خلافت کے عہد میں اس جاگیر کو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ورثہ  
 میں تقسیم نہیں فرمائی اور نہ ہی فاطمہ کے حوالہ کی بلکہ اس طرح کرتے رہے جس طرح خلفاء  
 سابقین کے زمانہ میں ہوا کرتا تھا۔ چنانچہ سلامہ بجزانی صاف شہادت دے رہا ہے  
 نہ فعلت لثخلفاء بعدہ و کذا لک الے ان و لے معویۃ فاقطع ثلثا منہ فدان اس سے  
 صاف معلوم ہوتا ہے کہ جناب امیر کے زمانہ خلافت میں ہی مقصود رہا اور آپ ہی

او ہمیں اسی طرح کرتے رہی جی طرح خلفاء سابقین کرتے تھے یہاں تک عمر بن عبد العزیز  
 رحمۃ اللہ علیہ نے بنی فاطمہ پر درود کر دیا جس کی نسبت حضرات شیعہ فرماتے ہیں جس کا ابن میثم  
 نقل کرتا ہے قالت الشیعہ فکان اول ظلامہ سر دھا تو اگر مذکور مذکور ہو گیا  
 اور خلفاء و اصحاب بھی تو جناب امیر معصوم بھی اس سال میں اور ان کے شرکاء میں پس اگر  
 خلفاء کا کوئی فعل نہ ہو تو اس فعل معصوم کے واقع ہوا تو اس فعل کی نسبت ان پر طعن کرنا  
 درحقیقت امام معصوم پر طعن ہے اور یہ کہنا کہ خلفاء و ترکب غصب حق اور جبراً و فاعل جرم  
 ہوئی گویا امام معصوم کے نسبت کہنا ہے بلکہ وہ امام معصوم کے نسبت ہے کیونکہ جناب امام حسن  
 اس جبر و تسلط کو اپنی نسبت سے اپنی زمانہ خلافت میں نہ کوٹا یا پس جب امام ابن معصوم کے جبر و  
 خلفاء کے فعل ہوئی تو وہ کیونکہ نہ عمل طعن ہو سکتی ہیں پس اس سے ثابت ہوا کہ مخالف مذکور میں  
 حقیقت خلفاء کے جانب تھی جو جناب سیدہ پر بعد سنہی حدیث خنساء شہداء الاخیار کے  
 واضح ہو گئی تھی کہ پھر آپ نے اس معاملہ میں لب کشائی فرمائی اور ائمہ میں سے یہی کہنی  
 اور سکا پیر نام نہیں لیا پس روایت بخاری سے خلیفہ صدیق رضی اللہ عنہ کے طعن میں اس سے لال کرنا  
 حضرت عجیب اور ان کے حضرت خدا صاحب انحضرت الریاضین کے فہم کی خوبی ہے پھر اس پر  
 طرہ یہ ہے کہ بقیہ قضائی کمال فضل و علم و شرم و حیا کے فرماتے ہیں کہ اصل سنت نے ناجائز  
 ہو سکے مذہبی حرکتیں کیں اور بعد ان مثل مشہور الزین بیشب بکل حیثیت کے ہوئی اور کہنا  
 و افتراء کہ شیعہ سے اثبات رضا جناب سیدہ چاہا۔ حالانکہ بحول اللہ و قوتہ اس بارہ میں  
 اہلسنت پر کوئی الزام وارد نہیں ہو سکتا اور نہ اس سے لال شیعہ کا اچھا صحیح ہو سکتا ہے  
 اور جب ان کے علامہ ابن میثم نے لکھا کہ جناب سیدہ راضی ہو گئیں تو یہ کہنا کہ نہ با و افتراء  
 اثبات رضا چاہا کہ نہ با و افتراء کو اپنی علامہ فاضل متبحر ابن میثم کے طرف متوجہ کرنا ہے  
 اب اس علامہ ابن میثم کی شہادت پر دیکھ کر کیسی کچھ حرکتیں مذہبی فرمایا بلکہ اصل حق کہ  
 مردہ ہو کہ ابن میثم نے تو بعد سریر روایت گویا فیصلہ ہی کر دیا اور فرمایا و فی ہذا، لہذا

خبط کثیر مد الشیخ وضا الفہم۔ تو خدا سے برائی لئے اشراف فرمایا کہ اولین نبیہ معادہ نہ کر  
 میں مبتلا نہ ہو کہیر میں۔ اور اہل سنت کے خبط کا دعویٰ پس محض با دلیل ہے اگر حوالہ ہو تو ثابت کیجئے  
 وفد نظر الی ذلک انما رجعت علی انہم فقط وسمیہ علی مروج الحق قولہ آپ ہی عقل کو  
 عقل نہ یا اور باوجود علم مناظرہ والی ایہ ثبوت کو کہ اس سے سکوت بدرجہا بیشتر ہے تو یہ تبسیر  
 ہمارے سامنی پیش کیا اقول حضرت کی خوش فہمی کا ہمارے پاس کوئی علاج نہیں جب  
 عبارت کے طلب کو نہ سمجھیں تو ہم فارغ الذہن میں انہوں نے کہا انہما ادا ہار مناظرہ والی  
 مطلب عبارت کو تو خود نہ سمجھیں اور ادا لیں الزام ہو کہ دین قول کہ غور فرمائی کہ بری وہ  
 عرض صاحب میں گذارش ہوئی کہ آپ بدلتا دلیل ایسے علماء کہہ دعویٰ لسانی کو تسلیم  
 کر لیتے ہیں درست ہو کہ نہیں اقول ای جعفر ابحاث پہلے گذر چکی ہیں البتہ بخوبی مخرج  
 ہی اور اہل نہفتہ و ذکا و دانش نہی بخوبی سمجھ سکتی ہیں کہ اپنے علماء کے دعوے  
 ساقی کو بلا دلیل آپ تسلیم فرما لیتے ہیں یا ہم ہر ایک بحث میں جتنا دل چاہے کہہ سکتے  
 قول تسلیم ہی نہیں کر سکتے بلکہ اس کے مقدمات پر نظر نہ کر کے فخر یہ بلکہ بطور دھکی مبالغہ  
 خصم پیش کر سکتے ہیں انہوں نے حیف ہر کہی تو عقل و انصاف سے کام لیا کیجئے اقول  
 یہ حیف و افسوس دل و انصاف سے کام نہ لیں کی نسبت حضرت عجیب ہی کے عاید حال ہے  
 کہ آگے اپنے علماء کے تقلید میں حق و باطل میں تمیز نہ رہی جتنا ہر ایک بحث سے واضح ہو  
 ہم کیا کہیں اہل فہم و انصاف خود دیکھ لیں قولہ ایک خاتم المتکلمین کا یہ سننا  
 و از تعینات طبری کہ ہما والدین و امین الدین شہرت دار و محدث و محدث و دعویٰ و با  
 ہر ادبہ و دلیل دعویٰ قابل اعتنا نہیں جواب تو درکنار۔ دعویٰ بے دلیل مشہول  
 خود نہیں۔ چنانچہ جناب بھی اسی تسیر میں فرماتے ہیں (تو دعویٰ بلا دلیل کی طرح تو نقص  
 تسلیم ہے جواب ہر بلا لا تسلیم کہ یہی حاجت نہیں کہ نہ دعویٰ بلا دلیل خود ہی غیر متبول ہے  
 اتنی بتدریج حاجت۔ یہ تعجب ہر کہ بات تو میں کتاب مجاہد السالکین میں ہر چیز پر فائدہ

خاتم المتکلمین کے کلام نقل فرماؤ اس اپنے قول کا یہی پانچواں یا زائد قول ہمارا دعوہ سے  
اثبات رضا و جناب سیدہ رضی اللہ عنہا ابوالکرخی اللہ عنہ کے ساتھ معاملہ فہم میں  
روایات شیعہ پر کیا اور ظاہر ہے کہ وہ موقوف مجاہد المتکلمین کے ثبوت تو ثبوت پر نہیں اور  
نہ ہمارے اس اثبات تو ثبوت کی حاجت کیونکہ جب وہ روایت دوسری کتب معتبرہ شیعہ میں  
دارود ہے تو ہمارا نہ عاٹا ہے اور جب ہمارا مدعا دوسری کتب یہی ثابت ہے اور مجاہد المتکلمین  
پر یہی موقوف نہیں تو اس روایت کے وضع کرنے کا اور نام کتاب کے ترشیگی کا الزام خود  
ہمارا منثور ہو گیا کیونکہ اس مسئلہ میں ثابت ہے کہ ہمارے کتاب کا نام بنانے کی ضرورت اور ثبوت  
ہوتی جبکہ ہمارا اثبات مدعا دوسری پر منحصر و موقوف ہونا تو ایسی وقت میں احتمال تھا  
کہ شاید نام کتاب یا خود تراش لیا ہو لیکن جب یہ احتمال ہی باطل ہو گیا تو ہمارے اس  
اثبات کی ضرورت کیا باقی رہے اور اس کے اثبات کے واسطے اس قدر کہنا کافی ہو کہ حکیم  
سلامت علیہ بیان درجہ دوم کے پاس تھے اور محمد بن واہب بن ابی بن ابی بن ابی کی تصنیفات  
سے ہے اگر بالفرض یہ ثبوت ضعیف ہو تو ہمارے مدعا کو اس سے کیا ضرر پہنچ سکتا ہے  
اسی واسطے ہم نے نقل عبارت خاتم المتکلمین صرف آپ کے صاحب طعن الرابع کو ابطال  
دعویٰ کے واسطے کی تھی کہ وہ اس روایت کو حضرت علامہ دہلوی قدس سرہ کے وضع و قرار  
فرماتے تھے نہ ثبوت تو ثبوت میں کہ اس کی ہمارے حاجت کیا اور ابطال دہلوی صاحب طعن الرابع  
بخوبی واضح ہے۔ پیر حجاب کا یہ نہ مانا۔ ”تفحیح“ کہ اثبات کتاب مجاہد المتکلمین  
میں جو اپنے بڑے فرزند سے خاتم المتکلمین کے کلام نقل فرمائی اس اپنی قول کا یہی  
پاس نہ آیا یا نہ مانا۔ محض حضرت مجاہد کے بخوبی فہم و اوصاف سرانہی ہے قول  
عجب نہیں کہ صواعق سیف مسلک کو ہمارے ہی کتاب میں سمجھے ہوں۔ قول  
سبحان اللہ حضرت کے خیالات اور دعوہ کو یہ کیفیت ہے کہ جو کتاب میں ہماری اور وہ  
استعمال میں ہیں ان کی نسبت فرماتے ہیں کہ شاید ہماری کتاب میں سمجھے ہوں کوئی

حضرت سر پوچھے کہ یہ آپنی کیونکر سمجھا یہ کوئی اجتہاد ہی مسک تو ہے نہیں کہ اپنے اجتہاد  
 سے یہ کیا ہوتا ہے اگر آپ محدث ہونے کے مدعی ہوں تو اسببہ فرشتہ کی زبانی جسکی  
 صورت نظر نہ آئی ہوگی معلوم ہوا ہوگا۔ مگر یہ کیا اگر آپ اپنے علماء کی ہمتوں کہ  
 جو علماء رشیدہ کے بیان میں بکین میں ملاحظہ فرمادیں گے تو معلوم ہوگا کہ آپ کے علماء کو تفسیر  
 اہلسنت بتیمین تمیز نہیں ہے اور علماء اہلسنت کو اپنے علماء میں محدود کیا ہے  
 قال الفاضل المحجب۔ قولہ قیاس کن زکلتان بہار مرا۔ اقول جس  
 عرض سے اپنے یہ مصرع زیب تحریر فرمایا ہے بے شک اگر ہی حال کے نہایت جیا  
 ہر ہم ہی صادر کرتے ہیں بقول العبد الفقیر الی مولانا الغنی عاتقان  
 خود یہ اند۔ قال الفاضل المحجب قولہ۔ اگر اسی غلطی کا استیقا کیا جاوے  
 تو اب کتاب ضخیم تیار ہو۔ اقول سبحان اللہ کونسی غلطی اپنے تایت کی بقول  
 العبد الفقیر الی مولانا الغنی۔ جب آدمی عقل و انصاف سے کام لے لے  
 تو جو سو نہ میں آوے کہے مثل شہور زبان لے اگلی نہ کو انہ کہتے۔ لیکن اگر سر ہم  
 و جیا کی نظر سے دیکھیں اور عقل و انصاف سے کام لیں اور اسوقت بہ فرائض تو لبہ مضامین  
 نہیں قولہ مقام استدلال میں ایک ایسی کتاب کا جو مثل عفا معلوم الاسم محمول  
 الجسم ہے اور معلوم الاسم ہی آپکی ہی علماء کے نزدیک ہر حال دیا اور جس خصم انکار کر دے  
 تو اسکی توثیق کے ثبوت میں یہ کہنا کہ یہ کتاب ہمارے فلان عالم کے پاس ہی اور ہماری  
 فلان کتاب میں اسکا نام درج ہے اور یہ دن دلیل کسی عالم خصم کی طرف نسب کرنا  
 اسیکا نام غلطی ہے تعجب ہر کہ حسب مثل مشہور مندی اولیا چور کو قوال کو ذندہ ہی  
 اپنی غلطی ہمارے ذمہ لگاتے ہیں اور دماغ میں کہ اگر اسی غلطی کا استیقا کیا جاوے  
 تو اب کتاب ضخیم تیار ہو۔ غ ان کار از قوا یدمردان چنین کنند۔ اقول  
 حضرت یہ کتاب عفا صفت سہی لیکن ہم گذارش کر چکر کہ اسکا محمول ہونا ہمارے

استدلال کو جو مضمر نہیں ہے اور آپکا یہ سہرانا کہ جب خصم انکار کرے تو اسکو توشیح کے ثبوت  
 میں یہ کہنا کہ یہ کتاب الخ محض خوش فہمی سامی سے ناشی ہے فی الحقیقت انکا کواجہ  
 توفہ ہے کہ یہ ہی روایت ابن میثم بحرانی نے شرح کبیر فوج البلاغت میں نقل کی ہے  
 پس یہ اس امر کا ابطال ہے جو آپ کے صاحب طعن الراح نے اپنی غلطی سے دعویٰ  
 کیا ہے کہ چھ سبب سے کہ نام کتاب بد روش بد روغ ساختہ باشد۔ اور دفع وافر کو علق  
 دہلوی قدس سرہ سبب کی طرف نسبت کیا ہے کیونکہ جب اس کتاب پر استہاد کتب مقدسین  
 موجود ہے تو یہ کہنا کہ یہ نام علامہ دہلوی رحمۃ اللہ نے وضع کیا ہے غلطی ہے کہ نہیں چاہیے  
 اسی غلطی کے ثبوت میں ہمتے یہ عبارت نقل کی تھی۔ اب ہم آپ ہی سے دریافت کرتے  
 ہیں انصاف سے فرمائیں جب یہ اس کتاب کا نام صواعق وغیرہ میں مذکور ہے تو صاحب  
 طعن الراح کا اقرار کو حضرت علامہ دہلوی رح کی طرف نسبت کرنا اور علامہ کنوری کا ذکر  
 تائید میں قرینہ قائم کرنا کہ جب باب بیوم میں اسکا ذکر نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ خود اپنے  
 ساتھ پر داختہ ہے وہ نو یعنی علامہ کنوری کے اور صاحب طعن الراح کی خطا ہے کہ  
 نہیں افسوس کہ آپ یا میری گزارش کو سمجھا نہیں یا سمجھ کر دستہ اغراض فرمایا کہ اصل  
 اعتراض کی طرف اشارہ کیا اور بیفائدہ جوش و خروش فرمایا پس ہم بجل اللہ و قوتہ  
 آپ کی ہی غلطی آپکی ذمہ لگاتے ہیں اپنے غلطی آپکو ذمہ نہیں لگاتی۔ لیکن آپ ذرا ہم عقل سے  
 کام لیجئے خصم کی مدعا کو سمجھو اور ناحق و ادبلا نفرمائی۔ اس سے صاف ثابت ہو کہ ہم  
 جو عرض کیا تھا اگر اسی غلطی کا استیفا کیا جاوے تو ایک کتاب ضعیف تیار ہو صحیح تھا  
 اور ہندی کی مثل جو تحریر فرمائی اسکا جواب ہم کیا لکھیں اہل دانش و انصاف سمجھ  
 ہیں کہ وہ جناب ہی کے حسب حال ہوا و نیز اسکا جواب خالی از ہزل و طرائف ہوگا  
 اس پر ترک کرتے ہیں قولہ ان جسی غلطی میں ہم نے ثابت کی ہمیں اگر ایسے  
 غلط کا استیفا کیا جاوے تو ضرور ایک کتاب ضعیف تیار ہو چنانچہ آپکو جو ہمیں کہتے ہیں تحریر

اور صفحہ کے صفحہ اور ورق کے ورق اسی باب میں لکھی گئی ہیں اگر ہا حضرت مجیب کو  
شوق ہو تو اجوبہ تحفہ ملاحظہ فرماوین **اقول** جس قدر غلطیاں آپ نے علم خود تحریر  
فرمائی ہیں بجز انہیں اغلاط کے ہونگی جنہیں صفحات و اوراق کھو گئے ہیں۔ پس اُن کا  
حال تو ناظرین اوراق اہل فہم و انصاف پر بخوبی واضح ہے اور باقی کو بھی ان ہی پر  
قیاس کر لینا چاہیئے پس جبکہ ان جوابات کا یہ حال ہو تو اصل اغلاط بھی کچھ سے خود  
قائم رہیں اور علاوہ اُن کے غلط جوابوں کے غلطیاں اور مزید برآں گنجین۔ پس جس قدر  
غلطیاں جناب نے ثابت کیں گویا وہ اپنی غلطیاں ثابت کیں اور اپنی ہی غلطیوں کی  
بابت کتاب ضخیم تیار ہونا بیان کیا اور یہ ہی ہمنے گذارش کیا تھا قولہ ارادہ تھا  
کہ کم سے کم پچاس ساٹھ ایسی غلطیاں حضرت خاتم المحدثین کے ہدیہ نذر کر دین  
چنانچہ کسیدہ رذہن میں انتخاب بھی کر لی تھیں مگر اس تحریر میں طول ہو گیا اور جاری نہ  
اور عدم الفرصتی نے مجبور کر دیا اسلئے اور وقت پر مختصر کئے ہیں **اقول** بہکو بھی  
خیال تھا کہ کچھ غلطیاں جناب تشدید و علامہ کنستوری و شہید ثالث و ممدوق وغیرہ کے  
آخر میں ہیں مگر خیال کیا کہ یہ تمام رسالہ حضرات کے  
اُن خوش فہمیوں کی اور اغلاط کی تصویر کشی نہ رہے جو اصول مذہب شیعہ کے لئے  
بیخ کن ہیں تو اب کیا ضرور ہو کہ اور اُن کی خطاؤں کا اظہار کیا جاویں اور اگر انکی غلطیاں  
ختم نے تسلیم بھی کر لیں تو ذہب کو اس سے کچھ بہت بڑا صدمہ نہیں پہنچ سکتا ہر اسلئے  
ہمنے اُن ہی ضمنی غلطیوں پر اکتفا کر کے قلم کو روک دیا اور بیشتر بھی صرف آپ کی  
تحریر ہی کی وجہ ہمنے گذارش کر دیا تھا اگر آپ اپنا سوال میں اس قصہ کو نہ چھیڑتے  
تو شاید ہم بھی کچھ نہ لکھتے اور جس قدر جناب نے غلطیاں تحریر فرمائی تھیں اُن کی کیفیت  
بخوبی واضح کر دی گئی کہ وہ ہماری غلطیاں نہیں تھیں بلکہ وہ حضرات کی خوش فہمیاں  
تھیں **القول** انصاف بخیر و مال کچھ لین قولہ اگر حضرت نے یہ سلسلہ جاری رکھا



تو پھر کبھی دیکھا جاوے گا انشاء اللہ تعالیٰ باقی وجہ بحث باقی **اقول** نہ ہم اس سلسلہ کے بادی ہیں اور نہ ہم کو اس کے جاری رکھنے سے انکار اپنے آپ کے شفیق نے یہ قصہ شروع کیا ہے۔ جب تک آپکا اور انکا دل چاہے جاری رکھیے اور جب دل چاہے ختم کر دیجئے۔ ہم مامور محض ہیں اور ہر طرح حاضرین تحریراً تقریراً جس طرح دل چاہے سبجہ لیجئے اور فیصلہ کر لیجئے **قال الفضل** البھیب قولہ۔ بنابر ان ہذا قلیل پر اکتفا کر کے تفصیل کو دو سو وقت پر منحصر کرتا ہوں فقط والسلام علی من اتبع الہدی **اقول**۔ جس قدر قلیل پر آپ نے اکتفا فرمائی اُس قدر ہم بھی جواب گذارش کر چکے۔ اگر تفصیل سے لکھیں گے تو ہم بھی جواب مفصل کو حاضرین والسلام علی من اتبع الہدی **بقول** العبد الفقیر الی مولاه العثمی جس قدر آپ نے ہماری جواب میں تحریر فرمایا وہ سب ہم آپ ہی پر شائبہ کر چکے اور واضح کر چکے کہ محض اولیام باطلہ و خیالات لا طائلہ تھی پس عقول انصاف سے کالیجئے تعصب و نفسانیت کو چھوڑیے۔ اور ابطال حق پر نہ آنا وہ ہو جائیے۔ و صراط مستقیم اختیار فرمائیے۔ و ما علینا الا البلاغ و الحمد لله **اولاً و آخراً دائماً** سمر مل وصلی اللہ علی سیدنا محمد و آلہ و اصحابہ و ازواجہ و انشیاء و احبابہ اجمعین۔

اسکے بعد ہمارے فضل مجیب نے دو تحریریں جو بعنوان جواب مولوی پیر محمد خان صاحب سہارنپوری ہیں ملحق کی ہیں۔ پہلی تحریر میں بجز شکوہ و شکایت طعن و تشنیع کے کسی بحث سے تعرض نہیں فرمایا بلکہ لکھا کہ غیبت و تقیہ کی بحث بے محل چھڑ گئے اُس کے جواب کی چندان حاجت نہیں۔ اور دوسری تحریر میں حدیث بخاری سے جو متضمن تاخیر سیرت تاشش ماہ اور قصد اوراق سے تعرض کیا جس کا مفصل جواب اس تحریر کے مواضع متعددہ میں موجود ہے اسکے تکرار و اعادہ کی حاجت نہیں۔ اور علاوہ اس کے جیسا کہ حضرات شیعہ کی خدا و رسول پر افتراء بہتان باندھنے کی عادت ہے اُسی عادت قدیمہ کے

موافق کذبا و افتراء بحوالہ عصب الم التذریل تفسیر سورہ یٰسین ایک ٹیپر انبیاء سے بت پرستی کا  
 بہتان باندھ دیا اذہا الا کذب صریح وہستان پراح۔ اول تو یہ ہی مسلم نہیں کہ نزدیک دین  
 نسبت پرستی کرنا جائز ہے آپ فریقین میں کیسے نزدیک ثابت فرمادیں کہ اس  
 عرض سے کفار کی عبادت خانو میں جانا اور انکو عبادت تو نہیں شرک ہونا جائز ہو دوسرے  
 یاد آتا ہے کہ جمع البیہا میں ہے کہ انبیاء کو تو تفتیک ہی جائز نہیں۔ علاوہ ازیں  
 تفسیر عالم التذریل میں ہرگز کسی نبی کے نسبت یہ نہیں لکھا ہے تفسیر عالم التذریل  
 کتاب نادور الوجود نہیں ہر جگہ استیاب ہو سکتی ہے جکا دل چاہے حضرت مجیب کا  
 انکار اکابر کے افتراء کا جن سے فاضل مجیب نے نقل فرمایا ہے تا شا  
 دیکھ لیوے۔

تذریل عالم التذریل میں ہرگز کسی نبی کے نسبت یہ نہیں لکھا ہے تفسیر عالم التذریل  
 کتاب نادور الوجود نہیں ہر جگہ استیاب ہو سکتی ہے جکا دل چاہے حضرت مجیب کا  
 انکار اکابر کے افتراء کا جن سے فاضل مجیب نے نقل فرمایا ہے تا شا

اب ہم اسکا جواب گذارش کرتے ہیں جو مولوی میر محمد فاضل صاحب کے پہلی تحریر کے  
 ضمن میں ہر کو خطاب کر کے فرمایا ہے۔

قولہ حضرت مجیب مخاطب کی خدمت اقدس میں بصد ادب گذارش ہے کہ آپنی اصلی اسکا  
 جواب عطا فرمایا اور زائد گفتگو فرما کر بحث میں طول دیا۔ میرے کسی قول کا جواب دیا  
 شرائط کو دلائل جو آپ نے دریافت فرمائی یہ کیا۔ مگر میں نے سوال میں عرض کیا تھا  
 کہ اپنے اصول خلافت جو کہیں مل لکھیں اسکا جواب کچھ ہی تحریر ہوا۔ مینی گذارش کیا تھا  
 کہ اہلسنت و جماعت خلافت ائمہ اپنے اصول موضوعہ سے بھی ثابت نہیں کر سکتے غور فرمائی کہ یہ  
 کتنا بڑا دعویٰ ہے مگر آپ نے کچھ ہی جواب دیا۔ اقول چونکہ وہ محل آپ کے اصلی  
 سوال کے جواب کا نہ تھا اسلیئے جسے تفصیلاً عرض نہیں کیا تھا اور مجملہ وہ بھی موجود  
 تھا۔ کاس آپ تامل کے نظر سے ملاحظہ فرمائی۔ اور زائد گفتگو کی بنا خود جناب کے  
 زائد گفتگو ہوئی تھی اپنے علاوہ سوال کے جب زائد امور کو چھیڑا تو اس پر یہ کہنے  
 بھی محض عرض کیا اگر آپ زائد گفتگو نہ فرمائی تو نہیں ہی عرض نہ کرتا۔ اور اپکا فرمانا

کہ میری کسی قول کا جواب نہ دیا انصاف سامی سے بعید معلوم ہوتا ہے اس کے جواب میں  
 بجز اس کے کہ ہم ہی پہلو بولیں اور کہیں کہ آپ نے صحیح فرمایا اور کوئی ہم جواب نہیں دے سکتا  
 جس سے آپ خوش ہو جائیں۔ ثبوت خلافت خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہ اس تحریر میں  
 بخوبی مفصلاً تحقیقاً و الزاماً عرض کر دیا گیا ہے انصاف کی نظر سے ملاحظہ ہو۔ قولہ  
 اب یہ عرض ہے کہ اگر آپ کو اس بحث میں طول دینا منظور ہے تو بسم اللہ ہم بھی حاضرین  
 کے شرط یہ ہے کہ جسطرح ہم نے آپ کو ہر قول کا جواب لکھا ہے اسی طرح آپ بھی ہمارے  
 ہر قول کا جواب تحریر فرمادیں اور جو کچھ لکھیں بدل ہو اور اگر طوالت منظور نہیں تو صرف  
 میرے سوال سابق کا جواب مفصل عطا ہو اقول اگرچہ ہم کو طول دینا ضروری نہیں لیکن فراموشی  
 سامی کے موافق آپ کو ہر قول کا جواب لکھا ہے اور جو کچھ عرض کیا ہے بدل عرض کیا ہے  
 چنانچہ جناب پر انشاء اللہ تامل کے بعد معائنہ واضح ہو جائیگا۔ قولہ ہم نے شرط ثلاثہ  
 لکھی ہے کتب معتبرہ سے ثابت کر دین اگر یہ مقبول ہوں تو فرمائی کہ ان شرط سے شرط  
 کون خلیفہ ہے اور اگر مقبول نہیں تو انکو بدلائل و فرمایا اور زاید باتوں کو نہ چھیڑی ہے ہم  
 بحث کو نہایت ہی مختصر کرتے ہیں اقول یہ شرط ثلاثہ کا ثبوت صرف بزرگ عالم  
 ہر دین اور فی حقیقت ان کا کچھ ثبوت نہیں چنانچہ جو دلائل جناب نے ثبوت شرط ثلاثہ میں تحریر  
 فرمائی تھی انکو ہم بدلائل و فرمایا چکر آپ کو اختیار ہے چاہی بحث کو مختصر فرمادیں یا نہ کرے  
 دین نہ ہو آپ کو طول کا کچھ خوف ہے اور نہ اختصار کے خواہش چنانچہ جناب کو اس تحریر سے واضح  
 ہو جائیگا۔ قولہ اگر آپ کو اس سیر کا جواب لکھنا منظور نہ ہو تو ہم کو کچھ شکایت نہیں۔  
 اقول اگر آپ ناخوش ہوں اور میری نقلی و مجبوریہ محمول فرمادیں تو میں دینی بلائیں  
 عرض کرتا ہوں کہ آپ کی یہ تحریر ہرگز قابل جواب و التفات نہ تھی اور میرے گزرنے چاہتا تھا کہ اس کا جواب میں  
 قلم اٹھاؤں اور اپنا تفسیر اوقات گرامی کر دین اس سلسلے میں ماہ و قیود ثلاثہ تک اس کی تحریر میں نقل کرنا اگرچہ مستحب  
 نہ لی ورنہ کوئی عذر قبول نہ کر سکتا ہوتا۔ فقیر نے اس سلسلے میں بالترجمہ جواب لکھنا شروع کیا۔ ذلیقہ سے پیشتر ہی پست اجزاء

متفرق طور پر تحریر کیا تاکہ وسط و یقین سے لازم و متحم کر کے آج کہ چہار دہم جہادی ولی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
بجول اللہ و قوتہ اسکو ختم کر دیا آئندہ بھی محکو ترک و تحریر میں کچھ دخل نہیں ہے اگر  
آپ کے جواب پر قلم اٹھایا اور محکوس کی تردید کا ایما ہوا بشرط زندگی انشاء اللہ تعالیٰ  
میں تھما اس کا جواب لکھوں گا ورنہ میں عرض کر ہی چکا ہوں کہ ایسے خرافات و مہملات کے  
جواب میں قلم اٹھانے کو میں سراسر تضييع اوقات تصور کرتا ہوں **قولہ** صرف آپ  
خلافت خلفائے ثلاثہ اپنی ہی اصول سے بدون اختلاف ثابت فرمادیجئے **اقول**  
بجول اللہ و قوتہ ہم خلافت خلفائے ثلاثہ کو آپ کے بھی اصول پر ثابت کر چکے ہیں آپ اس کو  
عقلان انصاف کی نظر سے ملاحظہ فرمادیں اور آپکو معلوم ہو کہ ہمارے نزدیک مسلامت  
فروع میں سے ہر پھر ہم سے یہ کہنا کہ خلافت بلا اختلاف ثابت فرمادیجئے خلاف عقل  
ہے کیونکہ غایت مافی الباب و وقوع اختلاف اگر ہو گا تو موجب عدم قطع کو ہو گا اور یہ  
خود فروع میں ضرور نہیں بلکہ فروع کے ثبوت میں صرف ظن کافی ہے۔ بالہیہ ہنہ  
بلا اختلاف خلفائے ثلاثہ کے خلافت کو آپکی اصول پر ثابت کر دیا ہر اور واضح ہو کہ اختلاف  
منفی سے وہ اختلاف مراد ہر جو ناشی عن دلیل ہو ورنہ سفسطیات کا انتہا تو نبوت بلکہ  
الہیات میں بھی ممکن نہیں **قولہ** غور فرمائیے کہ ہم کہا تک وسعت دیتے ہیں یہی اس  
صورت میں ہر کہ آپکو بحث منظور ہو ورنہ آپکی مرضی **اقول** اگر جناب کو وسعت ہی  
پسند خاطر ہو تو لیجئے ہم بھی وسعت دیتے ہیں کہ آپ زاید باتوں کو ترک فرمائیے اور صرف  
امامت کا اصول میں سے ہونا کسی دلیل قطعی سے ثابت فرمائیے یا امام کے لئے صرف عصمت  
ہی ثابت کر دیجئے **الطائفتہ** تو آپ کیسے ثابت فرمائیں گے۔ اور اگر آپ تحریر کے  
تطویل سے گہرا تھ ہوں اور بیماری و علیم مصرعی سے مجبور ہوں تو ہم آپکو ایک عمدہ تدبیر  
بتلاتے ہیں کہ آپ محکو تحریر فرمادیں ہم حاضر خدمت ہونگے اور بہت جلد فیصلہ ہو جائیگا  
اور یہ بھی ہم وعدہ کرتے ہیں کہ انشاء اللہ تعالیٰ ہم آپکو کسی قسم کی تکلیف نہیں دیں گے اور یہ

اس صورت میں ہر کہ آپ کو یا آپ کے شیفت کو بحث منظور ہو ورنہ آپ کی مرضی ہو کوئی شکایت  
 نہیں ہے یہ صرف اسی لئے عرض کیا ہر کہ آپ کی تحریر سے مترشح ہوتا ہے کہ ال سنت کی نسبت آپ کے  
 دماغ میں یہ سایا ہوا ہے کہ میری تحریر و تقریر کے مقابلہ میں مخالفین میں سے کسی کو مجال  
 دم زدن نہیں پس اگر فی الواقع آپ کو یہ خیال ہو اور ال سنت کی نسبت آپ خیال  
 کرتے ہوں کہ وہ اپنی اصول کو ثابت نہیں کر سکتے تو آپ دیکھ لیجئے ورنہ آپ کو اختیار ہے  
**قولہ** آخر میں بعد نیاز یہ ہی گزارش ہے کہ اگر اس تحریر میں غلطی و سہو ہو ہو تو بنظر  
 اصلاح ملاحظہ فرماوین کہ چونکہ مجھے جیسا جاہل و نادان ہرگز اس لایق نہیں کہ اس شخص  
 جو علماء اعلام کا کام ہر کچھ لکھے محض اپنے شیفت دلی کی خاطر سے کچھ لکھ گیا  
**قول** یہ جو کچھ تحریر ہوا محض تواضع و ہضم نفس پر مبنی ہو ورنہ اپنی تحریر مقابلہ خصم  
 ہرگز کوئی شخص اصلاح کے لئے نہیں پیش کرتا۔ اصلاح کے لئے اپنی اساتذہ کی  
 خدمت میں پیش کیا جاتا ہے پھر جو کچھ ہمارا منصب تھا اس کے موافق ہونے حکم کی تعمیل کی  
 اور جو کچھ نظر سرسری میں باتیں قابل اصلاح آئیں بعد ادب عرض کر دی۔ -  
**قولہ** یہ بھی عرض ہے کہ اگر کوئی کلمہ ناگوار طبع مبارک لکھا گیا ہو تو عند اللہ معاف فرماوین  
 میری عرض آپ کو یا کسی کو سچ پھنچانے کی ہرگز نہیں ہے خداوند تعالیٰ علیم ہے مگر آپ  
 جانتے ہیں کہ مباحثہ مذہبی میں احقاق حق و ابطال باطل کے لئے ایسے الفاظ  
 بولے اور لکھے جاتے ہیں جو ناگوار طبع مخاطب ہوں۔ و اسلام خیر تمام۔ سہرا عیب  
 و شین فرزند حسین عفی عنہ۔ ۲۷ محرم الحرام۔ مطابق ۶ نومبر ۱۸۵۵ء عیسوی  
**اقول** یہ جو کچھ تحریر فرمایا محض عنایات و لطافت اور کرم و اخلاق سامی ہی ہر چند  
 ہندہ نے بھی الزام کیا تھا کہ کوئی کلمہ ثقیل جو ناگوار طبع سامی ہو حتیٰ الوسع تحریر نہ کروں گا  
 تاہم اگر زلت قلم سے کوئی کلمہ جو ناگوار طبع سامی لکھا گیا ہو تو مدد معاف فرماوین کہ میرا  
 قصد بھی ہرگز سنج رسانی کا نہیں ہے خداوند تعالیٰ مجھ کو اور آپ کو معاف فرماوے

اور توفیق خیر کی عطا کرے۔ و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین صلی اللہ علیہ وسلم  
 اللہ علی سیدنا محمد والہ واصحابہ وازواجہ واصحابہ اجمعین  
 قالہ بسمہ ورقمہ بقلمہ کثیر الخطا باو المعصیا  
 کثیر الذنوب والاثام **خلیل احمد**  
 وقفہ اللہ للتزود لغد عند اقامتہ  
 فی بہا و فہر صانہ  
 اللہ عن لغتہ

والنثر

سکالچ عشر شہر محرم الاول سنہ الف و ثلثمائے و اربع مہجرت سید المقلین صلی اللہ علیہ وسلم

**الذکر**

آٹھ تحریر رسالہ ندامین حضرت مجیب علیہ السلام کا رسالہ سے حسن المقال جو بجا اسباقم  
 مؤلف کرمی پیری عثمانیت احمد صاحب سلمہ قدوسی لنگوہی کے تالیف ہوا  
 بعض احباب کے ذریعہ سے میرے پاس پہنچا اور دیکھنے سے حضرت مجیب کا  
 پایہ علم و فضل اور مرتبہ انصاف اور پی بخوبی معلوم ہو گیا۔ چونکہ مسائل خلافیہ کی اکثر  
 بحثیں اسی جلی ہیں اور ایک بڑے مسئلہ کی بحث کے ضمن میں بہت سی چھوٹے  
 اور بڑے مسائل میں گفتگو آجاتی ہے اور یہ رسالہ ہدایات الرشید بہت  
 سی مسائل خلافیہ کے بحثوں کو شامل ہے جو تفصیل اور میں لکھ کر گئے ہیں۔ اس لئے  
 حسن المقال کے اکثر اور بڑے بڑے بحثوں کو جوابات تو اس رسالہ ہدایات الرشید  
 میں آگئے ہیں۔ لیکن حسن المقال کے وہ بعض بحثیں جن کا کوئی قریب تعلق اس

رسالہ کے جموں کے ساتھ نہ تھا اونکا جواب اس رسالہ میں نہ تھا۔ ارادہ یہ تھا کہ  
 کہ خاتمہ رسالہ پر حسن النسل کے اون بچوں کا جنکا رسالہ ہدایات میں جواب نہیں لکھا  
 گیا ہے بطور ضمیمہ جواب لکھونگا اسید واسطی اشار ابحاث رسالہ ہدایات میں اونکی تردید  
 کی طرف آیا اور اونکی ضمنی ذکر کا یہی اتفاق نہیں ہوا۔ بعد ختم رسالہ ہدایات معلوم  
 کہ جامع بین العقول المنقول حاوی فروغ و اصول حافظ کلام اللہ جناب مولانا  
 مولوی شمس الحق احمد صاحب دام اللہ فیوضہم ساکن قصبہ انہضہ ضلع  
 سہارنپور نرملہ بیانیہ جو میرے پڑے پڑے جہربان و مخلص میں اوسکا جواب غائب کر  
 جو تحصیل النسل باصلاح حسن المقال ہے تحریر فرما رہے ہیں۔ لہذا اس خیال سے  
 کہ تحصیل النسل حسن المقال کے جواب میں کافی اور اسکی تردید سے معنی ہوگا۔ اور نیز  
 بجای خود یہ رسالہ ہدایات ہی کی قدر طویل ہو گیا تھا بندہ نے اپنا ارادہ اوسکی  
 تردید کی بابت جو بطور ضمیمہ تحریر کرنے کا تھا ملتوی کر دیا۔ ان حضرت مجرب نے  
 حسن المقال کے خاتمہ پر جو عبرتیں لکھ کر اپنی کمال تقدس اور دین پر شہادت  
 دی ہے اوسکی نسبت اس قدر گزراش ہے کہ دل چاہتا تھا کہ ہم بھی چند عبرت الگ  
 واقعات جو اولین و آخرین ان حضرات کو پیش آئے مفصل طور پر ہدیہ ناظرین کو  
 چنانچہ اہی مولانا مولوی سید زین العابدین مظلوم کے قتل اور شہید ہونے کے  
 بعد جو اہم بعض اعیان ملتان کے بیان پیش آیا تقریباً اوسکا نمونہ ہے جیسا بعض  
 ائمہ رضوان اللہ علیہم کے اعداد کو پیش آچکا ہے۔ لیکن اہل دین و دیانت کے  
 نزدیک واقعات عبرت الگیز عبرت حاصل کرنے کے لیں ہوئے ہیں نہ نسبت  
 کو لیے اس لیے ہم نے اسکو شعبہ انصاف سمجھ کر محض خداوند تعالیٰ کے خوف سے  
 ترک کر دیا اور اس پر تسلیم نہیں اور ہمایا۔ سبحانک و مجدک اشدان لا الہ الا  
 انت استغفرک و اتوب الیک اللہم اغفر لی ما قدمت وما اخرت وما استترت

وما احدثت وما انت احدث من عندنا انما هو الخيال الا انت حيا

# تصديق

اوجباتي في فضائله الوالدين عارفين عارفين عارفين  
ولايت نابع سابع انوار هدايت امور كالتقين وسليم مشروط استيق  
يحيوا اصحاب القيت سقيا اربا حقيق ممتا منازل المير

قافله سالار حل حق اليقين مجاز شناس حقيق دان خلعت پسند جلوه  
بيان جبرعه نوش وحدت الوجود والتجريد شيخنا شيخ غلام فردي صا  
سلام الله اللطيف سجاد حسين چاچران شريف دامت برکاته

یہ کتاب جو مولوی صاحب فاضل کمال مولوی خلیل احمد صاحب روز قضاہ فضلہ شیعہ راجستہ  
میں تصنیف فرمائی ہے نہایت مضامین عالیہ سے ملو اور مطابق ملت قدسیہ السنہ و جماعت  
کے ہے میں یہ مطالعہ اس کتاب کے تصدیق کرتا ہوں کہ جو جو مولوی صاحب لکھا ہے  
فی الاصل صحیح اور درست ہے۔ والسلام علی آتبع الہدی -

الحمد  
نخاکپار فقرا غلام فریدی حنفی حنفی عنہ تعلیم خود



تقریب و پذیر و تحریر و نظم بصفت یک از هر فقره اش <sup>۱۰۶</sup> سوره بخیر  
 هویدایشود چنانکه علم با قوت رقم ناظم نگین خیال ناشر عدیم المثال  
 سراج بحر کلمات و الی سیاح قلم بیان معالی اسوه اکاتبین مولوی  
 عزیز الدین صناخوشنویس حضور سرکار ابد و قرآنی ریاست بیاد و پور خلد ملکه

### هُوَ الْغَزِيرُ الْغَنِيُّ الْمَلْجَأُ

حبذا که این کتاب کمال + با فضل قادر به جمال + و بعنایت عاقل سید الانام و صاحب  
 احسان و احسان + و بغیرت چهار بار دال احجاز و اهل جود و کرم + چه کتابیکه هر حرفش مودیت  
 و چه کلامیکه معانی او مفصل و مهذب + پُر از سر و خوبی چهار بار + در توصیف  
 ال سبارک و اظهار + از هر نقطه او هر بر دل شعیان + یا هر الف او تیر و دل حسان +  
 بهجت امامیه تیر عقیده + و خواج ادرج بر رخساره + بی رافضیان ناک  
 نرین + بلکه تفک در د از هر هریدین + منشور شهادت + یا توقع طمانیت +  
 یب ده مجلس عالمان فوی العقول + و تیرگی افزائی ل کانه حاسدن استقول +  
 ال سار یکسر غریب ناحق + این مشاهده قدرت حق + تیر ادب بجز دشمنان  
 ادب + در سینه بدینش احسان تب + دران ردال الشیخ + ببلای خوب  
 شیخ + جابجا عبارتش فصیح بوجه حسن + و بضمیمه زیبای جواب زندان  
 ن + وارغ دل ال نفاق + کلام از معانی ال نفاق + کلیه خیالات عقل +

بمسوط از ثقات نقل + روایات اوستند از کتب الماسیه + چهارب ده مجید مقلدان  
 مذہب حنفیہ + جهان آرا نسخہ رنگین + نکته نادر و سیرین + منشور من + رفع  
 بطن + سحان اندچہ کلامیت بی بدل کا زوید و شنبہ بعید + دنام نامی آن  
 کلام ہدایات الرشید + از تالیف شیخ عالم سعید ربانی + امام احمد دہلوی  
 کلام نیردانی + رکن دحامی دین خدا و رسول + راست گو عالم مغول و استقل +  
 وحید الدہر شریعت پناہ + مستند و طریقت آگاہ + قاری بابوب و حاجی  
 حرمین شریفین + مقبول و معزز بجانق دارین + یاد فقہای مبارک خصال +  
 وسید المدین بی مثال + جناب قدس باب مولانا مولوی خلیل احمد صاحب  
 عالم اہل دین دام بالفیوض و الموابب + حسب ارشاد و ایداد جناب علی التاج  
 قدسی نژاد والاہناد + قدود و دودمان بنی وزیدہ خاندان علی سید صاحب دود +  
 سہل خاندان سیادت + نژاد و دودمان بنی بخت + منبع فیض ندیم سلطان +  
 انضال الناس سبب امن و امان + اخلاص کیش و محسن من + مراد جهان فیض  
 زمین + زہی فرمان بر جبار رسول + دہی آن مطیع آل رسول مقبول +  
 سید غلام مرتضی شاہ صاحب بی ریب و شک منظر جود + شکر ادبی از یک  
 بیع و بد نتوانم نمود + زیادہ جزاہ اللہ فی الدارین خیرا + و از قصور و ریب  
 المنون بگہدار دوی را + بمطیع قدوسی طراز طبع گرفتہ + زمسعی حبیب  
 عبد القدوس رونق یافته + حلیہ تمام پوشیدہ پسند دل دانا کردید + در  
 دیدہ احباب یقین سرمہ نور شبہ + التماس بجناب والا طبعاں ستودہ آمین +  
 بصدع جز و بہر از نیاز از نیاز مستند عقیدت گزین + واحقر العباد نیسا و آگہن  
 غریب الدین عفی عنہ میرود + کہ با چنین سباق طرز کلام بے محاورہ می شود + اگر  
 بنگاہی عظمی دہشی فہم نامند + از راہ والا غشی و اگر دے معاف فرمایند +

وله قطع تلخ که از هر چهار عشرت چهار سه جدا جدا پیدا میشود

بفضل اشكاین نسخه گام جان

189

زیر چار معراج سنش من جدا

15 94

شده حکم با تخیر علی طعن رس

یکم ۱۹

نہ ہی طبع شد نسخہ لی نمل عیب

13. 9

وله قطع تاريخ بصنعته روبرو نيات

حضرت مولوی علی بیگ احمد

مرحوم گشتا و محمد سید اسلام

شست و دو حاک سینه حاک

مال تارخ او چو می بستم

۱۱ عَزَّ وَجَلَّ زَيْنَبُ

کرد تصنیف این رساله نو

بزرگداشت عید و زکریا عید

کتابخانه عمومی

آید از غیب این ندائی نکو

جواب کتاب

جودول زیر و بنیات	بجای کلمات شصت	نام حرف	زیر بنیات	عدد
		ا	ب	۱
		پ	چ	۲
		و	او	۳
		الف	الف	۴
		ب	بیت	۵
		ک	اف	۶
		ث	ا	۷
		الق	الف	۸
		ن	ب	۹
		ش	ش	۱۰
		ی	ی	۱۱
		ع	ع	۱۲
		د	د	۱۳
س ۴ - ۱۳				

قطعه تاریخ شریفه کلاه گوهر سناک مولوی فیروز الدین صاحب خلف الرشید مولانا مولوی غلام علی صاحب بنفوق ملین و  
خواهرزاده مولوی عزیز الدین صاحب خوشنویس موصوف ساکن گوجرانواله حال ملازم سرکار فیض مدار و بهای پور اقامت آله

حضرت مولائی خلیل احمد

جاوی مقول و محدث فقیہ

صاف کن باطن اہل حد

فاضل و ستم حافظ و عالم اویب

جامع منقول و منقسط

نور و دین و صلاح و نصیب

دارما و الف غنبا اسر

حامی دین حاجی مبین الحرم

از فیض تزدید و لعل محبت

فکر و فکر و فکر

سرمدیہ ہسپتال

ماجرای شکرست خوارا حبس

کردن تصنیف کرد عجب

از کتابخانه

بر سر کتب و تفسیر شریف ...

اسد زمان ... تقیر طالع ... عبد المالك ...

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذي هدانا لهذا ...

Table with 4 columns: Manuscript title (e.g., كتاب كريمة), Author (e.g., كاتبة كريمة), and other details.

قد اجمع فیہ فی صریح بالظاهر من کتاب سینفیدل من کل حال الشک	من یزین غنصو کمن کا کر جا و حمر باطل الفتن کا کل الحقائق فی البذل	ینج الشاد عدل الصلا یسع لجهل و بطله الفتن وع الجمل فخر و دوا و من	یسع لجهل و بطله الفتن وع الجمل فخر و دوا و من وید بان حقا و یفید
الصف			
نارنجہ قال حیدر الملک کتاب الخلیل مجید و احسن			
جناب لوی صاحب مکرم	ادب فاضل مقبول و زاہد	خلیل احمد کراوری است ثانی	اخلاق و باوصان و محامد
مرب کر در در و فرض	کتابی را بر بران و شواہد	خوش جلد در سبک طویش	در شان است چون دل و فراید
چو خورشید بالمش رانج	ستار غصم او گردید کاسد	مخالفت هر چه بر است لازم	نموده بر صفات جسم عاید
از می تاریخ طبعش گفت مالک	در بابات الرشید از بر عائد		
قطر تاریخ از طبع قلوب و قلوب عالم کمال و جلیم العبد الی			
جناب مولوی صاحب مکرم	تشیق مہربان شکیان ہے	طبیعت وجود الکا کجہاں ہن	وجود الکا کجہاں شکیان ہے
وہی الصبر ہن علم و شرف ہن	تفصیل نمین نظم الکا کجہاں ہے	ہدایات الرشید ان کار سالہ	بہت عمدہ دلائل کجہاں ہے
جواب حسین عین ملک کجہاں	کشمیہ طبع ہن کو تہ زبان ہے	بر آدوستان خوش گل کی	بش خاہر بہر دستان ہے
جزاہ اندری الدارین خیر	ارمنون آپکا سارا جہاں ہے	نیازی نے لکھا بہجت کی رو	کلام دلیر بر عاقلان ہے
تقریظ منظم کتاب مستطاب منجانب معیت مہربان حفظ محمد عبدالقدوس قدسی غفر اللہ لہ و لو اللہ			
و ان الیہا و الیہ۔ مالک مطبع قدوسی۔ و اخبار صحیفہ قدسی دہلی			
زبان نامہ فہم و جہت ہے	گہریت اسکا سینہ شقی ہے	ہوا تیز ہن کو ہے روانی	ہوئی جاتی ہو تو بھی پانی پانی
کوڑوں کی کڑا جوشم تہ ہے	جہن میں کئی نئی شمع ہے	بہر جائیں کیا ہو کے پانی	سند لعل شمع ہر روانی
آئینہ کجہاں بہر تہ ہو کردی	بر بلبر ہن و سخن و حضور	اسی کو درو کا سیدہ ہوا کہ	ہو تو جتنی ہو تے اللہ اللہ
دو دیکھو خوب چھالی ہو	بجولے کہ ہے ہن کو پر گردی	شیخ کجہاں ہن کہتا ہے دانہ	ابھی محکوم و زنج سے بچا نا
بست کر تل باخدا کا خال	سرخ گلگون ہن کڑا گیا بال	نفس ہی دمدم زیر زبر ہے	کر بانڈ ہے ہر مردم کر ہے
ایکے کم ہن جہن تارے	جہاں کو سمجھتے ہن اشارے	زمین آسمان سب کو منقاد	ملک جہن و بشر و دہری زاد
طبیعت ہن جہن کجہاں	مجھے یاد آگے دو شعر جاحی	زیام آسمان تار کر خاک	اگر صبر نہ کیا ہن اور اک
فرد آئینہ بالاش تابند	سکھ فرخہ ہن زون نیابند	سحاب رزق اسکا سب پر ہا	نہ تر سب کجہاں دہی کو تر ہا
چچہ نل کے ات مین ہے	سکت اندری کی دامن ہے	خدا کی کز نائی کی نہیں تھا	وہی ہو گا دہی ہر اندری تھا
ادامی نے کجہاں تباری	آواہ تہی کی کئی بار دی	ہوا جنت کا کس کس آہنگ	کہ ہر طرزیان کا اور جی ایک
طبیعت ہن خود ہو کجہاں	سند فکر ہن ہونا پر بیان	مگر در کثرت ختم نہ رہی ہے	تسویج لعل ادبی بل ہے
محمد ان بول اللہ کس ہن	رسول اللہ صلا امیائین	وہین قائم ہن کے شہنشاہ	ہر حال مستقیم کی گد گاہ

نارنجہ کا یہ کتاب مستطاب منجانب معیت مہربان حفظ محمد عبدالقدوس قدسی غفر اللہ لہ و لو اللہ  
مطبع قدوسی دہلی  
نارنجہ کا یہ کتاب مستطاب منجانب معیت مہربان حفظ محمد عبدالقدوس قدسی غفر اللہ لہ و لو اللہ  
مطبع قدوسی دہلی  
نارنجہ کا یہ کتاب مستطاب منجانب معیت مہربان حفظ محمد عبدالقدوس قدسی غفر اللہ لہ و لو اللہ  
مطبع قدوسی دہلی

چہ ترمود و تصدیق مدالائی من  
کتابت عباسی خدی و نض  
دکنہ راجی و دیوہام  
تجدید شریعت من کی ارض  
پی سال طبعش گو کہ سر سید  
نامی لکائف  
نہی ارض

وہ بھائی لہدی ایسے کا سر  
 دی نگہ دی نمودی میں  
 افسر کو کون کون کون  
 ہر کہ لہدی ہم معصوم و خاں  
 دہیلے جانیس معصومین  
 حوالی ہیں دہالی عزمین  
 میں کسیر ادا کے گنا  
 میں تمام صبر خرچ کیا  
 لکھا اس پر باب نمبر  
 ملتی مرقی میں بعد انکے  
 میں قفس نکال دیا  
 قال کیا میں میں  
 اس حاصل ہو وہ سونو  
 مل احمدی کا نام نامی  
 کیا نہ سبھی کا میں  
 میں تین تریوں کو دہار  
 مل دل سے یہ لہر  
 بنو لوں پر کتنے ہر  
 ہے محرم میں خوش  
 کا وہ دہیلے ملک  
 ائمہ میں وہ بار  
 شکر حاکم پر کد  
 میں جہالت جمعی  
 جو کہ کہا جاکھا  
 کی کو سال میں  
 میں لکرات کیجیے

[illegible][illegible][illegible]

العبد المذنب  
م

قیامت میں شجاعت کا رویہ

پڑی پھر اس پر یہ سب سب  
کسی قدسی کیا کہیں

فقطہ تاریخ ۱۳  
سکسین مالک اب ہمالہ سے شہر

عبد الله بن محمد بن أحمد

ایسا قطعہ تار بیخ  
 کر دنا عالم کمال امام آسمان  
 رکات کر کے تار بیخ

کتابخانه مجلس شورای اسلامی  
تهران

کودک - ملا محمد طهرانی